- فتاویٰ رشیدیہ، مکمل مبوب
- سبیل الرشاد
- ہدایۃ الشیعہ
- زبدۃ المناسک
- فیصلۃ الاعلام فی دار الحرب دار الاسلام
- لطائف رشیدیہ
- ہدایۃ المعتدی فی قراءۃ المقتدی
- القطوف الدانیۃ فی تحقیق الجماعۃ الثانیۃ
- الحق الصریح فی اثبات التراویح
- فتویٰ مولد شریف
- ردّ الطغیان فی اوقاف القرآن
- تعداد رکعات تراویح
- اوثق العری فی تحقیق الجمعۃ فی القریٰ
- فتویٰ احتیاط الظہر

اضافہ شدہ ایڈیشن

تالیفاتِ رشیدیہ

مع

فتاویٰ رشیدیہ

مکمل مبوّب

فقیہ العصر قطب الارشاد

امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہٗ

کے فتاویٰ، رسائل اور تصانیف کا مجموعہ

ادارہ اسلامیات

پبلشرز، بک سیلرز، ایکسپورٹرز

★ دینا ناتھ مینشن، مال روڈ، لاہور

★ ۱۹۰، انار کلی، لاہور، پاکستان

★ موہن روڈ، چوک اردو بازار، کراچی

Web: www.idaraeislamiat.com Email: idara.e.islamiat@gmail.com

پہلی بار عکسی طباعت ———— محرم الحرام ۱۴۰۸ھ، ستمبر ۱۹۸۷ء

تصحیح شدہ جدید ایڈیشن بار دوم ———— ۱۴۱۲ھ، ۱۹۹۲ء

باہتمام ———— اشرف برادران سلّمہم الرحمٰن

ناشر ———— ادارۂ اسلامیات - لاہور

مطبع ———— ارشد سلمان وہاب پرنٹرز لاہور

قیمت ———— مجلّد ڈائی دار

کتابت ———— مشتاق احمد جلالپوری

ادارۂ اسلامیات

پبلشرز، بک سیلرز، ایکسپورٹرز

★ ۱۹۰، انارکلی، لاہور، پاکستان

Web: www.idaraeislamiat.com Email: idara.e.islamiat@gmail.com

ترتیب

عرضِ ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین امابعد -

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ایک سال کی کوشش کے بعد "تالیفاتِ رشیدیہ" کا یہ مجموعہ آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے۔ اس مجموعہ میں قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرّہٗ العزیز کے "فتاویٰ رشیدیہ" سمیت ساری تصانیف کو یکجا شکل میں شائع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ حضرت گنگوہی قدس سرّہٗ کی علمی وروحانی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔ اُن کی ذاتِ گرامی اپنے دَور میں فقہ وتصوّف کی جامعیت کا یکتا نمونہ تھی۔ وہ اپنے وقت کے "قطب الارشاد" اور بجا طور پر فقیہ النفس تھے۔ ان کی تصانیف کی تعداد اگرچہ زیادہ نہیں مگر ان میں علم وحکمت کی جو گہرائی ملتی ہے وہ سطحی علم کے اس دَور میں ناپید نظر آتی ہے۔ اُن کا ایک ایک جملہ بڑے بڑے علمی مضامین پر بھاری ہوتا ہے اور ان کے چند لفظوں سے بسا اوقات ایسے ایسے علمی اشکالات رفع ہو جاتے ہیں جن کے حل کے لئے پوری پوری کتابیں لکھی جاتی ہیں۔

حضرت گنگوہی قدس سرّہٗ کے قلم فیض رقم کے یہ موتی چھوٹے چھوٹے رسائل کی شکل میں بکھرے ہوئے تھے جن میں بھی بعض کمیاب تھے تو چند رسائل بالکل نایاب، جن کا حصول اب مشکل ہوگیا تھا بلکہ نایاب ہونے کی وجہ سے آہستہ آہستہ عام لوگ ان کے ناموں سے بھی آشنا نہ رہے تھے۔ بہت عرصہ سے خواہش تھی کہ حضرت گنگوہیؒ کی یہ تمام تالیفات یکجا طبع ہو جائیں تاکہ علوم ومعارف کا یہ قیمتی ذخیرہ محفوظ ہو جائے اور لوگوں کو استفادہ میں آسانی ہو جائے۔ بحمداللہ کہ یہ خواہش پوری ہوئی ہے اور اب یہ مجموعہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

ہم اس سلسلہ میں اپنے بزرگوار مشفق حضرت سیّد نفیس شاہ صاحب مدظلّہم کے بطور خاص شکر گزار ہیں جن کے خصوصی تعاون کی بدولت بعض نادر رسائل مہیا ہوئے اور جن کی توجہ اور ہمت افزائی کے طفیل یہ مجموعہ مرتب ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو قبول فرمائے اور مصنّف قدس سرّہٗ اور جملہ معاونین کو اپنی بارگاہ سے ان کی عظیم دینی خدمات پر دائماً اجرِ جزیل عطا فرمائے۔ آمین

حضرت گنگوہی قدس سرّہٗ کی تالیفات کے اس مجموعہ کے بعد دیگر اکابر علماء کرام کی تالیفات کے مرتب مجموعے بھی "ادارۂ اسلامیات" کی طرف سے شائع کرنے کا پروگرام ہے۔ قارئین سے دعائے توفیق کی خصوصی درخواست ہے۔ والسّلام

ناشرین۔ اشرف برادران سلّمہم الرحمٰن

ادارۂ اسلامیات انارکلی لاہور ۲

الرشید
تذکرۃ الرشید
سوانح قدوۃ العلماء، زبدۃ الفقہاء، فخر المحدثین، قطب العالم،
حضرت مولانا الحاج الحافظ رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہ
تالیف
حضرۃ الحاج مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نور اللہ مرقدہ
ادارۂ اسلامیات
۱۹۰۔انار کلی ○ لاہور
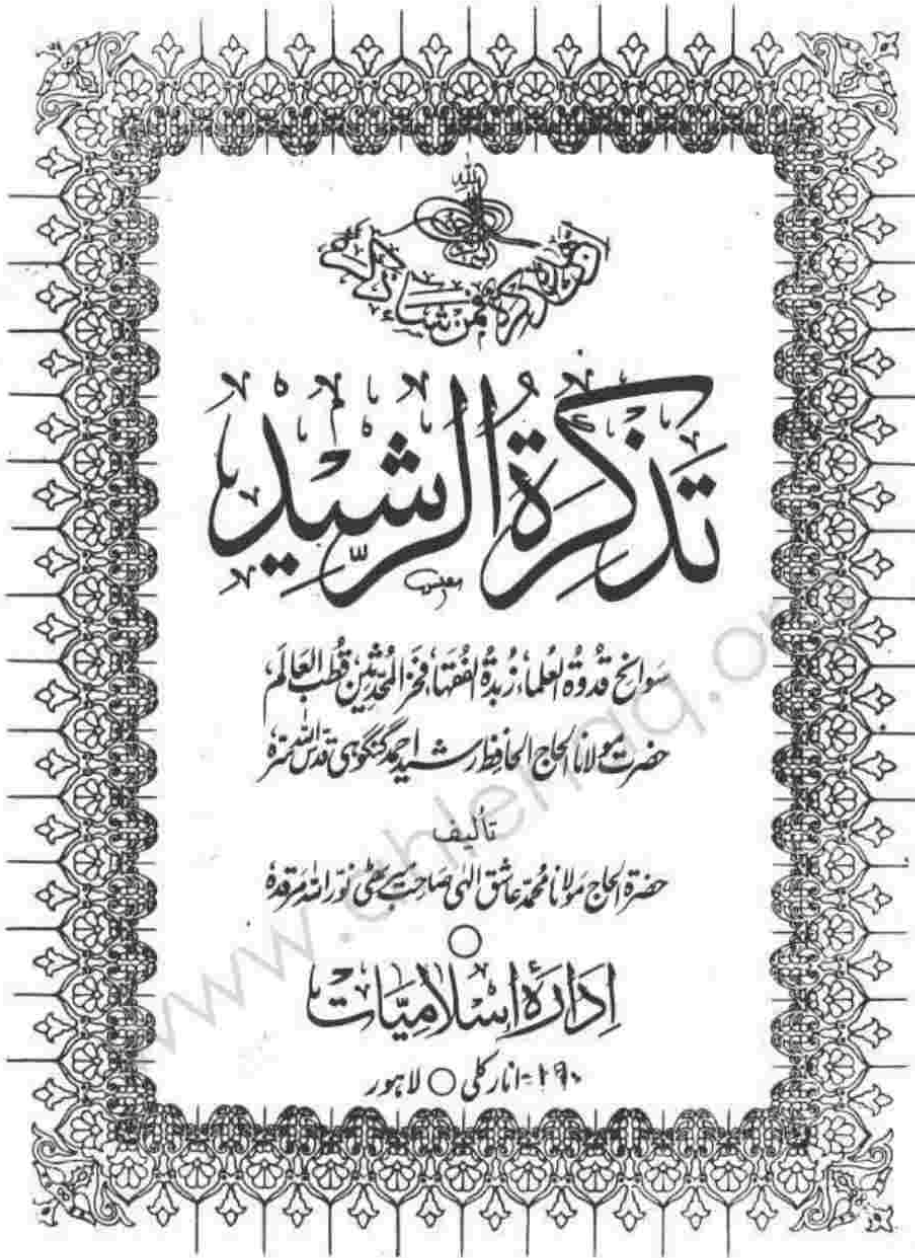
حضرت گنگوہیؒ کی یہ سوانح صرف حالات و کمالات کا ہی مجموعہ نہیں بلکہ یہ نادر علمی مسائل، فقہی اشکالات کے حل، مشکل قرآنی آیات کی تفسیر اور چیدہ چیدہ احادیث کی تشریحات پر مشتمل ایک اہم علمی سرمایہ ہے، نیز اس میں تصوف و اخلاق کے وہ اہم مضامین و فوائد بھی موجود ہیں جو مشائخ طریقت کے لئے نسخۂ اکسیر اور سالکانِ راہ طریقت کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ تذکرۃ الرشید کا مطبوعہ ہمارا یہ نسخہ کئی وجہ سے امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے آخر میں تذکرۃ الرشید سے متعلق حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اہم مضمون شامل ہے۔ کاغذ اعلیٰ لگایا گیا ہے۔ طباعت عمدہ اور بہترین مضبوط جلد مجلد ڈائی دار کے ساتھ

اس اعلیٰ ایڈیشن کی قیمت صرف ــــــ روپے ہے

مختصر سوانح

قطب الارشاد امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ تعالےٰ سرہٗ العزیز

ترتیب

بندہ محمود اشرف عثمانی مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور

ماخوذ

از تذکرۃ الرشید مؤلفہ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ۶ ذو القعدہ ۱۲۴۴ھ بروز پیر چاشت کے وقت ضلع سہارنپور (انڈیا) کے مشہور قصبہ گنگوہ کے محلہ سرائے کے اُس مکان میں ولادت ہوئی جو شیخ المشائخ حضرت مولانا عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خانقاہ کے متصل تھا۔

نسب والد کا نام مولانا ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش تھا۔ ماں اور باپ دونوں میزبانِ رسول ﷺ سید حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۲۵۲ھ میں جب کہ حضرتؒ کی عمر صرف سات برس کی تھی والد ۳۵ سال کی عمر میں گورکھپور میں انتقال کر گئے۔ دادا جناب قاضی پیر بخش نے پرورش کی۔ چار ماموں تھے ایک مولانا محمد نقی صاحب جو آپ کے خسر بھی ہیں (۲) مولانا محمد تقی صاحب (۳) مولانا عبد الغنی صاحب جنہوں نے آپ کے ساتھ غیر معمولی شفقت کا برتاؤ رکھا اور (۴) مولوی محمد شفیع صاحب جو آپ سے صرف آٹھ سال بڑے تھے۔

مشہور اساتذہ فارسی میں مولانا محمد تقی صاحب (ماموں) مولوی محمد غوث صاحب عربی میں استاذ الکل مولانا مملوک علی صاحبؒ (والد حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ) حدیث پاک میں حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب مجددی مہاجر مدنیؒ متوفی ۱۲۹۵ھ۔

اولین تلامذہ (۱) حضرت مُلا محمود دیوبندی (۲) ماموں زاد بھائی مولوی ابو النصرؒ (۳) مولوی ابو القاسمؒ (۴) سید مومن علیؒ۔

نکاح اکیس سال کی عمر میں آپ کے دادا نے آپ کی ماموں زاد بہن محترمہ خدیجہ سے نکاح کر دیا۔ نکاح کے بعد ہی امام ربانی نے ایک سال سے کم عرصہ میں از خود قرآن مجید حفظ کیا اور اُسی سال تراویح میں مکمل قرآن مجید سنایا۔

بیعت سید الطائفہ قطب العالم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ (متوفی ۱۳۱۷ھ) کے ہاتھ پر تھانہ بھون میں بیعت کی اور پھر تو اُن پر مر مٹے۔ بیعت کے موقعہ پر قیام کا ارادہ طویل نہ تھا مگر قیام ۴۲ روز تک مسلسل

رہا۔ آٹھویں دن حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا" میاں مولوی رشید احمد جو نعمت حق تعالیٰ نے مجھے دی تھی وہ آپ کو دیدی آئندہ اس کو بڑھانا آپ کا کام ہے۔ ۴۲ ویں دن رخصت کے موقعہ پر مسنون مشایعت کی اور فرمایا" اگر تم سے کوئی بیعت کی درخواست کرے تو اس کو کرلینا"۔ عرض کیا" مجھ سے کون درخواست کرے گا؟" فرمایا" تمہیں کیا جو کہتا ہوں وہ کرنا"۔ (تذکرۃ الرشید ص۵۰-۵۱ ج۱)

شیخ کی نظر میں مقام

مولانا عبدالمومن راوی ہیں کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے اعلیٰ حضرت (حاجی صاحبؒ) کی خدمت میں شکایت کی تھی کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب میں باوجود عالم ہونے کے خُلق نہیں پایا جاتا۔ اعلیٰ حضرت نے یوں جواب دیا تھا کہ" میاں غنیمت سمجھو کہ مولانا آبادی میں ہیں، میرا رشید تو درجۂ ملکوتیت پر پہنچ گیا تھا اگر حق تعالیٰ کو اصلاحِ خلق کا کام لینا نہ ہوتا تو آج خدا جانے کس پہاڑ کی کھو میں بیٹھا ہوتا۔ علمی خدمت اور خداوند تعالیٰ کو ایک بڑا کام لینا منظور تھا اس لئے کمر پکڑ کر نیچے اتارا گیا اور بستی میں رکھا گیا ہے۔ (ص۷۸ ج۱)

انگریزوں کے خلاف جہاد

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی قیادت میں ۱۲۷۳ھ یعنی مئی ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں انگریزوں کے خلاف اس درویشِ خدامست نے ہتھیار اُٹھا کے انگریزوں کے کئی رسالوں پر چھاپے مارنے کے بعد" جنگِ شاملی" میں دیوانہ وار حصہ لیا جس میں ان کے چچا پیر حضرت حافظ ضامن شہیدؒ نے شہادت کا رُتبہ پایا اور ان کے ساتھی اور پیر بھائی مولانا محمد قاسم نانوتوی شدید زخمی ہوئے۔ حضرت گنگوہیؒ بھی ڈیڑھ دو سال مختلف علاقوں میں روپوش رہے اور ۱۲۷۵ھ کے آخر میں رامپور میں حکیم ضیاء الدین صاحب کے مکان سے گرفتار کئے گئے۔ بیس یوم سہارنپور کی کال کوٹھڑی اور حوالات میں مقید رکھا گیا۔ پھر پا پیادہ مظفر نگر لاکر یہاں کی جیل میں چھ ماہ تک محبوس رکھا گیا، بالآخر رہا کردیئے گئے۔ (تذکرۃ الرشید ص۷۳ تا ص۸۴ ج۱)

چند مشہور تلامذہ

مولانا حکیم جمیل الدین صاحب نگینویؒ، مولانا حکیم نصیر الدین میرٹھیؒ، مولانا عبدالکریم پنجابی، مولانا محمد صدیق احمدؒ، مولانا حامد حسن دیوبندیؒ، مولانا محمد حسن صاحب مراد آبادیؒ، مولانا صادق الیقین، مولانا حافظ محمد احمد مہتمم دارالعلوم دیوبند، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ، مولانا یحییٰ صاحب کاندھلویؒ وغیرہ وغیرہ سمیت سینکڑوں علماء نے آپ سے استفادہ کیا۔

اولاد

۱۲۷۴ھ ماہ ربیع الثانی میں صاحبزادی صفیہ خاتون کی ولادت ہوئی، ۱۲۷۸ھ جمادی الثانیہ میں صاحب زادہ حکیم مسعود احمد کی ولادت ہوئی۔ رجب ۱۲۸۶ھ میں مولوی محمود احمد مرحوم پیدا ہوئے جنہوں نے ۱۳۱۰ھ میں عین عالم عنفوانِ شباب میں باپ کو داغِ مفارقت دیا۔

چند مشہور خلفاء اور مستفیدین

(۱) شیخ الحدیث حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ (۲) شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ صاحب دیوبندی (۳) حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحبؒ رائے پوری (۴) حضرت مولانا صدیق احمد صاحب انبیٹھویؒ (۵) حضرت مولانا محمد روشن خاں صاحبؒ مراد آبادی (۶) حضرت مولانا صدیق احمد صاحبؒ مہاجر مدنی (۷) حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ (۸) حضرت مولانا محمد اسحاق صاحبؒ نہوڑی (۹) مولانا حکیم محمد صدیق صاحب

مراد آبادی (۱۰) مولانا حافظ محمد یاسین نگینوی (۱۱) حضرت مولانا صدیق احمد کاندھلوی (۱۲) مولانا صادق الیقین (۱۳) حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی (۱۴) مولانا قاری مغیث الدین صاحب ساڈھوادی (۱۵) حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی وغیرہ سمیت ہزاروں افراد نے آپ سے استفادہ کیا اور دولتِ باطنی سے مالامال ہوئے، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی روحانی نسب کے اعتبار سے اگرچہ حضرت گنگوہی کے پیر بھائی ہیں مگر انھوں نے بھی حضرت گنگوہی کو اپنے شیخ کا قائم مقام سمجھتے ہوئے ظاہراً و باطناً استفادہ فرمایا ہے۔

رفعتِ تواضع آپ کی کسرِ نفسی اور تواضع یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ عام مسلمانوں سے اپنے لئے دُعا کراتے اور یوں فرمایا کرتے تھے کہ "لوگوں کے حسنِ ظن کی وجہ سے نجات کی امید ہے" "من آنم کہ من دانم"۔ بیسیوں خطوط میں آپ کے یہ الفاظ موجود ہیں کہ "مجھے دعا میں ضرور شامل رکھنا اور خدا کرے کہ تمہارے ظن کے موافق مجھ سے حق تعالیٰ کا معاملہ ہو۔ ایک بار مولانا حکیم محمد حسن صاحب نے اپنے حالِ قلب کی کچھ شکایت کی کہ مجھے کچھ نفع اور اثر محسوس نہیں ہوتا جی چاہتا ہے کہ چھوڑ دوں۔ آپ نے اُن کو تشفی دی اور فرمایا۔ میاں کام کئے جاؤ ہمت نہیں ہارتے، چلتے کام کا چھوڑنا کس نے بتایا ہے بتہیرا اچھا ہو رہا ہے"۔ انھوں نے عرض کیا کہ حضرت مجھے کیونکر اطمینان ہو جبکہ میں دیکھتا ہوں کہ قلب میں کچھ اثر نہیں اس وقت آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور بھرائی ہوئی آواز میں یوں کہا کہ خدا کے بندے تمہیں اپنے بڑے کے کہنے پر بھی اعتماد نہیں، مجھے نہیں دیکھتے کہ عام مسلمانوں کے حسنِ ظن پر جی رہا ہوں"۔

مکاتیبِ رشیدیہ میں حکیم عبد العزیز خاں صاحب کے نام ایک مکتوب گرامی میں آپ تحریر فرماتے ہیں "بخدا اپنے علم میں بحلف کہتا ہوں کہ تمہارے واسطے ہر روز تو دعا یقیناً کرتا ہوں مگر پانچ وقت میں شاید کسی وقت ترک ہوتی ہو۔ لیکن آپ کے اس حسنِ ظن سے سخت پریشان ہوتا ہوں کہ تم کو میرے ساتھ اس قدر عقیدت بے محل ہوگئی جس سے صدہا عالم میں موجود اور بہتر بھی بہت ہیں۔ بندہ کا حال تو اسی سے واضح ہو جائے گا کہ تا ایندم شب و روز آپ کے باب میں دعا کرتا ہوں اور کچھ اجابت کے آثار نہیں۔ جس سے صاف روشن ہے کہ مثل دیگر عوام مؤمنین کے میں بھی ایک ہوں۔ کوئی شخص اپنی تعریف کو برا نہیں جانتا۔ بیں بار بار اپنا عیب اور حقیقت جو ظاہر کرتا ہوں سو اس سبب سے کہ میرے سبب تم اپنے مقصود سے نہ رہ جاؤ، میری عقیدت تم کو مضر نہ ہو جاوے، ناقص کے ساتھ ہو کر اپنا نقصان ہوتا ہے، دوسرے قیامت کو جب اپنا حال ظاہر ہوگا تو مجھ کو ندامت نہ ہو کہ خلافِ توقع ظاہر ہو جاوے گا۔ الخ

جس قدر لوگ آپ کی خدمت میں محبت و تعظیم اور تواضع و تکریم کرتے اسی قدر حق تعالیٰ کی جناب میں آپ تواضع الحاح زیادہ کرتے اور یوں دُعا مانگتے تھے کہ "یا اللہ! میں جیسا ہوں تو جانتا ہے لیکن میرے ساتھ ان کے حسنِ ظن کے موافق معاملہ فرمانا"۔ (تذکرۃ الرشید ص ۲/۵۳)

عفو و درگزر مولانا مولوی سراج احمد صاحب نے ایک مرتبہ چاہا کہ مولوی احمد رضا صاحب کی فحش گوئی کا ترکی بہ ترکی جواب دیں ہر چند حسنِ تقریر سے انھوں نے کوشش کی حضرت صراحتاً حکم نہ دیں تو ایماءً ہی فرمادیں مگر حضرت نے فرمایا تو یہ فرمایا "میاں کیا دھرا ہے ان قصوں میں! اُن کی تحریر کا جواب لکھنے سے کوئی نفع نہیں تضییع اوقات

ہے امید نہیں کہ وہ مانیں"۔ ایسی صورتوں میں جب آپ کے خدام کی خواہش جواب لکھنے کی ظاہر ہوئی تو آپ نے ان کو روک دیا اور یوں ارشاد فرمایا کہ آدمی جس قدر وقت کسی کی برائی میں صرف کرے اتنے وقت اگر اللہ اللہ کرے تو کتنا نفع ہو"۔ (تذکرہ ص ۶۸ ج ۲)

بدگوئی و خرافات نویسی کی جتنی ایذائیں آپ کو مولوی احمد رضا صاحب سے پہنچیں شاید اتنی نہ کسی دوسرے کو مولوی احمد رضا صاحب نے پہنچائی ہوں اور نہ کسی دوسرے سے حضرت امام ربانی کو پہنچی ہوں۔ مگر واللہ العظیم کہ حضرت کی زبان سے عمر بھر میں کبھی ایک کلمہ بھی ایسا سننے میں نہیں آیا جس سے یہ بھی معلوم ہو جائے کہ حضرت ان کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ جس زمانہ میں مولوی احمد رضا صاحب کو مرضِ جذام لاحق ہوا اور خون میں فساد آیا تو بعض لوگوں کو مسرت ہوئی کہ سب و شتم کا ثمرہ دنیا میں ظاہر ہوا مگر جس وقت کسی شخص نے حضرت سے عرض کیا کہ "بریلوی مولوی کوڑھی ہو گئے"۔ تو حضرت گھبرا اٹھے اور یہ الفاظ فرمائے کہ میاں کسی کی مصیبت پر خوش نہ ہونا چاہیئے خدا جانے اپنی تقدیر میں کیا لکھا ہے"۔

ایک دن آپ ڈاک میں آئے ہوئے خطوط سننے بیٹھے سب سے پہلا خط جو پڑھا گیا بمبئی سے آیا ہوا کارڈ تھا جس میں لکھا تھا کہ مولوی ہدایت رسول کو ایک منکوحہ عورت سے نکاح کرنے کے جرم میں عدالت سے سزائے قید کا حکم سنایا گیا۔ بعض سامعین کو تو مسرت ہوئی کہ یہ حضرت کے بڑے مخالف تھے مگر آپ کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ص ۸۲، ۸۳ ج ۲۔

دریائے معرفت

سید طاہر صاحب ڈمیس مولانگر نے قسم کھا کر فرمایا کہ ایک دن میں اپنے مرشد حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادیؒ کی خدمت میں حاضر تھا بزرگوں کا تذکرہ ہو رہا تھا کہ ایک شخص نے حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ کی حالت دریافت کی مجھے خوب یاد ہے کہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ نے فرمایا مولانا رشید احمد صاحب کا کیا حال پوچھتے ہو وہ تو دریا پی گئے اور ڈکار تک نہیں لیا۔ تذکرہ ص ۳۲۱ ج ۲

اتباعِ سنت اور فنائیت کی خاص شان

اتباعِ سنت اور اطاعتِ شریعت جو آپ کی طبعی عادت بن گئی تھی اس کا نتیجہ تھا کہ دس برس کے بعد حاضر ہونے والا شخص بھی آپ کو اسی حالت پر دیکھتا جس حال میں دس سال قبل دیکھ چکا تھا۔ اتباع شرع کی محویت اور فنائیت میں اس درجہ استحکام اور استقامت کا یہ بھی نتیجہ تھا کہ آپ کا وجود اور آپ کی نقل و حرکت ہی سنت نبوی کے طلب گاروں کے لئے سینکڑوں سوالات کا جواب تھی۔ یہی وہ کبریتِ احمر تھی جس کو دیکھ کر علماء نے گردنیں جھکائیں اور ہزارہا انسانوں کو راہِ ہدایت نصیب ہوئی۔ دیوبند کے جلسہ دستاربندی میں عصر کی نماز کے وقت مخلوق کے اژدحام اور مصافحہ کی کثرت کے باعث عجلت کے باوجود، جس وقت آپ جماعت میں شریک ہوئے تو قرأت شروع ہو گئی تھی۔ سلام پھیرنے کے بعد دیکھا گیا کہ آپ کے اداس چہرہ پر اضمحلال برس رہا تھا اور آپ رنج کے ساتھ یہ الفاظ فرما رہے تھے کہ افسوس بائیس برس کے بعد آج تکبیرِ اولیٰ فوت ہو گئی۔ تذکرہ ص ۱۶ ج ۲

وفات

۱۲ / یا ۱۳ / جمادی الاولیٰ ۱۳۲۳ھ کی شب حجرہ مبارک میں نوافل ادا فرما رہے تھے اور حق تعالیٰ سے مناجات میں محویت تھی کہ دو انگلیوں کے درمیان کسی زہریلے جانور نے کاٹا محویت کے سبب وقتی طور پر احساس نہ ہوا مگر صبحِ صادق کے بعد دو انگلیوں اور کپڑوں پر خون کی سرخی دیکھی گئی مصلّی بھی خون سے تر تھا۔ یہی زخم مرضِ وفات کا پیش خیمہ

بن گیا۔ تکلیف بڑھتی رہی اس میں تیز بخار کا حملہ ہوا۔ اور بالآخر ۸ رجمادی الثانیہ ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۱ راگست ۱۹۰۵ء کو جمعۃ المبارک کے دن اذان جمعہ کے فوراً بعد دوپہر کے ساڑھے بارہ بجے آپ اپنے پروردگار سے جا ملے، عمر مبارک کل اٹھتر سال سات ماہ تین یوم کی ہوئی۔ پسماندگان میں صاحب زادہ مولانا حکیم مسعود احمد صاحب پوتے سعید احمد بن صاحبزادہ محمود احمد صاحب مرحوم اور صاحب زادی صفیہ خاتون تھے۔ روحانی اولاد کا شمار ناممکن ہے جو آج مشرق و مغرب میں پھیلی ہوئی ہے۔ رحمۃ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

ارشادات حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ

فرمایا:۔ مجاہدات اور ریاضات کے بعد اگر یہ بات حاصل ہو جائے کہ ہم کو کچھ حاصل نہ ہوا تو بس سب کچھ حاصل ہو گیا۔ (بحوالہ معارف گنگوہی ص۸)

فرمایا:۔ کبھی تحمل سے زیادہ اپنے ذمہ کام نہ لو۔ (معارف گنگوہیؒ ص۲۹)

فرمایا:۔ کسی سے کسی قسم کی توقع مت رکھو چنانچہ مجھ سے بھی مت رکھو، یہ بات دین و دنیا کا گُر ہے۔ (معارف ص۲۱)

ایک صاحب کی غلطی پر فرمایا:۔ کیوں قصہ پھیلایا ہے گناہ ہو گیا ہے تو توبہ کر لو۔ (معارف گنگوہیؒ ص۵۳)

ایک متشدد واعظ کی نسبت فرمایا:۔ وہ متشدد بہت تھے اس قدر تشدد سے اصلاح نہیں ہوتی۔ ص۵۵

کوئی لمبے چوڑے چندہ کی فہرست لے کر آتا تو فرماتے:۔ میاں کیوں لوگوں کے پیچھے پڑے ہو، مسجد یا مدرسہ بنانا ہی ہے تو کچی دیواریں اٹھا کر بنا لو۔ اگر وہ کہتا کہ حضرت کچی دیواریں گر جائیں گی تو فرماتے کہ میاں پکی بھی آخر گریں گی تو جب گر جائیں گی دوسرا بنا دے گا، تم قیامت تک کا بندوبست کرنے کی فکر میں کیوں پڑے ہو؟ (ص۶۰)

فرمایا:۔ ہم کو مدرسہ مقصود نہیں رضائے حق مقصود ہے اور نااہل کو (مدرسہ کا) ممبر بنانا معصیت ہے جو خلافِ رضائے حق ہے اس لئے ہم اپنے اختیار سے ایسا نہیں کریں گے۔ (تذکرۃ الرشید)

فرمایا:۔ میاں ہم تو حق تعالیٰ کے عطا فرمائے ہوئے ایک کٹورہ پانی کا بھی شکر یہ ادا نہیں کر سکتے جو ہزارہا سال کی عبادت کے معاوضہ میں بھی ارزاں ہے چہ جائیکہ ہزارہا انعام اور لکھو کھا احسانات! انسان پہلے پیشگی لی ہوئی تو بیباق کر دے تب ہی آئندہ چڑھاؤ کا استحقاق قائم کرے۔ (تذکرۃ الرشید ص۱۲۶/۲)

شیخ الشیوخ حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ سالکین کی تسلی کے لئے نقل فرمایا "گھبراؤ مت استقلال کے ساتھ کام کئے جاؤ ؎

ہر چند کہ دیر است آہو بچنگ شیر است (تذکرۃ الرشید ص۲۷/۲)

اپنے استاذ حضرت شاہ عبدالغنیؒ کا مقولہ نقل فرمایا:۔ "جس قدر اپنے نفس سے دوری ہے اسی قدر قربِ حق تعالیٰ حاصل ہے۔" (تذکرۃ الرشید ص۲۲/۲)

فرمایا کرتے تھے:۔ مجھ کو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سخت تاکید بیعت کرنے کی ہے اس لئے کر لیتا ہوں ورنہ جی اندر سے نہیں چاہتا۔" (تذکرۃ الرشید ص۵۶/۲)

تحریر فرمایا: - ہائے ہائے دنیا کیا ناپائیدار جا ہے اور ہم کو کس قدر غفلت ہے ۔ (صـ۵۵ ج۱)

فرمایا: - تمام اذکار و اشغال و مراقبات کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی حضوری ہر وقت میسر رہے ۔ صـ۱۲ ج۲

فرمایا: - اللہ کا ذکر کرنا ہی زندگی کا فائدہ ہے باقی تمام نقصان ہی نقصان ہے ۔ اگر کسی سے بحضور قلب نہ ہو سکے زبان ہی زبان تک رہے تاہم فائدہ سے خالی نہیں (صـ۱۴ ج۲) ۔

فرمایا: - وہ شخص جو شریعت کا تابع ہو اگرچہ اُس کے قلب میں نور نہ ہو مگر اس شخص سے بہتر ہے جس کے قلب میں نور معلوم ہوتا ہو مگر وہ خلافِ شرع ہو ۔" (صـ۳۲ ج۲)

فرمایا: - آدمی جس قدر قوت کسی کی برائی میں صَرف کرے اتنے وقت اگر اللہ اللہ کرے تو کتنا نفع ہو ۔ صـ۶۸ ج۲

بارہا فرمایا: - جو کچھ حق تعالیٰ توفیق دے کئے جاؤ ہمت نہ ہارو اگر قلب میں اثر نہ ہو نہ سہی آخر زبان سے ہونا کیا تھوڑا نفع ہے جب زبان اللہ کی یاد کے سبب دوزخ سے بچ گئی تو دل بھی بچ جائے گا ۔ صـ۸۱ ج۲

ایک روز ارشاد فرمایا: - کوئی شخص کیسا ہی پرہیزگار کیوں نہ ہو کتنے ہی کشف و کرامات اُس سے ظاہر ہوں لوگوں کے قلوب میں تصرف کر سکتا ہو مگر ہو اس کے دل میں غرور بس سمجھ لو کہ اُسے کچھ نہیں آتا ۔

ایک بزرگ کا نام لے کر فرمایا کہ ان کے پاس ایک شخص مدتوں رہا اور پھر شکایت کی کہ قلب کی حالت درست نہیں ہوئی ۔ شیخ نے دریافت فرمایا کہ میاں درستی سے تمہارا کیا مقصود ہے ؟ اس شخص نے جواب دیا کہ حضرت جو نعمت آپ سے ملے گی وہ آپ سے لے کر دوسروں کو پہنچاؤں گا ۔ شیخ نے فرمایا بس اسی نیت کی تو ساری خرابی ہے کہ پہلے سے پیر بننے کی ٹھان رکھی ہے ۔ اس بے ہودہ خیال کو جی سے نکال دو اور یوں خیال کرو کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں طرح طرح کی نعمتیں دی ہیں ان کا شکر اور بندگی ہم پر فرض ہے ۔ پس جو لوگ اس اُمید پر ذکر و شغل کرتے یا نماز پڑھتے ہیں کہ ہمیں اس کا نفع ملے یہ اُن کی حماقت ہے ، ان کی نیت میں فساد ہے ۔ کیسا نفع کہاں کا اجر ؟ یہ ہستی ، یہ جسم ، یہ آنکھیں ، یہ ناک ، یہ کان ، یہ زبان ، یہ حواس جو حق تعالیٰ نے ہمیں دے رکھے ہیں پہلے ان کے شکریہ سے تو فراغت ہولے تب دوسرے نفع اور اجر کی توقع رکھے ۔

حافظ زاہد حسن صاحب نے اس موقع پر سوال کیا کہ حضرت جیسا کہ آپ نے فرمایا اگر کوئی شخص ہر وقت اللہ کو یاد رکھے تو بس کافی ہے اور کچھ اس کے واسطے ضروری نہیں ؟ آپ نے ارشاد فرمایا ! بس فرائض اور سننِ موکدہ ۔ اس کے بعد یہ بھی فرمایا اللہ کا ذکر کرنا ہی زندگی کا فائدہ ہے باقی تمام نقصان ہے ۔ اگر کسی سے حضورِ قلب نہ ہو سکے زبان ہی زبان تک رہے تاہم فائدہ سے خالی نہیں ۔ (صـ۱۴ ج۲)

تمّت بالخیر

کلماتِ وصیّت

از قطب الارشاد امام گنگوہی قدس سرہٗ العزیز

حامدًا و مصلیا: یہ وصیّت عام ہے سب دیکھیں اور سناویں اور عمل کریں۔

- اپنی اولاد اور زوجہ اور سب دوستوں کو بتاکید وصیت کرتا ہوں کہ اتباعِ سُنّت کو بہت ضروری جان کر شرع کے موافق عمل کریں اور رسومِ دنیا کو سرسری جان کر کرنا نہایت خرابی کی بات ہے۔
- اور لذّت کھانے اور کپڑے کی قید نہایت خرابی ڈالنے والی دین اور دنیا کی ہے اس سے بہت اجتناب کریں۔
- اپنے مقدور سے بڑھ کر کام کرنا مآل کار ذلیل ہونا ہے اس کی رسوائی دین و دُنیا میں اٹھانی ہوتی ہے۔
- بدمزاج و کج خلقی، سخت نامرضی حق تعالیٰ کی ہے، دُنیا میں ایسا آدمی خوار رہتا ہے اور آخرت میں نہایت ذلّت اُٹھاتا ہے۔ نرمی سب کے ساتھ لازم ہے۔
- اور بُرا کام قلیل بھی بُرا ہے اور اطاعت و اچھا کام اگرچہ تھوڑا ہو بہت بڑا رفیق ہے۔
- تکلفات شادی و غمی کے بدعت سے خالی نہیں ہیں اس کو سرسری نہ جانیں۔
- طعن و تشنیع خلق و برادری کے سبب سے اپنے مقدور سے زیادہ کام کرنا یا خلافِ شرع یا بدعت کو کرنا عقل کی بات نہیں۔ دنیا و دین میں اس کا خمیازہ بُرا ہے۔
- اسراف کی مذمت اور برائی شریعت میں سخت آئی ہے کہ شیطان کا بھائی اس کو قرآن میں فرمایا ہے۔
- اگر میرا انتقال ہو جاوے تو حسب مقدور ثواب پہنچاویں۔ اندازہ سے زیادہ ہرگز نہ کریں نہ کوئی تکلف غیر مشروع کریں جو کچھ ہو موافق سُنّت کے ہو۔
- باہم اتفاق سلوک سے رہیں۔

(تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۳۴۱)

خوابگاہِ قطبُ الارشادؒ

خاتم المحدثین شیخ الاسلام والمسلمین سند الاصفیاء الکاملین حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ کے حضور میں نذرانۂ نفیس

ہے یہ کس کی خوابگہِ حسیں، یہ نفیس کس کا مزار ہے
کہ نفس نفس کو جو ہے سکوں تو نظر نظر کو قرار ہے

یہاں اک نگار ہے خیمہ زن، یہ حریمِ حُسنِ نگار ہے
یہاں محوِ جلوۂ سرمدی، وُہ ہزار رشکِ بہار ہے

یہ فرود گاہِ رشیدؒ ہے، یہ مقامِ فردِ فرید ہے
یہ مکان خُلد نشان ہے، یہ مکین عرش وقار ہے

جو ابُو حنیفۂ وقت تھا، جو کبھی بُخاریِ عصر تھا
جو جُنیدؒ و شبلیِؒ دہر تھا، یہ اُسی کی خاکِ مزار ہے

یہ مزار بُقعۂ نُور ہے، یہ جہانِ عشق کا طُور ہے
یہاں آفتابِ جمال ہے، یہ تجلّیوں کا دیار ہے

یہاں قُدسیوں کا نُزول ہے، یہ دلیلِ حُسنِ قبول ہے
یہاں سو رہا ہے وُہ نازنیں، جو نبیؐ کا عاشقِ زار ہے

جو کلامِ دوست کا نُور ہے، تو حدیثِ یار کا فیض ہے
اسی فیض سے، اسی نُور سے، یہ مزار قُمقُمہ زار ہے

یہ جُنوں کا محملِ شوق ہے، یہ نظر کی منزلِ شوق ہے
مرا عشق حاملِ شوق ہے، مرا عشق اِس پہ نثار ہے

وُہ کہ تھا مُجاہدِ شاملی، صفیں جس نے اُلٹیں فرنگ کی
اُسی صف شکن کی یہ گھات ہے، اُسی شیر کا یہ کچھار ہے

کوئی دیدہ وَر ہو تو دیکھ لے، بڑے معرکے کا یہ مرد ہے
یہ جو کہکشاں کی سی گرد ہے، اسی گرد ہی میں سوار ہے

کبھی جام پینے پہ آگئے، تو سمندروں کو چڑھا گئے
یہ جو آج تک نہیں ہوش ہے، مے عشق ہی کا خُمار ہے

یہ عنایتیں، یہ نوازشیں، ابھی آپ مجُھ سے نہ پُوچھیے
مری آنکھ محوِ جمال ہے، مرے سامنے رُخِ یار ہے

مَیں نگاہِ شوق کا کیا کروں، دلِ ناصبُور سے کیا کہوں
ابھی حشر میں بڑی دیر ہے، ابھی دُور روزِ شمار ہے

کوئی نکتہ چیں ہو، ہُوا کرے، اگر اسے نگاہ کمال ہیں
ذرا کر کے دیکھ مُشاہدہ، یہاں نُور ہے، وہاں نار ہے

کِسی خشک طبع سے کیا غرض، کِسی تنگ ظرف سے کام کیا
مری اہلِ دل سے ہے دوستی، مجھے اہلِ درد سے پیار ہے

یہی میرا ناز و نیاز ہے کہ اسیرِ زُلفِ رشیدؒ ہُوں
اِسی سِلسلے کا مُرید ہُوں، مرا اِس پہ دار و مدار ہے

مَیں فدائے عشقِ رسُولؐ ہُوں، مَیں نبیؐ کے پاؤں کی دُھول ہُوں
مرا دل خُدا کے حضُور میں، بہ نیاز سجدہ گزار ہے

سہارنپور ۲۹ ذیقعد ۱۳۹۰ھ
۲۸ جنوری ۱۹۷۱ء

حضرت گنگوہیؒ کی شانِ تفقّہ اور فتاویٰ رشیدیہ

از

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ

قطبِ عالم[1] حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ تاسیس دار العلوم کے وقت سے دار العلوم کے رکن شوریٰ اور ارکان و بانیانِ دار العلوم کے ساتھ مدرسہ کی صلاح و فلاح میں ہمیشہ سے ساعی تھے۔ ۱۲۱۷ھ میں حضرت قاسم العلوم والخیرات (حضرت نانوتویؒ) کی وفات کے بعد سب اہلِ مدرسہ کی نظر حضرت ممدوح پر پڑی اور آپ ہی کو مدرسہ کا سرپرست قرار دیا گیا۔

حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے یہاں فتاویٰ کی کثرت تھی اور یہیں سے دار العلوم کے فتاویٰ کا ابتدائی دَور شروع ہوتا ہے اور فقہ و فتویٰ کے باب میں اس دَور کی پوری جماعت میں سے حق تعالیٰ نے حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کو چن لیا تھا۔ اس زمانہ کے تمام علماء و مشائخ فتوے کے باب میں حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے فتاوے پر اعتماد کرتے تھے۔ احقر نے سیدی حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ سے خود سُنا ہے کہ حضرت نانوتوی قدس سرہٗ حضرت گنگوہیؒ کو ابو حنیفہ عصر فرمایا کرتے تھے۔ (بلفظہ او کما قال) اور سیدی حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کا اعتقاد و عمل بھی حضرت گنگوہی کے فتاویٰ کے ساتھ اسی طرز کا تھا۔

اور میرے استاذِ محترم شیخ مشائخ العصر حضرت العلامہ مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری سابق صدر مدرس دار العلوم دیوبند فرمایا کرتے تھے کہ اب سے ایک صدی پہلے تک اس شان کا فقیہ النفس علماء کی جماعت میں نظر نہیں آتا۔ حضرت شاہ صاحب کی زبان سے فقیہ النفس کا لفظ متاخرین میں سے یا تو صاحب بحر الرائق کی نسبت سُنا ہے اور یا حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت۔ یہاں تک کہ علامہ ابن عابدینؒ شامی کے تبحرِ علمی کا اعتراف کرنے کے باوجود اُن کو فقیہ النفس نہ فرماتے تھے۔

الغرض دار العلوم کے فتاویٰ کا ابتدائی دَور فتاویٰ رشیدیہ سے شروع ہوتا ہے۔ لیکن نہایت حسرت کا مقام ہے کہ حضرت ممدوح کے فتاویٰ کی نقول محفوظ رکھنے کا شروع میں تو کوئی انتظام ہی نہ تھا پھر کچھ مختصر اور ناتمام سا انتظام ہوا بھی مگر اُن کے ضبط و اشاعت یا حضرت ممدوح کی نظرِ ثانی کا کوئی موقع نہیں آیا۔ ان کی اشاعت

---

[1] یہ مضمون حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ کا مستقل مضمون نہیں ہے بلکہ امداد المفتیین (فتاویٰ دار العلوم دیوبند جلد دوم) کے مقدمہ سے لیا گیا ہے جس میں فتاویٰ دار العلوم دیوبند کی مختصراً تاریخ بیان کی گئی ہے۔ (ناشر)

حضرت کی وفات کے بعد مختلف اطراف میں گئے ہوئے خطوط کو جمع کر کے کی گئی اور اُن میں ایک اختلاط یہ بھی پیش آگیا کہ ۱۳۱۴ھ میں حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی ظاہری بینائی نزولِ ماء سے جاتی رہی تھی۔ (تذکرہ صـ ۱۷۲) خود لکھنے پڑھنے سے معذور ہو گئے تھے اُس وقت اکثر خطوط اور فتاویٰ کا جواب حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرمایا کرتے تھے جن میں کبھی تو حضرت بطور اِملاء کے الفاظ لکھواتے تھے اور کبھی مضمون بتلا دیا کہ یہ لکھ دیں ۔ اس لئے جو استناد و اعتماد کا درجہ حضرت ممدوح کے فتاویٰ کو ہونا چاہیئے تھا اُس میں ایک حد تک کمی رہ گئی ۔

فتاویٰ رشیدیہ کے نام سے جو تین حصے شائع ہوئے ہیں اُن میں بعض مسائل ایسے بھی ہیں جن کے متعلق حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے مخصوص تلامذہ و مریدین اور خلفاء حضرت ممدوح کا فتویٰ شائع شدہ فتویٰ کے خلاف نقل کرتے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ اُن میں ابتداءً حضرت گنگوہیؒ کا وہی فتویٰ ہو جو شائع ہُوا لیکن آخر تک حاضرِ خدمت رہنے والے اکابر علماء نے جو نقل کیا وہ ہی آخری فتویٰ اور راجح قول شمار ہو گا ۔ مثلاً ربوا فی دارالحرب کے متعلق فتاویٰ رشیدیہ میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے قولِ مشہور کے موافق دارالحرب میں کفار سے سود لینے کو نا جائز لکھا ہے مگر حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے متعدد خلفاء اور حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ سے بارہا یہ سُنا کہ حضرت گنگوہی کا فتوے اس باب میں صاحبین اور جمہور کے موافق تھا اور اسی وجہ سے حضرت ممدوح نے حضرت حکیم الاُمت کے رسالہ تحذیر الاخوان پر دستخط نہیں فرمائے کہ اس کے مضمون سے حضرت کو اختلاف تھا ۔ اسی طرح سماعِ موتیٰ کے سلسلہ میں جو مضمون فتاویٰ رشیدیہ میں طبع ہُوا ہے استاذی وسیدی حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب سابق مفتی دارالعلوم حضرت گنگوہیؒ کا فتویٰ اس کے خلاف نقل فرماتے تھے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ۔ خلاصہ یہ ہے کہ دارالعلوم کے ابتدائی دَور میں اصل مدار فتاویٰ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ تھے ۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مطبوعہ کراچی جلد دوم صـ ۸۵-۸۶ امداد المفتین)
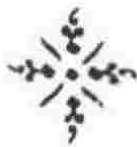
بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؒ

فہرست مضامین

فتاویٰ رشیدیہ ہر سہ حصص کامل مبوب

مضامین	صفحہ

فہرست مضامین تالیفاتِ رشیدیہ

سبیلُ الرّشاد

تقلید شخصی، آمین بالجہر، فاتحہ خلف الامام و رفع یدین جیسے مسائل پر علمی تحریر

ہدایۃ الشیعہ

مسئلہ خلافت کی تفصیلی بحث، تقیہ کا پس منظر، کتاب اللہ میں صحابہؓ کا مقام، فدک، وراثتِ انبیاء کی تحقیق اور روافض کے شبہات کے مسکت جوابات

زبدۃ المناسک

حج وعمرہ کے مسائل پر ایک مستند کتابچہ

فیصلۃ الأعلام فی دار الحرب و دار الاسلام

یعنی کیا ہندوستان دار الحرب ہے؟

لطائف رشیدیہ

قرآن و حدیث اور فقہ کے نادر مسائل، علمی شبہات اور اُن کا حل

☆ **ہدایۃ المعتدی فی قراءۃ المقتدی**

جس میں عدم جواز قرأت مقتدی کے دلائل شرعی نہایت عمدگی سے مندرج ہیں۔

از صفحہ ۷۰۵ تا ۷۲۸

☆ **القطوف الدانیہ فی تحقیق الجماعۃ الثانیہ (فارسی)**

از صفحہ ۷۲۹ تا ۷۵۱

☆ **الحق الصریح فی اثبات التراویح (فارسی)**

از صفحہ ۷۵۳ تا ۷۵۶

☆ **القطوف الدانیہ فی تحقیق الجماعۃ الثانیہ (اردو ترجمہ)**

از صفحہ ۷۵۷ تا ۷۸۱

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (القرآن)

فتاویٰ رشیدیہ کامل

(مبوّب بطرز جدید)

افاضاتِ مبارکہ

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہٗ

ناشر

اِدارۂ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور

مسلک صاحبِ فتاویٰ

صاحبِ فتاویٰ مذاہب اربعہ میں سے کسی پر طعن نہیں کرتے

الحمد للہ رب العٰلمین الرحمٰن الرحیم ملک یوم الدین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم۔ سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ اٰلہ واصحابہ الطیبین الطاہرین وعلی مجتہدی ملتہ واتباعہ الی یوم الدین۔

امابعد۔ احقر العباد بندہ رشید احمد گنگوہی عفا اللہ تعالیٰ عنہ بخدمت ارباب فہم ودیانت عرض کرتا ہے کہ بندہ کا مذہب حسبِ مسلک حق جملہ حق و دین یہی ہے کہ جس مسئلہ میں صحابہ ومجتہدین علیہم الرحمۃ کا اختلاف ہو تو اس میں سے جس جانب کو اپنی تحقیق سے یا تقلید کسی مجتہد اہلِ حق سے راجح سمجھے اس پر عمل در آمد رکھے اور دوسری جانب پر بھی کوئی طعن وتشنیع نہ کرے اور عند الضرورت اس پر عمل بھی کرے۔ اسی وجہ سے یہ بندہ عاجز کہ حنفی المذہب ہے۔ کسی اہلِ مذہب پر طعن نہیں کرتا اور نہ اپنے مذہب کی خواہ مخواہ ترجیح کے درپے ہوتا ہے۔ مگر عند الضرورت جہاں کچھ رفع فساد یا اصلاح متصور ہوتی ہے تو اس مسئلہ میں کچھ لکھ دیتا ہے۔ انتہیٰ۔

جواب :۔ مذاہب سب حق ہیں۔ مذہب شافعیؒ پر عند الضرورت عمل کرنا کچھ اندیشہ نہیں مگر نفسانیت اور لذتِ نفسانی سے نہ ہو۔ عذر یا حجۃ شرعیہ سے ہووے کچھ حرج نہیں ہے۔ سب مذاہب کو حق جانے کسی پر طعن نہ کرے سب کو اپنا امام جانے۔ فقط

کتبہ الاحقر

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

دیباچہ فتاویٰ رشیدیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قطب عالم، عالمِ ربّانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس اللہ سرہٗ کی شخصیت علمی و مذہبی حلقوں میں کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آپ کو یوں تو تمام علوم اسلامیہ میں ایک طرح سے منصبِ امامت حاصل تھا لیکن فقہ و حدیث آپ کی سرشت میں داخل تھے۔ ان علوم کے وہ مشکل مسائل جن کے حل میں علمائے عصر پریشان و سرگرداں رہتے تھے حضرت گنگوہیؒ چٹکی بجاتے حل کر دیا کرتے تھے اور ایسے نپے تُلے الفاظ میں کہ کسی کو دم مارنے کی مجال نہ رہتی تھی۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ علامہ شامیؒ کے تبحر علمی کو بیحد سراہتے تھے لیکن آپ نے "فقیہ النفس" کا موزوں ترین خطاب حضرت گنگوہیؒ ہی کو مرحمت فرمایا۔

حضرت گنگوہیؒ نے دین متین کے ہر اس گوشے کی حفاظت فرمائی جہاں سے رسوم جاہلیت داخل ہو کر اسلام کی شکل وصورت کو داغدار کر رہی تھیں۔ یہ رسوم جاہلیت اور رواجِ قبیحہ کچھ تو نادانستگی کے سبب داخل ہو رہے تھے اور کچھ دانستہ طور پر قبول کئے جا رہے تھے۔ حضرت گنگوہیؒ نے ان کے خلاف اپنے فتوؤں کی شکل میں جہاد کیا اور اس سیلِ جہالت کے مقابل زیرِ نظر فتاویٰ کا پُشتہ کھڑا کر دیا۔ اس طرح اسلام اور مسلمان اس یلغارِ قبیح سے محفوظ و مصئون ہو گئے۔ یہ سارا فیضان ولی اللہی ہونے کا تھا۔ اس خاندان کی للّٰہیت، خدمتِ اسلامی اور علمی وعملی کمالات کی ایک دنیا معترف ہے اور اس خاندان کا ہر فرد آسمانِ علم وعمل پر ایک درخشندہ ستارہ بن کر چمکا اور ظلم وجہالت وضلالت میں ڈوبی ہوئی دنیا کو انوارِ نبوت اور علومِ الٰہی سے منور کر دیا۔

حضرت گنگوہیؒ کے یہ فتاوے یوں تو اس سے پہلے بھی شائع ہوتے رہے ہیں لیکن ہم نے جدید عکسی ایڈیشن ترتیب و تہذیب کو فقہی ابواب کے مطابق مرتب کیا ہے اور عصرِ حاضر کی ذہنی اور مزاجی کیفیات کو بھی پیشِ نظر رکھا ہے۔ ہم نے جملہ مسائل کو ان کی نوعیت اور اقسام کے اعتبار سے الگ الگ کتاب اور ابواب کے ماتحت ایک جگہ کر دیا ہے۔ اس طرح قاری کو کسی بھی مسئلہ میں اس کا جواب تلاش کرنے میں دقت اور پریشانی نہ اُٹھانی پڑے گی۔ فہرست مضامین میں متعلقہ مسئلہ کی کتاب اور باب پر نظر ڈالئے اور صفحہ متعلقہ کھول کر جواب حاصل کر لیجئے۔ اسی طرح پچھلی اشاعت میں ملفوظات منتشر و متفرق تھے ہم نے انہیں بھی ابواب کے اختتام پر ایک جگہ کر دیا ہے۔ ان تمام مساعی اور کوششوں کے پیچھے یہ جذبہ کارفرما تھا کہ اس مفید چیز کے افادے کو زیادہ سے زیادہ وسیع کر دیا جائے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس حقیر سعی کو قبول فرمائے۔

ناشرین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الایمان والکفر یعنی ایمان اور کفر کے مسائل

اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی نذر ماننا

سوال :- جو کہ کتاب تقویۃ الایمان میں در بارۂ افعال شرکیہ کے واقع ہوا ہے جیسے نذر غیر اللہ یعنی توشہ وغیرہ وبوسہ دینا قبر کو اور سجدہ اور طواف کرنا قبر کو اور غلاف ڈالنا اُس کے اوپر اور جو اس کے مثل اور امور ہیں اور قسم کھانا بغیر اللہ اور شگون بدلینا اگر کسی شخص سے صادر ہوں تو اُس کو کافر محض جاننا اور دیگر معاملہ کفار کا اس کے ساتھ کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- افعال شرکیہ بعض ایسے ہیں کہ شرک محض ہے اور بعض ایسے ہیں کہ مشرک لوگ اُن کو کرتے ہیں اور تاویل اُن میں ہو سکتی ہے۔ پس پہلی قسم کا فعل جیسا سجدہ بُت کو کرنا، زنار ڈالنا ہے۔ ان امور سے تو مشرک ہو گیا اور سب معاملات مشرکین کے اُس کے ساتھ کرنا ہیں اور دوسری قسم کے افعال سے گناہ کبیرہ ہوتا ہے اس سے خروج عن الاسلام نہیں ہوتا۔ کیونکہ شرک بعض اصل شرک اور اعلیٰ درجہ کا ہے اور بعض کم اسی واسطے شرک دون شرک[1] کہتے ہیں تو دوسرے درجہ کے شرک حقیقتاً شرک نہیں جیسا قسم بغیر اللہ کو شرک فرمایا اور ریاء کو شرک فرمادیا۔ لہٰذا یہ سب افعال چونکہ صورت میں شرک کے ہیں ان کو شرک فرمادیا ہے۔ ان کے کرنے سے فاعل حقیقی مشرک نہیں ہو جاتا۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ مسلم کے فعل میں اگر ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال ایمان کا ہو تو اُس کو ایمان پر حمل کرنا اور مومن ہی کہنا چاہیئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ رشید احمد

جھوٹ کہہ کر اللہ تعالیٰ کو گواہ بنانا

سوال :- جو لوگ شہادت کاذبہ ان الفاظ کے ساتھ دیتے ہیں کہ میں خدائے تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اس مقدمہ میں سچ کہوں گا، جھوٹ نہ کہوں گا یا سچ کہا میں نے جھوٹ نہ کہا یا سچ کہتا ہوں میں جھوٹ نہیں کہتا ہوں میں پھر باوجود اپنے علم کے مرتکب کذب کا ہو اور اُس کے خلاف کہا تو اس صورت میں یہ شخص گنہگار ہوگا یا کافر۔ اور ان الفاظ مذکورہ فی الشہادۃ الکاذبہ اور اُن الفاظ میں جو ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب زواجر میں لکھے ہیں او قال اللہ یعلم انی فعلت کذا وھو کاذب فیہ نسبۃ اللہ سبحانہ الی الجھل[2] اور نیز اس کے قائل کو منسوب الی الکفر لکھا ہے اور ایسے ہی مُلا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ملحقات شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے فی الفتاوی الصغرٰی من قال یعلم اللہ انی فعلت ھذا وکان لم یفعل کفر ای لانہ کذب علی اللہ وایضاً لوقال اللہ یعلم انہ ھکذا وھو یکذب کفر[3] ان دونوں

---

[1] شرک سے کم شرک [2] یا یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اگر میں نے ایسا کیا ہو اور وہ جھوٹ کہہ رہا ہو تو اس میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کو جہل کی طرف منسوب کرنا ہوا۔

[3] جس نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں نے ایسا کیا ہے اور حالانکہ اس نے ایسا نہیں کیا ہے تو وہ کافر ہو گیا۔ اس لئے کہ اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کہا اور نیز اگر یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ معاملہ ایسا ہی ہے اور وہ جھوٹ کہہ رہا ہو تو وہ کافر ہو جائے گا۔

صورتوں میں کچھ فرق ہے یا نہیں۔ اگر ایک ہی صورت ہے تو بربنائے قول ابن حجر و ملا علی قاری رحمہما اللہ تعالےٰ کے کاذب فی الشہادۃ کو کافر کہنا جائز ہے یا نہیں اور اگر کچھ فرق ہے تو اُن کے کلام کی کیا تاویل ہے۔

جواب :- فعل گذشتہ پر حق تعالیٰ کو شاہد کر کے جھوٹ بولنا کفر ہے جیسا ملا علی قاری اور ابن حجر رحمہما اللہ نے کہا۔ اور یہ کہنا کہ جھوٹ نہ کہوں گا۔ استقبال کا زمانہ ہے کہ سچ بولنے اور جھوٹ نہ بولنے کا وعدہ کرتا ہے بقولہٗ اس مقدمہ میں سچ کہوں گا یا بقولہٗ سچ کہتا ہوں کیونکہ اگرچہ یہاں زمانہ حال بولتا ہے مگر مراد زمانہ استقبال ہے کہ بعد اس بیان کے بیان واقعہ کرتا ہے پس خلاف وعدہ کیا۔ لہٰذا روایات مُلا علی قاریؒ وابن حجرؒ سے فرق ہے۔ تیسری شکل کہ اس مقدمہ میں مَیں نے سچ کہا۔ اگر بعد اظہار کے یہ قول کہا تو البتہ یہ داخل روایت ملا علی قاری و ابن حجر میں ہے۔ اور جو بعد اس قول کے اظہار کذب کیا ہے تو یہاں بھی مجازاً استقبال ہی مراد ہے۔ بہرحال درصورت مراد معنی استقبال کے کفر نہ ہوگا اور درصورت ماضی کفر ہے اور داخل روایت مذکورہ سوال پہلی صورت میں یہ فاسق ہے نہ کافر۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالےٰ کے نام کے سوا کسی نام کا وظیفہ

سوال :- اگر کسے نام سوائے خدائے تعالیٰ را بطریق تقرب ورد سازد از مسلمانی بیرون گردد[1]۔

جواب :- اگر نام کسے بطریق تقرب ورد زبان می سازد مشرک گردد انتہیٰ ملخصاً۔ اور شہرت دینے والا بسبب اعتقاد جواز کے مشرک ہے اور شہرت جواز کی دینی علاوہ شرک سے دوسرا وبال ہے۔ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ فقط

هذا الجواب صحیح محمد قاسم علی عفی عنہ مراد آبادی

محمد قاسم علی خلف

مولانا عالم علی

الجواب صحیح

بینظیر ۱۳۰۰

شگفتہ محمد گل

لقد صح الجواب

احقر محمد حسن غفرلہ

اصاب من اجاب محمد احتشام الدین عفی عنہ

لقد اصاب المجیب احمد حسن دیوبندی عفی عنہ

الجواب صحیح بشیر احمد شاہ عفی عنہ

المجیب مصیب احقر الزمن محمود حسن غفرلہٗ

رشید احمد عفی عنہ

اس کی کل صورتیں گناہ سے خالی نہیں کسی میں شرک ہے کسی میں ایہام شرک لہٰذا اس کا رواج دینا جائز نہیں۔

عبدالرحمٰن عفی عنہ

وظیفہ جملہ مروجہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کسی طرح جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم

خلیل احمد عفی عنہ انبیٹھوی

واقعی اموات کو بذریعہ شیئاً للہ ندا کرنا یا شرک ہے یا اندیشہ شرک ہے اور مسلمانوں کو دونوں امر سے اجتناب

---

[1] سوال :- اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نام کو بطور تقرب کے ورد بنالے تو کیا وہ اسلام سے باہر ہو گا؟
جواب :- اگر کوئی شخص بطریق تقرب کے ورد کیا کرے تو مشرک ہو جائے گا۔

لازم ہے۔ محمود عفی عنہ دیوبندی۔ خادم الطلباء احقر الزمن احمد حسن الحسینی الرضوی نسباً والچشتی الصابری مشرباً والحنفی مذہباً والامروہی مولداً ومسکناً غفرلہ ولوالدیہ واحسن الیہما والیہ اسمہ احمد ۱۲۹۷ ۔

غیر اللہ کی نداء کب شرک ہوگی ؟

سوال :۔ پڑھنا ان اشعار وقصائد کا خواہ عربی ہوں یا غیر عربی جن میں مضمون استعانت واستغاثہ بغیر اللہ تعالیٰ ہوں کیسا ہے اور وہ پڑھنا کبھی بطور ورد و وظیفہ بہ نیت انجاح حاجت ہوتا ہے اور کبھی بطور نعت اشعار پڑھے جاتے ہیں ان کے ضمن میں اشعار استمدادیہ والتجائیہ بھی پڑھے جاتے ہیں۔ مثلاً یہ شعر ؎

یارسول اللہ انظر حالنا　　　یانبی اللہ اسمع قالنا
اننی فی بحر ھم مغرق　　　خذیدی سھل لنا اشکالنا[1]

یا یہ شعر قصیدہ بردہ کا پڑھنا ؎

یااکرم الخلق مالی من الوذبہ　　　سواک عند حلول الحادث العمم[2]

تو کبھی فقط یہی شعر بطور ورد وعمل سو دو سو بار پڑھتے ہیں کبھی سارا قصیدہ بطور ورد پڑھتے ہیں اور اس کے ضمن میں وہ اشعار استعانت کے بھی آجاتے ہیں اور مداومت ورد وادائے زکوٰۃ ان اشعار وقصائد کی کرتے ہیں اور اسی قسم کے اشعار نعتیہ واستمدادیہ منسوب بہ مولانا جامی ودیگر علماء ہیں اور شاید اشعار مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ومولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہما کے بھی بطور قصیدہ نعتیہ متضمن اشعار استمدادیہ ہیں۔ پس یہ اشعار استعانت واستغاثہ بغیر اللہ تعالیٰ خواہ ضمن نعت میں تبعاً خواہ تنہا مستقلاً بطور ورد و وظیفہ بمداومت یا گاہے گاہے خواہ بطور محبت وذوق وشوق یا کسی اور نیت سے جائز ہیں یا مستحب ہیں یا ممنوع اور شرک ہیں اور اگر ناجائز ہیں اور شرک ہیں تو ان کے مصنفوں کے حق میں کیا کہا جاوے کہ وہ اکابر دین تھے اور پیشوائے اہل یقین۔ امید ہے کہ جواب مسئلہ ہذا بہ تفصیل وتحقیق تمام بطور کلیات وتفصیل جزئیات تحریر فرمائیں کہ دوبارہ سوال کرنے کی ضرورت نہ رہے اور ان اشعار کا پڑھنا اس ملک میں بہت رائج ہے اور ان مسائل کو نہ کوئی دریافت کرتا ہے نہ کوئی عالم بخوف ملامت وطعن خلق صاف صاف بتاتا ہے۔ الا شاذ و نادر ان مسائل کے سائل کو یا بحث کرنے والے کو منکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بتاتے ہیں اور مساجد اور خانقاہوں میں روبرو علماء اور مشائخ کے یہ اشعار پڑھے جاتے ہیں اور کوئی عالم یا شیخ کہ بعض حضرات ان میں خوش عقیدہ اور دیندار بھی ہوتے ہیں کچھ تعرض نہیں کرتا اور تقریبات شادی میں بھی اور مجالس اعراس ومیلاد میں بھی اس کا رواج ہے اور پڑھنے والے از خود بدوں طلب کے پڑھنا شروع کر دیتے ہیں اور ہم لوگ جو بعض تقریبات شادی وغیرہ میں شریک محفل بضرورت ہوتے ہیں جو کچھ وہ پڑھنے والا جاہل پڑھتا ہے اگرچہ صاف کلمات شرکیہ وکفریہ سے پڑھے مجبوری سے سننا پڑتا ہے کیونکہ کوئی عالم ورئیس محلہ وغیرہ جو حاضر محفل ہوتے ہیں اس بارہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا پھر اور لوگ کیا کہہ سکتے ہیں ۔

---

[1] اے رسول اللہ ہمارے حال کو دیکھئے اے اللہ کے نبی ہمارا کہنا سن لیجئے میں دریائے غم میں غرق ہوں میرا ہاتھ پکڑ لیجئے ہماری مشکلوں کو آسان کر دیجئے۔
[2] اے مخلوق میں سب سے زیادہ مکرم میرے لئے کوئی ایسا نہیں جس کے پاس فریاد کروں سوائے آپ کے عام حادثوں کے نازل ہونے کے وقت ۔

جواب :۔ یہ خود آپ کو معلوم ہے کہ نداء غیر اللہ تعالیٰ کو کرنا دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سامع مستقل عقیدہ کرے ورنہ شرک نہیں ۔ مثلاً یہ جانے کہ حق تعالیٰ ان کو مطلع فرمائے گا یا باذنہ تعالیٰ انکشاف ان کو ہو جائے گا یا باذنہ تعالیٰ ملائکہ پہنچا دیں گے ۔ جیسا درود کی نسبت وارد ہے یا محض شوقیہ کہتا ہو محبت میں یا عرض حال محل تحسر و حرمان میں کہ ایسے مواقع میں اگرچہ کلمات خطابیہ بولتے ہیں لیکن ہرگز نہ مقصود اسماع ہوتا ہے نہ عقیدہ ۔ پس ان ہی اقسام سے کلماتِ مناجات و اشعار بزرگان کے ہوتے ہیں کہ فی حد ذاتہ نہ شرک نہ معصیت مگر ہاں بوجہ موہم ہونے کے ان کلمات کا مجامع میں کہنا مکروہ ہے کہ عوام کو ضرر ہے اور فی حد ذاتہ ایہام بھی ہے لہٰذا نہ ایسے اشعار کا پڑھنا منع ہے اور نہ اس کے مؤلف پر طعن ہو سکتا ہے اور کراہت موہوم ہونے کی بوجہ غلبہ محبت کے منجر ہو جاتی ہے ۔ مگر ایسی طرح پڑھنا اور پڑھوانا کہ اندیشہ عوام کے ضرر کا ہو ، بندہ پسند نہیں کرتا گو اس کو معصیت بھی نہیں کہہ سکتا ۔ مگر خلاف مصلحت وقت کے جانتا ہے مگر ہاں جس کلام میں صاف کلمات کفر ہوں اُس کو نہ سُننا حلال ہے اور نہ سکوت روا ہے اگر قادر نہ ہو تو الگ ہو جاوے اور جو عالم باوجود قدرت کے اس کو ردّ نہ کرے یہ مداہنت ہووے گی ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غیر اللہ سے پناہ مانگنا

سوال :۔ کتاب حیوٰۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ ابن سنی نے عمل الیوم واللیلۃ میں لکھا ہے روی ابن السنی فی عمل الیوم و اللیلۃ من حدیث داؤد بن الحصین عن عکرمۃ عن ابن عباس عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہ قال اذا کنت بوادٍ تخاف فیہ الاسد فقل اعوذ ۔ بدانیال علیہ السلام و بالجب من شر الاسد حیوٰۃ الحیوان ۔ جلد اول ص۶ ۔ دربیان اسد[1] اور بعد چند سطور کے مرقوم ہے :۔ فلما ابتلی دانیال علیہ السلام بالسباع اولا و اخرا جعل اللہ تعالیٰ الاستعاذۃ بہ فی ذلک[2] تمنع شر السباع التی لا تستطاع ۔ یہ عمل پڑھنا جائز ہے یا نہیں ۔ اگر نہیں تو اس روایت کا کیا جواب ہے اور استعاذہ بغیر اللہ تعالیٰ جائز ہے یا منع اور منع ہے تو شرک ہے یا کیا ؟

جواب :۔ اگر روایت حیوٰۃ الحیوان کی صحیح ہے تو وجہ یہ ہے کہ اس لفظ میں یہ اثر حق تعالیٰ نے رکھا ہے چنانچہ عبارت دوسری حیوٰۃ الحیوان کی اس پر شاہد ہے کہ حق تعالیٰ نے استعاذہ بدانیال کو مانع شر سباع بنا دیا ہے ۔ اس سے خود ظاہر ہے کہ اس طرح کے کلام میں تاثیر رکھ دی ہے ۔ پس نہ حضرت دانیال وہاں موجود ہوتے ہیں نہ ان کو کچھ علم و خبر ہے نہ وہ دفع کرتے ہیں اس کلمہ کے اثر سے باذنہ تعالیٰ منع شر ہو جاتا ہے ۔ پس بایں معنی یہ معنی سمجھ کر وقت ضرورت کے پڑھنا اس کا مباح ہُوا کیونکہ ایسی حالت

---

[1] ابن سنی نے کتاب عمل الیوم واللیلۃ میں داؤد ابن حصین کی روایت سے عکرمہ از ابن عباس کے ذریعہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے کہ جب تم کسی جنگل میں ہو اور اس میں شیر کا خوف ہو تو یوں کہہ کہ میں پناہ مانگتا ہوں دانیال کی اور کنوئیں کی شیر کی برائی سے (حیوٰۃ الحیوان دربیان اسد)

[2] چونکہ دانیال علیہ السلام اول و آخر درندوں سے آزمائش میں ڈالے گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ پناہ مانگنے کو اس بارہ میں ایسا قرار دے دیا کہ ان درندوں کے شر کو منع کرے جن کے دفع کی طاقت نہ رکھے ۔

بس استعاذہ بذریعہ دانیال حق تعالےٰ سے ہے تو تقدیر کلام یہ ہے اعوذ باللہ تعالیٰ بوجھۃ الدانیال[1] الخ اور اگر خود دانیال کو مفید عقیدہ کرے گا بدون تاویل تو یہاں بھی شرک ہو گا۔ پس یہ عبارت اگرچہ موہم شرک ہے مگر بوجہ ضرورت اور ارتکاب مکروہ کے اباحت ہے جیسا تو ریہ اضطرار میں کرنا درست ہو جاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

موہم شرک اشعار

سوال :۔ یہ مضمون شعراء ؎

محمد سرِ قدرت ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے	شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے
محمد کو خدا جانے خدا کو مصطفےٰ جانے	کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کوئی جانے تو کیا جانے
خدا و مصطفےٰ کے کنہ میں ادراک عاجز ہے	محمد کو خدا جانے خدا کو مصطفےٰ جانے
وہی ہے ایک دریا اُس کی موجیں دونوں عالم ہیں	غریقِ قلزمِ عرفاں ہو جب یہ ماجرا جانے
احد نے صورتِ احمد میں اپنا جلوہ دکھلایا	بھلا پھر کس طرح سے کوئی اُس کا مرتبہ جانے

چاند بدلی میں چھپا تھا سب مجھے معلوم نہ تھا
شکل انسان میں خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا

اس میں الوہیت و رسالت میں فرق نہیں جانتے اور یہ بظاہر کفر ہے لہٰذا ان کا پڑھنا بالخصوص مجمع عوام میں اور نیز عقیدہ کرنا کیسا ہے کفر ہے یا فسق یا جائز ہے اور درصورت جواز مطلب کیا ہے ؟ فقط

جواب :۔ ان اشعار کے معانی اگرچہ بتاویل درست وصحیح ہو سکتے ہیں مگر چونکہ (بظاہر) موہم شرک ہیں اس لئے عوام کے روبرو تو ان کا پڑھنا موجب فتنہ کا ہے اس سے حذر کرنا چاہیئے اور پڑھنے والے ان کے مجلس عوام میں گنہگار ہوتے ہیں لہٰذا پڑھنا ان کا حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

تصدیق قلبی کے باوجود شرک کرنا بغیر مجبور کرنے کے

سوال :۔ کتب عقائد و کلام میں لکھا ہے کہ اگر ایمان و تصدیق قلبی میں خلل نہ ہووے تو کلماتِ کفریہ و افعالِ کفریہ سے عنداللہ کافر نہیں ہوتا تو التماس یہ ہے کہ یہ امر کس صورت میں ہے کہ جو کلمات کفر اور افعالِ کفر سے کافر نہیں ہوتا ، عنداللہ تعالےٰ بشرط صحت تصدیق قلبی آیا حالت اکراہ مراد ہے یا حالت اختیار مراد ہے اور عنداللہ اگر مومن ہو تو عندالشرع کافر ہو گا یا فاسق اور عنداللہ بھی فاسق ہوا یا نہیں اور یا کوئی ضرورت اور منفعت دنیوی مراد ہے کہ وہ حالت اکراہ نہیں ہے خیال میں نہیں آتا کہ کلماتِ کفر اور القاء مصحف فی القاذورات اور کلماتِ توہین و استخفاف بشانِ حضرت حق تعالیٰ ذیشان و حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و حضرات ملائکہ علیہم السلام بدون اکراہ وقوع میں آویں اور پھر یہ شخص عنداللہ مومن رہے۔ امید کہ جواب ان اُمور کا ارشاد فرمائیے۔ فقط

---

[1] میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں دانیال کے توسط سے۔

جواب :۔ یہ حالت اکراہ میں ہے ورنہ باوجود تصدیق قلبی کے اگر کچھ شرک کرے گا کافر عند اللہ تعالےٰ ابھی ہو جاوے گا ۔ فقط

مشرکانہ حکایات پر اعتقاد

سوال :۔ ان کرامتوں مفصلہ ذیل میں کیا حکم ہے ۔ حضرت غوث اعظم قدس سرہٗ کے ایک مرید نے انتقال کیا ۔ اس کا بیٹا روتا ہُوا آپ کے پاس آیا ۔ آپ نے اس کے حال پر رحم فرماکر آسمان چہارم پر جاکر ملک الموت سے روح مرید کو مانگا ۔ ملک الموت نے جواب دیا کہ خدا تعالےٰ کے حکم سے روح آپ کے مرید کی قبض کی ہے ۔ آپ نے فرمایا میرے حکم سے چھوڑ دے ، جب ملک الموت نے نہ دی تو آپ نے زبردستی زنبیل تمام روحوں کی جو اس دن قبض کی تھیں چھین لی ۔ تمام روحیں پرواز کرکے اپنے اپنے جسد میں داخل ہوئیں ۔ ملک الموت نے خدائے تعالےٰ کے پاس فریاد کی کہ ایک شخص مجنون نے زنبیل روحوں کی چھین لی ۔ فرمایا وہ ادھر کو تو نہیں آتا ؟ عرض کیا نہیں آتا ۔ کہا اچھا ہُوا جو واپس گیا ورنہ وہ اگر ادھر کو آتا تو حضرت آدمؑ سے لے کر اس وقت تک جتنے مرے ہیں سب کے زندہ کرنے کو کہتا تو مجھے سب زندہ کرنے پڑتے ۔ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت ۔

ایک عورت حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا یا حضرت مجھے بیٹا دو ۔ آپ نے فرمایا کہ تیری تقدیر میں لوح محفوظ میں نہیں ہے ۔ اس نے عرض کی اگر لوح محفوظ میں ہوتا تو تمہارے پاس کیوں آتی ؟ آپ نے اللہ تعالےٰ سے کہا یا خدا تُو اس عورت کو بیٹا دے ۔ حکم ہُوا اس کی قسمت میں لوح محفوظ میں بیٹا نہیں ہے کہا ایک نہیں تو دُو دے ۔ جواب آیا ایک نہیں تو دُو کہاں سے دوں ؟ کہا تو تین دے ۔ کہا جب ایک بھی نہیں تو تین کہاں سے اس کی تقدیر میں بالکل نہیں ۔ جب وہ عورت ناامید ہوئی غوث اعظم نے غصہ میں آکر اپنے دروازہ کی خاک تعویذ بنا کر دے دی اور کہا تیرے سات بیٹے ہوں گے ۔ وہ عورت خوش ہوکر چلی گئی اور اُس کے سات بیٹے ہوئے ۔

بعد وفات حضرت عبدالقادر جیلانی ، ایک بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھا ۔ کہا منکر نکیر کے جواب سے آپ نے کیونکر رہائی پائی ؟ جناب شیخ نے فرمایا یوں پوچھو منکر نکیر نے میرے سوالوں کے جواب میں کیونکر رہائی پائی ۔ جس وقت میرے پاس قبر میں آئے میں نے ان کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور کہا یہ بتلاؤ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم زمین میں اپنا خلیفہ پیدا کریں گے تو تم نے یہ کیوں کہا کہ اے اللہ ! تو ایسے شخص کو پیدا کرتا ہے جو زمین میں فساد پیدا کرے گا شاید تم نے اللہ تعالےٰ کو مشورت طلب ٹھہرایا ۔

جواب :۔ ان الحکم الا للہ[1] یہ کرامات مندرجہ سوال بُت پرستوں کے سے عقیدہ والوں کے ہیں قد جاء فی الحدیث من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ و من لم یستطع فبلسانہ و من لم یستطع فبقلبہ ولیس وراء ذلک حبۃ خردل من الایمان[2] جو لوگ ان کرامات شرکیہ مذکورہ کو حق جانتے ہیں اور اس عقیدہ شرکیہ کفریہ پر ہیں سراسر مخالف قرآن اور حدیث کے ہیں اور مثل بُت پرستوں کے عبدالقادر پرست ہیں ۔ بندہ کو خدا اعتقاد کرتے ہیں العیاذ باللہ

---

[1] حکم بجز اللہ کے کسی کا نہیں [2] حدیث میں ہے ”جو تم میں سے کوئی گناہ دیکھے تو اُسے اپنے ہاتھ سے بدل دے اور جو نہ کرسکے تو اپنی زبان سے اور جو نہ کرسکے تو اپنے دل سے اور اس سے کم تو ایمان رائی کے دانہ کے برابر بھی نہیں ۔“

بلکہ اس واحد و قہار وقیوم و جبار کو بندہ کے آگے مجبور جانتے ہیں۔ ایسے عقیدہ والے قطعی کافر اور مشرک ہیں۔ اگر وہ کوئی ابتدائے تمیز سے اس عقیدہ پر ہے تو پرانا کافر ہے جب تک اس کفریہ عقیدہ سے توبہ نہ کرے اور تجدید اسلام کلمہ شہادت سے نہ کرے مسلمان نہیں۔ قال اللہ تعالےٰ انہ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ وماوٰہ النار وما للظالمین من انصار[1]۔ اگر کسی مسلمان کے گناہوں سے ساری زمین لبریز ہو اور شرک نہ ہو تو حق جل جلالہٗ اس کے بخشنے کا وعدہ فرماتا ہے اپنی رحمت سے مگر مشرک کافر ہرگز نہ بخشا جائے گا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا[2]۔ اور جو لوگ اوّل عقیدہ توحید کا رکھتے تھے اور بعد میں اس شرکیہ عقیدہ پر ہو گئے ہیں تو ان کے پہلے نیک عمل سب برباد ہو گئے۔ اگر اسی کفر پر مر جائیں تو دوزخی ہیں بموجب فرمان واجب الاذعان الٰہی کے وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَیَمُتْ وَھُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ[3]۔

نعوذ باللہ من شر الکاذبین المبتدعین الباطلین الطاغین الفاسقین واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الالباب[4] حررہ الفقیر محمد حسین الدہلوی عفا اللہ عنہ۔

الجواب حق

یقال لہ محمد ابراہیم

محمد اشرف علی عفی عنہ سلہٹی

الجواب صحیح۔ عبد المجید عرف محمد قابل عفی عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ

یہ باتیں عوام کالانعام بل ہم اضل کی ہیں ان سے احتراز مسلمانوں پر واجب ہے۔ فقط قادر علی عفی عنہ

صح الجواب بعون اللہ الملک الوہاب شہر اسلام آباد عرف چاٹگام۔

الجواب صحیح سید عبد السلام غفر لہ — الجواب صحیح سید محمد ابوالحسن — الجواب صحیح سید معتصم باللہ حنفی

محمد عبد الحکیم عفی عنہ

کرامات مذکورہ بے اصل ہیں ان کے اعتقاد سے احتراز چاہیئے۔ محمد حسن عفی عنہ

---

[1] اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے اللہ تعالےٰ کے ساتھ شریک کیا تو اللہ تعالےٰ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ آگ ہے اور ظالموں کی کوئی مدد کرنے والا نہیں۔

[2] اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت نہیں فرمائے گا کہ اس کے ساتھ شریک کیا جائے اور اس کے علاوہ جس کی چاہے مغفرت فرمائے گا اور جس نے اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی کو شریک کیا تو وہ بے شک بڑی دور کی گمراہی میں پڑ گیا۔

[3] اور تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو جائے اور وہ کفر کی حالت میں ہی مر جائے تو ان کے اعمال دنیا و آخرت میں برباد ہو گئے اور وہ جہنمی ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

[4] ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں جھوٹوں کے شر سے جو بدعتی اور باطل پر ہیں سرکش اور فاسق ہیں واللہ اعلم بالصواب۔ عبرت حاصل کرو اے عقلمندو۔

یہ حکایات لااصل ہیں اعتقاد کے لئے یقینی باتیں درکار ہیں۔ معتقد ان باتوں کا یا نادان ہے یا کجرو مسلمانوں کو بہرحال ایسی باتوں سے اعتقاد ہٹانا چاہیئے اور سچے اور پکے مسلمانوں کے عقائد دل میں جمانے چاہئیں۔ فقط محمد ناظر حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ اسلامی میرٹھ شہر۔

کرامت مذکورہ کا معتقد مخالف قرآن واحادیث کا ہے ایسے اعتقاد سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ فقط محمد مسعود نقشبندی

الجواب صحیح محمد عبید اللہ الجواب صحیح عبدالحق

ایسے عقائد مشرکین و مبتدعین کے ہیں جواب مجیب کا اور مواہیر و دستخط صحیح ہیں حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ الجواب صحیح والرائے نجیح۔ الغرض جناب شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ ولی کامل فی زعمنا ہیں صاحب کرامات ہیں مگر عوام کالانعام جہلا لوگوں نے ہزارہا حکایات اکاذیب گھڑ رکھی ہیں منجملہ ان کے جو سوال میں درج ہیں اور انہی کے لگ بھگ یہ کرامت بھی افترا کی ہوئی ہے کہ بارہ برس کے بعد کشتی مع برات ڈوبی ہوئی نکالی۔ سو اس کی بھی کچھ اصل نہیں ہے، غرضیکہ ایسے عقیدے شرکیہ بدعیہ سے توبہ کرنی چاہیئے ورنہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

حررہ العاجز ابو محمد عبدالوہاب الفنجابی الملتانی خادم شریعت رسول الاواب

الجواب صحیح سید محمد اسمٰعیل فرید آبادی بقلم خود ابو محمد عبدالوہاب بشیر محمد انصاری عفی عنہ ولی محمد

جواب بہت صحیح ہے جواب بہت صحیح ہے سید عطاء الرحمٰن عفی عنہ

مولوی دبیر الرحمٰن صاحب سید محمد عبدالحمید سید غلام حسین

عبدالجبار حیدر آبادی جواب صحیح ہے روح چھیننا غلط ہے اعتقاد اس پر باطل ہے۔

بمہر وقلم امیر احمد عفی عنہ قادر بخش عفی عنہ جواب صحیح ہے تلطف حسین

مخفی نہ رہے کہ مفتی جزاہ اللہ خیر الجزاء نے جو جواب دیا ہے اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کے پوجنے والوں اور اس کے رسول برحق کے ماننے والوں کو کافی ووافی ہے البتہ ضال مُضل مشرک و مبتدع کہ جس کے دل اور آنکھ اور کان پر شقاوت و بدبختی کی مہر ہے اُس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ فی الواقع جو شخص ایسی کرامتوں لااصل لہ کا پیران پیر یا کسی دوسرے ولی و فقیر سے کہ جو مقدرات باری تعالے و تصرفات قادر مطلق سے ہیں قائل و معتقد ہے اُس کے مشرک ہونے میں کوئی شک نہیں، خدائے چون وچرا کے حکم و قدرت کے مقابلہ میں کسی نبی و ولی کی کچھ پیش نہیں چلتی وہ حاکم سارا جہان محکوم وہ خالق اور سب مخلوق۔ پھر کون اس شہنشاہ دوجہان کے حکم کو رد کر سکتا ہے اپنے کلام معجز میں بیان فرماتا ہے قل من بیدہ ملکوت کل شئی وھو یجیر ولا یجار علیہ ان کنتم تعلمون ٥ سیقولون للہ قل فانی تسحرون ٥ یعنی فرمایا اللہ صاحب نے کہ کون ہے وہ شخص جس کے ہاتھ میں ہے قابو ہر چیز کا اور وہ حمایت کرتا ہے اور اُس کے مقابل کوئی نہیں حمایت کرتا جو جانتے ہو وہی کہہ دیں گے کہ اللہ ہی ہے پھر کہاں سے خبط میں پڑ جاتے ہو اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں لیس الفاعل والقادر والمتصرف الا ھو یعنی اللہ تعالے واولیاء اللہ ھم الفانون الھالکون فی فعلہ تعالیٰ وقدرتہ وسطوتہ لا فعل لھم ولا قدرۃ ولا تصرف لا الآن ولا حین کانوا احیا فی الدار الدنیا۔ یعنی قادر اور فاعل اور متصرف کوئی نہیں مگر اللہ اور اولیاء اللہ فانی اور گم ہیں اللہ کے فعل میں

اور اس کی قدرت اور غلبہ میں نہ ان کا کوئی فعل ہے نہ قدرت نہ تصرف نہ اب یعنی عالمِ برزخ میں اور نہ جبکہ زندہ تھے دنیا میں۔ پس اس آیت اور عبارت شیخ موصوف سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی اور کوئی کسی کی حمایت نہیں کر سکتا۔ پس ایسی کرامت پیرانِ پیر کی طرف منسوب کرنا محض تہمت و افترا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فقط حررہ حمایت اللہ عفا اللہ عنہ جلیسری۔

ایسی حکایات و کرامات جن میں خدا کے ساتھ مقابلہ یا اس کے کاموں میں کسی قسم کا دخل بے جا بخلاف مرضی حق تعالیٰ کے ہو محض افترا و بہتان ان بزرگوں پر ہے۔ انبیاء و صدیقین و شہداء و صلحاء اور ملائکہ سب اُس کے حکم کے آگے دم بخود ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ بل عباد مکرمون لا یسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون۔ یعلم مابین ایدیھم وما خلفھم ولا یشفعون الا لمن ارتضی وھم من خشیتہ مشفقون ومن یقل منھم انی الٰہ من دونہ فذٰلک نجزیہ جھنم کذٰلک نجزی الظالمین۔ یعنی وہ بندے ہیں جن کو عزت دی ہے اُس سے بڑھ کر نہیں بول سکتے اور وہ اس کے حکم پر کام کرتے ہیں۔ اس کو معلوم ہے جو اُن کے آگے اور پیچھے ہے اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اُس کی جس سے وہ راضی ہو اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے ہیں اور جو کوئی ان میں کہے کہ میں خدا ہوں سوائے اُس کے سو اُس کو ہم بدلہ دیں دوزخ یوں ہی ہم بدلہ دیتے ہیں ظالموں کو ع بزرگان بزرگی نہادہ زسر[1]

فقط حررہ العاجز ابو عبدالرحمٰن محمد عفی عنہ

الجواب صحیح محمد عبدالحکیم عفی عنہ۔ جواب صحیح ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شیئ و الیہ ترجعون[2] فقط حررہ عطاء اللہ عفی عنہ۔ یہ جواب صحیح ہے۔ ابو محمد سلیم الدین۔ ہذا جواب صحیح۔ الجواب صحیح ابو عبداللہ محمد نعمت اللہ نصیر آبادی۔ جواب صحیح ہے۔ دستخط محمد فقیر اللہ الفنجابی شاہپوری۔ خادم شریعت متین محمد سلیم الدین عفی عنہ دیناجپوری۔

الجواب۔ واللہ سبحانہٗ الموفق للصواب۔ یہ کرامتیں جو سوال میں مرقوم ہیں اس کا رد و انکار نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ اس میں کوئی امر خلاف شرع اور خلافِ عقیدہ اہلِ اسلام نہیں ہے اور ایک کرامت اخیرہ اقتباس الانوار میں جو معتبر کتاب ہے احوال حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں منقول ہے اور دو کرامتیں جو پہلی ہیں وہ میری نظر سے کسی کتاب میں نہیں گزریں لیکن کتب احوال حضرت ممدوح میں بہت کثیر ہیں اور میں نے ان کو بالاستیعاب نہیں دیکھا۔ پس ممکن ہے کہ کسی صاحب نے نقل کی ہوں۔ بہر حال انکار کرنے کی کوئی وجہ وجیہ نہیں معلوم ہوتی اور حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے ایسی کرامتیں بیشتر صادر ہوئی ہیں اور یہ کرامتیں ان کے کمال اور شرف کے سامنے کچھ مقدار نہیں رکھتیں۔ ان کا کمال اس سے بہت زیادہ ہے اور یہ امر اہلِ معرفت پر مخفی نہیں ہے۔ اقتباس الانوار میں ہے واز آں حضرت ہر جنس کرامات نقل کردہ اند تصرف در ظاہر خلق و

---

[1] بزرگوں نے بزرگی سر سے اُتار کر رکھ دی۔

[2] پس پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں سب چیزوں کا قبضہ ہے اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

بواطن ایشان و اجرائے حکم برانس و جن و اطلاع ضمائر و اظہار سرائر و تکلم بخواطر و اطلاع بر بطائن ملک و ملکوت و کشف حقائق جبروت و اسرار لاہوت و اعطاء مواہب علیہ و امداد عطایاء لاریبیہ و تقلب و تصرف حوادث و دوائر و تصرف اکوان اثبات الہی و اتصاف بصفت احیاء و اماتت و ابراء اکمہ و ابرص و تصحیح مرضی و طی زمان و مکان و نفاذ امر در زمین و آسمان و نیز بر آب و طیران در ہوا و تصرف ارادت مردم انتہیٰ [1]

العبد

فقط واللہ سبحانہٗ اعلم و علمہ اتم مہر مولوی ارشاد حسین صاحب رامپوری احمد سے محمد ارشاد حسین

مولوی ارشاد حسین صاحب سے تعجب ہے کہ ظاہر ان حکایات کو خصوصاً پہلی حکایت کو خلافِ شرع نہیں جانتے۔ حق تعالے سے غالب ہونا اور امر حق تعالے کو رد کر دینا اور خدا تعالے کا شیخ قدس سرہٗ سے ڈرنا۔ تو صاف اس سے واضح ہے اور پھر بھی خلافِ قاعدہ شرع کے یہ نہیں تو معلوم نہیں وہ کونسا امر ہے کہ خلاف ہوتا ہے۔ اگر کوئی تاویل مولوی صاحب فرما کر یہ جواب لکھتے تو مضائقہ نہ تھا مگر صاف طور پر ان کو تسلیم کرنا تھا یہ مستبعد ہے علماء سے کہ عوام کی غوایت کو ایسا لکھنا کافی ہے۔ بہرحال یہ حکایات بظاہر خود کفر اور خلاف قاعدہ شرع کے ہیں خصوصاً پہلی حکایت کہ مسلمانوں کو ایسا عقیدہ نہ کرنا چاہیئے اور کمالاتِ شیخ کی عبودیت و بندگی اور عجز تام بدرگاہ حق تعالیٰ کے ہوتا ہے نہ ایسی حکایات واہیہ آپ کی شانِ رفیع تسلیم و رضا و فنا پیش حق تعالے و اوامر حق تعالیٰ کے ہے۔ چنانچہ ان کے کلمات فتوح الغیب سے واضح لائح ہے نہ کہ مقابلہ امر حق تعالیٰ کا اور مخاصمہ ذات پروردگار کے ساتھ معاذ اللہ الی صل ان حکایات کی کوئی اصل نہیں یہ واضع کسی ملحد کی ہیں اور شانِ بزرگان سے بعید ہے کہ ایسی حکایات لکھیں یا اُس پر عقیدہ کریں اور جو عبارت مولوی صاحب نے نقل کی ہے اُس سے کرامات کا واقع ہونا ثابت ہے نہ مقابلہ و برابری و مکابرہ حق تعالیٰ کے ساتھ۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ مسلمان ایسے عقائد سے احتراز رکھے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی

فی الحقیقت حکایات مندرجہ سوال جس کو سائل کرامات حضرت شیخ قدس سرہٗ اعتقاد کرتا ہے حکایات کاذبہ مردودۃ الشرع ہیں نہ کرامات مقبولہ حاشا وکلا شان حضرت غوث اعظم قدس سرہٗ کے ہرگز ہرگز مقتضی اس کے نہیں ہے کہ ایسے امور مخالف شرع بطور کرامت ان سے صادر ہوویں کہ منافی ولایت ولی ہیں اس لئے کہ ولی اس مومن کو کہتے ہیں کہ جو عارف بذات اللہ والصفات ہو کر حسب امکان عبادت پر مواظبت کرے اور گناہوں اور شہوات ولذات سے کنارہ کش ہو پس اپنے کو عاجز و مغلوب اور ذات احدیث کو قادر و غالب اعتقاد کرنا اور مخالف اس کے عملاً بھی کاربند نہ ہونا لازم الولی ہے

---

[1] اور حضرت غوث پاک سے ہر قسم کے کرامات نقل کئے ہیں مخلوق کے ظاہر و باطن میں تصرف اور انسان و جن پر ان کے حکم کا جاری ہونا اور دلوں پر اطلاع پانا اور چھپی ہوئی باتوں کا ظاہر کرنا اور دلوں سے بات کرنا اور ملک و ملکوت کی باطنی باتوں پر اطلاع پانا اور حوادث میں الٹ پلٹ کرنا اور اس میں تصرف کرنا اور اثباتِ الہی کے اکوان میں تصرف کرنا اور زندہ کرنے اور مارنے کی صفت سے متصف ہونا اور کوڑھی و مادرزاد اندھے کو اچھا کرنا مریضوں کو تندرست کرنا اور زمان و مکان کو طے کرنا اور زمین و آسمان میں آپ کے امر کا نافذ ہونا بلکہ پانی پر بھی اور ہوا میں اُڑنا اور لوگوں کے ارادے میں تصرف کرنا۔

بناء علیہ جوکہ حکایات اولی اور ثانیہ سے عجز و مغلوبیت خالق الارض والسمٰوات اور غلبہ حضرت شیخ قدس سرہٗ کا و نیز بزور رد کر دینا حکم حضرت رب العالمین کا صریح لازم ہے اور یہ منافی ولایت ۔ پس کرامات حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ تعالیٰ سے ہونا ان حکایات کا بالبداہتہ باطل ہے ۔ جو شخص ایسا اعتقاد کرے وہ ملحد ہے ۔ نعوذ باللہ من ذٰلک نہایت تعجب ان علماء سے ہے کہ جو ان حکایاتِ کاذبہ کو کرامات حضرت شیخ قدس سرہٗ سے قرار دے کر عوام کالانعام کو گمراہ کریں ۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیّاٰت اعمالنا ۔ فقط

محمد قاسم علی خلف
مولانا محمد عالم علی

حررہ محمد قاسم علی عفی عنہ مراد آبادی

تعویذ میں موہم شرک الفاظ لکھنا

سوال :۔ ایک بزرگ نقشبندی کا معمول لکھا ہے کہ تعویذ میں یہ عبارت بھی شامل کرتے تھے یا حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنک صاحب این حرز را در ضمن تو سپردیم ۔ ایسی عبارت تعویذ میں لکھنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ یہ عبارت جو کسی بزرگ سے منقول ہے اس کا لکھنا تعویذ میں درست نہیں کہ ظاہر اس کا موہم شرک کا ہے ۔ کیونکہ متبادر اس کلام سے یہ ہوتا ہے کہ حضرت مجدد قدس سرہٗ حاضر اور سنتے ہیں اور سب خلق کے وہ ضامن و حافظ ہیں اور یہ شان وصفت حق تعالیٰ کی ہے بالاستقلال ۔ پس ایسا کلام موہم لکھنا اور کہنا ناجائز ہے ۔ جیسا کہ حدیث میں ماشاء اللہ وشئت کو بہ سبب ایہام شرک کے منع فرمادیا ہے ۔ اگرچہ تاویل کلام بزرگ کی درست ہو سکتی ہے جیسا کہ کلام وارد حدیث کی تاویل درست ہو سکتی ہے اسی ہی واسطے ان بزرگ کی شان میں کوئی نسبت عصیان کی نہ کرنا چاہیئے مگر بسبب ظاہر متبادر معنی کے خود اس سے اجتناب چاہیئے ۔ چنانچہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ موہم کلمہ سے احتراز کرنا چاہیئے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شرک فی التسمیہ کا گناہ

سوال :۔ اس آیت کے جواب میں کیا فرماتے ہیں جو سورۂ اعراف کی اخیر میں حضرت آدم و حوا علیہما السلام کے بارے میں وارد ہے جعلا لہ شرکاء[1] تمام مفسرین کے کلام سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آدم اور حوا سے شرک ہوا کہ انہوں نے اپنے بیٹے کا نام عبدالحارث رکھا اور حارث شیطان کا نام ہے ۔

جواب :۔ شرک جو آیت شریفہ میں آیا ہے وہ شرک نہیں گناہِ کبیرہ ہے اور گناہِ کبیرہ بلکہ صغائر و ترک اولیٰ پر بھی شرک کا اطلاق آیا ہے ۔ چنانچہ شرک دو دن شرکِ احادیث میں آیا ہے ۔ پس یہ شرک جو اُن سے سرزد ہوا ہے یہ شرک فی التسمیہ ہے یعنی بوجہ عدم علم اس امر کے کہ حارث شیطان کا نام ہے انہوں نے عبدالحارث نام رکھ دیا ۔ پس بصورت شرک ہے نہ واقعی اور حقیقی ترک اولیٰ اور مکروہ تنزیہی کا صدور انبیاء سے بعد نبوت بھی اتفاقاً جائز رکھا گیا ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] ان دونوں نے فی اللہ کا شریک بنایا ۔

یزید کو کافر کہنا

سوال :۔ یزید کہ جس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا ہے وہ یزید آپ کی رائے شریف میں کافر ہے یا فاسق ؟

جواب :۔ کسی مسلمان کو کافر کہنا مناسب نہیں۔ یزید مومن تھا بسبب قتل کے فاسق ہوا۔ کفر کا حال دریافت نہیں، کافر کہنا جائز نہیں کہ وہ عقیدہ قلب پر موقوف ہے۔

مولانا اسمٰعیلؒ شہید کو کافر کہنا

سوال :۔ جو شخص کہ حضرت مولانا مولوی اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کو کافر اور مردود کہتا ہے تو وہ شخص خود کافر ہے یا فاسق ؟ اگر وہ کافر ہے تو اُس کے ساتھ معاملہ کفار کا سا کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ موافق اس فتوٰی کے جو مولوی عبدالرب صاحب واعظ دہلوی کا ہے اور اُس پر چند علماء کی مہریں ہیں وہ یہ کہ جو کوئی مولوی محمد اسمٰعیل ولی کامل کو کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہے اور مصداق ہے حدیث من عادی لی ولیا فقد بارزنی بالمحاربۃ[1]۔ فقط محمد اکبر علی خاں

اسی طرح اور بہت علمائے دہلی کی مُہریں ہیں تو موافق اس فتوے کے اس کے ساتھ معاملہ کفاروں کا سا کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ فقط۔

جواب :۔ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کو جو لوگ کافر کہتے ہیں بتاویل کہتے ہیں اگرچہ وہ تاویل اُن کی غلط ہے لہٰذا ان لوگوں کو کافر کہنا اور معاملہ کفار کا سا نہ کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ روافض و خوارج کو بھی اکثر علماء کافر نہیں کہتے حالانکہ وہ شیخین وصحابہ کو اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو کافر کہتے ہیں۔ بس جب بسبب تاویل باطل کے اُن کے کفر سے بھی ائمہ نے تحاشی کی تو مولوی محمد اسمٰعیلؒ کو بہ طریقِ اولیٰ کافر نہ کہنا چاہیئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اشیاء کو مؤثر بالذات ماننا

سوال :۔ مجالس ابرار میں اقسام شرک کے بیان میں مرقوم ہے والخامس من انواع الشرک شرک الاسباب وھو اسناد تاثیر للاسباب العادیۃ کشرک الفلاسفۃ والطبائعین ومن تبعھم علی ذلک من جملۃ المؤمنین فانھم لما راؤا ارتباط الشبع باکل الطعام وارتباط الروی بشرب الماء وارتباط سترعورۃ بلبس الثیاب وارتباط الضوء بالشمس ونحو ذلک مما لا یحصر فھو ابجملھم ان تلک الاشیاء ھی المؤثرۃ فیما ارتبط وجودہ معھا اما بطبعھا او بقوۃ وضعھا اللہ تعالیٰ فیھا وھو غلط وسبب غلطھم قیاسھم ادراک الحس بادراک العقل فان الذی شاھدوہ انما ھوتاثر شئی

---

[1] جس نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی تو اُس نے جنگ کا اعلان کر دیا۔

عند الشئ وهذا هو حظ الحس واما تاثيره فيه فلا يدرك بالحس بل انما يدرك بالعقل والسادس من انواع الشرك شرك الاغراض وهو العمل لغير الله تعالى كشرك المرائيين الخ وحكم السادس الذى هو شرك الاغراض المعصية بالاجماع وحكم الخامس الذى هو شرك الاسباب التفصيل وهو ان اهل هذا الشرك فى اعتقادهم التاثير لتلك الاسباب مختلفون فمنهم من يعتقد ان تلك الاسباب تؤثر بطبعها وحقيقتها فى الاشياء التى تقارنها ولا خلاف فى كفر من يعتقد هذا ومنهم من يعتقد ان تلك الاسباب لا تؤثر بطبعها وحقيقتها بل بقوة اودعها الله تعالى فيه ولو نزعها منها لا تؤثر وقد تبعهم فى هذا الاعتقاد كثير من عامة المؤمنين ولا خلاف فى بدعة من يعتقد هذا وانما الخلاف فى كفره فمن كان فيه شئ من هذه المذكورات ولم يسع فى ازالته عن نفسه واصلاح شانه يختم له بالشر وان كان مع كمال الزهد والصلاح لان زهده وصلاحه انما ينفعه اذا كان مع الاعتقاد الصحيح الموافق لكتاب الله تعالے وسنة رسوله صلى الله عليه وسلم واما اذا لم يكن مع الاعتقاد الصحيح الموافق لهما بل كان مع الاعتقاد الفاسد المخالف لهما فلا ينفعه ۔ اس عبارت کا مطلب ارشاد ہو۔ اور یہ بھی فرمایئے کہ اس قسم ثانی میں جس کے بدعت ہونے میں خلاف نہیں اور کفر میں خلاف ہے (اودعها اللہ تعالیٰ) سے کیا مراد ہے ؟ اس کی تقریر اس طور پر فرماد یجئے کہ خوب ذہن نشین ہو جائے اور علماء سے یہ بھی سُنا گیا ہے کہ بعض اہلِ سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تاثیر اشیاء میں رکھ دی ہے اور بعض کا یہ ہے کہ نہیں رکھی۔ پھر رکھنے سے کیا مراد ؟ اس مسئلہ تاثیر اشیاء میں جو مذہب صحیح ہے وہ بیان کردیجئے یا یہ کہ یہ خلاف اور نزاع لفظی ہے اور مطلب فریقین کا واحد ہے ؟

جواب :۔ جو شخص عقیدہ کرتا ہے کہ اشیاء بطبعہا مؤثر ہیں تو یہ تو خود شرک ظاہر ہے کہ ان اشیاء کو مستقل مؤثر جانتا ہے کہ اپنی ذات سے تاثیر کرتی ہیں حق تعالیٰ کا تاثیر دینا نہیں جانتا اور دوسری قسم کہ ان اشیاء کو حق تعالےٰ نے پیدا کیا اور یہ تاثیر حق تعالےٰ نے ان اشیاء میں رکھی ہے یعنی پیدا کردی ہے، یہ معنی اودعہا کے ہوئے کہ تاثیر خود اپنے آپ ان میں نہیں ہوئی بلکہ حق تعالےٰ نے تاثیر ان میں پیدا کردی ہے اس میں تاثیر خدا تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی سے مؤثر ہیں۔ پس اگرچہ عقیدہ خلق تاثیر کا تو درست ہے مگر بعد خلق تاثیر کے خود مؤثر ہو ویں یہ باطل ہے کیونکہ اس سے یہ ظاہر ہُوا کہ جب حق تعالےٰ نے تاثیر ان کو دے دی تو پھر وقت تاثیر کے حق تعالیٰ کا تصرف اس میں نہیں ہوتا یہ خود تاثیر کرتی ہیں جیسا عامہ جہال کہتے ہیں کہ اولیاء کو حق تعالیٰ نے علم و قدرت و تصرف دے دیا ہے۔ اس کے ذریعہ سے خود اولیاء تصرف کرتے ہیں۔ چنانچہ تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں :

”خواہ اولیاء اللہ کی نسبت یہ گمان کرے کہ خود عالم و متصرف ہیں یا یہ گمان و زعم کرے کہ خدا تعالےٰ نے ان کو علم و تصرف دیا دونوں شرک ہیں “

ایسا ہی اشیاء کی تاثیر میں ہے لہٰذا یہ بھی شرک ہے بلکہ یہ عقیدہ چاہیئے کہ یہ تاثیرات حق تعالےٰ نے پیدا کردی ہیں اور پھر جس وقت چاہتا ہے حق تعالیٰ ان تاثیرات کو نافذ کرتا ہے۔ اشیاء کو کوئی دخل و تصرف و تاثیر نہیں بلکہ اسباب عادیہ روپوش ظاہری ہیں۔ عین وقت تاثیر کے بھی حق تعالےٰ ہی خالق اثر ہے یہ ایمان ہے اور اولیاء کی نسبت بھی یہ عقیدہ ایمان ہے

کہ حق تعالیٰ جس وقت چاہے ان کو علم و تصرف دیوے اور عین حالت تصرف میں حق تعالیٰ ہی متصرف ہے اولیاء ظاہر میں متصرف معلوم ہوتے ہیں۔ عین حالت کرامت و تصرف میں حق تعالیٰ ہی ان کے واسطے سے کچھ کرتا ہے۔ اس نکتہ و فرق کو نہ سمجھ کر اکثر جہال تقویۃ الایمان پر طعن کرتے ہیں پس تاثیر رکھنا اس میں اثر پیدا کرتا ہے اور پھر اثر خود ہی کرتا ہے بذریعہ ظاہری ان اشیاء و اولیاء کے اور سب علماء کا یہی مذہب ہے اس کے خلاف شرک ہے بظاہر نزاع لفظی ہے ورنہ مبتدع علماء جہل مرکب کے مبتلا ہیں وہ تاثیر رکھنا کہتے ہوں گے مثل عوام جہلاء کے۔ جیسا کہ تقویۃ الایمان پر طعن کرتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عمداً کلمۂ کفر بولنا

سوال:۔ عیسائی مذہب کے پادریوں نے سہارنپور میں آکر نوجوان لڑکیوں کو تو اپنے مدرسوں میں داخل کرکے بہکانا اور بے دین کرنا اور مرتد بنانا شروع کیا ہی تھا اب ایک اور فریب وجہل کی راہ نکالی، وہ یہ کہ مسلمانوں کی چھ چھ، آٹھ آٹھ، دس دس، بیس بیس وغیرہ لڑکیوں اور عورتوں کو اپنے مذہب کی کتابیں پڑھانا شروع کیا ہے اور وہ لڑکیاں اور عورتیں مطلق اپنے مذہب سے واقف نہیں ان کو ہر اتوار کو پیسے اور تصویریں اور شیرینی کے لالچ دیئے جاتے ہیں اور مسیح کو غزلوں اور بھجنوں میں خدا اور خدا کا بیٹا گوایا جاتا ہے اور لڑکیاں اور عورتیں خصوصاً مسلمانوں کی تنخواہ کے لالچ میں کفر والحاد کے جملے بولتے ہوئے بھی نہیں ڈرتیں۔ ایسے مکر و فریب سے پادریوں نے ملک پنجاب میں گزشتہ سالوں میں سات سو لڑکیاں عیسائی کی ہیں۔ سہارنپور میں یہ بلائے جان گزا و ایمان وبا اسی سال آئی ہے نو مدرسے خاص سہارنپور میں مسلمانوں میں جاری ہیں اور مسلمانوں کی عورتیں اس وجہ سے کہ روپیہ کے لالچ میں آکر خود انتظام کر لیں گی اور لڑکیوں کو جمع کرکے بے دین بے ایمان کرنے کا ڈھنگ ہم کو بتلاویں گی معلمہ مقرر کی گئیں ان مدرسوں میں پڑھنا اور پڑھانا اور پڑھائی کے واسطے مکان دینا اور پڑھنے والیاں اور پڑھانے والیاں جو اس فعل بد سے راضی ہوں اور جو عورتیں شوہروں کے اس حکم خاص کو نہیں مانتیں اور جو شخص اپنے مکان اور اپنے اہل و عیال کو اس کام سے باز نہیں رکھتا اور اپنی لڑکیوں کا ایسے مدرسہ میں جانے سے مانع نہیں ہوتا عند الشرع کیا حکم رکھتے ہیں مفصل بحوالہ آیات و احادیث تحریر فرمائیے اجرِ عظیم اللہ سے پائیے۔ فقط

جواب:۔ کلمۂ کفر بولنا عمداً اگرچہ اعتقاد اس پر نہ ہو کفر ہے۔ چنانچہ ردّ المحتار میں لکھا ہے:۔

قال فی البحر والحاصل ان من تکلم بکلمۃ الکفر ھازلا اولاعبا کفر عند الکل ولا اعتبار باعتقادہ کما صرح بہ الخانیۃ ومن تکلم مخطیا او مکرھًا لا یکفر عند الکل ومن تکلم عامدًا کفر عند الکل ومن تکلم بھا اختیارًا جاھلا بانھا کفر ففیہ اختلاف الخ وفی الفتح ومن ھزل بلفظ کفر ارتد وان لم یعتقدہ للاستخفاف فھو ککفر المعناد قال فی ردالمختار ای تکلم باختیارہ غیر قاصد معناہ وھذا لا ینافی ما مر من ان الایمان ھو التصدیق فقط او والاقرار لان التصدیق وان کان موجود احقیقۃ لکنہ زائل حکما لان الشارع جعل

بعض المعاصی امارة عدم وجودہ کالهزل المذکور وکما لو سجد لصنم او وضع مصحفا فی قاذورة فانه یکفر وان کان مصدقا لان ذلک فی حکم التکذیب کما افادہ فی شرح العقائد انتہی رجل کفر بلسانه طائعاً وقلبه مطمئن علی الایمان یکون کافراً ولا یکون عند اللہ مومنا کذا فی قاضی خان [1]

پس روایات سے صاف واضح ہے کہ جو کوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ راگ میں گاوے یا کوئی کلمۂ کفریہ پادریوں کے کہلانے سے جو صاحب مدارس کے لڑکے لڑکیاں کہتی ہیں کہ مرتد کافر ہوا اور اس امر پر رضا دینا بھی کفر ہے قال فی شرح العقائد وشرح القاری علی الفقہ الاکبر الرضا بالکفر کفرٌ انتہی [2]- اور ان سخت کلمات پر کچھ پرواہ نہ کرنا اور سہل جاننا بھی کفر ہے۔ الاستهانة بالمعصية بان یعد ھا ھنیئة ویرتکبها من غیر مبالاة بها ویجریها مجری المباحات فی ارتکابها کفر کذا فی شرح علی الفقہ الاکبر [3]۔

الحاصل اس مدرسہ کے لڑکے لڑکیاں جو ایسے کلمات بولتے ہیں سب مرتد ہیں اور جو اُن کو بخوشی ایسے کام کے واسطے وہاں بھیجتے ہیں دیدہ ودانستہ وہ بھی مرتد کافر ہیں اور ان مدارس کی پڑھانے والیاں اور اُس کے معین مکان وچندہ کے اگر اس فعل بد سے راضی ہیں سب کافر اور مرتد ہیں اور جو اس امر کو بُرا جان کر دنیا کی طمع سے یہ کام کرتے ہیں یہ سب فاسق فاجر ہیں سب اہلِ اسلام کو لازم ہے کہ ایسے لوگوں کو اور اپنے بچوں کو روکیں اور منع کریں ۔ لقوله علیه السلام من رای منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه ولیس وراء ذلک حبة خردل من ایمان [4]۔

---

[1] بحر میں لکھا ہے اور حاصل یہ ہے کہ جس نے کلمۂ کفر سے کلام کیا مذاق سے یا کھیل کود کے طور پر تو وہ سب کے پاس کافر ہو گیا اور اس کے اعتقاد کا کوئی اعتبار نہیں جیسا کہ خانیہ میں اس کی صراحت کی اور جس نے خطاً یا جبراً کہا ہو تو وہ سب کے پاس کافر نہ ہو گا اور جس نے عمداً کیا وہ سب کے پاس کافر ہو گا اور جس نے اختیار سے کہا لیکن وہ جانتا نہ ہو کہ کلمۂ کفر ہے تو اس میں اختلاف ہے الخ اور فتح میں ہے کہ جس نے کفر کے الفاظ سے مذاق کیا تو وہ مرتد ہو جائے گا اگرچہ کہ اس کا اعتقاد نہ کرے بوجہ تخفیف کرنے کے تو وہ ایسا ہی ہے جیسے کہ عادتی کفر اور در مختار میں ہے یعنی اپنے اختیار سے کہا اس کے معنیٰ کا ارادہ کئے بغیر اور یہ اس بات کے منافی نہیں ہے جو اوپر گزرا کہ ایمان فقط تصدیق کا نام ہے یا اقرار کا اس لئے کہ تصدیق اگرچہ کہ حقیقتہً موجود ہے لیکن وہ حکماً زائل ہے۔ اس لئے کہ شارع نے بعض گناہوں کو نشانی بنایا ہے ایمان کے عدم وجود کی جیسے کہ گذشتہ مذاق اور جیسے کہ اگر صنم کو سجدہ کیا یا مصحف کو کوڑے میں ڈال دیا تو وہ کافر ہو جائے گا اگرچہ کہ وہ تصدیق کرنے والا ہو اس لئے کہ یہ تکذیب کے حکم میں ہے جیسا کہ اس کو شرح عقائد میں بیان کیا ہے (ختم) اگر کوئی شخص اپنی زبان سے کفر کرے خوشی کے ساتھ اور اس کا قلب ایمان سے مطمئن ہو تو وہ کافر ہو جائے گا اور اللہ کے پاس مومن نہ رہے گا (قاضی خاں)

[2] شرح عقائد اور فقہ اکبر کی شرح قاری میں ہے کہ کفر پر راضی ہونا کفر ہے۔ [3] گناہ کو آسان سمجھنا اس طرح کہ اس کے بعد خوشی ہو اور اس کی پرواہ کئے بغیر اس کا مرتکب ہونا اور اس کے ارتکاب میں مباحات کے قائم مقام اس کو کرنا کفر ہے۔ فقہ اکبر کی شرح میں اسی طرح ہے ۔

[4] اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے برائی کو دیکھا اس کو چاہیئے کہ اپنے ہاتھ سے بدل دے اگر ایسا نہ کر سکے تو پھر اپنی زبان سے اور جو یہ بھی نہ کر سکے تو اپنے قلب سے اور اس کے بعد رائی برابر بھی ایمان نہیں ۔

الحاصل جو شخص استطاعت کسی قسم کے منع کی رکھتا ہے اور پھر منع نہ کرے تو اگر اس فعل کو مستحسن جانتا ہے یا سہل جانتا ہے تو کافر مرتد ہوا اور جو بُرا جان کر منع نہ کرے گا وہ مداہن و فاسق ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد ۱۳۰۱

جواب صحیح ہے	الجواب حق والحق یتبع		
محمد مظہر مدرس مدرسہ سہارنپور	عنایت الٰہی سہارنپوری	الجواب صحیح	ابوالحسن
جواب صحیح ہے	جواب صحیح ہے	الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب حق
عزیز حسن عفی عنہ	مشتاق احمد عفی عنہ	حبیب الرحمٰن عفی عنہ	محمد حسن مدرس مدرسہ دیوبند	عبدالرحمٰن عفی عنہ
اصاب المجیب	الجواب صحیح والمنکر فضیح	جواب صحیح ہے	الجواب صحیح حق
ذوالفقار علی عفی عنہ	احمد عفی عنہ	محمد امیر باز خاں	محمد محمود عفی عنہ مدرس مدرسہ دیوبند
الجواب صحیح	ہذا الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح	جواب صحیح ہے
عزیز الرحمٰن دیوبندی	واللہ اعلم وعلمہ اتم	عبدالمومن	محمد منصب علی	محمد محمود حسن عفی عنہ
مدرس مدرسہ عربی میرٹھ	محمد ابراہیم عفی عنہ سنبھلی	دیوبندی	دیوبندی عفی عنہ	مدرس مدرسہ اسلامیہ دیوبند

الحق اجرائے کلمۃ الکفر کفر ہے اور آیاتِ کریمہ سے بھی یہ مضمون صراحۃً ثابت ہوتا ہے وہی ھذا من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدرا فعلیہم غضب من اللہ ولہم عذاب عظیم[1]۔ اس واسطے کہ آیت کریمہ میں صرف حالت اکراہ کا استثناء کیا ہے اور ماسوائے اس کے اجراء کلمۃ الکفر علیٰ سبیل الاختیار کفر میں داخل تھا ہی اور ظاہر ہے کہ اشخاص مذکورہ کا راگ وغیرہ میں کلمات کفر کے زبان سے نکالنا قبیل اکراہ سے نہیں بلکہ باختیار خود ہے تو ضرور کفر میں داخل ہوگا اور اعانت کفر اور تعلیم اس کی اسی قبیل سے ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الراقم خلیل احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ عربی سہارن پور

صح الجواب قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ وتعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[2] واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔ محمد عبدالحی ابوالحسنات

روافض کا کفر

سوال:۔ روافض یا خوارج کو کافر کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ان کے ساتھ عقد نکاح وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] جس نے اللہ کا کفر ایمان کے بعد کیا بجز اس کے کہ وہ مجبور کر دیا گیا ہو اور اس کا قلب ایمان سے مطمئن ہو لیکن جس کا سینہ کفر کے لئے مشروح ہو جائے تو اُن پر اللہ کا غضب ہوگا اور ان کو عذابِ عظیم ہوگا۔

[2] اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ نیکی اور تقویٰ پر آپس میں مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم پر مدد نہ کیا کرو۔

مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی حرام ہے یا غیر حرام اور عند التقویٰ کیسا ہے ؟

جواب :- رافضی کے کفر میں خلاف ہے جو علماء کافر کہتے ہیں، بعض نے اہلِ کتاب کا حکم دیا ہے بعض نے مرتد کا۔ پس در صورت اہل کتاب ہونے کے عورت رافضیہ سے مرد سنّی کا نکاح درست ہے اور عکس اس کے ناجائز اور بصورت ارتداد ہر طرح ناجائز ہوگا اور جو اُن کو فاسق کہتے ہیں اُن کے نزدیک ہر طرح درست ہے مگر ترک بہرحال اولیٰ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

علماءِ حق کی اہانت کرنا

سوال :- نواب مولوی قطب الدین صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل عالمگیری سے کیا ہے، ایک شخص نے کہا کہ قیاس امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا حق نہیں کافر ہوا اس کا کیا مطلب ہے اور یہ قول صحیح ہے یا غیر صحیح اور اس کے معنے کیا ہیں یہ عبارت کلمات روۃ میں جس جگہ کہ کلمات روۃ متعلق بعلم و علماء ہیں اس جگہ یہ عبارت ہے عالمگیری میں ۔

جواب :- علماء کی توہین و تحقیر کو چونکہ علماء نے کفر لکھا ہے جو بوجہ امر علم کے اور دین کے ہو لہٰذا جب قیاس مجتہد کو حق نہ کہا تو اہانت اس عالم کی امر دین و علم میں لہٰذا کفر ہوا۔ فقط

قرآن شریف کو نظم کرنا

سوال :- ایک اور عبارت نواب صاحب نے اسی رسالہ میں عالمگیری سے نقل کی ہے یعنی ایک شخص نے نظم کیا قرآن کو فارسی میں قتل کیا جاوے اس لئے کہ وہ کافر ہے۔ یہ عبارت اُن کلمات روت میں ہے جو متعلق بہ قرآن شریف ہیں اس کا کیا مطلب ہے ؟

جواب :- علیٰ ہذا قرآن کو نظم کرنا اور فارسی کرنا تغیر کتاب اللہ تعالیٰ کی اور نظم منزل کو بدلنا اہانت و بے تعظیمی قرآن کی ہوتی سو کفر ہوگیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

زندوں کا مُردوں سے مانگنا

سوال :- ماقول العلماء فی استعانۃ الاحیاء بالموتی فی طلب الجاہ و وسعۃ الرزق والاولاد مثلاً یقال لھم عند القبور ان تدعو اللہ تعالیٰ لنا فی دفع فقرنا و بسط رزقنا و کثرۃ اولادنا و شفاء مرضنا و فلاحنا فی الدارین لانکم مستجاب الدعوات عند اللہ فھل یجوز الاستعانۃ بالاموات بھذا الطریق المذکور ام لا فبینوا جوازھا و عدم جوازھا من الکتاب والسنۃ واقوال المجتہدین توجروا من اللہ رب العلمین[1] ۔

---

[1] یعنی کیا فرماتے ہیں علماء مدد مانگنے میں زندوں کے ساتھ مُردوں کے، طلب کرنے جاہ اور فراخی رزق اور اولاد میں مثلاً کہا جائے اُن کے لئے قبروں کے پاس یہ کہ دعا کرو تم اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دفع کرنے فقر اور فراخی رزق اور کثرت اولاد اور شفا پانے بیماروں اور کامیاب ہونے کے دارین میں یعنی دنیا و آخرت میں اس لئے کہ تم پیشرو ہمارے ہو تمہاری دعا قبول ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک پس آیا جائز ہے مدد مانگنی اور فریاد ایسی چاہنی ساتھ مُردوں کے اس طریق سے یا نہیں؟ پس بیان کرو جائز ہونا اس کا اور ناجائز ہونا اس کا کتاب و سنت سے اور اقوال مجتہدین سے ثواب دیئے جاؤ گے اللہ رب العالمین کی طرف سے۔

جواب :۔ الحمد للہ رب العلمین رب زدنی علما : الاستعانة بالانبیاء والاولیاء مطلوبة الا انها لم تشرع فی المواضع المذکورة واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم امر برقمہ المقصر عبد اللہ بن محمد میر غنی الحنفی مفتی مکة المکرمة کان اللہ تعالیٰ لهما حامدا مصلیًا مسلمًا ۔[1]

عبد اللہ میر غنی مفتی مکہ مکرمہ

الجواب صحیح
محمد ہدایت العلی
مقیم مراد آباد

الحق احق بالاتباع
احقر الزمن محمود حسن
سہسوانی غفرلہ

الجواب صحیح
بندہ محمود عفی عنہ
مدرس اول مدرسہ دیوبند

الٰہی عاقبت محمود گردان

الجواب صحیح
خادم الموحدین محمد احتشام الدین
مراد آبادی

الجواب صحیح
محمد صدیق
عفی عنہ

محی الدین احمد
قاضی حال ریاست بھوپال

آیہ کریمہ ایاک نعبد و ایاک نستعین میں تخصیص استعانت نسبت جناب باری تعالےٰ عز اسمہٗ کے خود مذکور ہے اُسی کے مطابق علمائے محققین نے تحقیق فرمائی ہے وہی لائق عمل کے ہے العبد المذنب الاواہ ۔

رسول اللہ
خادم شریعت مفتی محمد لطیف اللہ
ہجری ۱۲۹۸ھ

ھذا احق بالقبول والیق بالافتاء والعلم الحق عند اللہ سبحانہ وتعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم ۔[2]

احمد
اسمہٗ
۱۲۹۷

مولانا احمد حسن صاحب امروہی

الجواب صحیح محمد حسن عفی عنہ مدرسہ گلاوٹی ۔

لیکن اتنی بات اور لکھنی مناسب ہے کہ جواب مذکور اپنے اجمال پر صحیح ہے اور تفصیل یہ ہے کہ استمداد تین قسم کا ہے ایک یہ کہ اہلِ قبور سے مدد چاہے اسی کو سب فقہاء نے ناجائز لکھا ہے ۔ دوسرے یہ کہ کہے اے فلاں خدائے تعالےٰ سے دُعا کر کہ فلاں کام میرا پورا ہو جائے یہ مبنی اور مسئلہ سماع کے ہے جو سماع موتیٰ کے قائل ہیں ان کے نزدیک درست دوسروں کے نزدیک ناجائز اسی کو شیخ نے لکھا ہے کہ وان الاستمداد باھل القبور الی قولہ فقد انکرہ کثیر من الفقہاء[3] الخ ۔ انبیاء کو اسی وجہ سے مستثنیٰ کیا کہ اُن کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں ۔ تیسرے یہ کہ دعا مانگے الٰہی بحرمتہ فلاں میرا کام پورا کر دے ۔ یہ

---

[1] یعنی سب تعریف ہے اللہ کے لئے کہ جو صاحب ہے سارے جہان کا ۔ اے رب میرے زیادہ دے مجھ کو علم، فریاد رسی چاہنی ساتھ انبیاء اور اولیاء کے یعنی ان کی زندگی کی حالت میں طلب کی گئی ہے مگر تحقیق وہ نہیں ثابت ہے شرع سے جگہ ذکر کی گئی ہیں یعنی قبر پر اور اللہ سبحانہٗ وتعالےٰ خوب جانتا ہے ۔ حکم کیا اس کے لکھنے کا تقصیر دار عبد اللہ بیٹے محمد کے، لقب اس کا میر غنی ہے مذہب میں حنفی مفتی مکہ مکرمہ کا ہو ۔ اللہ کارساز ان دونوں کا دعا کرتا ہوں حمد کرتا ہوا اللہ تعالیٰ کی اور درود بھیجتا ہوا اس کے رسول پر ۔ ۱۲

[2] یہ بات ماننے کے قابل ہے اور فتویٰ کے لائق ہے اور علم صحیح اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے اور اس کا علم تمام ہے ۔

[3] اور قبر والوں سے مدد مانگنا (یہاں سے) تو اکثر فقہاء نے اس کا انکار کیا ہے (تک) ۔

بالاتفاق جائز ہے اور تمام شجروں میں موجود ہے۔ اسی وجہ سے اقوال علماء میں اختلاف ہے کہ استمداد لفظ مشترک ہے کسی نے کسی کو لیا۔ قول ہر ایک کا اپنے معنی و مراد پر صحیح ہے۔ فقط

محمد حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ گلاوٹی مدرس اوّل محمد حسن مراد آبادی
۱۳۰۵

الجواب بہذا التفصیل صحیح
رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

الجواب صحیح
عبد الرحمٰن کان اللہ ولوالدیہ
مدرس مدرسہ امروہہ

ابن مولوی عنایت اللہ
عبد الرحمٰن مرحوم
۱۳۱۲

اہلِ قبور سے مدد مانگنا

استفتاء حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب محدث و فقیہ دہلوی علیہ الرحمۃ والغفران در باب عدم جواز استعانت اہلِ قبور از کتاب فتاویٰ مسمّی بہ مسائل اربعین تصنیف مولانا موصوف مسئلہ ۲۰[1]

سوال: ۔ حاجت خواستن از اہلِ قبور بطریق دعا جائز است[2] یا نہ ؟

جواب: ۔ استعانت و استمداد اہلِ قبور بہر نہج کہ باشد جائز نیست ۔ چنانچہ شیخ عبد الحق در شرح مشکوٰۃ شریف کہ بزبانِ عربی نوشتہ می آرد۔ اما الاستمداد باهل القبور فی غیر النبی والانبياء علیهم السلام فقد انكره كثير من الفقهاء وقالوا ليس الزيارة الا الدعاء للموتیٰ والاستغفار لهم و ايصال النفع اليهم بالدعاء وتلاوة القرآن انتہی[3]۔

ازیں عبارت شیخ علیہ الرحمۃ والغفران چناں مستفاد گردیدہ کہ قبور انبیاء علیہم السلام ازیں حکم ممانعت استعانت و استمداد از اہلِ قبور مستثنیٰ اند بلحاظ آنکہ ایشاں را در برزخ حیات ابدی ثابت شدہ کہ دیگراں را سوای شہداء فی سبیل اللہ ثابت نیست وحال آنکہ حیات آنجا مماثل حیات دنیا نیست بلکہ احکام حیات دنیا دیگر ست و احکام حیات آنجا دیگر بنا برآن ایں استثناء درست نمی آید وحق آنست کہ انکار فقہاء عام ست از آنکہ استمداد از قبور انبیاء کنند یا از قبور غیر ایشاں ہمہ جائز نیست ۔ چنانچہ از عبارت دیگر فقہاء کہ دریں جواب ایراد کردہ می شود واضح خواہد گردید و منجملہ آن صاحب

---

[1] استفتاء، حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب محدث و فقیہ دہلوی علیہ الرحمۃ والغفران اہلِ قبور سے استعانت جائز نہ ہونے کے بارہ میں کتاب فتاویٰ مسمّی بہ اربعین سے جو مولانا موصوف کی تصنیف ہے مسئلہ ۲۰ ۔ [2] سوال ۔ اہلِ قبور سے بطریق دعا کے حاجت مانگنا جائز ہے یا نہیں ؟

[3] جواب ۔ اہلِ قبور سے اعانت و مدد طلب کرنا جس طرح بھی ہو جائز نہیں جیسا کہ شیخ عبد الحق نے مشکوٰۃ شریف کی شرح میں جو زبان عربی میں ہے اس طرح لکھا ہے۔

[4] شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سوائے انبیاء کے اور کسی اہل قبور سے استعانت چاہنے کو اکثر فقہاء انکار اور منع فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قبروں کی زیارت کرنی اس واسطے مقرر ہوئی ہے کہ وہاں جا کر اہلِ قبور کے واسطے اللہ تعالیٰ سے دعا اور استغفار کریں اور ان کو نفع پہنچا دیں دعا اور قرآن شریف پڑھ کر انتہی ۔ ۱۲

مجمع البحار آوردہ[1] ۔ من قصد لزیارۃ قبور الانبیاء والصلحاء ان یصلی عند قبورھم ویدعو عندھا ویسئلھم الحوائج فھذا لا یجوز عند احد من علماء المسلمین فان العبادۃ وطلب الحوائج والاستعانۃ حق اللہ وحدہ انتھی وقال البغوی فی المعالم یقال الاستعانۃ نوع تعبد والعبادۃ الطاعۃ مع التذلل والخضوع وسمی العبد عبدا لذلتہ وانقیادہ یقال طریق معبد ای مذلل انتھی[2] وفی الحدیث عن ابن عباس قال کنت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما فقال یا غلام احفظ اللہ یحفظک احفظ اللہ تجدہ تجاھک واذا سالت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ واعلم ان الامۃ لو اجتمعت علی ان ینفعوک بشیئ لم ینفعوک الا بشیئ قد کتبہ اللہ لک ولو اجتمعوا علی ان یضروک بشیئ لم یضروک الا بشیئ قد کتبہ اللہ علیک رفعت الاقلام وجفت الصحف رواہ احمد والترمذی کذا فی المشکوۃ[3] از ہدیۃ المکہ مؤلفہ مولانا نواب قطب الدین خاں صاحب مرحوم تلمیذ حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب علیہ الرحمۃ والغفران ۔

انبیاء کے علم غیب کا قائل

سوال: بعض لوگ انبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب ماسوائے اللہ اس آیت سے جو سورۂ قل اوحی میں ہے عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ[4] الآیہ۔ اس آیت سے ثابت کرتے ہیں اور

---

[1] شیخ علیہ الرحمۃ والغفران کی عبارت سے اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی قبریں اس حکم ممانعت امداد و اعانت اہل قبور سے مستثنیٰ ہیں اس لئے کہ ان کے لئے برزخ میں حیات ابدی ثابت ہوگئی ہے کہ دوسروں کو سوائے شہدائے فی سبیل اللہ کے ثابت نہیں ہے اور واقعہ یہ ہے کہ اس جگہ کی زندگی دنیوی زندگی کے مماثل نہیں ہے بلکہ دنیا کی زندگی کے احکام اور ہیں اور اس جگہ کی زندگی کے احکام اور ہیں اس لئے یہ استثناء درست نہیں اور سچ تو یہ ہے کہ فقہاء کا انکار عام ہے اس بات سے کہ انبیاء کی قبروں سے مدد طلب کریں یا اُن کے غیر کی قبروں کسی سے بھی جائز نہیں جیسا کہ فقہاء کی دوسری کتابوں سے جو اس جواب میں وارد کئے جاتے ہیں، ظاہر ہوگا اور منجملہ ان کے صاحب مجمع البحار نے بیان کیا ہے ۔

[2] جو شخص زیارت کرنے قبور انبیاء علیہم السلام اور صلحاء کو اس نیت سے جاوے کہ وہاں جا کر ان کے پاس نماز پڑھوں گا اور دعا چاہوں گا اور اپنی حاجتیں مانگوں گا سو یہ تو کسی عالم اہلِ اسلام کے نزدیک جائز نہیں اس لئے کہ عبادت اور طلب حاجت اور استعانت صرف اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کا حق ہے اور امام بغوی نے معالم میں فرمایا ہے کہ استعانت ایک قسم کی عبادت ہے اور عبادت اطاعت ہے ساتھ عجز و انکسار کے اور بندہ کا نام بندہ اس واسطے رکھا ہے کہ اس میں ذلت اور انقیاد ہے۔ چنانچہ عرب بولا کرتے ہیں طریق معبد ای مذلل انتھیٰ ۔ ۱۲

[3] روایت ہے ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے کہا تھا کہ میں پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دن آپ نے فرمایا اے لڑکے! یاد رکھ اللہ کو یاد رکھیگا تجھ اللہ۔ تو اللہ کو یاد رکھ پائیگا تو اس کو اپنے روبرو اور جب کبھی تو مدد چاہے تو اللہ ہی سے مدد چاہنا اور جان رکھ اس بات کو کہ بے شک اگر سب لوگ اکٹھے ہو جاویں اس بات پر کہ تجھ کو نفع پہنچاویں تو نفع نہ پہنچا سکیں گے تجھ کو کچھ مگر جتنا کہ لکھ دیا ہے اللہ نے تیرے واسطے اور اگر سب اکٹھے ہو جاویں اس بات پر کہ تجھ کو نقصان پہنچاویں تو نقصان نہ پہنچا سکیں گے تجھ کو کچھ مگر جتنا کہ لکھ دیا ہے اللہ نے تیرے واسطے اٹھائے گئے قلم اور سوکھ گئے کاغذ انتھیٰ ۔ ۱۲

[4] عالم الغیب ہے کہ اپنے غیب کو کسی پر ظاہر نہیں فرماتا مگر اسی کو جس پر راضی ہو رسولوں میں سے ۔

دلیل اس آیت کو گر دانتے ہیں مسلمانوں کو ایسا عقیدہ رکھنا درست ہے یا نہیں اور معتقد کافر ہو گا یا نہیں ؟

جواب :۔ علم غیب میں تمام علماء کا عقیدہ اور مذہب یہ ہے کہ سوائے حق تعالیٰ کے اُس کو کوئی نہیں جانتا۔ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ ۔ خود حق تعالیٰ فرماتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ ہی کے پاس علم غیب کی کنجیاں ہیں کہ کوئی نہیں جانتا سوائے اس کے ۔ پس اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صریح ہے، مگر ہاں جو بات کہ حق تعالیٰ اپنے کسی مقبول کو بذریعہ وحی یا کشف بتا دیوے وہ اُس کو معلوم ہو جاتا ہے اور پھر وہ مقبول کسی کو خبر دیوے تو اس کو بھی معلوم ہو جاتا ہے جیسا علم جنت اور دوزخ اور رضا وغیرہا کا حق تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بتلا دیا اور پھر انہوں نے اُمت کو خبر دی ۔ چنانچہ اس آیت سورۂ جن سے معلوم ہوا سو حاصل اس آیت کا یہ ہے کہ جس غیب امر کی خبر حق تعالیٰ اپنے مقبول کو دیوے تو اُس کی خبر اس کو ہو جاتی ہے نہ یہ کہ تمام مغیبات حق تعالیٰ کے نبی کو کشف ہو جاتے ہیں ۔ کیونکہ اگر یہ معنی اس کے ہو دیں کہ تمام علم غیب رسولؐ کو معلوم ہو جاتا ہے تو دوسری آیت صاف اس کے خلاف کہہ رہی ہے ۔ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ (ترجمہ) کہہ دے کہ میں نہیں مالک اپنے نفس کے واسطے کسی نفع اور کسی ضرر کا مگر جو خدا تعالیٰ چاہے اور جو میں غیب کو جانتا ہوتا تو بہت سی بھلائی جمع کر لیتا اور کوئی برائی مجھ کو نہ لگتی ۔"

پس صاف روشن ہو گیا کہ مغیبات آپ کو معلوم نہیں اپنا نفع اور ضرر بھی آپ کے اختیار میں نہیں تو یہ عقیدہ البتہ خلاف نص قرآن کے شرک ہُوا ۔ خود دوسری آیت میں موجود ہے ۔ لَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۔ (ترجمہ) میں نہیں جانتا کہ کیا کیا جاوے گا میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ ۔ پس جب صاف ظاہر ہو گیا کہ رسول علیہ السلام کو ہرگز علم غیب نہیں مگر جس قدر اطلاع دی جاوے اور اس پر بہت آیات و احادیث شاہد ہیں تو خلاف اس کے عقیدہ کرنا کہ انبیاء علیہم السلام سب غیب کو جانتے ہیں شرک قبیح جلی ہووے گا، معاذ اللہ حق تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایسے عقیدۂ فاسد سے نجات دے آمین ۔ پس ایسے عقیدے والا مشرک ہُوا ۔

یا رسول اللہ پُکارنا

سوال :۔ یا رسولؐ اللہ دُور سے یا نزدیک قبر شریف سے پُکارنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ جب انبیاء علیہم السلام کو علم غیب نہیں تو یا رسولؐ اللہ کہنا بھی ناجائز ہو گا ۔ اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ دُور سے سُنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو خود کفر ہے اور جو یہ عقیدہ نہیں تو کفر نہیں مگر کلمہ مشابہ بکفر ہے البتہ اگر اس کلمہ کو درود شریف کے ضمن میں کہے اور یہ عقیدہ کرے کہ ملائکہ اس درود شریف کو آپ کے پیش عرض کرتے ہیں تو درست ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ ملائکہ درود بندۂ مومن کا آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں اور ایک صنف ملائکہ اسی خدمت پر ہیں ۔ فقط

رسولؐ اللہ کو صنم وغیرہ کہنا

سوال :۔ شاعر جو اپنے اشعار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صنم یا بت یا آشوب ترک فتنۂ عرب باندھتے ہیں اس کا

کیا حکم ہے ؟

جواب :- یہ الفاظ قبیحہ بولنے والا اگرچہ معنی حقیقیہ بمعانی ظاہرہ خود مراد نہیں رکھتا بلکہ معنی مجازی مقصود لیتا ہے مگر تاہم ایہام گستاخی و اہانت و اذیت ذات پاک حق تعالیٰ شانہ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی نہیں۔ یہی سبب ہے کہ حق تعالیٰ نے لفظ راعنا بولنے سے صحابہ کو منع فرمایا۔ انظرنا کا لفظ عرض کرنا ارشاد کیا حالانکہ مقصود صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین ہرگز وہ معنی کہ جو یہود مراد لیتے تھے نہ تھی مگر ذریعہ شوخی یہود کا اور موہم اذیت و گستاخی جناب رسالت کا تھا لہٰذا حکم ہوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا[۱] الخ اور علیٰ ہذا حضرات صحابہ کا پکار کر بولنا مجلس شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ہرگز بوجہ اذیت و گستاخی معاذ اللہ نہ تھا بلکہ حسب عادت و طبع تھا۔ مگر چونکہ اذیت و بے اعتنائی شان والا کا اس میں ایہام تھا یہ حکم ہوا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ[۲]

کیا صاف حکم ہے کہ اگرچہ تمہارا قصد گستاخی نہیں مگر اس فعل سے حبط اعمال تمہارے ہو جاویں گے اور تم کو خبر بھی نہ ہوگی اور ایسا ہی حدیث میں تکنی بکنیۃ ابی القاسم[۳]۔ آپ کی حیات شریف میں منع ہوگئی تھی بوجہ اذیت ذات سرور عالم کے کہ کوئی کسی کو اگر پکارے گا تو آپ یہ سمجھ کر کہ مجھ کو ارادہ کرتا ہے التفات فرمائیں گے حالانکہ نادی ہرگز اذیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کرتا تھا اور ابن ماجہ نے روایت کیا کہ اشعث بن قیس کندی جب آئے تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ! کیا آپ ہم میں نہیں ہیں اور یہ عرض والغیب عند اللہ تعالیٰ بایں وجہ تھی کہ سب عرب از قریش تا کندہ بنو اسمٰعیل ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ہماری ماؤں کو تہمت زنا مت لگا اور ہمارے نسب کی نفی ہمارے باپوں سے مت کر ہم اولاد نضر ہیں۔ دیکھو اس لفظ میں فقط ایہام بعید کو کس قدر آپ نے نفی کر کے نہی فرمایا اور کلام کا ادب تلقین کیا و علیٰ ہذا خبثت[۴] نفسی کو منع فرمایا اور لقست نفسی[۵] کی اجازت دی کہ وہ بظاہر سخت لفظ ہے گو معنی ایک ہیں۔ الحاصل ان الفاظ میں گستاخی اور اذیت ظاہر ہے۔ پس ان الفاظ کا بکنا کفر ہوگا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ قال فی الشفاء الوجہ الثانی وھو ان یکون القائل لما قال فی جھتہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر قاصد للسب والازدراء ولا معتقد لہ ولکنہ تکلم فی جھتہ صلی اللہ علیہ وسلم بکلمۃ الکفر من لعنہ اوسبہ او تکذیبہ او اضافۃ ما لا یجوز علیہ او نفی ما یجب لہ مما ھو فی حقہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نقیصۃ الی ان قال او یاتی بسفہ من القول او

---

[۱] رَاعِنَا نہ کہو بلکہ اُنْظُرْنَا کہو (نوٹ) راعنا کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ ہماری طرف توجہ فرمائیے، دوسرے اے ہمارے چرواہے ! چونکہ منافقین مدینہ اس طرح کا ذو معنی لفظ کہہ کر مراد چرواہا لیتے تھے اس لئے اس لفظ کو منع فرما کر انظرنا کہنے کا حکم دیا گیا جس کے ایک ہی معنی ہیں ہماری طرف دیکھئے۔

[۲] اے ایمان والو ! اپنی آواز کو نبی کی آواز پر بلند مت کرو اور نہ آپ کے سامنے ایسے زور سے کہو جیسے تم آپس میں زور سے باتیں کرتے ہو ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

[۳] ابی القاسم کنیت رکھنا [۴] میرا نفس خبیث ہو گیا [۵] میرا دل سخت بن گیا۔

قبیح من الکلام ونوع من السبغی جهتہ وان ظهر بدلیل حالہ انہ لم یتعمد ذمہ ولم یقصد سبہ اما لجهالۃ حملتہ علی ما قالہ اما لضجر او سکر او قلۃ مراقبۃ وضبط اللسانہ او عجرفۃ وتهور فی کلامہ فحکم هذا الوجہ حکم الوجہ الاول القتل دون تلعثم انتهی ملخصاً [1]

پس اس کلماتِ کفر کے لکھنے والے کو منع کرنا شدید چاہیئے اگر مقدور ہو اگر باز نہ آوے تو قتل کرنا چاہیئے کہ موذی و گستاخ شان جناب کبریا تعالیٰ اور اس کے رسول النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یارسول اللہ کا وظیفہ

سوال :۔ ورد و وظیفہ ان اشعارِ ذیل کا اگر کوئی کرے تو کیا حکم ہوگا؟ جائز یا منع اور گناہ صغیرہ یا کبیرہ اور کیا شرک ہوگا؟ جیسے ورد یارسول اللہ انظر حالنا۔ یارسول اللہ اسمع قالنا۔ اننی فی بحر ہم مغرق خذبیدی سہل لنا اشکالنا۔ یا یہ شعر قصیدہ بردہ کا ورد کرنا یا اکرم الخلق مالی من الوذ بہ۔ سواک عند حلول الحادث العمم۔ یا اور کوئی شعر یا نثر ہیں ورد اسماء مخلوق بطور وظیفہ کرنا۔

جواب :۔ ایسے کلمات کو نظم ہو یا نثر ورد کرنا مکروہ تنزیہی ہے کفر و فسق نہیں کیونکہ وجہ کفر کی غیر کو حاضر و متصرف جاننا ہے اور وجہ فسق کی احتمال فساد عقیدہ عوام اور اپنے اُوپر تہمت شرک رکھنا ہے اور کراہتہ تنزیہی یہ کہ فی الجملہ مشابہت استعانت غیر سے ہوسنے کی بھی گو نیت نہیں جیساکہ قسم غیر اللہ کی کو شرک حدیث میں فرمایا اور خود آپ نے بھی بعض اوقات غیر کی قسم کھائی تو اس کو عمداً صغیرہ پر حمل کیا ہے علماء نے، اور سہواً معاف و مباح۔ پس اس کو بھی ایسا ہی سمجھنا چاہیئے۔ یہ وہ جواب ہے جو بندہ نے شیئاً للہ کے جواب میں لکھا تھا اور آپ کو شبہ ہوا تھا۔ فقط والسلام

اُن صاحب کو فرمادو کہ ہر دو اسم کو پڑھے جاویں بندہ بھی دُعا کرتا ہے اور سورہ فاتحہ کو درمیان سنت و فرض فجر کے اکتالیس بار پڑھ لیا کریں حق تعالیٰ رحم فرماوے آمین! فقط والسلام

علمِ غیب کا قائل ہونا

سوال :۔ حضور فرماتے ہیں کہ جو شخص علم غیب کا قائل ہو وہ کافر ہے حضرت جی آج کل تو بہت آدمی ہیں کہ نماز پڑھتے ہیں وظائف بکثرت پڑھتے ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد میں حاضر رہنا و حضرت علی کا ہر جگہ موجود ہونا دور کی آواز کا سُننا مثل مولوی احمد رضا خاں بریلوی کہ جنہوں نے رسالہ علم غیب لکھا ہے کہ نمازی اور عالم بھی ہیں کیا ایسے شخص کافر ہیں ایسوں کے پیچھے نماز پڑھنی اور محبت و دوستی رکھنی کیسی ہے؟

جواب :۔ جو شخص اللہ جل شانہٗ کے سِوا علم غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے اور اللہ تعالیٰ کے برابر کسی دوسرے کا علم جانے وہ بے شک کافر ہے۔ اُس کی امامت اور اس سے میل جول محبت مودت سب حرام ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] بے شک کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت فرماتا ہے اور ان کے لئے اہانت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔ شفا میں کہا ہے کہ دوسری وجہ یہ ہے کہ فاعل نے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا اور اس کا ارادہ گالی اور نقص نکالنے کا نہ ہو اور نہ اس کا مقصد ہو لیکن اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کلمہ کفر کہا، لعنت یا گالی یا آپ کو جھٹلانے یا کسی ایسی چیز کی طرف آپ کو نسبت کرنے سے۔

سجدۂ قبور وغیرہ

سوال :۔ زید ایک عالم ہے اور اکثر احکامِ شرعیہ کو بجالاتا ہے اور اکثر امورِ مستحب تک بھی ادا کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی کرتا ہے کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ[1]۔ کی تسبیح بھی پڑھتا ہے یا سجدۂ قبور کو یا زندہ پیروں کو کرتا ہے۔ یا مرغی بکری پیروں کی تعظیم کے واسطے ذبح کرتا ہے یا قبروں کا طواف کرتا ہے یا تعزیہ بناتا ہے اور اس پر عرضیاں چڑھاتا ہے یا وقت حاجت کے غیروں کی نذر مانتا ہے اور مدد چاہتا ہے اور یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ میں ان افعال کو اچھا اور موجب تقرب خدائے تعالیٰ کا اور باعث سعادت دارین کا جانتا ہوں اور حضرت شیخ کو حاضر و ناظر جانتا ہوں اور متصرف فی الامور اور مدد کرنے والا اور حاجت روا کرنے والا جانتا ہوں اور ہر وقت یہ خیال کرتا ہوں کہ جس وقت اُن کو پکاروں گا وہ سُن لیں گے اور میری حاجت روائی کریں گے، بلکہ جو کوئی اُن کو پکارتا ہے اُس کی سُنتے ہیں اور اس کی حاجت روائی کر سکتے ہیں اور یہ بھی اعتقاد کرتا ہوں کہ یہ تصرف اور علم اُن کا خدا تعالےٰ کا دیا ہوا ہے۔ آیا یہ شخص عنداللہ مومن ہے یا کافر اور اس کی کبھی رہائی ہو جائے گی یا ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور کبھی نجات نہ پاوے گا اور دنیا میں ایسے شخص کے ساتھ معاملہ مسلمانوں کا سا کرنا چاہیئے یا کافروں کا سا (یعنی نماز جنازہ اور دعا وغیرہ) اور بعضے ایسے شخص بھی ہیں کہ افعالِ مذکورہ تو کرتے ہیں مگر اعتقاد کو ظاہر نہیں کرتے یا تاویل کرتے ہیں۔ اب التماس یہ ہے کہ جواب اس کا بطور قاعدہ کلیہ کے ایسا ارشاد فرماویں کہ سارے اقسام کا حال معلوم ہو جاوے۔

جواب :۔ فریق اول اگر کوئی تاویلِ قابلِ التفات نہیں رکھتے تو کافر ہیں اور دوسرے فریق کے حرکات کی تاویل ممکن ہے لہٰذا نہ کافر ہیں نہ فاسق اور کتاب تقویۃ الایمان میں اس کو مفصل لکھا ہے اُس کا مطالعہ کرلو اس سے زیادہ کوئی نہیں لکھ سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تعزیہ پرستی

سوال :۔ تعزیوں کے ساتھ بہ نیت تماشہ غیر اعتقاد سے جانا کیسا ہے اور اعتقاد سے جانا کیسا ہے؟ زید کہتا ہے کہ زیارت کرنا تعزیوں کا اچھا ہے جیسے خانہ کعبہ کا نقشہ لاتے ہیں اور اُس کی زیارت کرتے ہیں ایسے ہی یہ بھی ایک مکان کا نقشہ ہے اس کی زیارت میں کچھ نقصان نہیں اس کا جواب کس طرح ہے ؟

جواب :۔ تعزیہ بُت ہے اور کعبہ کا نقشہ مثل نقشہ مکان کے ہے اس کی کوئی پرستش نہیں کرتا اگر اس کی پرستش کرے گا تو بھی کفر ہو جائے گا۔

بزرگوں کے خلاف شرع کام

سوال :۔ بعضے حضرات نقشبندیہ کے رسائل سلوک میں جو صدی سیزدہم[2] میں گزرے ہیں یہ مضمون پایا جاتا ہے کہ استمداد اور استعانت یعنی مدد چاہنا پیروں سے جو غائب ہیں یا انتقال کر گئے ہیں کرنا چاہیئے۔ چنانچہ مولانا رؤف احمد صاحب اپنے دار المعارف کے صد ۱۲ میں لکھتے اور حضرت شاہ غلام علی صاحب مجددی دہلوی کا قول کرتے ہیں :۔

---

[1] یا شیخ عبدالقادر جیلانی اللہ کے لئے کچھ دیجئے۔ [2] تیرھویں صدی

"طریقہ توجہ حضرات عالیہ نقشبندیہ کہ بما رسیدہ است و بیاران خود می کنم بریں نہج است کہ اول فاتحہ برارواح طیبہ حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم وحضرات پیرانِ کبار خصوصاً حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند و حضرت امام مجدد الف ثانی وحضرت میرزا صاحب رضی اللہ عنہم خواندہ دعا وتضرع از جناب الٰہی نمودہ واستمداد از پیران خواستہ متوجہ بطرف قلب طالب می شوم[۱]"

اور اسی قسم کا مضمون اسی کتاب کے مواضع عدیدہ میں پایا جاتا ہے۔ پس اس استمداد اور استعانت سے کیا مراد ہے؟ اور یہ جائز ہے یا ناجائز اور بعضے یہاں کے خوش عقیدہ یہ فرماتے ہیں کہ استعانت اہلِ باطن اور اصحاب توجہ کو جائز ہے کیونکہ اُن کی ملاقات ارواحِ طیبہ پیران سے ہو جاتی ہے۔

جواب:۔ السلام علیکم مراد استمداد سے بطفیل وبرکت بزرگان مراد از حق تعالیٰ خواستن[۲] ہے نہ بزرگوں سے مراد مانگنا۔ چنانچہ وہ خود تصریح کرتے ہیں اور یا شیخ عبدالقادر کی جگہ[۳] یا ارحم الراحمین کہنا صریح لکھتے ہیں۔ بہرحال یہ تاویل یا مثل اس کے کلام بزرگوں میں ضروری ہے اور جو کسی کی فہم میں معنی مراد نہ آویں تو سکوت کرنا چاہیئے حجۃ ان کے کلام سے نہیں ہے حجۃ کلام اللہ وسنت ومجتہدین کے اقوال سے ہے۔ فقط

یا شیخ عبدالقادر جیلانی کا وظیفہ

سوال:۔ پڑھنا یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کا بطور وردیا برائے قضائے حاجات یا اس میں اثر جان کر یا شیخ کو متصرف عالم غیب تصور کر کے اُن سے اپنی حاجت طلب کرے تو یہ دونوں صورتیں کفر وشرک کی ہیں یا نہیں؟ کیونکہ منادی مستقل الاستعانت و مدد شیخ مذکور ٹھہریں گے اور حق سبحانہ تعالیٰ واسطہ پڑے گا اور اس کو اکثر علماء کفر وشرک فرماتے ہیں۔ چنانچہ مولانا عبدالحی صاحب مرحوم مجموعہ فتاویٰ میں فرماتے ہیں:۔

"ازیں چنیں وظیفہ احتراز لازم وواجب اولاً ازیں جہت ایں وظیفہ متضمن شیئاً للہ ہست وبعض فقہاء از ہچو لفظ کفر کردہ اند چنانکہ در درمختار می نویسد کذا قولہ شیئاً للہ قیل یکفر[۴]"

---

[۱] حضرات نقشبندیہ عالیہ کے توجہ کا جو طریقہ ہم تک پہنچا ہے اور میں اپنے دوستوں کے ساتھ کیا کرتا ہوں اس طرح ہے کہ اوّل فاتحہ ارواحِ طیبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بڑے بڑے پیروں خصوصاً حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی اور حضرت امام مجدد الف ثانی اور حضرت میرزا صاحب علیہم الرحمۃ کی پڑھ کر دعا وتضرع جناب الٰہی سے کر کے پیروں سے مدد طلب کر کے طالب کے دل کی طرف توجہ کرتا ہوں۔

[۲] بزرگوں کے طفیل وبرکت سے حق تعالےٰ سے دعا مانگنا ہے۔

[۳] چنانچہ دار المعارف یعنی ملفوظات حضرت شاہ غلام علی صاحب رحؒ میں ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک روز کہہ رہا تھا یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ! تو غیب سے آواز میرے کان میں بلا کسی شک وشبہ کے یہ پڑی کہ اس طرح کہہ یا ارحم الراحمین شیئاً للہ (اے ارحم الراحمین کچھ اللہ کے واسطے)۔

[۴] ایسے وظیفہ سے پرہیز لازم وواجب ہے اولاً اس لئے کہ یہ وظیفہ شیئاً للہ کو شامل ہے اور بعض فقہاء ایسے کلمے کو کفر کہتے ہیں جیسا کہ درمختار میں لکھا ہے کہ اسی طرح شیئاً للہ کا کہنا کہ کہا جاتا ہے کہ اس سے کافر ہو جاوے۔

عبارت مذکورہ میں لفظ عام ہے عقیدہ حضور کی قید نہیں۔ لہٰذا ان دونوں صورتوں میں کفر وشرک ہے یا ایک صورت میں اور دوسری صورت میں کس قسم کا گناہ ہے اور لفظ یا حاضر کے واسطے بولا جاتا ہے یا حاضر وغائب دونوں کے واسطے؟

جواب:۔ اس کا ورد کرنا بندہ جائز نہیں جانتا اگرچہ شرک نہیں لیکن مشابہ بشرک ہے اور بعض فعل مشابہ بشرک ہوتے ہیں اور صغیرہ ہوتے ہیں کہ شرک کلی مشکک ہے کہ اُس کے افراد قلت وکثرت معصیت میں متفاوت ہیں۔ مثلاً قسم بغیر اللہ تعالےٰ کو حدیث میں شرک فرمایا ہے لہٰذا وہ گناہِ صغیرہ ہے۔ پس وردِ اُس کا مشابہ بشرک ہے کہ غیر اللہ سے طلب حاجات ہے مگر جو محض ان کلمات میں اثر جان کر پڑھتا ہے وہ کافر اور مشرک نہ ہوگا اگرچہ معصیت سے خالی بھی نہ ہوگا اور جو شیخ قدس سرہٗ کو متصرف بالذات اور عالمِ غیب بذاتِ خود جان کر پڑھے گا وہ مشرک ہے اور اس عقیدہ سے پڑھنا کہ شیخ کو حق تعالیٰ اطلاع کر دیتا ہے اور باذنہٖ تعالیٰ شیخ حاجت برآری کر دیتے ہیں یہ بھی مشرک نہ ہوگا۔ باقی مومن کی نسبت بدظن ہونا بھی معصیت ہے اور جلدی سے کسی کو کافر کہنا مشرک بتا دینا بھی غیر مناسب ہے اور ایسے موہم الفاظ کا پڑھنا بھی بے جا و معصیت ہے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

وظیفہ یا خواجہ سلیمان

سوال:۔ ورد کرنا یا شیخ عبدالقادر و خواجہ سلیمان وغیرہ جائز ہے یا شرک؟

جواب:۔ ورد کرنا یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ وغیرہ حرام ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے ترجمہ ارشاد الطالبین میں لکھا ہے "آنکہ جہاں میگویند کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ یا خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی شیئاً للہ جائز نیست و اگر روح حضرت شیخ را متصرف الامور اعتقادی کند کفرے دیگر ست[1] فی بحر الرائق[2] من ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ واعتقد بذلک یکفر۔ انتہی۔

طوافِ قبر

سوال:۔ جو افعالِ قبیحہ مثل نذر غیر اللہ یعنی گیارہویں و توشہ وغیرہ و ندائے غیر اللہ یعنی یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ وغیرہ و سجدہ و طواف قبر و استعانت غیر اللہ و تسمیہ غیر اللہ یعنی عبدالنبی و حلف غیر اللہ و شگونِ بد وغیرہ اگر فاعل کا عقیدہ شرک و کفر کا ہے کہ بالاستقلال حاضر و ناظر عالم الغیب جان کر کرتا ہے تو مشرک اور اگر عقیدہ شرکیہ نہیں تو اس کے حق میں یہ افعال حرام و گناہ کبیرہ کے ہوں گے یا نہیں؟ چنانچہ حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب علیہ الرحمۃ مائۃ مسائل میں در تحت امور ذیل فرماتے ہیں: "و بعض افعال اگر شرک حقیقی کہ کفرست نیستند لیکن مشابہ افعال مشرکان و بت پرستان انداز آن افعال هم اجتناب و احتراز لازم چنانچہ مردماں رو بروئے علماء و عظماء تقبیل زمین می کنند کنندۂ ایں افعال و آں کس کہ راضی باین

---

[1] جاہل جو یہ کہتے ہیں کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ یا خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی شیئاً للہ، جائز نہیں ہے اور اگر حضرت شیخ کی روح کو امور میں متصرف اعتقاد رکھے تو یہ دوسرا کفر ہے۔

[2] بحر الرائق میں ہے کہ جس نے گمان کیا یہ کہ تحقیق مردے اختیار رکھتے ہیں کاموں میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور اس پر اعتقاد کیا تو ہو جاویگا کافر۔ انتہیٰ۔

فعل باشد ہر دو گنہگار می شوند کہ ایں فعل حرام و گناہ است[1]۔ الخ

جواب :۔ ان سب امور میں جیسا کہ مآتہ المسائل میں لکھا ہے وہی بندہ کی طرف سے جواب ہے۔ اس میں بندہ موافقت رکھتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

قبر پر جانا اور اُس کو بوسہ دینا

سوال :۔ قبر پر جانا اور اُس کو بوسہ دینا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ قبر کو بوسہ دینا حرام ہے کہ یہ عبادت اہل کتاب کی ہے یعنی یہود و نصاریٰ کی۔

نبی بخش وغیرہ نام رکھنا

سوال :۔ نبی بخش، پیر بخش، سالار بخش، مدار بخش، ایسے ناموں کا رکھنا کیسا ہے ؟

جواب :۔ ایسے نام موہم شرک ہیں منع ہیں ان کو بدلنا چاہیئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتب فقہ و حدیث کا انکار کرنا

سوال :۔ زید کہتا ہے کہ کتب فقہ یا دوسری کتب احادیث جن کو صحاح ستہ کہتے ہیں فرقہ معتزلہ اور خارجیہ اور گمراہان فرقوں کی ہیں اور ان کے بنانے والے اہلِ سنت و جماعت سے نہیں اور عمرو کہتا ہے کہ یہ کتب چاروں مذہب اہل سنت و جماعت کی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ان میں ہیں اور ان کے بنانے والے اہل سنت و جماعت سے ہیں انہی پر دار و مدار ہے اُن کو برا جاننے والا اور گالیاں دینے والا بدعتی اور چاروں مذاہب سے خارج اور فاسق ہے آیا زید حق پر ہے یا عمرو ؟

جواب :۔ صحاح کتب میں احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اُن کے جمع کرنے والے صحابہ اور بعد کو علماء عاملین و مقبولین رہے اور باتفاق جمیع اہلِ اسلام مقبول اللہ تعالےٰ کے ہیں۔ جو شخص ان کتابوں کو بُرا کہتا ہے اور توہین کرتا ہے گویا وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے۔ وہ شخص فاسق و مرتد بلکہ کافر و ملعون حق تعالیٰ کا ہے۔ جو مسائل فقہ کے ہیں وہ احادیث ہی سے مستنبط ہیں۔

ہنود یا انگریزوں کا لباس پہننا

سوال :۔ جیسے زنار ہنود کی اگر کوئی مسلمان پہنے تو کافر ہو جاتا ہے ایسے ہی انگریزوں کی صلیب اور ٹوپی بھی حکم رکھتی ہے یا صلیب پہننا کفر ہے اور انگریزی ٹوپی حرام ؟

جواب :۔ صلیب کا ڈالنا گلے میں کفر ہے کہ صلیب شعار نصرانیہ کا ہے قال علیہ السلام من تشبہ بقوم فھو منھم الحدیث[2]۔ پس دونوں چونکہ شعار کفر ہیں لہٰذا دونوں کفر ہیں اور ٹوپی نصرانیوں کی پہننا یا کوٹ یا پتلون شعائر کفر کا نہیں ہے بلکہ

---

[1] اور بعض [illegible] حال اگرچہ شرک حقیقی کہ کفر ہیں نہیں لیکن مشرکوں اور بت پرستوں کے افعال کے مشابہ ہیں ان افعال سے بھی اجتناب و پرہیز لازم ہے جیسا کہ ذی علماء [illegible] بڑے کے سامنے زمین کی تقبیل کرتے ہیں ان افعال کا کرنیوالا اور وہ شخص جو اس فعل سے راضی ہوگا ہر دو گنہگار ہوتے ہیں کہ یہ فعل حرام اور گناہ ہے۔

[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت کرے تو وہ انہی میں سے ہے۔ (حدیث)

لباس اُس قوم کا ہے، پس اُن کا پہننا ہندوستان میں تو تشبّہ لباس میں ہے اور گناہ ہے اور جو لوگ اُس ملک میں رہتے ہیں کہ وہاں مسلمانوں کا بھی یہی لباس ہے وہاں گناہ بھی نہیں ہو گا کیونکہ وہاں یہ لباس شعار نصاریٰ کا نہیں ہے بلکہ عام ہے مسلمانوں اور کفار ہیں۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

بیوہ کا نکاح ثانی عیب سمجھنا

سوال:۔ جو شخص نکاح ثانی کو باوجود علم اس امر کے کہ یہ قرآن شریف سے ثابت ہے اور حضرت کی سُنّت ہے عیب اور بے عزتی سمجھتا ہو اور اس کے کرنے والے کو بے عزت اور کمینہ کہتا ہو یا یوں کہتا ہو کہ ہم اس کو حق جانتے ہیں اور حضرت کی سنت سمجھتے ہیں مگر چونکہ ہماری قوم میں اس کا رواج نہیں اس واسطے ہم اس کو عار و ننگ جانتے ہیں۔ اب ان دونوں صورتوں میں شرع شریف سے ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟ اس شخص کے ساتھ معاملہ رشتہ ناطے کا کرنا یا شادی غمی میں اس کی شامل ہونا یا اُس کے جنازے کی نماز پڑھنا کیسا ہے۔

جواب:۔ حکم حق تعالیٰ یا کسی طریقۂ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب یا موجب بے عزتی کا جاننے یا اس کے کرنے والے کو بے عزت کہے لاریب وہ ملعون کافر ہے اور مخالف حق تعالیٰ کا اور جہنمی ہے اور مرتد ہے اور باوجود اعتراف اس امر کے کہ یہ حکم خدا تعالےٰ کا اور سنت ہے اور پھر بھی اس کو اپنے رواج کے سبب ننگ و عار کا باعث جانتا ہے یہ زیادہ تر موجب اُس کے کفر اور مخالفت حق تعالیٰ کا ہے کہ وہ شقی ملعون اپنے رواج کفر کو حق تعالیٰ کے حکم سے اچھا جانتا ہے۔ پس ایسے شخص سے ترک ملاقات و معاملات کرنا عین دین ہے اور اس سے رشتہ و قرابت رکھنا ہرگز جائز نہیں بلکہ اس سے علیحدہ ہو جائے اور اس کو مبغوض ترین خلق اللہ تعالیٰ کا جان کر اس کا دشمن ہو جاوے اور اس کے جنازہ کی نماز ہرگز نہ پڑھے کہ وہ کافر ہے۔ کذا فی کتب الحدیث والفقہ والعقائد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

جواب صحیح ہے بموجب حدیث ترمذی کے عن صہیب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما آمن بالقرآن من استحل محارمہ[1]۔ منکر و مستخف سنّت نبوی کا خصوصًا ایسی عبادت کا کافر ہے اور بمقتضائے حسن ظن تو بہ و وسعت رحمتِ الٰہی کے معاملہ جائز ہو تو بعید نہیں ہے والا مثل معاملات روافض و خوارج و ہنود کے ضرورتًا جائز ہو گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ العبد المذنب عبد الرحمٰن[2] پانی پتی ۲۵ شعبان یوم شنبہ۔

لاریب فیہ بلکہ جو اس مسئلہ کو چھپاوے یا اظہار سے سکوت برتے وہ بھی بموجب حدیث من سکت[3] الخ گونگا شیطان ہے اور جو ایسے کام کے مخالف کا اشارۃً بھی معین ہو گا، دوزخ میں اوندھے منہ ڈالا

---

[1] صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرے وہ قرآن پر ایمان نہیں لایا۔ [2] شاگرد مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۲ [3] جو خاموش رہا۔

جاوے گا۔ کمافی الحدیث فقط العبد محمد مسعود نقشبندی دہلوی

حررہ الفقیر العاصی محمد جمال الدین دہلوی عفی عنہ

جواب درست ہے۔ الجواب صحیح ومعتبر وحق الجواب صحیح

قادر علی عفی عنہ مقیم دہلی فقیر محمد حسین محمد اسمٰعیل مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی

صح الجواب الجواب صحیح الجواب صحیح منقہ الجواب صحیح

محمد ابراہیم دہلوی محمد محی الدین عفی عنہ اعظم پوری محمد یٰسین الرحیم آبادی خلیل اللہ خادم العلماء

سید محمد عبدالسلام سید محمد ابوالحسن محمد حسن سید محمد نذیر حسین

دہلوی دہلوی دہلوی محدث دہلوی

الجواب صحیح ثابت علی عفی عنہ۔ المجیب مصیب بشیر احمد عفا اللہ عنہ۔ الجواب صحیح میاں محمد بقلم خود۔ الجواب حق صریح الحق ان یتبع عبداللہ شاہ جلال آبادی کرنالی۔ محمد ابراہیم سنبھلی عفی عنہ۔ جواب صحیح ہے فقیر مغیث الدین حنفی کرنالی بقلمہ۔ الجواب صحیح ابوالحسن عفی عنہ سہارنپوری۔

الجواب صحیح | صد شکر کہ من پیر محمد دادم | الجواب صحیح | المجیب مصیب | الجواب صحیح

پیر محمد سہارنپوری | خلیل احمد عفی عنہ | محمد حسن دیوبندی | محمد منفعت علی دیوبندی

اصاب من اجاب قمر الدین عفی عنہ محمد ابراہیم

کرامت علی سہارنپوری قمر الدین سہارنپوری۔ امام جامع مسجد سہارنپور عفی عنہ

جوشخص کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مثل نکاح وغیرہ کے عیب یا ذلت یا باپ دادا کی بے عزتی سمجھے بے شک وہ کافر دوزخی واجب القتل ہے بسبب ارتداد کے۔

عبداللہ خان الجواب صحیح احمد عفی عنہ بن مولانا محمد قاسم صاحب

عفی عنہ مرحوم مدرس عربی مدرسہ عالیہ دیوبند اسمہ احمد

محمد عثمان عفی عنہ۔ ہذا الجواب حق لاشک فیہ سراج احمد عفی عنہ۔ المجیب المصیب محمد عبدالحق عفی عنہ۔ ان ہذا ہو الحق محمد شفیع۔ الجواب صحیح جلال الدین عفی عنہ۔ رحیم بخش۔ عبدالوہاب عفی عنہ۔ محمد اسمٰعیل عفی عنہ۔ احمد اللہ چاٹگامی۔ لاشک فیہ محمد عبدالرحمٰن سخاوت علی عفی عنہ مدرس مدرسہ عربی قصبہ انبیٹھہ ضلع سہارنپور۔ محمد صدیق عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ انبیٹھہ۔

الجواب صحیح والمجیب نجیح احقر العباد محمد بن عمر بن مولوی شیخ محمد غفرلہ الصمد تھانوی فاروقی چشتی، صابری، اسمٰعیلی نوری عبدالحقی انواری۔ | محمد عمر بن مولانا شیخ محمد

من اجاب اصاب غلام احمد عفی عنہ الجواب صحیح سعید احمد عفی عنہ الجواب صحیح حبیب احمد عفی عنہ

الجواب صحیح | جمیل احمد | اللہ جمیل ویحب الجمال | الجواب صحیح | دین محمد دادم

رسول احمد عفی عنہ | عفی عنہ | دین محمد عفی عنہ۔

پردہ کی تنبیہ نہ کرنے والا مرد

سوال:۔ جس شخص کی زوجہ ماموں زاد بھائی یا بہنوئی وغیرہ سے حسبِ رواج زمانہ پردہ نہ کرتی ہو تو یہ زوج حکم فاسق معلن میں ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر عورت پردہ شرعی سے سامنے آتی ہے یا پردہ شرعی نہیں کرتی مگر خاوند اُس پر تنبیہ کرتا ہے اور اس کے اس فعل سے ناخوش ہے تب تو اس کے ذمہ کوئی معصیت نہیں اور اگر وہ پردہ شرعی نہیں کرتی اور خاوند اس سے ناخوش نہیں تو بے شک سخت گناہگار ہے۔

رنڈی کا ناچ ولہولعب

سوال:۔ زید نے اپنے پسر کی تقریب نکاح میں پندرہ بیس روز قبل سے ڈھول اپنے گھر میں رکھوا کر عورتوں سے بجوایا اور گوایا اور نوبت نقارے بجوائے اور آرائش باغ باڑی آتشبازی کثرت سے جھاڑوں کی روشنی اور معہ تاشے باجے نوشہ کو سہرہ نقرئی طلائی سے معہ دیگر رسومات ممنوعہ کے بازار میں گشت کرائے مثل برات ہنود کے اور تمام شب دُلہن کے گھر پر ناچ رنڈی کا کرایا۔ لوگوں کو ناچ کی دعوت کر کے بلایا پھر عقد نکاح کرایا گیا اور بروقت رخصت معہ تاشے باجے بکھیر کرتا ہوا روپیہ پیسہ کی اپنے گھر آیا۔ ہر چند کہ زید کو لوگوں نے ایسی حرکات نالائقہ سے منع کیا مگر باز نہ آیا اور فخریہ اصرار کر کے جواب دیتا تھا کہ یہ جملہ امور جائز ہیں کسی میں کچھ حرج نہیں خود رسول اللہ نے ناچ راگ باجہ عورتوں کا سنا دیکھا ہے اور رنڈی بھی عورت ہی ہے میں ان افعال کو جائز اور ثابت بالحدیث جانتا ہوں باوجودیکہ زید اپنے کو مقتدائے قوم اور بزرگ بننے کا دعویٰ بھی کرتا ہے اور لوگوں کی امامت بھی کرتا ہے۔ لہٰذا زید کس جرم شرعی کا مرتکب ہے فسق کا یا کفر کا؟ درصورت کفر اُس کی زوجہ نکاح سے خارج ہوئی یا نہیں اور امامت اُس کی جائز ہے یا نہیں؟ اور لوگوں کو اس سے ترک ملاقات واختلاط و سلام ضروری ہے یا نہیں اور اس کی قوم والے اتفاق کر کے اُس کو برادری سے نکال دیں یا نہیں؟ اور جو لوگ اُس کے ان افعال وحرکات میں شریک ہوں اور اُس سے اتحاد رکھیں، میل جول ناطہ رشتہ پیدا کریں اُن کا کیا حکم ہے اور انعقاد نکاح میں ایسی مجالس ممنوعہ سے نقصان واقع ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ لہو ولعب کے تاشے باجے ڈھول آتشبازی طلائی نقرئی سہرا رنڈی کا ناچ اُس کے لئے لوگوں کی دعوت روپیہ پیسہ بکھیر کر مال کی اضاعت تفاخر وریا کی حالت یہ سب افعال گناہ وناجائز اور حرام تھے کفر نہ تھے، مگر رنڈیوں کے ناچ کو جائز جاننا کفر ہوا کہ زنان فاحشہ کے اس ناچ کی حرمت ضروریاتِ دین سے ہے۔ قرآن عزیز کی متعدد آیات اُس کی حرمت پر ناطق ہیں کما تلوناها فی الخطر من فتاوینا منظومة وهبانية[1]۔ درمختار وغیرہما میں ہے ومن یستحل الرقص قالوا بکفره ولا سیما بالدف یلهو ویزهر[2] وجزاکرد کی کتاب السیر فصل فی المتفرقات میں ہے۔ وقد نقل القرطبی ان

---

[1] جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ کے باب الخطر میں لکھا ہے (نوٹ باب الخط والاباحت اس کتاب کی دیکھو)۔

[2] اور جو شخص رقص کو حلال جانے فقہاء اس کو کافر قرار دیتے ہیں خصوصاً جو دَف کے ساتھ ہو کہ کھیلتا ہو اور بجاتا ہو۔

هذا الغناء وضرب القضيب والرقص حرام بالاجماع عند مالک وابی حنیفة والشافعی واحمد رأیت فتوی شیخ الاسلام السید جلالة الملة والدین الکیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنھم ان مستحل ھذا الرقص کافر ولما علم ان حرمته بالاجماع لزم ان یکفر مستحله اھ بالاختصار [1]

پھر اس کے دیکھنے کو عیاذاً باللہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیہم وسلم کی طرف نسبت کرنا اُس سے بدتر کفر اخبث واکبر ہے کہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء کے سوا صراحۃً حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ اور حضور والا تو حضور والا کسی نبی کی توہین مطلقاً اجماعاً کفر مبین ہے صلی اللہ تعالیٰ علی الحبیب وسلم قال اللہ تعالیٰ ان الذین یؤذون اللہ ورسوله لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرة واعدّ لھم عذابا مھینا [2]

پس صورت مستفسرہ میں زید بلاشبہ کافر مرتد ہو گیا اُس کی جورو اس کے نکاح سے نکل گئی۔ اگر زید توبہ کرے اور اسلام لائے جب بھی عورت کو اختیار ہے کہ اس سے نکاح نہ کرے جس سے چاہے نکاح کرلے نماز اس حالت میں اُس کے پیچھے نہ فقط حرام ہے بلکہ باطل محض ہو گی جیسے گنگا دین یا رام چرن کے پیچھے بلکہ بدتر کہ وہ کافر اصلی ہے اور یہ مرتد اور مرتد کا حکم کافر اصلی سے اشد ہے جب تک اسلام نہ لائے اپنے ان اقوال ملعونہ سے صراحۃً توبہ نہ کرے اُس سے میل جول سلام وکلام سب حرام برادری والوں پر فرض ہے کہ اُسے برادری سے نکال دیں۔ جو لوگ ان افعال ممنوعہ میں شرکت کریں گنہگار ہیں اور جو اُس سے میل جول ناطہ ورشتہ کریں سب مستحق نار قال اللہ تعالیٰ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار [3] اور اگر ان دو قول ملعون میں اُس کے شریک ہوں تو وہ بھی اس کی طرح صریح کفار اور انہی سب احکام کفر وارتداد کے سزاوار۔ افعال ممنوعہ سے انعقاد نکاح میں خلل نہیں ہوتا ہاں اگر دولہا دولہن میں کوئی ایک یا جمیع حاضرین جلسہ ایجاب وقبول وعقیدہ کفریہ رکھتے ہوں تو نکاح نہ ہو گا یوں ہی اگر حاضرین میں صرف ایک مرد یا عورت یا ایک مرد ایک عورت یا دو عورتیں مسلمان باقی عقائد کفریہ والے تو وہ بھی اس حکم میں ہیں اما علی الاول فلان المرتد لا نکاح له ولا مع مرتدتھا والمرتدة لا نکاح لھا ولا مع مرتد واما علی الاٰخر فلاشتراط شاھدین مسلمین فی نکاح مسلمین فلا انعقاد بمحضر مرتدین کما لا یخفی واللہ سبحانه وتعالیٰ اعلم کتبه عبده المذنب احمد رضا عفی عنه بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم

بلاشک ناچ رنگ رنڈیوں کا اور اسراف بیجا اور بکھیر مال کی اور اس کا ضائع کرنا اور نقرہ وسونے کا سہرہ مردوں کیلئے یہ سب ناجائز ہیں تو اسکو ہرگز جائز نہ جاننا چاہیئے۔

محمدی حنفی قادری
عبدالمصطفےٰ احمد رضا خاں

---

[1] اور نقل کیا ہے قرطبی نے کہ یہ گانا اور لکڑی کا مارنا اور ناچنا بالاجماع حرام ہے۔ مالک اور ابو حنیفہ اور شافعی واحمد رحمہم اللہ کے پاس میں نے شیخ الاسلام جلالۃ الملۃ والدین گیلانی رضی اللہ عنہم کا فتویٰ دیکھا ہے کہ اس ناچ کو جائز سمجھنے والا کافر ہے اور جب اس کی حرمت بالاجماع جان لی گئی تو لازماً اس کو حلال جاننے والا کافر ہے۔

[2] اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر دنیا و آخرت میں لعنت نازل فرما دی ہے اور ان کے لئے اہانت کرنے والا عذاب تیار رکھا ہے۔

[3] اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ظالموں کی طرف توجہ نہ کرو کہ تم کو بھی آگ پکڑے گی۔

یزید پر لعنت کرنا

سوال:- یزید کہ جس نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالے عنہ کو شہید کرایا وہ قابلِ لعن ہے یا کہ نہیں؟ گو کہ لعن کرنے میں احتیاط کرے۔ بہت اکابرین در باب لعن یزید تحریر فرما چکے ہیں۔ چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ شب شہادت کو میں نے ایک آواز غیب سُنی کہ کوئی کہتا تھا ؎

ایھا القاتلون جھلا حسینا　　　بشروا با العذاب والتذلیل
قد لعنتم علی لسان ابن داؤد　　　وموسی وحامل الانجیل

کذا فی تحریر الشہادتین[1] (وصواعق محرقۃ) اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ الخلفاء میں تحریر فرماتے ہیں:- قال صلی اللہ علیہ وسلم من اخاف اھل المدینۃ اخافہ اللہ وعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین (رواہ مسلم) وکان سبب خلع اھل المدینۃ لہ ان یزید اسرف فی المعاصی[2]- اور دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ وقتل وجیئ براسہ فی طست حتی وضع بین یدی ابن زیاد لعن اللہ قاتلہ وابن زیاد ومعہ یزید[3]- اور بعض محققین مثل امام ابن جوزی اور مُلا سعد الدین تفتازانی وغیرہما رحمہم اللہ بھی لعن کے قائل ہیں۔ چنانچہ مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں۔

"وجہ قول جواز لعن آنست کہ ابن جوزی روایت کردہ کہ قاضی ابویعلی در کتاب خود معتمد الاصول بسند خود از صالح بن احمد بن حنبل روایت کردہ کہ گفتم پدر خود را کہ اے پدر مردم گمان می برند کہ ما مردم یزید را دوست می داریم احمد گفت کہ اے پسر کسے کہ ایمان بخدا و رسول داشتہ باشد او را دوستی یزید چگونہ روا باشد و چرا لعنت نہ کردہ شود برکسیکہ خدا بروئے در کتاب خود لعنت کردہ گفتم در قرآن کجا بر یزید لعنت کردہ است احمد گفت فھل عسیتم ان تولیتم[4] الخ اور نیز مکتوبات صـ۲۰۳ میں ہے۔ غرض کہ کفر بر یزید از روایت معتبرہ ثابت می شود

---

[1] اے وہ لوگو! جنہوں نے حسینؓ کو جہالت سے قتل کیا عذاب اور ذلت کی خوشخبری حاصل کرو تم ابن داؤد کی زبان پر لعنت کئے گئے ہو اور موسیٰ اور صاحب انجیل کی زبان پر تحریر الشہادتین میں اسی طرح لکھا ہے۔

[2] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اہلِ مدینہ کو ڈرایا اللہ تعالے اس کو ڈرائے گا اور اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی (اس کو مسلم نے روایت کیا ہے) اور اہلِ مدینہ نے اس لئے بیعت کو توڑ دیا کہ یزید نے گناہوں میں بے حد زیادتی کر دی تھی۔

[3] پس حسینؓ قتل کئے گئے اور ان کا سر طشت میں لایا گیا حتیٰ کہ ابن زیاد کے سامنے رکھا گیا۔ اللہ تعالے اس پر اور قاتل حسین پر اور اس کے ساتھ یزید پر لعنت کرے۔

[4] لعنت کے جواز کا قول اس بنا پر ہے کہ ابن جوزی نے روایت کی ہے کہ قاضی ابویعلی اپنی کتاب معتمد الاصول میں اپنی سند کے ساتھ صالح بن احمد بن حنبل سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے کہا کہ اے باپ! لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم یزید کے لوگوں کو دوست رکھتے ہیں۔ احمد نے فرمایا اے بیٹے جو شخص خدا اور رسول پر ایمان رکھتا ہو اس کی یزید کی دوستی کس طرح جائز ہو سکتی ہے اور کس لئے لعنت نہ کی جائے اس شخص پر جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت فرمائی ہو۔ میں نے کہا قرآن میں یزید پر لعنت کہاں ہے؟ تو احمد نے فرمایا اس آیت میں فھل عسیتم ان تولیتم الخ میں۔ (سو اگر تم کنارہ کش ہو تو آیا تم کو یہ احتمال بھی ہے کہ تم دنیا میں فساد مچا دو اور آپس میں قطع قرابت کر دو۔)

پس او مستحق لعن است اگرچہ در لعن گفتن فائدہ نیست لیکن الحب فی اللہ والبغض فی اللہ مقتضی آنست واللہ اعلم۔[1]
ان عبارات مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض حضرات کفر کے بھی قائل تھے اور بعض حضرات اکابر دین لعن کو جائز نہیں سمجھتے ہیں۔ اس واسطے کہ یزید کے کفر کا حال محقق نہیں۔ پس وہ قابلِ لعن نہیں، لہٰذا یزید کو کافر کہنا اور لعن کرنا جائز ہے یا نہیں مدلل ارقام فرمائیں۔

جواب:۔ حدیث صحیح ہے کہ جب کوئی کسی پر لعنت کرتا ہے، اگر وہ شخص قابل لعن کا ہے تو لعن اس پر پڑتی ہے ورنہ لعنت کرنے والے پر رجوع کرتی ہے پس جب تک کسی کا کفر پر مرنا محقق نہ ہو جاوے اس پر لعنت نہیں کرنا چاہیئے کہ اپنے اوپر عود لعنت کا اندیشہ ہے۔ لہٰذا یزید کہ وہ افعال ناشائستہ ہر چند موجب لعن کے ہیں۔ مگر جس کو محقق اخبار سے اور قرائن سے معلوم ہو گیا کہ وہ ان مفاسد سے راضی و خوش تھا اور اس کو مستحسن اور جائز جانتا تھا اور بدون توبہ کے مر گیا تو وہ لعن کے جواز کے قائل ہیں اور مسئلہ یوں ہی ہے اور جو علماء اس میں تردد رکھتے ہیں کہ اول میں وہ مومن تھا اس کے بعد اُن افعال کا وہ مستحل تھا یا نہ تھا اور ثابت ہُوا یا نہ ہُوا، تحقیق نہیں ہُوا۔ پس بدوں تحقیق اس امر کے لعن جائز نہیں۔ لہٰذا وہ فریق علماء کا بوجہ حدیث منع لعن مسلم کے لعن سے منع کرتے ہیں اور یہ مسئلہ بھی حق ہے۔ پس جواز لعن و عدم جواز کا مدار تاریخ پر ہے اور ہم مقلدین کو احتیاط سکوت میں ہے۔ کیونکہ اگر لعن جائز ہے تو لعن نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ لعن نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنّت نہ مستحب محض مباح ہے اور جو وہ محل نہیں تو خود مبتلا ہونا معصیت کا اچھا نہیں۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم۔

شاہ اسمٰعیل شہید کے متعلق رائے

سوال:۔ جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم جو ہمراہ سید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شہید ہوئے تھے ان کو مردود کہنا اور بے ایمان کافر کہنا درست ہے یا نہیں؟ اور اگر نادرست ہے تو مردود اور بے ایمان کہنے والے کا کیا حکم ہے اور تقویۃ الایمان جو تصنیف مولانا مرحوم کی ہے اس کا مطالعہ کرنا اور پڑھنا اور پڑھانا اچھا ہے یا بُرا؟

جواب:۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ عالم متقی اور بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے اور قرآن وحدیث پر پورا عمل کرنے والے اور خلق اللہ کو ہدایت کرنے والے تھے اور تمام عمر اسی حالت میں رہے۔ آخر کار فی سبیل اللہ جہاد میں کفار کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ پس جس کا ظاہر حال ایسا ہو وہ ولی اللہ اور شہید ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے ان اولیاءہ الا المتقون[2] اور کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور ردّ شرک و بدعت میں لاجواب ہے استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں اُس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے اور موجب اجر کا ہے اس کے رکھنے کو جو بُرا کہتا ہے وہ فاسق اور بدعتی ہے۔ اگر اپنے جہل سے کوئی

---

[1] غرضیکہ یزید پر کفر معتبر روایت سے ثابت ہوتا ہے پس وہ مستحق لعنت ہے اگرچہ لعنت کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے محبت اللہ تعالیٰ کے لئے دشمنی کا مقتضاء یہ ہے۔ واللہ اعلم۔ [2] اللہ کے ولی متقیوں کے سوا کوئی نہیں۔

اس کتاب کی خوبی نہ سمجھے تو اس کا قصورِ فہم ہے کتاب اور مؤلّف کتاب کی کیا تقصیر؟ بڑے بڑے عالم اہلِ حق اس کو پسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کسی گمراہ نے اُس کو بُرا کہا تو وہ خود ضال و مضل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شاہ اسمٰعیل شہید کے مختصر حالات

سوال:۔ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید دہلوی جو مستند الوقت شیخ الکل مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے پوتے تھے ان کو مردود اور کافر کہنا اور لعن طعن کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں ہے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے اور کتاب تقویۃ الایمان مصنفہ مولانا مرحوم کیسی ہے اس کا پڑھنا اچھا ہے یا بُرا۔

جواب:۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب عالم متقی بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے اور قرآن و حدیث پر پورا پورا عمل کرنے والے اور خلق کو ہدایت کرنے والے تھے اور تمام عمر اسی حال میں رہے۔ آخر کار فی سبیل اللہ جہاد میں کفار کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ پس جس کا ظاہر حال ایسا ہو وے وہ ولی اللہ اور شہید ہے۔ حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ ان اولیاء ہ الا المتقون۔ کوئی نہیں اولیاء حق تعالےٰ کے سوائے متقیوں کے۔ بموجب اس آیت کے مولوی اسمٰعیل ولی ہوئے اور حسب فحوائے حدیث من قاتل فی سبیل اللہ فواق ناقۃ فقد وجبت لہ الجنۃ الحدیث[1] کے وہ جنتی ہیں سو جو ایسا شخص ہو کہ ظاہر میں ہر روز تقویٰ کے ساتھ رہا اور پھر حق تعالیٰ کی راہ میں شہید ہُوا وہ قطعی جنتی ہے اور مخلص ولی ہے ایسے شخص کو مردود کہنا خود مردود ہونا ہے اور ایسے مقبول کو کافر کہنا خود کافر ہونا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

من عادی لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب۔ جس نے عداوت کی میرے ولی سے سو میری طرف سے اُس کو اعلام لڑائی کا ہے تو گویا خدائے تعالیٰ سے وہ مقابل ہُوا۔ پس دیکھو جس کو خدائے تعالےٰ اپنے سے لڑائی کرنے والا فرمائے وہ کون ہوتا ہے۔ بہرحال ایسے عالم مقبول کو مردود کہنے والا بالضرور سخت فاسق ہے۔ تمام ائمہ اور ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور قریب کفر کے حق تعالیٰ ایسے بدزبانوں، فاسقوں، بدعتیوں کو ہدایت کرے اور حق یہ ہے کہ مولوی اسمٰعیل صاحب سے اہلِ بدعت کو اس واسطے عداوت ہے کہ انہوں نے بدعات کو خوب ظاہر کر کے قلع کیا ہے۔ اہلِ بدعت کے بازار کو بے رونق کر دیا۔ اس واسطے اس صاحبِ سنّت سے یہ لوگ بدعتی ناخوش ہو گئے اور سب وشتم کرنے لگے جیسا روافض صاحبِ سنت اور شیخین رضی اللہ عنہما سے عداوت کر کے طعن کرتے ہیں۔ بہرحال یہ لوگ مولوی اسمٰعیل کے طعن کرنے والے ملعون ہیں۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ جو کوئی کسی پر لعنت کرتا ہے وہ لعنت کرنے والے پر عود کرتی ہے اگر لعنت کیا گیا قابل لعنت کے نہ ہو اور معلوم ہو چکا کہ مولوی اسمٰعیل شہید ولی مہبط رحمۃ حق تعالےٰ کے ہیں تو بالضرور ان کی لعنت کرنے والے پر عود کرتی ہے۔ وہ خود ملعون مطرود الرحمۃ ہوئے واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور وہ ردّ شرک و بدعت میں لاجواب ہے۔ استدلال اُس کے بالکل کتاب اور احادیث سے ہیں اُس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے اور موجب اجر کا ہے اس کے

---

[1] جس نے اللہ کی راہ میں اونٹنی کا دودھ دوہنے کے وقت کے برابر بھی جنگ کی وہ جنت میں داخل ہُوا۔

رکھنے کو جو کفر کہتا ہے خود یا کافر ہے یا فاسق بدعتی ہے۔ اگر اپنے جہل سے کوئی اس کتاب کی خوبی نہ سمجھے تو اس کا قصورِ فہم ہے کتاب اور مؤلف کتاب کی کیا تقصیر ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ[1]

بڑے بڑے اہلِ حق اس کو پسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کسی گمراہ نے اس کو بُرا کہا تو وہ خود ضال و مضل ہے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم۔

شاہ اسمٰعیل شہید کے فتویٰ پر رائے

سوال :- درصورتیکہ بعض افعال شرکیہ کہ در رسالہ تقویۃ الایمان محرر شدہ مثل نذر لغیر اللہ یعنی توشہ وغیرہ و بوسہ دادن قبر و غلاف انداختن بدان و سوگند بنام غیر اللہ و مثل آنہا از زید صادر شد پس زید را کافر گفتن و خون و مال اور اباح دانستن و دیگر معاملۂ کفار با او نمودن جائز است یا نہ ؎[2]

جواب :- زید را کافر محض دانستن و با او معاملۂ کفار بمجرد صدور آنچہ در سوال محرر است جائز نیست و ہر کہ با او معاملۂ کفار بمجرد صدور افعال مذکورہ نماید گنہگار می شود و آنچہ در رسالہ تقویۃ الایمان محرر شدہ بیانش اینست کہ چنانکہ در حدیث شریف وارد ست کہ ایمان را چند و ہفتاد شعبہ ست افضل جمیع شعبہ لا الہ الا اللہ و ادنیٰ آنہا دور کردن چیزے موذی از راہ ست و ہمچنیں در روایت دیگر وارد شدہ کہ حیا شعبہ ایست از ایمان و ہمچنیں در روایات متعددہ وارد شدہ کہ صبر و سماحت یعنی علوئے ہمت و حسن خلق شعبہائے ایمان ہستند و حالانکہ بسیار دیدہ می شود کہ بعض ازیں امور در بعضے از کفار یافتہ میشود۔ مثلاً بسیارے از کفار صاحب حیا ہم می شوند و بسیارے از ایشاں خوش خلق ہم میشوند۔ پس بمجرد یافتن حیا مثلاً آں کافر را مومن نتواں گفت و با او معاملہ مسلمانان نمی تواں کرد۔ آرے ایں قدر البتہ ضرور باید دانست کہ حیا شعبہ ایست از ایمان و چیز یست کہ نہایت پسندیدہ است نزد حق جل و علیٰ۔ اگرچہ ایں شخص پسندیدہ نیست زیرا کہ کافر ست اما ایں خلق او پسندیدہ، ہمچنیں وقتیکہ شرک مقابل ایمان ست پس لابد او را ہم ایں قدر شعبہا باشند پس چنانکہ زید را بمجرد حیا مومن نتواں گفت اگرچہ خلق و حیا را تحسین باید کرد۔ ہمچنیں او را بمجرد سوگند خوردن بنام غیر خدا مشرک نتواں گفت اگرچہ ایں فعل او را از فعل شرکیہ باید شمرد و انکار بریں فعل بلیش از بیش باید نمود و اہانت ایں فعل باید کرد و اہانت فاعل آں بالخصوص بباید کرد زیرا کہ ممکن ست کہ درآں شخص چنانکہ ایں شعبۂ شرکیہ یافتہ شدہ بسیارے از شعبہ ہائے ایمان ہم موجود باشد۔ پس بسبب شعبہائے ایمان

---

[1] اگر دن کو کوئی شب پرہ چشم نہ دیکھے تو اس میں آفتاب کا کیا قصور

[2] ایسی صورت میں کہ بعض افعال شرکیہ کہ رسالہ تقویۃ الایمان میں لکھے ہوئے ہیں جیسے نذر لغیر اللہ یعنی توشہ وغیرہ اور قبر کو بوسہ دینا اور اس پر غلاف ڈالنا اور غیر اللہ کے نام سے قسم کھانا اور اسی کے مثل اور امور زید سے صادر ہوں تو زید کو کافر کہنا اور اس کے خون و مال کو جائز سمجھنا اور کفار کے مثل دوسرے معاملات اس کے ساتھ کرنا جائز ہیں یا نہیں ؟

مقبول عند اللہ گردد۔ گو این فعل او مردود باشد و این تفصیل ملحوظ باید داشت ما دامیکہ فاعل آں مقابلۂ شرع شریف بے پردہ ننمودہ باشد اما وقتیکہ رد شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰت و اکمل التحیات والتسلیمات الزاکیات نماید مثلاً بگوید کہ اورا باشریعت ہیچ کار نیست یا بگوید کہ فلاں کار البتہ خواہد کرد خواہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی شوند یا ناخوش یا بگوید ممنوعیت این فعل در شرع است اما شرع برائے او نیست بلکہ برائے دیگراں ست مذہب او طریقت ست نہ شریعت۔ پس آں وقت کافر مطلق میشود ہمہ شعبہائے ایمان کہ در او موجود باشد برباد گردد و در غضب الٰہی گرفتار میشود[1] اعاذنا اللہ و سائر المسلمین من غضب اللہ و غضب رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم۔[2]

---

[1] زید کو کافر محض جاننا اور اس کے ساتھ بمجرد ان باتوں کے صادر ہونے کے جو سوال میں درج ہیں کفار کے جیسا معاملہ کرنا جائز نہیں ہے اور جو شخص اس کے ساتھ بمجرد ان افعال مذکورہ کے صادر ہونے کے کفار کے جیسا معاملہ کرے وہ گنہگار ہوگا اور جو کچھ رسالہ تقویۃ الایمان میں لکھا گیا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ایمان کی کچھ اوپر ستتر شاخیں ہیں اور تمام شاخوں میں افضل لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ ہے اور ادنیٰ اس کا کسی موذی چیز کا راستہ سے دور کر دینا ہے اور اسی طرح دوسری روایت میں وارد ہوا ہے کہ حیا ایمان کی ایک شاخ ہے اور اسی طرح متعدد روایات میں وارد ہوا ہے کہ صبر اور جوانمردی یعنی بلند ہمتی اور حسن اخلاق ایمان کے شعبے ہیں اور حالانکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ان امور میں سے بعض کفار میں بھی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً بہت سے کفار صاحبِ حیا بھی ہوتے ہیں ان میں سے بہت سے خلیق بھی ہوتے ہیں۔ پس بمجرد اس کافر میں حیا کو پانے کے مومن نہیں کہہ سکتے ہیں نہ اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کر سکتے ہیں البتہ اتنا ضرور جاننا چاہیئے کہ حیا ایمان کی ایک شاخ ہے اور نہایت پسندیدہ چیز ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگرچہ یہ شخص پسندیدہ نہیں ہے اس لئے کہ کافر ہے لیکن اس کی یہ عادت پسندیدہ ہے۔ اسی طرح جس وقت کہ شرک ایمان کے مقابل میں ہے تو ضرور ہے کہ اس کے بھی اسی قدر شاخیں ہوں گی۔ اسی طرح اس کو بمجرد غیر خدا کی قسم کھانے کے مشرک نہیں کہہ سکتے اگرچہ اس کے اس فعل کو افعال شرک سے سمجھنا چاہیئے اور اس فعل پر اعتراض زیادہ سے زیادہ کرنا چاہیئے اور اس فعل کی اہانت کرنا چاہیئے اور اس کے کرنے والے کی اہانت خصوصیت سے کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ جس طرح اس شخص میں یہ شعبۂ شرکیہ پایا جاتا ہو بہت سے شعبہ ہائے ایمان بھی موجود ہوں پس وہ بسبب ایمان کے شعبوں کے اللہ تعالیٰ کے پاس مقبول ہوگا اگرچہ اس کا یہ فعل مردود ہوگا اور اس تفصیل کا یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ یہ اُس وقت تک ہے جب تک کہ اس کا کرنے والا شرع شریف کا مقابلہ اعلانیہ نہ کیا کرے۔ لیکن اگر وہ شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ و اکمل التحیات والتسلیمات الزاکیات کی رد کرنے لگے مثلاً یہ کہے کہ اس کو شریعت سے کوئی تعلق نہیں یا یہ کہے کہ وہ فلاں کام ضرور کرے گا خواہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی رہیں یا ناراض یا یہ کہے کہ اس فعل کی ممانعت تو شرع میں ہے لیکن شرع اس کے لئے نہیں ہے بلکہ دوسروں کے لئے ہے۔ اس کا مذہب طریقت ہے نہ کہ شریعت تو اس وقت وہ کافر مطلق ہوگا۔ ایمان کے تمام شعبے جو اس میں موجود ہوں گے برباد ہو جائیں گے اور وہ غضب الٰہی میں گرفتار ہو جائے گا۔ فتاویٰ عزیزی جلد دوم صفحہ ۱۰۴

[2] اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو اپنے اور اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غضب سے پناہ میں رکھے۔

کتبہ محمد اسماعیل　　　مصنف تقویۃ الایمان عفی عنہ　　　محمد اسماعیل

در شاہجہان آباد محررہ دوازدہم جمادی الاولیٰ ۱۲۴۰ھ تمام شد　　　دہلوی

جواب :۔ جواب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کا نہایت صحیح ہے کہ افعال شرکیہ بعض ایسے ہیں کہ شرک محض ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ لوگ ان کو کرتے ہیں اور تاویل ہوسکتی ہے پس پہلی قسم جیسا بُت کو سجدہ کرنا زنار ڈالنا ان امور سے مشرک ہو جاتا ہے اور دوسری قسم کے افعال سے کبیرہ گناہ ہوتا ہے خروج عن الاسلام نہیں ہوتا کیونکہ بعض شرک اصل شرک ہے اور بعض کم کہ شرکٌ دُوْنَ شِرْکٍ کہتے ہیں تو دوسرے درجہ کے شرک حقیقۃً شرک نہیں۔ مثلاً قسم لغیر اللہ کو شرک فرمایا اور ریا کو شرک فرمایا اور تسمیہ لغیر اللہ کو شرک فرمایا۔ چونکہ یہ افعال صورۃً شرک ہیں اُن کو شرک فرمادیا ہے اُن کے کرنے سے مشرک حقیقی نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ　　　رشید احمد ۱۳۰۱

کتاب تقویۃ الایمان کے متعلق رائے

سوال :۔ کتاب تقویۃ الایمان کیسی کتاب ہے اس کو اچھا سمجھنا اور اس کا درس کرنا اور اس پر عمل کرنا کیسا ہے؟ اور مولانا محمد اسحاق صاحب کو بُرا سمجھنا اور اُن کو کافر و مردُود بتانا اور حقیر سمجھنا کیسا ہے۔ اگر کسی کے ماں باپ نماز جماعت و وعظ سُننے کو منع کریں تو اُس کو چھوڑ دے یا اُن کے کہنے کو رد کرے۔ مجھ عاجز کے واسطے دُعا کیجئے۔ مجھ کو کوئی دعا تعلیم فرمائیے جس کے ذریعے سے وسواس ہونا دور ہوں اور اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہو اور عشق حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نصیب ہو۔ آپ سے اللہ واسطے عرض کرتا ہوں۔ فقط والسلام

جواب :۔ کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ اور سچی کتاب اور موجب قوت و اصلاح ایمان کی ہے اور قرآن و حدیث کا مطلب پورا اس میں ہے اس کا مؤلف ایک مقبول بندہ تھا اور مولانا محمد اسحاق دہلوی ولی کامل محدث فقیہ عمدہ مقبولین حق تعالےٰ کے تھے جو کوئی ان دونوں کو کافر یا بد جانتا ہے وہ خود شیطان ملعون حق تعالیٰ کا ہے اور اگر کسی کا باپ یا والدہ نماز جماعت سے منع کرے یا وعظ سننے سے کسی عالم مقبول متدین کے منع کرے تو قول والدین کا ہرگز نہ ماننے بلکہ اُن کاموں کو کرتا رہے اور دفع وسوسہ شیطانی کے واسطے لاحول اور استغفار پڑھا کرو۔ فقط والسلام

سوال :۔ قبر کے طواف کرنے والے کو کافر کہا جائے گا یا نہیں ؟

جواب :۔ صلحا اور اولیاء کی قبروں کا طواف کرنا بلا شبہ بدعت ہے اس لئے کہ زمانہ سابق میں نہ تھا لیکن اب اختلاف ہے کہ یہ بدعت حرام ہے یا مباح۔ بعض کتب فقہ میں مباح لکھتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ مباح نہیں ہے اس لئے کہ بت پرستوں سے مشابہت لازم آتی ہے، اس لئے کہ وہ بھی بتوں کے اطراف یہی عمل کرتے ہیں و نیز طواف شرع میں محض کعبہ کے لئے وارد ہُوا ہے اور بزرگ کی قبر کو کعبہ کے مشابہ کرنا بہتر نہیں ہے۔ لیکن جو شخص یہ عمل کرے اس کو کافر کہنا اور دائرۂ اسلام سے خارج کرنا بہت ہی برا اور غیر پسندیدہ کام ہے اور اسی طرح کافر بنانے والے کو کافر بنانا بہت ہی بُرا ہے۔

تقویۃ الایمان کے بعض جملوں کی تشریح

سوال :۔ تقویۃ الایمان کے صفحہ ۱۴ میں ہے (یہ یقین جان لینا چاہیئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے) اس عبارت کے مضمون کا کیا مطلب ہے؟ مولانا علیہ الرحمۃ نے کیا مراد لیا ہے ؟

جواب :۔ اس عبارت سے مراد حق تعالیٰ کی بے نہایت بڑائی ظاہر کرنا ہے کہ اس کی سب مخلوقات اگرچہ کسی درجہ کی ہو اس سے کچھ مناسبت نہیں رکھتی ۔ کمہار لوٹا مٹی کا بنادے اگرچہ خوبصورت پسندیدہ ہو اس کو احتیاط سے رکھے مگر توڑنے کا بھی مختار ہے اور کوئی مساوات کسی وجہ سے لوٹے کو کمہار سے نہیں ہوتی ۔ پس حق تعالےٰ کی ذات پاک جو خالق محض قدرت سے اس کے ساتھ کیا نسبت و درجہ کسی خلق کا ہوسکتا ہے ۔ چمار کو شہنشاہ دنیا سے اولادِ آدم ہونے میں مناسبت و مساوات ہے اور شہنشاہ نہ خالق و رازق چمار کا ہے تو چمار کو تو شہنشاہ سے مساوات بعض وجوہ سے ہے بھی مگر حق تعالےٰ کے ساتھ اس قدر بھی مناسبت کسی کو نہیں کہ کوئی عزت برابری کی نہیں ہوسکتی ۔ فخر عالم علیہ السلام باوجودیکہ تمام مخلوق سے برتر و معزز و بے نہایت عزیز ہیں کہ کوئی مثل ان کے نہ ہُوا نہ ہو گا ۔ مگر حق تعالیٰ کی ذات پاک کے مقابلہ میں وہ بھی بندۂ مخلوق ہیں تو یہ سب حق ہے مگر کم فہم اپنی کج فہم سے اعتراضِ بیہودہ کر کے شانِ حق تعالیٰ کو گھٹاتے ہیں اور اُس کا نام حُبِّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکھتے ہیں ۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

تقویۃ الایمان کے مسائل

سوال :۔ تقویۃ الایمان میں کوئی مسئلہ ایسا بھی ہے جو قابلِ عمل نہیں یا کُل اس کے مسائل صحیح اور علماء دین کو مقبول ہیں اور ایک بات یہ مشہور ہے کہ مولوی اسمٰعیل صاحب شہید نے اپنے انتقال کے وقت بہت سے آدمیوں کے روبرو بعض مسائل تقویۃ الایمان سے توبہ کی ہے آپ نے بھی کہیں یہ بات سنی ہے یا محض افترا ہے اور جو مولانا مرحوم کا معتقد نہ ہو اور اُن کو خوش عقیدہ اور بزرگ نہ جانے وہ بدعتی اور فاسق ہے یا نہیں ؟ اور مولوی صاحب شہید مقلد تھے یا عامل بالحدیث اور اگر مقلد تھے تو کون سے امام کے حنفی تو شاید نہ ہوں چونکہ سنا ہے کہ رفع یدین اور آمین بالجہر کرتے تھے اور اکثر غیر مقلد مولانا موصوف کو عامل بالحدیث بتاتے ہیں اور اسی وجہ سے اُن کو زیادہ مانتے ہیں اور انہی کے قول کو زیادہ سند میں لاتے ہیں بہ نسبت اور علماء کے اور انہی کو اپنے زمانے کا مجتہد بتاتے ہیں حالانکہ اُس زمانے میں اور بہت سے علماء عظام موجود تھے اور انہی کو اکثر مواقع پر حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر ترجیح دیتے ہیں اور اکثر مسائل حضرت شاہ صاحبؒ کے نہیں مانتے اور اُن کے کل مسائل مقبول جانتے ہیں ۔ ان باتوں سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسمٰعیل صاحب مقلد نہیں تھے عامل بالحدیث تھے ۔

اور بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ نہیں مقلد تھے غیر مقلد ہرگز نہیں تھے ۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ ان کو مرتبہ اجتہاد کا تھا اس وجہ سے انہوں نے تقلید نہیں کی ۔ اس کا خلاصہ حال جو ہو تحریر فرمادیجئے اور مولوی صاحب کے عقیدے میں اور محمد بن عبدالوہاب کے عقیدہ میں کچھ فرق تھا یا یہ دونوں صاحب ایک ہی مسلک کے ہیں اور حضرت سید صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کے جو ان کے مرشد ہیں یہ بھی عالم اور مقلد تھے یا نہیں اور حضرت سید صاحب کے خلفاء میں اور بھی کوئی ان سے زیادہ لائق

خلیفہ ہُوا یا سب سے زیادہ سر برآوردہ یہی حضرت تھے۔ اور جو مسائل تقویۃ الایمان میں مختلف ہیں اُن پر عمل کرے یا نہ کرے؟ اور مولوی صاحب موصوف سے سلسلۂ صوفیّت کے نہ چلنے کی کیا وجہ ہے حالانکہ مولوی صاحب خود سیّد صاحب سے بیعت ہوئے ہیں اور ان سے بھی آدمی غالباً مرید ہوئے ہوں گے اور مولوی صاحب ممدوح علماء میں شمار کئے گئے ہیں یا صوفیاء میں ؟

جواب :۔ بندہ کے نزدیک سب مسائل اس کے صحیح ہیں اگرچہ بعض مسائل میں بظاہر تشدد ہے اور توبہ کرنا ان کا بعض مسائل سے محض افتراء اہلِ بدعت کا ہے اور اگر ان کو بزرگ نہ جانے جھوٹے حالات ان کے سن کر تو معذور ہے اور اگر کتاب کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے تو وہ مبتدع فاسق ہے۔ اور وہ یہ فرماتے تھے کہ جب تک حدیث صحیح غیر منسوخ ملے اُس پر عامل ہوں ورنہ ابوحنیفہ کی رائے کا مقلد ہوں اور سیّد صاحب کا بھی یہی مشرب تھا اور محمد بن عبدالوہاب کے عقائد کا مجھ کو مفصل حال معلوم نہیں اور نہ خلفاء سیّد صاحب کا اور مولوی اسمٰعیل صاحب وعظ و رد بدعت میں مصروف رہے پھر جہاد میں جاکر شہید ہو گئے سلسلہ بیعت کا کہاں جاری کرتے اور تمام تقویۃ الایمان پر عمل کرے۔ فقط

تذکیر الاخوان کی عبارت کی تشریح

سوال :۔ تذکیر الاخوان کے صفحہ ۵ میں ہے کہ فرمایا اللہ صاحب نے سورۂ آلِ عمران[1] میں " اور مت ہو اُن کی طرح جو علیحدہ علیحدہ ہو گئے اور اختلاف کرنے لگے بعد اس کے کہ پہنچ چکے ان کو صاف حکم اور اُن کے واسطے بڑا عذاب ہے جس دن سفید ہوں گے بعض منہ اور سیاہ ہوں گے بعض منہ سو وہ جو سیاہ ہُوئے منہ اُن کے کیا تم کافر ہو گئے ایمان میں آکر اب چکھو عذاب بدلا اُس کفر کرنے کا " اس کے فائدے میں ہے کہ " بہت گروہ فرقہ فرقہ ہو گئے چنانچہ یہود و نصاریٰ بہتّر بہتّر فرقہ ہو گئے اور پھر آگے تحریر فرماتے ہیں " پھر ان میں کوئی قادری کوئی نقشبندی کوئی چشتی ہے الخ اور صفحہ میں فرماتے ہیں " پھر کسی نے خود کو چشتی مقرر کیا کسی نے قادری کسی نے نقشبندی کسی نے سہروردی کسی نے رفاعی ٹھہرالیا الخ " تو اس جگہ پر یہ شبہ واقع ہوتا ہے کہ ان خاندانوں کو ان فرقوں میں شامل جو فرمایا تو اس کی کیا وجہ ہے اور یہ مضمون صحیح ہے یا غلط ؟

جواب :۔ مراد یہ ہے کہ فرقہ فرقہ جدا ہونا باعتبار عقائد و اعمال کے بدعت ہے جیسا روافض و خوارج عقائد میں اپنے اہواء سے مختلف ہو گئے ہیں تو اسی طرح اس زمانے کے قادری و چشتی مثلاً اپنے اپنے عقائد مبتدعہ میں اور اعمال ناجائز میں مختلف ہو کر ہر ایک نے خلافِ شرع کو اپنا طریقہ مقرر کر لیا ہے کہ اگر عالم ان کو کسی عقیدہ باطلہ مبتدعہ سے یا کسی عمل غیر مشروع سے منع کرے تو کہتے ہیں کہ ہم قادری ہیں ہم کو جس طرح اپنے بزرگوں سے پہنچا اس کو ہی حق جانتے ہیں اور یہ بالکل غلط ہے کیونکہ عقائد و اعمال سب بزرگانِ دین کے موافق سنّت کے تھے ان لوگوں نے احداثِ بدعات کیا ہے پس ایسے اہلِ طریقہ کو وہ مثل بہتر فرقے کے فرماتے ہیں۔ نہ اُن اہل اللہ لوگوں کو جو ان خاندان کے مقبول متبع سُنّت ہیں

---

[1] آل عمران آیت ۱۰۵، ۱۰۶ ۔

کیونکہ ان کا کوئی فرقہ سوائے اہلِ سُنّت کے نہیں اور کوئی امر طریقہ کا خلاف شرع کے نہیں یہ خود ایک ہی فرقہ ہے فقط نام ہر ایک کا جدا ہے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

مراقبہ کا حکم

سوال :۔ تصور کرنا اولیاء اللہ کا مراقبہ میں کیسا ہے اور یہ جاننا کہ جب ہم ان کا تصور باندھتے ہیں تو وہ ہمارے پاس موجود ہو جاتے ہیں اور ہم کو معلوم ہو جاتے ہیں ایسا اعتقاد کرنا کیسا ہے ؟

جواب :۔ ایسا تصور درست نہیں اس میں اندیشہ شرک کا ہے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم ۔

رسول کے علم غیب کا معتقد

سوال :۔ زید کہتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنا کل علم غیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دیا تھا اور اب بھی آپ مخلوق کے ہر ایک حال ظاہر و باطن خیر و شر سے بخوبی واقف ہیں۔ یہاں تک کہ مچھر کے پَر ہلانے کا بھی آپ کو علم ہو جاتا ہے اور ہر ایک کی آواز خواہ وہ مشرق میں ہو یا مغرب میں بذاتِ خود سُن لیتے ہیں۔ پس یہ عقیدہ کیسا ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والا مذہب احناف اور کتب معتبرہ حنفیہ کی رو سے مسلمان رہا یا کافر مشرک ہو گیا ۔

جواب :۔ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم غیب ہونے کا معتقد ہے سادات حنفیہ کے نزدیک قطعاً مشرک و کافر ہے[1]۔ صاحب بحر الرائق کتاب النکاح میں صاف تحریر فرماتے ہیں کہ جو کوئی نکاح کے شاہدین اللہ اور رسول اللہ مقرر کرے اور اعتقاد یہ کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم غیب ہیں وہ یقیناً کافر ہے اور مشرک تو اسی کو کہتے ہیں کہ کسی مخلوق کو اللہ تبارک وتعالےٰ کے ساتھ کسی وصف ذاتی مثل علم کے اور قدرت کے یا عبادت کے شریک کرے اس واسطے کہ اشراک فی الذات یعنی تعدّد آلہ کا قائل تو بہت ہی کم ہوا ہو گا۔ شامیؒ نے ردالمحتار کی کتاب الارتداد میں صاف طور سے ایسے عقیدے رکھنے والے کی تکفیر کی ہے اور جو یہ کہتے ہیں کہ علم غیب بجمیع اشیاء آنحضرت صلعم کو ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کا عطا کیا ہُوا ہے سو محض باطل اور خرافات میں سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محشر میں بھی بعض لوگوں میں قابل سقی ماء کوثر ہونے کا احتمال ہو گا اور باری تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہو گا انک لا تدری ما احدثوا بعدک اخرج البخاری الحدیث[2] فقط

الجواب صحیح ۔ اصاب المجیب عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ عالیہ دیوبند | وتوکل علے العزیز الرحمٰن | ناظر حسن دیوبندی | محمد ناظر حسن

اصاب من اجاب محمد ریاض الدین عفی عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ

الجواب صحیح خلیل احمد عفی عنہ | خلیل احمد | مدرس اول مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور | بندہ محمود عفی عنہ | الٰہی عاقبت محمود گردان | مدرس اول مدرسہ عالیہ دیوبند

---

[1] مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے موضوعاتِ کبیر میں تحریر فرمایا ہے جس نے اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کا علم یکساں ہونے کا اعتقاد کیا اس کے کفر پر سب کا اجماع ہے ۔

[2] آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا بدعتیں نکالیں ۔

الجواب صواب
عبدالمومن مدرس مدرسہ میرٹھ
الجواب صحیح خاکسار
سراج احمد عفی عنہ میرٹھ

ہذا ہوالحق وماذا بعدالحق الاالضلال اسمہ احمد
احمد حسن الحسینی
امروہی غفرلہ

الجواب صحیح محمد اسحاق عفی عنہ
مدرس مدرسہ میرٹھ

اسمہ احمد

علم غیب خاصہ حق تعالیٰ کا ہے اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہیں۔
کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

ملفوظات

(۱) علم دین کے برابر کوئی چیز نہیں اگر کسی کو نصیب ہو جاوے جہاں تک ہو کوشش کر کے پڑھو سب وظائف درست ہیں مگر وظیفہ یا شیخ عبدالقادر کا بندہ اچھا نہیں جانتا اس کو ترک کردو۔ اور طالب علمی میں اگر وظائف پڑھو گے تو سبق کس طرح یاد ہو گا۔ اگر پڑھنے کے واسطے اوراد کو موقوف کرو تو بہتر ہے بعد فراغت قدر ضروری علم کے شروع کر دینا اور ذہن وحافظہ جیسا خدائے تعالے نے کسی کا بنا دیا بن گیا اب اس کی کشائش اس کے ہی اختیار میں ہے۔ پانی کا بہت پینا اور ماش کی دال اور غلیظ اشیاء کا کھانا مضر ہے۔ بندہ بھی آپ کو دعا میں شریک کرتا ہے اور ذہن کے واسطے سورۂ فاتحہ کو اکیس بار پانی پر دم کر کے پی لیا کرو۔ فقط والسلام

(۲) شیاً للہ کا پڑھنا کسی وجہ سے جائز نہیں۔ اگر شیخ قدس سرہٗ کو عالم الغیب ومتصرف مستقل جان کر کہتا ہے تو خود شرک محض ہے بقولہ تعالیٰ وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ھو[1] الآیۃ ودیگر نصوص قال فی البزازیۃ وغیرھا من الفتاوی من قال ان ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم کفر ومن ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ واعتقد بہ کفر کذا فی البحر الرائق انتھی من مائۃ المسائل[2] اور جو یہ عقیدہ نہیں تو بھی ناجائز ہے کیونکہ اس صورت میں گویہ نداشرک نہ ہو مگر مشابہ بشرک ہے اور جو لفظ موہم معنی شرک ہو اس کا بولنا بھی نارواہے لقولہ تعالیٰ لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا[3] اور بقولہ علیہ السلام لا تقولوا ماشاء اللہ وماشاء فلان ولکن قولوا ماشاء ثم شاء فلان الحدیث[4]۔ حالانکہ صحابہ کی نیت میں کوئی معنی قبیح نہ تھے مگر بسبب۔ مشابہت اور موہم معنی قبیح کے یہ الفاظ ممنوع ہو گئے۔ پھر عوام اس سے ورطۂ شرک و گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ تفسیر عزیزی میں بیان وجوہ شرک میں لکھا ہے۔ الاجملہ اند کسانیکہ در ذکر دیگر انرا با خدا تعالے

---

[1] اللہ تعالیٰ کے اس قول کی بنا پر کہ "اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں کہ جن کو اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

[2] بزازیہ وغیرہ فتاویٰ کی کتابوں میں ہے کہ جس نے کہا کہ مشائخ کی ارواح حاضر ہیں اور وہ سب کچھ جانتی ہیں تو کافر ہو جائیگا اور جس نے یہ گمان کیا کہ میت اللہ کے سوا خود بھی امور میں متصرف ہے اور اس کا اعتقاد رکھے تو وہ کافر ہو جائیگا۔ بحرالرائق میں اسی طرح ہے۔ (مائۃ مسائل)

[3] اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ کہ "راعنا نہ کہو بلکہ انظرنا کہو۔

[4] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی بنا پر کہ اس طرح نہ کہو کہ "اگر اللہ چاہے اور فلاں چاہے" بلکہ اس طرح کہو کہ "اللہ چاہے پھر وہ چاہے"۔ (حدیث)

ہمسری کنند۔ واز انجملہ اند کسانیکہ در دفع بلا دیگراں را می خوانند وہمچنیں در تحصیل منافع بدیگراں رجوع می نمایند بالاستقلال نہ آنکہ توسل باں دیگراں نمایند[1]

پس ظاہر ہے کہ دعوت اس کلام کی داخل ہر دو قسم میں ہے کیونکہ غرض اس سے دفع بلا وجلب منافع ہے یا مثل ذکر اللہ تعالیٰ اس سے تحصیل برکات وتقرب مقصود ہے یا بوجہ تبرک کے اس کو تکرار کرتے ہیں۔ ہاں کسی کے توسل سے دعا کرانا درست ہے مگر یہ صورت توسل کی ہرگز نہیں بلکہ دعا واستعانت ہے۔ مجیب صاحب کو شبہ واقع ہُوا کہ دعا کو توسل سمجھ گئے۔ توسل کی صورت یہ ہے یا اللہ بجاہ شیخ عبدالقادر شیئاً للہ۔ نہ یہ کہ خود شیخ سے طلب کرے بصیغۂ دعا یا شیخ اعطنی شیئاً یہ توسل کس طرح ہو سکتا ہے۔ معہذا لفظ شیئاً للہ کا موہم معنی شرک کو ہے کیونکہ اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ کچھ حق تعالےٰ کو دو۔ اس واسطے کہ لفظ لام کا معطی لہٗ پر آتا ہے۔ یہ معنی تو اشد شرک ہیں۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ شیخ مجھ کو لوجہ اللہ تعالےٰ کے کچھ دو سو اس معنی میں اگر مستقل معطی شیخ کو جانتا ہے تو بھی شرک ہُوا۔ اور جو باذن اللہ معطی سمجھا تو اس کی توجیہ وہ ہے جو تفسیر عزیزی سے مجیب نے نقل کیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ بعض اولیاء کو حق تعالےٰ آلہ تکمیل وارشاد خلق بناتا ہے کہ اس کے ذریعہ سے باذن اللہ مطالب برآمد ہوتے ہیں نہ کہ اولیاء خود متصرف ومستقل بنتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جب وہ آلہ ٹھہرے تو اگرچہ بظاہر حاجت روائی تو بذریعہ آلہ ہوتی ہے مگر خود آلہ سے بھی دعا واستعانت طلب کرنا شرک ہے۔ پس ایسی صورت میں متصرف حقیقی کو چھوڑ کر آلہ سے طلب کرنا بھی خالی از مشابہت شرک نہیں۔ ندا و دُعا کرنا دوسری شئے ہے کہ منادی کے علم وتصرف کو چاہتا ہے اور ذریعہ ہونا اور امر ہے کہ ذریعہ کا واسطہ اور مقبول ہونا بدرگاہ فیاض اس سے مستفاد ہوتا ہے شتان بینہما مثلاً نور بواسطہ شمس کے آتا ہے مگر طلب نور شمس سے شرک ہے ندا کسی کو کرنا مبنی بر علم وتصرف منادی کے ہے۔ پس اس عبارت عزیزی سے جواز ندا کا کیونکر مفہوم ہُوا۔ غایت تعجب ہے کہ اگر گاہے اولیاء کو بطور کشف باذن اللہ تعالےٰ کچھ معلوم ہو جاوے تو اس سے ہر وقت باستقلال علم وتصرّف کا ہونا کہاں سے لازم آتا ہے۔

پس ایسی دعوت بہر حال یا شرک جلی یا خفی یا لغو مشابہت بشرک ہو کر حرام و ناجائز ہووے گی کسی وجہ جواز کا شائبہ اس میں نہیں ہو سکتا۔ اب استدلالات مجیب کا حال سنو کہ پڑھنا اس کلام کا بطور توسل جائز فرماتے ہیں حالانکہ توسل کی کوئی صورت نہیں۔ کما مر اور شاہ ولی اللہ صاحب نے طریقہ بعض جیلانیہ کا بیان کیا ہے اس سے اجازت ومشروعیت کا فہم محض غفلت ہے اور تحکم ہے اور شاہ عبدالعزیز صاحب کی عبارت کا مطلب خود واضح ہو گیا کہ ندا کو ہرگز جائز نہیں فرماتے بلکہ شرک لکھتے ہیں اور جو وہ فرماتے ہیں اُس سے جواز ندا و مطلب ہرگز مستفاد نہیں ہو سکتا۔ علیٰ ہذا تفسیر مظہری کا مطلب بھی یہی ہے کہ ندا اور استعانت اولیاء سے نہ حیات میں روا ہے نہ بعد موت اور جو صاحب خزینہ کی

---

[1] منجملہ ان کے وہ لوگ ہیں جو ذکر میں دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا ہمسر بناتے ہیں اور منجملہ ان کے وہ لوگ ہیں جو بلا کے دفع کرنے کے لئے لوگوں کو پکارتے ہیں اور اسی طرح نفع کے حاصل کرنے میں دوسروں کی طرف مستقل رجوع کرتے ہیں نہ کہ وہ جوان دوسروں کو ذریعہ قرار دیتے ہیں۔

عبارت مجیب نے نقل کی ہے کہ یا شیخ عبد القادر فھو نداء واذا اضیف الیہ شیئاً للہ فھو طلب شی اکرامًا للہ تعالیٰ فما الموجب بحرمتہ[1] جب تک اس کے سابق لاحق کا حال معلوم نہ ہو اس پر حکم نہیں ہو سکتا، سلمنا اگر اس کی مراد یہی ہے جو مجیب نقل کرتے ہیں تو فتویٰ اس کا مردود ہے نصوص قطعیہ و روایات فقہاء معتبرین سے جیسا کہ سابق لکھا گیا کہ نداء غیر اللہ بہر حال ناجائز ہے اور شیئاً للہ کے معنی موہم شرک ہیں اگرچہ نیت داعی کی قبیح معانی کی نہ ہو تاہم درست نہیں۔ یہ وجہ حرمت اس کلام کی ہے اگرچہ موجب حرمت مجیب صاحب کو معلوم نہ ہو مگر نصوص و روایات سے ہم ثابت کر چکے۔ پس جو فتویٰ خلاف نصوص و روایات صحیحہ کے ہو وہ قطعاً مردود ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

پڑھنے والا اس جملہ کا تقریباً اور شہرت دینے والا اس کے جواز کا اعتقاداً آثم بلکہ مشرک ہے، سند اس کی حجۃ اللہ البالغہ مؤلفہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی صفحہ ۶۱ میں موجود ہے قال ومنھا ای من مظان الشرک انھم کانوا یستعینون بغیر اللہ فی حوائجھم من شفاء المریض وغناء الفقیر وینذرون لھم یتوقعون انجاح مقاصدھم بتلک النذور ویتلون اسماءھم رجاء برکتھا فاوجب اللہ علیھم ان یقولوا فی صلوٰتھم ایاک نعبد وایاک نستعین وقال اللہ تعالیٰ فلا تدعوا مع اللہ احدا ولیس المراد من الدعاء العبادۃ کما قالہ بعض المفسرین بل مراد ہ الاستعانۃ بقولہ تعالیٰ بل ایاہ تدعون فیکشف ما تدعون[2]۔ انتہی اور قاضی ثناء اللہ صاحب نے بھی اس مضمون کو صراحۃً ارشاد الطالبین میں ذکر کیا ہے۔

مسئلہ آنچہ جہال میگویند یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ یا خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی شیئاً للہ جائز نیست شرک و کفر است حق تعالےٰ می فرمائید والذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم[3] انتہی اور اسی طرح شاہ عبد العزیز صاحب کی تقریر بھی بعض حواشی میں صراحۃً اسی مضمون پر دال ہے، میگویند۔

(۳) تم اپنے مقصد کے واسطے حسبنا اللہ ونعم الوکیل پانسو بار پڑھا کرو خواہ ایک جلسہ میں خواہ متفرق جلسات میں کوئی قید اور کوئی پرہیز اس میں نہیں نہ وقت مقرر ہے فقط۔ مرزا حفیظ اللہ بیگ صاحب سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمائید وہ

---

[1] یا شیخ عبد القادر تو وہ ندا ہے اور جب اس کی طرف شیئاً للہ کی اضافت کی جائے تو وہ کسی چیز کا طلب کرنا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے پاس اکرام ظاہر کرنے کے لئے تو حرمت کا موجب کیا ہے۔

[2] اور فرمایا اور اسی سے یعنی شرک کے مواقع گمان میں سے یہ بھی ہے کہ وہ غیر اللہ سے اپنی حاجتوں میں جیسے مریض کی شفاء اور فقیر کے غناء کے لئے مدد مانگتے تھے اور ان کے لئے نذر مانتے تھے اور ان نذروں سے اپنے مقاصد کے پورا ہونے کی امید رکھتے تھے اور اُن کے ناموں کی تلاوت کرتے تھے اس کی برکت کی امید سے، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر واجب کر دیا کہ اپنی نمازوں میں اس طرح کہیں کہ "ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں"۔ اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو" اور دعا سے مراد عبادت نہیں ہے، جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا بلکہ اس سے مراد مدد مانگنا ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی بنا پر کہ "بلکہ تم اسی کو پکارتے ہو تو پھر وہ تم کو کھول دیتا ہے وہ چیز جو تم مانگتے ہو"۔

[3] یہ جو نادان کہتا ہے یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ یا خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی شیئاً للہ جائز نہیں ہے شرک و کفر ہے اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے "اور جن لوگوں کو تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو وہ تمہارے ہی جیسے بندے ہیں"۔

استعانت جو کفر ہے وہ یہ ہے کہ تم میرا کام کر دو اور یہ کہ دعا کرو کہ میرا کام حق تعالےٰ کر دیوے کفر نہیں مگر جو منکر سماع ہیں وہ منع کرتے ہیں بسبب لغو ہونے کے اور عدم ثبوت کے سنت سے اور مجوزین جائز کہتے ہیں بسبب سماع کے ثبوت کے ان کے نزدیک اور ثبوت اس کی اصل کے پس یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے۔

(۴) استحلال معصیت یہ ہے کہ اس کو مباح جانے لہٰذا خوف اس پر عذاب کا مطلقاً جائز ہے بلکہ جائز جانے نہ یہ کہ دل میں غیر جائز جان کر کچھ اندیشہ غالب نہ ہو یا اس قدر علم ہو کہ یہ فعل اچھا نہیں یہ بھی استحلال نہیں اور استحلال بھی اس معصیت کا کفر ہے کہ ثبوت معصیت کا نص قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ سے ہو اور حرمت بھی اس کی بعینہ ہو نہ لغیرہ اور اگر ان قیود سے کوئی مرتفع ہو جاوے گی تو کفر نہ ہوگا لہٰذا کم ایسے لوگ ہوویں گے جو کفر کے درجہ کو پہنچیں گے۔ فقط

اور زینت سے خروج جو ممنوع ہوا ہے تو رفع فتنہ کے واسطے ہے۔ اگر فتنہ کا محل ہے تو ہر حال میں خروج ممنوع ہے خواہ باذن زوج ہو خواہ بلا اذن اور جو فتنہ کا محل و اندیشہ نہیں تو ہر حال درست ہے اگر باذن ہے اور بدون اذن خروج درست نہیں۔ پس اس پر ہی مدار جواز و عدم جواز کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم والسلام

(۵) درمیان عیدین کے نکاح کرنا سنت اور موجب برکت کا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے شوال[1] میں ہوا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اپنے عزیزوں کا نکاح شوال میں کراتی تھیں۔ پس اس نکاح کو منحوس جاننا جہل و فسق ہے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخالفت اور عداوت ہے۔ ایسے اقوال سے توبہ کرنی چاہیئے ورنہ فعل سنت کے برا جاننے سے کافر ہو جاوے گا اور ایسا قول سخت احمق جاہل یکتا کا ہے عالم ایسی بات نہیں کہتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[1] سرور المحزون مؤلفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ملاحظہ ہو۔

کتابُ العقائد

اللہ تعالےٰ کی طرف جھوٹ کی نسبت

سوال :۔ ذات باری تعالےٰ عزاسمہٗ موصوف بصفت کذب ہے یانہیں اور خدا تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے یا نہیں ؟ اور جو شخص خدائے تعالیٰ کو یہ سمجھے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے وہ کیسا ہے ؟

جواب :۔ ذات پاک حق تعالیٰ جل جلالہٗ کی پاک و منزّہ ہے اس سے کہ متّصف بصفت کذب کیا جاوے معاذاللہ تعالےٰ اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب کا نہیں ہے قال اللہ تعالیٰ ومن اصدق من اللہ قیلا[1]۔ جو شخص حق تعالےٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ کذب بولتا ہے وہ قطعاً کافر ہے اور ملعون ہے اور مخالف قرآن اور حدیث کا اور اجماع اُمّت کا ہے وہ ہرگز مومن نہیں تعالیٰ اللہ عما یقول الظالمون علواً کبیرا[2]۔ البتہ یہ عقیدہ اہلِ ایمان کا سب کا ہے کہ خدائے تعالےٰ نے مثل فرعون و ہامان وابی لہب کو قرآن میں جہنمی ہونے کا ارشاد فرمایا ہے وہ حکم قطعی ہے اس کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کرے گا مگر وہ تعالیٰ قادر ہے اس بات پر کہ ان کو جنت دے دیوے عاجز نہیں ہو گیا قادر ہے اگرچہ ایسا اپنے اختیار سے نہ کرے گا۔ قال اللہ تعالےٰ ولو شئنا لاٰتینا کل نفس ھدٰھا ولکن حق القول منی لاملئن جھنم من الجنۃ والناس اجمعین[3]

اس آیت سے واضح ہے کہ اگر خدا تعالےٰ چاہتا سب کو مومن بنا دیتا مگر جو فرما چکا ہے اُس کے خلاف نہ کرے گا اور یہ سب اختیار سے ہے اضطرار سے نہیں وہ فاعل مختار فعال لما یرید[4] ہے۔ یہ عقیدہ تمام علماء امت کا ہے۔ چنانچہ بیضاوی میں تحت تفسیر قولہ تعالےٰ ان تغفر لھم[5] الخ لکھا ہے کہ عدم غفران شرک کا مقتضی وعید کا ہے ورنہ کوئی امتناع ذاتی نہیں اور یہ ہے عبارت اس کی وعدم غفران الشرک مقتضی الوعید فلا امتناع فیہ لذاتہ[6]۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

---

[1] اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ اور اللہ سے بڑھ کر سچ کہنے والا کون ہے ۔

[2] اللہ تعالےٰ اس کلام سے جو ظالم کہتے ہیں پاک ہے اور بہت پاک ۔

[3] اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور اگر ہم چاہیں تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دیدیں لیکن میری طرف سے قول ثابت ہوگیا کہ میں جہنم کو تمام جن وانس سے بھر دونگا۔

[4] جو چاہے کرنے والا ۔

[5] اگر تُو ان کو بخش دے ۔

[6] اور شرک کا معاف نہ ہونا وعید کا مقتضی ہے لہٰذا اس میں اس کی ذات کے لئے کوئی امتناع نہیں ۔

اللہ کی طرف بالفعل جھوٹ کی نسبت

سوال :- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ما قولکم دام فضلکم فی ان اللہ تعالیٰ ھل یتصف بصفۃ الکذب ام لا ومن یعتقد انہ یکذب کیف حکمہ افتونا ماجورین [1]

جواب :- ان اللہ تعالیٰ منزہ من ان یتصف بصفۃ الکذب ولیس فی کلامہ شائبۃ الکذب ابداً کما قال اللہ تعالیٰ ومن اصدق من اللہ قیلا ومن یعتقد ویتفوہ بانہ تعالیٰ یکذب فھو کافر ملعون قطعاً ومخالف الکتاب والسنۃ واجماع الامۃ تعالیٰ اللہ عما یقول الظّٰلمون علوا کبیرا نعم اعتقاد اھل الایمان ان ما قال اللہ تعالیٰ فی القرآن فی فرعون وھامان وابی لھب انھم جھنّمیون فھو حکم قطعی لا یفعل خلافہ ابداً لکنہ تعالےٰ قادر علیٰ ان یدخل الجنۃ ولیس بعاجز عن ذلک ولا یفعل ھذا مع اختیارہ قال اللہ تعالیٰ ولو شئنا لاٰتینا کل نفس ھدٰھا ولکن حق القول منی لاملئن جھنم من الجنۃ والناس اجمعین فیتبین من ھذہ الاٰیۃ انہ تعالیٰ لو شاء لجعلھم کلھم مؤمنین ولکنہ لا یخالف ما قال وکل ذلک بالاختیار لا بالاضطرار وھو فاعل مختار فعال لما یرید- ھذہ عقیدۃ جمیع علماء الامۃ کما قال البیضاوی تحت تفسیر قولہ تعالیٰ ان تغفر لھم الخ وعدم غفران الشرک مقتضی الوعید فلا امتناع فیہ لذاتہ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب [2]

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

---

[1] آپ کا کیا قول ہے آپ کی فضیلت ہمیشہ باقی رہے اس بات میں کہ کیا اللہ تعالیٰ صفت کذب سے متصف ہو سکتا ہے یا نہیں اور جو یہ اعتقاد رکھے کہ وہ جھوٹ کہہ سکتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے فتویٰ دیجئے اجر حاصل کیجئے۔

[2] ترجمہ :- بے شک کہ اللہ تعالیٰ صفت کذب سے متصف ہونے سے منزہ ہے اور اس کے کلام میں جھوٹ کا شائبہ کبھی نہیں جیسے کہ خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور "اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر سچّا کون ہے" اور جو شخص کہ یہ اعتقاد رکھے اور زبان سے کہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ کہتا ہے تو وہ قطعی کافر و ملعون ہے اور کتاب وسنت واجماع امت کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اس بات سے جو ظالم کہتے ہیں انتہائی پاکی ہے ہاں اہل ایمان کا اعتقاد اس بارے میں کہ جو کچھ اللہ تعالےٰ نے فرعون وہامان وابی لہب کے بارے میں قرآن میں فرمایا ہے کہ وہ جہنمی ہیں وہ حکم قطعی ہے اس کے خلاف وہ کبھی نہ فرمائے گا لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ وہ ذات پاک اس پر قادر ہے ان کو جنت میں داخل کر دے اور وہ اس سے عاجز نہیں ہے لیکن باوجود اختیار کے وہ ایسا نہ کریگا۔ ارشاد الٰہی ہے" اور اگر ہم چاہیں تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دیدیں لیکن میرا قول صحیح ہے کہ میں جہنم کو جن وانس سب سے بھر دوں گا" تو اس آیت سے ظاہر ہوا کہ وہ ذات پاک اگر چاہے تو سب کو مومن بنا دے لیکن وہ خلاف اپنے قول کے نہ کرے گا اور یہ سب اختیار سے ہے نہ کہ مجبوری سے اور وہ فاعل مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ یہ عقیدہ تمام علماء امت کا ہے جیسا کہ بیضاوی نے اس آیت کی تفسیر کے تحت کہا ہے اِنْ تَغْفِرْ لَھُمْ (اگر تو ان کو بخش دے) اور شرک کا نہ بخشا جانا وعید کا مقتضی ہے تو اس میں اس کی ذات کے لئے کوئی منع نہیں ہے۔

خلاصہ تصحیح علماء مکہ مکرمہ زاد اللہ شرفہ

الحمد لمن ھو بہ حقیق ومنہ استمد العون والتوفیق ما اجاب بہ العلامۃ رشید احمد المذکور ھو الحق الذی لا محیص عنہ وصلی اللہ علی النبیین وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔ امر برقمہ خادم الشریعت راجی اللطف الخفی محمد صالح بن المرحوم صدیق کمال الحنفی مفتی مکۃ المکرمۃ حالاً کان اللہ لہما راقمہ المرتجی من ربہ کمال النیل محمد سعید بن محمد بابصیل مفتی الشافعیۃ بمکۃ المحمیۃ غفر اللہ لہ ولوالدیہ ومشائخہ وجمیع المسلمین الراجی العفو من واھب الوطیہ محمد عابد بن المرحوم الشیخ حسین المالکیۃ ببلدۃ اللہ المحمیہ مصلیاً مسلماً ھذا وما اجاب بہ العلامۃ رشید احمد فیہ الکفایۃ وعلیہ المعول بل الحق الذی لا محیص عنہ رقمہ الخیر خلف بن ابراھیم خادم افتاء الحنابلۃ بمکۃ المشرفۃ حالاً حامداً مصلیاً ومسلماً ۔

نقل خط حضرت سیدنا حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکہ مکرمہ زاد اللہ شرفہ در مسئلہ امکان کذب برفع شبہات مولوی نذیر احمد خاں صاحب رامپوری

(شبہ) براہین قاطعہ میں یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کذب ممکن ہے اس مسئلہ کی وجہ سے کتب الٰہیہ میں احتمال جھوٹ کا پیدا ہوسکتا ہے یعنی مخالفین کہہ سکتے ہیں کہ شاید یہ قرآن ہی جھوٹا ہے اور اس کے احکام ہی غلط ہیں اور براہین قطعہ کی اس تحریر کی وجہ سے بہت لوگ گمراہ ہو گئے۔ از فقیر امداد اللہ چشتی فاروقی عفا اللہ عنہ۔ بخدمت مولوی نذیر احمد خاں صاحب بعد سلام تحیہ اسلام آنکہ آپ کا خط آیا مضمون سے مطلع ہوا۔ ہرچند کہ بعض وجوہ سے عزم تحریر جواب نہ تھا مگر بغرض اصلاح اور توضیح مطلب براہین قاطعہ بالاختصار کچھ لکھا جاتا ہے شاید اللہ تعالیٰ نفع پہنچاوے اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ ط

جواب:۔ واضح ہو کہ امکان کذب کے جو معنی آپ نے سمجھے ہیں وہ تو بالاتفاق مردود ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف وقوع کذب کا قائل ہونا باطل ہے اور خلاف ہے نص صریح وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا ط وَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ط[1] وغیرہما آیات کے وہ ذات پاک مقدس ہے شائبہ نقص کذب وغیرہ سے۔ رہا خلاف علماء کا جو دربارہ وقوع وعدم وقوع خلاف وعید ہے جس کو صاحب براہین قاطعہ نے تحریر کیا ہے۔ وہ دراصل کذب نہیں صورت کذب ہے اس کی تحقیق میں طول ہے۔ الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ وعید فرمایا ہے اس کے خلاف پر قادر ہے اگرچہ وقوع اس کا نہ ہو امکان کو وقوع لازم نہیں بلکہ ہوسکتا ہے کہ کوئی شے ممکن بالذات ہو اور کسی وجہ خارجی سے اس کو استحالہ لاحق ہوا ہو۔ چنانچہ اہل عقل پر مخفی نہیں۔ پس مذہب جمیع محققین اہل اسلام و صوفیائے کرام و علماء عظام کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے۔ پس جو شبہات آپ نے وقوع کذب پر متفرع کئے تھے وہ مندفع ہو گئے کیونکہ وقوع کا کوئی قائل نہیں۔ یہ مسئلہ دقیق ہے عوام کے سامنے

---

[1] اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر سچ کہنے والا کون ہے اور اللہ تعالیٰ وعدے کے خلاف نہیں فرماتا ۔

بیان کرنے کا نہیں اس کی حقیقت کے ادراک سے اکثر ابناء زماں قاصر ہیں۔ آیات و احادیث کثیرہ سے یہ مسئلہ ثابت ہے۔ ایک ایک مثال قرآن و حدیث کی لکھی جاتی ہے۔ ایک جگہ ارشاد جناب باری ہے قل ھو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا[1] الایہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا وَمَا کَانَ اللہُ لیعذبھم و انت فیھم[2] الاٰیۃ۔ آیت ثانیہ میں نفی عذاب کا وعدہ فرمایا اور ظاہر ہے کہ اگر اس کا خلاف ہو تو کذب لازم آئے مگر آیت اولیٰ سے اس کا تحت قدرت باری تعالیٰ داخل ہونا معلوم ہُوا۔ پس ثابت ہوا کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالےٰ جل وعلیٰ ہے کیوں نہ ہو وھو علی کل شئی قدیر[3]۔ احادیث کو دیکھئے کہ عشرہ مبشرہ مثلاً بالیقین جنّتی بار ارشاد نبی جو حقیقتہً وحی الٰہی جل وعلی ہے ہو چکے پر چونکہ صحابہؓ کرام جانتے تھے کہ خدائے پاک مجبور نہیں ہے اس لئے نظر بقدرت و جلال کبریائی ڈرتے ہی رہے بلکہ خود سرور کائنات علیہ وعلی آلہ الصلوٰت والتسلیمات جن کی شان میں لیغفر لک[4] اللہ ما تقدم من ذنبک[4] وما تاخر[4] فرماتے رہے۔ واللہ ما ادری و انا رسول اللہ ما یفعل بی و[5] بکم اور کما قال اللہ تعالیٰ یحق الحق و ھو یھدی السبیل[6]۔

علم غیب الٰہی

سوال:۔ علم غیب و صفات رحمان و قدوس جل شانہٗ مختصہ بجناب باری تعالیٰ کے ہے یا نہیں ؟

جواب:۔ علمِ غیب خاصہ حضرت حق است جل شانہٗ خاصۃ الشی ما یوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ[7]۔ عقیدہ فقیر ہمیں است[8]۔ فقیر غلام فرید بقلم خود سکنہ کوٹ مٹھن و چاچڑاں ریاست بہاولپور۔

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بندہ کو آپ کے کارڈ کا مضمون معلوم ہوا جو کچھ آپ نے لکھا ہے درست ہے۔ علم غیب خاصہ حق تعالیٰ ہے اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہیں۔

علم غیب الٰہی

سوال:۔ ایک شخص مثلاً زید کہتا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت اقوال گذشتہ و آئندہ اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے معلوم ہوئے بطور کشف اور خواب اور وحی اور الہام کے اور بعضے وقت میں احوال اس چیز کا کہ زمین و آسمان میں معلوم ہوا۔ اور اب بھی سلام اور درود امت کی طرف سے دور دور سے فرشتے حضرت کی خدمت میں لے جاتے ہیں لیکن علم محیط کل شئے کا حضرت کو حاصل نہیں ہے بلکہ علم جس چیز کا جس وقت کہ اللہ تعالےٰ نے چاہا بخشا اور ایک شخص مثلاً عمرو کہتا ہے کہ علم دائمی کل شئے کا حضرت کو حاصل ہے اللہ کا بخشا ہوا اور حضرت ہمیشہ ہر جگہ ناظر اور حاضر اور ہر چیز کا احوال ہر وقت حضرت جانتے ہیں۔ آیا ان دونوں قولوں میں کس کا قول حق اور صحیح ہے اور کس کا قول باطل اور کفر ہے۔

---

[1] کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے اس بات پر کہ تم پر عذاب بھیجے [2] اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دے گا جبکہ آپ ان میں موجود ہیں [3] اور وہ ہر چیز پر قادر ہے [4] تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے پچھلے گناہ بخش دے [5] خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائیگا اور تمہارے ساتھ کیا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں [6] اللہ تعالیٰ حق کو صحیح کریگا اور وہی راستہ کی ہدایت کرتا ہے [7] شئی کی خصوصیت کا یہی مطلب ہے کہ اس میں موجود ہو اور اسکے غیر میں نہ ہو [8] فقیر کا عقیدہ بھی یہی ہے۔

جواب :- علم اللہ تعالیٰ کا ازلی اور ابدی اور محیط کل شئے کا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اس طرح علم اور قدرت خاصہ حق تعالیٰ کا ہے۔ کسی دوسرے کو اس میں شریک کرنا خواہ نبی ہو خواہ ولی ہو اور اس بات پر اعتقاد رکھنا شرک ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ کی ذات اور عبادت میں اور کو شریک کرنا۔ ہاں بعضے وقائع گذشتہ اور حوادث آئندہ کا حال اس کے بندگانِ خاص کو اللہ کے بتلانے سے حاصل ہوتا ہے سو اس طرح کا علم حضرت ذاتِ مقدس میں سب سے کامل تر ہے نہ یہ کہ مانند علم خدا تعالیٰ کے ہووے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب[1] الایۃ۔ پس جو زید کہتا ہے حق ہے اور عمرو جو کہتا ہے باطل ہے فقط

محمد ۱۳۴۰ صدر الدین صدر صدور

حررہ المسکین محمد صدر الدین دہلوی

الجواب صحیح۔ بعضے شخص کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر عمر میں کل علم غیب عنایت فرمائے ہیں سو یہ بات محض غلط ہے۔ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اپنی امت کو تین نشانیوں سے پہچانیں گے ایک تو نورانیّت اعضاء وضو سے، دوسرے داہنے ہاتھ میں ہونا نامۂ اعمال کا اور تیسرے آگے دوڑنا اولاد کا اور قیامت کے دن بعضے شخصوں کو حضرت پہچانیں گے اور فرشتے ان کو دور کریں گے۔ حضرت فرماویں گے یہ لوگ میرے ہیں فرشتے کہیں گے کہ آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے کیا کیا بدعتیں نکالی تھیں، چنانچہ پھر حضرت بھی ان سے بیزار ہوں گے۔ مفصل یہ مضمون دریافت کرنا چاہیئے تو مشکوٰۃ شریف میں کتاب الطہارت اور باب الحوض والشفاعت کی حدیثوں سے اچھی طرح ثابت ہے کہ جناب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک بھی علم محیط کل شے کا حاصل نہیں اور ایسا علم خاصہ جناب باری تعالیٰ کا ہے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ محمد قطب الدین عفی عنہ

محمد قطب الدین عبدہ دہلوی

یہ مسئلہ صحیح ہے — محمد کریم اللہ ۱۲۸۱ دہلوی

الجواب حق — سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱ محدث دہلوی

دریں مسئلہ شک نیست — خواجہ ضیاء الدین احمد ۱۲۶۱ دہلوی

محمد عبد الکریم ۱۲۴۱ سندہی

من کتب حق — فقیر محمد رمضان ۱۲۸۲ بوڑیوی

محمد عبد الحق ۱۲۸۲

الجواب صحیح بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ — رشید احمد ۱۳۰۱

دیدارِ الٰہی

سوال :- حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ پاک کو دیکھا ہے یا نہیں ؟

جواب :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ پاک کو دیکھا ہے فقط ۔

---

[1] کہہ دیجئے کہ میں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں علمِ غیب جانتا ہوں ۔

لوجہ اللہ صدقہ کا اظہار

سوال :۔ اگر صدقہ محض اللہ کے واسطے ہو مگر بدنامی بخل سے محفوظ رہنے کے لئے اظہار منظور ہو تو ثواب میں کمی تو نہ ہوگی ؟

جواب :۔ جو صدقہ وہبہ لوجہ اللہ ہو اس میں اجر و ثواب زیادہ ہے اور جو اور وجوہ کا شائبہ ہوگا اسی قدر اجر میں بھی کمی ہوگی ۔ فقط

دعا کرتے وقت بحق فلاں کہنا

سوال :۔ دعا میں بحق رسول اللہ و ولی اللہ کہنا ثابت ہے یا نہیں ؟ بعض فقہاء و محدثین منع کرتے ہیں اس کا کیا سبب ہے ؟

جواب :۔ بحق فلاں کہنا درست ہے اور معنی یہ ہیں کہ جو تو نے اپنے احسان سے وعدہ فرمالیا ہے اس کے ذریعہ سے مانگتا ہوں مگر معتزلہ اور شیعہ کے نزدیک حق تعالیٰ پر حق لازم ہے اور وہ بحق فلاں کے یہی معنی مراد رکھتے ہیں۔ سو اس واسطے معنی موہم اور مشابہ معتزلہ ہو گئے تھے۔ لہٰذا فقہاء نے اس لفظ کا بولنا منع کر دیا ہے تو بہتر ہے کہ ایسا لفظ نہ کہے جو رافضیوں کے ساتھ تشابہ ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کفّار کے حقوق

سوال :۔ حقوق العباد جو مسلمانوں کے گناہ ہوتے ہیں اُس کا بدلہ تو یوں ہو جائے گا کہ اُس کی نیکیاں صاحبِ حق کو دلائی جائیں گی اور درصورت نیکیاں نہ ہونے کے اُس صاحبِ حق کے گناہ اُس کو دیئے جاویں گے۔ اگر کافر کا حق ہے تو اس صورت میں کیا معاملہ مسلمانوں کے ساتھ کیا جاوے گا ؟

جواب :۔ حقوق کفار کے عوض عذاب کیا جاوے گا کہ خلاف حکم حق تعالیٰ کے کیا اور کفار کو کچھ نہ ملے گا۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ فرمایا میں مخاصمہ ذمی کافر کی تکلیف دہی میں کروں گا۔ کما قال ﷺ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

بشریّت رسول کا مطلب

سوال :۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے کس بات میں مثل ہیں کیا یہ بات ہے کہ جملہ بشریت میں حضور ہمارے مثل ہیں صرف نبوّت کا فرق ہے یا یہ کہ حضورؐ کی بشریت ہماری بشریت سے کچھ افضل ہے اور اگر بالفرض افضل ہے تو کس قدر جیسے بڑے بھائی کا مرتبہ یا اس سے بھی کم و بیش اور جو شخص یہ کہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت ہماری بشریت سے اس قدر افضل ہے کہ جیسے بڑے بھائی کا مرتبہ تو یہ قول اس کا قابلِ تسلیم ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ نفس بشر ہونے میں مساوات ہے اگرچہ آپ کی بشریت اَزکیٰ و اطیب ہے اور بڑا بھائی کہنا بھی اُس نفس بشریت کی وجہ سے ہے نہ یہ کہ بشریت کی افضلیت ایسی ہے۔ چونکہ حدیث میں آپ نے خود ارشاد فرمایا تھا کہ مجھ کو بھائی کہو۔ بایں رعایت تقویۃ الایمان میں اس لفظ کو لکھا ہے نہ بایں وجہ کہ آپ کی بشریت کا فضل بڑے بھائی کے فضل کی قدر ہے اس کلمہ پر نافہموں نے غل مچادیا ورنہ بعد حق تعالیٰ کے فخرِ عالم کو افضل و اکمل وہ خود لکھتے ہیں ۔

لہ جیسا کہ فرمایا ۔

انبیاء کا علمِ غیب

سوال :۔ زید کہتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضرت یعقوب علیہ السّلام کو وحی سے پہلے معلوم تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تہمتِ منافقین سے بری ہیں اور حضرت یوسف علیہ السلام فلاں مقام پر ہیں اور عمرو کہتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو وحی کے پہلے یہ علم نہ تھا۔ فرمائیے کہ زید کا کہنا اور عقیدہ ٹھیک ہے یا عمرو کا۔ اگر زید کا کہنا اور عقیدہ ٹھیک نہیں ہے تو عمرو کو زید کے پیچھے نماز پڑھنی کیسی ہے جائز ہے یا مکروہ ہے اور مکروہ ہے تو کس قسم کی کراہت ہے۔ جواب اس کا بحوالہ کتب احادیث و روایات فقہ حنفیہ کے صاف تحریر فرمائیے۔

جواب :۔ قبل نزول وحی کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور علی ہذا حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کچھ معلوم نہ تھا۔ بعد وحی کے معلوم ہوا اگر پہلے سے معلوم ہوتا تو یہ اضطراب وحیرانی کیوں ہوتی۔ پس عقیدہ عمرو کا درست ہے اور زید کا غلط ہے۔ پس اگر عقیدہ زید کا اس سبب سے ہے کہ آپ کو حق تعالےٰ نے علم دیا تھا تو ایسا سمجھنا خطا صریح ہے اور کفر نہیں اور جو یہ عقیدہ ہے کہ خود بخود آپ کو علم تھا بدوں اطلاع حق تعالیٰ کے تو اندیشہ کفر کا ہے۔ لہٰذا پہلی شق میں امامت درست ہے دوسری شق میں امام نہ بنانا چاہیئے اگرچہ کافر کہنے سے بھی زبان کو روکے اور تاویل کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح محمود حسن غفرلہ، المجیب مصیب محمد اسماعیل بیگ عفی عنہ الجواب صحیح محمد اسماعیل صانہ الجلیل
ہذا الجواب حق والحق بالاتباع حقیق سید محمد عبد الرشید الجواب صحیح محمد جان علی
شگفتہ محمد گل بینظیر مدرس مدرسہ امدادیہ مراد آباد۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ملال خاطر ہونا بوجہ اتہام منافقین کے اور جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمانا کہ مجھ پر اللہ جل شانہ کا احسان ہے کہ خداوند تعالےٰ نے میری برئیت اور عصمت نازل فرمائی اور بعد اس کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منافقین متہمین کو سزا کا فرمانا۔ چنانچہ ماہر علم حدیث پر روشن و ہویدا ہے۔ یہ دلیل بین ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبل نزول وحی کے علم نہ تھا۔ پس قول زید کا صحیح نہیں ہے قول عمرو کا درست ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم محمد ابوالفضل عفی عنہ۔ مشہور فضل محمد امام مسجد چوکی حسن خاں مراد آباد

اصاب من اجاب اصاب من اجاب محمد احتشام مہر الدین
محمد احتشام الدین عفی عنہ محمد دائم علی عفی عنہ خادم الموحدین ۱۲۹۲ھ

فی الحقیقت اعتقاد عمرو صحیح و درست ہے اور عقیدہ زید مخالف نصوص ہے اور ایک قسم کا بہتان و افتراء نسبت جناب رسالت مآب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے ہے اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت فرمادے۔
فقط محمد قاسم علی عفی عنہ۔ محمد قاسم علی خلف مولانا عالم علی ۱۲۹۲ امام ومفتی شہر مراد آباد

چونکہ عرف میں علم یقینی ہی کو علم کہتے ہیں پس ثبوت تردد وحی سے پیشتر نفی علم کے لئے کافی ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبل وحی کے علم برأت نہ تھا۔ چنانچہ حدیث افک سے علم کا نہ ہونا عمدہ طور سے ثابت ہے۔ حررہ

عبدالرحمٰن کان اللہ لہ والوالدیہ۔

فی الواقع عقیدہ عمرو نہایت صحیح و درست موافق کتاب اللہ وکتاب الرسول کے ہے اس لئے کہ جو کچھ رسول کو معلوم ہوتا ہے وہ بغیر وحی کے معلوم ہی نہیں ہو سکتا۔ پھر زید کا کہنا کہ قبل وحی کے دونوں پیغمبر علیہما السلام کو یہ قصہ معلوم تھا بالکل خلافِ عقل ونقل ہے۔ محمد ہدایت العلی عفی عنہ لکھنوی۔

نبی کو پکارنا

سوال:۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شخص بغیر حاضر و ناظر جانے پکارے اور مثلاً اس قسم کے اشعار پڑھے ؎

ترحم یا نبی اللہ ترحم ؛ ز مہجوری بر آمد جان عالم[1] جائز ہے یا نہیں ؟

جواب:۔ ایسے اشعار میں شرک تو نہیں ہے مگر عوام کو موجب اضلال کا ہو جاتا ہے لہٰذا کسی کے روبرو نہ پڑھا اور یہ خیال پڑھے کہ حق تعالیٰ میری اس عرض کو فخر عالم علیہ السلام کے پیش کر دیوے فقط۔

تشہد میں صیغہ خطاب کی تبدیلی

سوال:۔ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے تشہد میں صیغہ خطاب السلام علیک ایہا النبی کی بجائے السلام علی النبی صیغۂ غائب سے بدل لیا تھا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے اور فتح الباری وعینی وغیرہ سے حدیث اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے صیغہ تعلیمیہ خطاب کو بدل دیا اور پسند نہ کیا تو معلوم ہوا کہ خطاب غائب کو پانا جائز ہے یا اولیٰ نہیں۔ بہرحال صلوٰۃ وسلام میں یا تشہد میں خطاب کا نہ کہنا افضل ہے، جیسا کہ صحابہ کا معمول تھا یا نہیں جیسا کہ معمولِ زمانہ ہے اگر نہیں ہے تو وجہ کیا ہے۔

جواب:۔ اگر کسی کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام خود خطاب سلام کا سنتے ہیں وہ کفر ہے خواہ السلام علیک کہے یا السلام علی النبی کہے اور جس کا عقیدہ یہ ہے کہ سلام وصلوٰۃ آپ کو پہنچایا جاتا ہے ایک جماعت ملائکہ کی اس کام کے واسطے مقرر ہے جیسا احادیث میں آیا ہے تو دونوں طرح پڑھنا مباح ہے۔ پس بعد اس کے سنو کہ اگر ابن مسعودؓ نے بعد وفات شریف کے صیغہ بدل دیا تو کوئی حرج نہیں کسی مصلحت کو یہ کیا ہوگا اور جو اصل تعلیم کے موافق پڑھا جائے جب بھی حرج نہیں کہ مقصود حکایت ہے دیکھو کہ حیات فخر عالم علیہ السلام میں بھی لوگ دور دور اپنے بیوت میں اور مکہ اور بلاد بعیدہ میں خطاب کے لفظ سے پڑھتے تھے جیسا وہاں خطاب درست تھا اب کیا وجہ ہے جو حرام ہو، علم غیب نہ وہاں تھا نہ یہاں بلکہ آپ کو جب بھی ملائک پہنچاتے تھے اور اب بھی لہٰذا صیغہ کو خطاب سے بدلنا کوئی ضرور نہیں اور اس میں تقلید بعض صحابہؓ کی ضرور نہیں ورنہ خود آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں کہ بعد میرے انتقال کے خطاب مت کرنا بہرحال صیغہ خطاب کہنا اولیٰ ہے کہ اصل تعلیم اس طرح ہے اور مراد بعض صحابہ کی کسی مصلحت کی وجہ سے تھی یا اجتہاد تھا یا استحساناً تھا نہ وجوباً اسی واسطے جملہ فقہاء ائمہ اربعہ کے متمذہب اس صیغہ کو نقل فرماتے ہیں اور تبدیل صیغہ کی ضرورت نہیں لکھتے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] رحم اے اللہ کے نبی رحم جدائی کے صدمہ سے دنیا کی جان نکلی جا رہی ہے۔

بلاعقیدہ غیب نبی کو پکارنا

سوال :۔ اشعار اس مضمون کے پڑھنے ؎ یا رسول اللہ کبریا فریاد ہے یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے
مدد کر بہر خدا حضرت محمد مصطفیٰ میری تم سے ہر گھڑی فریاد ہے کیسے ہیں ؟

جواب :۔ ایسے الفاظ پڑھنے محبت میں اور خلوت میں باین خیال کہ حق تعالیٰ آپ کی ذات کو مطلع فرمادیوے یا محض محبت سے بلا کسی خیال کے جائز ہیں اور بعقیدۂ عالم الغیب اور فریاد رس ہونے کے شرک ہیں اور مجامع میں منع ہیں کہ عوام کے عقیدہ کو فاسد کرتے ہیں لہٰذا مکروہ ہوویں گے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب

سوال :۔ قصبہ ہٰذا میں ایک میاں صاحب وارد ہوئے ۔ پیری مریدی کرتے ہیں مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی قدس سرہٗ کے مرید خلیفہ حاجی عالم صوفی حافظ اپنے کو بتلاتے ہیں رفتہ رفتہ اُن کی بزرگی کا شہرہ ہوا۔ عوام کے سامنے وعظ ونصیحت فرماتے ہیں رسول مقبول احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب بتلاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا ۔

جواب :۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا نہ کبھی اس کا دعویٰ کیا اور کلام اللہ شریف اور بہت سی احادیث میں موجود ہے کہ آپ عالم الغیب نہ تھے اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا صریح شرک ہے ۔ فقط والسّلام

رحمۃ للعالمین

سوال :۔ لفظ رحمۃ للعالمین مخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا ہر شخص کو کہہ سکتے ہیں ؟

جواب :۔ لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے بلکہ دیگر اولیاء وانبیاء و علماء ربانیین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں اگرچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب میں اعلیٰ ہیں لہٰذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو بتاویل بول دیوے تو جائز ہے ۔ فقط

شفاعت کبریٰ

سوال :۔ شفاعت کبریٰ کا وعدہ آپ سے اللہ تعالےٰ نے کیا لیکن باقی اذن من جانب اللہ ہوتا ہے یا نہیں یا بدوں اجازت وحکم خداوند ذوالجلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے ؟

جواب :۔ کوئی شفاعت بغیر اذن کے نہیں ہوسکتی من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ۔ ترجمہ۔ کون ہے ایسا جو شفاعت کرسکے اس کے پاس بدوں اذن کے ۔ پس اس ذات ذوالمجد والکبریا کی بارگاہ میں کسی کو جرأت زبان ہلانے کی بدوں اجازت کے نہیں ہوگی ۔ فقط

حضورؐ کے والدین کا اسلام

سوال :۔ ہمارے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین مسلمان تھے یا نہیں ؟

جواب :۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان میں اختلاف ہے۔ حضرت امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ

ان کا انتقال حالت کفر میں ہوا ہے۔ فقط

مزاراتِ اولیاء سے فیض

سوال :۔ مزاراتِ اولیاء رحمہم اللہ سے فیض حاصل ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوتا ہے تو کس صورت سے؟

جواب :۔ مزاراتِ اولیاء سے کاملین کو فیض ہوتا ہے مگر عوام کو اس کی اجازت دینی ہرگز جائز نہیں ہے اور تحصیل فیض کا طریقہ کوئی خاص نہیں ہے۔ جب جانے والا اہل ہوتا ہے تو اس طرف سے حسب استعداد فیضان ہوتا ہے مگر عوام میں ان امور کا بیان کرنا کفر و شرک کا دروازہ کھولنا ہے۔ فقط

اولیاء کی کرامات

سوال :۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

ہست قدرت اولیاء را از الٰہ　　　تیر جستہ باز گرداند ز راہ[1]

اس کا کیا مطلب ہے اور اس شعر کے مصداق اولیاء اللہ ہوتے ہیں یا نہیں؟

جواب :۔ کرامت اولیاء حق ہے اور کرامت خرق عادت کو کہتے ہیں جب حق تعالےٰ چاہے اولیاء سے ایسا کرادیوے یہی مطلب شعر کا ہے۔

اولیاء کی کرامات

سوال :۔ اولیاء اللہ کو عالم کی سیر کرانا مثلاً مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ بلا اسباب ظاہر کے یہ ممکن اور کرامات ہے یا نہیں؟ ایسی بات کا اگر کوئی انکار کرے تو گناہ گار ہوگا یا نہیں؟

جواب :۔ یہ کرامات اولیاء اللہ سے ہوتی ہے اور حق ہے کہ کرامات خرق عادت کا نام ہے اس میں کوئی تردد کی بات نہیں اس کا انکار گناہ ہے کہ انکار کرامت کرنا ہے اور کرامت کا حق ہونا مسئلہ اجماعی اہل سنت کا ہے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم۔

اولیاء و شہداء کے عذاب قبر کا مسئلہ

سوال :۔ عدم سوال قبر مخصوص شہدائے مقتولین سے ہی ہے یا ہر قسم کے شہداء سے اور اولیاء اللہ بھی بمرتبہ شہداء اور داخل تحت آیت بل احیاء عند ربھم[2] ہیں یا نہیں؟ کیونکہ وہ مجاہد فی النفس ہیں کہ یہ جہاد اکبر ہے۔ فقط

جواب :۔ اولیاء کرام بھی بحکم شہداء ہیں اور مشمول آیت بل احیاء عند ربھم کے ہیں اور سوال قبر نہ ہونا شہداء سے بندہ کو معلوم نہیں مگر ہاں حدیث میں آیا ہے کہ شہید کو عذابِ قبر سے امن دیا جاتا ہے اور یہ فضیلت اولیاء عظام کے واسطے بھی ہے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

---

[1] اولیاء کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے قدرت حاصل ہے کہ نکلے ہوئے تیر کو راستہ سے پھیر دیتے ہیں۔

[2] بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔

بڑے پیر کی کرامات

سوال :۔ یہ قصے مشہور ہیں کہ جس وقت حضرت بڑے پیر صاحب کو قبر میں دفن کیا اور نکیرین آئے تو بڑے پیر صاحب نے نکیرین کا ہاتھ پکڑ لیا اور بجائے جواب دینے کے سوال کرنا شروع کئے اور نکیرین کو اس کا جواب دینا غیر ممکن تھا۔ بمجبوری نکیرین نے جناب باری میں جاکر عرض کیا کہ الٰہی یہ کیا ماجرا ہے؟ جناب باری نے ارشاد فرمایا کہ بے شک تم اس کا جواب نہ دے سکو گے اور تمہارے واسطے خوب ہوا جو اس نے تمہیں چھوڑ دیا۔ اور دوسرا قصہ یہ مشہور ہے کہ ایک عورت بڑے پیر صاحب کی خدمت میں گئی اور عرض کیا کہ میرے لڑکا نہیں ہوتا۔ بڑے پیر صاحب نے فرمایا کہ جا تیرے سات بیٹے ہوں گے۔ چنانچہ اُس کے سات بیٹے ہوئے حالانکہ اُس کی تقدیر میں ایک لڑکا بھی نہیں تھا اور تیسرا قصہ یہ مشہور ہے کہ ہر ماہ نو قبل رویت کے بڑے پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا اور یہ کہتا کہ مجھ میں اب کے اس قدر خدا صاحب نے نقصان رکھے ہیں اور اس قدر نفع رکھے ہیں اور چوتھا قصہ یہ مشہور ہے کہ ایک روز آپ ممبر پر بیٹھ کر وعظ فرماتے تھے یکایک کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ سب اولیاء کی گردن پر میرا قدم ہے اور اُس وقت جس قدر اولیاء جمع تھے سب نے پائے مبارک بڑے پیر صاحب کے اپنی گردن پر رکھ لئے اور حلقۂ اطاعت درگوش کیا۔ اور ایک ولی نے اس بات کا یقین نہیں کیا اور کچھ اس پر اعتراض کیا اُن کا حال تباہ و برباد ہو گیا۔ اب استفسار طلب یہ امر ہے کہ آپ کے نزدیک یہ قصے صحیح ہیں یا غلط اور جو علماء ایسے قصوں کو صحیح بتاتے ہیں ان کی کیا دلیل ہے اور جو علماء ان کو خلاف بتاتے ہیں اُن کی کیا حجت ہے اور حضرت مخدومنا ہادینا حاجی محمد امداد اللہ صاحب مہاجر سلمہ اللہ تعالےٰ جو ضیاء القلوب صفحہ ۱۹ قرب نوافل میں ارشاد فرماتے ہیں کہ :۔

"اما قرب نوافل اینست کہ صفاتِ بشریہ سالک از وے زائل گردد و صفاتِ حق تعالیٰ بر وے ظاہر آیند چنانچہ زندہ گرداند مردہ را و بمیراند زندہ را باذن اللہ تعالیٰ[1]"

اور قرب فرائض ایسی ہی زیادہ نعمت ہے اللہ صاحب جسے نصیب فرمائیں اور حضرت محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اخبار الاخیار میں فرماتے ہیں کہ عارف کی پہچان یہ ہے کہ وہ جو کچھ کہے ہو جاوے۔ اب سائل یہ عرض کرتا ہے کہ ممکن نہیں بندہ خدا صاحب کے کسی کام میں دخل دے سکے بندہ چاہے کسی مرتبہ میں ہو بندہ ہے ہر وقت عاجز ہے مگر یہ مرتبہ قرب نوافل کا اور عارف کا حضرت بڑے پیر صاحب کو حاصل ہو گیا تھا یا نہیں اور جس شخص کو یہ مراتب حاصل ہو گئے ہوں اُس سے ایسے قصوں کا وقوع ہو جانا کیوں غیر ممکن ہے اور خدا صاحب تقدیر کے خلاف کرنے پر بھی قادر ہے یا نہیں اور کبھی کبھی بندہ پر خدا صاحب بباعث کسی عتاب یا انعام اپنے کے اُس کی تقدیر کے خلاف کر دیتے ہیں یا نہیں یا خدا صاحب کسی بندہ کے حق میں کسی بندہ خاص کی سفارش مان کر یا اُس کے اعمال کی وجہ سے اُس کی تقدیر کے خلاف کر دیتے ہیں یا نہیں؟ مثلاً نیک آدمی کی عمر دراز

---

[1] لیکن نوافل کا قرب یہ ہے کہ صفاتِ بشریہ سالک کے اُس سے زائل ہو جائیں اور حق تعالیٰ کی صفات اس میں ظاہر ہوں چنانچہ مردہ کو زندہ کر دے اور زندہ کو مردہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔

ہونا یا ظالم کی عمر کم ہونا یا بباعث سئیات مفلسی آجانا یا بباعث خیرات بلاؤں کا رد ہو جانا وغیرہ وغیرہ اور حضرت صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر قصے مشہور ہیں کہ جس کو انہوں نے فرمایا کہ تو اندھا ہے تو وہ فوراً اندھا ہو جاتا اور جس کو فرما دیا کہ کیا تو مر گیا تو وہ فوراً مردہ ہی ہو گیا۔ غرض یہ ہے کہ جو کچھ وہ فرماتے تھے فضلِ الٰہی سے اس کا اسی طرح فوراً ظہور ہو جاتا تھا تو یہ قصے بھی صحیح ہیں یا غلاف اور وہ فرشتے کہ جن کو نکیرین کہتے ہیں اُن کا مرتبہ زیادہ ہے یا اولیائے عظام اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

جواب:۔ بزرگوں کی حکایات اکثر جہلاء نے غلط بنا دی ہیں اور اگر کوئی واقعہ صحیح ایسا ہو کہ مفہوم نہ ہووے تو شطحیات کہلاتے ہیں جس کے معنی فہم میں کسی کے نہیں آتے اس کو نہ قبول کرے نہ رد کرے سکوت کرے اور جو امور خلاف قاعدہ شرع کے ہیں اُن کو رد کرنا چاہیئے یا سکوت کرے۔ اگر مصلحت ہو اور قرب فرائض قرب نوافل کا فہم اس کے اہل کا نہیں ہے بندہ اس سے عاری ہے۔ باقی یہ کہ حق تعالیٰ اولیاء کی قبولیت کے واسطے اکثر دعا اُن کی قبول کرتا ہے یہ اُن کی کرامت ہے۔ مردہ زندہ کرنا خود خرق عادت و کرامت ہے۔ حق تعالیٰ ہی کرتا ہے مگر بظاہر کسی ولی نبی کا ذریعہ ہو جاتا ہے لہٰذا کرامت و معجزہ کہلاتا ہے۔ فقط

بڑے پیر صاحب کا حضورؐ کو کندھا دینا

سوال: بعض صوفی یہ کہتے ہیں کہ جس وقت جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم معراج کو تشریف لے گئے ہیں اُس وقت بڑے پیر صاحب نے کندھا دیا اور جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جا اے محی الدین تیرے قدم سب اولیاؤں کی گردن پر تو اب یہ فرمائیے کہ اس کی کہیں اصل بھی ہے یا نہیں۔

جواب:۔ یہ بالکل غلط اور جھوٹ ہے اور اس کا واضع ملعون ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

منصور حلاج رحؒ

سوال:۔ منصور کہ جن کو زمانہ امام ابو یوسف صاحب رحؒ میں سُولی دی گئی تھی، اُن کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں وہ کیسے تھے۔

جواب:۔ منصور معذور تھے بے ہوش ہو گئے تھے اُن پر فتویٰ کفر کا دینا بے جا ہے اُن کے باب میں سکوت چاہیئے۔ اُس وقت دفع فتنہ کے واسطے قتل کرنا ضرور تھا۔

منصور کون تھے

سوال: منصور کہ جن کو دار پر چڑھایا گیا تھا یہ آپ کے نزدیک ولی ہیں یا نہیں اور اگر ولی ہیں تو یہ کونسی منزل میں تھے۔ قرب نوافل میں یا قرب فرائض میں اور اگر ولی نہیں ہیں تو کس دین میں ہیں۔

جواب:۔ بندہ کے نزدیک وہ ولی تھے اور منازل ولایت سے بندہ ناواقف ہے اور بزرگوں کے درجات کو جاننا کام میرا اور آپ کا نہیں اور کلام اپنے مرتبہ سے کرنا لازم ہے نہ اعلیٰ اپنے حال سے۔ فقط

واللہ تعالےٰ اعلم

ہر صدی کا مجدّد

سوال :۔ مسئلہ ہر صدی میں مجدد کا مبعوث ہونا ثابت ہے تو اُس کی معرفت اور اطاعت واجب ہوگی اس صدی میں مجدد کون ہے ؟

جواب :۔ مجدد ایک شخص ہوتا ہے اکثر بلکہ وہ عالم غیب میں مجموعہ علماء کا ایک شخص ہوتا ہے۔ لہٰذا ہر وقت میں جو علماء قاطع بدعت ہوں اور محی سنت اُن کا مجموعہ مراد ہے جو شخص بایں طرح ہو اُسے مجموعہ کا ایک جزو خیال کرنا چاہیئے اور جن لوگوں نے ایک کو قرار دیا ہے ان کو سخت مصیبت پیش آئی ہر چند تاویلات کی گئیں تاہم درست نہیں ہوا۔ فقط

مُردوں کا سُننا

سوال :۔ سماعت موتیٰ ثابت ہے یا نہیں درصورت جواز یا عدم جواز قول راجح کیا ہے اور تلقین بعد دفن ثابت ہے یا نہیں ؟ فقط

جواب :۔ یہ مسئلہ عہد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مختلف فیہا ہے اس کا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ تلقین کرنا بعد دفن کے اس پر ہی مبنی ہے جس پر عمل کرے درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مُردوں کا سُننا

سوال :۔ میّت قبر میں سُنتی ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ اموات کے سننے میں اختلاف ہے اور بعض کے نزدیک سنتی ہیں بعض کے نزدیک نہیں سُنتیں ۔

صحابۂ رسول کی بے ادبی

سوال :۔ ایک صوفی صاحب اپنی تقریر میں حضرت عکرمہ بن ابوجہل اور حضرت ابوسفیان کو جو حضورؐ کے وقت میں موجود تھے مردود و ملعون اور دوزخی بتلاتے ہیں اور سمجھانے پر اصرار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو تمام عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ و جدال کرتے رہے اور ہمیشہ سخت دشمن رہے حتیٰ کہ اسی حال میں مر گئے۔ ایمان اور اسلام نصیب نہیں ہُوا۔

جواب :۔ ابوسفیان اور عکرمہ دونوں مسلمان ہوگئے تھے اور عکرمہ نے اسلام کے بعد بہت سے غزوات اور جہاد کئے اور شہید ہوئے ہیں۔ اسد الغابہ میں مفصّل مذکور ہے۔ جو شخص حضرات صحابہ کی بے ادبی کرے وہ فاسق ہے۔ فقط

ازواج مطہراتؓ اور عام عورتوں میں فرق

سوال :۔ ازواج مطہرات پر حجاب فرض تھا یا واجب اور ان دونوں میں شرعاً کیا فرق ہے اور عام مومنات کو اور ازواجِ مطہرات کو پردہ کا حکم برابر ہے یا فرق ہے اگر ہے تو کس وجہ سے ہے ؟

جواب :۔ سب کو حکم برابر ہے فرض کا منکر کافر ہوتا ہے اور واجب کا منکر کافر نہیں ہوتا اور فرض قطعی نص سے ثابت ہوتا ہے اور واجب ظنی سے ۔ فقط

کرم اللہ وجہہ کہنے کی وجہ

سوال :۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام پر اکثر اہلِ سنت کرم اللہ وجہہٗ کا استعمال کرتے ہیں اور دیگر صحابہ کے لئے نہیں تخصیص کی کیا وجہ ہے ؟

جواب :۔ چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خوارج بلفظ سوّد اللہ وجہہٗ اپنی خباثت سے یاد کرتے ہیں اس واسطے اہلِ سُنت نے کرم اللہ وجہہ مقرر کیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

روحانی زندگی

سوال :۔ اولیاء اللہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں یا مُردہ اور اگر زندہ ہیں تو ہماری آواز سنتے ہیں یا نہیں ؟

جواب :۔ روح کو حیات ہوتی ہے قبر میں سب کی روح زندہ ہے ولی ہو یا عامی اور سماع میں اختلاف ہے بعض مقر ہیں بعض منکر۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وہابیوں کے عقائد

سوال :۔ وہابی مذہب یہ کون فرقہ ہے مردود ہے یا مقبول اور عقائد ان کے مذہب والوں کے مطابق اہلسنت والجماعت ہیں یا مخالف کسی امام کی تقلید کرتے ہیں یا نہیں ؟

جواب :۔ اس وقت اور ان اطراف میں وہابی متبع سنت اور دیندار کو کہتے ہیں۔ باقی بندہ آپ کو دعاگو ہے سب امور کے لئے دست بدعا ہے۔ فقط والسّلام

فرعون کا جھوٹ

سوال :۔ بعض شخص کہتے ہیں کہ فرعون جھوٹ نہ بولتا تھا اس کی کیا اصل ہے ؟

جواب :۔ فرعون کا سب مذہب جھوٹا اور باطل انا ربکم الاعلیٰ خود کذب صریح ہے یہ عوام کی مفوات ہے کہ جھوٹ نہیں بولتا تھا شرک و دعویٰ ربوبیت سے زیادہ کونسا جھوٹ ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خلوصِ دل سے توبہ کرنا

سوال :۔ ہزار بار گناہ صغیرہ وکبیرہ کئے اور ہزاروں بار توبہ کی ہے اور پھر قصد تھا کہ اب گناہ نہ کروں گا۔ مگر پھر شیطان نے کرا دیا۔ اب پھر دل سے توبہ کرتا ہے تو قبول ہو گی یا نہیں ؟

جواب :۔ توبہ جب خالص دل سے کرے گا قبول ہو گی خواہ کتنی ہی بار ٹوٹی ہو۔

بیوہ عورت کا نکاح نہ کر کے عبادت کرنا

سوال :۔ مسئلہ۔ عورت جو بیوہ ہو دوسرا نکاح نہ کرے اور عبادت اور پرہیزگاری میں رہے عند اللہ اُس کو اجر ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ عورت بیوہ اگر نکاح نہ کرے اور عبادت میں مصروف رہے تو عبادت کا ثواب اس کو ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اہلِ قبور سے دُعا کرنا

سوال :- دُعا کرنا اہلِ قبور سے ممنوع ہے جیسا کہ ایضاح الحق میں مولانا شہید مرحوم شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں و نیز بحکم رئیس العلماء حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ کہ استمداد را بمعنی طلب دعاء از اموات از جنس بدعات شمردہ باوجود آنچہ صاحب استیعاب روایت کردہ کہ در زمان حضرت عمرؓ اعرابی طلب دعا استسقاء از مزار مبارک جناب رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسّلام نمود۔ پس باوجود تحقیق ایں امر مذکور در آں قرن بنا بر آں کہ مروج در آں قرن نگردیدہ از بدعات شمردہ[1] اند الخ اور مولانا محمد اسحاق صاحب مرحوم بھی اربعین میں فرماتے ہیں "وحق آنست کہ انکار فقہاء عام است از آنکہ استمداد از قبور انبیاء کنند یا از قبور غیر ایشاں ہمہ جائز نیست[2]"۔ یا جائز ہے اگر جائز ہے تو جواز مع دلائل مفصّل کے ارقام فرمائیں۔

جواب :- قبور سے اس طور دعا کرنا کہ اے صاحبِ قبر اس طرح میرا کام کردے تو یہ تو حرام اور شرک بالاتفاق ہے اور یہ بات کہ تم میرے واسطے دُعا کرو تو اس باب میں اختلاف ہے۔ منکرین سماع اس کو لغو ناجائز کہتے ہیں اور مجوزین سماع جائز جانتے ہیں اور یہی بندہ نے پہلے بعض سائلین کے جواب میں لکھا ہے۔ بندہ مختلف فیہا مسائل میں فیصلہ نہیں کرتا لیکن احوط کو اختیار کرتا ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شرافت نسبی

سوال :- شرافت نسبی کو زیادتی ثواب عمل میں کچھ دخل ہے یا نہیں؟ مثلاً سید اور جاہل دونوں تقویٰ و طہارت میں مساوی ہوں تو سیّد کو بوجہ سیادت کے عنداللہ کچھ زیادہ قربت مل سکتی ہے یا نہیں اور یہ آیہ وَمَنۡ یَّقۡنُتۡ مِنۡکُنَّ لِلّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ[3] الخ سے اس کا ثبوت ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب :- عمل میں سب برابر ہیں نسب کو دخل نہیں زیادات ثواب اخلاص سے ہے۔ فقط

حضورؐ کا جسم مبارک مٹی میں ملنے کا مطلب

سوال :- تقویۃ الایمان کے صفحہ ۱۶ مطبوعہ فاروقی میں حدیث نقل فرماتے ہیں ابوداؤد نے ذکر کیا کہ قیس بن سعد نے نقل کیا کہ گیا میں ایک شہر میں جس کا نام حیرہ ہے سو دیکھا میں نے وہاں کے لوگوں کو سجدہ کرتے تھے اپنے راجہ کو، سو کہا میں نے البتہ پیغمبر خدا زیادہ لائق ہیں کہ سجدہ کیا جائے اُن کو۔ پھر آیا میں پیغمبرِ خدا کے پاس پھر کہا میں نے

---

[1] و نیز رئیس العلماء حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ کے فتویٰ کے بموجب کہ استمداد کو اموات سے دعا طلب کرنا قرار دیکر بدعات میں گنے ہیں باوجودیکہ صاحب استیعاب نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک اعرابی نے پانی برسانے کی دعا کی طلب مزار مبارک جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے کی یعنی باوجود اس امر مذکور کی تحقیق کے اس قرن میں محض اس بنا پر کہ اس قرن میں مروج نہیں ہوا بدعات سے سمجھتے ہیں۔

[2] اور حق یہ ہے کہ انکار فقہاء کا عام ہے اس بات سے کہ انبیاء کی قبروں سے مدد طلب کریں یا ان کے غیر کی قبروں سے کوئی بھی جائز نہیں ہے۔

[3] اور اے نبی کی بیبیو تم میں سے جو اللہ اور اُس کے رسول کی فرماں برداری کرے۔

کہ گیا تھا ایک حیرہ میں، تو دیکھا میں نے ان لوگوں کو سجدہ کرتے ہیں وہ اپنے راجہ کو سو تم بہت زیادہ لائق ہو کہ سجدہ کریں ہم تم کو سو فرمایا مجھ کو بھلا خیال تو کر جو تو گزرے میری قبر پر کیا سجدہ کرے گا تو اُس کو کہا میں نے نہیں فرمایا تو مت کر۔

ف ۔یعنی میں بھی مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کیا سجدے کے لائق ہوں الخ تو یہاں پر یہ شبہ واقع ہوتا ہے کہ مٹی میں ملنے سے کیا مراد ہے؟ اور مخالفین یہاں پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صاحب کے نزدیک انبیاء کا جسد زمین میں مل جانا ثابت ہوتا ہے اس کا کیا جواب ہے مفصل ارقام فرمائیے۔

جواب:۔ مٹی میں ملنے کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ مٹی ہو کر مٹی زمین کے ساتھ خلط ہو جاوے جیسا سب اشیاء زمین میں پڑ کر خاک ہو کر زمین ہی بن جاتی ہیں۔ دوسرے مٹی سے ملاقی و متصل ہو جانا یعنی مٹی سے مل جانا تو یہاں مراد دوسرے معنی ہیں اور جسد انبیاء علیہم السّلام کا خاک نہ ہونے کے مولانا مرحوم بھی قائل ہیں۔ چونکہ مُردہ کو چاروں طرف سے مٹی احاطہ کر لیتی ہے اور نیچے مردہ کی مٹی سے جسد مع کفن ملاحق ہوتا ہے یہ مٹی میں ملنا اور مٹی سے ملنا کہلاتا ہے کچھ اعتراض نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

جنات کا تکلیف دینا

سوال:۔ جنات کا سر پر آنا اور ستانا کہیں شیخ سدو و اللہ بخش وغیرہ مشہور ہیں اور تکالیف پہنچاتے ہیں اور خبیث بھوت وغیرہ بھی ان کو کہتے ہیں ان امور کی شرعاً کچھ اصل معتمد بھی ہے یا واہی باتیں ہیں مفصل ارقام فرمائیں۔

جواب:۔ شیخ سدو اور اللہ بخش دونوں جن ہیں لوگوں کو ستاتے ہیں۔ خبیث بھوت۔ پری۔ دیو۔ جن۔ آسیب ایک چیز کا نام ہے، سر چڑھنا اور تکلیف دینا جنات کا حق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ملفوظ

(۱) امکان کذب بایں معنی کہ جو کچھ حق تعالےٰ نے حکم فرمایا ہے اُس کے خلاف پر وہ قادر ہے۔ مگر باختیار خود اُس کو نہ کرے گا یہ عقیدہ بندہ کا ہے اور اس عقیدہ پر قرآن شریف اور احادیث صحاح شاہد ہیں اور علمائے امت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ مثلاً فرعون پر ادخال نار کی وعید ہے مگر ادخال جنت فرعون پر بھی قادر ہے اگرچہ ہرگز جنت اُس کو نہ دیوے گا اور یہی مسئلہ مبحوث اس وقت میں ہے۔ بندہ کے جملہ احباب یہی کہتے ہیں اُس کو اعدا نے دوسری طرح پر بیان کیا ہوگا۔ اُس قدرت اور عدم ایقاع کو امکان ذاتی و ممتنع بالغیر سے تعبیر کرتے ہیں۔ فقط والسّلام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتابُ البدعات

مجلسِ میلاد کی ابتداء

سوال :۔ محفل میلاد شریف و قیام میلاد و عود و لوبان سلگانے فرش و چوکی بچھانے و تاریخ معین کرنے وغیرہ بہ ہئیت مشہورہ و مروجہ اس زمانہ میں آیا اس طریقہ سے محفلِ میلاد جائز ہے یا نہیں ؟ اگر جائز ہے تو کس دلیل سے ؟ دلیل ادلہ اربعہ سے ہو بینوا توجروا۔

جواب :۔ یہ محفل چونکہ زمانہ فخر عالم علیہ السلام میں اور زمانہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور زمانہ تابعین و تبع تابعین اور زمانہ مجتہدین علیہ الرحمۃ میں نہیں ہوئی اس کا ایجاد بعد چھ سو سال کے ایک بادشاہ نے کیا اُس کو اکثر اہلِ تاریخ فاسق لکھتے ہیں لہٰذا یہ مجلس بدعت ضلالہ ہے۔ اس کے عدم جواز میں صاحب مدخل وغیرہ علماء پہلے بھی لکھ چکے ہیں اور اب بھی بہت رسائل فتاویٰ طبع ہو چکے ہیں زیادہ دلیل کی حاجت نہیں۔ عدم جواز کے واسطے یہ دلیل بس ہے کہ کسی نے قرون خیر میں اس کو نہیں کیا۔ زیادہ مفاسد اس کے دیکھنے ہوں تو مطولات فتاویٰ کو دیکھ لیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ | رشید احمد ۱۳۰۱ | الجواب صحیح خلیل احمد عفی عنہ | خلیل احمد

مجلس مولود مجلس خیر و برکت ہے درصورتیکہ ان قیودات مذکورہ سے خالی ہو فقط بلا قید وقت معین و بلا قیام و بغیر روایت موضوع مجلس خیر و برکت ہے صورت موجودہ جو مروج ہے بالکل خلافِ شرع ہے اور بدعت ضلالۃ ہے ھکذا سمعت من ابی مولانا الحاج المحدث السہارنفوری المولوی احمد علی برد اللہ مضجعہ و بھذا افتی مولانا المرحوم محمد خلیل الرحمان مدرس مدرسہ اسلامیہ سہارنپور | محمد خلیل الرحمٰن

مجلس میلاد شریف بہئیت معلومہ مروّجہ لاریب بدعت و ممنوع ہے فقط

بندہ عزیز الرحمٰن دیو بندی عفی عنہ | وتوکل علی عزیز الرحمٰن | الجواب صحیح بندہ احمد عفی عنہ خلف مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم | اسمہ احمد | اصاب المجیب محمد حسن عفی عنہ | محمد حسن

لاشک ان انعقاد ہذا المجلس المخترع ضلالۃ ویذم فاعلہا بذم البدعات[1]

فقیر محمد حسین | دہلوی | محمد اسماعیل ۱۳۰۲ | سید محمد ابو الحسن | یقال لہ ابراہیم | غفرلہ ۱۳۹۹ سید محمد عبد السلام

---

[1] اس میں کچھ شک نہیں کہ اس قسم کی مخترعہ مجلس کا منعقد کرنا گمراہی ہے اور اس کے کرنے والے کو بدعات کی مذمت کے ساتھ اس کی بھی مذمت کی جائے گی۔

الجواب صحیح نمبرہ مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی ۔

جواب صحیح ہے اور یہ مولود مروجہ بدعت ہے چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اپنے مکتوبات میں ارقام فرماتے ہیں عبارتہ ہکذا" اگر فرضاً حضرت ایشاں دریں آوان در دنیا زندہ بودے و ایں مجلس و اجتماع کہ منعقد میشد آیا ایں امر راضی میشدند و ایں اجتماع را مے پسندیدند یا نہ یقین فقیر آن ست کہ ہرگز ایں معنی را تجویز نمی فرمودند بلکہ انکار می نمودند مقصود فقیر اعلام بود قبول کنید یا نہ کنید۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مروّجہ مجلسِ میلاد

سوال :۔ مروّجہ مجلس میلاد بدعت ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ مجلس مولود مروّجہ بدعت ہے اور بسبب خلط امور مکروہہ کے مکروہ تحریمہ ہے اور قیام بھی بوجہ خصوصیت کے بدعت ہے اور امرد لڑکوں کا پڑھنا راگ میں بہ سبب اندیشۂ ہیجان فتنہ کے مکروہ ہے اور فاتحہ مروجہ بھی بدعت ہے۔ معہذا مشابہ بفعل ہنود ہے اور تشبہ غیر قوم کے ساتھ منع ہے۔ ایصالِ ثواب بدوں اس ہیئت کے درست ہے اور جس ضیافت میں امور غیر مشروع ہوں وہاں جانا بھی ناجائز ہے اور جس کا مال حرام ہے خواہ فاحشہ ہو یا مرد مسلم اس کے ہاتھ بیع کرنا اس مالِ حرام کے عوض حرام ہے کہ کل کو حرام کر دیتا ہے۔ اگر اچھے مال سے خرید کرلے درست ہے۔ فقط والسّلام

مجلس مولود و عرس جس میں خلاف شرع امور نہ ہوں

سوال :۔ مولود شریف اور عرس کہ جس میں کوئی بات خلافِ شرع نہ ہو جیسے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کیا کرتے تھے آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں اور شاہ صاحب واقعی مولود اور عرس کرتے تھے یا نہیں ؟

جواب :۔ عقد مجلس مولود اگرچہ اُس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو مگر اہتمام و تداعی اس میں بھی موجود ہے لہٰذا اس زمانہ میں درست نہیں و علی ہذا عرس کا جواب ہے بہت اشیاء ہیں کہ اول مباح تھیں پھر کسی وقت میں منع ہو گئیں مجلس عرس و مولود بھی ایسا ہی ہے ۔

بدوں تجدید نعمت حقیقی کے سرور و فرحت کا اعادہ

سوال :۔ اعادہ کرنا سرور فرحت کا بدوں تجدید نعمت حقیقی کے آیا جائز ہے یا نہیں ؟ اور یہ دلائل جو مجوزین مولود زمانہ پیش کرتے ہیں مثل صوم عاشورہ کہ شکریہ و موافقت حضرت موسیٰ علیہ السّلام میں رکھا گیا تھا اور اب تک جاری ہے صوم دوشنبہ کو بوجہ یوم ولادت و یوم نزول قرآن شریف میں رکھا گیا تھا اور اب تک جاری ہے اور مثل اعادہ عقیقہ کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے بعد نبوت کے کیا تھا حالانکہ آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب آپ کا عقیقہ کر چکے تھے۔ لہٰذا روایاتِ مذکورہ سے اثبات اعادہ سرور ہوتا ہے یا نہیں اور نیز روایت عقیقہ صحیح ہے یا ضعیف ارقام فرمادیں ۔

جواب :۔ اس کا جواب مفصّل جدید مستقل رسالہ بنتا ہے اس کی تحقیق اور جواب براہین قاطعہ میں دیکھو۔

فقط واللہ تعالےٰ اعلم

مکہ معظمہ میں مجلسِ میلاد

سوال :۔ فیوض الحرمین میں شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ فرماتے ہیں " وکنت قبل ذلک بمکۃ المعظمۃ فی مولد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی یوم ولادتہ والناس یصلون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یذکرون ارھاصاتہ التی ظھرت فی ولادتہ ومشاھدہ قبل بعثتہ فرأیت انواراً سطعت دفعۃً واحدۃً لا اقول انی ادرکتھا ببصر الجسد ولا اقول ادرکتھا ببصر الروح فقط واللہ اعلم کیف کان الامر بین ھذا وذاک فتاملت تلک الانوار فوجدتھا من قبل الملائکۃ الموکلین بامثال ھذہ المشاھد وبامثال ھذہ المجالس ورأیت یخالط انوار الملائکۃ انوار الرحمۃ ۔[1]

عبارت مذکورہ میں جواز و استحسان شرکت مجلس یوم ولادت و ذکر وقائع ولادت و مشاہدہ انوار ملائکہ ثابت ہوتا ہے اور اس سے جواز مولود زمانہ پر حجت لائی جاتی ہے ۔ لہٰذا یہ حجت لانا اُن کا درست ہے یا نہیں ؟ مع مطلب عبارت مذکورہ کے ارقام فرمائیں ۔

جواب :۔ فیوض الحرمین میں حاضری مولد النبی میں کہ مکان ولادت آپ علیہ السلام کا ہے لکھا ہے وہاں ہر روز زیارت کے واسطے لوگ جاتے ہیں یوم ولادت میں بھی لوگ جمع تھے اور صلوٰۃ و ذکر کرتے تھے نہ وہاں تداعی سے اہتمام طلب کے تھے نہ کوئی مجلس تھی بلکہ وہاں لوگ خود بخود جمع ہو کر کوئی درود پڑھتا تھا کوئی ذکر معجزات کرتا تھا نہ کوئی شیرینی نہ چراغ نہ کچھ اور نفس ذکر کو کوئی منع نہیں کرتا ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مجلسِ میلاد

سوال :۔ بلا مقرر کئے دن کے میلاد مبارک پڑھوانا یا پڑھنا اور بلا راگ یا راگنی کے نظم پڑھنا جس میں مزامیر نہ ہووے اور اس نظم میں سوائے تعریف سچی کے اور کوئی کلمہ یا صنم یا کنہیا وغیرہ کا نہ ہووے اور تعظیم وقت ولادت کے کھڑا ہونا اس خیال سے کہ وقت پیدا ہونے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ملائکہ مقربین کھڑے ہوئے تھے اور ستارے جھک گئے تھے اور ایام شیر خوارگی میں چاند آپ سے باتیں کرتا تھا اور پیدا ہوتے وقت بعض دریا خشک اور بعض جاری ہو گئے تھے اور دیوان خانہ نوشیرواں بادشاہ کا جس کے کنگورے گر گئے تھے وہشت سے اور شیاطین خوف سے پہاڑوں میں جا چھپے تھے اور طرح طرح کی کرامتیں ظاہر ہوئی تھیں جس کی روایتیں معتبر موجود ہیں اگر کھڑا ہو جائے تو کیسا ہے ؟ اور یہ بایں خیال کہ ذرا سے حاکم کو دیکھ کر سب آدمی کھڑے ہو جاتے ہیں اور ہفتہ میں دو مرتبہ حضرت کو خبر پہنچتی ہے کہ فلاں اُمتی نے ایسا کیا ۔ آپ کو حیات النبی جان کر تعظیم کرنا پیدائش کے ذکر پر جائز ہے یا نہیں اور سُنا ہے کہ آپ کے پیر صاحب حاجی

---

[1] اور میں اس کے پہلے مکہ معظمہ میں مولد نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کی ولادت کے دن میں تھا اور لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ رہے تھے اور آپ کے ان نشانات کا ذکر کر رہے تھے جو آپ کی ولادت کے وقت ظاہر ہوئے اور آپ کی بعثت کے پہلے کے مشاہد کا ذکر ہو رہا تھا کہ یکایک میں نے ایک نور کو دیکھا جو ایکدم چمکا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ آیا اس کو میں نے جسمانی آنکھوں سے دیکھا یا یہ کہ روحانی بصیرت سے دیکھا واللہ اعلم کہ معاملہ کیسے تھا اس کے اور اس کے درمیان پھر میں نے ان انوار پر غور کیا تو ان کو فرشتوں کی طرف سے دیکھا جو اس قسم کی مجالس اور مواقع کے لئے مقرر ہیں اور میں نے دیکھا کہ ملائکہ کے انوار میں انوارِ رحمت مل رہے ہیں ۔

امداد اللہ صاحب بھی مولود سُنتے ہیں جواب تفصیل سے فرمائیے۔

جواب :۔ مجلسِ مولود کا مفصل ذکر براہین قاطعہ میں دیکھو اور حجت قول و فعل مشائخ سے نہیں ہوتی بلکہ قول و فعل شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اور اقوال مجتہدین رحمہم اللہ سے ہوتی ہے۔ حضرت نصیر الدین چراغ دہلی قدس سرہٗ فرماتے ہیں جب اُن کے پیر سلطان نظام الدین قدس سرہٗ کے فعل کی حجت کوئی لاتا کہ وہ ایسا کرتے ہیں تم کیوں نہیں کرتے تو فرماتے کہ فعل مشائخ حجت نباشد[1]۔ اور اس جواب کو حضرت سلطان الاولیاء بھی پسند فرماتے تھے لہٰذا جناب حاجی صاحب سلمہٗ اللہ کا ذکر کرنا سوالاتِ شرعیہ میں بیجا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مجلسِ میلاد کو جائز جاننا

سوال :۔ جو شخص مجالس غیر مشروعہ میں شریک ہووے اور مال خرچ کرے اور اس کو مستحسن اور حلال جانے کہ جن کی حرمت نص صریحہ سے ثابت ہے مثلاً ناچ و مزامیر و مجالس عرس و روشنی وغیرہ منکرات کثیرہ تو ایسا شخص فاسق ہوگا یا کافر کیونکہ افعال ممنوعہ حرام کو حلال جانتا ہے۔

جواب :۔ ایسا شخص فاسق ہے کافر کہنے سے زبان بند رکھنا چاہیئے اور فعل مسلم کی تاویل کر کے اسلام سے خارج نہ کرے جہاں تک ہوسکے لا نکفر احدا من اھل القبلۃ[2] ائمہ مجتہدین فرماگئے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رسالہ مائۃ مسائل سے میلاد شریف کی اباحت

سوال :۔ اس عبارت مائۃ مسائل سے انعقاد مجلس مولود کا اثبات کرنا صحیح ہے یا نہیں و قیاس عرس بر مولود غیر صحیح ست۔ زیراکہ در مولود ذکر ولادت خیر البشر ست و آں موجب فرحت و سرور ست و در شرع اجتماع برائے فرحت و سرور کہ خالی از منکرات و بدعات باشد آمدہ[3] الخ

جواب :۔ اس عبارت سے نفس ذکر ولادت کی اباحت و سرور کا جواز معلوم ہوتا ہے نفس ذکر ولادت مندوب ہے اس میں کراہت قیود کے سبب آئی ہے۔ خلاف عرس مروج کے کہ وہ خود قیود کا ہی نام ہے اگر اس وقت میں مجلس مولود ایسے حال پر ہوتی جیسے اب ہوتی ہے تو آپ مثل عرس کے اس کو بھی حرام لکھتے۔ اس وقت میں یہ مجلس نہیں ہوتی تھی۔ معہذا وہ خود بدعت لکھتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مجلس میلاد میں حضورؐ کا تشریف لانا

سوال :۔ زید دعویٰ کرتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجلس مولود میں تشریف لے گئے اور آپ نے اجازت دی اور آپ کے زمانہ میں یہ مجلس ہوئی اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ اور چھوارے پر فاتحہ اپنے فرزند ابراہیم کی دی اور عمرو کہتا ہے کہ یہ بات محض جھوٹ ہے کسی کتاب حدیث اور فقہ معتبر سے ثابت نہیں، اللہ کی لعنت ہے

---

[1] مشائخ کا فعل حجت نہیں ہے [2] ہم اہلِ قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے [3] اور عرس کا قیاس مولود پر صحیح نہیں ہے اس لئے کہ مولود خیر البشر کی ولادت کا ذکر ہے اور وہ خوشی و سرور کا باعث ہے اور شرع میں خوشی و سرور کے لئے جمع ہونا جو منکرات و بدعات سے خالی ہو جائز ہے۔

جھوٹوں پر۔ اگر یہ بات ثابت ہو جاوے تو میں اپنے کہنے اور اعتقاد سے توبہ کروں گا اور زید بھی یہی کہتا ہے کہ اگر یہ بات ثابت نہیں ہوئی تو میں اپنے عقیدہ اور قول سے توبہ کروں گا اس واسطے کہ علمائے دین سے سوال ہے کہ جو کچھ حق ہو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر کتب معتبرہ سے اس کا جواب لکھیں۔

جواب: ۔ زید جھوٹا ہے اور یہ بات کسی معتبر کتاب میں نہیں لکھی زید کو چاہیئے کہ ایسی بات سے توبہ کرے اور اگر کسی عالم بے دین سے ایسی بات سُنی ہو تو اُس کی صحبت میں نہ بیٹھے اور دوسری بات جو زید نے کہی وہ بھی جھوٹ ہے اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام پر افتراء۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ ایسے بے دین کو سمجھاویں اور اگر پھر بھی توبہ نہ کرے تو اس کی ملاقات سے پرہیز کریں اور کسی کتاب سے کہ قابلِ اعتبار ہو یہ بات ثابت نہیں اور عمرو دونوں مسئلوں میں سچا ہے اور اس کی بات بھی ٹھیک ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

سید محمد نذیر حسین — حفیظ اللہ بس حسبنا اللہ

خواجہ فقیر ضیا الدین — منصور علے هست از احمد — قول المجیب حق احق بالاتباع — فقیر محمد حسن — سید امیر حسین ۱۲۸۲ — سید امیر احمد نقوی ۱۲۸۳

جواب صحیح ست و مہر ایں وقت دیگر جا بودہ لہٰذا بر دستخط اکتفا نمودہ شد الراقم محمد اسد علی

الجواب صحیح الراقم عنایت علی — الجواب صحیح — احمد علی عفی عنہ — محدث سہارنپوری شاگرد مولانا محمد اسحاق صاحب

مسعود محمد — ذلک کذلک — الجواب الجواب — اصاب من اجاب واللہ اعلم بالصواب

امام مسجد فتحپوری — عبد الباری عفی عنہ — محمد تراب علی — من غلب ہواہ عقلہ افتضح — ملا سیف اللہ ولایتی

من اجاب اجاد — الجواب صحیح

محمد اسحٰق — محمد عبد اللہ — سید سبط احمد — حافظ عبد اللہ — محمد یوسف جنیدی — محمد اکبر

الجواب صحیح بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ — رشید احمد ۱۳۰۱

مجلسِ میلاد کا حکم (یعنی فتویٰ مولد شریف)

سوال: ۔ مجلس مولود خوانی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بایں ہیئت کہ روشنی ہائے کثیرہ نذرانہ حاجت و امردان خوش الحان و راگ خوانندہ اشعار وغیرہ وغیرہ قیودات بالخصوص قیام اسی ذکر مولد اور اسی محفل میں ثابت اور جائز ہے یا نہیں اور شریک ہونا مفتیان کا ایسی مجالس میں جائز ہے یا نہیں و نیز عیدین و پنج شنبہ وغیرہ میں آب و طعام سامنے رکھ کر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ وغیرہ پڑھ کر ایصالِ ثواب ہوتی کرنا ثابت و جائز ہے یا نہیں و نیز خاص بروز سوئم میت کے جمع ہو کر بالخصوص کلمۂ طیبہ و ختم قرآن مجید مع پنج آیت چنے وغیرہ تقسیم کرنا ثابت و جائز ہے یا نہیں و نیز دہم و بستم و چہلم وغیرہ میّت کا کرنا ثابت و جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ۔ مجلس مروجہ مولود کہ جس کو سائل نے لکھا ہے بدعت و مکروہ ہے اگرچہ نفس ذکر ولادت فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مندوب ہے مگر بسبب انضمام ان قیود کے یہ مجلس ممنوع ہو گئی کہ قاعدہ فقہ کا ہے کہ مرکب حلال و حرام

سے حرام ہو جاتا ہے۔ پس اس ہئیت مجموعہ مجلس مولود میں بکثرت وزائد از حد ضرورت چراغ جلانا اسراف ہے اور اسراف حرام ہے کہ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین[1] الآیہ۔ حکم ناطق قرآن شریف کا ہے علی ہذا امردان خوش الحان کا نظم۔ اشعار پڑھنا موجب ہیجان فتنہ کا ہے اور کراہیت سے خالی نہیں اور قیام بالخصوص اس ہی ذکر اور اسی محفل میں ہونا بدعت ہے۔ پس حضور ایسی محفل کا بسبب ان امور بدعت و مکروہ تحریمہ کے مکروہ تحریمہ اور بدعت ہو گا خواہ عالم لوگ جاویں یا مفتی جاوے بلکہ مفتی کو زیادہ موجب۔ فساد کا ہے کہ وہ عالم ہے اور ایسے فعل سے گمراہ کنندہ خلق کثیر کا ہوتا ہے اور فاتحہ میں ہاتھ اٹھا کر پڑھنا طعام وشراب روبرو رکھ کر مشابہت فعل ہنود سے ہے اور یہ امر شرع میں ایصالِ ثواب کے واسطے کہیں ثابت نہیں اور من تشبہ بقوم فھو منھم الحدیث[2]۔ حکم ناطق حرمت مشابہت کا ہے لہٰذا یہ صنع بھی حرام ہو گا اور سوئم و دہم و چہلم جملہ رسوم ہنود کی ہیں اس تخصیص ایام میں مشابہت بھی ہوئی اور تخصیصِ ایام کی بدعت بھی ہے۔ یہ سب بسبب ان تخصیصات کے بدعت و مکروہ تحریمہ ہیں۔ اگرچہ اصل ایصالِ ثواب بدوں کسی تخصیص و مشابہت کے درست ہے اور تفصیل ان جملہ مسائل کی بسط کے ساتھ براہین قاطعہ میں ہے اس میں ملاحظہ کرلیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب حق وماذا بعد الحق الا الضلال[3]۔ احقر محمد حسن غفرلہ مدرس مدرسہ الغربا بادشاہی مسجد مراد آباد

الجواب صحیح حقیق بالاتباع[4] احقر الزمن محمود حسن غفرلہ مدرس مدرسہ الغربا، مراد آباد الجواب صحیح خلیل احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند قد صح الجواب محمد حسن عفی عنہ مراد آبادی الجواب صحیح عبد الصمد عفی عنہ المجیب المصیب محمد عبد اللہ عفی عنہ الجواب حق عبد الحق عفی عنہ

الحمد للہ کہ حضرت مجیب لبیب دامت فیوضہم نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے بلاشک صحیح ہے کسی کو جائے مقال نہیں کیونکہ وہ مخدوم العلماء اور راسخ فی العلم ہیں۔ البتہ بوجہ مزید اطمینان عوام چند عبارات کتب محققین سے تائیداً نقل کرتا ہوں۔

فی الواقع نفس ذکر ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی منکر نہیں ہو سکتا بلکہ وہ مندوب اور مستحسن ہے مگر بوجہ الحاق امور نامشروعہ جیسا کہ مروّجہ زمانہ حال ہے بدعت و حرام ہے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیجئے مگر جیسا کہ قرون ثلثہ میں تھا کہ نہ مجلس مولود منعقد ہوتی تھی نہ کہ ذکر ولادت پر قیام ہوتا تھا۔ ہم سب مامور کئے گئے ہیں اتباع سلف صالحین پر نہ کہ اتباع خلف پر۔ امام علامہ ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے اکابرین و مستندین سے ہیں مدخل میں فرماتے ہیں :۔

ومن جملة ما احدثوه من البدع من اعتقادهم ان ذلك من اكبر العبادات واظهار الشعائر ما يفعلونه في شهر ربيع الاول من المولد وقد احتوى ذلك على بدع ومحرمات الى ان قال وهذه المفاسد مترتبة على فعل المولد اذا عمل بالسماع فان خلا منه وعمل طعام فقط ونوى به المولد ودعى اليه الاخوان وسلم من كل ما تقدم ذكره فهو بدعة بنفس نيته فقط لان ذلك زيادة في الدين وليس من عمل السلف الماضين واتباع السلف اولى ولم

---

[1] بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں [2] جو شخص کسی قوم سے مشابہت کرے تو وہ انہی میں سے ہے [3] حق کے بعد بجز گمراہی کے کچھ نہیں ہے [4] یہ سچ ہے اور پیروی کا مستحق ہے۔

ینقل من احد منهم انه نوی المولد ونحن نتبع السلف فیسعنا ما وسعهم[۱] انتهی ۔

اور مولانا عبدالرحمٰن المغربی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں :۔

ان عمل المولد بدعة لم یقل به ولم یفعله رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والخلفاء والائمة[۲] انتهی اور کذا فی الشرعة الالهیة[۳]

اور مولانا نصیرالدین الاودی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

بجواب سائل لا یفعل لانه لم ینقل عن السلف الصالح وانما احدث بعد القرون الثلثة فی الزمان الطالح ونحن لا نتبع الخلف فی ما اهمل السلف لانه یکفی بهم الاتباع فای حاجة الی الابتداع ۔ انتهی[۴]

اور شیخ الحنابلہ شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

ان ما یعمل بعض الامراء فی کل سنة احتفالا لمولده صلی اللہ علیه وسلم فمع اشتماله علی التکلفات الشنیعة بنفسه بدعة احدثه من یتبع هواه ولا یعلم ما امره صلی اللہ علیه وسلم صاحب الشریعة ونهاه انتهی ۔ کذا فی القول المعتمد[۵]

اور قاضی شہاب الدین دولت آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ تحفۃ القضاۃ میں فرماتے ہیں :۔

(سئل القاضی عن مجلس المولد الشریف) قال لا ینعقد لانه محدث وکل محدث ضلالة وکل ضلالة فی النار وما یفعلون من الجهال علی راس کل حول فی شهر ربیع الاول لیس بشئ و یقومون عند ذکر مولده صلی اللہ علیه وسلم

---

[۱] اور ان بدعات میں سے جو انہوں نے ایجاد کرلیں ان کا یہ اعتقاد بھی ہے کہ سب سے بڑی عبادت اور شعائر اللہ کا اظہار یہ ہے جو وہ کرتے ہیں کہ ماہ ربیع الاول میں میلاد کرتے ہیں جس میں کئی بدعتیں اور حرام باتیں ہوتی ہیں یہاں تک کہ کہا کہ اور یہ تمام مفاسد مرتب ہیں میلاد کے کرنے پر اگر اس میں سماع بھی ہو اور اگر سماع نہ ہو اور صرف کھانا پکایا جائے اور اس سے مولود کی نیت کی جائے اور اس کی طرف لوگوں کو بلایا جائے اور جو کچھ باتیں اوپر لکھی گئی ہیں ان سے سلامت رہے تو بھی فقط نفس نیت کی وجہ سے یہ بدعت ہے اس لئے کہ یہ دین میں زیادتی ہے اور گزرے ہوئے سلف صالح کا یہ عمل نہیں ہے اور سلف کی پیروی بہتر ہے اور سلف میں کسی سے بھی یہ منقول نہیں ہے کہ انہوں نے مولود کی نیت کی ہو اور ہم سلف کا اتباع کرتے ہیں تو ہمارے لئے بھی اتنی وسعت ہو سکتی ہے جو اُن کے لئے ہو سکتی تھی ۔

[۲] اور میلاد کا کرنا بدعت ہے جس کو نہ کہا نہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور نہ خلفاء و ائمہ نے ۔ [۳] شرعۃ الالٰہیہ میں ایسا ہی ہے ۔

[۴] سائل کے جواب میں فرمایا کہ نہ کرے اس لئے کہ یہ سلف صالح سے منقول نہیں ہے بلکہ قرون ثلثہ کے بعد بد بخت زمانہ میں لوگوں نے اسکی ایجاد کی ہے اور سلف نے جس کو چھوڑ دیا ہے اس کی پیروی ہم خلف نہیں کرسکتے اس لئے کہ ان کی پیروی ہی کافی ہے تو نئی چیز نکالنے کی کیا ضرورت ہے ۔

[۵] یہ جو بعض امراء ہر سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد پر جشن مناتے ہیں تو اس میں علاوہ اس کے کہ تکلفات شنیعہ ہیں بنفسہ بدعت ہے جس کو اس نے ایجاد کیا ہے جو اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کیا حکم کیا جو صاحب شریعت تھے اور آپ نے اس کو اس بات سے منع فرمایا ہے ۔ قول معتمد میں اسی طرح ہے ۔

ویزعمون ان روحہ صلی اللہ علیہ وسلم یجئی وحاضر فزعمھم باطل بل ھذا الاعتقاد شرک[1] وقد منع الائمۃ عن مثل ھذا انتھی [1]

اور صاحب سیرت شامی فرماتے ہیں ۔

جرت عادۃ کثیر من المحبین اذا سمعوا بذکر وضعہ صلی اللہ علیہ ان یقوموا تعظیماً لہ صلی اللہ علیہ وسلم و ھذا القیام بدعۃ لااصل لہ [2]

اور مولانا فضل اللہ جونپوری رحمۃ اللہ علیہ بہجۃ العشاق میں فرماتے ہیں :۔

ما یفعل العوام فی القیام عند ذکر وضع خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام لیس بشئی بل ھو مکروہ [3]

اور قاضی نصیر الدین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ طریقۃ السلف میں فرماتے ہیں :۔

وقد احدث بعض جھال المشائخ امورا کثیرۃ لا نجد لھا اثرا ولا رسمًا فی کتاب ولا فی سنۃ منھا القیام عند ذکر ولادۃ سید الانام علیہ التحیۃ والسلام [4]

اور حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی سید احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات میں فرماتے ہیں :۔

"بنظر انصاف بہ بینید اگر حضرت ایشان فرضاً دریں زمان موجود بودند و در دنیا زندہ می بودند و ایں مجالس و اجتماع کہ منعقد می شد آیا بایں راضی می شوند و ایں اجتماع را می پسندیدند یا نہ یقیں فقیر آنست کہ ہرگز ایں معنی را تجویز نمی فرمودند بلکہ انکار مے نمودند مقصود فقیر اعلام بود

---

[1] قاضی سے مجلس مولود شریف کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا نہ کی جائے اس لئے کہ یہ بدعت ہے اور کل بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں جانے والی ہے اور یہ جو جاہل لوگ ربیع الاول کے مہینہ میں ہر سال کی ابتدا پر کرتے ہیں یہ کوئی چیز نہیں اور وہ ذکر ولادت کے وقت کھڑے ہوجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ آپ کی روح (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لاتی ہے اور حاضر ہوتی ہے تو یہ ان کا خیال باطل ہے اور یہ اعتقاد شرک ہے اور ائمہ نے اس کو مثل اور باتوں سے بھی منع فرمادیا ہے ۔

[2] اور بہت سے محبین کی یہ عادت ہوگئی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ قیام بدعت ہے جس کی کوئی اصل نہیں ۔

[3] عوام جو ذکر خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے وقت کھڑے ہوجاتے ہیں وہ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ وہ مکروہ ہے

[4] اور بعض جاہل مشائخ نے بہت سی باتوں کو ایجاد کرلیا ہے جس کا کوئی اثر یا رسم ہم نہ کتاب میں پاتے ہیں نہ سنت میں انہی میں سے ایک ولادت سید انام علیہ التحیۃ والسلام کے ولادت کے ذکر کے وقت کھڑا ہونا ہے ۔

[5] بنظر انصاف دیکھو کہ اگر بالفرض حضورؐ اس زمانہ میں موجود ہوتے اور دنیا میں زندہ ہوتے اور یہ مجالس و اجتماع منعقد ہوتے تو کیا اس سے راضی ہوتے ؟ اور اس اجتماع کو پسند فرماتے یا نہ فقیر کا یقین یہ ہے کہ آپ ہرگز اس بات کو منظور نہ فرماتے بلکہ انکار ہی فرماتے ۔ فقیر کا مقصد تو صرف اطلاع دہی ہے قبول کریں یا نہ کریں کوئی حرج نہیں اور جنگ کی کوئی ضرورت نہیں اگر وہاں کے مخدوم زادے اور احباب اسی وضع پر ثابت قدم رہنا چاہیں تو ہم فقیروں کو ان کی صحبت سے بجز محرومی کے کوئی چارہ نہیں فقط زیادہ کیا تکلیف دی جائے ۔

قبول کنند یا نہ کنند ہیچ مضائقہ نیست و گنجائش مشاجرہ نہ اگر مخدوم زادہا و یاران آنجا بر ہماں وضع مستقیم باشند ما فقیران را از صحبت ایشاں غیر از حرماں چارہ نیست انتہیٰ زیادہ چہ تصدیعہ دہد والسلام۔

اور شرکت جملہ مجالس غیر مشروعہ کی نہ عام لوگوں کو درست ہے نہ مفتیوں کو قال اللہ تعالیٰ وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم آیات اللہ یکفر بہا و یستہزء بہا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم[۱] الخ

امام محی السنۃ بغوی رحمۃ اللہ علیہ معالم التنزیل میں آیت مذکورہ کے تحت میں فرماتے ہیں وقال الضحاک عن ابن عباس رضی اللہ عنہ دخل فی ہذہ الایۃ کل محدث فی الدین وکل مبتدع الی یوم القیٰمۃ۔[۲]

اور اسی تفسیر کو قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں ارقام فرماتے ہیں ایسا ہی ایصالِ ثواب بہتر مگر رسوم غیر جائز و بدعت کو ان کے ساتھ شریک کر لینا اور ثواب کو کھو دینا اور گناہ کا مرتکب ہونا ہے۔ قرون ثلٰثہ میں ایصالِ ثواب بھی کیا جاتا تھا مگر نہ کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھی جاتی تھی نہ رسوم سوئم و دہم بستم چہلم کی کچھ تعین تھی۔ ایصالِ ثواب الی الاموات کیجئے مگر بلا قید۔ جیسا کہ بزرگانِ سلف کا طریقہ تھا نہ بطریق اختراع و ابتداع خلف فتاویٰ سمرقندیہ میں مرقوم ہے۔ قراءۃ الفاتحۃ والاخلاص والکافرون علی الطعام بدعۃ۔[۳]

اور کبیری شرح منیۃ المصلی میں ہے واتخاذ الطعام عند قراءۃ القرآن یکرہ[۴]۔ اور نصاب الاحتساب میں ہے ان معرفا یقوم فی صف النعال و یقراء بعد الختم آیۃ من الاخلاص ثلثا ومن الفاتحۃ مرۃ وھو قائم والناس قعود انہ بدعۃ و لم ینقل ھذا الصنع من السلف[۵]۔ اور سنن ابن ماجہ میں حضرت جریر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ فرمایا۔ کنا نعد الاجتماع الی اھل المیت وصنعھم الطعام من النیاحۃ انتہیٰ[۶]

چنانچہ فتح القدیر ہے۔ واتخاذ الضیافۃ من اھل المیت وھی بدعۃ مستقبحۃ لما روی ابن ماجۃ والامام احمد باسناد صحیح[۷] اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں

---

[۱] ارشاد الٰہی ہے کہ اللہ نے تم پر یہ حکم اتار دیا ہے کہ جب تم اللہ تعالیٰ کی آیات کو ایسے سنو کہ اس کا کفر کیا جا رہا ہے اور اس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو تم اُن کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک کہ وہ کسی اور بات میں نہ معروف ہو جائیں ورنہ اس وقت تم بھی انہی کے مثل ہو جاؤ گے۔

[۲] اور ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں ہر وہ شخص داخل ہو گیا جو قیامت تک دین میں بدعتیں نکالے اور دین میں ہر زیادتی بھی اس میں داخل ہو گئی

[۳] اور فاتحہ اور سورہ اخلاص و کافرون کو کھانے پر پڑھنا بدعت ہے [۴] اور قرآن پڑھنے کے وقت کھانا کھلانا مکروہ ہے۔

[۵] ایک معرف جوتوں کی صف کے پاس کھڑا ہوتا ہے اور ختم کے بعد سورۃ اخلاص تین بار اور سورہ فاتحہ ایک بار کھڑے ہوئے پڑھتا ہے اور لوگ بیٹھے رہتے ہیں اور یہ بدعت ہے اور اس قسم کا کام سلف سے منقول نہیں ہے۔

[۶] ہم مردے کے گھر والوں کے پاس جمع ہونے اور ان کا کھانا پکانا نوحہ گری میں سمجھتے تھے۔

[۷] اور اہلِ میت کی طرف سے ضیافت کا ہونا بہت بڑی بدعت ہے جیسا کہ ابن ماجہ اور امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

قال الطیبی من اصر علی امر مندوب وجعل عزماً ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطٰن من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ او منکر ھذا محل تذکر الذین یصرون علی الاجتماع فی الیوم الثالث للمیت ویرونہ ارجح من الحضور للجماعۃ ونحوہ [۱] اور فتاویٰ بزازیہ میں مرقوم ہے ۔ یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوۃ لقراءۃ القرآن وجمع الصلحاء والفقراء للختم او لقراءۃ سورۃ الانعام او الاخلاص [۲] انتہی ۔ اور شرح منہاج امام نووی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے الاجتماع علی المقبرۃ فی الیوم الثالث و تقسیم الورد والعود واطعام فی الایام المخصوصۃ کالثالث والخامس والتاسع والعاشر والعشرین والاربعین والشہر السادس والسنۃ بدعۃ [۳] ۔ اور حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ شرح سفر السعادت ومدارج میں فرماتے ہیں :-

"ایں اجتماع مخصوص بروز سوم وارتکاب تکلفات دیگر وصرف اموال بے وصیت از حق یتامیٰ بدعت است و حرام انتہیٰ" [۴]

اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وصیت نامہ میں فرماتے ہیں :-

"دیگر از عادات شنیعہ ما مردم اسراف است در ماتمہا وچہلم و فاتحہ سالیانہ ایں ہمہ را در عرب اول وجود نبود مصلحت آنست کہ غیر تعزیت وارثان میت تا سہ روز وطعام ایشاں یک شبانہ روز رسمے نباشد انتہیٰ" [۵]

اور حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ بھی وصیت نامہ میں فرماتے ہیں" وبعد مردن من رسوم دنیوی مثل دہم وبستم وچہلم وششماہی و فاتحہ سالیانہ ہیچ نکنند انتہیٰ ۔ اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا [۶] فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

---

[۱] طیبی نے فرمایا ہے کہ جو شخص امر مستحب کے کرنے پر اصرار کرے اور اس کو لازم قرار دے لے اور اجازت پر عمل نہ کرے تو اس نے شیطان کی گمراہی کا حصہ پا لیا تو پھر کیا حال ہوگا اس شخص کا جو بدعت یا امر منکر پر اصرار کرے یہ جگہ ہے اُن لوگوں کی نصیحت کے لئے جو میت کے لئے تیسرے دن جمع ہونے پر اصرار کرتے ہیں اور اس کو جماعت میں حاضر ہونے پر ترجیح دیتے ہیں ۔

[۲] اور پہلے دن اور تیسرے دن اور ساتویں دن کھانا تیار کرنا اور موسم میں قبر پر کھانے کا لے جانا (یعنی عرس وغیرہ کے موقع پر) اور قرآن مجید کے پڑھنے کے لئے دعوت دینا اور صلحاء وفقراء کو ختم کے لئے یا سورہ انعام یا سورۂ اخلاص پڑھنے کے لئے دعوت دینا سب مکروہ ہے ۔

[۳] تیسرے دن قبر پر جمع ہونا اور گلاب وعود کا تقسیم کرنا اور مخصوص ایام میں کھانا کھلانا جیسے تیسرے پانچویں نویں دسویں بیسویں اور چالیسویں دن اور چھٹے مہینے اور سال بھر کے بعد یہ سب بدعت ہے ۔

[۴] یہ مخصوص اجتماع تیسرے دن کا اور دوسرے تکلفات اور بے وصیت کے یتامیٰ کے حق میں سے مال کا صرف کرنا بدعت ہے اور حرام ۔

[۵] ہماری بری عادات میں سے دوسری عادت فضول خرچی ہے جو ماتموں میں اور چالیسویں اور سالانہ کی فاتحہ میں ہوتا ہے اور ان تمام چیزوں کا عرب اول میں وجود نہ تھا مصلحت تو یہی ہے کہ میت کے وارثوں کی تعزیت تین دن اور ان کو ایک دن ایک رات کھانا دینے کے سوا اور کوئی رسم نہ ہو ۔

[۶] میرے مرنے کے بعد دنیوی رسوم جیسے دسواں، بیسواں، چالیسواں، ششماہی اور سالانہ برسی کچھ نہ کریں ۔ اے اللہ ہم کو حق اسی طرح دکھا کہ حق معلوم ہو اور باطل اس طرح دکھا کہ باطل معلوم ہو ۔

وعندہ علم الحق والکتاب۔ الجواب صحیح ابوسعید محمد حسین [ابوسعید محمد حسین] محدث بٹالوی

ہوالصحیح — لقد اصاب المجیب اللبیب — جواب نہایت صحیح اور درست ہے — اصاب من اجاب

بندہ حبیب عفی عنہ مولوی احمد شاہ حسن پوری — حررہ دین محمد عفا اللہ عنہ — ابوالخیر سعید الدین غفرلہٗ

الجواب صحیح — ہذا الجواب صحیح

عبدہ المسکین وہاج الدین غفرلہٗ — عبدہ الجلیل [محمد عبدالجلیل]

صح الجواب واقعی مولود رسمی اور فاتحہ سوم دہم چہلم مروجہ بدعت ہے اور ناجائز ہے، حررہ خلیل احمد عفا اللہ عنہ [خلیل احمد انبیٹھوی]

کلہا صحیح بندہ محمود عفی عنہ الجواب صحیح خاکسار محمد صدیق مراد آبادی محی الدین عفی عنہ مراد آبادی

[محمود حسن ۱۳۰۳] دیوبندی الجواب صحیح عبدالرحمٰن کان اللہ لہ [عبدالرحمٰن بن مولوی عنایت اللہ] [محی الدین خان احمد ۱۲۶۰]

لقد سعی المجیب اللبیب سعیاً موفوراً وکان سعیہ سعیاً مشکوراً فی الحقیقت محفل میلاد [محمد حسن مراد آبادی ۱۳۰۵] شریف جو خالی منہیات و بدعات شرع سے ہووے تو ادب و مستحب ہے ورنہ حرام و ممنوع ہے اور طریقہ ایصالِ ثواب مندرجہ سوال بدعت ہے۔ مولانا محمد عالم علی [محمد قاسم علی خلف]

کما حررہ المجیب المصیب فقط محمد قاسم علی عفی عنہ مفتی شہر مراد آباد [محمد حشمت علی خان مراد آبادی]

المجیب مصیب احمد حسن دیوبندی الجواب صحیح بندہ ہیچمدان محمد حشمت علی عفی عنہ

احمد حسن صاحب امروہی ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا المجیب مصیب محمد حسن عفی عنہ [محمد حسن مراد آبادی ۱۲۸۰]

ہوالصحیح [عبدالحق ۱۲۰۸] اصاب من اجاب الجواب حق الحق احق بالاتباع

سید محمد عبدالرشید عفی عنہ — عبدالحکیم عفی عنہ [اسمہ احمد ۱۲۹۷ مولانا مولوی]

الجواب صحیح — المجیب شاب والجواب صواب — لقد صح الجواب — اصاب من اجاب

حسینی شریف عفی عنہ — عاصی محمد عبدالحق — احقر بشیر احمد — محمد جان علی محدث مقیم مراد آباد

بنگلوری مدراسی — مراد آبادی — عفی عنہ — در باغ قاضی صاحب

اگر ذکر میلاد جناب سرور کائنات بطور وعظ متضمن روایات صحیحہ خالی بدعات سے ہو تو مستحسن ہے اور بالفعل رسمی مولد میں کہ بیشتر امور خلافِ سنت و اشعار خلافِ ادب بلکہ کفر و الحاد تک مذکور ہوتے ہیں قابلِ حذف و زجر ہیں اور فاتحہ غیر مسنون جو بطرز مسنون التزاماً و اجتماع مردم و طعام میت جو رسمی طور پر تقسیم ہوا کرتا ہے خالی کراہت و بدعت سے نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب نقلہ المذنب الاواہ محمد لطف اللہ عفی عنہ مفتی ریاست رامپور [خادم شریعت رسول اللہ مفتی محمد لطف اللہ ۱۲۵۸]

بے شک مجیب نے نہایت درست تحریر کیا ہے۔ فماذا بعد الحق الا الضلال براہ محمد رضائے خدا [محمد رضا خان ولد محمد عمر خان ۱۲۸۵]

مدرس مدرسہ اسلامیہ رامپور

الحق یوخذ بالنواجذ کتبہ العبد المتمسک باللہ محمد سلیم [محمد سلیم اللہ ۱۲۹۸] الجواب صحیح عبدالقادر

مدرس مدرسہ اسلامیہ رامپور

الحق احق بالاتباع حررہ عبدہ الحنیف محمد علی رضا مدرس مدرسہ اسلامیہ رامپور
جواب الجواب اصح اور حق یہی ہے اور ماعدا اس کا باطل ہے عبد الوہاب خاں عفی عنہ

ابو الخیر محمد رضا علی ۱۳۰۴

بلا ریب محفل میلاد کہ جو فی زماننا ہذا معمول بہ ہے وہ محض خلاف شرع اور منہی عنہ ہے اور ایصال ثواب بلا تقید و تعین اوقات کے موتیٰ کی نسبت ثابت ہے اور ہیئت کذائی فاتحہ مذکورہ اور سوئم و دہم و بستم و چہلم و برسی وغیرہ سارے کے سارے افعال کو جو مسلمانوں نے ہنود و دیگر مذہب والوں سے اخذ کئے ہیں شرعاً ناروا و ناجائز ہیں۔ چنانچہ فقیر نے اپنے بعض رسائل مطبوعہ سابق میں بھی بطور بسط اس کو لکھا ہے۔ فقط اور سب جواب مجیب کے صحیح ہیں واللہ اعلم و علمہ احکم و اتم مسکین محمد اسماعیل بیگ عفرلہٗ مدرس عربی مدرسہ امدادیہ المرقوم ۱۸ شہر ذی قعدہ ۱۳۰۷ھ ۔ قد صح الجواب واللہ اعلم بالصواب محمد دائم علی عفی عنہ

صانہ محمد اسمٰعیل الجلیل مراد آبادی ۱۲۹۶

واقعی نفس میلاد بطریق وعظ کچھ مضائقہ نہیں بلکہ مندوب مگر بہئیت مروجہ خالی از حرمت و بدعت نہیں اور ایصال ثواب اس طریقہ پر بدعت فقط حررہ محمد عبد الغنی عفی عنہ سہنسپوری۔ بلا ریب طریقہ ایصال ثواب مندرجہ سوال زمانہ خیر القرون میں پایا جاتا ہے اور ایسے ہی محفل میلاد شریف بھی۔ الجواب صحیح محمد ہدایت العلی عفی عنہ

محمد ہدایت علی لکھنوی مقیم مراد آباد

بلا شک یہ طریقہ ایصال ثواب اور یہ محفل میلاد بہئیت کذائی عند اہل الشریعۃ بدلائل مذکورہ بالا و نیز بادلۂ کثیرہ مما سواہا نامشروع و بدعت ہے۔ کذا فی الکتاب الشرعیہ فقط ۔

محمد زکریا عفی عنہ ۱۳۰۹ مظفر پوری

الجواب صحیح

سید محمد حسن بغدادی

ہر دو جواب مرقومہ بالا بلا شک صحیح ہستند محفل میلاد بہئیت کذائی بدعت است و فاتحہ رسمی و سوئم و دہم و چہلم جملہ از رسوم ہنود ہستند[1] واللہ اعلم کتبہ عبد ربہ القوی محمد نعمت اللہ البروانی انگلسنوی

ابو الفضل محمد نصیر الدین ۱۳۰۶

الجواب صحیح ابو الفضل محمد نصیر الدین عفی عنہ

جوابات صحیح اور حق ہیں ۔ عنایت الٰہی عفا اللہ عنہ سہارنپوری

جوابات صحیح ہیں اس لئے امورات مذکورہ سوال حق متلقی عن الرسول کے خلاف ہیں جو امور اس کے خلاف ہیں وہ بدعت ہیں۔

عبد الرحمٰن محمد عبد الرحمٰن ۱۳۰۱ سراج گنجی ثم شاہ باز پوری

سخاوت علی عفی عنہ مدرسہ اسلامیہ انبیٹھہ ۔

سخاوت علی

صح الجواب من غیر شک ولا ارتیاب فاعتبروا یا اولی الالباب فقیر محمد حسین الدہلوی

الجواب صحیح ہر چیزے کہ از عبادات باشد و ثبوتش من خیر القرون نباشد آں بلا ریب بدعت است و تجاوز از حدود شریعہ ہست کما قال اللہ ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین۔ المسکین خادم العلماء خلیل ڈہوڈیالوی ثم انبالوی

مولوی خلیل اللہ واعظ

امور مندرجہ سوال محض محظورہ اور ممنوع ہیں۔ حاضر ہونا ایسے مواضع میں کام مبتدعین اور ناخدا ترسوں کا ہے نفس محفل کو مندوب اور مستحب سمجھنا کام ناواقف کا ہے۔ قواعد اصول اور تصریحات علمائے فحول سے ذکر جناب صلی اللہ علیہ وسلم کا البتہ مندوبات

---

[1] اوپر کے دونوں جواب بلا شک صحیح ہیں محفل میلاد اس موجودہ صورت کی بدعت ہے اور رسمی فاتحہ اور سوئم و دہم و چہلم جملہ ہنود کی رسمیں ہیں ۔

شرعیہ سے ہے۔ محفل اور جملہ تقیدات بلاشبہ بدعت و مکروہ ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ العبد المعتصم سراج احمد عفا اللہ عنہ

من اجاب فقد اصاب جمیل احمد اسرائیلی سنبھلی — الجواب صحیح العبد محمد حسین مراد آبادی [محمد حسین تمناجهان ۱۲۸۴] — الجواب صحیح عزیز الرحمٰن عفی عنہ [وتوکل علی العزیز الرحمٰن] دیوبندی

الجواب صحیح محمد امان اللہ الکشمیری

المجیب مصیب انعقاد جلسہ محافل مولود مروجہ جلسہ فاسقانہ ہے۔ فاعل عامل کل بدعة ضلالة مرتکب حدیث بدعت ہیں

خویدم العلماء بل من تراب اقدامهم محمد اللہ یارہ عفی عنہ واعظ بریلوی الجواب صحیح العبد فتح محمد تھانوی

الجواب حق بلا ارتیاب محمد سعد الدین الکشمیری عفا اللہ عنہ الجواب صحیح بندہ محمد امین الدین عفی عنہ اورنگ آبادی [لاشک فیہ محمد امین ست ۱۳۰۳]

الجواب صحیح غلام رسول عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند الجواب صحیح محمد منفعت علی عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند

الجواب صحیح بندہ امید رضا علی عفی عنہ [امید رضا ۱۳۱] الجواب صحیح محمد اسحٰق امرتسری [محمد منفعت علی ۱۳۰۲]

التزام مالایلزم ان سب امور میں موجود ہے اور یہ التزام عبادات ہوں یا عادات ہوں اس امر میں یہ حصہ شیطانی ہے۔ حسب حدیث انصراف کے نماز سے جو کہ یہ سب امر خیر القرون میں نہیں تھے تو ان کا عدم خیر القرون میں واسطے ممانعت کے کافی ہے مجوز کو چاہیئے کہ کوئی حدیث یا آیت دلیل جواز کی پیش کرے عدم قدیم ہمارے واسطے دلیل کافی ہے اور ذکر خیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر طرح موجب خیر و برکت کا ہے امور ممنوعہ اُس کے ساتھ مل کے اُس کو بھی اپنے جیسا کر لیتے ہیں۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب۔ العبد محمد عبدالرحمٰن عفی عنہ بقلم عبدالسلام بن انصاری ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۱۳ھ۔ از پانی پت [محمد عبدالرحمٰن شاگرد مولانا اسحٰق صاحب]

یہ سب امور بدعات سیئہ سے ہیں ان امورات کا التزام نہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور نہ خلفائے راشدین سے ہے۔ قرآن کی مجلسوں میں تو کوئی حاضر ہوتا نہیں ہے، جیسے مولود خوش الحانوں کے پڑھنے پڑھانے میں عوام کالانعام جمع ہوتے ہیں اور سوم و دہم وغیرہ کل بدعات ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب [بخشندہ ست عاصیان رحیم]

صح الجواب سید مصطفےٰ ابن محمد مفتی مدینہ خاص۔ الجواب صحیح الحق احق ان یتبع العبد المسکین راجی رحمۃ العالمین

قول صحیح من غیر شک و شبہ و من شک فیہ فقد کفر محمد عبدالجبار عفی عنہ محمد یٰسین راجی رحمۃ ارحم الراحمین شیر کوٹی

الجواب صحیح والمجیب نجیح [محمد یٰسین عفی عنہ] مدرس مدرسہ رڑکی الجواب صحیح کتبہ عبدالواحد بن عبداللہ غزنوی المحتاج تجاوز عافی ہذا الجواب وانا ابو عبید احمد اللہ عفی عنہ محدث امرتسری کتبہ عبدالجبار بن عبداللہ الغزنوی

[احمد بن عبداللہ الغزنوی]

ہذا جواب صحیح عبدالرحمٰن ابن مولوی غلام العلی المرحوم اشاعۃ القرآن

الجواب صحیح ابوالحق محمد الدین عفی عنہ [ابوالحق محمد الدین] [محمد عبدالرحمٰن البہاری]

ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ جواب صحیح اور بالکل صحیح ہے

ابوالوفاء ثناء اللہ کفاہ اللہ خادم مدرسہ تائید الاسلام امرتسر۔ [ثناء اللہ محمود ہے]

مولود خوانی مطلقاً وغیرہ رسوم و عادات جہلا موت فوت میں جو اوپر مذکور ہوئے سب بدعت و ضلالت اور صریح

گمراہی ہیں۔ کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار وماذا بعد الحق الا الضلال ومن لم یقبل فلیباہلنی اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا[1] الجواب حق وماذا بعد الحق الا الضلال ابویعلی عبدالاعلی غزنوی

عبدالحق الغزنوی مباہل اہل باطل

للہ من اجاب احقر الدہور بندہ عبدالغفور

عبدالغفور سنوہاری

الجواب صحیح

محمد عبدالعزیز

ذکر ولادت اور ایصال ثواب میت کو جائز اور مستحب ہے لیکن جس طرح جہلاء زمانہ نے قیام وغیرہ متفرق قیدیں نکالی ہیں یہ بدعت سئیہ ہیں اور اصرار کرنا بدعت پر کبیرہ ہے اور بعض وقت نوبت کفر تک پہنچتی ہے۔

حکیم محمد ضیاء الدین عفی عنہ بقلم بندہ احمد

حکیم محمد ضیاء الدین خلیفہ
حضرت حافظ ضامن صاحب شہید

بدوں قیام کے مجلسِ میلاد کا انعقاد

سوال:۔ انعقاد مجلسِ میلاد بدوں قیام بروایت صحیح درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ انعقاد مجلسِ مولود ہر حال ناجائز ہے تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

مجالس میلاد وعرس وسوم وچہلم

سوال :۔ سوئم چہلم وغیرہ کی مجلس بتخصیص دن کے منع ہے یا بالکل ہی نہ کرنا چاہیئے اور اس مجلس میں جانا چاہیئے یا نہیں ؟

جواب :۔ مجالس مروّجہ زمانہ ہذا میلاد وعرس وسوئم چہلم بالکل ہی ترک کرنا چاہیئے کہ اکثر معاصی اور بدعات سے خالی نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

مجلسِ میلاد کا نہ کرنا

سوال :۔ زید نے بکر سے دریافت کیا کہ مجلسِ میلاد مروجہ حال جائز ہے یا نہیں ؟ اور اس میں شریک ہونا کیسا ہے؟ بکر خود بھی مجلسِ میلاد کرتا تھا اور آئندہ سال کو ارادہ بکر کا بھی ترک مجلس کا تھا۔ بخیال اس کے کہ خرچ زائد ہوتا تھا اور اپنے اعتقاد میں ناجائز جانتا تھا مگر منع کرنا مجلس کا بوجہ اس کے تھا کہ اس وجہ سے کوئی مجھ کو طعنہ نہ دیوے گا جبکہ میں اس مجلس کو نہ کروں گا بہانہ شرع کا ہو جاوے گا اور خود نہ شریک ہونا مجلس کا اس وجہ سے ترک کیا کہ لوگ معترض ہوں گے اول تو ان خیالات سے مانع ہوا بعدہٗ بہ نیت خالصاً للہ مانع ہوا۔ لہٰذا اس سبب سے بکر کو ترک بدعت سابق وحال وانکار بدعت سے ثواب ہوگا یا نہیں اور باعثِ ریا تو نہیں ہے۔

جواب :۔ بہرحال گناہ سے محفوظ رہا جب سے قصدِ ترک کیا بہتر ہوا کہ بعزم ترک گناہ کا ہوا۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

---

[1] ہر بدعۃ گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ میں ہے اور حق کے بعد بجز گمراہی کے اور کیا ہے اور جو قبول نہ کرے وہ مجھ سے مباہلہ کرے لے اللہ ہم کو حق دکھا حق کے طور پر اور باطل دکھا باطل کے طور پر۔

محفلِ میلاد جس میں صحیح روایات پڑھی جائیں

سوال :۔ محفل میلاد میں جس میں روایاتِ صحیحہ پڑھی جاویں اور لاف دگزاف اور روایات موضوعہ اور کاذبہ نہ ہوں شریک ہونا کیسا ہے ؟

جواب :۔ ناجائز ہے بسبب اور وجوہ کے ۔

فتویٰ مولوی احمد رضا خان صاحب درباب میلاد شریف

فتویٰ درباب عدم جواز مجلس مولود مروجہ از مجموعہ فتاویٰ قلمی مولوی احمد رضا خان صاحب منقولہ از باب الحظر صفحہ ۱۹۱م ، ۱۹۲م ، ۱۹۳م ۔ موصولہ از مولوی عبدالصمد صاحب رامپوری

استفتاء ۔ اس مسئلہ میں کہ مجلسِ میلاد حضور خیر العباد علیہ الوف تحیۃ الی یوم التناد میں جو شخص کہ مخالف شرع مطہر مثلاً تارک صلوۃ شارب خمر ہو ڈاڑھی کترواتا ہو یا منڈواتا ہو مونچھیں بڑھاتا ہو بے وضو، بے ادبی گستاخی سے بروایات موضوعہ تنہا یا دو چار آدمیوں کے ساتھ بیٹھ کر مولود پڑھتا یا پڑھاتا ہو اگر کوئی مسئلہ بتائے تنبیہ کرے تو استہزاء ومزاح کرے بلکہ اپنے مقتدیوں کو حکم کرے کہ ڈاڑھی منڈانے والے رکھانے والوں سے بہتر ہیں کیونکہ جیسے اُن کے رخسار صاف صاف ہوتے ہیں ایسے ہی اُن کے دل مثل آئینہ کے صاف وشفاف ہیں ۔ ایسے شخص سے مولود شریف پڑھوانا یا اُس کو پڑھنا یا ممبر ومسند پر تعظیماً بیٹھنا بٹھانا بانی مجلس وحاضرین وسامعین کا ایسے اشخاص کو بوجہ خوش آوازی کے چوکی پر مولود پڑھنے بٹھانا جائز ہے یا نہیں ؟ اور ایسے آدمی سے رب العزت جل مجدہ اور روح حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش ہوتی ہے یا ناخوش اور پروردگارِ عالم ایسی مجالس سے خوش ہو کر رحمت نازل فرماتا ہے یا غضب اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان محافل میں تشریف لاتے ہیں یا نہیں ؟ بانیین اور حاضرین محافل رحمت کے مستحق ہیں یا غضب بینوا من الکتاب توجروا عند رب الارباب ۔

جواب :۔ افعال مذکورہ سخت کبائر ہیں اور ان کا مرتکب اشد فاسق وفاجر مستحق عذاب نیران وغضب رحمٰن اور دنیا میں مستوجب ہزاران ذلت وہوان خوش آوازی خواہ کسی علت نفسانی کے باعث اُسے مجرد مسند پر کہ حقیقتہً مسند حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے تعظیماً بٹھانا اُس سے مجلس مبارک پڑھوانا حرام ہے تبیین الحقائق وفتح اللہ المعین وطحطاوی علی مراقی الفلاح وغیرہ میں ہے فی تقدیم الفاسق تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً[1] روایت موضوعہ پڑھنا بھی حرام سننا بھی حرام ایسی مجالس سے اللہ عزوجل اور حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کمال ناراض ہیں ایسی مجالس اور اُن کا پڑھنے والا اور اس حال سے آگاہی پاکر بھی حاضر ہونے والے سب مستحق غضب الٰہی ہیں یہ جتنے حاضرین ہیں سب وبال میں جدا جدا گرفتار ہیں اور ان سب کے وبال کے برابر اُس پڑھنے والے پر وبال ہے اور خود اُس کا گناہ اُس پر علاوہ اور ان حاضرین وقاری سب کے برابر گناہ ایسی مجلس کے بانی پر ہے اور

---

[1] فاسق کو بڑھانا دراصل اس کی تعظیم کرنا ہے حالانکہ ان پر شرعاً اس کی اہانت واجب ہے ۔

اپنا گناہ خود اُس پر طرہ مثلاً ہزار شخص حاضرین مذکور ہوں تو اُن پر ہزار گناہ اور اُس کذاب قاری پر ایک ہزار ایک گناہ اور بانی پر دو ہزار دو ایک ہزار حاضرین کے اور ایک ہزار ایک اُس قاری کے اور ایک خود اپنا پھر یہ شمار ایک ہی بار نہ ہوگا بلکہ جس قدر روایات موضوعہ جس قدر کلمات نامشروعہ وہ قاری جاہل جری پڑھے گا ہر روایت ہر کلمہ پر یہ حساب و بال و عذاب تازہ ہوگا۔ مثلاً فرض کیجئے کہ ایسے سو کلمات مردودہ اس مجلس میں اُس نے پڑھے تو اُن حاضرین میں ہر ایک پر سو سو گناہ اُس قاری و عِلم دین سے عاری پر ایک لاکھ ایک سو گناہ اور بانی پر دو لاکھ دو سو وقس علی ہذا رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

من دعا الی ھدی کان لہ من الاجر مثل اجور من تبعہ لا ینقص ذٰلک من اجورھم شیئا و من دعی الی ضلالۃ کان علیہ من الاثم مثل آثام من تبعہ لا ینقص ذٰلک من آثامھم شیئا رواہ الائمۃ احمد و مسلم و الاربعۃ عن ابی ھریرۃ [۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پاک و منزہ ہیں اس سے کہ ایسی ناپاک جگہ تشریف فرما ہوں البتہ وہاں ابلیس شیاطین کا ہجوم ہوگا والعیاذ باللہ رب العالمین ذکر شریف حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا باوضو ہونا مستحب ہے اور بے وضو بھی جائز اگر نیت معاذ اللہ استخفاف کی نہ ہو۔ حدیث صحیح میں ہے :۔ کان النبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یذکر اللہ تعالےٰ علی کل احیانہ رواہ الائمۃ احمد و مسلم و الاربعۃ الا النسائی من ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہا و رواہ البخاری تعلیقا [۲] اگر عیاذاً باللہ استخفاف و تحقیر کی نیت ہو تو صریح کفر ہے۔ یونہی مسائل شرعیہ کے ساتھ استہزا صراحت کفر ہے۔ قال اللہ تعالیٰ قل اباللہ و آیاتہ و رسولہ کنتم تستہزءون لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم [۳]

یونہی وہ کلمہ ملعونہ کہ ڈاڑھی منڈانے والے رکھانے والوں سے بہتر ہیں الخ صاف سنت متواترہ کی توہین اور کلمۂ کفر ہے والعیاذ باللہ رب العٰلمین واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمد المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔

محمدی سنی ۱۳۰۰ حنفی عبد المصطفیٰ احمد رضا خان

---

[۱] جس نے ہدایت کی طرف بلایا تو اس کے لئے اس قدر اجر ملے گا جس قدر اجر کہ اس کی پیروی کرنے والوں کو ملے گا اور ان کے اجر میں کوئی کمی نہ ہوگی اور جو شخص کہ گمراہی کی طرف بلائے گا تو اس کو اس قدر گناہ ملے گا جتنا کہ اس کی پیروی کرنے والوں کو گناہ ملے گا اور اُن کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہوگی اس کو امام احمد و مسلم اور چاروں ائمہ نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔

[۲] نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرتے تھے اس کو امام احمد و مسلم اور چاروں ائمہ نے بجز نسائی کے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے اور اس کو بخاری نے تعلیقاً روایت کیا ہے۔

[۳] کہہ دیجئے کہ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کی آیات اور اُس کے رسول سے مذاق کرتے تھے آج تم خبردار کوئی عذر نہ کرنا کہ تم نے تو ایمان کے بعد کفر کر لیا۔

عرس میں شرکت

سوال :- جس عرس میں صرف قرآن شریف پڑھا جائے اور تقسیم شیرینی ہو شریک ہونا جائز ہے یا نہیں ؟
جواب :- کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سا عرس اور مولود درست نہیں ہے ۔

ہر سال عرس کرنا

سوال :- جناب مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ کا عرس گنج مراد آباد میں ہر سال تاریخ معینہ پر ہوتا ہے - بذریعہ اشتہار تاریخ عرس تشہیر بھی کی جاتی ہے خاص مریدانِ سلسلہ کو بذریعہ خطوط اطلاع بھی دی جاتی ہے۔ تاریخ معینہ پر لوگوں کا اجتماع ہو کر قرآن خوانی ہوتی ہے اور ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے۔ قوالی راگ سماع مزامیر و دیگر خرافات وغیرہ روشنی بھی نہیں ہوتی ہے۔ امیدوار ہوں کہ جواب باصواب مرحمت فرمائیں کہ میاں صاحب موصوف کے یہ عقائد بموجب شرع شریف جائز و درست ہیں یا باطل لغویات سے ہیں۔ اگر ناجائز و نادرست نزد شارع علیہ السّلام ہیں تو ایسے شخص اور ایسا عقیدہ رکھنے والے کی امامت درست ہے یا نہیں ؟ اور صحابہ پر طعن و مردود و ملعون کہنے والا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب جاننے والے باوجودیکہ قرآن و حدیث کثیرہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا اور پھر واقف کار لوگوں کا سمجھانا اور میاں صاحب کا اصرار اپنے عقائد پر ان کو کس درجہ کا گنہگار بناتا ہے اور وہ اپنے اس کبیرہ کے سبب سے سنت جماعت سے خارج ہووے گا یا نہیں ؟ ایسا عرس جس میں سب التزام ہو۔ تاریخ تعین بھی ہو اجتماع بھی ہو پر قوالی راگ مزامیر سماع و ناجائز مجمع عورتوں کا نہ ہو جائز و درست ہے یا نہیں ؟
جواب :- عرس کا التزام کرے یا نہ کرے بدعت اور نادرست ہے تعین تاریخ سے قبروں پر اجتماع کرنا گناہ ہے خواہ اور لغویات ہوں یا نہ ہوں اور جو شخص صحابہ کرام میں سے کسی کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے اور وہ اپنے اس گناہ کبیرہ کے سبب سنت جماعت سے خارج ہوگا۔ از بندہ محمد یحییٰ السلام علیکم علم غیب کے متعلق دو تین رسالے میرے پاس موجود ہیں اور حضرت کی کتاب براہین قاطعہ میں یہ بحث اور بحث عرس وغیرہ خوب مدلل مذکور ہے۔ والسّلام

عُرس کا حُکم

سوال :- اول زید پیری مریدی کا پیشہ کرتا تھا قضائے الٰہی سے فوت ہوگیا۔ مرید لوگوں نے زید کو ایک جلیل القدر بزرگ سمجھ کر وقت دفن کرنے کے قبر میں ہر چہار طرف پتھر لگا کر دفن کیا اور پھر حسب دستور زمانۂ حال زید کی قبر کی چہار دیواری پختہ بنائی ۔ دوئم مرید لوگ زید کی سالانہ برسی کرتے ہیں یعنی ایک تاریخ مقرر کر کے کسی دوسرے بزرگ کی خانقاہ میں سب مرید جمع ہوتے ہیں وہاں پر خلیفہ زید کا مریدان حاضرین کو توجہ دیتا ہے اور نیز ظاہر کرتا ہے کہ زید اس وقت جلسۂ ہذا میں تشریف لائے بلکہ شریک جلسہ ہذا ہیں اور فلاں فلاں ارشاد فرماتے ہیں۔ شرعاً امورات مذکور الصدر درست ہیں یا خلاف اور جو کچھ امورات مذکورہ کا مرتکب ہو اس کا امام بنانا درست ہے یا نہیں اور وہ شخص کس درجہ میں ہے فتویٰ مفصّل و مشرح ارقام فرمایا جائے ۔

جواب :۔ قبر میں پتھر لگانا مکروہ ہے اور فقہاء نے صراحتہً اس کو منع لکھا ہے اور مولانا محمد اسحٰق دہلوی مہاجر رحمۃ اللہ علیہ کہ تمام ہندوستان کے علماء محدثین کے استاد و استادزادہ نواسہ و شاگرد و خلیفہ مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ کے ہیں، اپنے مسائل اربعین اور مأۃ مسائل میں اس کو منع لکھتے ہیں۔ الفاظ اربعین کے یہ ہیں "پختہ ساختن قبر و تعمیر نمودن گنبد و چہار دیواری وچبوترہ نزد قبر جائز نیست[1] "۔ اور عرس کے باب میں بھی جواب یہ ہے کہ منع ہے۔ اربعین میں مولانا ممدوح لکھتے ہیں "مقرر ساختن روز عرس جائز نیست و در تفسیر مظہری مینویسد لایجوز ما یفعلہ الجہال بقبور الاولیاء والشہداء من السجود والطواف حولہا واتخاذ السرج والمساجد الیہا ومن الاجتماع بعد الحول کالاعیاد ویسمونہ عرساً[2] انتہیٰ ۔

اور یہ ہفوات کہ شیخ جلسہ میں حاضر ہے اور یہ امر فرماتا ہے اگرچہ بتاویل صحیح شرک نہیں مگر منجر بشرک اور باعث فساد عقیدہ عوام ہے تو یہ امر بھی بدعت و ضلال و گناہ سے خالی نہیں بسبب انجام شرک کے لہٰذا یہ سب امور ممنوع و خلاف سنت ہیں اگر مرتکب و مصوب ان امور کا اصرار کرے اور ترک نہ کرے تو امام بنانا اس کو منع ہے گو اس کے پیچھے نماز ادا ہو جاتی ہے۔ جب تک فساد عقیدہ اس کا محقق نہ ہو اور بندہ مولانا محمد اسحٰق مرحوم کے فتاویٰ سے یہ نقل کرتا ہے اگر کسی کو شبہ ہو دونوں رسالہ مذکورہ بالا کو مطالعہ کرلے اور نصوص حدیث و فقہ کو نقل نہیں کرتا کہ ان کے مطالعہ سے عوام بلکہ خواص ہمارے زمانہ کے بھی قاصر ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ | رشید احمد ۱۳۰۱

الجواب صحیح والمجیب مصیب فخر الدین عفی عنہ گنگوہی — الجواب صحیح والمجیب مصیب گل محمد — الجواب صحیح سرور علی شاہ عفی عنہ مدرس مظاہر العلوم سہارنپور — الجواب صحیح جبیب الرحمٰن مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

ہٰذا الجواب صحیح محمد اسماعیل مدرس مدرسہ ع۔ بی دیوبند — جوابات و سوالات صحیح ہیں عنایت الٰہی عفی عنہ ۔

جواب صحیح ہے اللہ تعالیٰ ان فضائح کے مرتکب کو اجتناب کی توفیق دے کر اتباع سنت پر قائم رکھے۔ مشتاق احمد عفی عنہ ۔

جواب صحیح ہے اور اس عبارت سے گریز بھی کمال درجہ گمراہی ہے۔ احمد علی عفی عنہ اغوانپوری وارد حال سہارن پور۔

الجواب صحیح فضل الرحمٰن عفی عنہ دیوبندی — الجواب صحیح خلیل احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند — ہٰذا الجواب صحیح و منکرہ فضیح محمد مراد ثناء اللہ عفی عنہ از مظفر نگر

صح الجواب المجیب مصیب محمد اسحاق نہٹوری عفا اللہ عنہ مدرسہ حسین بخش دہلی — الجواب صحیح محمد علی عفی عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی

صدیق احمد مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی — الجواب صحیح عبدالرزاق — الجواب صحیح بندہ محمود عفی عنہ دیوبندی

جواب صحیح ہے محمد عبدالرشید انصاری سہارنپوری — الجواب صحیح بندہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ دیوبندی ۔

---

[1] قبر کو پکا بنانا اور گنبد کی تعمیر کرنا اور قبر کے پاس چاردیواری اور چبوترہ بنانا جائز نہیں ہے ۔

[2] عرس کے لئے دن مقرر کرنا جائز نہیں ہے اور تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ جو کچھ جہال اولیاء و شہداء کی قبروں کے ساتھ کرتے ہیں وہ جائز نہیں ہے جیسا کہ سجدہ اور اسکے اطراف طواف کرنا اور چراغوں کا جلانا اور مسجدوں کو اس کی اطراف میں بنانا اور ہر سال کے بعد اجتماع مثل عید کے اور اس کا نام عرس رکھتے ہیں۔

الجواب صحیح محمد یعقوب علی عفی عنہ مدرس مدرسہ عربی دیو بند الجواب صحیح غلام رسول عفی عنہ مدرس مدرسہ عربی دیو بند ۔

اصاب من اجاب الجواب صحیح من اجاب اصاب

محمد یٰسین عفی عنہ دیوبندی حبیب الرحمٰن عفی عنہ دیوبندی محمد بشیر احمد عفی عنہ تمام شُد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ثواب پہنچانے کے لئے کھانا کھلانا

سوال :- شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ الدر الثمین فی مبشرات النبی الامی میں جو اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمۃ سے نقل فرماتے ہیں اخبرنی سیدی والدی قال کنت اصنع فی ایام المولد طعاما صلۃ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یفتح فی سنۃ من السنین شئی اصنع بہ طعاما فلم اجد الا حمصا مقلیاً فقسمتہ بین الناس ـــــ فرایتہ صلی اللہ علیہ وسلم بین یدیہ ھذہ الحمص متبھجا بشاشا [1] فقط

عبارت مذکورہ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ تعین یومِ ولادت ایصالِ ثواب یا سرور ولادت میں اطعام الطعام وغیرہ جوکہ شاہ صاحب قدس سرہٗ کے معمولات میں سے تھا جائز و مستحب اور باعث خوشنودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ بھی اجتماع صلحاء یوم ولادت میں اور اطعام الطعام کو مستحسن لکھتے ہیں حسن المقصد میں بایں وجہ مبتدعین استحسان مولود مروّجہ زمانہ پر استدلال کرتے ہیں اور قاعدہ شرع سے ایسی تعینات و تخصیصات حد بدعات میں شامل ہوتی ہیں ۔ لہٰذا مع توضیح عبارت مذکورہ کے جواب سے سرفراز فرمائیں ۔ فقط

جواب :- ایصالِ ثواب ہر روز درست اور موجبِ ثواب ہے کوئی تاریخ و وقت شرع سے موقت نہیں روز ولادت اور روز وفات بھی درست ہے۔ پس اگر کسی دن کو ضروری نہ جانے بلکہ مثل دیگر ایام کے جانے ایصالِ ثواب میں اور عوام کو بھی اس طرح کے ایصال میں ضرر نہ ہو تو کچھ حرج نہیں سب کے نزدیک درست ہے۔ پس شاہ عبدالرحیم صاحب کا یہ فعل ایسا ہی تھا تو اس سے کوئی حجت نہیں لاسکتا اپنے بدعت زمانہ پر اور پھر وہ طعام ایصالِ ثواب کا تھا کہ صلۃ بالنبی کا لفظ موجود ہے اس میں نہ کوئی سرور ولادت کا کلمہ ہے نہ اجتماع ذکر ولادت کے واسطے۔ پس اُس میں کوئی حجت جوازِ مولد کی نہیں اور سیوطی کے وقت میں بھی ہمارے زمانہ جیسی بدعت نہ ہوئی تھی براہین قاطعہ کو دیکھو اس میں سیوطی کا مقصد مفصل لکھا ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کونڈا کھچڑا صحنک گیارہویں توشہ سہ منی کا حکم

سوال :- یہ تعینات جیسے ربیع الاول میں کونڈا اور عشرہ محرم میں کھچڑا اور صحنک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اور گیارہویں اور توشہ اور سہ منی بوعلی قلندر اور خضر علیہ السلام کے نام پر چاہ پر لے جانا مذکورۂ بالا میں طعام کی تخصیص اور ایام کی تعیین کا اس

---

[1] مجھے میرے والد بزرگوار نے خبر دی کہ میں ایامِ مولود میں کھانا پکواتا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ثواب پہنچانے کی نیت سے تو ایسا ہوا کہ ایک سال میرے پاس کچھ نہ تھا کہ میں کھانا پکواتا بجز بھونے چنوں کے تو میں نے اسی کو لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں ہشاش بشاش دیکھا اور چنے آپ کے سامنے رکھے تھے۔

کے خلاف ہرگز نہ ہوں بدعت اور حرام ہیں یا نہیں ؟ اور اس قسم کے طعام کو کھانا مکروہ ہے یا حرام کیونکہ افعال جہاں ان معاملات میں نہایت بد و حد کفر و شرک کو پہنچے ہوئے ہوتے ہیں نفع ضرر و توقع منافع اپنے اپنے مرادات کی طلب اُن میں کی جاتی ہے تو ایسے لوگوں اور ایسے عقائد کی نسبت حکم کفر و شرک کا کرنا درست ہے یا نہیں ؟ ارقام فرماویں ۔

جواب :۔ یہ تعینات بدعت ضلالہ ہیں اور طعام میں اگر نیت ایصال ثواب کی ہے تو طعام مباح اور صدقہ ہے اور جو بنام ان اکابر کے ہے تو داخل ما اہل بہ لغیر اللہ میں ہے اور حرام ہے اور ایسے عقائد فاسد موجب کفر کے ہیں ان افعال کو کفر ہی کہنا چاہیئے مگر مسلم کے فعل کی تاویل لازم ہے جیسا اوپر کے جواب میں لکھا گیا ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خواجہ خضر کے دَلیے کا حکم

سوال :۔ کونڈا کرنا حضرت کا اور صحنک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اور کھچڑا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا اور توشہ شاہ عبدالحق رحمہ اللہ کا اور دلیا خواجہ خضر کا کرنا اور ان میں کھانوں کی خصوصیت کرنی کیسی ہے ؟

جواب :۔ ایصالِ ثواب بلا قید طعام و ایام کے مندوب ہے اور قید و تخصیص یوم کی اور تخصیص طعام کی بدعت ہے اگر تخصیص کے ساتھ ایصالِ ثواب ہو تو طعام حرام نہیں ہوتا گو اس تخصیص کی وجہ سے معصیت ہوتی ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ علم

دسِ محرم کی مجلسِ شہادت

سوال :۔ یوم عاشورہ کو یوم شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ گمان کرنا و احکام ماتم و نوحہ و گریہ و زاری و بیقراری کے برپا کرنا اور گھر گھر مجالس شہادت منعقد کرنا اور واعظین کو بھی بالخصوص ان ایام میں شہادت نامہ یا وفات نامہ بیان کرنا خاص کر روایاتِ خلاف وضعیفہ سے اور سامعین کو بھی ان امور میں ہر سال کوشش ہونی کہ اس کے مثل وعظ میں نہیں ہوتی ہرگز اور خاص ایام مذکورہ ہی میں ایصال ثواب و صدقات کرنا اور تعین آب و طعام بھی مثل شربت ہے یا کھچڑا ہے اور ہر غنی اور فقیر کو اس کا لینا اور تبرک جاننا اور جو غنی یا سید اس کو نہ لیوے تو مطعون کریں اور بُرا جانیں اور فی الجملہ ریاء کو اس میں بہت دخل ہوتا ہے ۔ تو ایسی صورت میں امید ثواب کی ہو سکتی ہے یا نہیں ؟ اور یہ کل امور بدعات و معصیت ہیں یا نہیں ؟

جواب :۔ ذکر شہادت کا ایام عشرۂ محرم میں کرنا بمشابہت روافض کے منع ہے اور ماتم نوحہ کرنا حرام ہے ۔ فی الحدیث نہی عن المراثی الحدیث[1] اور خلاف روایات بیان کرنا سب ابواب میں حرام ہیں تقسیم صدقات بتخصیص ان ایام کرنا اگر یہ جانتا ہے کہ آج ہی زیادہ ثواب ہے تو بدعت ضلالہ ہے ۔ علیٰ ہذا تخصیص کسی طعام کی کسی یوم کے ساتھ کرنا لغو ہے اور صدقہ کا طعام غنی کو مکروہ اور سیّد کو حرام ہے اس پر طعن کرنا فسق ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پیرانِ پیر کی گیارہویں

سوال :۔ تبارک اور رجبی اور گیارہویں پیرانِ پیر کی کرنا درست ہے یا نہیں ؟

---

[1] حدیث میں ہے کہ آپؐ نے مرثیوں سے منع فرمایا ہے ۔

جواب :۔ تبارک و رجبی بدعت ہیں اُن کی کوئی اصل شرع میں نہیں اور ایصالِ ثواب بروح حضرت قدس سرہٗ درست ہے اور تعیین تاریخ کہ پس و پیش نہ کرے بدعت ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایامِ محرم میں کتبِ شہادت کا پڑھنا

سوال :۔ کتاب ترجمہ سر الشہادتین یا دیگر کتب شہادت خاص شہادت کی رات کو پڑھنا کیسا ہے ؟ حسبِ خواہش نمازیان مسجد یا کسی کے مکان پر ؟

جواب :۔ ایام محرم میں سر الشہادتین کا پڑھنا منع ہے حسبِ مشابہت مجالس روافض کے ۔

محرم میں سبیل لگانا دودھ کا شربت پلانا

سوال :۔ محرم میں عشرہ وغیرہ کے روز شہادت کا بیان کرنا مع اشعار بروایت صحیحہ یا بعض ضعیفہ بھی و نیز سبیل لگانا اور چندہ دینا اور شربت دودھ بچوں کو پلانا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ محرم میں ذکر شہادت حسین علیہ السلام کرنا اگرچہ بروایات صحیحہ ہو یا سبیل لگانا شربت پلانا یا چندہ سبیل اور شربت میں دینا یا دودھ پلانا سب نادرست اور تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہیں ۔ فقط

توشہ شاہ عبد الحق کو توشہ حق کہنا

سوال :۔ بمقابلۂ توشۂ شاہ عبد الحق کہ جو قدیم زمانہ سے مروج ہے اور سب جانتے ہیں کہ منع ہے توشۂ حق نام رکھنا اور خورد نوش یاران آشنایان کا فرمانا نفسانیت ہوئی یا نہیں ؟

جواب :۔ جو امر شرعاً حرام ہے کسی کی خاطرداری سے کرنا حرام جان کر بھی فسق اور حرام ہے ہرگز نہیں چاہیئے ۔ معصیت میں کسی کی رضا درست نہیں ۔ فقط

نذر اللہ کا نام توشہ حق رکھنا

سوال :۔ علماء متقدمین نے نام نذر اللہ کا توشۂ حق نہیں رکھا جو ایک فرقہ نے حال میں توشۂ حق نام رکھا ہے اگر جائز ہے تو نیا امر ایجاد کرنا مثل اس کے بدعت ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ توشہ حق نام نذر کا رکھنا بدعت ہے ایسا لفظ موہم کہنا بے جا ہے ۔ توشہ سامان کو کہتے ہیں حق تعالےٰ کی ذات پاک سامان سے پاک ہے اولیاء کا توشہ تو یہ معنی رکھ سکتا ہے کہ ان کو ثواب پہنچے گا ان کے توشہ آخرت میں معین ہو جاوے گا اور جو کوئی معنی صحیح توشہ حق کے ہو ویں بھی تاہم موہم لفظ بولنا نہیں چاہیئے ۔

اہل قبور سے استعانت

سوال :۔ استعانت از اہلِ قبور خواہ قبور انبیاء علیہم السلام یا اولیاء کرام ہوں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و قرون مشہود لہا بالخیر میں صحابہ تابعین ائمہ مجتہدین سے ثابت ہے یا نہیں ؟ درصورت عدم ثبوت بدعت و ممنوع بموجب روایات ذیل ہوں گی یا نہیں ؟ ۔ اگر نہیں تو ثبوت کا جواز کیا ہے اور درصورت اختلاف بدعت و جواز اولیٰ کیا ہے صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے اللھم انا کنا نتوسل بنبیک وغیرہ

الآن نتوسل بعم نبیک[1] اور امام ابن قیم اغاثہ میں روایت فرماتے ہیں "ثنا علی بن حسین انہ رأی رجلا یجئی الی فرجۃ کانت عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیدخل فیہا فیدعو فنہاہ وقال الا احدثکم حدیثا سمعتہ من ابی عن جدی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تتخذوا قبری عیدا ولا بیوتکم قبورا فان تسلیمکم یبلغنی اینما کنتم وایضاً ولقد جرد السلف الصالح التوحید وحموا جانبہ حتی کان احدھم اذا سلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم اراد الدعا استقبل القبلۃ وجعل ظہرہ الی جدار القبر ثم دعا قال سلمۃ بن وردان رأیت انس بن مالک یسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یسند ظہرہ الی جدار القبر ثم یدعو ونص علی ذلک الائمۃ الاربعۃ انہ یستقبل القبلۃ وقت الدعاء حتی لا یدعو عند قبرہ وایضا کیف یکون دعاء الموتی والدعاء عند قبورھم والاستشفاع بہم مشروعا وعملا صالحا وتصرف عنہ القرون الثلثہ المفضلۃ بنص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم یفوز بہ الخلوف الذین یقولون ما لا یفعلون ویفعلون ما لا یؤمرون وایضا وکذلک التابعون کان عندھم من قبور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالامصار عدد کثیر فما استغاثوا بقبر احد منہم ولا دعوہ ولا دعوا بہ ولا دعوا عندہ ولا استشفعوا بہ ولو کان ذلک منہم لنقل فیکون ذلک فضلا حرمہ خیر القرون وجہلوہ وظفر بہ الخلوف وعلموہ[2] ۔ اور قاضی ثناء اللہ صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں" ودعا آنہا خواستن حرام است[3]

---

[1] اے اللہ ہم تیرے نبی کو ذریعہ بناتے تھے اب تیرے نبی کے چچا کو ذریعہ بناتے ہیں ۔

[2] ہم سے علی بن حسین نے بیان کیا کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس جو شگاف تھا وہاں آکر دُعا مانگا کرتا تھا تو ہم نے اس کو منع کیا اور کہا کہ کیا میں تجھ کو وہ حدیث نہ بیان کروں جو میں نے اپنے باپ سے سُنی اور انہوں نے میرے دادا سے سُنی اور وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے کہ میری قبر کو عید نہ بنانا اور نہ اپنے مکانوں کو قبر بنانا کیونکہ تمہارا سلام مجھ کو جہاں کہیں میں رہوں پہنچ جاتا ہے ۔ ونیز سلف صالح نے توحید کا بہت خیال رکھا ہے اور جانب توحید کی بہت رعایت رکھی ہے حتیٰ کہ ان میں سے کوئی اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھنے کے بعد دعا کرنا چاہتا تو وہ قبلہ کی طرف رُخ کر لیتا اور اپنی پیٹھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی دیوار کی طرف کر دیتا اور وہ دعا کرتا اور سلمہ بن وردان روایت کرتے ہیں کہ انس بن مالک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کرتے پھر وہ اپنی پیٹھ قبر کی دیوار کی طرف کر دیتے ہیں اور دعا کرتے اور ائمہ اربعہ نے بھی یہی حکم دیا ہے کہ دعا کے وقت قبلہ رخ ہو جائے حتیٰ کہ قبر کے پاس دعا بھی نہ کرے اور کس طرح مُردوں سے فریاد کرنا اور ان کی قبروں کے پاس دعا اور ان کو شفیع بنانا مشروع اور عمل صالح ہوگا۔ حالانکہ قرون ثلٰثہ نے یہ کام نہیں کیا جن کی فضیلت کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اور ان کے خلف اس میں کامیاب ہو جائیں تو ایسی باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں اور وہ کام کرتے ہیں جس کا حکم نہیں دیا جاتا اور اسی طرح ونیز تابعین جن کے پاس اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبریں شہروں میں بہت زیادہ تھیں لیکن انہوں نے ان میں سے کسی کی قبر سے نہ فریاد کی نہ دعا کی اور نہ اس کے ذریعہ دعا کرائی اور نہ اس کے پاس دعا کی اور نہ اس کے ذریعہ شفاعت کرائی اور اگر یہ ان سے ثابت ہوتا تو نقل کیا جاتا نہ کہ اس کو حرام کیا جاتا خیر القرون میں اور وہ اس سے ناواقف رہتے اور ان کے خلف اس کو پا جاتے اور وہ جان لیتے ۔

[3] اور ان سے دعا مانگنا حرام ہے ۔

جواب:۔ اس مسئلہ کی پہلے تحریرات ہو چکی ہیں کہ مأتہ مسائل اور اربعین مسائل مولانا محمد اسحٰق مرحوم دہلوی کو دیکھئے چونکہ اب بندہ سے سوال کیا گیا ہے تو جواب مختصر لکھنا ضرور ہوا۔ استعانت کے تین معنی ہیں ایک یہ کہ حق تعالیٰ سے دُعا کرے کہ بحرمت فلاں میرا کام کر دے یہ باتفاق جائز ہے خواہ عند القبر ہو خواہ دوسری جگہ اس میں کسی کو کلام نہیں۔ دوسرے یہ کہ صاحب قبر سے کہے کہ تم میرا کام کر دو یہ شرک ہے خواہ قبر کے پاس کہے خواہ قبر سے دور کہے اور بعض روایات میں جو آیا ہے۔ اعینونی عباد اللہ تو وہ فی الواقع کسی میت سے استعانت نہیں بلکہ عباد اللہ جو صحرا میں موجود ہوتے ہیں ان سے طلب اعانت ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو اسی کام کے واسطے وہاں مقرر کیا ہے تو وہ اس باب سے نہیں ہے اس سے حجت جواز پر لانا جہل ہے معنی حدیث سے۔ تیسرے یہ کہ قبر کے پاس جا کے یہ کہے کہ اے فلاں تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کر دیوے اس میں اختلاف علماء کا ہے۔ مجوز سماع موتی اس کے جواز کے مقر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں سو اس کا فیصلہ اب کرنا محال ہے مگر انبیاء علیہم السّلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے۔ پس یہ جواز کے واسطے کافی ہے اور جس کو قاضی صاحب نے منع لکھا ہے وہ دوسری نوع کی استعانت ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ مسئلہ مخلوط ہو رہا ہے اور سماع موتیٰ کا مسئلہ بھی صحابہ کے وقت سے مختلف فیہ ہے مع ھذا "سلام" کرنے کو کوئی منع نہیں کرتا بہر حال یہ مسئلہ مختلفہ ہے اس میں بحث مناسب نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قبروں کو پُختہ بنوانا

سوال:۔ قبروں کو پختہ کرانا اور عمارات بنانا اور روشنی وغیرہ کرنا کہ اُن کے منع میں حدیثیں صحیح وارد ہیں اور لعنت فرمائی ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو پھر کیا باعث ہے جو خود حضرت ہی کا مزار مبارک پختہ رفیع الشان بنا ہُوا ہے اور روشنی بھی ہوتی ہے اور بڑے بڑے سامان اور صحابہ اور اماموں کی بھی پختہ بنی ہیں۔ کیا کچھ خصوصیت ہے یا مصلحت ہے دین و دنیا کی اگر کوئی منع کرے تو نہیں مانتے اور غلط بتاتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ جواب ایسے طور پر دیجئے جو اُن پر حجت ہو کیونکہ حدیثوں کا صاف انکار لازم آتا ہے۔ اگر اُن سے کہیں کہ حُجت تو قرآن و حدیث سے ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ایسی باتوں کو نہیں مانتے۔

جواب:۔ یہ سب امور ناجائز ہیں اور جہاں کہیں لوگوں نے کیا ہے وہ علمائے مقبولین نے نہیں کیا بلکہ امراء و سلاطین نے کیا ہے اور خلاف قرآن شریف و سنت رسول کے جو کوئی کرے وہ ناجائز ہے قابلِ حجت نہیں۔ فقط

قبروں کو پُختہ بنانا اور اس پر قبہ بنوانا

سوال:۔ قبور کا پختہ بنانا اور ان پر عمارات و قبہ و روشنی و فرش فروش وغیرہ جو کچھ کہ لوگ کرتے ہیں قابل بیان نہیں حالانکہ امور مذکورہ کے منع شدید میں احادیث صحیحہ وارد ہیں اور فاعلین پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ کی لعنت فرمائی ہے مگر پھر لوگ تکذیب حدیث کر کے اپنے فعل کی حجت پہ قبور انبیاء علیہم السلام بالخصوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اولیاء کرام صحابہ و ائمہ مجتہدین کو پیش کرتے ہیں اور متبع احادیث و سنت کو منکر انبیاء و اولیاء کہتے ہیں اور درپے ایذا رسانی

ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حرمین اور عرب میں جاکر خلافِ شرع ان کو نہیں کہتے۔ کیا قرآن و احادیث وہاں پر نہیں ہے۔ لہٰذا عرض ہے کہ عرب و حرمین میں اگر علماء مذکورہ کا منع ہونا بیان نہ کریں تو یہ کیا حجت جواز ہو سکتا ہے؟

جواب:۔ ہرگاہ کہ احادیث میں ممانعت ان امور کی وارد ہے پھر کسی کے فعل سے وہ جائز نہیں ہو سکتے اور اعتبار قرآن و حدیث و اقوال مجتہدین کا ہے نہ افعال مخالف شرع کا اگر عرب اور حرمین میں امور غیر مشروع خلاف کتاب و سنت رائج ہو گئے تو جواز ان کا نہیں ہو سکتا۔ اور جو وہاں ان بدعات کو کوئی منع نہ کر سکے تو یہ حجت جواز کی نہیں ہو سکتی اس پر سکوت کی کوئی وجہ نہیں کتاب و سنت سے رد کرنا چاہیئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قبر کا طواف کرنا

سوال:۔ طواف کرنا قبر کا کیسا ہے؟

جواب:۔ طواف کرنا قبر کا حرام ہے اگر مستحب جان کر کرے کافر ہو گا۔ فی شرح المناسک القاری۔

ولا یطوف ای یدور حول البقعة الشریفة[1] لان الطواف من مختصات الکعبة المنیفة فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء ولا اعتبار بما یفعله العامة الجهلة ولو کانوا فی صورة المشائخ والاولیاء والعلماء انتهیٰ هکذا فی البحر والنهر۔

الجواب صحیح	ہذا الجواب صحیح	جوابات صحیح ہیں	جرابات صحیح اور درست ہیں		جوابات حق ہیں	الجواب صحیح
عبد اللہ حنفی	احمد الدین باسفوری	محمد شکر کرسن پیر محمد دارم	محمد ہاشم		رسول الادب	خادم شریعت
ابو الفیض محمد تہڑی	احمد الدین	محمد ہاشم			ابو محمد عبد الوہاب	محمد صدیق دیوبندی

جواب صحیح ہیں	الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح	جواب صحیح	جواب صحیح	الجواب صحیح
ابو البرکات حافظ	محمد عبد العزیز	محمد یوسف	سید محمد عبد السلام	محمد ابراہیم	عبد الغفور	شہاب الدین
محمد المعتصم بحبل اللہ الاحد			عفی لہ			

الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح	جواب سب صحیح ہیں	
محمد عبد الغفار	عبد الحمید	محمد رحمت الدین	احمد یار	سعد اللہ ساکن راجان	بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ	رشید احمد ۱۳۰۱

قبر کو بوسہ دینا

سوال:۔ بوسہ لینا قبر کا جائز ہے یا حرام؟

جواب:۔ بوسہ لینا قبر کا حرام ہے فی المدارج و بوسہ دادن قبر را و سجدہ کردن آنرا و سر نہادن حرام و ممنوع است[2] و در بوسیدن قبر والدین روایت فقہی نقل میکنند و صحیح آنست کہ لا یجوز انتہی و ادنی لا یجوز گناہ صغیرہ است و اصرار برآں کبیرہ است ہکذا فی شرح عین العلم

---

[1] روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اطراف طواف نہ کرے یعنی نہ پھرے اس لئے کہ طواف کرنا کعبہ شریف کی خصوصیات سے ہے اس لئے حرام ہے طواف کرنا انبیاء اور اولیا کی قبور کا اور کچھ اعتبار نہیں عوام اور جہلا کے کرنے کا اگرچہ وہ صوفیوں اور عالموں کی شکلوں میں ہوں۔ انتہیٰ۔

[2] مدارج میں ہے اور بوسہ دینا قبر کا اور اس کو سجدہ کرنا اور سر رکھنا حرام اور ممنوع ہے اور والدین کی قبروں کو بوسہ دینے میں ایک فقہی روایت نقل کرتے ہیں اور صحیح ہے کہ لا یجوز (جائز نہیں) اور لا یجوز کا ادنیٰ گناہ صغیرہ ہے اور اس پر اصرار کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ (شرح عین العلم)

قبر پر دفن کے بعد اذان دینا

سوال :۔ اذان بعد دفن کے قبر پر بدعت ہے کہ کہیں قرون ثلثہ میں اس کا ثبوت نہیں اور جو امر ایسا ہو وہ مکروہ ہے تحریماً قال فی الفتح القدیر والبحر یکرہ عند القبر مالم یعہد من السنۃ والمعہود منہا لیس الا زیارۃ والدعاء عندہ قائما انتہی[۱] ۔ پس اذان کہنا اس جگہ منع ٹھہرا سو نہ کرنا چاہیئے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چنانچہ علامہ شامی نے رد المحتار میں لکھا ہے تنبیہ فی الاقتصار علی ماذکر من الوارد اشارۃ الیٰ انہ لا یسن الاذان عند ادخال المیت فی قبرہ کما ھو المعتاد الآن وقد صرح ابن حجر فی فتاویٰ بانہ بدعۃ وقال من ظن انہ سنۃ قیاسا عن ندبہما للمولود الحاقا لخاتمۃ الامر بابتدائہ فلم یصب[۲] آہ انتہیٰ اور علامہ خیر الدین رملی نے حاشیہ بحر الرائق میں لکھا ہے قیل وعند انزال المیت القبر قیاسا علی اول خروجہ من الدنیا لکن ردہ ابن حجر فی شرح العباب[۳] انتہیٰ اور درر البحار میں لکھا ہے من البدع التی شاعت فی بلاد الہند الاذان علی القبر بعد الدفن[۴] انتہیٰ اور توشیح شرح تنقیع محمود اللبخی میں مذکور ہے ما فی الاثور من الاذان علی القبر ولیس بشئی[۵] انتہیٰ کذا فی التفہیم للمسائل۔ اور فتویٰ مولانا عبداللہ میر غنی مفتی مکہ مکرمہ زاد اللہ شرفاً وتعظیماً چنانچہ ہدیۃ المکہ میں مرقوم ہے ۔

سوال۔ ہل یجوز الاذان عند القبر بعد دفن المیت فی المذہب الحنفی ام لا بینوا توجروا من اصر علیہ واعتقدہ من السنۃ وذم تارکہ فما حکمہ مصیبٌ ام خاطی مبتدع فبینوا بالصواب[۶]

جواب :۔ الحمد للہ رب العالمین رب زدنی علما ذکر فی البحر الرائق مانصہ ویکرہ عند القبر کل مالم یعہد من السنۃ والمعہود منہا لیس الا زیارتہا والدعاء عندہا قائما کما کان یفعل صلی اللہ علیہ وسلم فی الخروج للبقیع انتہیٰ ومنہ یعلم الجواب

---

[۱] فتح القدیر اور بحر میں ہے اور قبر کے پاس مکروہ ہیں وہ تمام باتیں جو سنت سے نہ ثابت ہوں اور سنت سے ثابت بجز زیارت اور اس کے پاس کھڑے رہ کر دعا کرنے کے اور کچھ نہیں ہے ۔

[۲] تنبیہ :۔ اقتصار میں اس پر جو وارد سے ذکر کیا ہے اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ قبر میں میت کو داخل کرتے وقت اذان مسنون نہیں ہے جیسا کہ آج کل عادت ہوگئی ہے اور ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں اس کی صراحت کی ہے کہ یہ بدعت ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ جس نے گمان کیا ہے کہ یہ سنت ہے یہ قیاس کرتے ہوئے کہ میلاد مستحب ہے اور معاملہ کے خاتمہ کو ابتدا سے ملاتے ہوئے حالانکہ صحیح نہیں ہے ۔

[۳] کہا گیا ہے کہ اور میت کو قبر میں اتارنے کے وقت (اذان دینا) یہ قیاس کرتے ہوئے کہ میلاد مستحب ہے اور معاملہ کے خاتمہ کو ابتدا سے ملاتے ہوئے حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے ۔

[۴] اور ان بدعتوں سے جو بلاد ہند میں شائع ہوگئی ہیں دفن کے بعد قبر پر اذان دینا ہے ۔

[۵] احادیث میں قبر پر اذان دینا ثابت نہیں ہے اور یہ کوئی خاص چیز نہیں ہے ۔

[۶] سوال ۔ کیا میت کو دفن کرنے کے بعد قبر کے پاس اذان جائز ہے مذہب حنفی میں یا نہیں ظاہر کیجئے اجر حاصل کیجئے اور جو شخص کہ اس پر اصرار کرے اور اعتقاد رکھے کہ یہ سنت ہے اور اس کے چھوڑنے والے کی مذمت کرے تو اس کا کیا حکم ہے وہ صواب پر ہے یا خطا پر اور بدعتی ہے حق بات لکھئے ۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم امر برقمہ المقصر عبداللہ بن محمد میر غنی الحنفی مفتی مکۃ المکرمۃ[1] کان اللہ لہما حامدا مصلیا مسلما ۔

بدعت کی اقسام

سوال :۔ کوئی قسم بدعت کی حسنہ بھی ہوتی ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ بدعت کوئی حسنہ نہیں اور جس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں وہ سُنّت ہی ہے مگر یہ اصطلاح کا فرق ہے مطلب سب کا واحد ہے ۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

اقسام بدعت غیر مقبولہ

سوال :۔ احادیث میں جو وعیدیں مرتکب بدعات کی وارد ہوئی ہیں کہ فرائض و نوافل وصوم و حج وعمرہ وجہاد وغیرہ اس کا مقبول نہیں ہے وہ کون سی بدعات ہیں ۔ اور بعض احادیث میں آیا ہے کہ جو محبت رکھتا ہے اہل بدعت سے ضائع کرتا ہے اللہ تعالیٰ عمل اس کے اور نکال لیتا ہے نور ایمان اُس کے دل سے اور بعض احادیث میں آیا ہے کہ اہلِ بدعت تمام خلقت سے بدتر ہیں اور بعض احادیث میں آیا ہے کہ اہلِ بدعت جہنم کے کُتے ہیں ، وہ کون سی اور کس درجہ کی بدعات ہیں ۔ ادنیٰ درجہ کی کون سی بدعت ہے اور اعلیٰ درجہ کی کون سی اقسام فرماویں ۔

جواب :۔ جس بدعت میں ایسے شدید وعید ہیں وہ بدعت فی العقائد ہے جیسا روافض خوارج کی بدعت ہے اور دیگر بدعات جو اعمال میں ہیں اس کو بھی بعض نے کتب مجالس الابرار میں کبیرہ لکھا ہے کہ کوئی بدعت صغیر نہیں مگر حق یہ ہے کہ بدعت علی قدر المفسدہ چھوٹی بڑی ہوتی ہے تشکیک اس میں بھی حاصل ہے ۔ بس بدعت سے بچنا سب سے ضروری ہے ۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

شرکت مجالسِ بدعت

سوال :۔ آیت وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم ایات اللہ یکفر بھا و یستھزأ بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم[2] الخ میں شرکت جملہ مجالس ممنوعہ غیر مشروعہ و بدعات ضلالہ ثابت ہوتی ہے یا نہیں ؟ زید کہتا ہے ہرگز نہیں بلکہ مجالس کفر و استہزاء کو فرمایا ہے ۔ دیگر امور کو اس کے تحت میں داخل کرنا تحریف کلام اللہ شریف ہے لہٰذا مقولہ زید صحیح ہے یا نہیں ؟ اور تفسیر معالم میں تحت آیت جو قول حضرت ضحاک سے منقول ہے قال الضحاک عن ابی عباس رضی اللہ عنہ دخل فی ھذہ الاٰیۃ کل محدث فی الدین وکل مبتدع الی یوم القیامۃ[3] ۔ یہ زید کے مقولہ کے منافی ہے یا نہیں فقط ۔

---

[1] جواب ۔ تمام تعریف رب العالمین کے لئے ہے ۔ اے اللہ میرے علم کو زیادہ فرما بحر الرائق میں جو کچھ لکھا ہے وہ اصل حسب ذیل ہے اور قبر کے پاس مکروہ ہے ہر وہ چیز جو سنت سے ثابت نہیں اور سنت سے ثابت بجز اس کی زیارت اور اس کے پاس کھڑے رہ کر دعا کرنے کے اور کچھ نہیں جیسا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع کو جا کر کیا کرتے تھے اور اسی سے جواب معلوم ہو سکتا ہے ۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے ۔

[2] اور تم پر کتاب میں یہ حکم دیا کہ جب تم اللہ تعالیٰ کی آیات کو اس طرح سنو کہ اس کے ساتھ کفر کیا جا رہا ہو اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہو تو تم ان کے ساتھ اس وقت تک نہ بیٹھو جب تک کہ وہ کسی اور بات میں مصروف نہ ہو جائیں ورنہ تم انہی کے مثل ہو جاؤ گے ۔

[3] ضحاک نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کے تحت ہر وہ شخص داخل ہو گیا جو دین میں نئی بات نکالے اور قیامت تک ہر بدعتی بھی اس میں شامل ہو گیا ۔

جواب :۔ اس آیت سے عدم شرکت مجالس غیر مشروعہ ثابت ہوتی ہے اس طرح کہ استہزاء بکتاب اللہ حرام ہے علی ہذا بدعات خلاف حکم شرع حرام ہیں جیساکہ ان کی شرکت کی حرمت ثابت ہوتی ہے ایسے ہی دیگر معاصی کی بھی معنی تفسیر ضحاک کے یہ ہیں کہ کل مبتدع کے ساتھ بیٹھنا اور ہر بدعت کا شریک ہونا حرام ہے آپ کا فہم درست ہے ۔ والسّلام

مساجد و مدارس کی موجودہ صورت وطرزِ تعلیم

سوال :۔ اس صورت کی مساجد اور مدارس اور طرزِ تعلیم قرون ثلثہ میں نہیں تھا بلکہ یہ محض نئی صورت ہے تو اس کا بدعت نہ ہونا کیا سبب ہے ؟

جواب :۔ مسجد کی کوئی صورت شرع میں مقرر نہیں جیسی چاہے بنائے مگر ہاں مشابہت کنیسہ وبیعہ وغیرہ سے نہ ہو علی ہذا مدارس کی کوئی صورت معین نہیں مکان ہو اس کا ثبوت حدیث سے ہے اور کسی صورت خاصہ کو ضروری جاننا بدعت ہو گا۔

عیدین میں خطبہ کے پہلے دعا مانگنا

سوال :۔ مسئلہ عیدین میں خطبہ کے اول دعا مانگنا چاہیئے یا بعد خطبہ کے یا بالکل نہ چاہیئے ؟

جواب :۔ خطبہ سے اول و آخر دعا کرنا کہیں ثابت نہیں لہٰذا نہ کرنا چاہیئے البتہ بعد سلام نماز عید کے دعا کریں پھر ممبر پر کھڑا ہو کر دعا ثابت نہیں ۔

معانقہ خصوصاً عیدین میں

سوال :۔ عیدین میں معانقہ کرنا اور بغلگیر ہونا کیسا ہے ؟

جواب :۔ عیدین میں معانقہ کرنا بدعت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد ۱۳۰۱ھ

محمد عبداللطیف

الجواب صحیح محمد عبداللطیف عفی عنہ

معانقہ کرنا خصوصاً عیدین میں

سوال :۔ معانقہ کرنا بالخصوص عیدین کے روز کس درجہ کا گناہ ہے مکروہ ہے یا حرام ؟

جواب :۔ معانقہ و مصافحہ بوجہ تخصیص کے کہ اس روز میں اس کو موجب سرور اور باعث مودّت اور ایام سے زیادہ مثل ضروری کے جانتے ہیں بدعت ہے اور مکروہ تحریمی اور علی الاطلاق ہر روز مصافحہ کرنا سُنّت ہے۔ ایسا ہی بشرائط خود یوم العید کے ہے اور علی ہذا معانقہ جیسا بشرائط خود دیگر ایام میں ہے ویسا ہی یوم عید کے ہے کوئی تخصیص اپنی رائے سے کرنا بدعت ضلالہ ہے ۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

الوداع کا خطبہ پڑھنا

سوال :۔ پڑھنا آخر جمعہ کو ماہ رمضان المبارک میں الوداع الوداع یا شہر رمضان اور الوداع الوداع یا سنت التراویح اور اشعار فارسی یا اردو یا عربی کا ہر جمعہ میں یا آخر جمعہ ماہ رمضان المبارک میں درصورتیکہ عوام النّاس خطبۃ الوداع آخر جمعۃ رمضان المبارک کو سنت بلکہ قریب واجب جانتے ہوں کیسا ہے ؟ آیا حسب زعم ان کے سنت یا مستحب یا بخلاف اس کے بدعت ہے بدلائل عقلیہ ونقلیہ از کتب معتبرہ جواب ارقام فرمایا جاوے بینوا توجروا ۔

جواب :۔ یہ خطبہ بدعت ہے کہ مرثیہ اور اشعار قرون مشہود لہا بالخیر میں خطبہ میں منقول نہیں علی الخصوص جب اس فعل کو ضروری جانا جاوے کہ مؤکد جاننا کسی امر مستحب کا بھی داخل تعدی حدود اللہ اور بدعت ضلالہ ہے چہ جائیکہ امر محدث اور پھر غیر زبان عربی میں خطبہ پڑھنا مکروہ ہے۔ بہرحال یہ فعل عوام جہلاء خطباء کا اور سنت جاننا اس کا بدعت ضلالہ واجب الترک ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خطبۃ الوداع

سوال :۔ الوداع کا خطبہ پڑھنا کیسا ہے۔ زید کہتا ہے کہ مولانا عبدالحی صاحب نے اپنے مجموعہ فتاویٰ میں لکھا ہے اور مولانا موصوف کا قول مستند ہے اور زید یہ بھی کہتا ہے کہ الفاظ الوداع کے ائمہ کے وقت میں بھی پڑھے جاتے تھے۔ پس قول زید کا صحیح ہے یا غلط ہے بعض کتابوں میں الوداع کا خطبہ منع لکھا ہے۔

جواب :۔ زید کا قول غلط ہے اور خطبۃ الوداع کا بدعت ہے۔ فقط

رسالہ ہفت مسئلہ

سوال :۔ رسالہ ہفت مسئلہ مطبوعہ نظامی جو کہ حضرت حاجی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سے منسوب ہے شائع ہوا ہے۔ یہ نسبت حاجی صاحب سلمہٗ کی غلط ہے یا نہیں کیونکہ اس میں تائید اہلِ بدعت اور اہلِ حق علماء محققین کی مخالفت ہے مفصل کیفیت سے جو ہو ارشاد فرمائیں۔

جواب :۔ رسالہ ہفت مسئلہ میں مسئلہ امکان کذب و امکان نظیر میں تو کوئی امر ایسا نہیں لکھا کہ کسی کے خلاف ہو بلکہ اس کے امکان کا اقرار اور اس کی بحث سے احتراز لکھا ہے تو اس میں کسی اہلِ حق کی مخالفت نہیں اور مسئلہ تکرار جماعت میں بسبب اختلافات روایات فقہ کے فریقین کو نزاع سے منع کیا ہے کہ مسئلہ مختلفہ میں مخالفت کرنا مناسب نہیں اور مسئلہ نداء غیر میں صاف حق لکھا ہے کہ نداء غیر اگر حاضر و علم غیب جان کر کرے گا تو شرک ہو گا اور جو بے اس کے شوق میں کہا ہے تو معذور ہے گناہگار نہیں اور جو بدوں عقیدہ شرکیہ کے یہ سمجھ کر کہے کہ شاید ان کو حق تعالیٰ خبر کر دیوے تو خلافِ محل نص میں خطا و گناہ ہے مگر شرک نہیں اور جو نص سے ثبوت ہو جیسا صلوٰۃ سلام، بخدمت فخر عالم علیہ السلام کے ملائکہ کا پہنچانا تو وہ خود ثابت ہے۔ سو یہ سب حق ہے اس میں کوئی اہلِ حق مخالف اس کے نہیں کہتا۔ اب رہے تین مسئلے قیود مجلس مولود کے اور قیود ایصالِ ثواب کے اور عرس بزرگانِ دین کا کرنا سو اس میں وہ خود لکھتے ہیں کہ دراصل یہ مباح ہیں۔ اگر ان کو سنت یا ضروری جانے بدعت و تعدی حدود اللہ تعالیٰ اور گناہ ہے۔ اور بدوں اس کے کرنے میں وہ اباحت لکھتے ہیں۔ ہم لوگ منع کرتے ہیں تو وجہ یہ ہے کہ ان کو رسوم اہلِ زمانہ سے خبر نہیں کہ یہ لوگ اُن قیود کو ضروری جانتے ہیں لہٰذا باعتبار اصل کے مباح لکھتے ہیں اور ہم لوگوں کو عادت عوام سے محقق ہو گیا ہے کہ یہ لوگ ضروری اور سنّت جانتے ہیں لہٰذا ہم بدعت کہتے ہیں۔

پس فی الحقیقت مخالفت اصل مسائل میں نہیں ہوئی بلکہ بسبب عدم علم حال اہلِ زمانہ کے یہ امر واقع ہوا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسا امام صاحبؒ نے صابی کو ایک حکم دیا اور صاحبینؒ نے دوسرا حکم یہ بسبب اختلاف صابی کے ہوا ہے

کہ امام صاحبؒ کے وقت میں ان کا حال اہلِ کتاب جیسا تھا اور صاحبین کے وقت مجوس جیسا۔ پس اختلاف اصل مسئلہ کا نہیں بلکہ بوجہ حال اہلِ زمانے کے ہے ایسا ہی دیگر مسائل میں ہے۔ پس ایسا ہی ان تین مسائل ہفت مسئلہ میں سمجھ لو۔ ورنہ حضرت سلمہٗ کے عقائد ہرگز بدعت کے نہیں ہیں کہ اہلِ فہم و دانش خود عبارت رسالہ سے سمجھ سکتا ہے۔ معہذا لکھتا ہوں کہ یہ رسالہ ان کا لکھا ہُوا نہیں کسی نے لکھا اُن کو سُنا دیا۔ انہوں نے اصل مطلب کو دیکھ کر اباحت کی تصحیح کر دی اور حال اہلِ زمانہ سے خبر نہ ہوئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرنے کے بعد اسقاط کا حکم

سوال :۔ بعد مرنے کے جو طریق اسقاط عوام کرتے ہیں کہ فرائض واجبات تجویز کر کے اس کے فدیہ میں جو گندم وغیرہ مقرر ہوئے اُن کے عوض ایک کلام اللہ شریف دے کر سب سے بری الذمہ ہو جاتے ہیں لہٰذا طریق مروجہ ثابت اور جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ حیلہ اسقاط کا مفلس کے واسطے علماء نے وضع کیا تھا اب یہ حیلہ تحصیل چند فلوس کا ملاؤں کے واسطے مقرر ہو گیا ہے حق تعالیٰ نیت سے واقف ہے وہاں حیلہ کارگر نہیں مفلس کے واسطے بشرط صحت نیت ورثہ کے کیا عجب ہے کہ مفید ہو ورنہ لغو اور حیلہ تحصیل دنیاء دنی کا ہے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

کتاب آذر جندی سے فاتحہ کا ثبوت

سوال :۔ در کتاب آذرجندی کہ از ملا علی قاری ست روایت ست قال کان الیوم الثالث عن وفات ابراهیم بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم جاء ابوذر عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم معہ تمرۃ یابسۃ و لبن الناقۃ و خبز الشعیر فوضعها عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقرأ النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام الفاتحۃ مرۃ وسورۃ الاخلاص ثلاث مرات وقرأ اللھم صل علیٰ محمد انت لھا اھل فرفع یدیہ ومسح وجھہ فامر بابی ذر ان یقسمھا وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثواب ھذہ الاطعمۃ لابنی ابراھیم ۔

فقط صحت نام کتاب اور روایت کی اس میں ہے یا نہیں یا اور کسی کتاب میں ہے ؟

جواب :۔ نہ کتاب آذرجندی از تصانیف ملا علی قاری ست و نہ روایت مذکور صحیح و معتبر است بلکہ موضوع است و باطل بر آن اعتماد نشاید در کتب حدیث نشانے از ہیچ روایت یافتہ نمی شود[1]۔ حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی منقولہ از رسالہ شمشیر خنداں مؤلف مولانا دین محمد صاحب مرحوم مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور۔ الجواب یہ حدیث وضعی ہے اور بنانے والا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اس کا

---

[1] کتاب آذرجندی نہ ملا علی قاری کی تصنیف ہے اور نہ مذکورہ روایت صحیح و معتبر ہے بلکہ موضوع ہے اور بالکل اس پر بھروسہ نہ کیا جائے اور کتب حدیث میں ایسی روایت کا کوئی پتہ نہیں پایا جاتا ۔

کاذب اور مفتری ہے اور آذر جندی کوئی کتاب ملا علی قاری کی تصنیف سے نہیں ہے۔ انتہیٰ محمد صدر الدین صدر صدور دہلی

محمد قطب الدین ۱۲۷۴ شاگرد مولانا اسحٰق صاحب دہلوی مؤلف مظاہر الحق شرح مشکوٰۃ

محمد بشیر و نذیر قنوجی

حسبنا اللہ حفیظ اللہ دہلوی

سید محبوب علی جعفری دہلوی

فقیر خواجہ ضیاء الدین احمد دہلوی ۱۲۶۱

سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱ محدث دہلوی

نوازش علی ۱۲۶ دہلوی

مولانا الحق الخیر دہلوی

علیم رحمت اللہ ۱۲۶۵ دہلوی

محمد عبد الرب دہلوی

محمد تقی خاں دہلوی

سید رحمت علی خاں نے عدالت عالیہ سلطانی مفتی سراج العلماء ضیاء الفقہاء ۱۲۵۳

محمد عبد اللہ دہلوی مفتی بادشاہی مسجد دہلی

شرف رشید سید کونین شریف حسین ۱۲۹۳

سید احمد حسین ۱۲۸۹

ابو الحسن ۱۲۸۹

محمد منظور علی یوسفی ۱۲۸۳ دہلوی

عبدہ محمد یوسف ۱۲۸۴

محمد عبد الحکیم دہلوی

منصور علی خان بن احمد حسن خاں

محمد غلام اکبر خاں محمدی ۱۲۸۶ سے

مواہیر علماء مقیم ریاست دوجانہ

محمد امام الدین محمدی ۱۲۸۴

محمد عالم علی ۱۲۸۳

صاحبزادہ مولانا عالم علی صاحب مشہور حافظ رحمت علی صاحب متصل سنبھلی دروازہ

رحمت علی

محمد قاسم علی ۱۲۸۵

نقشبندی محمد رمضان ۱۲۹۱

محمد نور علی عفی عنہ

محمد عبد الرحمٰن

بخشندہ عاصیاں رحیم است

مواہیر علماء مراد آباد　　مواہیر علماء پانی پت　　شاگرد مولانا محمد اسحاق

الجواب صحیح :- اور اس کا واضع ملعون ہے کہ فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تہمت کرتا ہے۔ فقط

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

فاتحہ کا طریقہ

سوال :- فاتحہ مروجہ یعنی طعام را روبرو نہادہ دست برداشتن چہ حکم دارد۔[1]

جواب :- ایں طور مخصوص نہ در زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود نہ در زمان خلفاء بلکہ وجود آں در قرون ثلثہ کہ مشہود لہا بالخیر اند منقول نشدہ وحالا در حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً عادت خواص نیست واگر کسے ایں طور مخصوص بعمل آورد آں طعام حرام نیست بخوردنش مضائقہ نیست وایں را ضروری دانستن مذموم است وبہتر آنست کہ ہرچہ خواہند خوانده ثواب آن بمیت رسانند وطعام را بہ نیت تصدق بفقرا خورانند وثوابش نیز باموات رسانند۔[2]

---

[1] فاتحہ مروجہ یعنی کھانے کے روبرو رکھ کر ہاتھ اٹھانے کا کیا حکم ہے؟

[2] یہ مخصوص طرز نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی نہ خلفاء کے زمانہ میں بلکہ اس کا وجود تینوں قرنوں میں جن کے بھلائی کی شہادت دی گئی ہے منقول نہیں ہے اور اب بھی حرمین شریفین میں اللہ تعالیٰ ان کی عزت زیادہ کرے خاص لوگوں کی عادت نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی اس مخصوص طریقہ پر عمل کرے تو وہ کھانا حرام نہیں ہوتا اور اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں لیکن اس کو ضروری جاننا برا ہے اور بہتر یہ ہے کہ جو کچھ پڑھنا چاہیں پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہنچاویں اور کھانے کو تصدق کی نیت سے فقراء کو کھلادیں اور اس کا ثواب بھی مردوں کو پہنچادیں۔

ہدیۃ الحرمین سے فاتحہ کا ثبوت

سوال :۔ ہم نے ہدیۃ الحرمین میں دیکھا ہے کہ حضرت نے اپنے بیٹے ابراہیم کے سوئم و دسواں و بیسواں و چہلم وغیرہ میں چھوارے پر فاتحہ دیا اور اصحابوں کو کھلایا۔ پس فی زمانہ لوگ پھول، پان وغیرہ کرنے سے چہلم و سوئم دسواں و بیسواں میں مانع ہوتے ہیں کیسا ہے ؟

جواب :۔ ہوالمصوب۔ یہ قصہ جو ہدیۃ الحرمین میں لکھا ہے محض غلط ہے کتب معتبرہ میں اس کا نشان نہیں۔ واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی ۔

تیجہ میں قرآن شریف کا پڑھنا

سوال :۔ روز سوم یا پنجم مردم بطلب یا بلا طلب جمع میشوند و چند ختم کلام مجیدے خوانند بعضے آہستہ وبعض بآواز بلند و در پیالہ خوشبو گل مے اندازند و دیگر خصوصیات و رسوم بعمل می آرند چہ حکم دارد [1]

جواب :۔ مقرر کردن روز سوم وغیرہ بالتخصیص و او را ضروری انگاشتن در شریعت محمدیہ ثابت نیست صاحب نصاب الاحتساب آں را مکروہ نوشتہ رسم و راہ تخصیص بگذارند ہر روز یکہ خواہند ثواب بروح میت رسانند و میت قریب مرگ خود زیادہ تر محتاج مدد می شود۔ ہر قدر کہ ایصال ثواب بہر روزیکہ شود موجب خیر است کذا فی فتح العزیز و شیخ عبدالحق محدث دہلوی در شرح سفر السعادت می فرمایند و عادت نبود کہ برائے میت در غیر وقت نماز جمع شدند و قرآن خوانند و ختمات خوانند نہ بر سر گور و نہ غیر آں و ایں مجموع بدعت ست و مکروہ نعم تعزیت اہل میت و تسلیہ و صبر فرمودن سنت و مستحب است اما ایں اجتماع مخصوص روز سوم و ارتکاب تکلفات دیگر و صرف اموال بے وصیت از حق یتامیٰ بدعت است و حرام [2] انتہیٰ ۔ حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی ۔

---

[1] سوال. تیسرے دن یا پانچویں دن بلانے سے یا بغیر بلانے کے لوگ جمع ہوتے ہیں اور کلام مجید کے ختم پڑھتے ہیں بعض آہستہ اور بعض بلند آواز سے اور خوشبو کے پیالہ میں پھول ڈالتے ہیں اور دوسری خصوصیات اور رسوم عمل میں لاتے ہیں کیا حکم رکھتا ہے ؟

[2] جواب. تیسرا دن وغیرہ کو خصوصیت سے مقرر کر دینا اور اس کو ضروری سمجھنا شریعتِ محمدیہ میں ثابت نہیں ہے صاحب نصاب الاحتساب اس کو مکروہ لکھتے ہیں خصوصیت کی رسم و راہ کو چھوڑ دیں جس دن چاہیں ثواب میت کی روح کو پہنچائیں اور میت اپنی موت کے وقت کے قریب میں مدد کا زیادہ محتاج ہوتا ہے جس قدر ایصالِ ثواب جس دن کہ ہو سکے باعثِ بھلائی ہے فتح العزیز میں اسی طرح ہے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں فرماتے ہیں

"یہ عادت نہیں تھی کہ میت کے لئے وقت نماز کے علاوہ جمع ہوں اور قرآن پڑھیں اور ختم کریں نہ قبر پر نہ اور کسی جگہ اور یہ تمام بدعت ہے اور مکروہ ہاں اہلِ میت کی تعزیت اور تسلی دینا اور صبر کے لئے کہنا سنت ہے اور مستحب لیکن یہ مخصوص طور پر تیسرے دن کا جمع ہونا اور دوسرے تکلفات کا کرنا اور یتامیٰ کے حق میں بغیر وصیت کے مال صرف کرنا بدعت ہے اور حرام "

فاتحہ کا موجودہ طریقہ

سوال :۔ سامنے کھانا یا کچھ شیرینی رکھ کر ہاتھ اُٹھا کر فاتحہ اور قل ھو اللہ پڑھنا درست ہے یا نہیں کہ جس کو عرف عام میں فاتحہ کہتے ہیں ؟

جواب :۔ فاتحہ مروجہ شرعاً درست نہیں ہے بلکہ بدعت سیئہ ہے کذا فی اربعین وفتاویٰ سمرقندی فقط

محمد قاسم علی عفی عنہ — الجواب صحیح والمجیب نجیح عبداللطیف عفی عنہ

محمد قاسم علی	محمد عبداللطیف سہنپوری	محمد عالم علی محدث مراد آباد شاگرد مولانا محمد اسحٰق

سوال :۔ فاتحہ کا پڑھنا کھانے پر شیرینی پر بروز جمعرات کے درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ فاتحہ کھانے یا شیرینی پر پڑھنا بدعت ضلالت ہے ہرگز نہ کرنا چاہیئے ۔

تیجہ کا حکم

سوال :۔ تیجہ، ساتواں، دسواں، چالیسواں امور مذکورہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب اور فقہ کی کسی معتبر کتب میں ہیں اور ان کا کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ تیجہ، دسواں وغیرہ سب بدعت ضلالہ ہیں کہیں اس کی اصل نہیں نفس ایصالِ ثواب چاہیئے ان قیود کے ساتھ بدعت ہی ہے جیسا کہ اوپر کے جواب میں مرقوم ہو چکا ہے اور برادری کو ان ایام میں کھلانا یہ رسم ہے اور منع ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

سوم وغیرہ کرنا

سوال :۔ فی زمانہ رواج ہے کہ جب کوئی مرجاتا ہے تو اُس کے عزیز و اقارب اُس روز یا دوسرے روز یا تیسرے روز یا کسی اور روز جمع ہو کر مسجد میں یا کسی اور مکان میں قرآن شریف اور کلمہ طیبہ اور درود شریف وغیرہ پڑھ کر بلا تعین شمار ثواب اس پڑھے ہوئے کا متوفی کو بخشتے ہیں اور چنے وغیرہ تقسیم کرتے ہیں تو اس طرح پر جمع ہونا اور قرآن مجید وغیرہ پڑھنا اور پڑھوانا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ مجتمع ہونا عزیز و اقارب وغیرہم کا واسطے پڑھنے قرآن مجید کے یا کلمہ طیبہ کے جمع ہو کر روز وفات میت کے یا دوسرے روز یا تیسرے روز بدعت و مکروہ ہے شرع شریف میں اس کی کچھ اصل نہیں ہے ۔ کتاب نصاب الاحتساب میں لکھا ہے ۔ ان ختم القرآن جهرا بالجماعة وليسمى بالفارسية سيپاره خواندن مكروه[۱] ۔ اور فتاویٰ بزازیہ میں مرقوم ہے ۔ یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والفقراء للختم وقراءة سورة الانعام او الاخلاص[۲] ۔

---

[۱] اور قرآن کو پکار کر پڑھ کر جماعت کے ساتھ ختم کرنا جس کو فارسی میں سی پارہ پڑھنا کہتے ہیں مکروہ ہے ۔

[۲] اور پہلے اور تیسرے دن اور ہفتہ کے بعد کھانا پکانا اور رسومات کے وقت قبر کے پاس کھانا لے جانا اور قرأت قرآن کے لئے دعوت دینا اور ختم کے لئے صلحاء و فقراء کو جمع کرنا اور سورہ انعام و اخلاص کا پڑھنا مکروہ ہے ۔

اور ردالمحتار میں لکھا ہے۔ ومن المنکرات الکثیرۃ کایقاد الشموع والقنادیل التی توجد فی الافراح وکدق الطبول والغناء بالاصوات الحسان واجتماع النساء والمردان واخذ الاجرۃ علی الذکر وقراءۃ القرآن وغیرذلک مما ھو مشاھد فی ھذہ الزمان وما کان کذلک فلاشک فی حرمتہ وبطلان الوصیۃ بہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم[1]۔ این ست حکم صورت مسئولہ کہ[2]

تحریر یافت محمد قاسم علی عفی عنہ — الجواب صحیح، محمد قاسم علی خلف مولانا عالم علی — الجواب صحیح، محمد عبداللطیف عفی عنہ — الجواب صحیح، محمد عبدالغنی سہنسپوری — الجواب صحیح، محمد مقیم الدین عفی عنہ — محمد عبدالغنی

فتویٰ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی موصولہ از مولوی عبدالصمد صاحب رامپوری بمجموعۂ فتاویٰ قلمی مولوی احمد رضا خان صاحب منقولہ از جلد رابع کتاب الحظر والاباحۃ صفحہ ۳۶۔

بلاتعیین یوم تصدق موتیٰ کے لئے مساکین کو کھانا کھلانا

سوال:۔ کھانا تیار کرنا واسطے تصدق موتیٰ کے بلاتعیین یوم کے فقراء و مساکین کو جمع کر کے کھلا دینا جائز ہے یا نہیں؟ مدلل ارقام فرماویں۔

جواب:۔ بلاتعیین کھانا تقسیم کرنا یا دینا بطور صدقہ کے جائز ہے کیونکہ صدقہ کرنا طعام کا کسی کے نزدیک ناجائز نہیں ثواب اس کا میت کو پہنچتا ہے باتفاق البتہ عبادت بدنی میں خلاف امام شافعیؒ اور امام مالک کا ہے مالی میں کسی کا خلاف نہیں۔ قال فی الھدایۃ الاصل فی ھذا الباب ان الانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلوۃ اوصوما اوصدقۃ او غیرھا[3]۔ الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بلاتعیین یوم وذکر تیجہ

سوال:۔ سوم یعنی تیجہ جو موتیٰ کے واسطے کیا جاتا ہے تو اس میں کیا برائی ہے اگر تعیین تاریخ اور تاکد موجب فساد ہے تو یہ اگر دور ہو جاوے مثلاً پہلے روز ہو یا دوسرے یا چوتھے یا پانچویں یا چھٹے روز ہو شمار کے واسطے نخود نہ ہوں خرما ہو یا املی کے بیج ہوں یا تسبیح ہو یا اور کوئی چیز ہو اور اس میں مال بھی یتیموں کا صرف نہ ہو تو بھی جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر بلاتعیین یوم کے جمع ہو کر ختم قرآن کریں یا کلمۂ طیبہ اور ایصال ثواب اس کا کریں تو جائز ہے اکثر علماء کے نزدیک اگرچہ علامہ مجدالدین فیروز آبادی ایصال ثواب میت کے اجماع کو بھی بدعت لکھتے ہیں۔ سفرالسعادت میں

---

[1] اور بہت سی برائیاں جیسے موم بتیاں اور قندیلوں کو جلانا جیسے خوشیوں کے موقع پر ہوتا ہے اور جیسے ڈھول بجانا اور خوش آوازی سے گانا اور عورتوں اور مردوں کا جمع کرنا اور ذکر و قرآت قرآن وغیرہ پر اجرت کا لینا جو آج کل اس زمانے میں دیکھا جا رہا ہے اور جو اس طرح ہو تو اس کی حرمت میں کوئی شک نہیں اور اس کی وصیت کا باطل کرنا ضروری ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

[2] صورت مسئولہ کا یہ حکم ہے جو لکھا گیا۔

[3] ہدایہ میں ہے کہ اس باب میں اصل یہ ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب اپنے غیر کے لئے قرار دے خواہ وہ نماز ہو کہ روزہ یا صدقہ وغیرہ۔

جوازِ تیجہ کے وجوہ پر بحث

سوال :۔ زید بدعات مثل تیجہ وغیرہ کا معتقد نہیں اکثر لوگ اس خیال سے ان بدعات کو اختیار کرتے ہیں کہ چند لوگ جمع ہو جاویں گے اور باعث اتفاق ہو گا اور کلام وغیرہ بھی زیادہ پڑھا جاوے گا اور اگر مقرر نہ کیا جاوے تو دشواری ہوتی ہے۔ پس ان لوگوں کا عقیدہ کیسا ہے اور اگر زید شریکِ مجلس مذکور ہو جاوے تو کیسا ہے ؟ فقط

جواب :۔ جو بدعات مثل تیجہ وغیرہ کے ہیں اُن کا کرنا کسی وجہ سے درست نہیں قاعدہ شریعت کا ہے جو چیز بھلائی اور برائی سے ملی ہو اس کو حکم شریعت برائی کا دیتی ہے اس کی بھلائی پر نظر نہیں ہوتی۔ ظاہر اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک مٹکی دودھ میں ایک چلو پیشاب گر جاوے تو اُس کو نجس کہیں گے دودھ کا اعتبار نہ کریں گے اور اُس کو حلال نہ کہیں گے لہٰذا فعل اور شرکت ان بدعات کی دونوں ناجائز باعتقاد ہوں یا بلا اعتقاد ہوں۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

ایصالِ ثواب کی قیود

سوال :۔ فاتحہ تیجہ دسواں کرنا کیسا ہے مستحب ہے یا بدعت حسنہ ہے یا بدعت سئیہ ہے۔ بدعت حسنہ کی کیا تعریف ہے اور بدعت سئیہ کی کیا تعریف ہے ؟ بدعت حسنہ سے کیا ثواب ہوتا ہے اور بدعت سئیہ سے کیا تعزیر لازم آتی ہے اور مجمع کر کے چنوں پر کلمہ شریف پڑھوانا واسطے ثواب مردہ کے اور قرآن شریف پڑھوانا کیسا ہے آیا ثواب اُن کلموں اور قرآن شریف کا جو اُس مجمع میں شریک ہوتا ہے وہ شخص مستحق ثواب ہے یا عذاب ہے؟ زید کہتا ہے کہ چنوں پر فاتحہ سوم میں اللہ کا کلام پڑھنا موجب ثواب ہے کہ اس سے ایصالِ ثواب منظور ہے اور یہ طریقہ بزرگانِ سلف سے چلا آتا ہے اس میں کچھ حرج نہیں ہے اور فتاویٰ عزیزی میں یہ طریقہ لکھا ہے۔ پس زید کا قول تمام ہوا اُن چنوں کا کھانا کیسا ہے اور زید فاتحہ تیجے دسویں کو دل سے اچھا جانتا ہے اور اُس کے اچھے ہونے پر اصرار کرتا ہے اس مسئلہ کو بہت تشریح کے ساتھ قرآن وحدیث قیاس اجماع امت سے ارقام فرما کر مزین بمہر فرماویں۔

جواب :۔ یہ مسائل بارہا لکھے جا چکے ہیں یہ جملہ امور بدعت ہیں صرف ایصالِ ثواب جائز ہے۔ باقی قیودات بدعت ہیں اس کی تفصیل مسائل اربعین مؤلفہ شاہ محمد اسحٰق صاحب میں دیکھ لو۔

کھانا سامنے رکھ کر پنج آیت پڑھنا

سوال :۔ کھانا سامنے رکھ کر اُس پر پنج آیت پڑھنا کیسا ہے؟ جس کو عرف عام میں فاتحہ کہتے ہیں۔ زید کہتا ہے کہ کھانے پر فاتحہ پڑھنا درست ہے اس لئے کہ حاجی امداد اللہ صاحب سلمہٗ نے اپنے فتاویٰ میں جائز لکھا ہے۔ بکر کہتا ہے حاجی صاحب موصوف اگرچہ میرے پیر و مرشد ہیں یعنی میرے پیر طریقت ہیں پیر شریعت نہیں ہیں کہ میں اُن کے کہنے پر عمل کروں یہ کہنا بکر کا کیسا ہے اور طریقت اور شریعت ایک ہیں یا دو ہیں۔

جواب :۔ یہ سب امور بدعت ہیں مسائل اربعین دیکھ لو۔

٭

مرنے کے بعد کھانا پکانا

سوال :- تقریر مولانا حیدر علی صاحب مرحوم ٹونکی تلمیذ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ۔
طعام مہمانی کہ از پس موتی پزند اول ایں خود ناروا و مکروہ تحریمی ست بچند وجہے آنکہ در بحر الرائق و دیگر کتب تصریح کردہ اند کہ ضیافت و مہمانی در سرور و شادی مشروع ست نہ در شرور و مصائب و غمی فرستادن طعام روز اول بخانہ کسے کہ موت شدہ باشد مسنون ست نہ آنکہ ازاں کس طعام طلب کنند صریحًا یا آنکہ اگر او نپزد طعن بر و کنند کہ ایں ہم طلب ست پس بخوف ایں طلب او طعام پختہ میکند دوم آنکہ در حدیث جریر بن عبداللہ بجلی ست کنا نعد الاجتماع الی اھل المیت وصنعھم الطعام من النیاحۃ یعنی با ہمہ اصحاب جمع شدن مردم را نزد اہل میت سوائے خدمت تجہیز و تکفین و ایں را کہ تیار کنند اہل میّت طعام را از نوحہ می شمردیم و نوحہ خود حرام ست، پس ایں اجتماع مردم و ساخت طعام ہم ناروا و حرام خواہد بود۔ سوم آنکہ در کتب شرح مصرح است کہ ایں صنع طعام از اہلِ میت از رسوم و عاداتِ جاہلیت عرب بود و چوں اسلام آمد ایں رسمِ جاہلیت موقوف کردند لہٰذا در عہدِ صحابہ و تابعین ایں رسم منقول نیست پس آنچہ درمیان کلمہ گویان عوام رسمِ سوم و دہم و چہلم و ششماہی و سال رواج یافتہ ہمہ ناروا است و اجتناب ازاں ضرور ست ما در رسالہ صغیر دو جزو کبیرہ دوازدہ جزء در عدم جواز ایں بحث طعام نوشتہ ایم و بعد از انکہ ایں طعام خبیث پختہ شد بجز فقیر و محتاج دیگرے نخورد زیرا کہ حکم مال خبیث ہمیں تصدق بر فقراء ست باید دانست کہ صدقات برائے اموات بسیار مفید ست در مذہب حق اہل سنت و جماعت لیکن مفید بشرطے است کہ ایں صدقات موافق حکم شرع باشند چنانکہ بناء چاہ و مسجد و نقد و لباس و غلات وغیرہ ہا از مال حلال بفقراء دادن کہ ایں امور بالاتفاق جائز ست و مفید بموتی و اگر طعام پختہ بفقراء حوالہ سازند یا بمسجد و خانقاہ بفقراء بفرستند نزد بعضے جائز و نزد بعضے ایں ہم غیر جائز بالجملہ ایں صورت مختلف فیہا ست اما در خانہ بطور مہمانی خورایندن خورندگان خواہ فقراء باشند خواہ اغنیاء نزد ہیچ کس جائز نیست کہ ایں رسم جاہلیت عرب و رسم تمام ہنود ہندوستان ست و دریں تشبیہ بکفار ست و سابق حدیث نوشتہ ایم کہ من تشبہ بقوم فھو منھم[1] الحدیث ۔ یہ فتویٰ صحیح ہے یا غیر صحیح اس کا جواب ارشاد فرمائیے ۔

جواب :- بندہ کے نزدیک صحیح ہے اور تشبہ اس میں حاصل ہے اگرچہ قلیل ہو ۔

---

[1] سوال :- تقریر مولانا حیدر علی ٹونکی تلمیذ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مہمانی کا کھانا جو میت کے پیچھے پکاتے ہیں اول تو یہ خود ناجائز و مکروہ تحریمی ہے چند وجوہ سے ایک تو یہ کہ بحر الرائق اور دوسری کتابوں میں تصریح ہے کہ ضیافت و مہمانی خوشی اور شادی کے موقع پر تو مشروع ہے نہ کہ برائیوں اور مصیبتوں اور غمی کے موقع پر اول دن کھانا بھیجنا اس شخص کے گھر کہ جہاں موت واقع ہوئی ہے مسنون ہے نہ کہ اس شخص سے کھانا مانگیں خواہ صراحۃً یا یہ کہ اگر وہ نہ پکائے تو اس پر طعنے لگائیں کہ یہ بھی ایک قسم کی طلب ہے کہ اس طلب کے خوف سے وہ کھانا پکائے۔ دوسرا یہ کہ جریر بن عبداللہ بجلی کی روایت میں ہے کہ ہم میّت کے گھر والوں کے پاس جمع ہونا اور ان کا کھانا پکانا نوحہ گری سمجھتے تھے۔ یعنی تمام دوستوں کے ساتھ لوگوں کا جمع ہونا میت کے گھر والوں کے پاس

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ایصالِ ثواب میں دن اور کھانے کی خصوصیت

سوال :۔ دوسرے روز مرنے کے پیچھے چند آدمی جمع ہو کر کلمہ طیبہ چنوں وغیرہ پر پڑھتے ہیں اُس مجمع میں جانا کیسا ہے ؟

جواب :۔ میت کے واسطے کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھنا بہت بہتر اور ثواب ہے مگر تخصیص تیسرے روز کی اور چنوں کی بدعت ہے وہاں شریک نہ ہونا چاہیئے ۔

میّت کے دفن کے بعد مکان پر فاتحہ

سوال :۔ بعض لوگوں میں دستور ہے کہ جس وقت موتیٰ کو دفن کر کے آتے ہیں اُس کے گھر والے اس وقت فاتحہ پڑھتے ہیں ۔ یہ فعل فاتحہ پڑھنا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ اس فاتحہ کا کچھ ثبوت نہیں ۔

برادری کا میت کے گھر جا کر رسوم ادا کرنا

سوال :۔ حسبِ مروجہ دستور برادری اہلِ میت کے یہاں جا کر فاتحہ پڑھنا اور پگڑی جوڑا دینا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ یہ سب امور بدعت اور نادرست ہیں البتہ صرف تعزیت کے لئے جانا درست ہے اگر دفن کفن میں نہ شریک ہوا ہو ۔

بلا قیود و رسوم ایصالِ ثواب کرنا

سوال :۔ میت کو ثواب پہنچانا بلا تعیین تاریخ کے یعنی تیجا، دسواں، چالیسواں نہ ہو درست ہے یا نہیں ؟

(بقیہ حاشیہ صـ سے آگے) سوائے تجہیز و تکفین کی خدمت کے اور میت کے گھر والے یہ جو کھانا تیار کرتے تھے ہم اس کو نوحہ سمجھتے تھے اور نوحہ خود حرام ہے تو یہ لوگوں کا جمع ہونا اور کھانا پکانا بھی ناجائز و حرام ہوگا۔ تیسرا یہ کہ شریعت کی کتابوں میں صراحت کے ساتھ یہ موجود ہے کہ یہ کھانا تیار کرنا اہلِ میت کا عرب کے زمانۂ جہالت کی عادات و رسوم سے تھا جب اسلام آیا جاہلیت کی رسموں کو موقوف کر دیا لہٰذا اصحابہ و تابعین کے زمانہ میں یہ رسم منقول نہیں ہے چنانچہ عام کلمہ گویوں کے درمیان جو سوم ۔ دہم بستم و چہلم و ششماہی و برسی کا رواج ہو گیا ہے تمام ناجائز ہے اور اس سے بچنا ضروری ہے۔ ہم دو رسالے ایک تو چھوٹا دو جز کا دوسرا بڑا دس بارہ جز کا اس کھانے کے ناجائز ہونے کی بحث میں لکھ چکے ہیں اور اس کے بعد کہ یہ ناکارہ کھانا پک جائے تو سوائے فقیر و محتاج کے کوئی نہ کھائے اس لئے کہ اس ناکارہ مال کا حکم یہی فقیروں پر تصدق کرنا ہے ۔ جاننا چاہیئے کہ صدقات مذہب حق اہلِ سنت وجماعت میں مُردوں کے لئے بہت مفید ہے لیکن اس شرط سے مفید ہے کہ یہ صدقات شریعت کے حکم کے مطابق ہوں جیسے کنوئیں اور مسجد کا بنانا اور نقد و لباس و غلہ وغیرہ حلال مال سے فقیروں کو دینا کہ یہ امور بالاتفاق جائز ہیں اور میت کے لئے مفید ہیں اور اگر پکا ہوا کھانا فقراء کے حوالے کر دیں یا مسجد و خانقاہ میں فقیروں کو بھیج دیں تو بعض کے نزدیک تو جائز ہے اور بعض کے نزدیک یہ بھی ناجائز ہیں ۔ حاصل کلام اس صورت میں تو اختلاف ہے لیکن گھر میں بطور مہمانی کے کھلانا خواہ کھانے والے فقیر ہوں یا اغنیا کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے کہ یہ رسم جاہلیتِ عرب اور ہندوستان کے تمام ہندوؤں کی رسم ہے اور اس میں کفار کے ساتھ مشابہت ہے اور ہم پہلے ایک حدیث لکھ چکے ہیں کہ "جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہوگا"۔ (حدیث)

جواب :- ثواب میت کو پہنچانا بلا قید تاریخ وغیرہ اگر ہو تو عین ثواب ہے اور جب تخصیصات اور التزامات مروجہ ہوں تو نادرست اور باعث مواخذہ ہو جاتا ہے ۔

اہلِ میت کو کھانا کھلانا

سوال :- اس ملک میں بموجب رسم کے اگر کوئی مرجاوے تو اس گھر والے یا اس کے قوم کے لوگ اس کے خویش واقارب کی روٹی پکاتے ہیں یہاں تک کہ جب تک روٹی تیار نہ ہو تجہیز و تکفین نہیں کرتے ۔ اس روٹی کا کھانا حرام ہے یا مکروہ ؟

جواب :- اگر کھانا اہلِ میت نے ایسے لوگوں کے واسطے جو نوحہ گر جمع ہیں کہ ان کو کھلاویں تو حدیث میں آیا ہے کہ یہ نوحہ میں داخل ہیں ۔ بس یہ حرام ہے اور اگر دوسرے لوگ میت والے کو کھانا کھلاویں تاکہ کھانے کے بعد اس کا غم کم ہو تو درست ہے ۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم ۔

مرنے کے بعد چالیس دن تک روٹی دینا

سوال :- مرنے کے بعد چالیس روز تک روٹی مُلّا کو دینا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :- چالیس روز تک روٹی کی رسم کر لینا بدعت ہے ایسے ہی گیارہویں بھی بدعت ہے بلا پابندی رسم و قیود ایصالِ ثواب مستحسن ہے ۔ فقط

بلا چندہ کے حافظ کا خود مٹھائی تقسیم کرنا

سوال :- اگر بلا چندہ فراہم کئے حافظ خود اپنے پاس سے شیرینی تقسیم کرے تب کیسا ہے ؟

جواب :- اگر حافظ بلا قیود مذکورہ بالا شیرینی تقسیم کرے تو درست ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ختم قرآن کے لئے چندہ کرکے شیرینی منگوانا

سوال :- چندہ فراہم کرکے بروز ختم قرآن شریف جو نماز تراویح میں پڑھا جاتا ہے شیرینی خرید کر تقسیم کرنا کیسا ہے ؟

جواب :- چندہ کرکے اس طرح شیرینی تقسیم کرنا درست نہیں ہے علی الخصوص اُس جگہ کہ اس شیرینی کا التزام کر لیویں اور اس کے تارک کو ملامت کریں نادرست ہے ۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

رجبی کا حکم

سوال :- رجب کے مہینے میں تبارک الذی چالیس دفعہ پڑھ کر مُردے کی روح کو ثواب پہنچاتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں ؟ سوال ۲ جو کہ مدینہ شریف میں رجبی ہوتی ہے سو وہاں کی طرح یہاں پر ہندوستان میں بھی بہت سے لوگ ۲۶ رجب، ۲۷ شب کو محفل مولود شریف یا ختم قرآن شریف یا فقط وعظ یا کچھ کھانا پکا کر یا کچھ شیرینی تقسیم کرکے حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ارواح مبارک کو ثواب پہنچانا جائز ہے یا نہیں ؟ اور ۲۷ تاریخ کو روزہ رکھنا کیسا ہے ؟

جواب :- ان دونوں امر کا التزام نادرست اور بدعت ہے اور وجوہ ان کے ناجواز کے اصلاح الرسوم براہین قاطعہ اور ادلہ بجہ میں درج ہیں ۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

درود تاج کا حکم

سوال:۔ چہ فرمانید علمائے دین رحمکم اللہ تعالےٰ در ثبوت وفضیلت وثواب درود تاج کہ در اکثر عوام بالخصوص جہلا شہرت دارد و مندرجہ الفاظ ان نسبتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کردہ دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم الخ آیا خواندن آں ومعتقد فضیلت وثواب آں از ادلہ شرعیہ ثابت ودرست است یا منع وشرک وبدعت[۱]

جواب:۔ انچہ فضائل درود تاج کہ بعض جہلا بیان کنند غلط است وقدر آں بجز بیان شارع علیہ السلام معلوم شدن محال وتالیف ایں درود بعد مرور صدہا سال واقع شد پس چگونہ درود ایں صیغہ را موجب ثواب قرار دادہ شود و انچہ در احادیث صحاح صیغہائے درود وارد شدہ آں را ترک کردن وایں را موعود بثواب جزیل پنداشتن وورد ساختن بدعۃ ضلالت ہست وچوں آنکہ در آں کلمات شرکیہ مذکور اند اندیشہ خرابی عقیدہ عوام است لہٰذا ورد آں ممنوع ہست پس تعلیم درود تاج ہمانا سم قاتل بعوام سپردن ست کہ صدہا مردم بفساد عقیدہ شرکیہ مبتلا شوند وموجب ہلاکت ایشاں گردد۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شادی اور ختنہ کی روٹی

سوال:۔ شادی اور ختنہ کی روٹی جس میں بدعات موجود ہوں اُس گھر میں تو کھانا منع ہے اگر وہ روٹی کسی کے گھر بھیج دی جائے تو اُس کا کھانا کیسا ہے ؟

جواب:۔ جس کے یہاں شادی وختنہ میں رسوم بدعات موجود ہوں اس کے یہاں ہرگز شریک نہ ہو نہ اس کے مکان میں نہ دوسرے مکان میں اگر مکان پر کھانا بھیج دیویں تو خوف فتنہ کا اگر نہ ہو تو نہ لیوے اور اگر نہ لینے کے اندر فساد ہو تو دفع فساد کے سبب سے لے لینا چاہئے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

صفر کے آخری چہار شنبہ کا حکم

سوال: صفر کے آخری چہار شنبہ کو اکثر عوام خوشی وسرور وغیرہ اطعام الطعام کرتے ہیں شرعًا اس باب میں کیا ثابت ہے؟

---

[۱] علماء دین اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے کیا فرماتے ہیں درود تاج کی فضیلت اور ثواب اور اس کے ثبوت کے بارہ میں اکثر عوام بالخصوص جہلاء میں شہرت رکھتا ہے اور اس کے مندرجہ ذیل الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھتے ہیں دافع بلاء و وباء وقحط ومرض والم (دکھ) آیا اُس کا پڑھنا اور اُس کی فضیلت وثواب کا اعتقاد رکھنا ادلّہ شرعیہ سے ثابت اور درست ہے یا نہیں یا یہ شرک وبدعت ہے۔

جواب:۔ درود شریف کے جو کچھ فضائل بعض جاہل بیان کرتے ہیں بالکل غلط ہے اور اس کا مرتبہ بجز شارع علیہ السلام کے بیان فرمانے کے معلوم ہونا محال ہے اور اس درود کی تالیف صدہا سال گزرنے کے بعد ہوئی ہے پس کس طرح درود کے اس صیغہ کو باعث ثواب قرار دے سکتے ہیں اور صحیح حدیثوں میں درود شریف کے جو صیغے آئے ہیں اُن کو چھوڑنا اور اس میں بہت کچھ ثواب کی امید رکھنا اور اس کا ورد کرنا گمراہی و بدعت ہے اور چونکہ اس میں کلماتِ شرکیہ بھی ہیں اندیشہ عوام کے عقیدہ کی خرابی کا ہے لہٰذا اس کا پڑھنا ممنوع ہے پس درود تاج کی تعلیم دینا اسی طرح ہے کہ عوام کو زہر قاتل دیدیا جائے کیونکہ بہت سے آدمی عقیدہ شرکیہ کے فساد میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ان کی ہلاکت کا موجب ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب :۔ شرعاً اس باب میں کچھ بھی ثبوت نہیں جہلاء کی باتیں ہیں ۔

میّت کے لئے پچھتر ہزار بار کلمہ پڑھنا

سوال :۔ جو حدیثوں میں وارد ہے کہ میت کے واسطے پچھتر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھا جاوے وہ جنتی ہے پس اگر دوسرے روز پڑھتے ہیں تو دوجا اور تیسرے دن تیجہ علی ہذا چوتھا وغیرہ اور اسی کو علماء بدعت کہتے ہیں تو اب کس طور سے میت کو ثواب پہنچایا جائے اور میت کے مکان پر یا میت کے قریب کی مسجد میں بیٹھ کر قرآن مجید یا کلمہ طیبہ کسی دن مقررہ پر پڑھیں یا نہیں ؟

جواب :۔ جس وقت میّت کے مکان پر جمع ہوتے ہیں اُس کی تجہیز و تکفین کے واسطے وہاں جو لوگ کاروبار میں مشغول ہیں وہ اپنے کام میں رہیں اور باقی کلمہ پڑھے جاویں جس قدر ہو جاوے اور باقی کو اپنے گھر پڑھ دیویں کوئی حاجت اجتماع کی بھی نہیں حدیث میں ایک جلسہ میں پڑھنا یا جمع ہو کر پڑھنا تو ذکر نہیں ہوا پڑھنا فرمایا ہے جس طرح ہو کر دیویں ۔

صلوٰۃ غوثیہ کا حکم

سوال :۔ صلوٰۃ غوثیہ اکثر مشائخوں میں مروّج ہے اس کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ بندہ اس کو پسند نہیں کرتا اور نہ جائز جانے ۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

صلوٰۃ غوثیہ و ہول و معکوس

سوال :۔ صلوٰۃ غوثیہ جو اکثر عوام پڑھتے ہیں جائز ہے یا نہیں اور صلوٰۃ معکوس اور صلوٰۃ ہول بھی جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ صلوٰۃ غوثیہ کی حقیقت ہم کو معلوم نہیں اور صلوٰۃ معکوس فی الحقیقت نماز نہیں بلکہ مجاہدہ ہے اور صلوٰۃ ہول کا ثبوت صحاح حدیث سے نہیں ۔

صلوٰۃ الرغائب وغیرہ کا حکم

سوال :۔ صلوٰۃ الرغائب رجب کے اوّل جمعہ کی شب کو اور صلوٰۃ نصف شعبان اور صلوٰۃ الضحیٰ بہئیت مخصوصہ ثابت ہیں یا نہیں ؟ درصورت عدم ثبوت ان کا فاعل کس درجہ کا گنہگار ہو گا ۔ کبیرہ کا یا صغیرہ کا ۔ فقط

جواب :۔ یہ نمازیں بایں قیود جو مروّج ہیں بدعت ضلالہ ہیں جس کا مآل گناہ کبیرہ کا ہے اگرچہ نفس صلوٰۃ نفل مندوب ہے ۔ شرح اس کی براہین قاطعہ میں دیکھو ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

۱۱ تاریخ کو نذر اللہ کر کے غرباء و امراء کو کھانا کھلانا

سوال :۔ ایک شخص ہر مہینہ کی گیارہ تاریخ کو گیارہویں کرتا ہے نذر اللہ اور کھانا پکا کر غرباء اور امراء سب کو کھلاتا ہے اور اپنے دل میں یہ سمجھتا ہے کہ جو چیز نذر لغیر اللہ ہو وہ حرام ہے اور مَیں جو گیارہویں کرتا ہوں یا توشہ کرتا ہوں کہ جو منسوب ہے بفعل حضرت بڑے پیر صاحبؒ اور حضرت شاہ عبدالحق صاحبؒ کے ہرگز ان حضرات کی نذر نہیں کرتا بلکہ محض نذر اللہ کرتا ہوں صرف اس غرض سے کہ یہ حضرت کیا کرتے تھے ان کے عمل کے موافق عمل کرنا موجب خیر و برکت ہے اور جو شخص ان حضرات کی یا اور کسی کی نذر کرے گا سوائے اللہ جل شانہٗ وہ حرام ہے کبھی حلال نہیں تو اب دریافت طلب امر یہ

ہے کہ ایسے عقیدے والے کو گیارہویں یا توشہ کرنا جائز ہے یا نہیں اور موجب برکت بھی ہے یا نہیں اور اس کھانے کو مسلمان دین دار تناول فرمائیں یا نہیں ؟

جواب :۔ ایصال ثواب کی نیت سے گیارہویں کو توشہ کرنا درست ہے مگر تعین یوم و تعین طعام کی بدعت اس کے ساتھ ہوتی ہے اگرچہ فاعل اس تعین کو ضروری نہیں جانتا مگر دیگر عوام کو موجب ضلالت کا ہوتا ہے لہٰذا تبدیل یوم و طعام کیا کرے تو پھر کوئی خدشہ نہیں۔

تین برس کے بچہ کی فاتحہ

سوال :۔ تین برس کے بچے کی فاتحہ دوجہ کی ہونا چاہیئے یا سوم کی ہونا چاہیئے۔ بینوا توجروا

جواب :۔ شریعت میں ثواب پہنچانا ہے دوسرے دن ہو خواہ تیسرے دن باقی یہ تعین عرفی ہیں۔ جب چاہیں کریں انہیں دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت و بدعت ہے۔ واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفےٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

تیجہ کن کی رسم ہے

سوال :۔ میت کے بعد تیسرے دن قل پڑھنا چند ملایان اور اقربا و احباب کو جمع کر کے سورہ ملک اور تین قل اور آیت مفلحون تک اور ما کان محمد ابا احد الایتہ پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر ارواح اموات کو ثواب پہنچانا اس سے فارغ ہو کر ملایان کو کسی قدر غلہ دینا اور چلا جانا ثابت ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ تیسرے دن کا مجمع میت کے واسطے اولاً مشابہت ہنود کی کہ ان کے یہاں تیجہ ضروری رسم جاری ہے حرام ہوگا بسبب مشابہت کے قال علیہ السلام من تشبہ بقوم فھو منھم[1] الحدیث۔ ثانیاً تقرر کرنا تیسرے دن کا یہ خود بدعت ہے اس کی کچھ اصل شرع میں نہیں۔ ثالثاً جو کچھ ملا اکٹھے مل کر پڑھتے ہیں بطمع فلوس پڑھتے ہیں کہ ورثہ میت بھی مانتے ہیں کہ ملا کو اس قدر دینا ہوگا اور ضروری جانتے ہیں چنانچہ معین ہے اور ملا بھی جانتے ہیں کہ ہم کو یہ ملے گا کیونکہ معین و مقرر ہو رہا ہے اور شرع میں جو چیز کہ معروف و معین ہوتی ہے اس کو مثل زبانی شرط لگانے کے فرمایا ہے المعروف کالمشروط قاعدہ فقہ کا مسلمہ ہے پس جو کچھ ملاؤں کو دیا جاتا ہے وہ اجرت ان کے پڑھانے کی ہے اور جو پڑھائی کہ اجرت پر ہوتی ہے اس کا ثواب نہ پڑھنے والے کو ہوتا ہے اور نہ مردے کو لہٰذا یہ فعل ان کا باطل اور لینا دینا دونوں حرام اور موجب ثواب کا نہیں بلکہ گناہ ہے مردہ کو اس کا ثواب نہیں ہوتا ہے اور دینے والے اور لینے والے دونوں گنہگار ہوتے ہیں لہٰذا اس کام کا ترک بھی واجب ہے اور اگر لوجہ اللہ ثواب پہنچانا منظور ہے تو ہر شخص اپنے مکان پر پڑھ کر پہنچاوے اور تیسرے دن کا کیوں انتظار کیا جائے نفس ایصالِ ثواب کو کوئی منع نہیں کرتا ہے اگر بلا تعین ہو مگر ان قیود و خصوصیات کے ساتھ بدعت بھی ہے اور ثواب بھی نہیں پہنچتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت کرے وہ انہی میں سے ہوگیا۔

بروز ختم مسجد میں روشنی

سوال:۔ بروز ختم قرآن شریف کے ضرورت سے زیادہ روشنی کرنا کیسا ہے ؟

جواب:۔ ضرورت سے زائد روشنی کرنا اور پھر اُس کے ساتھ اُس کو ضروری سمجھنا اسراف و بدعت ہے اور نادرست ہے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

پیر یا اُستاد کی برسی کرنا

سوال:۔ ہر سال اپنے پیر یا اُستاد کی برسی کرے یعنی جب سال بھر مرے ہوتے ہو جاوے تو ایک دن مقرر کرے اس روز کا نام عرس شریف رکھے اور اس دن کھانا پکا کر تقسیم کراوے مساکین کو اور ختم کرے پنج آیت قرآنی کا تو اس کا صوفیائے کرام کے یہاں اور ہماری شریعت میں کیا حکم ہے جائز یا ناجائز ؟

جواب:۔ کھانا تاریخ معین پر کھلانا کہ پس و پیش نہ ہو بدعت ہے اگرچہ ثواب پہنچے گا اور طریقہ معینہ عرس کا طریقہ سنت کے خلاف ہے لہٰذا بدعت ہے اور بلا تعین کر دینا درست ہے۔ فقط

مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم

سوال:۔ کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرانا قرون ثلٰثہ سے ثابت ہے یا نہیں اور بدعت ہے یا نہیں ؟

جواب:۔ قرون ثلٰثہ میں بخاری تالیف نہیں ہوئی تھی مگر اس کا ختم درست ہے کہ ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے اس کا اصل شرع سے ثابت ہے بدعت نہیں۔ فقط رشید احمد عفی عنہ

مرنے کے بعد چالیس شب تہلیل کرنا

سوال:۔ تہلیل بعد مرنے کے اُمراد چالیس شب متواتر اور غرباء ہر جمعہ کی رات چالیس شب تک پڑھتے ہیں درست ہے یا نہیں ؟

جواب:۔ مردہ کو ثواب کھانے کا اور کلمہ تہلیل اور قرآن کا پہنچانا ہر روز بغیر کسی تاریخ کے درست ہے مگر بہ قیود تاریخ معین کے کہ پس و پیش نہ کریں اور اس کو ضروری جانیں بدعت ہے اور ناجائز ہے جس امر کو شریعت نے مطلق فرمایا ہے اپنی عقل سے اُس میں قید لگانا حرام ہے۔

ملفوظات

(۱) مجلس مولود مروج خود بدعت ہے اور اس میں قیام کو سنت مؤکدہ جاننا بھی بدعت ضلالہ ہے اور فخر عالم علیہ السلام کو مجلس مولود میں حاضر جاننا بھی غیر ثابت ہے اگر باعلام اللہ تعالیٰ جانتا ہے تو شرک نہیں ورنہ شرک ہے اور بوقت ملاقات علماء و صلحاء کا ہاتھ چومنا مباح ہے اور قبور اولیاء اللہ سے دُعا چاہنا ہی مسئلہ مختلف فیہا ہے جس کے نزدیک سماع موتی ثابت ہے وہ جائز کہتے ہیں اور جو انکار سماع کا کرتے ہیں وہ لغو کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ سنت سے اس طرح دعا کرانا ثابت نہیں لہٰذا بدعت ہے۔ بندہ کے نزدیک مختلف فیہا مسائل میں فیصلہ نہیں ہو سکتا البتہ احوط کو پسند کرتا ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) طاعون وبا وغیرہ امراض کے شیوع کے وقت کوئی خاص نماز احادیث سے ثابت نہیں نہ اس وقت اذانیں کہنا کسی حدیث میں وارد ہوا ہے اس لئے اذان کو یا نماز جماعت کو ان موقعوں میں ثواب یا مسنون یا مستحب جاننا خلاف واقع ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نقل مکتوبِ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سلمہ اللہ تعالےٰ

(۳) مجلس مولود مروجہ بدعت ہے بوجہ خلط امور مکروہہ کے مکروہ تحریمہ ہے اور قیام بھی بوجہ خصوصیت کے بدعت ہے اور امرد لڑکوں کا پڑھنا راگ میں بسبب اندیشۂ ہیجان فتنہ کے مکروہ ہے اور فاتحہ مروجہ بھی بدعت ہے معہذا مشابہت بفعل ہنود ہے اور تشبہ غیر قوم کے ساتھ منع ہے۔ ایصالِ ثواب بدوں اس ہئیت کے درست ہے اور سوئم، دہم وچہلم جملہ رسوم ہنود کی ہیں۔ اس تخصیص ایام میں مشابہت ہوتی ہے اور تخصیص ایام کی بدعت بھی ہے اگرچہ اصل ایصال ثواب بدوں کسی تخصیص ومشابہت کے درست ہے۔ فقط اما بعد الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ فاقول باللہ المجیب محق وجمیع الاجوبۃ حقۃ وانا المفتاق الی اللہ الغنی محمد طیب المکی المدرس الاول فی المدرسۃ العالیۃ الرامپوریۃ۔

الاجوبۃ صحیحۃ واللہ سبحانہ اعلم بالصواب محمد لطف اللہ عفی عنہ — العبد ذلک حق محمد گل مالک ومہتمم مدرسہ امدادیہ مراد آباد

قاضی ریاست رامپور	خادم شریعت رسول اللہ قاضی ومفتی محمد لطف اللہ	المجیب مصیب قاضی عبد الوہاب خاں	بے نظیر ۱۳۰۰ شگفتہ گل محمد	المجیب مصیب محمد قاسم علی عفی عنہ
	محمد جعفر علی خاں ولد محمد اکبر علی خاں	عبد الوہاب خاں والد حافظ عمر خاں	ہذہ الاجوبۃ صحیحۃ محمد جعفر علی عفی عنہ	محمد قاسم علی خلف مولانا عالم علی

منقولہ از ہدایۃ المبتدعین مطبوعہ ہاشمی میرٹھ

(۴) نقل خط: حضرت سیدنا حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکہ مکرمہ زاد اللہ شرفہا در مسئلہ مجلس میلاد فاتحہ برفع شبہات مولوی نذیر احمد خاں صاحب رامپوری شبہ براہین قاطعہ میں مجلس میلاد کو بدعت ضلالہ کہا اور فاتحہ اور محفل میلاد کرنے والوں کو ہنود اور روافض لکھا۔ فقط۔ از فقیر امداد اللہ چشتی فاروقی عفی عنہ بخدمت مولوی نذیر احمد خاں صاحب بعد تحیۃ السلام آنکہ خط آپ کا آیا مضمون سے مطلع ہوا ہرچند کہ بعض وجوہ سے عزم تحریر جواب نہ تھا مگر بغرض اصلاح اور توضیح عبارت براہین قاطعہ بالاختصار کچھ لکھا جاتا ہے شاید اللہ تعالےٰ نفع پہنچائے۔ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ۔

جواب: صاحب براہین قاطعہ نے نفس ذکر میلاد کو بدعت ضلالہ نہیں کہا قیوداتِ زائدہ محرمہ مکروہہ کو کہا ہے اور نہ نفس ذکر وقیام کرنے والوں کو ہنود اور روافض لکھا بلکہ عقیدہ باطلہ پر حکم حرمت ومشابہت روافض وہنود کا لگایا ہے۔ چنانچہ جو فتوے مولوی احمد علی صاحب مرحوم اور مولوی رشید احمد صاحب سلمہ میں یہ امر مصرح موجود ہے کہ نفس ذکر میلاد کو وہ باعث حسنات وبرکات لکھتے ہیں اور براہین قاطعہ میں مکرر اس کو ظاہر کیا ہے انصاف شرط ہے۔ فقط

(۵) مسئلہ: طواف قبور اولیاء اللہ کا حرام ہے سوائے بیت اللہ کے کسی کا طواف درست نہیں۔ ملا علی قاری شرح مناسک میں فرماتے ہیں۔ ولا یطوف ای لا یدور حول البقعۃ الشریفۃ لان الطواف من مختصات الکعبۃ المنیفۃ فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء ولا عبرۃ بما یفعلہ الجہلۃ ولو

کانوا فی صورۃ المشائخ والعلماء[1] انتہی وفی المراح لوطاف حول مسجد سوی الکعبۃ یخشی علیہ الکفر[2] انتہی ہر گاہ کہ مسجد کے طواف میں خوف کفر کا ہو تو طواف قبور سے بطریق اولیٰ کافر ہو جاوے۔ پس اگرچہ کوئی صورت عالم و درویش ہو کر طواف کرے وہ فاسق ہے ہرگز اس کے قول و فعل کا اعتبار نہ کریں اور اس فعل سے حرام جانکر اجتناب کریں۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

(۶) مسئلہ :۔ توشہ مردہ کے ساتھ لے جانا عادت یہود اور ہنود کفار کی ہے من تشبہ بقوم فھو منھم[3] الحدیث۔ سو اگر جو کوئی رسم کافر کی لیوے گا وہ کفار میں شمار ہو گا۔ پس توشہ مردہ کے ساتھ ہرگز کہیں قرون ثلثہ میں ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ فعل کفار کا ہے سو اس کا کرنا بدعت اور گناہ ہے ہرگز درست نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس میں ذرا سی مشابہت کفار سے ہوتی اس کو منع فرمادیا ہے۔ چنانچہ احادیث اس امور سے پُر ہیں۔ پس اس فعل کو مردود و گناہ جان کر ترک کرنا واجب ہے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم۔

(۷) بوسہ دینا بزرگوں اہل سنت کے قدم کو اگرچہ درست ہے مگر اس کا کرنا اولیٰ نہیں کہ عوام اس سے فتنہ میں پڑ جاتے ہیں لہٰذا اس کا ترک کرنا چاہیئے اور لفظ یا مرشد اللہ وغیرہ جہلاء کے ایجاد کئے ہوئے ہیں کہ سلام کی جگہ اس کو بولتے ہیں لہٰذا بدعت ہے معہذا اس کے بعض معنی موہم کفر کے ہیں۔ مرشد اللہ کے معنی ایک یہ بھی ہیں کہ تم اللہ کے مُرشد ہو۔ معاذ اللہ اگرچہ دوسرے معنی درست بھی اس کے ہیں۔ سو جو کلمہ ایسا ہو کہ اس کے معنی اچھے اور بُرے دونوں ہو سکتے ہوں اُس کو بولنا منع ہے۔ ایسے موہم لفظ کا استعمال درست نہیں جیسا کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے" لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا" راعنا کے معنی ایک اچھے تھے جس کو مسلمان مراد لیتے تھے۔ دوسرے معنی بُرے تھے جس کو یہود مراد لیتے تھے اُس پر مسلمانوں کو منع کر دیا کہ ایسا لفظ مت بولو خالص اچھے معنوں کے لفظ کہو پس یہ لفظ مرشد اللہ کہنا نہیں چاہیئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۸) آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں بلکہ اس دن میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شدت مرض واقع ہوئی تھی تو یہودیوں نے خوشی کی تھی وہ اب جاہل ہندیوں میں رائج ہو گئی نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّات اعمالنا۔

---

[1] اس کا ترجمہ پہلے آچکا ہے [2] اور المراح میں ہے کہ سوائے کعبہ کے اور کسی مسجد کا اگر کوئی طواف کرے تو اس پر کفر کا خوف ہے۔
[3] جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت کرے وہ انہی میں سے ہے ۔

کتاب التفسیر والحدیث

ایمان میں کمی و زیادتی کا مطلب

سوال : ۔ زید کہتا ہے جو شخص کہے کہ ایمان کم و زیادہ ہوتا ہے وہ کافر ہے اور یہ بات بھی علماء پر ظاہر ہے کہ اکابر صحابہ میں سے مثل حضرت عمرؓ و حضرت علی و ابن مسعود و معاذ بن جبل و ابو درداء و ابن عباس و عبد اللہ بن عمر و عمار و ابو ہریرہ و حذیفہ و حضرت عائشہ وغیرہم رضی اللہ عنہم کمی و زیادتی ایمان کے قائل تھے از قسطانی شرح بخاری وغیرہ اور ایسے ہی تابعین عظام اور اتباع ان کے اور جملہ محدثین اور فقہاء خاص کر تینوں امام مالک و شافعی و احمد بن حنبل جن کے مذہب حق سمجھے جاتے ہیں اور سفیان ثوری اور اوزاعی و اسحق بن راہویہ خصوصاً حضرت امام صاحب یہاں تک کہ سیدنا حضرت شیخ عبد القادر جیلانی وغیرہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین یہ سب اہل سنت اکابرین دین کمی زیادتی ایمان کے قائل تھے اور اہل حق میں شمار کیونکہ ان سب کا استدلال قرآن و حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا۔ پس ظاہر ہے کہ زید کے قول بالا عام میں یہ سب اکابران دین شامل ہوتے ہیں بلکہ معاذ اللہ خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نیز بے ادبی ہے ہاں اختلاف ائمہ کا دوسری بات ہے۔ مگر اختلاف کی وجہ سے ایک نے دوسرے کو کافر نہیں فرمایا اور احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جو کوئی کسی کو کافر یا ملعون کہتا ہے اگر وہ قابل کفر یا لعنت ہوتا ہے تو اس پر پڑتی ہے ورنہ وہ کفر و لعنت کہنے والے کی طرف عائد ہوتی ہے اور اگر زید کو سمجھایا جاتا ہے کہ اس قول سے توبہ کرو تو ہرگز نہیں مانتا بلکہ اپنے قول پر زیادہ مصر ہوتا ہے اور ہٹ کرتا ہے مطلقاً باز نہیں آتا۔ پس صورت مذکورہ بالا کا کیا حکم ہے یعنی اکابران دین بفضلہ تعالےٰ کسی طرح کفر کے مصداق نہیں ہیں اب زید باوجود اس تکفیر عام کے اور اصرار کبیرہ کے قابل کفر ہے یا نہیں اور جب تک تائب نہ ہوتے اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور امام صاحب سے لے کر سلف و خلف حنفیہ معتبرین میں سے کسی نے زید کا سا فتویٰ ایمان کے کم و زیادہ کہنے والوں کے حق میں دیا ہے یا نہیں؟ حنفی مذہب کی معتبر کتابوں سے اس کا جواب تحریر فرما کر مہر ثبت فرماویں۔

جواب : ۔ از عدالت شرع شریف صدر ریاست ٹونک راجپوتانہ اختلاف سلف صالح کا اس مسئلہ میں کہ ایمان کم و بیش ہوتا ہے یا نہیں؟ اہل علم میں مشہور اور کتب شرعیہ میں مذکور ہے اور اختلافات ائمہ امت میں یہی حکم ہے کہ جو قول و فعل ایک کے نزدیک راجح ہے آپ اُس کا پابند رہے مگر دوسرا شخص جو اس کے خلاف پر ہے اس کی تذلیل نہ کرے چہ جائیکہ اس کی تکفیر کرے۔ پس زید جو قائلان کمی بیشی ایمان کو بسبب اس قول کے کافر کہتا ہے وہ خود بسبب اس تکفیر کے دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ زید پر لازم ہے کہ جس طرح اس نے علی الاعلان قائلان کمی بیشی ایمان کی بسبب اس قول کے تکفیر کی ہے اسی طرح علی الاعلان اس تکفیر سے توبہ کرے اور نادم ہو ورنہ اہل اسلام نہ اس کا وعظ سنیں نہ اُس کے پیچھے نماز پڑھیں بلکہ اس کے اختلاط سے بالکل کنارہ کریں۔ فقط ۳۰ محرم ۱۳۱۷ھ ہجری مواہیر عدالت شرع شریف

صدر ریاست ٹونک ۔

محمد امام الدین	محمد عظیم	عبدالحمید	دوست محمد

الجواب :۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ایمان باعتبار کیفیت کے اور مراتب کمال کے کم و زیادہ ہوتا ہے اور باعتبار کمیت کے کم و زیادہ نہیں ہوتا ۔ پس نزاع مابین الفریقین صرف لفظی ہے جو نافی کم و زیادت ہیں وہ کمیّت کو کہتے ہیں اور جو مثبت کم و زیادت ہیں وہ کیفیت کے اعتبار سے اثبات زیادت و نقصان کرتے ہیں اور جب اصل منشاء اختلاف میں باعتبار مآل و مقصود اتحاد ہے تو فریقین کا قول حق ہوا اور نسبت خطا و ضلال کسی ایک کی طرف بھی نہیں ہو سکتی اس لئے ان میں سے کسی ایک کو کافر یا مشرک کہنے والا خود خاطی اور سخت جری ہے مگر چونکہ اس کی تکفیر بنا بر تاویل ہے ہوائے نفس نہیں اس لئے اس کو بھی کافر کہنا مناسب نہیں ۔ البتہ اس قدر ہے کہ فقہاء اور محدثین کی جماعت کو کافر کہنے سے وہ سخت درجہ کا فاسق اور گناہ گار ہے ۔ واللہ اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد ۱۳۰۱

الجواب صحیح عزیز الرحمٰن عفی عنہ دیوبندی

دتوکل علی العزیز الرحمٰن

مفتی مدرسہ عالیہ دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمود عفی عنہ مدرس اول مدرسہ عالیہ دیوبند

الٰہی عاقبت محمود گردان

ایمان زیادہ ہو جانا یا ناقص ہو جانا امام شافعیؒ کا مذہب ہے اور اصل جوہر ایمان کو برقرار تصوّر کرنا حضرت امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو سرے سے خلاف نہیں کیونکہ اگر ایمان نام تصدیق کا ہے تو وہ کیفیت اذعانی ہے قبول زیادت و نقصان نہیں کرتا اور اگر طاعت کا نام ہے تو قبول کرے گی قال الامام ھذا بحث لفظی لان المراد بالایمان ان کان ھو التصدیق فلا یقبلھا وان کان الطاعات فیقبلھما [1] عینی شرح بخاری قول بکفر ناجائز ہے اور قائل کو تعزیر دینا چاہیئے ۔ عبد الجلیل عفی عنہ مدرس اول مدرسہ فتحپوری دہلی

محمد منفعت علی	عبد الجلیل

الجواب صحیح محمد منفعت علی عفی عنہ مدرس فتح پور دہلی ۔

زید کا یہ مقولہ سخت فسق اور قریب بکفر ہے اگر یہ مقولہ زید باوصف علم اس امر کے ہے کہ جملہ صحابہ اور ائمہ اہل ملت والدین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین اس عقیدہ پر ہیں تو قطعی کفر ہے اور ایسے مقولہ سے کافر ہو جاتا ہے اور دائرہ اسلام سے خارج اور باوجود عدم علم مذاہب سلف ائمہ امت کے یا علم اس حدیث موضوع منقولہ فوائد المجموعہ فی احادیث الموضوعہ مؤلفہ امام ربانی قاضی محمد بن علی الشوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث من قال الایمان یزید وینقص فقد خرج من امر اللہ ومن قال انا مومن انشاء اللہ فلیس لہ فی الاسلام نصیب رواہ محمد بن تمیم وھو واضعہ [2] کفر نہ ہوگا اگرچہ فسق سے خالی بھی نہیں ، بالخصوص واعظ خلق اللہ ہو کر ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر بندہ ابو سعید عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ابو سعید احمد ۱۳۱۷

---

[1] امام نے فرمایا ہے کہ یہ بحث لفظی ہے اس لئے کہ مراد ایمان سے اگر تصدیق ہے تو وہ ان دونوں کو قبول نہیں کرتے اور اگر طاعت سے ہے تو ان دونوں کو قبول کریں گے ۔

[2] جس نے کہا کہ ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے تو وہ امر الٰہی سے نکل گیا اور جس نے یہ کہا کہ میں مومن ہوں انشاء اللہ تو اس کو اسلام میں کوئی حصہ نہیں ملے گا اس کو محمد بن تمیم نے روایت کیا ہے اور وہی اس کا گھڑنے والا ہے ۔

قرآن کو غنا سے پڑھنا

سوال :۔ احادیث میں جو تغنی بالقرآن کو محمود و مستحسن فرمایا گیا ہے بالخصوص اس حدیث میں لیس منا من لم یتغن بالقرآن[1]۔ اس میں گویا واجب اور اس کے ترک کو حرام کر دیا گیا ہے لہٰذا مراد تغنی بالقرآن سے حسنِ صوت بے تکلف بلا زیادتی کمی الفاظ ہے یا بہ موسیقی و مطربان کیونکہ اقوال فقہاء مختلف ہیں۔ بعض ممنوع مطلق کہتے ہیں بعض مطلق اجازت دیتے ہیں اگرچہ بقوانین موسیقی ہو۔ بعض بے تکلف طبع و سماحت جواز بہ موسیقی و مطربان عدم جواز کے قائل ہیں لہٰذا مطلب حدیث موید بقول ثالث ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ اس حدیث میں مراد حسن صوت سے اور خوش الحانی سے پڑھنا ہے اور ایسی طرح تغنی کرنا کہ حروف میں زیادتی و کمی نہ ہو جائز بلکہ مستحسن ہے اور ایسی طرح پر پڑھنا کہ حروف میں کمی زیادتی پیدا ہو جائے جائز نہیں ۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

غرائب قرآن کا مطلب

سوال :۔ لفظ غریب سے ان عبارات میں جو ذیل میں درج ہیں سوائے اس اصطلاح کے جو اہلِ حدیث کی ہے کوئی اور معنی مراد ہیں یا کیا اتقان میں ہے اعربوا القرآن والتمسوا غرائبہ[2] مشکوٰۃ شریف میں ہے اعربوا القرآن واتبعوا غرائبہ[3] عجالہ نافعہ میں ہے وبرائے شرح غریب و توجیہات عبارات آں کتاب مجمع البحار شیخ محمد طاہر فتنی است از جمیع مواد[4] فوز الکبیر میں ہے" واز انجملہ شرح غریب است وبنائے آں بر تتبع لغت عرب ست یا تفطن بہ سیاق وسباق آیت ودانستن مناسبت لفظ باجزاء جملہ کہ درآں واقع شدہ است[5] وبعد چند سطور کے اسی کتاب میں ہے۔ ولہٰذا اقوال صحابہ وتابعین دریں باب مختلف شد وہر یکے رائے سلوک کرد تفسیر مصنف را دوبارہ شرح غریب می باید سنجید یکے در استعمالات عرب کہ کدام وجہ اقویٰ وارجح است ودیگر در مناسبت سابق ولاحق کہ کدام وجہ اولی واقع است بعد احکام مقدمات وتتبع موارد استعمال وتفحص آثار[6] اور اسی کتاب میں ہے فصل غریب قرآن کہ در احادیث انزا بمزید اہتمام و

---

[1] وہ ہم میں سے نہیں جو قرآن کو غناء سے نہ پڑھے [2] قرآن کو اعراب لگاؤ اور اس کی غریب باتوں کو تلاش کرو ۔

[3] قرآن کو اعراب لگاؤ اور اس کی غریب باتوں کی پیروی کرو [4] غریب کی شرح اور اس کی عبارات کی توجیہات کے لئے کتاب مجمع البحار شیخ محمد طاہر فتنی کی ہے تمام مواد سے ۔

[5] اور اس منجملہ غریب کی شرح ہے اور اس کی بنیاد لغت عرب کی تلاش پر ہے یا آیت کے سیاق وسباق کے سمجھنے پر اور یہ جاننے پر کہ لفظ کی مناسبت اس جملہ کے اجزاء سے کیا ہے جس میں وہ واقع ہوا ہے ۔

[6] اور اسی لئے صحابہ وتابعین کے اقوال اس بارے میں مختلف ہیں اور ہر ایک نے ایک رائے اختیار کی مصنف کی تفسیر کو دو بار غریب کی شرح میں تولنا چاہیئے ایک تو استعمالات عرب میں کہ کونسی وجہ زیادہ قوی وراجح ہے اور دوسری سابق ولاحق کی مناسبت میں کہ کون سی وجہ اولی اور بیٹھنے والی ہے بعد احکام مقدمات اور استعمال کے مواقع کے تتبع اور تفحص آثار کے ۔

بیان فصل تخصیص کردہ شد انواع است[۱]۔ مسوی میں ہے وابیّن ما مست الیہ الحاجۃ فی معانیہ اللغویۃ من شرح غریب وضبط مشکل او معانیہ الفقہیۃ من بیان علۃ الحکم واقسامہ[۲]مصفی میں ہے۔ پس منصب محدث روایت حدیث ست وتمیز تحریف از غیر ان وشرح غریب ودلالت عبارت کہ باعتبار لغت بودہ باشند[۳]نیز اتقان میں ہے قال ابوبکر بن الانباری قد جاء من الصحابۃ والتابعین کثیرا الاحتجاج علی غریب القرآن ومشکلہ بالشعر الی ان قال ولیس الامر کما زعموہ من انا جعلنا الشعر اصلاً للقرآن بل اردنا تبیین الحرف الغریب من القرآن بالشعر[۴] اور اسی کتاب میں دوسری جگہ ہے۔ وقال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ الشعر دیوان العرب انتہیٰ فاذا خفی علینا حرف القرآن الذی انزل اللہ بلغۃ العرب رجعنا الی دیوانہا فالتمسنا معرفۃ ذلک منہ ثم اخرج من طریق عکرمۃ عن ابن عباس قال اذا سألتمونی عن غریب القرآن فالتمسوہ فی الشعر فان الشعر دیوان العرب[۵]۔

پس ان احادیث صدر اور عبارات کتب شرعیہ مفصلہ صدر میں معنی لفظ غریب قرآن اور غریب حدیث کے کیا ہیں؟ آیا الفاظ اور لغات مشکلہ مراد ہیں یا کیا اور نیز حدیث شریف واتبعوا غرائبہ یا التمسوا غرائبہ میں غریب سے کیا مراد ہے جواب مشرح لکھوا دیجئے کہ باعث تسکین ہو۔

جواب:۔ ان سب میں مراد غریب سے وہ لفظ ہے کہ جس کے معنی ظاہر نہ ہوں مگر لفظ اتبعوا غرائبہ میں غرائب کا لفظ عام ہے نکات ومعانی غیر معروف اور الفاظ غیر معلومہ سب کو متناول ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سورۂ اخلاص وسورۂ یٰسین کے ثواب کا مطلب

سوال:۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تین بارہ سورۂ اخلاص پڑھنے سے ایک قرآن شریف کا ثواب ملتا ہے اور یٰسین شریف ایک بار پڑھنے سے دس قرآن شریف کا ثواب ملتا ہے یہ ثواب مطابق ان لوگوں کے ملتا ہے جو کہ سورہ بقرہ سے سورہ والناس تک پڑھتے ہیں یا حدیث شریف کا کچھ اور مطلب ہے اور اس ثواب سے کس قدر ثواب مراد ہے۔

---

[۱] فصل ۔ قرآن کا غریب کہ احادیث میں اس کو مزید اہتمام اور فصل کے بیان کے ساتھ مخصوص کیا ہے وہ کئی قسم پر ہے۔

[۲] اور میں ظاہر کرتا ہوں جس کی طرف ضرورت ہوتی ہے اس کے لغوی معانی بیان کرنے میں غریب کی شرح اور مشکل کو ضبط کرنے یا اس کے فقہی معانی سے جو حکم کی علت اور اس کے اقسام بیان کریں۔

[۳] پس محدث کا منصب حدیث کی روایت ہے اور تحریف کا امتیاز کرنا اس کے غیر سے اور غریب کی شرح کرنا اور عبارت کی دلالت جو باعتبار لغت ہوئی ہو۔

[۴] ابوبکر بن انباری نے کہا ہے کہ صحابہ اور تابعین سے غریب قرآن اور اس کے مشکل پر بہت جتنیں شعر سے آئی ہیں حتیٰ کہ یہ کہا اور معاملہ ایسا نہیں ہے جیسا انہوں نے گمان کرلیا کہ ہم نے شعر کو قرآن کے لئے اصل قرار دیا ہے بلکہ ہم نے ارادہ کرلیا ہے قرآن کے غریب حرف کو شعر سے یاد کرنا۔

[۵] اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ شعر دیوان عرب ہے جب ہم پر قرآن کا حرف جس کو اللہ تعالےٰ نے لغت عرب میں اتارا ہے پوشیدہ ہوجائے تو ہم نے دیوان عرب کو دیکھا تو ہم نے اس کی معرفت وہاں حاصل کی عکرمہ کے واسطے سے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب تم مجھ سے کوئی غریب قرآن پوچھو تو اس کو شعر میں تلاش کرو کیونکہ شعر عرب کا دیوان ہے۔

جواب :۔ جو تمام قرآن پڑھے گا اس کا ثواب بے نہایت ہے مگر ثواب ایک اصل ثواب ہے ایک انعام ہے معنی یہ ہیں کہ قل ہو اللہ تین بار کا انعام اصل ثواب تمام قرآن کے برابر ہے ۔

سورہ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہ ہونے کا سبب

سوال :۔ شروع سورہ توبہ میں بسم اللہ شریف نہ ہونے کا کیا سبب ہے یا سورہ توبہ اور سورہ انفال ایک سورۃ ہیں تو اس صورت میں فاصلہ کیوں ہے اور نام ان کے علیحدہ علیحدہ کیوں مقرر ہوئے اور اگر دو ہیں تو بسم اللہ شریف اس پر کیوں نہیں لکھی گئی اس واسطے کہ شروع ہر سورۃ پر بسم اللہ شریف ضرور ہوتی ہے اور اگر کوئی بسم اللہ شریف پڑھے تو جائز ہے یا نہیں اور جواز مع الکراہت ہے یا بدوں کراہت اور بعض شخص جو بوقت شروع توبہ کے یہ دعا پڑھتے ہیں یہ ثابت بالسنت ہے یا نہیں اور وہ یہ ہے اعوذ باللہ من النار و من شر الکفار و من غضب الجبار و العزۃ للہ و لرسولہ و للمؤمنین[1]۔

جواب :۔ حدیث ابوداؤد میں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ انفال اول نازل ہوئی تھی اور توبہ اخیر میں اور آپ علیہ الصلوٰۃ نے یہ نہ فرمایا کہ یہ دو سورتیں ہیں یا ایک اور قصّہ دونوں کا شبیہ تھا لہٰذا بسم اللہ توبہ پر نہ لکھی کہ شاید انفال کا جزو ہو اور جمع بھی نہ کیا کہ شاید دو سورتیں ہوں لہٰذا فصل بلا تسمیہ کے کر دیا ہے اور بسم اللہ اگر کوئی اس پر پڑھے بلا کراہت درست ہے اور جو معمول بعض کا ہے کہ بجائے تسمیہ کے اعوذ مذکور سوال پر پڑھتے ہیں اس کی کوئی اصل معتد بہا نہیں اور دوسری روایت جو حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہیں وہ چنداں معتبر نہیں وجہ تسمیہ نہ لکھنے کی جو حضرت عثمانؓ سے نقل ہوئی معتبر ہے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

مجدّد کا مطلب

سوال :۔ اس حدیث ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا امر دینھا رواہ ابوداؤد[2] میں مراد شروع صدی ہے یا آخر اور علامات مجدد کی کیا ہوتی ہیں؟ جس سے وہ پہچانا جاوے اور تمام دنیا میں ایک ہی مجدد ہوتا ہے یا جگہ جگہ جہاں ضرورت تجدید کی ہو اور اس کے نام میں احمد یا محمد ہونا بھی ضروری ہے یا نہیں ؟ اور اس سنہ ۱۳۰۰ھ ہجری تک کون کون مجدد اور کہاں کہاں ہوئے اور صدی حال کا کون مجدّد اور کہاں ہے مفصل ارقام فرمائیں ۔

جواب :۔ راس سر کو کہتے ہیں لہٰذا مجدد شروع صدی میں ہووے گا مگر جو شروع صدی ہے وہ آخر پہلی صدی کا بھی ہے بایں اعتبار اُس کو کوئی آخر کہہ دیوے تو ہوسکتا ہے ورنہ جس صدی میں ہووے گا اُس کی ابتدا میں ہووے گا

---

[1] میں اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگتا ہوں آگ سے اور کفار کے شر سے اور جبار کے غضب سے اور عزت اللہ تعالےٰ کے لئے ہے اور اس کے رسول کے لئے اور مومنین کے لئے ۔ [2] بے شک اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر سو سال کے سرے پر ایک مجدد کو مبعوث فرمائے گا جو اس کے لئے اس کے دینی معاملات کی تجدید کرے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے ۔

تاکہ آخر تک تجدید کا اثر رہے اور علامت اُس کی یہی ہے کہ اُس کی تقریر تحریر سے اور سعی اور کوشش سے بدعات رفع ہو دیں سُنّت کا شیوع اور مردہ سنن کا احیاء ہووے اور احمد یا محمد ہونا اُس کے نام میں ضرور نہیں۔ نہ کسی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے اور ان کا علی التعین جاننا محقق نہیں ہوا اپنے ظن وتخمین سے بعض علما نے جس کو عالم محقق دیکھا مجدد اس کو ٹھہرا لیا۔ چنانچہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمامی صدی اول پر عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو اکثر لوگوں نے لکھا ہے۔ دوسری کی تمامی پر کسی نے شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو کہا کسی نے دوسرے کو کہا۔ علی ہذا مگر کوئی محقق قول نہیں اور جلال الدین سیوطی نے کچھ اس میں لکھا ہے۔ بندہ کے نزدیک وہ قول اسلم ہے جس نے یہ کہا کہ مجدد صدی کا ایک عالم ہونا ضرور نہیں ہر وقت میں دو، چار، دس، بیس، پچاس، سو کا مجموعہ ہو یا ایک ہو لہٰذا بعد ہر صد سال کے جماعت متفرقہ عالم میں ہوتی ہے اور سب کی سعی اصلاح دین میں ہوتی ہے ان کو بقدر اپنے علم و رتبہ کے حصہ تجدید کا ملتا ہے واللہ تعالےٰ اعلم۔ مگر کسی کو مقرر معین نہیں کہہ سکتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔

حدیث اصحابی کالنجوم کی صحت

سوال:۔ حدیث اصحابی کالنجوم الخ کیا عند المحدثین موضوع ہے اگر نہیں ہے تو یہ کہنا کہ یہ حدیث جھوٹی بناوٹی ایک ٹل ہے اور بے دینی اور بد مذہبی ہے گستاخی نسبت حدیث اور گناہ ہے یا نہیں؟

جواب:۔ یہ حدیث موضوع نہیں اور اس کی تائید دوسری حدیث سے موجود ہے اختلاف امتی رحمۃ پس گستاخانہ کلام کرنا خود جرأت حصہ بددینی کا ہے اور بتاویل کہنا گناہ نہیں ٹل کہنا اس کا اگر فسق ہو تو عجب نہیں کہ بے باکی نسبت حدیث کے ہے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

بہتّر فرقہ کی بحث

سوال:۔ کتاب سفر السعادت میں خاتمۃ الکتاب احکامات متفرقہ کے آخر میں لکھا ہے درباب افتراق امت بر ہفتاد و دو فرقہ چیزے ثابت نشدہ[1]۔ اس کا کیا مطلب ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ حدیث میں ہے کہ اس اُمّت کے بہتر فرقے ناری ہوں گے اور ایک فرقہ ناجی ہوگا اس کی اصلیت ہے یا نہیں اور مضمون سفر السعادت کو اس مشہورات سے کچھ تخالف ہے یا نہیں۔ اگر تخالف ہے تو اس کی کیا وجہ ہے فقط۔

جواب:۔ صاحب سفر السعادت نے جو تحریر کیا ہے اُس کا مفصل جواب شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب شرح سفر السعادت میں دیا ہے اور احادیث صحیحہ متعددہ ترمذی و ابوداؤد وغیرہ میں ثابت ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم اگر ضرورت ہو تو شرح سفر السعادت میں دیکھ لو۔ فقط

امام زمانہ کی معرفت

سوال:۔ حدیث میں جس امام زمان کی معرفت کی تاکید ہے اُس سے کیا مُراد ہے؟ اگر سلطان ہے تو پہچاننا کیا مشکل ہے

---

[1] امت کے (۷۲) فرقوں میں تفریق ہونے کے متعلق کوئی حدیث ثابت نہیں ہوتی۔

اور اگر پیر طریقت ہے تو وہ مریدوں کا امام ہے نہ زمانہ کا لہٰذا معلوم ہونا چاہیئے۔

جواب:۔ ہر زمانہ میں مسلمانوں کا ایک حاکم ہوتا ہے اگر ہو تو اُس کا جاننا ضروری ہے اور اگر نہ ہو تو نہ وہ ہے نہ جانا جاوے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم۔

کتے کے ہونے پر فرشتے کا مکان میں داخل نہ ہونا

سوال:۔ حدیث میں جو وارد ہے کہ جس گھر میں کتا ہوتا ہے اُس میں فرشتہ رحمت کا نہیں آتا اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔ اس کتے سے وہ مراد ہے جو حفاظت کا نہ ہو۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

احادیث اول ما خلق اللہ نوری ولولاک لما خلقت الافلاک

سوال:۔ اول ما خلق اللہ نوری[۱] اور لولاک[۲] لما خلقت الافلاک[۲] یہ دونوں حدیثیں ہیں صحیح یا وضعی۔ زید ان کو وضعی بتلاتا ہے۔ فقط بینوا وتوجروا۔

جواب:۔ یہ حدیثیں کتب صحاح میں موجود نہیں ہیں مگر شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے اول ما خلق اللہ نوری کو نقل کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

استغفار کا مطلب

سوال:۔ شرع شریف میں جا بجا اُس کی تاکید و ترغیب ہے اب سوال یہ ہے کہ مراد استغفار سے کیا ہے یا تو یہ مراد ہے اور توبہ اور استغفار ایک ہی چیز ہے یا غیر اور جو لوگ کہ گناہوں سے توبہ نہیں کرتے اور کبائر و صغائر میں مبتلا ہیں وہ اگر استغفار کریں تو کس طور سے کریں اور کس نیت سے کریں اور ان کو فوائد اور فضائل استغفار کیسے حاصل ہوں۔ یا بغیر توبہ کے استغفار صحیح نہیں اور فضائل اور نتائج اس کے بغیر توبہ کے حاصل نہیں ہوتے اور استغفار فقط بہ ندامت معاصی بغیر توبہ کامل کے کافی ہو گی یا نہیں اور استغفار کفار کی قرآن شریف میں وارد ہے جیسا کہ فرمایا ہے مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ[۳] آیا توبہ کفر سے مراد ہے یا کچھ اور مراد ہے۔ فقط

جواب:۔ توبہ اور استغفار ایک شے ہے توبہ کے معنی رجوع کرنا اپنی تقصیر سے اور نادم ہونا اور استغفار کے معنی بخشش چاہنا اپنی تقصیر سے یہ بھی رجوع ہی ہے پس توبہ ہی کہنا مثلاً ندامت فعل کے ساتھ یا استغفر اللہ کہنا یا کوئی کلمہ کہنا جس کے معنی یہ ہوں یا دل میں نادم و شرمندہ ہونا یہ سب توبہ و استغفار و ندامت ہے۔ پس جس لفظ سے اور جس عبادت و زبان سے چاہے کہے مگر ندامت اپنے فعل پر اور پھر اس کو نہ کرنا مصمم ہو پس یہ ہی توبہ اور یہ ہی استغفار اور اس کا ہی ثواب ہے اور آیت قرآن میں جو وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ وارد ہے اس کی تاویل میں چند اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ کفار قریش طواف کرتے ہوئے غفرانک غفرانک کہا کرتے تھے پس ان کا طلب غفران بعض اور امور سے تھا جن کو وہ بُرا جانتے تھے۔ اگر اپنے

۱؎ سب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے جس چیز کو پیدا کیا تھا وہ میرا نور تھا۔ ۲؎ اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو نہ پیدا کرتا۔

۳؎ اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینے والا نہیں جبکہ وہ مغفرت طلب کرتے ہوں۔

کفر سے مغفرت چاہتے تو مسلمان ہی ہو جاتے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

حضور کی رضامندی کا مطلب

سوال :۔ ایک روایت بطور حدیث قدسی کے اس ملک میں مشہور ہے اور بعضے علماء کو دیکھا ہے کہ خطبے میں بھی پڑھتے تھے اور بعضے رسالوں میں بھی اس کو دیکھا گیا ہے۔ یہاں تک کہ تکمیل الایمان تصنیف شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ میں بھی تحت مسئلہ شفاعت مندرج ہے مگر کسی جگہ اس کی سند نہیں دیکھی گئی اور نہ کسی کتاب حدیث شریف سے منقول پایا اور وہ روایت یہ ہے ھمہ خلق رضائے من طلبند ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم ومن رضائی تو طلبم کلھم من لدن العرش الیٰ تحت الارضین یطلبون رضائی وانا اطلب رضاءک یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم [1] یہ عبارت بعض خطیب حضرات سے سنی گئی ہے آیا یہ روایت معتبر ہے یا غیر معتبر اور اس کے معنے کیا ہیں اور معنے اس کے مطابق شرع شریف کے ہیں یا نہیں ؟

جواب :۔ اس کی سند وصحت بندہ کو معلوم نہیں اور جو اس کے معنی آیت وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ [2] کے لئے جاویں تو معنے صحیح ہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

شہد اور کلونجی کا حکم

سوال :۔ در بارۂ شہد اور کلونجی کے جو مروی ہے کہ ہر مرض کی دوا اور شفا ہے اس کا کیا مطلب ہے ؟

جواب :۔ شہد میں شفا کا ہونا تو ثابت ہے اور کلونجی میں ہر مرض میں نافع ہونا آیا ہے معنی یہ ہیں اگر حق تعالیٰ چاہے شفا ہوتی ہے کہ ایسی خاصیت رکھی ہے موافقت کا ہونا شرط ہے۔

حالات قیامت پر بحث

سوال :۔ کتاب مقاصد الصالحین صفحہ ۳۶ میں ہے نقل ہے کہ جب قیامت قائم ہوگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم کریں گے کہ تم دوزخ کی راہ گھیر کر کھڑے ہو جاؤ اگر کسی شخص کو میری امت سے دوزخ میں لے جائیں تم ہرگز نہ جانے دیجیو جب تک میں نہ پہنچوں اور عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو حکم ہو گا کہ تم میزان کے پاس جا کر کھڑے رہو اور خبردار رہو کہ اعمال میری امت کے اچھے تولے جاویں اگر کسی کا پلّہ عبادت کا ہلکا ہو تو اُس کا تولنا موقوف رہے جب تک کہ میں نہ آجاؤں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے جاویں گے حکم ہوگا کہ ان کی عبادت میرے روبرو وزن کرو فرشتے آپ کا حکم بجالائیں گے۔ جب تولنے کے وقت پلّہ کسی کی عبادت کا سبکی کی طرف مائل ہو گا آپ اپنے دستِ مبارک سے اُس پلّہ کو دبادیں گے کہ بھاری ہو جاوے گا تب فرشتوں کو حکم الٰہی پہنچے گا کہ اے فرشتو! میرے دوست کے خلافِ مرضی کوئی

---

[1] تمام مخلوق میری رضامندی طلب کرتے ہیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور میں تیری رضا طلب کرتا ہوں اور سب عرش سے لے کر زمینوں کے نیچے تک رہنے والے میری رضا طلب کرتے ہیں اور میں تیری رضا طلب کرتا ہوں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

[2] اور عنقریب تجھ کو تیرا خدا اعطا فرماوے گا کہ اس سے تو راضی ہو جائے گا۔

کام نہ کرنا کہ آج میں نے اس کو اختیار دیا ہے جو چاہے سو کرے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حوضِ کوثر پر مامور ہوں گے کہ سب سے پہلے میری امت سیراب ہووے اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ دوزخ کے دروازے پر متعین کئے جائیں گے کہ کوئی امتی میرا دوزخ میں نہ جانے پائے جب تک میں نہ آجاؤں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سایۂ عرش میں جاکر اپنے عاصیان امت کی شفاعت میں مصروف ہوں گے اس حالت میں جبرئیل علیہ السلام سراسیمہ آپ کے پاس آئیں گے آپ ان سے سبب سراسیمگی پوچھیں گے وہ عرض کریں گے کہ یا رسول اللہ اس وقت میرا گزر دوزخ کی طرف ہوا میں نے دیکھا کہ ایک شخص آپ کی امت کا عذاب میں گرفتار ہے اور رو رو کر کہتا ہے کہ افسوس کوئی ایسا نہیں کہ میرا حال پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرے اور آپ کو میری خبر دے اس کی فریاد میں میرا حال متغیر ہوا۔ آپ یہ سن کر روتے ہوئے دوزخ کی طرف تشریف لے جائیں گے اور اس کو عذاب سے چھوڑائیں گے مالک کو حکم ہو گا کہ ہرگز میرے حبیب کے امورات میں دخل نہ دینا اور نہ چون وچرانہ کرنا بعد اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میزان کے پاس تشریف لے جائیں گے اور اعمال کے تولنے والوں کو حکم دیں گے کہ اعمال میری امت کے اچھی طرح سے تولنا پھر کنارہ دوزخ پر جاکر فرمائیں گے کہ اے مالک اگر کوئی شخص میری امت کا آئے اس پر سختی نہ کیجیو جب تک کہ میں نہ آؤں آخر کو یہاں تک نوبت پہنچے گی جس شخص کو ملائکہ کے ہاتھ میں دیکھیں گے جناب باری میں عرض کریں گے کہ اے بار خدا اس کو میری التماس سے بخش دے یا مجھ کو بھی اس کے ساتھ جانے کا حکم دے انتہیٰ۔ اے عزیز کچھ جانتے ہو کہ احکام الٰہی میں کیا کیا اسرار ہیں فقط۔ لہٰذا اس کا پڑھنا اور پڑھانا اور اعتقاد کرنا ان روایات کا صحیح ہے یا غلط اور موضوع ہے۔ بینوا و توجروا

جواب:۔ عبارت مذکورہ بالا کا مضمون احادیث صحاح کے خلاف ہے لہٰذا غلط ہے اور یہ احادیث مذکورہ بالا موضوع ہیں اور واضع ان کا اور ان پر عقیدہ رکھنے والا داخل حدیث من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار[1] ہے۔ اور ایسا شخص فاسق ہے اور اندیشہ کفر کا بھی اس پر ہے۔ فقط واللہ تعالے اعلم۔

رحال کی بحث

سوال:۔ حدیث شریف لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد[2] الحدیث کے تحت میں حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالے علیہ حجۃ اللہ البالغہ میں ارقام فرماتے ہیں قولہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم لا تشد الرحال اقول کان اهل الجاهلية يقصدون مواضع معظمة بزعمهم يزورونها ويتبركون بها وفيه من التحريف والفساد ما لا يخفى فسد النبي صلى الله عليه وسلم الفساد لئلا يلتحق غير الشعائر بالشعائر ولئلا يصير ذريعة لعبادة غير الله والحق عندي ان القبر ومحل عبادة ولي من

---

[1] جو شخص کہ مجھ پر عمداً جھوٹ بولے تو وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔

[2] کجاوے سفر کے لئے نہ باندھے جائیں مگر تین مساجد کے لئے۔

اولیاء اللہ والطور کل ذلک سواء فی النہی[1] انتہی اور مصفی شرح موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں بتحت حدیث شریف مالک عن یزید بن عبد اللہ بن الہاد عن محمد بن ابراہیم بن الحارث التیمی عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمن عن ابی ہریرۃ رضی قال لقیت بصرۃ بن ابی بصرۃ الغفاری فقال من این اقبلت فقلت من الطور فقال لو ادرکتک قبل ان تخرج الیہ ماخرجت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تعمل المطی الا الی ثلثۃ مساجد الی المسجد الحرام والی مسجدی ھذا والی مسجد ایلیا او بیت المقدس یشک[2] انتہی فرماتے ہیں مترجم گوید رضی اللہ عنہ وارضاہ تحقیق درینجا آنست کہ در جاہلیت سفر میکردند بمواضع متبرکہ بزعم خویش پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سد باب تحریف فرمود وسفر را برائے مواضع متبرکہ غیر مساجد بقصد خصوصیت تبرک بآں مواضع منع فرمود تا امر جاہلیت رواج نگیرد آیا نمی بینی کہ بصرہ غفاری نہی را شامل طور دانست و ابوہریرہ را از طور منع کرد[3]۔ واللہ اعلم انتہی ۔ اور ان کے خلف الصدق حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی بحدیث شریف لا تشد الرحال تعلیقاً علی البخاری فرماتے ہیں والمستثنیٰ منہ المحذوف فی ہذا الحدیث اما جنس قریب او جنس بعید فعلی الاول تقدیر الکلام لا تشد الرحال الی المساجد الا الی ثلثۃ مساجد الی آخرہ فحینئذٍ شد الرحال الی غیر المساجد الثلثۃ المعظم منہی عنہ بظاہر سیاق الحدیث ویؤیدہ ماروی ابوہریرۃ عن بصرۃ بن ابی بصرۃ الغفاری حین راجع عن الطور وتمامہ فی الموطا وہذا الوجہ قوی من جہتہ مدلول حدیث بصرۃ واللہ اعلم بالصواب[4] انتہی اور تفسیر فتح العزیز میں فرماتے ہیں واز ہمیں جا واضح شد سر تاکید بلیغ کہ حدیث شریف در نہی از زیارت قبور و از شد الرحال بسوئے موضع غیر از مساجد ثلثۃ واز آنکہ

---

[1] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لا تشد الرحال اس کے متعلق کہتا ہوں کہ بزمانہ جاہلیت لوگ بزرگ مقامات کا قصد کیا کرتے تھے اور اپنے گمان سے ان کی زیارت اس سے برکت حاصل کرنے کے لئے کیا کرتے تھے اور اس میں جو خرابیاں اور مفاسد ہیں مخفی نہیں ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فساد کو روک دیا تاکہ غیر شعائر شعائر کے ساتھ نہ مل جائیں اور تاکہ یہ غیر اللہ کی عبادت کا ذریعہ نہ بن جائیں اور سچ تو یہ ہے کہ میرے پاس قبر اور اولیاء اللہ میں سے کسی ولی کی عبادت گاہ اور طور سب ممانعت میں یکساں ہیں۔

[2] مالک نے یزید بن عبد اللہ بن الہاد سے اور انہوں نے محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی سے اور وہ سلمہ بن عبد الرحمٰن سے اور وہ ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے بصرہ بن ابی بصرہ غفاری سے ملاقات کی تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو تو میں نے کہا طور سے انہوں نے فرمایا کہ اگر میں تم کو جانے سے پہلے پالیتا تو نہ نکلتا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تو سواری نہ کس مگر تین مساجد کے لئے مسجد حرام اور میری یہ مسجد اور مسجد ایلیا یا بیت المقدس (اس میں شک ہے راوی کو کہ آپؐ نے مسجد ایلیا کہا یا مسجد بیت المقدس کہا)۔

[3] یہ فارسی عبارت دراصل اوپر کی عربی عبارتوں کا ترجمہ ہے [4] اور اس حدیث میں مستثنیٰ منہ محذوف ہے جو یا تو جنس قریب ہے یا جنس بعید اگر جنس قریب ہے تو پھر تو جملہ کا یہ مطلب ہوا کہ مساجد کے لئے کجاوے نہ کسے جاویں مگر تین مساجد کے لئے اور ایسی صورت میں مساجد کے علاوہ مقامات سے سکوت کیا گیا ہے اور جنس بعید کی صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ ان مقامات کے لئے کجاوے نہ کسے جاویں جن سے تقرب مقصود ہو مگر تین مساجد کے لئے تو ایسی صورت میں ان تین بڑی مساجد کے علاوہ جملہ مقامات ممنوع ہوں گے ظاہر سیاق حدیث کے لحاظ سے اور اسی کی تائید ابوہریرہ کی روایت سے ہوتی ہے جو انہوں نے بصرہ بن ابی بصرۃ الغفاری سے روایت کی ہے جبکہ وہ طور سے لوٹے تھے اور پوری حدیث موطا میں ہے اور یہ وجہ بہت قوی ہے حدیث بصرہ کے مدلول کے لحاظ سے۔ واللہ اعلم بالصواب

قبور انبیاء را مساجد سازند وارد شدہ مدعا ہمیں ست کہ دریں عمل اکثر جہال را اعتقاد دیکہ مشرکین را در بزرگان خود بہم رسیدہ ست بہم میرسد و توجہ الی اللہ محض باقی نماند مگر در پردہ حجاب آں ارواح۔ انتہیٰ[1]

اور حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید علیہ الرحمۃ بھی انہی کے قدم بقدم "صراط المستقیم" میں فرماتے ہیں۔

از انجملہ قصد بزیارات قبور آنہا است از جوانب و اقطار زمین بہ کشیدن متاعب و مصائب اسفار و مقاسات آلام لیل و نہار و ایں اسفار ہم باوجودیکہ در ارتکاب آں صعوبات می دوزند بہ ظلمات شرک میکشد بوادی سخط ایزدی میرساند عوام ایں سفر را برابر بلکہ بہ بعض وجوہ بہتر از سفر حج میدانند و صورت احرام و محرمان شنیدہ یا نشنیدہ بعینہا یا بمثلہا برخود می بندند و علاوہ برآں قیود زائدہ واہیہ خود آں مسافراں بدا انجام در سفر و تمام متعلقان ایشاں در حضر التزام میکنند القصہ اگرچہ ارباب بواطن صافیہ را قطع منازل سفر بسوئے قبور اہل اللہ منفعتے قلیلہ می بخشد لیکن بعوام مؤمنین آں قدر مضرتے عظیمہ میرساند کہ خارج از بیان است پس لابد ہمہ خواص و عوام را لازم است کہ ازیں امر بالکل اعراض کردہ آنرا نسیاً منسیا سازند انتہیٰ[2]

اور حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی مأتہ مسائل میں اسی روش پر چلے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ دریں مسئلہ علماء را اختلاف است بعضے جائز داشتہ و بعضے حرام نوشتہ چنانچہ در قسطلانی شرح صحیح بخاری و ترجمہ مشکوۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی مرقوم و مسطور است و فی الترجمۃ للشیخ الموصوف ہکذا اما مسافرت برائے زیارت قبور صالحین و رسیدن بمواضع متبرکہ خلاف است بعضے مباح دارند و بعضے حرام گویند[3] انتہیٰ و فی القسطلانی و اختلف فی شد الرحال

---

[1] اور اسی جگہ سے واضح ہوتا ہے راز تاکید بلیغ کا جو حدیث شریف میں زیارت قبور سے ممانعت کے بارے میں آیا ہے اور شد رحال جو اس مقام کے لئے جو تینوں مساجد کے علاوہ ہو اور انبیاء کی ان قبروں سے علاوہ ہو جن کو مساجد بنا لیا گیا ہو وارد ہوا ہے اس سے مدعا یہی ہے کہ اس عمل سے اکثر جہال کو جو اعتقاد کہ مشرکین کو اپنے بزرگوں کے متعلق حاصل ہوا ہے بہم پہنچتا ہے اور توجہ الی اللہ محض باقی نہیں رہتی ہے مگر در پردہ ان ارواح کے حجاب میں۔ [2] منجملہ ان کے ان بزرگوں کے قبروں کی زیارت کا قصد ہے زمین کی ہر جہت وسمت سے سفروں کی مصیبتیں اور مشقتیں برداشت کر کے اور رات دن کے رنج و دکھ کے قیاسات کے ساتھ اور یہ سفر بھی باوجودیکہ اس کے کرنے میں بہت تکالیف اٹھاتے ہیں ان کو شرک کی ظلمات میں کھینچ لے جاتا ہے اور ناراضگی خدا کے جنگل میں پہنچا دیتا ہے عوام اس سفر کو برابر بلکہ بعض وجوہ سے سفر حج سے بہتر جانتے ہیں اور صورت احرام کی اور محرموں کی سن کر یا نہ سن کر بعینہٖ یا اسی کے مثل باندھ لیتے ہیں بلکہ اس کے علاوہ اور قیود کا جو زائد اور لغو ہوتی ہیں وہ مسافران بدانجام سفر میں اپنے اوپر اور اپنے تمام متعلقین پر قیام کی حالت میں لازم مقرر کر لیتے ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ صاف باطن والوں کو اگرچہ اہل اللہ کی قبور کی طرف سفر کرنے کے لئے قطع منازل کرنا قلیل نفع بخشتا ہے لیکن عام مسلمانوں کو اس قدر سخت نقصان پہنچاتا ہے کہ خارج از بیان ہے لہٰذا جملہ خاص و عام کو لازم ہے کہ اس امر سے بالکل اعراض کر کے اس کو نسیاً منسیا کر دیں۔ [3] اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے بعض جائز اور بعض حرام لکھتے ہیں چنانچہ قسطلانی شرح صحیح بخاری اور ترجمہ مشکوۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی میں مرقوم و مسطور ہے اور شیخ موصوف کے ترجمہ میں اسی طرح ہے کہ صالحین کی قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنا اور متبرک مقامات پر پہنچنا اس میں اختلاف ہے بعض مباح رکھتے ہیں اور بعض حرام کہتے ہیں۔

الی غیرھا کالذھاب الی زیارت الصالحین احیاء و امواتا و المواضع الفاضلۃ للصلوٰۃ فیہا و التبرک[۹] بہا فقال ابو محمد الجوئی یحرم عملا بظاہر الحدیث و اختارہ قاضی حسین و قال بہ القاضی عیاض و طائفۃ والصحیح عند امام الحرمین و غیرہ من الشافعیۃ الجواز[۱] ۔ انتہیٰ و فی شرح المشکوٰۃ لملا علی قاری ذھب بعض العلماء الی الاستدلال بہ علی المنع من الرحلۃ لزیارۃ المشاھدۃ و قبور العلماء الصالحین[۲] ۔ بعدہٗ عبارت حجۃ اللہ البالغہ نقل استدلال میں فرمائی ہے اور مولانا سید احمد حاشیہ مأتہ المسائل میں فرماتے ہیں دریں زمانہ کہ ما درانیم شدر حال یعنی مسافرت نمودن برائے زیارت قبور بزرگان عبارت ازاں شدہ است کہ قافلہ مثل حاجیاں جمع ساختہ و اعلام و ہدی گرفتہ در زمان معین و مقرر کہ اکثر قریب زمانہ موت صاحب آں قبر می باشد بعد بستن جامہ مثل احرام و انداختن گلہا در گردن میروند و اطفال خود را ہمراہ خود می برند و در انجا رفتہ بعد زیارت سرہائے اطفال خود را می تراشند و حجامت می کنند و بعد ادائے نذر و نیاز کہ قبل از رفتن اینجا بر خود واجب و لازم شمردہ اند مودی می سازند و ایں فعل را در عرف عام رفتن در چھڑی ہائے خواجہ جی و مدار صاحب وغیرہ گویند پس ایں قسم رفتن بدعت است بد بلکہ اکثر مردماں مرتکب شرک ہم میشوند مولانا علیہ الرحمۃ کہ جواب ایں سوال مع اختلاف آں ادقام فرمودہ اند صرف جواب آنست کہ برائے زیارتِ قبر از فاصلہ دور و دراز آنجا مرتکب کدامی امور غیر مشروع نشود[۳] سید احمد۔
اب ان حضرات اکابرین نے دلائل مذکورہ سے استدلال منع پر فرمایا ہے اور خود صحابہ نے بھی استدلال منع پر حدیث سے فرمایا گویا اُن کے نزدیک معنی حدیث معین تھے بظاہر اس سے عمدہ دلیل کیا ہو گی جو رائے صحابہ ہو ئی اور اگرچہ اختلاف یسیر کسی

---

[۱] قسطلانی میں ہے کہ اس کے علاوہ مقامات کے جانے کے لئے کجاوے کسنا جیسے کہ صالحین کی زندگی یا اُن کی موت پر ان کی زیارت کے لئے جانا اور متبرک مقامات پر وہاں عبادت کرنے کے لئے جانا اور برکت حاصل کرنے کی غرض سے جانا تو اس کے متعلق ابو محمد جوئی کہتے ہیں کہ ظاہر حدیث پر عمل کرنے کے لحاظ سے حرام ہے اور اسی کو قاضی حسین نے اختیار کیا ہے اور اسی کو قاضی عیاض نے اور ایک جماعت نے اختیار کیا ہے اور امام حرمین وغیرہ شوافع کے پاس صحیح یہ ہے کہ جائز ہے۔

[۲] اور ملا علی قاری نے مشکوٰۃ کی شرح میں لکھا ہے کہ بعض علماء نے اس حدیث سے دلیل لی ہے متبرک مقامات اور علماء و صالحین کے قبروں کے سفر کرنے کی ممانعت پر۔

[۳] یہ زمانہ جس میں ہم ہیں" شدر حال" یعنی بزرگوں کی قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنا اس کا مطلب یہ ہے کہ قافلہ مثل حاجیوں کے جمع کر کے اور جھنڈے اور قربانیاں لے کر مقرر و معین زمانے میں کہ یہ زمانہ اکثر اس صاحب قبر کی موت کے زمانہ سے نزدیک ہوتا ہے کپڑا مثل احرام کے باندھ کر اور پھول گردن میں ڈال کر جاتے ہیں اور اپنے بچوں کو بھی اپنے ساتھ لے جاتے ہیں اور وہاں جا کر زیارت کے بعد اپنے بچوں کے سروں کو منڈواتے ہیں اور حجامت بنواتے ہیں اور نذر و نیاز جو روانگی سے پہلے اپنے پر واجب و لازم کر چکے تھے ادا کرتے ہیں اور اس فعل کو عرف عام میں" خواجہ جی کی چھڑی میں جانا " مدار صاحب کی چھڑی میں جانا" کہتے ہیں، بس اس کا جانا بدعت ہے بلکہ اکثر لوگ شرک کے بھی مرتکب ہو جاتے ہیں۔ مولانا علیہ الرحمۃ کہ اس سوال کا جواب مع اس کے اختلاف کے لکھ چکے ہیں اس کا جواب صرف یہ ہے کہ زیارت قبر کے لئے دور دراز کے فاصلہ سے اس جگہ کن امور غیر مشروع کا مرتکب نہیں ہوتا ہے۔ سید احمد

قاعدہ پر کرنے کی گنجائش کسی کو ہو مگر اولی معنی حدیث صحابی کے ہوں گے اور نیز مصالح شرعیہ اسی پر مشتمل ہیں کہ جہلاء کو دروازہ فساد کھلا ملے گا۔
چنانچہ فضل رسول بدایونی نے حضرات اکابرین دہلی پر طعن تشنیع بدزبانی کی ہے کہ قلب کو صدمہ ہوتا ہے اور سوائے صبر چارہ نہیں لہذا گذارش فدویانہ کی جاتی ہے کہ جو رائے مسئلہ ہذا میں مناسب رائے حضور ہو اس سے مطلع فرمادیں کہ عملدرآمد اس کے مطابق کیا جائے۔

جواب :۔ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے دونوں جانب اکابر علماء ہیں اب اس میں فیصلہ ممکن نہیں آپ کو اختیار ہے کہ چاہیے جس پر عمل کریں اور دوسری جانب طعن بھی نہ کریں مگر ہاں عرس کے مجمع میں جانا اور عوام کا اس میں غلو کرنا حرام ہے اور مانعین کی غرض بھی جہلا عوام کا روکنا اور سدِ باب تحریف کا ہی ہے تو صحیح ہے بہر حال مسئلہ وہی ہے جو لکھا گیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

صلوٰۃ العاشقین

سوال :۔ چار رکعت وقت صبح کاذب کے رکعت اول میں بعد فاتحہ و اخلاص کے یا اللہ سو بار رکعت دوم میں بعد الحمد و الخلاص کے یا رحمٰن سو بار رکعت سوم میں بعد فاتحہ و اخلاص کے یا رحیم سو بار رکعت چہارم میں بعد فاتحہ و اخلاص یا ودود سو بار پڑھنے سے مقرب خدا تعالیٰ کا ہوگا۔ یہ نماز ایک کتاب میں لکھی ہے اور اس نماز کو صلوٰۃ العاشقین کہتے ہیں یہ نماز جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ اس صلوٰۃ کی سند کسی حدیث کی کتاب سے یا فقہ سے بندہ نے نہیں دیکھی۔

سایہ مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سوال :۔ سایہ مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑتا تھا یا نہیں اور جو ترمذی نے نوادر الاصول میں عبدالملک بن عبداللہ بن وحید سے انہوں نے ذکوان سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں پڑتا تھا سند اس حدیث کی صحیح ہے یا ضعیف یا موضوع ارقام فرمائیں۔

جواب :۔ یہ روایت کتب صحاح میں نہیں اور نوادر کی روایت کا بندہ کو حال معلوم نہیں کہ کیسی ہے نوادر الاصول حکیم ترمذی کی ہے نہ ابو عیسیٰ ترمذی کی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عمارت میں خرچ کرنے کا مطلب

سوال :۔ اس حدیث ترمذی شریف النفقۃ کلھا فی سبیل اللہ الا لبناء فلا خیر فیہ[۱] ۔ میں مطلق بناء کو فلا خیر فیہ میں داخل فرمایا ہے مگر بعض بناء تو ضرورت پر مبنی ہوتی ہے اگر وہ بھی فلا خیر فیہ میں داخل ہوئی تو بڑی دشواری ہوگی یا بناء زائد از حاجت مراد ہوگی۔

جواب :۔ جو بنائے حاجت سے زیادہ ہو یہ حدیث اس میں وارد ہوئی ہے جیسا بعض آدمیوں کی زائد از حاجت بنا کا شوق ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

معجزہ قدم شریف

سوال :۔ معجزہ قدم شریف یعنی سنگ موم ہو کر نقش قدم ہو جانا چنانچہ بکثرت دیکھا جاتا ہے کہ لوگ لئے پھرتے ہیں احادیث

---

[۱] تمام خرچ اللہ کی راہ میں ہیں بجز عمارت کے کہ اس میں کوئی بھلائی نہیں۔

صحیحہ مستندہ سے ثابت ہے یا نہیں ؟

جواب :- کتب احادیث سے تو اس کا پتہ نہیں چلتا البتہ قصیدہ ہمزیہ میں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معجزہ نقش قدم کا ظاہر ہوا ہے لیکن آج کل جو لئے پھرتے ہیں ان کا اعتبار نہیں ۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

حضرت مرزا جان جاناں کا مسلک

سوال :- ملفوظات حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ میں ہے عجب است کہ حدیث صحیح غیر منسوخ کہ محدثین بیان آن نمودہ اند واحوال رواۃ آں معلوم است و بچند واسطہ میرسد بہ نبی معصوم کہ خطاء را برآں راہ نیست بعمل نمی آرند و روایت فقہ کہ ناقلاں آں قضاۃ ومفتیان اند واحوال ضبط وعدل آنہا معلوم نیست وبزیادہ ازدہ واسطہ میرسند بمجتہد کہ خطاوصواب ازشان اوسط معمول گردیدہ است ربنالا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا[۱] انتہیٰ ۔ اس عبارت کی وجہ سے وہ لوگ جو باوجود احادیث صحیحہ غیر منسوخ کے جس کی شہادت عند المحدثین اہل فن ثابت ہوگئی ترک کرکے دیگر کتب و اقوال پر کہ اُن کا حال بضبط ناقلاں ثابت نہیں عمل کرتے ہیں ۔ حضرت مرزا صاحب قدس سرہ کو غیر مقلد اور بُرا کہتے ہیں ۔ یہ قول اُن کا گناہ اور ناحق ہے یا نہیں اور عبارت مذکورہ صحیح ہے یا نہیں ؟

جواب :- یہ عبارت صحیح ہے اور یہ حکم اُس شخص کے لئے ہے کہ جو تمام احادیث کی صحت وسقم سے واقف ہو اور دلائل ائمہ مجتہدین اور فقہاء سے بھی واقف ہو ۔ پس یہ عبارت کچھ غیر مقلدوں کو مفید نہیں اور اس عبارت کی وجہ سے حضرت مرزا صاحب علیہ الرحمۃ کو غیر مقلد اور بُرا کہنے والا فاسق ہے ۔ واللہ تعالےٰ اعلم

معجزہ کی حقیقت

سوال :- قرآن میں حق تعالیٰ فرماتا ہے فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ[۲] ۔ اور دوسری جگہ ارشاد ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا[۳] الخ فطرت وہی ہے جس پر خداوند تعالیٰ نے مخلوق کو بنایا ہے اور خدا کی فطرت میں تبدیلی نہیں ہوگی اور دوسری آیت میں یہ فرمایا کہ خدا کے طریقہ میں ہرگز تبدیلی نہیں ہوگی اور خدا کا کلام اور وعدہ بالکل سچا ہے تو فطرت کے خلاف عصا کے اژدھا ہونے اور باکرہ کے بچہ پیدا ہونے اور ناقہ وغیرہ معجزات کا کیسے ظہور ہوا اگر یہ فرماویں کہ خداوند تعالےٰ کو سب قدرت ہے تو

---

[۱] تعجب ہے کہ حدیث صحیح جو منسوخ بھی نہیں جس کو محدثین نے بیان کیا ہے اور اس کے راویوں کا حال بھی معلوم ہے اور وہ چند واسطوں سے نبی معصوم تک پہنچتی ہے جس میں خطا کو کوئی دخل نہیں ہے اس کو تو عمل میں نہیں لاتے ہیں اور فقہ کی روایت جس کو نقل کرنے والے قاضی ومفتی ہیں اور ان کے ضبط وعدل کا حال معلوم نہیں اور دس واسطہ سے زیادہ میں مجتہد تک پہنچتی ہے کہ خطا وصواب واسطوں کا معمول بن گیا ہے اے اللہ ہماری گرفت نہ فرما اگر ہم نے بھول کی یا خطا کی ۔

[۲] اس قابلیت کا اتباع کرو جس قابلیت پر اللہ تعالےٰ نے لوگوں کو پیدا کردیا ہے اللہ کی خلقت میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی ۔

[۳] اور تم اللہ کی سنت میں تبدیلی نہ پاؤ گے اور تم اللہ کی سنت میں کوئی تغیر نہیں پاؤ گے ۔

ان آیات میں استثناء ہونا چاہیئے تھا جیسا اکثر جگہ بعض جزئیات کو خداوند تعالےٰ نے استثنا فرمایا ہے لا خیر فی کثیر من نجوٰھم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس[1]۔ تو ایسے ہی استثناء ہونا چاہیئے تھا ورنہ معجزات انبیاء کا ثبوت دشوار ہے۔

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وادی ایمن کی داہنی طرف سے درخت میں سے آواز آئی کہ موسیٰ ادھر آئیں خدا وند رب العالمین ہوں اس میں یہ تردد ہے کہ درخت میں ذاتِ باری تعالیٰ نے حلول فرما کر موسیٰ علیہ السلام کو یہ ندادی اور درخت ادنیٰ مخلوقات میں سے ہے اور جو یہ خیال کیا جاوے کہ ذاتِ باری تعالیٰ نے درخت میں جلوہ نہیں فرمایا بلکہ درخت کو حکم فرمایا کہ جس کی وجہ سے وہ بولنے لگا کیونکہ خدا تعالےٰ کو سب قدرت ہے تو یہ فرمانا غلط ہو جائے گا کہ انا اللہ رب العٰلمین[2] اور ظاہری اور حقیقی معنیٰ کو چھوڑ کر تاویل پر کیسے اعتبار ہو گا۔

(۳) خدا تعالیٰ ایک جگہ کلام مجید میں فرماتا ہے کہ یہ قرآن مجید پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو پہاڑ خوف سے شق ہو جاتا اس میں تردد ہے کہ پہاڑ بے حس اور آدمی ظاہری اور باطنی دس حواس رکھتا ہے جس کے اندر خوف کا مادہ بھرا ہوا ہے اس کو جنبش تک نہ ہو سو یہ اللہ تعالےٰ نے کیسے فرمایا اس کا ثبوت عقلی و نقلی دلائل سے دے کر اطمینان فرماویں۔

جواب:۔ واللہ الموافق للصواب فطرۃ اللہ التی فطر الناس الایۃ اس آیت کے اگر یہی معنی ہوں جو سائل نے سمجھے ہیں تو مراد یہ ہے کہ حق تعالےٰ کی پیدائش کو کوئی متغیر نہیں کر سکتا مگر خدائے تعالیٰ جل شانہٗ خود اپنی خلق کو جس طرح چاہے متغیر کر سکتا ہے اور معجزہ بھی خدائے تعالیٰ کی طرف سے بسبیل خرق عادت ہوتا ہے کوئی مستقل طور پر اس کے اصدار پر قادر نہیں نبی کو بھی اس کے اصدار پر بالکلیہ و بالاستقلال قدرت نہیں ہوتی لہٰذا عصاء کا اژدہا ہونا پہاڑ سے ناقہ کا پیدا ہونا وغیرہ امور یہ سب خدائے تعالےٰ ہی کا بدلا ہوا ہے پس اس پر کچھ اشکال نہیں۔ دیکھو حق تعالیٰ بیضہ پیدا کرتا ہے اگر اس کو توڑ کر دیکھیں تو اس میں زردی و سفیدی ہوتی ہے پھر وہی اس کو خون بنا کر اس میں سے بچہ پیدا کرتا ہے ایسے ہی نطفہ سے آدمی بلکہ بہت سے تغیرات پر باذن اللہ تعالیٰ آدمی بھی قادر ہوتا ہے جیسے کسی شے کو جلا کر راکھ بنا لیتے ہیں وغیرہ وغیرہ یہ جملہ تغیرات باذنہ تعالےٰ ظہور پذیر ہیں۔ پس ان تبدیلات کا انکار وہی شخص کر سکتا ہے کہ جس کو فہم سے اصلاً بہرہ نہ ہو اور آیت شریفہ میں ہرگز یہ معنی مراد نہیں ہیں۔

(۲) کلام مذکور درخت کی جہت سے اور درخت میں سے اگر آیا ہو تو اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ وہ شجر متکلم ہو۔ مثلاً اگر کوئی شخص دیوار کے پیچھے سے یا پردہ کی آڑ سے یا نابدان میں آواز دے تو ظاہر ہے کہ آواز ان اشیاء میں سے ہو کر نکلے گی مگر اس سے کہ وہ آواز اس شئے میں سے نکلی ہے کوئی عاقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ دیوار اور کپڑا اور نابدان متکلم ہیں متکلم تو وہی ہے کہ جس سے اصدار کلام کا ہوا ہے اور جس کے ساتھ یہ صفت قائم ہے نہ کہ وہ

---

[1] ان کی بہت سی سرگوشیوں میں کوئی بھلائی نہیں مگر جس نے صدقہ کا حکم دیا یا کسی نیکی کا یا لوگوں کے درمیان اصلاح کرانے کا۔

[2] میں ہی خدا ہوں جو رب العالمین ہے۔

دیوار اور پردہ اور تابدان۔ پس اسی طرح یہاں بھی متکلم جناب باری تعالیٰ عزّ اسمہ ہیں اور جانب وجہت صدور آواز شجرہ ہے۔ اس سے شبہ حلول یا یہ شبہ کہ وہ شجرہ مدعی الوہیت ہو سراسر نادانی ہے۔

(۳) لو انزلنا ھذا القراٰن علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ[1] اس کے معنی یہ ہیں کہ جیسے احکام قرآنی بشر پر نازل ہوئے ہیں اگر یہ حکم جبل پر نازل ہوتا اور اس کو متکلف بنایا جاتا تو اس کا خشیۃ باری تعالیٰ سے یہ حال ہوتا کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔ پس انسان باوجودیکہ احساس و ادراک میں اس سے بہت زیادہ ہے مگر اس کو اس قدر غفلت ہے کہ اصلاً اثر نہیں ہوتا اس پر یہ استبعاد کہ انسان پر باوجود حواس عشرہ ظاہریہ و باطنیہ کے اثر نہیں ہوتا بے محل ہے اس لئے کہ اگر انسان پر غفلت و قساوت کا پردہ نہ ڈالا جاتا تو بے شک وہ اُس سے بھی زیادہ ہو جاتا مگر چونکہ اس میں جبل کے برخلاف شہوات وغیرہ کو غالب کر دیا ہے اس لئے وہ برداشت کر لیتا ہے اور جب قساوت و غفلت کم ہو جاتی ہے تو انسان کی بھی حالت قابو میں نہیں رہتی۔ چنانچہ بہت سے اکابر کے حالات اس قسم کے مشہور ہیں کہ قرآن شریف سُن کر اُن کا کیا حال ہوا حتیٰ کہ بہت سے اسی وقت مر گئے ہیں اور جن مقربانِ بارگاہ کو باوجود حضور قلب و حصول تدبّر و تفکّر کے پھر بھی تغیّر نہیں ہوتا تو یہ حق تعالیٰ کی طرف سے اُن کو قوت و اثبات و استقلال جو عطا ہوتا ہے اُس کی برکت و سبب سے ہے اور یہ کہنا کہ جبل وغیرہ کو اصلا احساس نہیں ہے اصولِ اسلامیہ کے خلاف ہے اور واقف حدیث نبویہ ان اشیاء میں ایک قسم کی ادراک و احساس سے انکار نہ کرے گا۔ حق تعالیٰ نے ان جملہ اشیاء میں ایک قسم کا ادراک و احساس رکھا ہے اگرچہ وہ ادراک اس قسم کا نہ ہو کہ انسان و ملائکہ و جن کو دیا گیا ہے مگر وہ اپنے اس نوع ادراک سے بوجہ اپنی قوتِ وحشیہ کے اور نہ ہونے قساوت کے اور نہ ہونے اُس قوت کے جو خواص بشر میں رکھی گئی ہے اگر اس پر قرآن شریف نازل کیا جاتا تو ہرگز اس کی برداشت نہ کرتا اور بعض مفسّرین نے یہ بھی فرمایا ہے کہ معنی یہ ہیں کہ اگر جبل کو ادراک دیا جاتا جو انسان کو دیا گیا ہے تب اُس کا یہ حال ہوتا۔ پس اگر یہ معنی لئے جائیں تب تو کوئی اشکال ہی وارد نہیں ہوتا اور بندہ بوجہ معذوری چشماں کے بسط جواب سے معذور بھی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

پان کھانا

سوال:۔ پان کھانا حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ پان کھانے کی بہت تعریف حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمائی ہے۔ قول زید صحیح ہے یا غلط ہے؟

جواب:۔ جو شخص پان کھانے کی فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے ثابت بتاتا ہو وہ بڑا جاہل بلکہ بے دین ہے اُس کی بات بھی نہ سننا چاہیئے۔

عمارت کو بلند نہ بنانے کا مطلب

سوال:۔ ایک کتاب میں لکھا ہے کہ چھ گز سے زیادہ تعمیر کو بلند کرنا حدیث میں بالصراحت منع آیا ہے چنانچہ دوسری

---

[1] اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر اُتارتے تو تم اس کو دیکھتے کہ وہ عاجزی کرنے والا ہوتا اور اللہ کے خوف سے پارہ پارہ ہو جاتا۔

حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے ایک گول گھر بلند بنایا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سلام علیک ترک کر دیا۔ بعدہٗ ان صحابی نے وہ مکان گرا دیا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو گئے۔ لہٰذا اصل مسئلہ فرما دیجئے۔

جواب:۔ ضرورت سے زیادہ تعمیر موجب باز پرس ہے اور باعثِ خسارہ آخرت بھی ہے اور صحابہ سے ایسا فعل اور بھی زیادہ بعید اس لئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے چھ گز کی کوئی قید نہیں ہے بلکہ مدارِ جواز حاجت ہے۔ فقط

صدقہ کے کھانے سے دل پر اثر

سوال:۔ طعام المیت یمیت القلب وطعام المریض یمرض القلب[1] حدیث ہے یا قول طعام ایصالِ ثواب مثل یازدہم غوث الاعظم یا برسی و ششماہی وغیرہ کہ ہندوستان میں رائج ہے یا بلا قیود یوم وغیرہ طعام ایصال ثواب کے واسطے تیار کیا جائے تو اس کا کھانا حرام ہے یا مکروہ تحریماً یا تنزیہاً یا جائز خصوصاً ذاکرین شاغلین کے حق میں کیا حکم ہے؟

جواب:۔ یہ قول ہے اور یازدہم کا طعام بھی ایسا ہی ہے سب صدقہ ہے اور سب کا کھانا موجب اماتت قلب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غرامتِ مال کا طلب

سوال:۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ غرامت مال کا حدیثوں میں جہاں مذکور ہے محشی اسے منسوخ لکھتے ہیں مگر معلوم نہیں کہ اس کا ناسخ کیا ہے اور ناسخ میں اتنی قوت ہے کہ ان احادیث ثلثہ ثابت کو اس کے مقابلہ کی کہہ سکیں مشہور یوں ہے کہ اگر شخص اکیلا گھر میں نماز پڑھے اور پھر مسجد میں جماعت سے نماز مل جاوے تو ظہر و عشاء میں شریک جماعت ہو جاوے اور صبح و عصر اور مغرب میں شریک نہ ہو حالانکہ ابوداؤد شریف میں جو واقعہ مذکور ہے اس میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خفگی کی وجہ صبح کی جماعت میں شریک نہ ہونا ہے اس کا کیا جواب ہے۔ فقط

جواب:۔ غرامت مالی ابتداء اسلام میں تھی پھر حکم ہو گیا لا یحل مال احد الا باذنہ او کما قال۔ یہ اُس کا ناسخ ہے اور اس مسئلہ کو طحطاوی نے لکھا ہے تم خود دیکھ لینا اور اس پر اجماع بھی ہے اور ابوداؤد شریف میں جو حدیث وارد ہوئی ہے وہ صبح کے وقت میں وارد ہوئی کہ صبح کے وقت کی ادا کو آپؐ نے نہی فرمایا اگرچہ عتاب کا لفظ عام اور بعد صلوٰۃ صبح کے نوافل کی ممانعت عموماً ہے وہ اس کی ناسخ بھی ہو سکتی ہے مگر یہاں نسخ کی حاجت نہیں کہ عتاب بوجہ عدم شرکت کے تھا اور بعد معلوم ہونے کے کہ لوگ نماز پڑھ چکے ہیں آپؐ نے اس وقت کی نماز میں کچھ نہیں فرمایا بلکہ کلیتہً یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز پڑھ کر آیا کرے نماز میں شریک ہو جائے چونکہ اس وقت کے نفلوں کی ممانعت پہلے ہو چکی تھی لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصریح نہیں فرمائی اور نہ یہ فرمایا کہ اگرچہ تم پڑھ کر کے آئے تھے تم کو شریک ہونا تھا بلکہ کلیتہً مسئلہ بیان فرمایا کہ جو شخص نماز پڑھ کے آوے شریکِ جماعت ہو جاوے متنفلاً۔ اسی واسطے عبداللہ بن عمر عصر کی نماز میں شریک نہیں ہوتے تھے کہ صحابہ اس استثناء سے مطلع تھے۔ فقط والسلام

---

[1] میت کا کھانا دل کو مار دیتا ہے اور بیمار کا کھانا دل کو بیمار ڈال دیتا ہے۔

تین دن سے کم میں قرآن مجید ختم کرنا

سوال :۔ تین دن سے کم قرآن کو ختم کی کراہت حدیث ترمذی سے معلوم ہوتی ہے مگر بعض اکابر فقہاء سے یہ امر ثابت ہے اس سے کیا مراد ہے ؟

جواب :۔ کراہت کسی حدیث سے ثابت نہیں بلکہ یہ ہے کہ ایسے پڑھنے میں تام نہیں ہوتا مگر پڑھنے میں ثواب بلا کراہت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

ملفوظات

(۱) عاصم قاری کے نزدیک جن کی قرأۃ ہندوستان میں پڑھی جاتی ہے اور تمام قرآن مطبوعہ اس کے موافق ہیں ۔ بسم اللہ ہر ہر سورۃ کا جزو ہے لہٰذا اُن کے نزدیک ہر سورۃ کے اوپر بسم اللہ کو جہر کے ساتھ پڑھنا چاہیئے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ ایک آیت قرآن شریف کی ہے اس کو کہیں ایک جگہ جہر سے پڑھ دینا چاہیئے سوائے سورہ نمل کے۔ پس جو لوگ کہ مذہب حنفیہ کی رعایت رکھتے ہیں وہ بسم اللہ کو ایک بار پکار کر پڑھ لیتے ہیں سوائے سورہ نمل کے کیونکہ یہ بسم اللہ کسی سورۃ کا جزو نہیں مستقل آیت ہے امام صاحب کے نزدیک پس برعایت مذہب حنفیہ جس سورۃ کے ساتھ چاہے اُس کو پڑھ لے کوئی قید نہیں اور اگر رعایت قاری عاصم کی منظور ہے تو ہر ہر سورۃ کے اوپر بجہر پڑھنا چاہیئے۔ درصورت مذہب حنفیہ کوئی احتیاط کی بات نہیں یکساں ہے ۔

(۲) مسئلہ : لا صلوٰۃ الا بحضور القلب[۱] ۔ میں حضور قلب مطلق واقع ہُوا ہے اور مطلق کا قاعدہ ہے کہ اگر ادنیٰ سے ادنیٰ فرد بھی اس کی پائی جاوے تو امتثال امر ہو جاتا ہے۔ پس ادنیٰ حضور یہ ہے نماز پڑھنا جانے اور تکبیر تحریمہ میں نیت نماز کی ہو اور ہر رکن میں یہ جان لے کہ فلاں رکن کرتا ہوں۔ پس فرض ادا ہُوا کہ مطلق حضور کی ادنیٰ فرد موجود ہے اسی واسطے اگر اوّل سے آخر تک کسی رکن میں سو گیا تو رکن ادا نہیں ہوتا۔ پس فرض نماز تو اس قدر حضور سے ادا ہوتی ہے اور کمال کی بنا (انتہاء) نہیں ۔

والسلام

---

[۱] حضور قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی ۔

کتابُ العِلم

جو عالم بہ نیت وعظ میلہ میں جائے

سوال :۔ عالم کو بطور وعظ کے میلہ میں جانا مثل میلہ پیران کلیر کے درست ہے یا نہیں اور اُس کی نیت وہاں جانے سے یہ ہے کہ وہاں جاکر مباحثہ مخالفان سے کرے۔

جواب :۔ میلہ میں جاکر عالم اگر سیر و تماشہ نہ کرے اور میلہ کی برائی بیان کرے اور لوگوں کو وہاں سے چلے جانے کی ہدایت کرے تو درست ہے بلکہ بہتر و موجب ثواب ہے البتہ اگر وعظ و تماشہ دونوں کرے تو گنہگار ہوگا۔ فقط

والدین کی اجازت کے بغیر طلب علم کے لئے سفر کرنا

سوال :۔ بلا اجازت والدین کے بطلب علم سفر کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ اگر علم فرض کی تعلیم کو باہر بدوں اذن والدین کے جاوے بشرطیکہ شہر میں حاصل نہیں ہو سکتا تو درست ہے ورنہ درست نہیں۔ فقط

تقویٰ اور فتویٰ کا فرق

سوال :۔ تقویٰ کس کا حکم ہے اور فتویٰ کس کا حکم ہے اور ان دونوں میں کیا فرق ہے اور ان دونوں میں سے ہم پر کس پر عمل کرنا فرض ہے ؟

جواب :۔ فتویٰ یہ ہے کہ جس کو علماء نے بدلیل قرآن و حدیث جائز کہا اس پر عمل کرے اگرچہ بعض وجہ سے اس میں ممانعت بھی معلوم ہوتی ہو اور تقویٰ یہ کہ جہاں شبہ ہو اس کو بھی نہ کرے پہلی کو رخصت کہتے ہیں اور دوسری کو عزیمت دونوں حکم شرع کے ہی ہیں اور دونوں میں سے جس پر عمل کرے درست ہے رخصت سے باہر نہ نکلے اور تقویٰ کرے تو بڑا اجر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبادت کا مطلب

سوال :۔ شرع شریف میں معنی عبادت کے کیا ہیں کہ جو سب افراد و اقسام عبادت پر صادق ہوویں اور معنی مشہور غایت التذلل لغایۃ التعظیم[1] سب افراد پر بذہن ناقص شامل و صادق نہیں ہوتے اور امام غزالی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے معنی عبادت اطاعت لکھے ہیں رسالہ ایہا الولد میں۔ پس ایسے معنی ارشاد ہوویں کہ تمام امور حسنہ اور پسندیدہ شارع پر صادق آویں۔

جواب :۔ یہ حد سب عبادات پر صادق ہے کیونکہ مستحب میں بھی لوجہ اللہ ہی تذلل و اطاعت ہوتا ہے۔

---

[1] انتہائی تعظیم کے لئے انتہائی ذلت اختیار کرنا۔

تقرب کا مطلب

سوال :۔ معنی تقرب کیا ہیں کہ جس کے کرنے سے واسطے غیر اللہ تعالیٰ کے شرک لازم آتا ہے۔ فقط

جواب :۔ معنی تقرب کے کسی سے نزدیکی وولایت حاصل کرنا کہ اُس میں جملہ حوادث سے امن چاہے اور استقلالاً اُس سے نفع چاہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نماز میں حضور قلب رکھنے کا مطلب اور اُس کا حکم

سوال :۔ مراد حضور نماز سے کیا ہے کہ جس کے بغیر نماز ادا نہیں ہوتی اور وہ حضور فرض اور واجب ہے اور وہ کس قدر ہے۔ فقط

جواب :۔ مطلق حضور فرض ہے ادنیٰ اس کا یہ ہے کہ ان افعال کو جان کر کرے۔ فقط

قاضی جس جگہ نہ ہو وہاں حکم کے فیصلہ کا حکم

سوال :۔ مسئلہ جہاں قاضی شرعی نہ ہو تو وہ احکام جو قضاء پر موقوف ہیں اگر باتفاق ہو تو مدعی خود اپنا حق بدوں قلت وتجاوز کے لے سکتا ہے اگر دونوں اپنے اپنے زعم میں حق پر ہوں تو عرف واتفاق سے حکم ہو سکتا ہے مدعی کو اپنی حقیقت پر وثوق کامل نہیں تو بے تحکیم کچھ نہیں ہو سکتا۔

جواب :۔ جہاں قاضی نہ ہووے تو تحکیم سے جو بشرائط خود ہووے فیصلہ کرانا چاہیئے اور حکم حَکَم مثل حکم قاضی کے ہووے گا مگر مدعی کو جس حق میں خود وثوق نہ ہووے ایسی شئے کو بحکم حکم لینا بھی درست نہ ہوگا معہذا اگر تحکیم کرا کر مدعی نے لے لیا تو معاف کرالے ورنہ مال مشتبہ رہے گا اور ایسی صورت میں مدعی گناہ سے خالی نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مناظرہ کرنے کی کس کو اجازت ہے

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین حامیانِ شرع متین ان مسئلوں میں۔ اولاً یہ کہ رد کرنا کفار کا خصوصاً فی زمانا جو کفرہ نے بمقابلہ اسلام تحریر وتقریر وطمع کو بشدت پیش کیا ہے تو اب اہلِ اسلام کو واسطے تکذیب کفرہ کے باوجود آزادگی بہ نسبت تنازع باہمی تحریراً وتقریراً کیا حکم ہے۔ دوسرا یہ کہ بیان کرنا خوبی اصول اسلام وقباحت کفرہ مجمعوں میں اور بازاروں میں بطور وعظ بہ نسبت جلوس خلوتوں کے کیا حکم ہے؟ سوئم یہ کہ باوجود لیاقت علمی ومالی بقدر وسعت امور مذکورہ بالا میں سعی نہ کرنے کا کیا حکم ہے۔ بینوا وتوجروا

جواب :۔ جو شخص جملہ علوم شرعیہ سے بخوبی واقف اور دقائق عقائد وکلام وحقائق اعمال واخلاص سے بہمہ وجوہ نامور ہو اور فہم وذکا اور تدین سے مزین ہو اور مناظرہ وتردید کفر ایسی عمدہ طرح پر کر سکے کہ کسی وجہ سے اسلام پر کوئی حرف وعیب عائد نہ ہو اور خود تشکیک مخالفین میں ملوث نہ ہو جائے تو ایسے شخص کو رد نصاریٰ ودیگر منکرین اسلام کا کرنا اور بازار وجامع میں حمایت وخوبی اسلام کا اظہار ووعظ کرنا درست ہے اور کتب مخالفین کو بھی دیکھنا جائز ہے اور جو کوئی ان شرائط مذکورہ سے مفقود ہو تو اس کام میں پڑنا سخت حرام ہے اور موجب افسادِ اسلام ہے اور جو شخص متحلی اس وصف مذکورہ بالا کا ہو تو اُس کو یہ کام کرنا بہ بعض وجوہ اولیٰ خلوت سے ہے اور یہ سب اُس صورت میں ہے کہ کوئی امر مذموم نہ رہے اس

کے ساتھ مختلط نہ ہو ورنہ ہرگز حلال نہ ہووے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ایسے معاملات کا حکم جس میں جواز و عدم جواز کا احتمال ہو

سوال :۔ مسئلہ۔ جو معاملات ایک دلیل سے جائز دوسرے اعتبار سے ممتنع ہوں مثلاً اجارہ قرار دیں تو ناجائز ہے اور بیع سمجھیں تو جائز ہے اور کسی طرف نص صریح نہ ہو تو بنظر سہولت دلیل جواز اقویٰ واولیٰ ہے یا نہ ؟

جواب :۔ اگر ایک عقد میں احتمال صحت و فساد دو جہت سے ہو سکے اگرچہ تصریح نہ ہووے تو حمل کرنا عقد صحیح پر چاہیئے۔ چنانچہ ہدایہ میں اکثر جا مذکور ہوا ہے باب الصرف میں ہے وانہ طریق متعین لتصحیحہ یحتمل علیہ تصحیحا للتصرفہ انتہیٰ [۱] واللہ اعلم

بضرورت ایسے قول پر عمل کرنے کا حکم جو غیر مفتی بہ ہو

سوال :۔ مسائل مختلفہ مجتہد فیہا میں غیر مفتی بہا پر عمل کرنا درجہ کراہت سے زیادہ نہیں ہو سکتا مگر گاہے گاہے حالت ضرورت میں غیر مفتی بہ یا غیر مقلد کی قول پر عمل کرنا کیسا ہے ؟

جواب :۔ ضرورت کے وقت روایت غیر مفتی بہا پر اور مذہب غیر پر عمل کرنا درست ہے اگرچہ اولیٰ نہیں خصوصاً اضطراری و عموم بلویٰ میں۔ کذا فی ردالمحتار۔ واللہ تعالےٰ اعلم

عالم بے عمل کی تعریف

سوال :۔ عالم بے عمل وہی ہے کہ اوروں کو بتائے اور آپ نہ کرے یا عالم بے عمل اور ہے یہ نہیں ؟

جواب :۔ عالم بے عمل جو تلقین کرے اور خود خلافِ شرع کرے۔ اگر لوگوں کو وظائف نوافل تلقین کرے خود نہ کرے وہ بُرا نہیں مگر واجبات کو ترک کرے ممنوعات کو کرے وہ عالم بے عمل ہوتا ہے۔

جہلاء سے بحث و مباحثہ کرنے کی غرض سے علم حاصل کرنا

سوال :۔ زید ایک معمولی سا مولوی ہے لوگوں سے مسائل متنازعہ فیہ میں گفتگو کر کے فساد کرتا ہے اور عوام اور جہلاء سے بلاوجہ بحث و مباحثہ کرتا ہے، مسائل مختلف فیہ میں نہایت تشدّد کرتا ہے۔ چنانچہ عمرو سے جو ایک مبتدی طالب علم نفحۃ الیمن وغیرہ پڑھتا ہے مسئلہ رفع یدین فی الصلوٰۃ عندالرکوع میں گفتگو کی۔ زید نے کہا رفع یدین عندالرکوع ممنوع فی الحدیث ہے۔ عمرو نے جواب دیا نہیں بلکہ سنت ہے، چنانچہ سبیل الرشاد میں رفع و عدم رفع کو سنت تحریر فرما کر عدم رفع کو راجح لکھا ہے ممنوع نہیں ہے اگر ممنوع فی الحدیث ہوتا تو سبیل الرشاد میں ضرور تحریر فرمایا جاتا اور زید نے اس کے جواب میں کہا میں کسی کا کلام نہیں مانتا اور چند کلمات سخت کہے۔ عمرو نے بھی اس کے جواب میں غصّہ سے یہ کہا جو سنت کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے اس پر عمل کرنے کو ممنوع کہے وہ ملحد ہے لہٰذا عرض ہے جو طور سبیل الرشاد میں تحریر ہوا ہے یہی درست ہے یا رفع یدین مذکور ممنوع فی الحدیث ہے اور زید جو لوگوں کو ایسے الفاظ کہتا ہے اور کہلواتا ہے اور لوگوں کو ورغلاتا

---

[۱] اور اس کی صحت کا ایک طریقہ معین ہے جس پر اس کے تصرف کی صحت کا احتمال ہے۔

ہے کس جرم کا مستحق ہے اور اس حدیث کا مصداق ہے یانہیں من طلب العلم لیجاری به العلماء ولیماری به السفہاء اویصرف به وجوہ الناس الیه ادخله الله النار[1]۔ اور عمرو نے جواس کے جواب میں ملحد کہا وہ کس درجہ کا گنہگار ہے بینوا وتوجروا۔

جواب:۔ جو طور سبیل الرشاد میں مذکور ہے وہی صحیح ہے۔ احادیث صحیحہ سے دونوں امر ثابت ہیں کسی ایک کو ممنوع اور اس کے فعل کو ارتکاب منہی اور فعل منکر نہ کہنا چاہیئے اور جو شخص ایسے کلمات کہے یا مجادات ومماراة کو مقصود تحصیل علم بنادے وہ سخت گستاخ بلکہ مستحق تعزیر ہے اور قابل تادیب۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نفس پرور عالم اور بدعتی صوفی میں کون افضل ہے

سوال:۔ جو عالم کہ خوب کھاوے اور خوب پہنے اور نماز میں جماعت کی پابندی بھی نہ کرے چاہے جماعت ملے یا نہ ملے اپنے نفس کی خاطر مسائل کو تاویل کرے تو یہ عالم اچھا یا یہ صوفی بدعتی تہجد گذار حاجی وظیفچی مذکور الصدر اچھا فرمائیے۔

جواب:۔ میرے نزدیک یہ دونوں بُرے ہیں مگر عالم نفس پرور زیادہ بد ہے صوفی مبتدع سے کیونکہ اس کا گناہ لوگوں کو بہت نقصان دیتا ہے صوفی بدعتی کا کم نقصان دیتا ہے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

تن پروری و کامرانی کرنے والا عالم

سوال:۔ عالم کہ کامرانی و تن پروری کند   اوخویشتن گم ست کرا رہبری کند[2]

یہ شعر واقعی سچ اور ٹھیک ہے یا صرف مضمون شاعری ہے۔

جواب:۔ معنی شعر کے درست ہیں تن پروری یہ ہے کہ اپنے نفع دنیا کے واسطے خلاف شرع بھی کر لیوے۔ منہ دیکھ کر فتویٰ دیوے اور جو مباح کھانے پہننے میں موافق حکم شرع کے عمل کرے اور مباحات کا عمل کرے وہ داخل شعر کے مضمون میں نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

ملفوظات

(۱) جہلاء سے مت اُلجھنا وہاں چند آدمی بدوضع جمع ہیں ان سے مت اُلجھنا، اپنے عقائد و اعمال جیسے یہاں ہیں ویسے ہی رکھنا۔

(۲) مسئلہ۔ حافظ قرآن کے مدارج مع ترجمہ میں زیادہ ہیں اور بلا ترجمہ میں اس قدر نہیں ہیں اور بھول جانا سارے قرآن کا زیادہ گناہ ہے اور کم کا کم گناہ، اور گناہ وہ بھولنا ہے جو اس بھولنے والے کی کم توجہی اور بے اعتنائی سے ہو اور اگر کسی مجبوری یا مرض سے ایسا ہو تو مضائقہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

---

[1] جس نے علم اس نیت سے پڑھا کہ علماء سے بحث کرے یا جہلا پر فخر کرے یا لوگوں کا منہ اس علم کے ذریعہ اپنی طرف پھیرے تو اللہ تعالےٰ اس کو جہنم میں داخل کر دے گا۔

[2] جو عالم کہ تن پروری اور کامرانی سے گذار رہا ہے وہ خود گم ہے کس کی رہبری کرے گا۔

(۳) بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ اما خرق عادت پس بیانش آنکہ حق جل و علا بقدرت کاملہ خود بنا بر تصدیق انبیاء علیہم السلام چیزے اظہار مینماید کہ صدور آں چیز بہ نسبت ایشاں ممتنع مینماید اگرچہ بہ نسبت دیگر کس ممتنع نمی باشد۔ تفصیلش آنکہ وجود بعضے اشیاء بحسب عادت اللہ موقوف می باشد بر فراہم آمدن اسباب وادوات آں چیز پس کسیکہ ادوات وآلاتش حاصل میدارد صدور چیز مذکور از و خرق عادت نیست وکسیکہ ادوات مذکور حاصل نمی دارد البتہ صدور آں از و از قبیل خرق عادت است مثلاً نوشتن بہ نسبت نویسندہ خرق عادت نیست و بہ نسبت امی خرق عادت وکشتن بسلاح خرق عادت نیست و بمجرد ہمت و دعا خرق عادات پس ازیں بیان واضح گشت کہ ایں معنی لازم نیست کہ ہر خرق عادت خارج از مطلق طاقت بشری باشد بلکہ ہمیں قدر لازم ست کہ نسبت صاحب خارقہ صدور آں خلاف عادت باشد بجہت فقدان ادوات وآلات پس بسیار چیز است کہ ظہور آں از مقبولین حق از قبیل خرق عادت شمرون می شود حالانکہ امثال ہماں افعال بلکہ اقوی واکمل از اں ارباب سحر واصحاب طلسم ممکن الوقوع باشد۔ پس وقتیکہ بر حاضراں واقعہ ایں قدر ثابت باشد کہ صاحب خارق مہارت در فن سحر وطلسم نمی دارد۔ پس لابد صدور خارقہ مذکور علامت صدق او تواند بود لہذا نزول مائدہ از معجزات حضرت مسیح شمردہ می شود بخلاف آنچہ اہل سحر بسیارے را از اشیاء نفیسہ از جنس میوہ وشیرینی باستعانت شیاطین حاضر می آرند و در دوستاں وہمنشیناں خود باں افتخار می نمایند۔ چوں معنی خرق عادات واضح گشت لابد دریں مقام تامل باید نمود کہ خرق عادت چرا ظاہر میگردد وچگونہ ظاہر می شود اما اول پس باید دانست کہ ظہور خوارق بالذات از اسباب ہدایت نیست گو کہ در حق بعضے سعداء اتفاقاً سبب ہدایت گردد بلکہ ظہور آں بالذات برائے اتمام حجت واسکات مخالفین والزام مجادلین است الخ اما آنکہ چگونہ حادث میشود پس بیانش آنکہ حق جل و علا بقدرت کاملۂ خود در عالم تکوین تصرفے عجیب وغریب بنا بر تصدیق مقبولے از مقبولان خود میفرماید نہ آنکہ قدرت صدور خرق عادت در وا ایجاد می فرماید و او را باظہار آں مامور مینماید حاشا وکلا قدرت تصرف در عالم تکوین از خواص قدرت ربانی ست نہ از آثار قوت انسانی ۱۲۔ رسالہ منصب امامت تصنیف مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ از صفحہ ۳۱ تا صفحہ ۳۲۔ ترجمہ منصب امامت از صفحہ ۲۱ تا ۲۳۔ اما نزول برکت پس بیانش آنکہ چنانکہ حق جلّ و علا بحکمت بالغۂ خود جرم آفتاب را واسطہ اشراق عالم فرمودہ ودافع تاریکی قرار دادہ۔ پس ہر چند انتشار نور در اطراف عالم واضمحلال ظلمت از روی زمین محض از قدرت کاملۂ او تعالیٰ است ہر کہ آفتاب را خالق نور قرار دہد ہر آئینہ کافر گردد والعیاذ باللہ لیکن سنت اللہ بایں طریق جاری گردید کہ ہرگاہ آفتاب طلوع می کند تمام عالم پر از انوار می شود وروی زمین از غبار ظلمت پاک می گردد ہمچنیں از بسکہ اکابر ایشاں ملکی اند وبشر فلکی وجود ایشاں آفتابے است کہ بر اوج چرخ ملکوت تابندۂ قمرے است از جبروت کہ در شب تار ناسوت درخشیدۂ لابد ہمراہ نزول ایشاں یک نورے از غیب الغیب بروز میفرماید کہ سبب اصلاح عالم وانتظام بنی آدم وباعث تقلب ادوار وتغیر اطوار میگردد۔

پس آنچہ از تغیرات وتقلبات مذکورہ چہ در اقطار عالم واطوار بنی آدم حادث میگردد ہمہ از قدرت کاملہ ربانی است نہ از نتائج طاقت امکانی نہ اینکہ حق جل و علا ایشاں را قدرت آثار تصرف عالم عطا فرمودہ وکار وبار بنی آدم بایشاں تفویض نمودہ پس ایشاں بامر الٰہی قدرت خود صرف می نمایند وایں تصرفات گوناگوں وتغیرات بوقلموں

درعالم کون برروے کارمی آرند کہ ایں اعتقاد شرک محض است وکفر بحت ہر کہ بجناب ایشاں ایں عقیدہ قبیحہ داشتہ باشد بیشک مشرک مردود است وکافر مطرود بالجملہ تقدیر نزولِ الٰہی بنا بر وجاہت کسے بادعاء کسے از مقبولین امرے دیگر و صدور تصرفات کونی از ہمان مقبول اگرچہ بامر اللہ باشد امرے دیگر کہ اول عین اسلام است وثانی محض کفر ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا" ۱۲ رسالہ منصب امامت مذکور تصنیف مولانا محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ در صفحہ ۱۰۰ ترجمہ منصب امامت از صفحہ ۶۳ تا صفحہ ۶۴ -

فائدہ - اگر خواہی کہ سر کار و ریابی ہوش گرد آرد گوش بمن دار تنقیح مرام وتوضیح مقام موقوف بر بیان نکتہ است کہ فہمید نی دارد و آں آنکہ قدرت و اختیار چیزے عطا فرمودن وقوت اقتدار آں تفویض نمودن مفہومے دیگر است وفعل خاص خود در چیزے ظاہر کردن مضمونے دیگر مثلاً تواں گفت کہ زید بقلم نوشت وفعل خاص خود کہ کتابت است در قلم ظاہر کرد ونمی تواں گفت کہ زید قدرت و اختیار حرکت وقوت اقتدار کتابت بقلم سپرد زیرا کہ قلم تا وقتیکہ مثل زید انسان نشود قدرت و اختیار حرکت وقوت و اقتدار از کتابت حاصل نمی تواں کرد وخاصۂ انسان بدست نتواں آورد - پس اگر کسے گوید کہ زید قلم را قدرت و اختیار نوشتن داد و بتفویض خاصۂ خود بنواخت محصل کلامش ہمیں خواہد بود کہ زید قلم را انساں ساخت واگر گوید کہ زید بقلم نوشت مفادش آں باشد کہ فعل کتابت خاصۂ زید است وقلم را ہیچ وجہ در آں فعل قدرتے و اختیارے نیست وقوتے واقتدارے نے ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

چوں ایں سخن دلنشین وخاطر نشان شد بر اصل مطلب میرویم ومیگوئیم کہ قدرت و اختیار افعال خاصۂ احدیت وقوت واقتدار آثار مختصہ صمدیت بکسے یا چیزے سپردن از مرتبہ امکان بمرتبہ وجوب بیرون است زیرا کہ مبدء قدرت و اختیار آں افعال ومدار قدرت و اقتدار آں آثار نیست الا وجوب وجود پس ہر کہ آں قدرت و اختیار و آں قدرت و اقتدار برائے غیر ثابت میکند محصل کلام ومآل مراقش ہمیں خواہد بود کہ خداوند تعالیٰ او را واجب الوجود گردانیدہ است ازیں تقریر رشیق وتحقیق انیق کہ شنیدی وفہمیدی فوائد بسیاری تواں برداشت ایں جا بیان بعضے از انہا میتواں کرد اول آنکہ بعض افعال خاصۂ الٰہیہ کہ گاہے در ذوات ملائکہ وانبیاء علیہم السلام جلوہ میکند ایشاں را در وقوع آنہا بر ہیچ وجہ قدرتے واختیارے وقوتے واقتدارے نمی باشد - پس آں افعال را چوں خوردن وپوشیدن از جنس افعال اختیاریہ واعمال مقدورہ نمی تواں شمرد وطلب ایقاع وایجاد آنہا از ایشاں بداں ماند کہ از کاتب قطع نظر کردہ باقلم خطاب کنند کہ ہاں اے قلم چنیں وچناں بنویس وبدانند کہ قلم در ایقاع ایں فعل عامل است وقدرت واختیارش محال وباطل وپیش ایشاں برائے ایقاع آں افعال تذلل وتعظیم بجا آوردن وسجدہ بردن چناں باشد کہ پیش قلم غایت تذلل وتعظیم بجا آرند وامید دارند کہ بنا بر قدرتے واختیارے کہ کاتب باو سپردہ ست چنیں وچناں تواند نوشت شعر

فعل خاص حق چو ظاہر در ملک شد یا نبی — اختیار و قدرت ایشاں نہ فہمد جز غبی
اختیار و قدرت آنجا نیست نے بیش و نہ کم — زانکہ ہست آں چوں ظہور فعل کاتب از قلم

دوم آنکہ نسبت تفویض وتصرف وتدبیر کہ بہ بعض ملائکہ وغیرہم میکنند ہماں نسبت قلم وکاتب ست وہماں معنی

ست کہ انشا پردازان می نویسند کہ تفصیل ایں و آں حوالۂ قلم نمودہ ایم نہ آنکہ قدرت و اختیار خلق و تکوین بمجرد ارادہ کن فیکون بایشاں تفویض نمودہ باشد کہ حصول آں موقوف بر حصول وجوب وجود ست کما مر۔

سوّم آنکہ ازیں تقریر سر دلالت معجزات بر رسالت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام نیز می توان دریافت زیرا کہ وقوع آنہا متفرع بر قوۃ مودعہ و قدرۃ مفوضہ نمی باشد و عقل و قدرت و استقلال آنہا در ایجاد آنہا اصلا و مطلقاً جائز نمی دارد و می داند کہ ایں فعل فعلِ خاص جنابِ الٰہی ست و قدرت و اختیار را در آں بہ ہیچ وجہ مدخلے نے و اعطاء قدرت ایں چنیں افعال محال است کہ ظرف تنگ ممکنات دعا ایں چنیں عطیات نمی تواند شد پس گویا ایں چنیں افعال خاصۂ واجب متعال است بزبان حال میگویند کہ ما افعال خاصہ حضرت الٰہی ایم کہ بر نبوت ایں نبی گواہیم۔

چہارم آنکہ مقام فنا کہ بعض اولیاء دست میدہد حقیقتش نہ آنست کہ ایشاں عین ذات واجب الوجود شوند یا قدرت افعال خاصۂ احدیت و آثار مختصہ صمدیت بایشاں مفوض گردد بلکہ غایتش آنست کہ قدرت و اختیار افعال اختیاریہ بشریہ و قوت و اقتدار اعمال مقدورہ انسانیہ از ذات ایشاں بکلی محو مینمایند و بہر وجہ سلب میفرمانید بعد ازاں ہماں افعال خاصہ الٰہیہ در ذوات ایشاں جلوہ میکنند و چوں قلم در دست کاتب خالی از شعور و اختیار و معرا از قوۃ و اقتدار می باشند و ازینجا معنی حدیث فکنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ الحدیث می توان رد۔

پنجم آنکہ دانستن مغیبات کہ در بعض اوقات از انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام رو میدہد ہم ازیں قبیل است یعنی متفرع بر قوتے و قدرتے و شانے و صفتے نیست کہ در ذوات طیبہ ایشاں ودیعت نہادہ باشند بلکہ محض فعل خاصہ الٰہی است کہ ایں جا جلوہ میکند مثل حرکت قلم بہ فعل کاتب۔

ششم آنکہ مشرکین سابقین و لاحقین دریں دو معنی خلط می نمایند کہ واجب تعالیٰ قدرت و اختیار ایں افعال و قوت اقتدار ایقاع ایں آثار بایں ذوات دادہ است و چوں افعال اختیاریہ انسانیہ و اعمال مقدورۂ بشریہ در قبضۂ تصرف آنہا نہادہ و بنا بر ہمیں اعتقاد بے بنیاد پیش آنہا سجدہ می برند و نذور و قرابین و تضرع و زاری بعمل می آرند و داد اشراک میدہند و نمی دانند کہ تا وقتیکہ اینہا واجب الوجود نشوند قدرت و اختیار ایں افعال خاصۂ الٰہیہ حاصل نتوانند کرد۔

ہفتم آنکہ لفظ علم ذاتی و تصرف استقلال و مثل آنکہ در کلام بعض علماء مثل مولانا شاہ ولی اللہ و شاہ عبد العزیز نسبت بکفار واقع شدہ مراد ازاں ہمیں اثبات قدرت و اختیار از درگاہ پروردگار ست کہ موجب شرک کفار نابکار ست ورنہ مشرکین عرب ذات و صفات اصنام را مخلوق خدا و قدرت و اختیار آنہا عطا فرمودۂ جناب کبریا میدانستند کما مر تحقیقہ و وجہ اطلاق لفظ استقلال ظاہر ست زیرا کہ مشرکین بیدین آں افعال خاصۂ الٰہیہ را بہ سبب اعتقاد و تفویض قدرت و اختیار در افعال اختیاریہ و اعمال مقدوریہ داخل نمودند و بر افعال اختیاریہ بندگان جمیع احکام استقلال جاری می شود و استحقاق مدح و ذم طاری گو کہ ہمہ افعال عباد بر قوت و قدرت خداداد مبنی باشد۔

ہشتم۔ آنکہ مشرکین بے تمکین چوں اصنام را بر افعال خاصۂ الٰہیہ قادر و در ایقاع آنہا مختار دانستند و آں مستلزم

وجوب وجود ست و وجوب وجود مستجمع جمیع صفات کمال پس گویا معبود است که او را با خدا برابر و در ہمہ کمالات ہمسر می دانند و بیضاوی ہم اشارتے باین امر میکند آنجا که می گوید وتسمیة ما یعبده المشرکون من دون الله اندادًا وما زعموا انها تساویه فی ذاته وصفاته ولا انها تخالفه فی افعاله لانهم لما ترکوا عبادته الی عبادتها وسموها آلهة شابهت حالهم حال من یعتقد انها ذوات واجبة بالذات قادرة علی ان تدفع عنهم باس الله وتمنحهم مالم یرد الله لهم من خیر انتهٰی ۔ یعنی مشرکین اصنام را واجب الوجود نمی خوانند و در صفات او شریک نمی گردانند لیکن چوں بر منصب استحقاق عبادت می نشانند گویا که در ہمہ چیز برابر می دانند۔

فائدہ ۔ باید دانست که میان افعال اختیاریه عباد با افعال خاصهٔ رب العباد تفاوت بسیار ست چه ایجاد چیزہا که از بندگان او دیده میشود و ادوات مشروط است بشرائط و اسباب مشروط مثلاً نوشتن است که چند چیز می خواهد دوات و قلم و کاغذ و مداد و قط زدن و نور بصر و نور آفتاب و عقل و خیال و اراده و شوق دید و اصابع و حرکت آنها و ایجاد رب العباد نه بآنها منوط نه بآنها مشروط بمجرد اراده ہر چه می خواهد بوجود می آرد حاجت اسباب و آلات ندارد و ایجاد ذاتی را که مبنی بر مجرد اراده است تعبیر بکن فیکون میکند انما امره اذا اراد شیئًا ان یقول له کن فیکون پس اثبات قسم اول از افعال برائے بندگان ایزد متعال صحیح است و اثبات قسم ثانی کفر صریح و شرک قبیح بالجمله طلب افعال اختیاریه از ایشاں رواست و طلب افعال الٰہیه بے جا چه آں مقدور ایشاں است و ایں شان ذات بے نشان ۱۲۔ رساله رد بوارق تصنیف مولوی حسین شاه صاحب بخاری بت شکن صاحب خلعت الهنود ۱۲ فصل اعلم ان معنی تسمیة ما جاءت به الانبیاء معجزة هو ان الخلق عجزوا عن الاتیان بمثلها وهی علی ضربین ضرب هو من نوع قدرة البشر فعجزهم عنه فتعجیزهم عنه هو فعل الله دل علی صدق نبیه کصرفهم عن تمنی الموت و بعجزهم عن الاتیان بمثل القرآن علی رای بعضهم ونحوه وضرب هو خارج عن قدرتهم فلم یقدروا علی الاتیان بمثله کاحیاء الموتٰی وقلب العصا حیة واخراج ناقة من صخرة وکلام شجرة ونبع الماء من بین الاصابع وانشقاق القمر مما لا یمکن ان یفعله احد الا الله تعالیٰ فیکون ذلک علی ید النبی من فعل الله تعالیٰ وتحدیه علیه السلام من یکذبه ان یاتی بمثله تعجیز له ۱۲ شفاء قاضی عیاض صفحه ۱۲۲ قال المتکلمون وتحت المعجزة بکونها فعل الله تعالیٰ و لیست داخلة تحت قدرة البشر ۱۲ شرح الشفا المسمی بفتح الصفاء هل کنت الا بشرًا کسائر الناس رسولا کسائر الرسل فکانوا لا یاتون قومهم الا بما یظهره الله علیهم علی ما یلائم حال قومهم ولم یکن امر الآیات الیهم ولا لهم ان یتحکموا علی الله حتی یتخیروا ۔ بیضاوی ۱۲

امام تورپشتی در کتاب معتمد فی المعتقد در باب دوم در فصل اوّل در معنی نبوت و اثبات آں در ذکر معجزات فرموده که امثال ایں چه یاد کردیم از معجزات انبیاء علیهم الصلوٰة والسّلام جز خدائے تعالیٰ نتواند کردن و در فصل ششم در ایمان بخدائے تعالیٰ فرموده و دلیل بریں آنست که قرآن معجز است و معجز آں باشد که جز خدائے تعالیٰ دیگرے برآں قادر نباشد و اگر قول جبرئیل بودے معجز نبودے و اگر قول پیغمبر بودے ہمچنیں معجز نبودے ۔ ۱۲ مولانا حیدر علی ٹونکیؒ در

بعض مصنفات خود تحریر فرمودہ وکرامت الاولیاء حق ومعجزۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم کذا فی کتب الکلام و مایزعم العوام ان الکرامۃ فعل الاولیاء انفسہم باطل بل ہو فعل اللہ تعالیٰ یظہرہ علی ید الولی تکریماً لہ وتعظیماً لشانہ ولیس للولی و لا للنبی فی صدورہ اختیار اذ لا اختیار لاحد فی افعال اللہ تعالیٰ وتقدس کما فی شرح العقائد العضدیہ للمحقق الدوانی ہی ای المعجزۃ امر یظہر بخلاف العادۃ علی ید مدعی النبوۃ عند تحدی المنکرین علی وجہ یدل علی صدقہم ولا یمکنہم معارضتہ ولہا سبعۃ شروط الاول ان یکون فعل اللہ تعالیٰ او ما یقوم مقامہ من التروک الخ ۱۲۔

اور نیز مولوی حیدر علی صاحب ٹونکی نے بحولہ شرح عقائد جلالی معجزہ کی سات شرطیں لکھی ہیں جن میں سے ایک آن یکون فعل اللہ تعالیٰ او ما یقوم مقامہ من التروک[۱] بھی ہے اور ایسے ہی شرح مواقف میں بھی مذکور ہے۔

المقصد الثانی فی حقیقۃ المعجزۃ والبحث فیہما عن امور ثلثۃ عن شرائط وکیفیۃ حصولہا ووجہ دلالتہا علی صدق مدعی رسالۃ البحث الاول فی شرائطہا وہی سبع الشرط الاول ان یکون فعل اللہ تعالیٰ او ما یقوم مقامہ من التروک و نیز در شرح مواقف درہمیں بحث ذکر کردہ قال الآمدی ہل یتصور کون المعجزۃ مقدورۃ للرسول ام لا اختلفت الائمۃ فیہ فذہب بعضہم الی ان المعجزۃ فیما ذکرہ من المقال لیس ہو الحرکۃ بالصعود او المشی لکونہا مقدورۃ لہ بخلق اللہ فیہ القدرۃ علیہا انما المعجزۃ ہناک نفس القدرۃ علیہا وہذہ القدرۃ لیست مقدورۃ لہ وذہب آخرون الی ان نفس ہذا الحرکۃ معجزۃ من جہۃ کونہا خارقۃ العادۃ ومخلوقۃ اللہ تعالیٰ وان کانت مقدورۃ للنبی وہو الاصح واذا عرفت ہذا فلا یخفی علیک ما فی عبارۃ الکتاب من الاختلال ۱۲۔

اور شرح مقاصد میں بھی یہی اختلاف ائمہ در بارہ مقدوریۃ معجزۃ مذکور ہے بلکہ ایں مبنی است بر آں کہ معجزہ فعل نبی نیست بلکہ فعل خدائے تعالیٰ است کہ بر دست وے اظہار نمودہ بخلاف افعال دیگر کہ کسب ایں از بندہ است و خلق از خدائے تعالیٰ و در معجزہ کسب نیز از بندہ نیست پس معنی ایں آیۃ انیست کہ ما رمیت اذ رمیت صورۃً ولکن اللہ رمی حقیقۃً و آں نیز مراد نیست کہ رمیت خلقا اذ رمیت کسباً زیرا کہ ایں نیز در تمامی افعال جاری است ۱۲۔

مدارج النبوۃ تصنیف شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جلد دوم صفحہ ۱۱۶ مطبع ناصری دہلی۔ مولانا شاہ سخاوت علی صاحب جونپوری کہ اکابر علماء ہند اور اجل خلفاء حضرت سید صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہیں اپنے رسالہ عقائد نامہ اردو میں لکھتے ہیں۔ سوال :۔ کرامت کیا ہے ؟ جواب :۔ خلاف عادت کا کام اولیاء کے ہاتھ سے ہووے جیسے دور کی راہ تھوڑی مدت میں جاوے یا ہوا پر چلے یا کھانا پانی حاجت کے وقت مل جاوے ۔ سوال :۔ کرامت اس کے اختیار میں ہے یا نہیں ؟ جواب :۔ اختیار میں نہیں ہے جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ان کی عزت بڑھانے کو ان کے ہاتھ سے ظاہر کر دیتا ہے ۔ ۱۲

مولانا سید اولاد حسن صاحب قنوجی (شاگرد مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب) کہ اجل خلفاء حضرت سید احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہیں اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں تحت شرح اس آیت شریف کے وان کان کبر علیک اعراضہم الخ

---

[۱] یہ کہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہو یا جو اس کے قائم مقام ہو ترک سے ۔ ۱۲

ازیں آیت کریمہ ہدایہ ضمیمہ چند فوائد معلوم باید کرد یکے آنکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم با یمان قوم خود نہایت حریص بودند اعراض ایشاں از اسلام برآں عالی مقام گراں می نمود۔ دوم آنکہ خواہش آنجناب بود آنکہ ہرگاہ قوم طلب معجزہ کنند آں معجزہ حسبِ خواہش ایشاں ظہور یابد تا باشد کہ ایمان آرند واں نمی شد۔ سوم آنکہ اصدار معجزہ وقبول ایمان بخواہش و اختیار رسول نمی باشد تا او تعالےٰ نخواہد و ارادہ نفرماید وقوع نیابد و نیز خواست حق سبحانہ تابع خواست غیر خود نمی باشد ہرچند آں غیر مقبول و فرستادہ اش باشد[1] ۱۲۔

---

[1] (ترجمہ عبارات مذکورہ ص۱۱ سے) خرق عادت کا بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اپنی قدرتِ کاملہ سے انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کے لئے ایسی باتوں کو ظاہر فرماتے ہیں کہ اس کا صادر ہونا ان کی نسبت سے ممتنع ہوتا ہے اگرچہ دوسرے شخص کی نسبت سے ممتنع نہیں ہوتا ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ بعض اشیاء کا وجود حسب عادتِ الٰہی موقوف ہوتا ہے اس چیز کے اسباب وسامان کے فراہم ہونے پر پس جو شخص کہ سامان وذرائع رکھتا ہے اس سے مذکورہ چیز کا صادر ہونا خرق عادت نہیں ہے اور جس کو مذکورہ ذرائع حاصل نہ ہوں اُس سے البتہ ان باتوں کا ظاہر ہونا منجملہ خرق عادت کے ہے مثلاً کسی کاتب کے لئے لکھنا خرق عادت نہیں ہے اور اس شخص کے لئے جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو لکھنا خرق عادت ہے اور تلوار سے کسی کو مار ڈالنا خرق عادت نہیں ہے اور صرف ہمت و دُعا سے مار دینا خرق عادت ہے۔ پس اس بیان سے واضح ہوگیا کہ یہ لازم نہیں ہے کہ ہر خرق عادت مطلق طاقت بشر سے خالی ہو بلکہ اسی قدر لازم ہے کہ جس شخص سے خرق عادت کا ظہور ہو اس سے اس کا صدور اسباب و ذرائع کے فقدان کی وجہ سے خلافِ عادت ہو۔ پس بہت سی چیزیں ہیں کہ اس کا ظہور مقبولانِ حق تعالیٰ سے خرق عادت کی قسم سے سمجھا جاتا ہے حالانکہ اس قسم کے افعال بلکہ اس سے قوی اور اکمل صاحبان سحر وطلسم سے ممکن الوقوع ہے تو اگر کسی وقت حاضرینِ واقعہ پر یہ ثابت ہو جائے کہ جس شخص سے خرق عادت کا ظہور ہو رہا ہے وہ فن سحر وطلسم میں مہارت نہیں رکھتا ہے تو اس خرق عادت کا اس سے ظاہر ہونا اس کی سچائی کی نشانی ہو سکتی ہے اس بنا پر مائدہ کا آسمان سے نازل ہونا حضرت مسیح علیہ وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ سمجھا جاتا ہے برخلاف اس کے اہلِ سحر بہت کچھ نفیس اشیاء از قسم میوہ و شیرینی شیاطین کی مدد سے حاضر کر لیتے ہیں اور اپنے دوستوں اور ہمنشینوں میں اس پر فخر کرتے ہیں۔ جب خرق عادت کے معنی ظاہر ہو گئے تو اب اس جگہ یہ غور کرنا چاہیئے کہ خرق عادت کیوں ظاہر ہوتا ہے اور کس طرح ظاہر ہوتا ہے جس کے لئے حسبِ ذیل امور قابلِ غور ہیں :-

(۱) اوّل تو یہ جاننا چاہیئے کہ خارق عادت کا ظہور بالذات اسباب ہدایت سے نہیں ہے گو بعض نیک بختوں کے حق میں اتفاقاً ہدایت کا سبب بھی ہو جاتا ہے بلکہ اس کا ظاہر ہونا ہی بالذات اتمام حجت اور مخالفین کو ساکت کرنے اور جھگڑنے والوں کو ملزم بنانے کے لئے ہے۔

(۲) رہا یہ کہ خرق عادت کس طرح ظاہر ہوتا ہے تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ جل شانہٗ اپنی قدرتِ کاملہ سے عالِم کون ومکان میں عجیب وغریب تصرف اپنے مقبولوں میں سے کسی مقبول کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے فرماتے ہیں نہ یہ کہ

خرق عادت کے صادر کرنے کی قدرت اس مقبول بندہ میں ایجاد فرماتے ہیں اور اس کو ظاہر کرنے کا مامور فرماتے ہیں ۔ حاشا وکلا۔ بلکہ اس عالم تکوین میں تصرف کی قدرت صرف قدرت ربانی کے خواص سے ہے نہ کہ قوت انسانی کے آثار سے (رسالہ منصب امامت مصنفہ مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ از صا۲ تا ص۲۳) رہا برکت کا نازل ہونا از ص۲۱ تا ص۲۲۔ و رسالہ ترجمہ منصب امامت از ص۲۱ تا ص۲۳۔ رہا برکت کا نازل ہونا تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ نے اپنی حکمت بالغہ سے جرم آفتاب کو عالم کو منور بنانے کا اور تاریکی کو دفع کرنے کا واسطہ قرار دیا ہے تو چونکہ اطراف عالم میں نور کا پھیلنا اور روئے زمین سے اندھیرے کا مکزور پڑ جانا محض اللہ تعالےٰ کی قدرتِ کاملہ سے ہے اس لئے جو شخص آفتاب کو نور خالق قرار دے گا وہ کافر ہو جائے گا العیاذ باللہ۔ لیکن سنت الٰہیہ اسی طریقہ پر جاری ہے کہ جب آفتاب طلوع کرتا ہے تو تمام عالم منور ہو جاتا ہے اور روئے زمین ظلمت کے غبار سے پاک ہو جاتی ہے۔ اسی طرح چونکہ اُن کے اکابر ملکی ہیں اور بشر فلکی ہے ان کا وجود ایک آفتاب ہے کہ آسمان ملکوت کی بلندی پر تاباں ہے اور ایک چاند ہے جبروت کا کہ ناسوت کی اندھیری شب میں چمک رہا ہے تو ضرور ہے کہ ان کے نزول کے ساتھ ایک نور غیب الغیب سے ظہور فرماتا ہے کہ سبب عالم کی اصلاح اور بنی آدم کے انتظام کا اور باعث اس کے الٹ پلٹ کا اور تغیر اطوار کا ہوتا ہے لہٰذا جو کچھ کہ تغیرات و انقلابات مذکورہ خواہ اقطار عالم میں ہوں کہ اطوار بنی آدم کے ظاہر ہوتے ہیں تمام کے تمام قدرت کاملہ ربانی سے ہیں نہ کہ امکانی طاقت کے نتائج نہ یہ کہ اللہ تعالےٰ جل جلالہٗ ان کو عالم میں آثار تصرف کی قدرت عطا فرماتا ہے اور بنی آدم کے کاروبار ان کے حوالے فرما دیئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی قدرت صرف کرتے ہوں اور یہ گوناں گوں تصرفات اور بوقلموں تغیرات عالم کون و مکان میں ظاہر کرتے ہیں کہ یہ اعتقاد شرک محض ہے اور کفر خالص جو شخص کہ ان بزرگوں کی نسبت ایسا برا عقیدہ رکھے بیشک وہ مشرک و مردود ہے اور راندہ ہوا کافر۔ حاصل کلام تقدیر الٰہی کا نازل ہو جانا کسی کی وجاہت کی بنا پر یا کسی مقبول بارگاہ الٰہی کی دعا سے اس میں تبدیلی کا ہونا ایک امر دیگر ہے اور اسی مقبول سے تصرفات کونی کا صادر ہونا اگرچہ امر الٰہی سے ہو امر دیگر ہے کہ اول عین اسلام ہے اور دوسرا کفر محض ۔ ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

در رسالہ منصب امامت مذکور مصنفہ مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۱۰۰ ترجمہ رسالہ منصب امامت از صفحہ ۶۳ تا صفحہ ۶۴ -)

فائدہ :۔ اگر چاہتے ہو کہ راز اصلی معلوم کرو تو عقل کو کام میں لاؤ اور میری طرف کان لگا کر سنو! وضاحت مقام اور تنقیح مقصد ایک نکتہ کے بیان پر موقوف ہے جس کو خوب غور سے سمجھنا چاہیئے اور وہ یہ ہے کہ کسی چیز کا قدرت و اختیار فرما دینا اور اس کو قوت اقتدار تفویض کرنا ایک دوسرا مفہوم ہے اور اپنے خالص فعل کو کسی چیز میں ظاہر کرنا ایک دوسرا مضمون ہے، مثلاً یہ کہہ سکتے ہیں کہ زید نے قلم سے لکھا اور اپنے فعلِ خاص کو جو کتابت ہے قلم میں ظاہر کیا۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ زید نے حرکت کے اختیار و قدرت کو اور اقتدار کتابت کی قوت کو قلم کے سپرد کر دیا اس لئے کہ تاوقتیکہ قلم زید کے مثل انسان نہ ہو گا۔ حرکت کے اختیار و قدرت کو اور اقتدار کتابت کی قوت کو حاصل نہیں کر سکتا اور انسان کی خاصیت کو ہاتھ میں نہیں لا سکتا۔ تو اگر کوئی شخص یہ کہے کہ زید نے قلم کو قدرت و اختیار لکھنے کا دے دیا اور اپنے قلم کو تفویض سے

نوازدیا تواس کا ماحصل یہ ہُوا کہ زید نے قلم کو انسان بنادیا اور اگر یہ کہے کہ زید نے قلم سے لکھا تو اس کا مطلب یہ ہُوا کہ فعل کتابت زید کا خاصہ ہے اور قلم کو کسی طرح بھی اس فعل میں نہ کوئی قدرت و اختیار ہے نہ قوت و اقتدار۔ ع۔
ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

جب یہ بات دل نشیں اور خاطر پر جم گئی تو اب ہم اصل مطلب پر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ افعال کا اختیار و قدرت خاصۂ جناب احدیت اور آثار پر اقتدار و قوت مخصوصہ جناب صمدیت کسی شخص کو یا کسی چیز کے سپرد کر دینا مرتبہ امکان سے مرتبہ وجوب کے باہر ہے اس لئے کہ مبدء قدرت و اختیار ان افعال کا اور مدار قوت و اقتدار ان آثار کا بجز وجوب وجود کے کچھ نہیں تو جو شخص اس قدرت و اختیار کو اور اس قدرت و اقتدار کو دوسرے کے لئے ثابت کرے گا اس کا حاصل کلام اور مقصود اصلی یہ ہو گا کہ اللہ تعالےٰ نے اس کو واجب الوجود بنا دیا ہے۔ اس بہترین تمہید اور نادر تحقیق سے جو تم نے سنا اور سمجھ لیا بہت سے فائدے اٹھا سکتے ہو جس میں سے یہاں کچھ بیان کئے جاتے ہیں۔

اوّل تو یہ کہ بعض افعال خاصۂ الٰہیہ کہ کبھی ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام کی ذات ہائے قدسیہ میں جلوہ کرتے ہیں ان نفوس قدسیہ کو ان چیزوں کے واقع کرنے پر کسی قسم کی قدرت و قوت و اقتدار نہیں ہوتا ہے۔ پس ان افعال کو مثل کھانے اور پہننے کے افعال اختیاری اور اعمال مقدورہ کی جنس سے نہ سمجھنا چاہیئے اور ان امور کے واقع ہونے اور ایجاد کرنے کا ان لوگوں سے مطالبہ ایسا ہی ہے کہ کاتب سے قطع نظر کر کے کوئی شخص قلم سے خطاب کرے کہ ہاں اے قلم ایسا اور ایسا لکھ بلکہ یہ یقین رکھیں کہ قلم اس قسم کا فعل واقع کرنے میں مجبور محض ہے اور اس کی قدرت و اختیار محال اور باطل ہے اور ان کے آگے ان افعال کے واقع کرنے کے لئے عاجزی کرنا اور تعظیم بجالانا اور سجدہ کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ قلم کے آگے نہایت ہی عاجزی اور تعظیم بجالائیں اور یہ امید رکھیں کہ جو قدرت و اختیار کہ کاتب نے اس کے سپرد کر دیا ہے اس کے لحاظ سے وہ ایسا اور ایسا لکھ سکتا ہے جیسا کہ ایک شاعر نے ایک شعر کہا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

" اللہ تعالیٰ کا فعل خاص جو فرشتہ یا نبی میں ظاہر ہوا۔ ان کی قدرت اور ان کا اختیار سوائے غبی کے کوئی نہ سمجھا وہاں پر تو اختیار و قدرت نہ کم ہے نہ زیادہ اس لئے کہ وہ ایسے ہی ہے کہ جیسے کاتب کے فعل کا قلم سے ظہور ہوتا ہے۔

دُوسرا:۔ یہ کہ سپردگی و اختیار و تدبیر کی نسبت جو بعض فرشتوں سے بھی کرتے ہیں وہی قلم اور کاتب کی نسبت ہے اور وہی مطلب ہے کہ انشاء پرداز لکھتے ہیں کہ اس کی اور اس کی تفصیل ہم حوالۂ قلم کر چکے ہیں نہ یہ کہ خلق و تکوین کا اختیار و قدرت بمجرد ارادہ کن فیکون ان کے حوالے ہو گئی ہو کہ اس کا حاصل ہونا وجوب وجود کے حاصل ہونے پر موقوف ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

تیسرا:۔ یہ کہ اس تقریر سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی رسالت پر معجزات سے دلالت کا راز بھی معلوم ہو سکتا ہے اس لئے کہ ان کا واقع ہونا قوت مودعہ اور قدرت مفوضہ پر متفرع نہیں ہو سکتا ہے اور ان کی قدرت و استقلال کو ان چیزوں کے ایجاد میں عقل ہرگز اور مطلقاً جائز نہیں رکھتی ہے اور جانتی ہے کہ یہ فعل افعال خاصہ جناب الٰہی سے ہے اور قدرت و اختیار کو اس میں کسی وجہ سے بھی دخل نہیں ہے اور اس قسم کے افعال کی قدرت عطا کرنا محالات سے

ہے اس لئے کہ ممکنات کا تنگ ظرف اس قسم کے عطیات کا متحمل نہیں ہو سکتا ہے تو گویا اس قسم کے افعال خاصہ واجب متعال سے ہیں اور بزبان حال کہتے ہیں کہ ہم افعال خاصہ حضرت الٰہی ہیں کہ اس نبی کی نبوت پر گواہ ہیں۔

چوتھا :۔ یہ کہ مقام فناء جو بعض اولیاء کو حاصل ہوتا ہے اس کی حقیقت یہ نہیں ہے کہ وہ لوگ عین ذات واجب الوجود ہو گئے ہیں یا افعال خاصہ جناب احدیت اور آثار مخصوص جناب صمدیت کی قدرت ان کے حوالے ہو گئی ہے۔ بلکہ حد یہ ہے کہ قدرت واختیار افعال اختیاریہ بشر اور قوت و اقتدار اعمال مقدورہ انسانی ان کی ذات سے بالکلیہ محو فرما دیتے ہیں اور ہر طریقہ سے سلب فرما لیتے ہیں۔ اس کے بعد وہی افعالِ خاصۂ الٰہیہ ان کی ذات میں جلوہ کرتے ہیں اور چونکہ کاتب کے ہاتھ میں قلم شعور و اختیار سے خالی اور قوت و اقتدار سے معرا ہوتا ہے اور یہی معنی اس حدیث کے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ " میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سُنتا ہے اور اس کی بصارت جس سے وہ دیکھتا ہے "۔ الحدیث

پانچواںؔ :۔ یہ کہ امورِ غیبیہ کا جاننا کہ بعض اوقات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ظاہر ہوتا ہے وہ بھی اسی قسم سے ہے یعنی کسی قوت و قدرت و شان و صفت پر متفرع نہیں ہے کہ ان لوگوں کی ذات قدسی صفات میں ودیعت رکھ دیئے ہوں بلکہ یہ محض خاصۂ الٰہی کے افعال سے ہے کہ اس جگہ جلوہ کرتا ہے جیسے قلم کی حرکت کاتب کے قلم سے۔

چھٹاؔ :۔ یہ کہ گذشتہ وموجودہ مشرکین ان دو معنی کو مخلوط کر دیتے ہیں کہ واجب تعالےٰ (یعنی اللہ تعالیٰ) نے ان افعال و قوت و اقتدار کا قدرت و اختیار ان آثار کے واقع کرنے کے لئے ان ہستیوں کو عطا فرما دیا ہے اور چونکہ انسان کے افعال اختیاری اور بشر کے اعمال مقدورہ ان کے قبضۂ تصرف میں رکھ دیا ہے اور اسی بے بنیاد عقیدہ کی بناء پر ان کے آگے سجدہ کرتے ہیں اور نذریں اور تضرع و زاری عمل میں لاتے ہیں اور اشراک کی داد دیتے ہیں اور یہ نہیں جانتے ہیں کہ جب تک کہ یہ واجب الوجود نہ ہوں یہ افعال خاصۂ الٰہیہ کی قدرت و اختیار حاصل نہیں کر سکتے۔

ساتواںؔ :۔ یہ کہ الفاظ علم ذاتی اور تصرف استقلال وغیرہ کہ بعض علماء کے کلام میں جیسے کہ مولانا شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے کفار کی نسبت استعمال کیا ہے اس سے مراد درگاہِ پروردگار سے اسی قدرت و اختیار کا ثابت کرنا ہے جو کفار نابکار کے شرک کا موجب ہے ورنہ مشرکین عرب تو ذات و صفات اصنام کو مخلوقِ خدا اور ان کے قدرت و اختیار کو جناب کبریا کا عطا فرمایا ہُوا جانتے تھے جیسا کہ اس کی تحقیق گزر چکی اور لفظ استعمال کو مطلق رکھنے کی وجہ ظاہر ہے اس لئے کہ مشرکین بے دین ان افعال خاصۂ جناب احدیت کو بہ سبب اعتقاد اور تفویض قدرت و اختیار کے افعالِ اختیاریہ و اعمالِ مقدوریہ میں داخل کرتے تھے اور بندوں کے افعالِ اختیاریہ پر تمام احکام استقلال جاری ہوتے ہیں اور مدح وذم کا استحقاق طاری ہوتا ہے اگرچہ کہ تمام افعال بندوں کے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوت و قدرت پر مبنی ہیں۔

آٹھواںؔ :۔ یہ کہ مشرکین بے تمکین چونکہ بتوں کو افعال خاصۂ الٰہیہ پر قادر اور اس کے واقع کرنے میں مختار سمجھتے ہیں اور یہ مستلزم وجوب وجود کا ہے اور وجوب وجود جامع تمام صفات کمال کا ہے تو گویا وہ ایسا معبود ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے برابر اور تمام کمالات میں ہمسر جانتے ہیں اور بیضاوی بھی اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ " اور مشرکین اللہ تعالیٰ کے سوا جس کی عبادت کرتے ہیں اس کا انداد نام رکھنا اور انہوں نے جو یہ گمان کیا ہے کہ وہ اس کی ذات وصفات

میں برابر ہے اور یہ کہ وہ اس کے افعال میں مختلف نہیں ہیں اس لئے کہ انہوں نے اس کی عبادت کو چھوڑ کر ان کی عبادت اختیار کرلی ہے اور ان کا نام " آلہتہ " رکھ دیا ہے تو اُن کا حال اُس شخص کے مشابہ ہے جو یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ ذات واجب ہیں بالذات جو قادر ہیں اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو ان سے رفع کریں اور ان کو وہ بھلائی عطا کردیں جو اللہ تعالیٰ ان کو دینا نہیں چاہتا " (ختم)

یعنی مشرکین اصنام کو واجب الوجود نہیں کہتے ہیں اور اس کی صفات میں شریک نہیں کرتے ہیں لیکن جب منصب استحقاق عبادت پر بٹھلاتے ہیں تو گویا کہ تمام چیزیں برابر جانتے ہیں۔

فائدہ :- جاننا چاہیئے کہ رب العباد کے افعال خاصہ کے ساتھ بندوں کے افعال اختیاریہ میں بہت بڑا فرق ہے۔ کیونکہ وہ بندوں سے جن چیزوں کی ایجاد آلات و ذرائع کے ساتھ کراتا ہے وہ چند شرائط واسباب کے ساتھ مشروط ہے۔ مثلاً لکھنے کے لئے چند چیزوں کی ضرورت ہے قلم۔ کاغذ۔ قط لگانے والا چاقو اور آنکھوں کی روشنائی اور نور آفتاب اور عقل وخیال و ارادہ اور دیکھنے کا اشتیاق اور انگلیاں اور ان کی حرکت اور رب العباد کی ایجاد نہ اُن سے مربوط نہ ان کے ساتھ مشروط بلکہ ارادہ کے ساتھ جو کچھ چاہتا ہے وجود میں لاتا ہے اور اسباب وذرائع کی کوئی حاجت نہیں رکھتا اور ایجاد کذائی کو جو صرف ارادہ پر مبنی ہے کن فیکون سے تعبیر کرتا ہے انما امرہ اذا اراد شئیا ان یقول لہ کن فیکون۔ یعنی جب اس کا کسی کام کو حکم ہوتا ہے تو وہ اس کو کہتا ہے کہ ہوجا تو وہ ہوجاتا ہے۔ پس قسم اوّل کا ثابت کرنا بندوں کے لئے افعال ایزد متعال کی طرف سے تو یہ صحیح ہے۔ اور قسم ثانی کا ثابت کرنا تو کفر صریح ہے اور شرک قبیح۔ حاصل کلام یہ ہُوا کہ ان سے افعال اختیاریہ کا طلب کرنا تو صحیح ہے اور افعالِ الٰہیہ کا طلب کرنا بیجا ہے کیونکہ اوّل الذکر ان کا مقدور ہے اور ثانی الذکر ذات بے نشان کی شان ہے۔ ۱۲ رسالہ ردبوارق مصنفہ مولوی حسین شاہ صاحب بخاری بت شکن صاحب خلعت الہنود۔ بوارق مصنفہ مولوی فضل رسول بدایونی کا۔

جان لو! کہ انبیاء نے جو چیزیں پیش کی ہیں ان کو معجزہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ مخلوق اس کا مثل لانے سے عاجز ہے اور وہ دو قسم پر ہے۔ ایک قسم تو وہ ہے جس پر جنس انسانی قدرت تو رکھتی ہے لیکن اس سے عاجز ہوگئی تو ان کے عاجز ہونے کی وجہ سے وہ اللہ تعالےٰ کا فعل ہوگئی جو اس کے نبی کے صدق پر دلیل ہے جیسے موت کی تمنا سے ان کو پھیر دینا اور ان کو عاجز کر دینا ہے۔ قرآن کا مثل بنانا ان کے بعض کی رائے کے مطابق[۱] اور اسی کے مثل اور ایک قسم وہ ہے جو اُن کی قدرت سے ہی باہر ہے کہ اس کا مثل لانے سے وہ عاجز رہ گئے جیسے مردہ کو زندہ کرنا اور عصاء کا سانپ میں بدل جانا اور پتھر سے اونٹنی کا نکالنا اور درخت کا باتیں کرنا اور انگلیوں سے پانی کا بہنا اور چاند کا پھٹ جانا کہ جس کو بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں کرسکتا تو اس کا ظہور نبی کے ہاتھ پر ہوگا لیکن ہوگا اللہ تعالےٰ کا فعل اور نبی علیہ السلام کی طرف سے چیلنج اس

---

[۱] یعنی وہ بنا ہے ان کے پھیرنے کی جیسے معتزلہ میں نظام اور شیعوں میں مرتضیٰ اور حق تو یہ ہے کہ ان کا عجز قرآن کے مثل لانے سے اس وجہ سے تھا کہ قرآن مجید انتہائی فصاحت وبلاغت کے درجہ میں تھا۔

کو جو ان کی تکذیب کرے کہ اس کا مثل لا سکے جو اس کو عاجز کرنے کے لئے ہو گا ۱۲۔شفاء قاضی عیاض صفحہ ۱۲۲ متکلمین کہتے ہیں اور معجزہ کے تحت فعل الٰہی ہونے کی بناء پر اور یہ کہ وہ طاقت بشری کے تحت داخل نہیں ہے۔ ۱۲ شرح شفاء المسمی بفتح الصفاء کہ میں تو تمام لوگوں کے مثل آدمی ہوں اور تمام رسولوں کے مثل رسول ہوں تو اپنی قوم کے پاس بجز اس چیز کے نہیں لاتے تھے کہ جس کو اللہ تعالیٰ ان پر ظاہر کر دے جو ان کی قوم کی حالت کے مناسب ہو اور آیات کا حکم ان کو یا ان کے لئے یہ نہ تھا کہ وہ اللہ تعالے پر حکم کریں جس وقت وہ چاہیں۔ بیضاوی شریف ۱۲

امام تورپشتی نے کتاب معتمد فی المعتقد کے دوسرے باب کی پہلی فصل میں نبوت اور اس کے اثبات کے معنیٰ میں معجزات کے ذکر میں فرمایا ہے کہ یہ جو کچھ ہم نے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے معجزات بیان کئے بجز اللہ تعالے کے کوئی نہیں کر سکتا اور چھٹی فصل میں اللہ تعالیٰ پر ایمان کے بارہ میں فرمایا کہ دلیل اس پر یہ ہے کہ قرآن معجز ہے اور معجزہ وہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالے کے سوائے اس پر کوئی قادر نہ ہو اور اگر جبرائیل کا قول ہوتا تو معجز نہ ہوتا اور اگر خود پیغمبر کا بھی قول ہوتا تو معجز نہ ہوتا۔

مولانا حیدر علی ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی بعض تصانیف میں تحریر فرماتے ہیں کہ اور کرامت اولیاء حق ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اسی طرح کتب کلام میں ہے اور جو عوام کا خیال ہے کہ کرامت خود اولیاء کا فعل ہے تو یہ باطل ہے بلکہ وہ اللہ تعالے کا فعل ہے جس کو وہ ولی کے ہاتھ پر اس کی عزت افزائی کے لئے اور اس کی شان کی عظمت کے لئے ظاہر فرماتا ہے اور کسی ولی یا نبی کو اس کے صادر ہونے کا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے افعال میں کسی کو اختیار نہیں جیسا کہ شرح عقائد عقدیہ مصنفہ محقق دوانی میں ہے "وہ یعنی معجزہ ایک ایسا معاملہ ہے جو خلافِ عادت مدعی نبوت کے ہاتھ پر منکرین کو چیلنج دینے کے لئے ظاہر ہوتا ہے اس طریقہ پر جو اُن کے صدق پر دلیل ہو اور منکرین سے اس نبی کا مقابلہ ممکن نہ ہو سکے اور اس کی سات شرطیں ہیں:۔

اوّل یہ کہ وہ اللہ تعالے کا فعل ہو یا جو اس کے قائم مقام ہو ترک سے "الخ

دوسرا مقصد معجزہ کی حقیقت کے بیان میں اور اس میں بحث تین امور سے ہوتی ہے۔ شرائط سے اور اس کے حصول کی کیفیت سے اور مدعی کے صدق پر اس کی دلیل کے طریقہ سے رسالہ پہلی بحث شرائط میں اور وہ سات شرطیں ہیں اوّل یہ کہ اللہ تعالے کا فعل اور اس کے قائم مقام ہو ترک سے و نیز شرح مواقف میں اسی بحث میں ذکر کیا ہے کہ آمدی نے فرمایا ہے کہ کیا یہ تصوّر کیا جا سکتا ہے کہ معجزہ کی قدرت رسول کی ہے یا نہیں تو ائمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے بعض تو یہ کہتے ہیں کہ معجزہ جیسا کہ مقال میں ذکر کیا گیا ہے حرکت کا نام نہیں ہے چڑھنے یا چلنے سے کیونکہ وہ اس کی قدرت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں اس قدرت کو پیدا کر دیتا ہے جو اس پر ہوتی ہے بلکہ یہاں پر معجزہ سے مراد بنفسہٖ اس پر قدرت ہے اور یہ قدرت اس کی مقدورہ نہیں ہوتی اور دوسروں کا یہ خیال ہے کہ یہ حرکت بنفسہٖ معجزہ ہے اس وجہ سے کہ وہ خارق عادت ہے اور اللہ تعالے کی مخلوق ہے اور اگرچہ نبی کی قدرت کے اندر ہے اور یہی صحیح ہے اور جب تم نے یہ سمجھ لیا تو تم پر پوشیدہ نہ رہے گا جو کچھ کتاب میں خلل ہے بلکہ یہ اس بات پر مبنی ہے کہ معجزہ نبی کا فعل نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے کہ نبی کے ہاتھ پر ظاہر کیا ہے۔ بخلاف دوسرے افعال کے کہ یہ بندہ کا کسب ہے اور اللہ تعالے کی خلقت اور معجزہ میں کسب بھی

بندہ کا نہیں ہے تو اس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ نہیں مارا تم نے جب کہ تم نے مارا صورۃً بلکہ اللہ نے مارا حقیقتاً اور وہ بھی مراد نہیں ہے کہ میں نے پیدا کر کے مارا جبکہ تم نے کسب کے ذریعہ مارا۔ اس لئے کہ یہ تمام افعال میں جاری ہے۔

اور اگر آپ پر ان کا منہ پھیر لینا بھاری ہے الخ اس آیت کریمہ ہدایت ضمیمہ سے چند فائدے معلوم کرنا چاہیئے۔ ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے ایمان پر بہت حریص تھے اسلام سے ان کا منہ پھیر لینا ان عالی مقام پر بہت گراں تھا۔ دوسرا یہ کہ آنجناب کی خواہش تھی کہ جب قوم معجزہ طلب کرے تو وہ معجزہ اُن کے حسبِ خواہش پورا ہو جائے۔ تاکہ یہ ممکن ہو سکے کہ وہ ایمان لائیں اور یہ نہیں ہوتا تھا۔ تیسرا یہ کہ معجزہ کو صادر کرنا رسول کی خواہش و اختیار سے نہ ہوتا تھا جبکہ اللہ تعالےٰ خود نہ چاہے اور خود ارادہ نہ فرمائے واقع نہیں ہوتا تھا اور نیز حق سبحانہٗ تعالیٰ کا ارادہ اپنے غیر کی خواہش کے تابع نہیں ہوتا تھا اگرچہ کہ وہ غیر شخص اس کا مقبول اور بھیجا ہُوا ہی ہو۔

(۴) مرزا حفیظ اللہ بیگ صاحب در خط مولوی محمد حسین صاحب مراد آبادی۔ السّلام علیکم! مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کا کہنا حق ہے اور سب اُن کے موافق ہیں کوئی مخالف نہیں۔ عبارت مواقف و مقاصد بھی ان کے موافق ہے۔ مولوی اسمٰعیل صاحب قدرت کلیہ کے منکر ہیں کہ قدرت دیگر متصرف کر دیویں جیسا دیگر افعال اختیاریہ کی قدرت ہے کہ عادتِ الٰہی ہے جب قصد کرے ویسا ہی ہو جاوے تصرفات میں یہ نہیں۔ جیسا ملکہ نے کلکٹر کو اختیار دے کر متصرف بنا دیا۔ سو افعال اختیاریہ ہیں عادت تصرف ہوتا ہے ظاہرا اور فعل حق تعالیٰ کا مخفی ہے اور معجزات و تصرفات میں ظاہر بھی عجز ہے مثل قلم کے مگر جزیۃً قدرت محدود اس فعل تک نبی و ولی میں ہوتی ہے کہ وہ عالم اس امر عالم کا ہے کہ مجھ سے یہ امر صادر کراتے ہیں اور مجھ کو قصداً اس فعل کے کرنے کا حکم ہے پس قلم جیسی حرکت ہوئی مگر قلم علم سے عاری ہے نبی کو علم و ارادہ و توجہ بھی ہوتا ہے۔ اس علم و توجہ کو اختیار جزئی سے تعبیر کرتا ہوں۔ سو اس کا اثبات شرح مواقف و مقاصد میں ہے اور کلام مولوی اسمٰعیل صاحب مرحوم و دیگر علماء اس کا انکار نہیں کرتے بلکہ قدرت دے کر فارغ ہونا کہ مثل قدرت دیگر افعال کے عادۃً کہ وقت قصد کے جب چاہیں کر لیا کریں کہ جس کو اختیار کلی و قدرت کلیہ کہتا ہوں اس کا انکار ہے۔ پس یہ تو اصل مراد ہے اگر ضرورت ہو گی تو پھر شرح عبارت مقاصد کی کر دوں گا ورنہ غالباً آپ کو حاجت زیادہ لکھنے کی نہ ہووے گی۔ والسّلام

(۵) اگر طاق والماری میں میں کتب شریعت و قرآن و حدیث رکھی ہوں سر کے برابر ہے تو کچھ حرج نہیں ہے اور اگر سر کے نیچے پشت کے برابر ہے تو خلاف ادب کے ہے۔

کتابُ الاخلاق وَالتصوّف

اخلاق اور تصوّف کے مسائل

طریقت اور شریعت کا فرق

سوال :۔ شریعت کہ جس کو علم سفینہ اور طریقت کہ جس کو علم سینہ کہتے ہیں فی الحقیقت یہ ایک چیز ہیں یا دو۔ اگر یہ ایک ہی ہیں تو فقط علم ظاہر سے ہی تزکیہ کیوں نہیں ہو جاتا اور ہر عالم صوفی کیوں نہیں ہوتا اور ہر صوفی کو عالم ہونا کیوں شرط نہیں ہے اور جو حضرات علم ظاہری کے مجتہد ہوئے انہوں نے طریقت کا اجتہاد کیوں نہ فرمایا۔ مثلاً حضرت امام اعظم صاحبؒ شریعت کے امام ہیں اور خواجہ معین الدین چشتیؒ طریقت کے مجتہد ہیں۔ کہیں اس کے برعکس نہیں سنا گیا۔ صوفیاء کرام نے جو اشغال اذکار مراقبہ ذکر جہر ذکر ارہ رگ کیماس کا پکڑنا تصور شیخ ضربیں لگانا چلّہ کرنا حبس دم وغیرہ وغیرہ بہت سے امر تعلیم فرمائے کہیں یہ بات نہیں سُنی گئی کہ امام اعظم صاحبؒ نے بھی کوئی بات اس قسم کی کہیں کسی کو تعلیم فرمائی ہو یا حضرت خواجہ صاحبؒ نے کسی مسئلہ شریعت میں اجتہاد فرمایا ہو یا ان کو کوئی شخص امام اور مجتہد جانے یا امام صاحبؒ کو کوئی شخص طریقت کا امام جانے۔ بلکہ بعض علماء کو تو تصوف کے ہونے سے ہی انکار ہے۔ میری یہ غرض ہرگز نہیں کہ طریقت شریعت کے خلاف ہے یا امام صاحب طریقت نہیں جانتے تھے یا حضرت خواجہ صاحبؒ شریعت نہیں جانتے تھے معاذ اللہ منہ۔ مثلاً حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سراپا انوار سے فیض یاب نہ ہوئے تھے اور کوئی عالم بھی ایسے نہ تھے کہ اپنے زمانہ کے عالم ہوں لیکن ان کو فیض باطنی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر عطا ہُوا تھا کہ وہ واصل الی اللہ ہوئے اور تمام صوفیوں کے سرحلقہ اور اہل سلسلہ اور مقتدا ہوئے اور ان سے انشاء اللہ تعالیٰ تا قیامت سلسلہ جاری رہے گا۔ اگر طریقت علم ظاہری کی ہی وجہ سے ہوتی تو سلسلۂ رویہ میں غالباً بہت سے آدمی حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے علم ظاہری میں زیادہ ہوئے ہوں گے تو اس قیاس سے جو عالم و فاضل زیادہ ہو وہی مرتبہ ولایت میں زیادہ ہونا چاہیئے اور یہاں اس کے برعکس معاملہ ہے۔

اس میں ایک صوفی صاحب یہ جواب دیتے ہیں کہ یہاں علم ظاہری کا کچھ تعلق نہیں ہے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت تھی لہٰذا یہ بڑے لوگ ہوئے اور جن کو اولیاء اللہ سے نسبت ہوگی وہ اسی درجہ کے ولی ہوں گے۔ مثلاً حضرت بابا صاحبؒ اور حضرت صابر صاحبؒ وحضرت نظام الدین وغیرہم یہ سب لوگ عالم اور بڑے فاضل ہیں۔ لیکن ان سے اس وقت تک علم ظاہری کا کوئی سلسلہ نہیں سنا گیا اور طریقت میں یہ اہلِ سلسلہ ہیں ہزارہا عالم فاضل اُن کے سلسلہ طریقت میں موجود ہیں مگر زمرۂ علماء میں ان کا کوئی پتہ نہیں اور نیز ابن تیمیہ اور ابن قیمؒ محدث کو جو نقد حدیث میں بڑے فاضل ہیں۔ لیکن اُن سے کوئی سلسلہ صوفیوں میں نہ چلا بلکہ زمرۂ صوفیوں میں اُن کا کہیں نام نہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ حالانکہ طریقت اور شریعت ایک ہوں اور ایک ان میں سے صوفی ہو اور ایک ان میں سے عالم ہو یہ کیا معنی۔ امام محمد غزالیؒ شافعی ہیں اور حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ حنبلی ہیں، بڑے پیر صاحب حنبلی ہیں لیکن یہ لوگ حنفی صوفیوں کے بھی مقتداء ہیں اور اہلِ نسبت

کو برابر اُن سے فیض ہوتا ہے اور کبھی لحاظ مذہب کا اس میں نہیں ہوتا۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

علم حق در علم صوفی گم شود　　　این سخن کہ باور مردم شود

یعنی اس بات کا آدمیوں کو کب یقین آئے گا کہ علم حق صوفیوں میں ہے اور یقین نہ آنے کی وجہ کیا ہے یہ ہے کہ آدمی جانتے ہیں کہ خدا کا جو علم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ارشاد ہے وہ کتابوں پر ختم ہو گیا ہے جو کچھ ہے وہ علماء ظاہر ہی جانتے ہیں اور یہاں اس کے برعکس معاملہ ہے علم شریعت علماء کو عطا ہوا اور علم طریقت فقراء کو عطا ہوا۔ اور اگر مولانا کی یہ غرض نہ ہوتی تو یوں فرماتے کہ علم حق در علم عالم گم شود اور مصرعہ ثانی کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ ہر عالم صوفی ہونا تو کیا معنی بلکہ بہت سے عالم تو صوفیوں کی روایت بھی نہیں لیتے۔ مثلاً اگر کسی فقط عالم سے پوچھا جائے کہ اہلِ نسبت کو قبر اولیاء سے مراقب ہونا کیسا ہے اور دل میں مرشد کا خیال جمانا اور اس کا تصور کرنا جائز ہے یا نہیں تو وہ عالم صاحب بے محابا یہ فرمائیں گے کہ یہ شرک ہے کفر ہے گور پرستی اور تصور پرستی ہے اور ہرگز یہ خیال نہ فرماویں گے کہ پہلے صوفی ہی اس کو رکن اعظم فرما چکے ہیں ہم صرف حرام ہی پر اکتفا کر لیں۔ شرک اور کفر بتانے میں تو بہت سے آدمی مرتکب کفر ہو جائیں گے تو اب ایسے علماء کو بھی کیا صوفی جانیں نہیں نہیں بلکہ اس کا جواب یہ ہے کہ بھائی شریعت اور چیز ہے اور طریقت اور چیز ہے۔ یہ حضرات جو فرماتے ہیں ان کا فرمانا بھی بجا ہے جو شخص واقفِ طریقت نہ ہو اہلِ نسبت نہ ہو واقعی وہ یہی کہیگا کہ چشت پرستی ہے اور تصور پرستی جو اہلِ مذاق ہو تو اُس کو بے شک ان باتوں سے فیض ہوتا ہے۔ چنانچہ صوفیاء چشت کی بہت کتابیں ان مقدمات سے مملو ہیں۔

اکثر صوفیاء فرماتے ہیں کہ علم حجاب اکبر ہے پھر شریعت اور طریقت کو ایک چیز کیسے جانیں گے۔ حضرت مولانا مخدومنا ہادینا حاجی محمد امداد اللہ صاحب سلمہ اپنے کلمات پند و نصیحت میں فرماتے ہیں کہ بعد ادائے فرائض و واجبات و سنن شغل بہ باطن گذارد و برزبہ یادتی اوراد و نوافل نہ پردازد بلکہ شغل باطنی فرائض دائمی بداند " اگر کسی فقط عالم سے کہ جو صوفی نہ ہو یہ مسئلہ دریافت کیا جائے تو بے شک وہ کہہ دے گا کہ نماز افضل العبادت ہے ہر وقت اسی میں رہنا چاہئے۔ نوافل سے قُرب ہوتا ہے اور شغل باطن چیز ہی کیا ہے صرف صوفیوں کی باتیں ہیں تو اب ہم اُسے سوائے اس کے اور کیا کہیں کہ بھائی وہ عالم صاحب اس راہ سے واقف نہیں شغل ایسی چیز ہے کہ بعض اوقات میں جمیع عبادت سے بہتر ہوتا ہے اور جو نہ جانے اس کا کہنا خلاف ہے۔ اب میں یہ چاہتا ہوں کہ شریعت اور طریقت کے ایک ہونے کی کیا دلیل ہے اور فی الحقیقت یہ ایک ہی چیز ہے یا دو اور اس میں صوفیاء کیا فرماتے ہیں ؟

جواب : ۔ اس سوال کو بے فائدہ اس قدر طویل لکھا خلاصہ جواب یہ ہے کہ علم شریعت و علم طریقت ایک ہی ہے اور شریعت و طریقت بھی ایک ہی ہے، جب آدمی کو حکم شریعت معلوم ہوا علم شریعت حاصل ہوا۔ اور جب کنہ اس حکم کی معلوم ہوئی وہ علمِ طریقت ہوا اور عمل بقدر ادائے فرض و واجب کے بتکلف نفس سے کرنا عمل بشریعت کہلاتا ہے اور جب اخلاص وحب حق تعالیٰ تہ دل میں ساری ہو گئی اس کو عمل بطریقت کہتے ہیں، جب تک کشاکش علم و عمل کی ہے شریعت ہے جب طمانیت ہو گئی وہ طریقت ہے ابتداء اور انتہا کا فرق ہے جس نے اصل شئے کے واحد ہونے کو خیال کیا ایک کہا اور یہ بھی درست ہے جس نے اول آخر کا تفرقہ کیا دو کہہ دیا یہ بھی صحیح ہے مطلب دونوں کا واحد ہے اور ائمہ مجتہدین بھی صاحبِ طریقت

تھے مگر اس فن کی تحقیق میں مصروف نہ ہوئے کہ ظاہر شریعت فرض تھا اس کا شرح کرنا زیادہ ضروری جانا اگرچہ طریقت سے خوب ماہر تھے کہ طریقت احادیث سے ہی ثابت و مستنبط ہے اور اکثر ائمہ طریقت عالم تھے مگر وہ ظاہر شرع کی تحقیق میں مصروف نہ ہوئے کہ ایک جماعت علماء کی اس میں تھی وہ کافی تھی انہوں نے باطنی شرح کی تحقیقات لکھی۔ ہر ہر فن کو ایک ایک جماعت نے لیا۔ اور بعض اولیاء جو قدر ضرورت علم رکھتے تھے وہ ماہر و عالم دقایق طریقت کے تھے مگر دونوں امر کو تحریر نہیں کیا۔ بہر حال بعض علماء دونوں علم کے محقق و متبحر تھے اور بعض ایک کے اور بعض دونوں میں دوسرے سے کم تھے۔ اس کے تفاوت سے سمجھ لینا چاہیئے مگر ضروری علم شرح سے سب واقف تھے کہ بجز امتثال حکم شرع کے عمل مقبول نہیں ہوتا اور بدوں قبول عمل کے ولایت نہیں ملتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شریعت اور طریقت کا فرق

سوال :۔ شریعت اور طریقت دو ہیں یا ایک ؟ اگر دو ہیں تو کس صورت سے اور اگر یہ دونوں ایک ہیں تو کیسے اور طریقت کا موجد کون ہے ؟

جواب :۔ یہ دونوں ایک ہیں۔ ظاہر سے عمل کرنا شرع ہے اور جب قلب میں حکم شرع کا داخل ہو کر طبعاً عمل شرع پر ہونے لگے وہ طریقت ہے دونوں کا حکم قرآن و حدیث سے ہے۔ ادنیٰ درجہ شرع ہے اس کا ہی اعلیٰ درجہ طریقت کہلاتی ہے۔

پیر استاد مرشد کا تصور

سوال :۔ تصور کرنا پیر کا یا استاد یا مرشد وغیرہ کا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ کسی کا تصور کرنا بطور خیال کے کچھ حرج نہیں مگر رابطہ میں مشائخ میں مروّج ہے کہ اس کو مشائخ نے کسی علاج کے واسطے تجویز کیا تھا اگر اسی حد پر ہے کہ جس حد پر بزرگوں نے تجویز کیا تھا تو چنداں دشوار نہیں گو ترک اس کا بھی اولیٰ ہے کہ مختلف فیہ بین العلماء ہے اور ایسا ضروری بھی نہیں کہ بدوں اس کے کام نہ چل سکے اور جو اس حد سے بڑھ جاوے تو البتہ ناجائز ہے۔ فقط

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ الجواب صحیح محمد یعقوب نانوتوی [محمد یعقوب]

شجرہ خاندان صبح و شام پڑھنا

سوال :۔ اکثر آدمی شجرہ خاندان کا ہر صبح و شام پڑھتے ہیں یہ کیسا ہے ؟

جواب :۔ شجرہ پڑھنا درست ہے کیونکہ اس میں بتوسل اولیاء کے حق تعالےٰ سے دُعا کرتے ہیں اس کا کوئی حرج نہیں۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

شیخ کے تصوّر کا حکم

سوال :۔ تصور شیخ کو جو صوفیاء چشت کا معمول ہے اور اقوال حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور حضرت مجدد صاحبؒ اسکے مؤید ہیں اور مولوی اسماعیل صاحبؒ دہلوی اس کو حرام اور کفر و شرک بتاتے ہیں آپ کے نزدیک نفس تصورِ شیخ جائز ہے یا حرام اور کفر و شرک۔

جواب :۔ نفس تصور جائز ہے اگر کوئی امر ممنوع اس کے ساتھ نہ ہو جیسا تمام اشیاء کا آدمی خیال و تصور کرتا

ہے۔ جب اس کے ساتھ تعظیم اُس شکل کی کرنا اور متصرف باطن مرید میں جاننا مفہوم ہوا تو موجب شرک کا ہو گیا۔ لہٰذا قدماء اُس کی تجویز کرتے تھے کہ اُس میں خلط معصیت کا نہ تھا اور متاخرین نے اُس کو حرام کہا تو یہ حکم کا اختلاف بسبب اختلاف اہلِ زمانہ کے ہُوا ہے۔

شیخ یا استاد یا والدین کے تصور کا حکم

سوال :۔ تصور کرنا پیر یا استاد یا والدین وغیرہ کا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب :۔ کسی کا تصور کرنا بطور خیال کے کچھ حرج نہیں مگر رابطہ جو مشائخ میں مروج ہے کہ اُس کو مشائخ نے کسی علاج کے واسطے تجویز کیا تھا اگر اُسی حد پر رہے کہ جس حد پر بزرگوں نے تجویز کیا تھا تو چنداں دشواری نہیں گو ترک اس کا بھی اولیٰ ہے کہ مختلف فیہ بین العلماء ہے اور ایسا بھی نہیں کہ بدوں اُس کے کام نہ چل سکے اور جو اس حد سے بڑھ جاوے تو البتہ ناجائز ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

بدعتی صوفی کی بیعت

سوال :۔ اگر کوئی صوفی بعض کام خلافِ شریعت کرتا ہو مثل مولود شریف معہ قیام و عرس بلا راگ و فاتحہ بر آب و طعام دست برداشتہ و نماز معکوس و مراقبہ بر قبور بسورۂ الم نشرح و پارچہ رنگین اور کوئی بات کفر و شرک کی کرتا ہو تو فرمایئے کہ ایسے صوفی سے مرید ہونا اور اس کی صحبت میں بیٹھنا جائز ہے یا نہیں اور ایسے صوفی کو بوجہ اپنے مجاہدہ اور تہجد گزاری کے اور حب الٰہی کے محنت شاقہ کے کچھ کمال بھی ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب :۔ جو صوفی ہو اور خلاف شرع کام کرے وہ قابل بیعت کے نہیں اور نہ وہ صاحب طریقت ہے بلکہ شیطان ہے۔ شعر ؎ خلافِ پیمبر کسے رہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید — سعدیؔ لکھ گئے ہیں۔ جس قدر امور آپ نے لکھے ہیں کوئی جائز ہے کوئی ناجائز، مثلاً پارچہ رنگین میں کوئی گناہ نہیں یا قبر پر بیٹھ کر سر جھکا کر کچھ پڑھے یہ گناہ نہیں اور خلاف شرع کو کوئی کمال ہو وے تو کچھ عجب نہیں کفار جوگیوں کو بھی ہو جاتا ہے مگر وہ کمال کہ مقبولیت عند اللہ تعالیٰ ہو حاصل نہیں ہو سکتا۔

فاسق کے ہاتھ پر بیعت کرنا

سوال :۔ زید کو جناب مولانا و مرشدنا حاجی امداد اللہ صاحب مدظلہ نے ایک دستار مکہ معظمہ سے بایں غرض ارسال کیا ہو کہ زید کو اجازت ہے کہ مرید کیا کرے اور سابق میں زید کا حال جناب موصوف نے بخوبی دیکھا ہو اور اب زید تارک الجماعت ہے تو ایسے مرشد تارک الجماعت کی تقلید مریدان کو کرنی چاہیئے یا نہیں اور مرید کرے یا نہ کرے؟

جواب :۔ زید نے اگرچہ اجازت اخذ بیعت شیخ سے حاصل کی مگر چونکہ بترک جماعت فاسق ہے ہرگز ہرگز اس سے بیعت نہ کرنا چاہیئے کہ وہ لائق شیخی نہیں ہے اگرچہ اوّل صالح تھا اب فاسق ہوا اور لائق شیخی نہیں رہا۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

عورت کا بیعت لینا

سوال :۔ مسئلہ۔ عورت نیک خصلت پابند شریعت واقف طریقت اپنے ہاتھ پر عورتوں کو اور مردوں کو بیعت کرنا

شروع کر دے تو از روئے تصوف و شریعت کے درست ہے یا منع ؟

جواب :۔ اخذ بیعت اہلِ تصوف کے نزدیک عورت کو درست نہیں مگر ہاں کسی کو شغل وظیفہ بتا دینا جائز ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہٗ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں۔ در آخر مکتوب شصت و ششم بجانب بوبو اسلام خاتون در بیان عدم جواز خلافت مرزنان را ہر چند بکمال مرداں رسد آں خواہر در ہمت میاں مردان حق تعالیٰ قدم زدہ است لائق است کہ چشمۂ پیراں فرستادہ نہ شد و لباس خرقۂ مشائخ حوالت کردہ نہ شد و مجاز گردانیدہ نہ شد۔ اما باید کہ چوں صادقے از عورت مرد التماس ارادت کند عورات بحضور و غیبت و مرداں را بہ غیبت کلاہ و دامنے بوکالت پیر خود دہد و شجرۂ پیر خود نویسانیدہ بدہد و مرید پیر خود گرداند و ایں دولت را دولتے عظیم داند۔ عاقبت محمود باد۔ انتہیٰ کلامہٗ۔ فقط واللہ اعلم

عمل کا چھپانا

سوال :۔ بندہ گرمی میں پہلے کوٹھی پر رہتا تھا وہیں ذکر بھی کرتا تھا بعض شخص میری آواز سن کر اُٹھتے تھے اب نیچے مکان میں سوتا ہوں تو آواز دور نہیں جاتی ہے۔ اب مجھ سے لوگوں نے کہا کہ تم ذکر نہیں کرتے ہو یہ طبیعت نہیں چاہتی کہ ان سے ایسا کہا جاوے نہ انکار کیا جاوے تاکہ جھوٹ بھی نہ ہو اور انکار بھی نہ ہو بلکہ یہی ہوتا ہے کہ کہتا ہوں کہ اب اوپر نہیں سوتا۔ انکار کو طبیعت نہیں چاہتی باوجودیکہ اظہار میں ریاء وغیرہ کو دخل ہوتا ہے۔ اب عرض ہے کہ ایسی صورت میں گناہ تو نہیں ہے یا جہر ترک کر دوں۔

جواب :۔ اپنے ذکر کے اخفاء و اظہار میں آپ مختار ہیں اگر نیت اچھی ہو تو مضائقہ نہیں ہے مگر حتی الوسع اپنے عمل کا اخفاء مناسب ہے کیونکہ مآل کار ریاء کا اندیشہ ہو جاتا ہے۔ فقط والسّلام

ذکر اور طول قرأت

سوال :۔ ذکر نفی اثبات و پاس انفاس سے طول قرأت نماز تہجد کا زیادہ ثواب ہے یا ذکر کا ؟

جواب :۔ ذکر نفی اثبات و پاس انفاس سے طول قرأت کا زیادہ ثواب ہے۔

شیخ کے تصور کا حکم

سوال :۔ تصور شیخ و شغل برزخ جو برائے جمعیت خاطر و دفع خطرات مشائخ زمانہ کرتے ہیں اور اس کو رکن طریقت و واجبات سے جانتے ہیں کہ بدوں اس کے حصول فیوض و برکات محال ہیں لہٰذا ایسی صورت میں یہ شغل کرنا کیسا ہے اور قرون ثلٰثہ مشہود لہا بالخیر میں کسی صحابی و تابعین و ائمہ دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے ثابت ہے یا نہیں؟ کیونکہ جب ایسا ضروری ہو تو

لہ آخر خط ۶۶ میں لکھتے ہیں۔ بجانب بوبو اسلام خاتون عورتوں کو خلافت جائز نہ ہونے کے بارہ میں ہر چند کہ مردوں کے کمال تک پہنچ جائیں وہ بہن حق تعالیٰ کے مردوں کی ہمت کے درمیان قدم رکھی ہے۔ لائق ہے کہ پیروں کا چشمہ نہ بھیجا جائے اور مشائخ کا خرقہ حوالہ نہ کیا جائے اور ان کو بیعت کا مجاز نہ کیا جائے لیکن یہ ضرور چاہیئے کہ اگر کوئی صادق عورت سے مرد ارادت کا التماس کرے تو عورتوں کو حاضری و غیاب میں اور مردوں کو غیاب میں ٹوپی اور دامن اپنے پیر کی وکالت سے دے اور اپنے پیر کا شجرہ لکھوا کر دیدے اور اپنے پیر کا مرید بنائے اور اس دولت کو بڑی دولت سمجھے۔ آخرت محمود ہو۔ ختم ہوا آپ کا کلام

صحابہ کس طرح اس فعل سے محروم رہے ہوں گے اور جو زمانہ خیر القرون میں اس کا وجود نہ تھا تو پھر کس طرح ایسا ضروری مذکور سوال ہوسکتا ہے گو عقیدہ شرک تک نہ پہنچا ہو۔

جواب :۔ اس شغل میں متاخرین صوفیاء نے غلو کیا اور شرک تک نوبت پہنچی لہٰذا متاخرین علماء نے اس کو منع فرمایا اور اب علمائے متاخرین کے قول پر عمل کرنا چاہیئے۔ اس شغل کی کچھ ضرورت نہیں اور نہ صحابہ میں اس شغل کا کچھ اثر تھا۔ فقط

استغفار زبانی

سوال :۔ زبان سے کہے استغفر اللہ ربی اور توبہ وغیرہ کا دل میں کوئی اثر نہ ہو تو یہ استغفار کچھ کفارۂ گناہ ہوگا یا نہیں ؟

جواب :۔ استغفار زبانی میں ذکر زبان کا تو ہر حال حاصل ہے خالی ثواب سے نہیں ۔

صوفیاء کرام کے اشغال

سوال :۔ صوفیاء کرام کے یہاں جو اکثر اشغال اور اذکار مثل رگ کیماس کا پکڑنا اور ذکر ارّہ اور حلقہ بر قبور اور حبس دم وغیرہ جو قرون ثلثہ سے ثابت نہیں بدعت ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ اشغال صوفیاء بطور معالجہ کے ہیں سب کی اصل نصوص سے ثابت ہے جیسا اصل علاج ثابت ہے مگر شربت بنفشہ حدیث صریح سے ثابت نہیں ایسا ہی سب اذکار کی ۔ اصل ہیئت ثابت ہے جیسا توپ بندوق کی اصل ثابت ہے اگرچہ اس وقت میں نہ تھی سو یہ بدعت نہیں ہاں ان ہیئات کو سنت ضروری جاننا بدعت ہے اور اس کو بھی علما نے بدعت لکھا ہے ۔

صوفیاء کے مجاہدات

سوال :۔ بعض حضرات صوفیاء و بزرگانِ دین کے احوال جو سُننے جاتے ہیں والعلم عند اللہ کہ وہ اپنے نفس پر تکالیف شاقہ دشوار میں مشقتیں اُٹھاتے ہیں ۔ مثلاً ٹاٹ زنجیریں پہننا ، خصی کر ڈالنا ، جنگلوں میں نکل جانا ، سختی میں پڑنا ، ترک نکاح ، ترک لباس ترک طیّبات لحم وغیرہ وغیرہ امور کو گویا اپنے اوپر حرام کرلینا کہ جو حسب شرع شریف سنن اور مستحسن یا مباح ہیں اور مصائب و سختی میں پڑنا ممنوع کیونکہ آیت لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا اور قول ان الدین یُسر[۱] کے خلاف ہے البتہ یہ رہبانیت یہود و نصاریٰ میں تھی سو اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت فرمائی قال اللہ تعالیٰ ورھبانیۃ ابتدعوھا ما کتبناھا علیھم[۲] اللہ

اور ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا تشددوا علی انفسکم فیشدد اللہ علیکم فان قوما شددوا علیٰ انفسھم فشدد اللہ علیھم فتلک بقایاھم فی الصوامع والدیار ورھبانیۃ ابتدعوھا ما کتبناھا علیھم[۳]۔

جب کہ ایسے امور بدعت اور ممنوع ٹھہرے تو ان کے باعث کمال تو کیا بلکہ زوال ہوگا ۔ بعض کو سنا ہے کہ بارہ برس

---

[۱] دین آسان ہے [۲] اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ وہ رہبانیت تھی جو انہوں نے خود ایجاد کرلی اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض نہیں فرمایا تھا ۔

[۳] اپنے نفسوں پر تشدّد نہ کرو پھر اللہ تعالیٰ بھی تم پر تشدّد فرمائے گا کیونکہ ایک قوم نے اپنے اوپر تشدّد کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر تشدد فرمایا یہ انہی کا بقایا ہے گرجوں اور کلیسوں میں وہ رہبانیت جو انہوں نے خود اختراع کرلی ہم نے ان پر فرض نہیں کیا ۔

چاہ میں لٹکے رہے اور دریا میں چھ ماہ سرما میں اور چھ ماہ گرما میں دھوپ میں پڑے رہے۔ ان امور سے سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ نماز وغیرہ حوائج دین و دنیا کس طرح ادا ہوتے ہوں گے۔ کیونکہ یہ احوال بزرگان اہل دین کے لوگ بیان کرتے ہیں عوام جہال صوفیوں کا کیا ذکر اور کیا پوچھنا۔ للہٰذا عرض یہ ہے کہ اسلام کی درویشی تو محض اتباعِ سنت و اتباعِ شریعت پر موقوف ہے خلاف اس کے ہرگز نہیں ہو سکتی اگرچہ کیسا ہی کمال حاصل کرے مگر معتبر نہیں۔ پھر یہ امور تو سنت اور صحابہ کے رویہ کے خلاف ہیں چہ جائیکہ ان کو کمال مانا جائے۔ ان امور کو اولیاء کی طرف نسبت کرنا اور کمال معتبر جاننا چاہیئے یا خلافِ قرآن وحدیث جان کر اُن کو رد کرے۔

جواب :۔ بزرگانِ دین نے جو مجاہدات کئے ہیں کوئی ایسا امر نہیں کیا جس سے کوئی بروئے شرع کے اُن پر طعن کر سکے کیونکہ حق تعالےٰ فرماتا ہے وجاھدوا فی سبیل اللہ حق جہادہ[1] اور مخالفت نفس و شیطان کی کرنا خود جہادِ اکبر ہے۔ نص سے یہ بات ثابت ہے۔ پس تہذیب نفس کے واسطے لذائذ ومباحات لباس و راحت وغیرہ کو انہوں نے ترک کیا تھا تاکہ نفس ان کا تقاضائے معصیت سے باز رہے اور نفس امارہ اُن کا مطمئنہ ہو جاوے۔ خود فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات مرغوب شئے کو ترک کر دیا ہے۔ صحابہ نے بھی اور بحکم اذھبتم طیباتکم فی حیاتکم الدنیا[2]۔ لذائذ کو نہیں کھایا اور خود زینت مکان کرنے سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا پر رنج ظاہر کیا تو اشارۃً ثابت فرمادیا کہ اگر مباحات کو تہذیب نفس کے واسطے چھوڑ دیں تو درست ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ کا فقر اختیاری تھا نہ اضطراری تو اس سے ان مباحات کے ترک کرنے سے اجازت نکلتی ہے اور بزرگوں نے ترک مباحات لذائذ کا کیا ہے نہ یہ کہ تحریم اپنے نفس پر کر لی ہو۔ مریض اگر بسبب مرض کے کوئی شئے ترک کرے اور تمام عمر بیماری کی وجہ سے اس کو نہ کھاوے تو کچھ ملامت شرع کی نہیں اور نہ وہ مجرم ہوتا ہے۔ ایسا ہی بزرگوں نے طیبات کو ترک کیا ہے بوجہ معالجہ باطنی اخلاق بدنفس کے نہ بوجہ تحریم کے، اور خصّی ہونا اور دریا میں پڑا رہنا ترک صلوٰۃ وغیرہ یہ بزرگوں سے نہیں صادر ہُوا کسی احمق نے بزرگوں پر تہمت لگائی ہے۔

ہاں اگر چاہ میں لٹکے اور دریا میں کسی وقت سزائے نفس کے واسطے گرے تو نماز فرائض و اوراد کو بوجہ احسن ادا کر کے یہ کام کیا ہو گا ورنہ تمام مشتاق صلاح وتکمیل صلوٰۃ وصوم کے واسطے کرتے تھے اس کو کیسے ترک کرتے۔ یہ غلط تہمت ہے۔ اور ترک نکاح کرنا اکثر بزرگوں سے ہُوا بوجہ اپنی شہوت پر اعتماد کر کے کہ معصیت سرزد نہ ہووے گی اور فراغ خاطر کی وجہ سے عبادت میں اور مال حرام سے بچنے کو نفقہ حلال کا پیدا کرنے میں زوجہ کے واسطے دشواری جانتے تھے اور اپنے نفس پر گھاس حلال پر قانع ہوتے تھے تو ان وجوہ سے ترک نکاح معیوب نہیں بلکہ بعض اوقات واجب ہو جاتا ہے کہ نکاح نہ کرے۔ پس یہ طعن شرعًا بالکل خطافہمی و ناواقفیت دین کے قواعد سے ہے۔ بہرحال

---

[1] اور اللہ تعالےٰ کی راہ میں کوشش کرنے کے طریقہ سے کوشش کرو۔

[2] تم نے اپنے لذائذ کو اپنی زندگی دنیا میں ختم کر دیا۔

ان کا مجاہدہ باشارہ نصوص ہے اور اس مجاہدہ کے سبب ان کو قوتِ روحانی اور تہذیب اخلاق و نفس حاصل ہوتی تھی لہٰذا یہ اُن کے حق میں عبادت تھا اور ترکِ مباح پر کوئی گناہ و عتاب نہیں ہوتا۔ البتہ مباح کو حرام کرنا بدعت و مخالفت ہے۔ سوان سے یہ امر ہرگز سرزد نہیں ہوا۔ ترک مباحات بطور معالجہ امراض نفس کے ہُوا ہے۔ پس ان اکابر کے جملہ افعال عین کمال تھے اور عین موافقت حکم شرع کے ہے ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر　　　گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

فقط واللہ تعالےٰ اعلم

استغفار کی حقیقت

سوال :۔ شرح شریف میں فضائل استغفار کے بہت آئے ہیں اور قرآن شریف اور احادیث شریف میں جا بجا اس کی تاکید و ترغیب ہے اب دریافت طلب یہ بات ہے کہ مراد استغفار سے کیا ہے۔ آیا توبہ مراد ہے اور توبہ استغفار ایک ہی چیز ہے یا غیر اور جو لوگ گناہوں سے توبہ نہیں کرتے اور کبائر و صغائر میں مبتلا ہیں وہ اگر استغفار کریں تو کس طور سے کریں اور کس نیت سے کریں اور ان کو فوائد و فضائل استغفار کے کیسے حاصل ہوں یا بغیر توبہ کے استغفار صحیح نہیں اور فضائل و نتائج اس کے بغیر توبہ کے حاصل نہیں ہوتے اور استغفار فقط ندامت معاصی بغیر توبہ کے حاصل کئے کافی ہوگی یا نہیں اور استغفار کفار کی کہ قرآن شریف میں وارد ہے جیسا کہ فرمایا ہے وما کان اللہ معذبہم وھم یستغفرون[۱] آیا توبہ کفر سے مراد ہے یا کچھ اور مراد ہے ؟ فقط

جواب :۔ توبہ استغفار ایک شے ہے اللھم اغفرلی کہیں استغفر اللہ کہیں الٰہی میری سب گناہوں سے توبہ ہے یہ کہیں یا جس عبارت سے چاہیں کہیں فقط دل میں نادم ہونا ہی استغفار ہے اگرچہ زبان سے کچھ نہ کہے وہ لوگ کفار غفرانک کہا کرتے تھے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

قبروں پر شرح صدر کی اصلیت

سوال :۔ بعض بعض صوفی قبور اولیاء پر چشم بند کر کے بیٹھتے ہیں اور سورۃ الم نشرح پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا سینہ کھلتا ہے اور ہم کو بزرگوں سے فیض ہوتا ہے اس بات کی کچھ اصل بھی ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ اس کی بھی اصل ہے اس میں کوئی حرج نہیں اگر بہ نیت خیر ہے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

بیعت کی حقیقت

سوال :۔ بیعت ہونے سے یعنی کسی پیر کے مرید ہونے سے مُراد اصلی کیا ہے ؟ اور بغیر بیعت ہوئے واصل الی اللہ ہونا ممکن ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ مراد بیعت سے تحصیل اخلاص اور نور اسلام کا تجلیہ ہے اور یہ بدوں شیخ کے بھی حاصل ہو جاتا ہے

---

[۱] اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینے والا نہیں جبکہ وہ مغفرت طلب کرتے ہوں۔

اگرچہ اکثر یہی ہے کہ کسی کے توسل کی ضرورت ہے۔

اس قول کا مطلب کہ پیران پیر کا قدم سب پیروں کی گردن پر ہے

سوال :۔بعض بعض صوفیوں کا یہ قول ہے کہ جس کا کوئی پیر نہیں اُس کا پیر شیطان ہے اور پیرانِ پیر صاحب کا قدم سب پیروں کی گردن پر ہے اور جب تک بندہ کا بندہ نہ ہو جائے تب تک خدا نہیں ملتا۔ تو اب یہ فرمائیے کہ ان باتوں کا پتہ کہیں طریقت اور تصوف میں بھی ہے یا نہیں ؟

جواب :۔اس قول کے یہ معنی ہیں کہ جس کا کوئی راہ بتانے والا نہیں وہ شیطان کی کمند میں ہے۔ قرآن، حدیث استاد، باپ اگر کوئی دین نہ سکھاوے گا تو خود شیطان کی تقلید کرے گا۔ سو یہ بات درست ہے پیر سے مراد پیر مروّج نہیں۔ باقی پیرانِ پیر کا قدم ہونا سب کی گردن پر مراد ان کی بزرگی اور بڑائی ہے اس میں کیا حرج ہے جو اُن سے بڑے ہیں ان کا قدم حضرت پیرانِ پیر کی گردن پر ہے۔ اور بندہ کے بندہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ کسی خدا تعالیٰ کے مقبول کا مطیع ہو کر عمل کرے۔ یہ بھی درست ہے مگر بظاہر لفظ ایسا بولنا اچھا نہیں جو موہم بُرے معنی کا ہو مگر اصل مراد درست ہے۔

اس قول کا مطلب کہ العلم الحجاب الاکبر

سوال :۔العلم الحجاب الاکبر اس کے کیا معنی ہیں۔ سالک کی جس وقت علم کی جانب توجہ ہو گی وہ اس راہ سے محروم رہ جائے گا، علم کو کیا اس وجہ سے حجاب کہا ہے۔ اگر علم بھی اس وجہ سے حجاب ہو گیا تو نماز اور روزہ اور زکوٰۃ اور حج اور اطاعت والدین بلکہ کل کام دارین کے سوائے یادالٰہی حجاب ہو جانا چاہئیں اور یہاں صرف علم کی ہی نسبت فرمایا ہے اور اگر یہ وجہ ہے کہ علم پڑھنے سے دو عالموں میں باعث اختلاف رائے نقیض اور جھگڑے واقع ہو جاتے ہیں اور لڑنا اور جھگڑے کرنا تو فعل ہے جو جاہے سو کرے۔ اس میں علم کا کیا قصور ہے بلکہ اختلاف رائے علماء تو رحمت ہے اور اگر اس کے یہ معنی ہیں کہ درمیان بندہ اور معبود کے علم کا ایک حجاب حائل ہے تاوقتیکہ علم کا حجاب طے نہ ہو جاوے یعنی علم نہ سیکھ لے۔ خدا نہ ملے تو یہ معنی صوفیاء نے اس کے ہرگز نہیں لئے اس معنی سے تو تاکید نکلتی ہے اور یہاں یہ مقصود ہی نہیں اور اگر یہ کہا جاوے کہ یہاں مراد علم سے علم دنیوی مثل معقول و فلسفہ وغیرہ ہے تو یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ چونکہ صوفیاء اور علماء علم دین کو علم کہتے ہیں نہ اور فنون کو۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ قول صوفیاء کا نہیں ہے تو یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہرگز انکار مت کر کہ علم حجاب نہیں ہے علم بے شک حجاب اکبر ہے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ علم جو ارشاد ہے خدا اور رسول کا اگر یہی حجاب اکبر ہو گیا تو بے حجاب کون سی چیز ہو گی اس میں باریکی کیا ہے اور صوفیاء نے کس معنی سے اس کو حجاب کہا ہے ؟

جواب :۔اس فقرے کے یہ معنی ہیں کہ اپنا جاننا کہ میں بھی اہل ہوں یہ حجاب ہے جب تک اپنی خودی و تکبر و عجب کو نہ فنا کر دیوے محجوب ہے مثل شیطان کے اور جب خود اپنے آپ کو لاشئے جان لے اور اپنے سب کمالات کو محض موہبت حق تعالےٰ کی جان گیا اور تہہ دل میں اپنی حقیقت کھل گئی حجاب رفع ہو گیا۔ مراد علم سے اپنی خودی ہے۔

فقط واللہ تعالےٰ اعلم

❊

امیر خسرو کے شعر کا مطلب

سوال :۔ حضرت خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ؎

خلق میگوید کہ خسرو بت پرستی میکند   آرے آرے میکند با خلق عالم کار نیست

شعر مذکور کا مطلب کیا ہے کیونکہ اولیاء اللہ سے اور بُت پرستی سے کیا علاقہ غالباً کوئی اصطلاح ہو گی۔ اگرچہ حسبِ ظاہر تو خلاف معلوم ہوتا ہے۔

جواب :۔ حسبِ اصطلاحات شعراء مطلب صحیح ہے بُت پرستی سے مراد اُن کی تابعداری محبوب کی ہوتی ہے، تو ان کے محبوب ان کے سیدی شیخ نظام الدین قدس سرہٗ تھے ان کی اطاعت، اطاعت حق تعالےٰ کی تھی۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

فنا فی الشیخ والرسول کا مطلب

سوال :۔ فنا فی الشیخ اور فنا فی الرسول کیا ہوتا ہے اور کہاں سے ثابت ہے اور اس کی نسبت صوفیاء کیا فرماتے ہیں ؟

جواب :۔ یہ دونوں لفظ اصطلاح مشائخ کے ہیں اتباع کرنا اور محبت کا غلبہ لوجہ اللہ تعالےٰ ہوتا ہے اس کی اصل شرع سے ثابت ہے۔ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ[1] ۔ الآیۃ

بندہ کے بندہ ہونے کا مطلب

سوال :۔ بعض بعض صوفی یہ کہتے ہیں کہ جب تک بندہ کا بندہ نہ ہو خدا نہ ملے تو یہ کلمہ کیسا ہے ؟

جواب :۔ اس کے معنی درست ہیں مگر بظاہر لفظ موہوم ہیں اس واسطے یہ لفظ نہ کہے۔

مرید ہونا ضروری ہے یا مستحب

سوال :۔ عالم یا فقیر سے مرید ہونا کوئی ضروری بات ہے یا مستحب ہے ؟

جواب :۔ مرید ہونا مستحب ہے واجب نہیں۔

عورتوں کا رسمی بیعت کرنا

سوال :۔ اکثر عورتیں جو بعض صوفیوں سے بیعت ہوتی ہیں۔ بلا حجاب بے پردہ سامنے آتی ہیں اور ہاتھ میں ہاتھ دیکر بیعت ہوتی ہیں اور کچھ عیب نہیں سمجھا جاتا ہے اور خود یہ بیعت بھی رسمی ہوتی ہے کیونکہ خود شرک و بدعت میں مبتلا ہوتی ہیں۔ نماز تک نہیں پڑھتیں چہ جائیکہ طریقت اور اس پر فخر ہوتا ہے اور جو عورتیں کہ بیعت نہیں ہیں ان کو طعن کیا جاتا ہے۔ لہٰذا ایسا بیعت ہونا حرام ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ ایسے پیر سے بیعت ہونا حرام ہے اور ایسی بیعت بھی حرام اور پیر کے ہاتھ میں ہاتھ دینا غیر محرم عورتوں کو حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوقت بیعت عورتوں کا ہاتھ نہیں پکڑتے تھے۔

فقط واللہ تعالےٰ اعلم

---

[1] میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم کو دوست رکھے گا۔ (آیت شریف)

صوفی کے لئے زیادتی علم کی ضرورت

سوال :۔ صوفی کو علم وافر کی ضرورت ہے یا صرف مسائل ضروریات روزمرہ ہی سیکھ لینا کافی ہیں اور سالک کو طلب حق کے واسطے تعلیم وتعلیم قرآن وحدیث وفقہ وکثرت نوافل کافی ہو جائیں گے یا بغیران باتوں کے کہ جو صوفیا کرام نے مقرر وتعلیم فرمادی ہیں کام نہ چلے گا۔

جواب :۔ قدر حاجت کے علم صوفی کو ضرور ہے کہ فرض واجب عقائد وعبادات سے مطلع ہو جاوے تبحر علم کا ضرور نہیں اور طلب راہ حق کے واسطے قرآن وحدیث وفقہ کافی ہے مگر تحصیل نسبت بدون شیخ کے حاصل ہونا شاذ ونادر ہے اگرچہ ممکن ہے اور بعض کو حاصل بھی ہو جاتا ہے۔

کسی سے حسن ظن کا فائدہ

سوال :۔ زید عمرو سے مرید ہے اور عمرو بکر سے مرید ہے اور بکر خالد سے مرید ہے۔ اب ولید زید سے مرید ہونا چاہتا ہے اور خالد کو کہ جو زید کے دادا پیروں میں ہیں خوش عقیدہ اور بزرگ نہیں جانتا۔ اب استفسار طلب امر یہ ہے کہ یہ شخص ولید زید سے مرید ہو کر کچھ فیضیاب بھی ہو سکتا ہے یا نہیں۔ درانحالیکہ خالد کو برا جانتا ہے اور اپنے دل میں خالد کی جانب سے کچھ بغض شرعی بھی رکھتا ہے۔

جواب :۔ اگر زید کو کامل جانتا ہے اور فی الواقع زید میں کمال ہے تو یہ شخص زید سے فیضیاب ہو سکتا ہے۔

حال کی تفصیل

سوال :۔ مسئلہ۔ یہ جو بعض لوگوں کو حال آتا ہے یہ کیا بات ہے؟ حال کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہے یا یہ مکروہ ہے۔

جواب :۔ صلحاء کا حال صالح ہے اور فساق کا حال خراب ہے۔ صحابہؓ کو بھی حال آتا تھا مگر قرآن حدیث ذکر وعظ پر نہ کہ ڈھول سارنگی پر۔ کسی کو دنیا کے غم میں رونا آتا ہے کسی کو آخرت کے غم میں اس میں کیا شبہ ہوتا ہے جو حدیث سے دلیل طلب ہے جہاں معاصی ہوں اس مجلس میں شریک ہونا حرام ہے۔ فقط

وجد تواجد کا مسئلہ

سوال :۔ مسئلہ وجد تواجد شرعاً مذموم ہے یا مباح ہے یا مستحب ہے کہ جو بے اختیار ذوق وشوق سے ہو کیونکہ فقہاء کرام اس کو برا کہتے ہیں۔

جواب :۔ وجد جو بے اختیار ہو وہ مستحسن ہے اور باقی اس پر واجب ومستحب کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ وجوب واستحباب خاص مکلف واختیاری کی صفت ہے البتہ یہ وجد جو بے اختیاری، شرعی اگرچہ مستحسن ہے کہ ثمرہ ذکر ہے مگر اس سے جو اہل اس کا نہ ہو اور اس سے تکلیف ہوتی ہو اس کو مسجد سے نکال دینا جائز ہے اور تواجد جو بے تکلف ہو فقہاء نے منع لکھا ہے۔

فقط واللہ تعالےٰ اعلم

نماز میں وسوسہ

سوال :- ایک شخص کو نماز پڑھنے میں اکثر یہ خیال ہوتا ہے کہ میں نے الحمد شریف نہیں پڑھی کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ بیچ کا قعدہ نہیں کیا کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ سجدہ ایک کیا ہے دوسرا نہیں کیا۔ کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ نیت ہی نہیں کی۔ اس سبب سے اکثر اس کو نیت توڑنا اور سجدہ سہو کرنا پڑتا ہے اور نماز میں قسم قسم کے تخیلاتِ باطلہ پیدا ہوتے ہیں اس کا کیا علاج ہے اور ایسے شخص کو بار بار نیت توڑنا اور سجدہ سہو کے کرنا چاہئیں یا نہیں ؟

جواب :- ایسے ایسے خطرات پر التفات نہ کرے ظن غالب پر عمل کرے۔

وسوسہ پر مواخذہ

سوال :- دل کے خیال فاسدہ سے جو گناہ کبیرہ ہوتے ہیں دل سے دور نہ ہوں اگرچہ اُن کو بُرا جانتا ہے تو گناہ ہوگا یا نہیں ؟

جواب :- صرف دل میں خطرہ آوے اور اس پر عمل نہ کرے اور اس کو دفع کرتا رہے تو گناہ نہیں ہے اور اگر اس کا ارتکاب دل میں ٹھان لے گا تو بے شک گناہ گار ہوگا۔ فقط

کتاب سے دیکھ کر ذکر مقرر کرنا

سوال :- حضور نے جو ذکر بتلایا تھا اُس کو کرتا ہوں کچھ حضور نے باتیں زبانی بتلائی تھیں اُن میں سے بعض میں بھول گیا تھا مگر ضیاء القلوب کے دیکھنے سے یاد آگئیں بندہ کو اور بھی فرصت ہے اگر ضیاء القلوب سے دیکھ کر اور کچھ پڑھوں تو حضور کیا فرماتے ہیں جو ارشاد عالی ہو وہ کیا جاوے فدوی سابق سے مسبعات عشر پڑھتا تھا۔ اب حضور نے واسطے منافع دنیا کے یا باسط گیارہ سو مرتبہ و یا مغنی گیارہ سو مرتبہ بعد نماز فجر بتلایا تھا وہ بھی پڑھتا ہوں مگر مسبعات عشر کی یہ شرط ہے کہ قبل طلوع پڑھے اگر پہلے بعد نماز فجر کے مسبعات پڑھتا ہوں تو وظیفہ مسطورہ کے ختم تک طلوع ہو جاتا ہے اور اگر وظیفہ بعد کو پڑھتا ہوں تو مسبعات کے وقت طلوع ہو جاتا ہے لہٰذا عرض ہے کہ اس وظیفہ کا یا تو اور وقت حضور اپنی زبان فیض ترجمان سے فرما دیں یا طلوع کی شرط نہ ہو ذکر نفی و اثبات میں معنی کی طرف خیال کرتا ہوں مگر ذکر اثبات مجرد و ذکر اسم ذات میں کیا خیال کروں۔

جواب :- بخدمت شریف مولوی محمد یحیٰی صاحب و حکیم مسعود احمد صاحب السلام علیکم! بندہ نے جو ذکر آپ کو بتلایا تھا اگر زیادہ فرصت ہے تو اس کو ہی دو گنا یا ڈیوڑھا کرلیں مگر اپنی رائے سے کتاب دیکھ کر کوئی ذکر مقرر کرنا مناسب نہیں ہے اور ذکر نفی و اثبات میں جب پورے معنی کی طرف دھیان رہتا ہے اُن ہی پورے معنی کی طرف اثبات مجرد اور ذکر اسم ذات میں بھی اسی طرف خیال کرنا چاہیئے۔ مسبعات عشر جو آپ فجر کو پڑھتے ہیں وہ پہلے پڑھ لیا کیجئے اور بعد اس کے وظیفہ یا مغنی اور یا باسط پڑھا کریں کہ دین کا کام کار دنیوی سے مقدم ہونا چاہیئے۔

صبر و شکر

سوال :- زید کہتا ہے کہ مصائب میں صبر اور راحت و خوشی میں شکر کرنا چاہیئے کہ اس کا امر قرآن و حدیث میں وارد

ہے اور عمرو کہتا ہے کہ نہیں بلکہ مصائب و امراض وغیرہ میں شکر کرنا چاہیئے۔ یہ حصہ انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوا تھا اور یہ نعمت ورثہ انبیاء علیہم السلام کی مرحمت ہوتی ہے اور راحت و عیش میں صبر کرنا چاہیئے کہ یہ عیش دنیا کا کفاروں کا حصہ ہے۔ لہٰذا قول کس کا صحیح ہے۔

جواب :۔ تکالیف میں صبر کرنا اور نعمت پر شکر کرنا چاہیئے اور تکالیف پر راضی ہونا اعلیٰ درجہ کے اولیاء کی شان ہے جو اپنے ارادہ سے فنا ہو رہے ہیں وہ دوسری شان ہے اور صبر و شکر بلاء و نعمت پر دوسری شان ہے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم۔ اس میں دونوں قول بجائے خود صحیح ہیں اور علی الاطلاق سب افراد میں دونوں بے جا ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اولیاء اللہ کا بچشم ظاہری دیدارِ الٰہی کرنا

سوال :۔ یہ قول کہ حضرات اولیاء اللہ بچشم ظاہری در بیداری دیدار رب العزت تعالےٰ شانہ کرتے ہیں غلط ہے یا صحیح ؟

جواب :۔ یہ قول ان کا صحیح نہیں[1] بلکہ ماؤل ہے اگر کسی کامل سے منقول ہے اور مردود ہے اگر کسی جاہل سے مروی ہے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

اپنے یا کسی کے شیخ پر اعتراض

سوال :۔ کوئی مرید اپنے شیخ پر یا کوئی غیر شخص کسی غیر پیر پر کوئی شرعی اعتراض کرے تو وہ شیخ اپنے معترض کو جواب بہ نرمی تمام دے یا بجائے جواب ناخوش ہو جاوے اور بالفرض اگر یہ شخص اپنے معترض کو جواب کافی نہ دے گا کہ جس سے معترض کی تسکین ہو جاوے تو گنہگار ہو گا یا نہیں۔

جواب :۔ جواب نرمی سے بھی درست ہے بعض مواقع میں اور غصہ سے بھی درست ہے۔ بعض محل میں اور بعض مضمون فہمائش کے قابل ہوتے ہیں بعض نہیں۔ لہٰذا ہر شخص اور ہر محل کا جدا معاملہ ہے۔ اس کا جواب کلی نہیں ہو سکتا۔ فقط

---

[1] اور محدثین و فقہاء و متکلمین و مشائخ طریقت کا اجماع اس بات پر ہے کہ اولیاء کو حاصل نہیں ہے تعرف میں کہتا ہے کہ میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا کہ اس نے اس کا دعویٰ کیا ہو اور کسی سے بھی یہ دعویٰ صحت کو نہیں پہنچا مگر مجہول لوگوں کی جماعت کہ ان کو کوئی نہیں پہچانتا اور مشائخ کا اتفاق ہے اس مدعی کے قبول کرنے اور جھٹلانے پر اور کہتے ہیں کہ اس قسم کا دعویٰ اللہ تعالیٰ کے نہ پہچاننے کی نشانی ہے اور جو شخص کہ یہ دعویٰ کرے حقیقتاً اس نے خدا کو نہ پہچانا ہو گا۔ اور شیخ علاء الدین قونوی شرح تعرف میں فرماتے ہیں کہ اگر کسی معتبر شخص سے اس کی نقل صحت کو پہنچی ہو تو اُس کی تاویل کرنی چاہیئے۔ اور کتاب انوار فقہ شافعی میں فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ میں خدا کو علانیہ دنیا میں دیکھتا ہوں اور بالمشافہ اس سے بات کرتا ہوں تو کافر ہو گا الخ اور زائد تفصیل مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحی مرحوم میں دیکھنا چاہیئے۔ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تکمیل الایمان)

کشف کمال ہے یا نہیں

سوال :۔ فقراء کے یہاں کشف کوئی بڑی بات ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ کوئی کمال معتبر نہیں ۔اگرچہ کمال ہو۔کیونکہ یہ امر مشترک ہے ۔مومن و کافر ہیں تو کمال تو ہوا مگر خیر سے خیر ہے اور شر سے شر۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

کلمہ کو خلاف طریقہ صوفیاء پڑھنا

سوال :۔ یہ قول بعض حضرات صوفیاء رحمہم اللہ کہ لاالٰہ الااللہ اگر بطریق صوفیاء کے کہا جائے تو عاقبت میں نافع ہوگا ورنہ نہیں ۔ تو کیا محض اقرار باللسان و تصدیق بالقلب جو ہر خاص و عام پر فرض ہے نافع نہ ہوگی تاوقتیکہ خاص صوفیاء کے طور پر نہ ہو ہاں وہ ایک اعلیٰ درجہ ہوگا نہ کہ نافع ہی نہ ہو لہٰذا یہ قول صحیح ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ یہ قول بھی بجائے خود صحیح ہے اور معنی بھی صحیح ہیں ۔ مگر اس سوال کے جواب کی نہ مجھ کو لیاقت ہے نہ سائل لائق ہے نہ اس کا جواب قرطاسی ہے ۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم ۔ کلمہ پڑھے معنی سمجھ کر نافع ہوگا بفضلہ تعالےٰ ۔ فقط

پاس انفاس

سوال :۔ سانس کی آمد و رفت میں جو ذکر اللہ ہُو کرتے ہیں اس میں ثواب بھی ہوتا ہے یا نہیں اور اگر ہوتا ہے تو فقط زبان کی برابر ہے یا اس کا ثواب کم ہے یا زیادہ ہے ؟

جواب :۔ سانس کی آمد و رفت کا اور ذکر لسانی کا ثواب جو دریافت کیا ہے تو بعض وجوہ سے تو ذکر لسانی افضل ہے اور بعض سے پاس انفاس ۔ فقط

ملفوظات

(۱) از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمانید۔آپ کا خط بطلب بیعت کے آیا سو بندہ تم کو اتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیعت کرتا ہے۔سب امور موافق شریعت کے کرتے رہو اور پنجگانہ نماز اور ادائے فرائض میں حیست رہو۔اگر کسی وقت فرصت ہو اور کچھ حرج نہ ہو تو ملاقات کا مضائقہ نہیں ورنہ دور و قریب سب محبت میں یکساں ہیں۔اگر وظیفہ ورد کی حاجت ہو تو دوسرے وقت بتایا جائے گا۔فقط والسلام مورخہ ۴ر رمضان

(۲) از بندہ رشید احمد عفی عنہ السلام علیکم ۔آج کارڈ جوابی آپ کا آیا اگرچہ لائق اخذ بیعت نہیں ہوں مگر حسب درخواست آپ کے اپنے حضرت مرشد سلمہ کی طرف سے اخذ بیعت کر کے آپ کو داخل سلسلہ کرتا ہوں ۔آپ صلوٰۃ خمسہ کو خوب بطانیت وجماعت اپنے وقت پر ادا کرتے رہیں اور ممنوعات شرعیہ اور بدعات سے اجتناب رہے اور معاملات وسنت ادا کرتے رہیں ۔یہی خلاصہ بیعت کا ہے اور اسی واسطے بیعت ہوتے ہیں ۔فقط والسلام مورخہ دوئم ذی الحجہ روز پنج شنبہ ۔

(۳) بندہ خاندان حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ میں بیعت ہے اور اسی خاندان کا شاگرد ہے گو ان کے عقائد کو

حق اور تحقیقات کو صحیح جانتا ہے الا ماشاء اللہ کوئی امر جو بمقتضائے بشریت خاصہ لازمہ انسان ہے صادر ہوگیا ہو۔ تفسیر شاہ عبدالعزیز صاحب عقد الجید مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کا "تنویر العین" مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید جیسا کہ مشہور ہے ایسے ہی ہے۔ اس خاندان کے عقائد تقویۃ الایمان سے ظاہر ہیں۔ فقط والسلام

(۴) اگر ایک شخص سے کوئی مرید ہوا اور پھر معلوم ہوا کہ وہ پیر بدعتی ہے اور کسی وجہ سے قابل بیعت کرنے کے نہیں ہے تو اس کی بیعت کا فسخ کرنا واجب ہے۔ اگر بیعت کو فسخ نہ کرے گا تو گناہ گار ہوگا۔ حدیث میں آیا ہے المرءمع من احب سو اگر بدعتی سے محبت کرے گا اُس کے ہی ساتھ ہو جاوے گا اور بدعتی سے محبت حرام ہے اور جو وہ پیر قابل بیعت کے ہے مگر مرید کو اس سے فائدہ نہیں ہوتا تو بھی دوسرے پیر سے مرید ہو جانا درست ہے۔ مگر پہلے پیر سے بھی اعتقاد رکھے اور جو پہلے پیر سے باوجود فائدہ ہونے کے بیعت فسخ کرے اور دوسرے سے مرید ہو جاوے تو بھی گناہ نہیں پیری مریدی دوستی ہے آدمی جس سے چاہے دوستی دین کی کرلیوے اس میں کوئی گناہ کی بات نہیں مگر ہاں اچھے پیر اہلِ سنت کو چھوڑنا بلا وجہ اچھا نہیں کہ ایسے مرید پر مشائخ التفات نہیں کرتے لہٰذا اس کو فائدہ نہیں ہووے گا ورنہ کوئی گناہ کی بات نہیں۔ یہ سب کتب تصوف میں مشائخ صوفیاء نے لکھا ہے اور پہلے پیر کے چھوڑنے کو کفر کہنا تو کسی نے بھی نہیں لکھا یہ مقولہ بالکل کسی جاہل ناواقف کا ہے کہ اپنے دنیا کے کمانے کے واسطے مکر پھیلایا ہے یہ قول بالکل غلط اور مردود ہے۔ مشائخ قدیمہ دو دو تین تین اور زیادہ سے بیعت ہوئے ہیں۔ چنانچہ کتب سلال سے ظاہر ہے تو اس شخص کے قول فاسد پر سب پر کفر عائد ہووے گا۔ معاذ اللہ!

فقط واللہ تعالےٰ اعلم

تقلید واجتہاد کے مسائل

مطلق تقلید کا ثبوت

سوال :۔ کتب اصول میں قاعدہ مقرر ہے کہ حکم مطلق کو مقید کرنا اور مقید کو مطلق کرنا اپنی رائے سے تعدی حدود اللہ اور حرام ہے اسی کو بدعت بھی کہتے ہیں۔ مثلاً مجلس مولود کو اہل بدعت نے مطلق ذکر اللہ تعالےٰ خواہ امرونہی و دیگر سیر وحالات ہوں مقید کر کے علیحدہ ایک مجلس ٹھہرالی ہے اسم بامسمٰی لہٰذا بدعت وحرام ہوئی یا قیام مجلس مولود میں کہ مطلق ذکر اللہ تعالےٰ و ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مندوب ہے مگر خاص ذکر مولود ہی پر مقید کرنا بدعت ہو گیا۔ ایصال ثواب الی المیت کہ مطلق تھا بلاتعین وتخصیص کے جب چاہو کرو۔ اہل بدعت نے اس کو مقید بقیود کر لیا ہے یہ تعدی حدود اللہ اور بدعت ہے علی ہذا تقلید مجتہدین مسائل اجتہادیہ میں کہ حکم شارع علیہ السلام مطلق ہے چاہے جس فرد مامور بہ پر بلاتعین عمل کرے۔ جس اہل ذکر مجتہدین سے چاہے دریافت کرے کوئی قید شارع نے مقرر نہیں فرمائی جو مقید کر لیا جائے۔ البتہ نوع واحد پر عمل بوجہ سہولت و اصلاح عوام بلا لزوم عقیدہ وجوب مضائقہ نہیں کہ یہ مطلق ہی ہے۔ مگر وجوب مقرر کرنا تعدی حدود اللہ ہو کر حرام ہوگا اور صرف مصلحتاً عمل کرنے کو وجوب کا عقیدہ کر لینا تغیر حکم شرع ہے اور مثلاً جو لوگ جہال مجتہدین کو برا کہیں وہ خود فاسق ہیں مگر حکم شرع کو ان کی وجہ سے مقید کرنا داخل تعدّی حدود اللہ ہوگا ورنہ لازم ہوگا کہ جو جہال محدثین وحدیث کی توہین کریں ان کی وجہ سے وجوب شخصی کو غیر شخصی کر دیا جاوے مگر ایسا نہیں۔ لہٰذا شخصی وغیر شخصی دونوں مامور اور داخل حکم مطلق ہیں برابر جائیں اور کسی مصلحت سے ایک پر ہی عمل کرنے کو مناسب ومندوب جانے اور عقیدہ وجوب وضروری کا نہ رکھے تو وہ مصیب ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ تقلید شخصی اور غیر شخصی دونوں مامور من اللہ تعالےٰ ہیں اور جس پر عمل کرے عہدۂ امتثال سے فارغ ہو جاتا ہے۔ دراصل یہ مسئلہ درست ہے اور جو ایک فرد پر عمل کرے اور دوسری پر عمل نہ کرے اس میں دراصل کوئی عیب نہ تھا اور بوجہ مصلحت ایک پر عمل کرنا درست ہے۔ پس فی الواقع اصل یہی ہے۔ لہٰذا جو تقلید شخصی کو شرک کہتے ہیں وہ بھی گناہ گار ہیں کہ مامور من اللہ تعالےٰ کو حرام کہتے ہیں اور جو بدوں حکم شرع کے غیر شخصی کو حرام کہتا ہے وہ بھی گناہ گار ہے کہ مامور کو حرام بتاتا ہے دونوں ایک درجہ کے ہیں اصل میں اور سائل خود اقرار کرتا ہے کہ مطلق شرعی کو اپنی رائے سے مقید کرنا بدعت ہے یہ قول اس کا صحیح ہے مگر حکم شرع سے خواہ اشارۃً ہو یا صراحتہً اگر مقید کرے تو درست ہے۔ پس اب سنو کہ تقلید شخصی کا مصلحت ہونا اور عوام کا اس میں انتظام رہنا اور فساد وفتنہ کا دفع ہونا اس میں ظاہر ہے اور خود سائل بھی مصلحت ہونے کا اقرار کرتا ہے۔ لہٰذا یہ استحسان اور عدم وجوب اسی وقت تک ہے کہ کچھ فساد نہ ہو اور تقلید غیر شخصی میں وہ فساد وفتنہ ہو کر تقلید شخصی کو شرک اور ائمہ کو سب وشتم اور اپنی رائے فاسد سے رد نصوص ہونے

لگے جیسا کہ اب مشاہدہ ہو رہا ہے تو اس وقت ایسے لوگوں کے واسطے غیر شخصی حرام اور شخصی واجب ہو جاتی ہے اور یہ حرمت اور وجوب لغیرہ کہلاتا ہے کہ در اصل جائز و مباح تھا کسی عارض کی وجہ سے حرام اور واجب ہو گیا۔ تو اس سبب فساد عوام کی وجہ سے کہ ہر ایک مجتہد ہو کر خرابی دین میں پیدا کرتا ہے۔ خود مولوی محمد حسین بٹالوی ایسے مجتہدین جہلاء کو فاسق لکھتے ہیں۔

پس اس رفع فساد کے واسطے شخصی کا واجب ہونا اور غیر شخصی کا ایسے جہلاء کے واسطے حرام ہونا اور عوام کو اس سے بند کرنا واجب ہوا اور اس کی نظیر شرع میں موجود ہے لہٰذا یہ تقلید مطلق کی نص سے کی گئی ہے نہ بالرائے۔ دیکھو کہ جناب فخر عالم علیہ السلام نے قرآن پڑھنا ہفت زبان عرب میں حق تعالےٰ سے جائز کرایا اور علی سبیل البدل کسی لغت میں پڑھو جائز ہے اور اس وسعت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی مشقت وسعی سے حلال کرایا اور حق تعالیٰ نے اجازت فرمائی۔ مگر جب اس اختلاف لغات کے سبب باہم نزاع ہوا اور اندیشہ زیادہ نزاع کا ہوا تو باجماع صحابہ قرآن شریف کو ایک لغت قریش میں کر دیا گیا اور سب لغات جبراً موقوف کر دیئے گئے کہ جملہ دیگر لغات کے مصاحف جلا دیئے اور جبراً چھین لئے گئے۔ دیکھو یہاں مطلق کو مقید کیا مگر بوجہ فساد امت کے لہٰذا جب کہ تقلید غیر شخصی کرنے میں فساد ظاہر ہے اس میں کسی کو بشرط انصاف انکار نہ ہوگا تو اگر واجب لغیرہ شخصی کو کہا جاوے اور غیر شخصی کو منع کیا جاوے تو یہ بالرائے نہیں بلکہ بحکم نص شارع علیہ السلام کے ہے کہ رفع فساد واجب ہر خاص و عام پر ہے الحاصل جو کچھ سائل نے لکھا وہ درست ہے مگر یہ امر اُس وقت تک ہے کہ فساد نہ ہو اور خواص کے واسطے ہے نہ عوام کے واسطے اور ایسی حالت موجودہ میں جو بچشم خود مشاہدہ ہو رہا ہے وجوب شخصی کا بالرائے نہیں بلکہ بالنصوص ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اجماع اور قیاس کا حجت ہونا

سوال: ۔ اجماع امت اور قیاس مجتہد کا ماننا کہاں سے واجب ہوا؟

جواب: ۔ لا تجتمع امتی علی الضلالۃ[1] الحدیث اجماع کے قطعی ہونے کی دلیل ہے فاعتبروا یا اولی الابصار[2] قیاس کی حجت ہے اور بہت دلائل ہیں اہل علم پر واضح ہیں۔ فقط

تقلید شخصی

سوال: ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اور مفتیان شرع رسول سید العالمین در باب تقلید شخصی آیا یہ واجب ہے یا جیسا غیر مقلدین معاذ اللہ گمان کرتے ہیں شرک یا بدعت ہے۔

جواب: ۔ تقلید مطلق فرض ہے فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون[3] الایہ۔ حق تعالیٰ نے اس آیت میں مطلق تقلید کو فرض فرما دیا ہے اور تقلید کے دو فرد ہیں ایک شخصی کہ سب مسائل ضروریہ ایک ہی عالم سے پوچھ کر عمل کرے دوسرے غیر شخصی کہ جس عالم سے چاہے دریافت کر لیوے اور بسبب آیت اپنے اطلاق کے دونوں قسم تقلید کو متضمن ہے لہٰذا

---

[1] میری امت گمراہی پر متفق نہ ہوگی۔ ۱۲ حدیث شریف [2] حکم الٰہی اے آنکھوں والو عبرت حاصل کرو۔
[3] ارشاد الٰہی اہل علم سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔

دونوں قسم تقلید کی مامور من اللہ تعالے اور مفروض حق تعالے کی طرف سے ہیں اور جس فرد تقلید پر کوئی عمل کرے گا حق تعالے کے حکم فرض کا عامل ہوگا لہٰذا جو شخص تقلید شخصی کو جو مامور و مفروض من اللہ تعالیٰ ہے شرک یا بدعت کہتا ہے وہ جاہل و گمراہ ہے۔ کیونکہ حق تعالے کی مخالفت میں خدا تعالیٰ کے مفروض کو شرک کہتا ہے اور نہیں جانتا کہ حق تعالیٰ نے جہاں مطلق حکم فرمایا ہے مکلف کو مختار فرمایا ہے کہ جس فرد مقید پر چاہے عمل کرے کیونکہ مطلق کا من حیث الاطلاق کہیں خارج میں وجود نہیں ہوتا بلکہ اپنے افراد کی ضمن میں خارج میں موجود ہوتا ہے۔ مثلاً انسان کا وجود من حیث الاطلاق کہیں جدا نہیں پایا جاتا۔ بلکہ افراد کے ضمن میں ہی خارج میں ہوتا ہے ایسا ہی تقلید کا وجود جدا ہو اور شخصی اور غیر شخصی کا جدا ہو یہ ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ تقلید جہاں کہیں ہووے گی یا شخصی کے ضمن میں یا غیر شخصی کے ضمن میں ہووے گی۔ لہٰذا دونوں قسم میں مکلف مختار ہے جس پر چاہے عمل کرے اور عہدۂ امر سے فارغ ہووے۔

پس مامور من اللہ تعالیٰ کو بدعت یا شرک کہنا خود معصیت ہے بلکہ دراصل دونوں نوع تقلید کے جواز میں یکساں ہیں۔ مگر اس وقت میں کہ عوام الناس بلکہ خواص پر بھی ہوائے نفسانی کا غلبہ اور اعجاب کل ذی رائے برایہ کا اور تقلید غیر شرعی ان کی ہوا اور اعجاب کو عمدہ ذریعہ جواز و اجراء کا ہو جاتا ہے اور موجب لااُبالی پن کا دین کی طرف سے اور سبب زبان درازی و تشنیع کا شان مسلمین و ائمہ مجتہدین میں اُن کے واسطے بن جاتا ہے اور باعث تفرقہ و فساد کا باہم مسلمین میں ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ سب مشاہدہ ہے لہٰذا ایسے وقت میں تقلید غیر شخصی کا اختیار کرنا اس وجہ سے جہاں پر مفاسد برپا ہوتے ہیں درست نہیں رہا اور فقط شخصی امتثال امر فسئلوا کے واسطے معین و مشخص بحکم شرع ہو گئی ہے کیونکہ اتفاق اور اتحاد رکنِ اعظم دین اسلام کا ہے تو اس کی محافظت بھی فرضِ اعظم ہے قال اللہ تعالیٰ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا[1] الایہ ان اللہ لا یحب الفساد[2] الایہ۔ اور اکثر احادیث اس باب میں وارد ہیں لہٰذا محافظت اس فرضِ اعظم کے واسطے اور رفع ان مفاسد و شنائع کی ضرورت سے ایک شق مامور علی التخییر سوال کو ترک کرنا اور دوسری شق کو جو معین و مقوی اس فرضِ اعظم کو اور دافع شنائع مذکورہ کو ہے اختیار کرنا عین حکم صحابہ و ختم شارع علیہ السلام ہو گیا ہے چنانچہ قرأت قرآن شریف کی سبعۃ احرف میں مخیر تھی اور باجماع صحابہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالے عنہ نے اس کو منع کرکے ایک لغت قریش میں مقصور کر دی اور یہ محض رفع فساد و تفرقہ کی وجہ سے ہُوا تھا۔

صحیح بخاری اس کی شاہد ہے اور خود فخر عالم علیہ السّلام نے قتل ذوالخویصرہ کے باب میں جو واجب القتل بسبب کلماتِ کفر و گستاخی فخر عالم علیہ السّلام کے تھا فرمایا تھا دعہ فان الناس یقولون ان محمدا یقتل اصحابہ[3]۔ اور یہ حکم بسبب فتنہ کے ہُوا تھا لاغیر الحاصل ایسے وقت نازک میں تقلید شخصی واجب مشخص ہے اور غیر شخصی ان فتن مشاہدہ کے سبب ممنوع ہے۔

---

[1] اور سب مل کر اللہ تعالے کی رسّی کو مضبوط پکڑ لو اور متفرق نہ رہو۔

[2] بےشک کہ اللہ تعالے فساد کو دوست نہیں رکھتا۔

[3] اس کو چھوڑ دے۔ اس لئے کہ لوگ کہیں گے کہ محمّد اپنے ساتھیوں کو قتل کیا کرتا ہے۔

البتہ اگر کہیں یہ فساد غیر شخصی میں نہ پایا جاوے تو وہ بھی مامور علی التخیر ہے مثل شخصی کے۔ پس واضح ہوگیا کہ تقلید شخصی واجب ہے اور اس کو بدعت یا شرک کہنا جہل محض ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

تقلید شخصی کا وجوب

سوال:۔ تقلید شخصی کے وجوب کی کیا دلیل ہے؟

جواب:۔ فاسئلوا اھل الذکر[1] الایہ اور نا اتفاقی ہونا اور لاؔ اُبالی ہو جانا عوام کا بسبب عدم تقلید کے دلیل وجوب شخصی کی ہے کہ اس میں انتظام عوام ہے۔

تقلید شخصی کا ثبوت

سوال:۔ مسئلہ قرون ثلثہ میں تقلید شخصی کا ثبوت ہے یا نہیں؟

جواب:۔ تقلید شخصی خود قرآن شریف سے ہی ثابت ہے تو پھر قرونِ ثلثہ کی کیا پوچھ ہے قولہ تعالیٰ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون[2]۔ فقط واللہ اعلم

تقلید شخصی کس پر ضروری نہیں

سوال:۔ جو شخص مجتہدین علیہ الرحمۃ کو یا مقلدین کو بُرا جانے یا تقلید مجتہدین کو شرک کہے معاذ اللہ وہ تو فاسق اور گنہگار سخت ہے مگر جو شخص ایسا نہ جانے بلکہ سب ائمہ دین کو اپنا پیشوا و مقتدائے دین اپنے عقیدہ میں جانتا ہو تو وہ شخص عمل ظاہر سنت پر کہ حدیث سے ثابت ہوا اور کسی مذہب کے موافق ہو مذاہب اربعہ میں سے کرلیوے اور باعث فتنہ و فساد کا اور پریشانی عوام کا بھی نہ ہو اس کے عمل کرنے سے کیونکہ تقلید معین کو جو واجب اور ضروری کہتے ہیں تو اس باعث سے کہ موجب درستیٔ اعمال اور صلاحیت اور بوجہ عدم پراگندی و پریشانی و فتنہ و فساد عوام کے ورنہ چاہے جس کی تقلید کرے۔ مذاہب اربعہ میں تو ایسی صورت میں کہ باعث فتنہ و فساد عوام کا نہ ہو مختار ہے چاہے جس پر عمل کرے یا نہیں۔ فقط احقر آپ کا خادم وہاج احمد بازار چوک۔

جواب:۔ اس صورت میں اگر ہوائے نفسانی سے بھی خالی ہے تو اس کو جائز ہے کہ کسی مذہب کے موافق عمل کرے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

غیر مقلدوں کی بُرائی

سوال:۔ غیر مقلدوں میں کیا برائی ہے؟

جواب:۔ مجتہدین کو بُرا کہنا اور تقلید کو شرک بتانا مسلمان مقلدوں کو مشرک جاننا۔ نفسانیت سے عمل کرنا بُرا ہے اور حدیث پر عمل کرنا لوجہ اللہ تعالیٰ اچھا ہے سب حدیث پر ہی عامل ہیں مقلد ہو یا غیر مقلد۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] ارشادِ الٰہی اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہلِ علم سے دریافت کرو۔

[2] ارشادِ الٰہی اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہلِ علم سے دریافت کرو۔

ائمہ پر طعن کرنا

سوال :۔ جو شخص ائمہ مجتہدین پر اور مقلدین پر طعنہ کرنے والے کو بُرا نہ جانے بلکہ ان کی تعریف کرے اور اُن کو بزرگ ہی جانے وہ شخص بدعقیدہ ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ طعن کرنے والا ائمہ مجتہدین پر فاسق ہے اور جو شخص طعن کرنے والے کو بزرگ جانے اس وجہ سے وہ بھی فاسق ہے اور اگر طاعن میں کوئی صفت دینی ہو اور اس وجہ سے اس صفت میں اس کو بزرگ جانے تو معذور ہے بشرطیکہ اس صفت طعن کو اُس کی بُرائی جانتا ہے اور اگر باوصف اس کے اس صفت شنیع طعن کو بھی اچھا جانے تو وہ بھی مثل اس کے ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غیر مسلک والوں کو بُرا نہ کہنا

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ غیر مقلد مثل مولوی نذیر حسین یا مولوی محمد حسین بٹالوی وغیرہ و نیچریان مثل سید احمد و مسٹر محمود وغیرہ کو پیچھے بُرا کہنا یا الفاظ سخت و سُست کہنے یا اُن کے معاونین کے سامنے جائز ہے یا نہیں اور مکروہ ہے تو تحریمی یا تنزیہی حرام ہے یا غیر حرام۔ فقط

جواب :۔ جو غیر مقلدین ائمہ کو سب سے یاد کریں اُن کو بُرا کہنا اس وجہ بالا سے درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اہل حدیث کو بُرا نہ کہنا

سوال :۔ مولانا سید نذیر حسین صاحب کو جو دہلی میں محدث ہیں جو لوگ اُن کو مردود اور خارج اہل سنت جانتے ہیں اور لامذہب کہتے ہیں آیا یہ کہنا اُن کا صحیح ہے یا نہیں باوجود صحیح نہ ہونے کے ایسے لوگ فاسق بدکار ہیں یا نہیں ؟ اور مولانا صاحب کے عقائد اور اعمال موافق اہل سنت والجماعت ہیں یا نہیں اور حضرت سلمہ کے عقائد اور مولانا صاحب کے عقائد میں کچھ فرق ہے یا متفق ہیں۔ گو بعض جزئیات میں یا اکثر میں تخالف ہو تو یہ کچھ ایسا امر نہیں ہے جس کی وجہ سے اُن کو ایسا گمان کیا جائے جواب بطور بسط کے ارقام فرمائیں۔ کیونکہ ایک عالم اُن کو لعن طعن کرتا ہے اور بدتر فاسقین سے جانتا ہے۔ فقط

جواب :۔ بندہ کو اُن کا حال معلوم نہیں اور نہ میرے ساتھ اُن کی ملاقات ہے لیکن جو لوگ اُن کے حال کے بیان میں مختلف ہیں اگرچہ اُن کو مردود اور خارج اہل سنت سے کہنا بھی سخت بے جا ہے۔ عقائد میں سب متحد مقلد غیر مقلد ہیں البتہ اعمال میں مختلف ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

وصیت شاہ ولی اللہ صاحب

سوال :۔ مقالۃ الوصیۃ فی النصیحۃ والوصیۃ مؤلفہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ ۔ اول وصیت ایں فقیر چنگ زدن است بکتاب وسنت در اعتقاد و عمل و پیوستہ بتدبیر ہر دو مشغول شدن و ہر روز حصہ از ہر دو خواندن و اگر طاقت خواندن ندارد ترجمہ ورقے از ہر دو شنیدن و در عقائد مذہب قدمائے اہل سنت اختیار کردن و از تفصیل و تفتیش آنچہ سلف تفتیش نکردند اعراض نمودن و بہ تشکیکات خام معقولیان التفات

نہ کردن۔ و در فروع پیروی علمائے محدثین کہ جامع باشند میاں فقہ وحدیث کردن و دائما تفریعات فقہیہ را بر کتاب و سنت عرض نمودن آنچہ موافق باشد در حیز قبول آوردن والا کالائے بد بریش خاوند دادن امت را ہیچ وقت از عرض مجتہدات بر کتاب وسنت استغناء حاصل نیست وسخن متقشفۂ فقہاء کہ تقلید عالمے را دست آویز ساختہ تتبع سنت را ترک کردہ اند نشنیدن وبدیشاں التفات نکردن قربت خدا جستن بدوری اینان فقط اور وصیت قول الجمیل مؤلفہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ ومنہا ان لا یتکلم فی ترجیح مذہب الفقہاء بعضہا علی بعض بل یضعہا کلہا علی القبول بجملۃ ویتبع منہا ما وافق صریح السنۃ ومعروفہا فان کان القولان کلاہما مخرجین اتبع ما علیہ الاکثرون فان کانا سواء فہو بالخیار ویجعل المذاہب کلہا کمذہب واحد من غیر تعصب۔ کیا یہ دونوں کلام صحیح ہیں۔

جواب:۔ ہر دو وصیت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حق ہیں جملہ اہل حق یہی فرماتے ہیں بندہ کا بھی یہی عقیدہ اور عمل ہے اسی خاندان سے مستفید ومطمئن ہوا اس کے خلاف کا خیال مت کرو۔ فقط

جماعت میں غیر مقلدوں کی شرکت

سوال:۔ اگر کوئی غیر مقلد ہمارے پاس جماعت میں کھڑا ہو اور رفع یدین اور آمین بالجہر کرتا ہو تو اس کے پاس کھڑے ہونے سے ہماری نماز میں تو کچھ خرابی نہ آئے گی یا ہماری نماز میں بھی کچھ فساد واقع ہو گا۔

جواب:۔ کچھ خرابی نہ آئے گی۔ ایسا تعصب اچھا نہیں وہ بھی عامل بالحدیث ہے اگرچہ نفسانیت سے کرتا ہو مگر فعل تو فی حد ذاتہ درست ہے۔

شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا مسلک

سوال:۔ جو لوگ کہ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ کو غیر مقلد کہتے ہیں کہ مجتہدین رحمہم اللہ کی تقلید نہیں کرتے تھے آپ کے نزدیک یہ قول صحیح ہے یا نہیں؟ اور مولانا صاحب مرحوم کی تالیفات سے اس امر کی تصریح ہو سکتی ہے یا نہیں؟

جواب:۔ بندہ نے جو کچھ سنا ہے مولانا مرحوم کا حال وہ یہ ہے کہ جب تک حدیث صحیح غیر منسوخ ملی اس پر عمل کرتے تھے۔ اگر نہ ملتی تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کرتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اور بندہ نے ان کی زیارت نہیں کی جو مشاہدہ اپنا لکھوں اور ان کی تصانیف سے بھی غالباً یہی نکلے گا۔ واللہ اعلم
(فقط رشید احمد گنگوہی عفی عنہ)

ملفوظات

(۱) مذاہب سب حق ہیں۔ مذہب شافعی پر عند الضرورت عمل کرنا کچھ اندیشہ نہیں مگر نفسانیت اور لذت نفسانی سے نہ ہو۔ عذر یا حجۃ شرعیہ سے ہووے کچھ حرج نہیں۔ سب مذاہب کو حق جانے کسی پر طعن نہ کرے سب کو اپنا امام جانے۔ فقط

(۲) حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں اپنے رسول کا اتباع فرض کیا اور احادیث تمام اس پر دال ہیں اور یہ بات

سب کے نزدیک مقرر ہے مگر فہم کی بات ہے کہ اتباع حضرت وہ کر سکے جس نے آپ کی زیارت کی ہو ورنہ بدون حضور خدمت اتباع کیونکر ہو سکتا ہے۔ لہٰذا فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرما دیا کہ اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم[۱]۔ حق تعالیٰ نے فرمایا فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون[۲]۔ تو پچھلوں پر پہلوں سے پوچھنا اور سیکھنا فرض فرمایا۔ صحابہ سے تابعین نے پڑھا اور ان کا اقتداء کیا اور علی ہذا تابعین سے تبع تابعین نے کہ خود فرما چکے ہیں۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم[۳] ان قرون کی تعریف سے بھی یہ مقصد ہے کہ تابعین نے صحابہ سے سیکھا اور تبع تابعین نے تابعین سے اور یہ ہر سہ قرن خیر امت ہیں تم ان سے میرا طریقہ لو کیونکہ خیریت ان کی بسبب علم و عمل کے ہے اور جو علم و عمل میں اولیٰ ہوتا ہے وہی مقتدا ہوتا ہے۔ تو بس اب متبعین سنت نبوی پر تحصیل دین محمدی علیہ السلام صحابہ سے اور ان کے بعد تابعین سے فرض ہوا اور علیٰ ہذا آج تک یوں ہی قرن بقرن چلا آیا کہ خود فرمایا بلغوا عنی سب عالم کو خطاب کیا کہ تم تبلیغ دین کی کرو تو ہر زمانہ میں بعبارت صریح قرآن و حدیث کے علماء سے دین کی تحقیق اور علم نبوی کا سیکھنا فرض ہوا۔ کیونکہ بدوں تقلید پہلوں کے پچھلوں کو ہرگز دین نہیں مل سکتا۔ مشتہر کو بھی تو دین پہلوں سے ہی معلوم ہوا ہے کچھ اس پر القاء نہیں ہوا۔ وحی بند ہی ہو گئی کہ کسی کی بات ماننا اور اُس کو صادق جان کر عمل کرنا اس کے ہی معنی تقلید ہیں۔ اتنی بات مقلدین و غیر مقلدین سب مسلم رکھتے ہیں مگر غیر مقلدین صرف لفظوں کی تقلید کرتے ہیں کہ پہلوں سے لفظ سُن کر قبول کئے اور معانی آپ خود لگا دیئے گو دین کے موافق ہو یا مخالف۔ سبحان اللہ صحابہ جو عربی دان تھے اور فصاحت و نکات اپنے کلام کے جانتے تھے قرآن و حدیث کے معنی کو حضرت سے اور باہم تحقیق کرتے تھے اور مقصد و معانی کے سیکھنے کی ضرورت جانتے تھے۔ مشہور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دس برس میں سورہ بقرہ کو سیکھا۔ یہ معانی پڑھتے تھے یا الفاظ۔ الفاظ کے پڑھنے کی ان کو کیا ضرورت تھی تفسیر پڑھی تھی اور علی ہذا تابعین و تبع تابعین اور سب علماء کو معنی کی تقلید ضرور ہوئی مگر جہلاء چند کو کچھ حاجت نہ رہی کہ فقط پہلے لوگوں کے لفظ دیکھ کر اپنی رائے سے جو چاہے معنی گھڑ لئے۔

احادیث میں موجود ہے کہ صحابہ و تابعین قرآن کے متعارض مضامین کو اور غریب لغات کو تحقیق کرتے تھے۔ بہرحال تقلید لفظ کی اور معنی کی دونوں کی دین میں واجب ہے تو بس اب حسبِ ارشاد شارع کی تقلید واجب ہوئی اور جو کوئی کسی عالم کی تابعین سے لے کر آج تک تقلید کرتا ہے تو تقلید صحابہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی تقلید ہے کیونکہ یہ سب واسطہ و وسائل آپ کے ہیں۔ سو تابعین اور تبع تابعین کی تقلید اور ان کے شاگردوں کی تقلید صحابہ کی تقلید اور خود رسالتمآب علیہ السّلام کی تقلید تو بالضرور تقلید ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوئی اور

---

[۱] میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں ان میں سے جن کی تم نے اقتداء کر لی ہدایت پالی۔

[۲] اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہلِ علم سے دریافت کر لو۔

[۳] بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر ان لوگوں کا جو اُن سے قریب ہیں پھر اُن لوگوں کا جو اُن سے قریب ہیں۔

مقلد شافعیؒ وغیرہ کا بھی مقلد آپ کا ہی ہوا۔ اب باوجود اس بات کے کہ تقلید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدوں صحابہ کے اور تقلید صحابہ کی بدوں تابعین کے محال ہے اور قرآن و حدیث میں ان کی تقلید کا حکم مصرح مذکور ہو چکا تو پھر ہم پوچھتے ہیں کہ باری تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حکم تقلید ائمہ اربعہ کے وجوب کے کیا معنی ہیں آیا یہ مقصود ہے کہ قرآن شریف میں یا حدیث میں خاص کر بنام ابو حنیفہ رحمہ اللہ یا شافعی رحمہ اللہ مثلاً حکم ہو کہ فلاں امام کی تقلید کرنا واجب جانیو۔ اگر یہ مطلب ہے تو محض دھوکا مسلمانوں کو دینا ہے۔ بخاری و مسلم کے الفاظ کی تقلید کی کون سی مصرح حدیث یا قرآن کی آیت ہے یا صحابہ میں سوائے چند نام کے کس کے نام کی تصریح آئی ہے۔ معاذ اللہ اور اگر صحابہ کے قرن میں عموم لفظ اصحابی کالنجوم پر قناعت ہے تو ثم الذین یلونہم اور لفظ اھل الذکر کے عموم میں کیا قباحت دیکھی جو یہاں تخصیص اسمی کی ضرورت پڑی اگر مشتہر بمسمیٰ ابو حنیفہ یا شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کی تصریح اسم کی نص مانگتا ہے تو ہم بھی صحابہ کے ہر ہر واحد کے نام کی صراحۃً نص پوچھتے ہیں اور بخاری و مسلم وغیرہما تمام ائمہ حدیث کی تقلید لفظی کی حدیث صریح طلب کرتے ہیں۔

الغرض یہ سب مغالطہ اور دھوکہ ہے۔ بات یہ ہے کہ جیسا صحابہ نے حضرت سے دین لیا ویسا ہی تابعین نے صحابہ سے لیا اور جب صحابہ کی تقلید کا ارشاد کیا تو سب صحابہ کا گویا نام لے دیا اور جبکہ تابعین کا علم صحابہ کا علم ہے تو سب تابعین کی تقلید کو ضروری فرمادیا اور علیٰ ہذا القیاس بعد کے قرون میں اور امام ابو حنیفہ بھی تابعی ہیں چنانچہ جلال الدین سیوطیؒ نے ایک رسالہ اس باب میں لکھا ہے تو ان کی تقلید نص سے ثابت ہوئی۔ کیونکہ اُن کا سب فقہ حدیث اور صحابہ کے اقوال و افعال سے حاصل و مستنبط ہے اور علیٰ ہذا القیاس شافعی رحمہ اللہ وغیرہ ائمہ تبع تابعین کے شاگرد ہیں اُن کا علم بھی صحابہ ہی سے مستفاد ہے۔ سو اب کس مُنہ سے کوئی اُن کی تقلید سے انکار کرسکتا ہے اور ان کے نام کی نص صریح مانگنے میں مشتہر کا قافیہ تنگ ہوگا۔ دیکھیں گے وہ کس اپنے مقتداؤں کے لئے نص صریح لاوے گا۔ ہاں ایک بات باقی رہی وہ یہ ہے کہ مشتہر کا یہ مطلب ہو کہ تقلید سب صحابہ و تابعین کی درست و ضرور ہے اور پھر خاص کر ایک ہی کی تقلید کرنے کی کیا ضرورت ہے اور وجوب تقلید ایک ہی شخص کا کس نص میں آیا ہے۔ نص قرآن و حدیث تو علی العموم سب کی تقلید کی ارشاد فرماتی ہے اور تابعین اور تبع تابعین کے طرز سے بھی یہی ظاہر ہے کہ وہ کسی ایک کے شاگرد نہیں بلکہ بہت لوگوں سے ان کا علم حاصل ہے تو البتہ یہ قابلِ التفات جواب ہے تو اوّل تو ہوش کر کے یہ بات سنو کہ یہ حدیث اصحابی کالنجوم کے یہ معنی ہیں کہ میرے سارے اصحاب ہر ہر واحد مثل ستارہ کے ہے تم جس کسی ایک صحابی کی بھی اقتداء کرو گے تو ہدایت پاؤ گے، تو مطلب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے کہ فقط ایک صحابی خواہ کوئی ہو ہدایت کے واسطے کافی ہے یہ معنی نہیں کہ جو سب کی اقتداء کرو گے تو ہدایت ہووے گی ورنہ نہیں۔ مگر ہاں جب ایک کی اقتداء میں ہدایت ہے تو اگر چند صحابہ کی اقتداء ہوگی اور مسائل و مواقع متعددہ میں اصحاب متعددہ سے اقتباس کرے گا تو بھی ہدایت ہووے گی تو بس اس حدیث میں آپؐ نے ایک صحابی کی تقلید کو کافی فرمادیا اور زیادہ کی تقلید کو منع نہیں فرمایا اور فی الواقع مسئلہ مختلفہ میں تو ایک کی ہی اقتداء ممکن ہے۔ دو یا تین کی تقلید ہو ہی نہیں سکتی۔ اور اوپر کی تقریر سے یہ

واضح ہوگیا کہ تقلید تابعی کی تقلید صحابی کی ہے اور علیٰ ہذا تو یہ حکم جب صحابہ کی نسبت ہے ویسا ہی تابعین تبع تابعین وغیرہم کی نسبت بھی ہے کہ ایک کی تقلید ضروری ہے اور زیادہ کی منع نہیں تو بہرحال اتباع ایک عالم کا کرنا جس کا نام تقلید شخصی ہے جائز ہوئی کہ اس کے کرنے سے دین حاصل ہوتا ہے اور ہدایت پاتا ہے اور امر فسئلوا الخ کا امتثال پورا حاصل ہوتا ہے اور اصحابی کالنجوم پر کامل عامل بنتا ہے اور اس تقلید میں کوئی کراہت یا کوئی ترک اولیٰ نہیں اور مطلق تقلید کی جو مامور ہے یہ بھی ایک فرد ہے اگرچہ دوسرے فرد کہ چند علماء کا مقلد ہوتا ہے وہ بھی در اصل روا اور جائز ہے اور ہم پلہ اس تقلید شخصی کے ہے تو پس مقلد ابوحنیفہؒ کا اور شافعیؒ وغیرہما کا مقلد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے ان میں سے کسی کا نام لے کر فرمانے کی ضرورت نہیں کیونکہ کلیہ کے جزئیات اور عام کی افراد بحکم صراحت ہی ہوتے ہیں اور اگر مشتہر کا مذہب کلیہ میں صراحت اسمی کا ہے تو تمام کلیات وعمومات وارادہ نصوص لغو ہو جاویں گے سب زانی وسارق وغاصب اپنے نام کی تصریح مانگیں گے جیسا کفار کہا کرتے تھے کہ خاص ہمارے نام کا حکم نام لاؤ۔ الحاصل یہ نہایت چربوز مطالبہ اور واہی بات اور محض دھوکہ ہے۔

بعد اس بات کے دریافت کے دوسری بات یہ سنو کہ حق تعالےٰ قرآن شریف میں بقولہ ولا تفرقوا[۱] حکم اتفاق کا اہل اسلام کو دیتا ہے اور اجتماع اور عدم تنازع کو فرض فرماتا ہے اور جو امر تفریق ڈالنے والا ہو اُس کو حرام ومنع فرماتا ہے اگرچہ وہ امر مستحب ہی ہو سو جو امر کسی وقت میں مستحب تھا جب اس امر سے مسلمانوں میں فساد ہونے لگے تو وہ امر حرام ہو جاتا ہے۔ دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باندیشہ افتراق اُمت کے بیت اللہ کی دیوار کو اپنے موقع پر نہ بنایا اور خود آپ نے طویل قرأۃ فی الصلوٰۃ کو مستحب فرمایا تھا کہ عمدہ نماز وہ ہے جس میں قرآن زیادہ پڑھا جاوے اور حضرت معاذؓ نے اس پر عمل کیا۔ تو جب ایک صحابی نے شکایت کی کہ ہم زراعت کرنے والے ہیں معاذؓ کی طویل قرأت سے ہم کو تکلیف ہوتی ہے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو فتان فرمایا اور چھوٹی قرأت کو واجب کر دیا کیونکہ قرأت کے ادا کرنے کو ادنیٰ درجہ کافی تھا اور یہ طریقہ موجب اتفاق تھا اور دوسرا طریقہ حالانکہ مستحب تھا مگر وقت افتراق کے اس کو فتنہ فرمادیا اور اس پر عمل کرنے والے کو فتنہ انگیز ٹھہرایا تو بس یہ قاعدہ مسلم شرع کا ہے کہ اگر اداۓ واجب کے دو طریقہ ہوں ایک میں فساد ہوتا ہو اور دوسرے میں اتفاق رہتا ہو تو وہ طریقہ جس میں فساد ہو اختیار کرنا حرام ہو جاتا ہے اور دوسرا طریق معین واجب ٹھہر جاتا ہے۔ اگرچہ وہ طریق جس میں افتراق ہوتا ہے اصل میں عمدہ ہی کیوں نہ ہو مگر اس عارض امر سے حرام بن جاتا ہے۔ اب ان دونوں امر کے بعد جواب اس خدشہ کا صاف نکل آیا کہ تقلید شخصی کرنے والے اہل ہند کے مثلاً اپنے فرض سے فارغ تھے اور امتثال امر خداوندی ونبوی میں سرگرم۔ اب اگر عدم تقلید شخصی کو کوئی گرایا چاہتا ہے تو بحکم مقدمہ ثانیہ معلوم ہوا کہ فتنہ وافتراق امت میں ڈالتا ہے۔ لہٰذا یہ امر ناجائز ہوا اور تقلید شخصی واجب ہوئی لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ اب تقلید شخصی واجب بالغیر ہوگئی اور عدم تقلید حرام بالغیر بنی اور جو کچھ فتنہ اور نزاع اور

---

[۱] اور متفرق نہ ہونا۔

باہم اختلاف اس عدم تقلید میں ہے وہ سب کو نظر آتا ہے۔ مگر ہاں حق تعالیٰ جس کو کور باطن بنادے وہ اس فساد کے معائنہ سے معذور ہے۔

اب بفضلہ تعالیٰ وجوب تقلید شخصی بخوبی ثابت ہوگیا اور تقلید ائمہ اربعہ میں کسی امام کی بالتعین واجب ثابت نص قرآنی سے اور احادیث نبوی سے ہوگئی کسی مسلمان کو تردد لائق نہیں اور یہ سوال مشتہر کا اصل سب سوالات کی ہے اور یہ بات اس کی جڑ ہے بہت سے خدشات کی اور مابہ الافتخار اس کا ہے اس واسطے ہم نے اس کو بہت دراز لکھا ہے اس جواب کو بہت غور سے دیکھنا چاہیئے کہ بعد صحت فہم کے سب خدشات رفع ہوجاتے ہیں۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

احمد ۱۳۰۱ رشید

کتبہ الاحقر بندہ رشید احمد عفی عنہ

(۳) امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگر کوئی کسی اپنی محرم سے نکاح کرلیوے تو بے شک وہ زانی ہے اس کو تعزیر دینی چاہیئے اور امام جو تعزیر اس کی تجویز کرے درست ہے یہاں تک کہ قتل بھی کردیوے تو روا ہے مگر وہ حد شرعی کہ زنا میں ہوتی ہے (محصن کو سنگسار کرنا اور غیر محصن کو سو کوڑے مارنا) وہ اس میں نہیں آتے اور دلیل اس کی وہ حدیث ہے کہ ابوداؤد اور ترمذی روایت کرتے ہیں۔ عن براء بن عازب قال لقیت عمی ومعہ رایۃ فقلت لہ این ترید فقال بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی رجل نکح امراۃ ابیہ فامرنی ان اضرب عنقہ واٰخذ مالہ[1]۔ دیکھو خود شارع علیہ السلام نے اس واقعہ میں حد شرعی نہیں ماری بلکہ تعزیر سخت دی تو امام صاحب پر کیا طعن ہے کہ وہ تو عامل بالحدیث ہیں۔ چشم بینا ہو تو اعتراض نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) جاننا چاہیئے کہ بیگانے مال کا مالک ہونا بیگانے مال پر تصرف مالکانہ کرنا بدوں کسی ایک عقد کہ شرع نے اسباب ملک مقرر فرمائے ہیں حلال نہیں ہوسکتا جیسا بیع یا ہبہ یا اجارہ مثلاً اور ایسا ہی دوسرے کے نفس پر تصرف روا نہیں بدوں اس عقد کے کہ حلت کے واسطے مشروع ہوئے ہیں۔ جیسے نکاح و اجارہ خدمت کا۔ مثلاً اگر بدوں ان عقود موضوعہ شرع کے کوئی قبض وتصرف ہوگا تو وہ غصب وسرقہ و زنا کہلائے گا اور حرام ہوگا۔ یہ امر تو مسلم تمام امت کا ہے حاجت دلیل وسند کی نہیں رکھتا۔ دوسرے یہ کہ یہ تصرفات جیسے متعاقدین باہم کرسکتے ہیں۔ ایسا ہی حاکم اپنی طرف سے اس کی مصلحت کے واسطے کرسکتا ہے اور یہ تصرف حاکم درحق محکوم بحالت رضا وسکوت نافذ ہوتا ہے۔ ظاہراً مثلاً مدیون کی جائیداد کو حاکم بلا رضا نیلام کرتا ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام مدبر ایک صحابی کا کہ وہ مفلس تھے بیع کردیا اور کہیں ثابت نہیں ہوا کہ انہوں نے حضرت علیہ السلام کو وکیل کیا ہو بلکہ بظاہر خلاف رضا اُن

---

[1] براء بن عازب سے روایت ہے کہ میں اپنے چچا سے ملا اور ان کے ہاتھ میں ایک علم تھا جو کہیں لڑنے کے لئے جانے کی نشانی تھی، میں نے اُن سے دریافت کیا کہ تم کہاں کا ارادہ رکھتے ہو تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے قتل کے لئے بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کرلیا ہے اس لئے مجھے حکم دیا ہے کہ اس کی گردن ماردوں اور اُس کا مال لے لوں۔

کی کے تھا۔ کیونکہ وہ تو اس کو مدبر بنا چکے تھے اور مثلاً عنین کے واقعہ میں آپؐ نے زوج کی طرف سے عورت پر طلاق واقع کر دی اور جس شخص نے اپنے غلام کو خصی ـــــ کر دیا تھا آپؐ نے اس غلام کو بدوں رضا مالک کے آزاد کر دیا اور افعال صحابہؓ سے بھی ایسا ہی مستفاد ہے۔ عنین کی زوجہ کو تفریق کر دینا اسی قسم سے ہے تو ان سب واقعات سے یہ معلوم ہوا کہ حاکم کو ایجادِ عقد کا اختیار ہے تو حاکم نے اگر کسی کی شے بیع کر دی تو مشتری کو اس میں تصرف روا ہے اور اگر نکاح کر دیا تو زوجین کو مباشرت حلال ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جب وجود عقد کا ثابت ہو جاوے گا تو حلت ظاہراً و باطناً ثابت ہووے گی جیسا اگر متعاقدین باہم ان عقود کو کر لیویں تو حلال ہونا ظاہر و باطن ثابت[1] ہوتا ہے۔ ہاں اگر قاضی کسی کی شئے دوسرے کو بغیر عقد و سبب دیوے تو غصب ہے اور حرام جیسا کوئی کسی کی شئے بلا عقد لیوے تو غصب ہوتا ہے اور تصرف حرام ہوتا ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ بیع اپنے محل میں ہوتی ہے اور نکاح بھی اپنے محل میں ہوتا ہے تو باہم بیع و نکاح جب ہی ہوتا ہے کہ شئے قابل بیع ہو اور عورت قابل اس شخص کے نکاح کے ہو یہ نہیں کہ جس عورت سے چاہے قاضی نکاح کر دے۔ اگرچہ ماں بہن ہی ہو۔ اب سنو کہ امام صاحب نے بنا بریں دوام یہ فرمایا ہے کہ اگر کسی نے کسی عورت پر دعویٰ نکاح کا کیا اور عورت انکار کرتی ہے مرد نے جھوٹے گواہ پیش کئے۔ قاضی نے خوب حسبِ قاعدہ عدالت گواہوں کی تحقیق کر کے حکم نکاح کا دے دیا تو امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگرچہ پہلے سے نکاح نہیں ہوا تھا مگر اب قاضی کے حکم سے منعقد ہو گیا کہ قاضی ایجاد نکاح کا مختار ہے اور قاضی کا کہنا کہ میں نے نکاح کو نافذ کر دیا یہ کہنا ہے کہ میں نے نکاح کر دیا اور اس حکم کے وقت دو گواہ ہونے ضروری ہیں۔ تو اب جب کہ عقد ثابت ہو گیا تو عورت مرد کو بسبب اس نکاح قاضی کے ظاہر و باطن حلال ہو گئی۔ اور عورت گو اول انکار کرتی ہے مگر قاضی نے اُس کے انکار کو رد کر کے اب نکاح کر دیا اور حکم قاضی سے نکاح منعقد ہو گیا کہ اس میں مصلحت ہے اور رفع نزاع ہے اور قاضی اسی واسطے ہوتا ہے اور بعد عقد کے موجب اس کا حلال ہونا تصرف کا ہے اور بس اور یہ واقعہ جناب رسالت مآب علیہ السّلام کے زمانہ میں نہیں ہوا کہ اس کی کوئی حدیث صریح لائی جاوے۔ مگر یہ دونوں امر جس میں سے یہ بات نکلے حدیث سے ہی ثابت ہوئے ہیں اور حضرت علیؓ کے زمانہ میں یہ حادثہ ہوا اور اس حکم حضرت علیؓ سے یہی بات ثابت ہوتی ہے جو امام صاحب فرماتے ہیں تو بموجب ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کہ جس صحابی کا تم اقتدار کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ امام صاحب مہتدی اور حق فرمانے والے ہیں۔ اور کوئی

---

[1] اور اس کے منجملہ (یعنی منجملہ منصب امامت) یہ بھی ہے کہ اس کے حکم کو نافذ کر دیا جائے بنی آدم کے عقد اور معاملات میں پس جس وقت کہ نبی وقت دو شخصوں کے معاملات میں سے کسی معاملہ کا فیصلہ فرما دے۔ جیسے بیع یا نکاح کا انعقاد یا اسی کے مثل اور کوئی عقد تو اس کے حکم کے ساتھ یہ عقد منعقد ہو جائے گا کہ پھر اس میں کسی کو چون و چرا کی گنجائش نہ رہے گی جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے آیت" کہ کسی مومن اور مومنہ کو اس کا حق نہیں کہ جب اللہ و رسول نے کسی بات کا فیصلہ کر دیا تو اُن کے معاملہ میں اُن کو (کرنے نہ کرنے کا) اختیار باقی رہے اسی طرح مذکورہ عقود امام یا اُس کے نائب کے حکم سے جو کہ قاضی ہے خود بخود منعقد ہو جاتے ہیں کسی کو گفتگو کی مجال نہیں رہتی جیسا کہ مسئلہ" قاضی کا حکم ظاہر و باطن میں نافذ ہوتا ہے" متون و شروح میں صراحت سے موجود ہے (مولانا اسمٰعیل شہیدؒ)

حدیث مخالف قول امام صاحب کے نہیں ہے اور وہ حدیث بخاری وغیرہ کی جس میں یہ لفظ ہیں فمن قضیت له بشئ من حق اخیه فلا یاخذ نه جس کے واسطے حکم کردوں میں دینے کا کچھ اپنے بھائی کے حق سے تو ہرگز نہ لیوے تو یہ مطلق شئے دلانے کے باب میں وارد ہوئی ہے نہ ایجاد سبب کے باب میں اور معلوم ہو چکا کہ بلا ذریعہ سبب کے کوئی شئے یعنی غصب ہوتا ہے۔ بعد اس کے سنو کہ مشتہر نے جو تشریح کی کہ کسی کی جورو کو اپنی زوجہ ہونے کا دعویٰ کر کے دو جھوٹے گواہ گزران کر کے لیوے تو وہ عورت مدعی کو درست ہو جاتی ہے محض افترا ہے کہ کوئی عالم اور کتاب اس کو نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ غیر کی منکوحہ محرمات شرعیہ میں ہے اس کا انفاذ نکاح کب ہو سکتا ہے۔ سو یہ مشتہر کی محض خیانت ہے دروغ گوئی کو شیوہ اغوا عوام کا ٹھہرایا ہے۔ واللہ اعلم

(۵) دہ دردہ کی تحدید ہرگز امام صاحب کا مذہب نہیں (کذا فی المصفیٰ ومعیار الحق وایضاح الحق) نہ کسی اور محقق حنفی کا بلکہ بعض متاخرین نے عوام کی فہم کے واسطے ایک حد لگا دی ہے اور یہ بھی اسی واسطے ہوا کہ جو تحدیدات قلتین وغیرہ کی احادیث سے معلوم ہوتی ہیں ان کا ثبوت لفظاً نہیں بامعنی کلام ہے تو اسی موقعہ میں امام صاحب نے حسب قاعدہ شرعیہ رائے مبتلی بہ پر چھوڑا تھا۔ عوام کی رفع حرج کے واسطے دہ دردہ مقرر کر دیا تھا کہ احتیاط ہاتھ سے نہ جاوے۔ ایسے باب میں حدیث طلب کرنی جہالت ہے۔ اگر مشتہر پہلے حدیث صحیح سے کوئی حد ثابت کر لیتا تو پھر دوسروں کو تکلیف حدیث تحدید کی دینی مناسب تھی۔ اللھم احفظنا من شرور انفسنا ومن وسواس الخناس عدونا آمین۔

(۶) اول حقیقت اس مسئلہ کی سنو کہ امام صاحب نے یوں فرمایا ہے (ہکذا فی شرح الفقہ الاکبر ملا علی القاریؒ) کہ اجزا ایمان کی زیادت زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو ہوئی تھی بایں معنی کہ ایک آیت یا حکم نازل ہوا اور مسلمانوں نے اس کو قبول کیا پھر دوسرا حکم آیا اس کو مان کر ایمان زیادہ ہوا اور پھر اور حکم آیا اس کو قبول کر کے اور زیادہ ہو گیا اور علیٰ ہذا القیاس آیات واحکام بڑھتے جاتے تھے ایمان بھی زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ جب خاتم الانبیاء علیہ السلام تشریف فرمائے آخرت ہوئے تو احکام ختم ہو چکے۔ ایمان کی بھی ایک حد معین ٹھہر گئی اب کمی زیادتی ایمان بایں معنی نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی حکم زائد ان احکامات پر کوئی کر دیوے وہ بھی کافر ہے اور جو ایک حکم کو نہ مانے وہ بھی کافر اور بایں معنی ایمان افراد مومنین کا اور انبیاء اور سب ملائکہ کا برابر ہے کہ جو امور مامور بہا کہ جس پر ایمان لانا فرض ہے مومنین کا وہی ملائکہ وانبیاء کا قال اللہ تعالیٰ آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون الایہ۔

غرض ایمان سب احکام خداوندی کا ماننا ہے اس میں مومن ونبی وجبرائیل وغیرہ فرشتے سب برابر ہیں۔ ہاں اجمال تفصیل کا فرق ہے اور کمی زیادتی کیفیت کی اور قوت وضعف اس کا اور شئے ہے وہ البتہ یکساں نہیں اب یہ عقیدہ کہو قرآن کی آیت سے نکلتا ہے یا نہیں؟ اور اس کا منکر کون ہوتا ہے۔ اگر حسود کی چشم بند ہوں کوئی کیا کرے اور خود امام صاحب کے اس کلام۔ سے یہ مطلب ظاہر ہے کہ یوں فرماتے ہیں کہ ایمانی کایمان جبرئیل ولا اقول مثل ایمان جبرئیل۔ یعنی ایمان میرا مشابہ ایمان جبرائیل کے ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ مثل ایمان جبرائیل

کے ہے۔ اس واسطے کہ مماثلت جب ہوتی ہے کہ من کل الوجوہ برابر ہو جاوے اور یہ بات نہیں ہے بلکہ آپ کو جس میں مشابہت ہے اور یہ بات فارسی خواں بھی جانتے ہیں کہ محبوب کو سرو سے مشابہت دیتے ہیں تو فقط راستی قد کی مشابہت مقصود ہوتی ہے۔ سب امور میں مشارکت و مماثلت نہیں ہوتی۔ غرض یہ بات محض عناد کی ہے ورنہ اس کا فہم کچھ دشوار نہ تھا۔ واللہ الہادی۔

(۷) تیسیر الوصول میں روایت ہے عن ابی جحیفۃ ان علیا رضی اللہ عنہ قال السنۃ وضع الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ اخرجہ رزین [۱]۔ اور سنت فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوتا ہے تو بس اس روایت سے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے خوب روشن ہیں۔ انکار اس کا بجز تعصب اور کیا ہوگا۔ واللہ اعلم۔

(۸) یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سوائے تحریمہ کے ہاتھ نہیں اٹھائے۔ قال عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی ولم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ و فی الباب عن براء بن عازب قال ابو عیسیٰ حدیث ابن مسعود حدیث حسن بہ یقول غیر واحد من اہل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین وھو قول سفیان و اہل کوفۃ [۲]

اس حدیث کی ترمذی خود تصحیح کرتا ہے اور کوئی ضعف اس میں نہیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رفع یدین رکوع وغیرہ میں سوائے تحریمہ کے نہ کرنا بروایت عبد اللہ بن مسعود و براء بن عازب کے ثابت ہو گیا اور فقط یہ دو صحابی ہی یہ نہیں فرماتے بلکہ بہت سے صحابی کی یہی روایت و رائے ہے کہ سوائے تحریمہ کے رفع یدین نہ ہونی چاہیئے اور یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت جیسے نماز پڑھنے کے یہ معنی تھے کہ جس طرح حضرت نے نماز پڑھی اور جو جو فعل آپ نے نماز میں ادا فرمائے وہ سارے کرکے دکھلادیں۔ پھر اب عدم رفع یدین میں سوائے تحریمہ کے کون سا خفا رہا اور کوفہ میں بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ سو اصحاب تشریف رکھتے تھے۔ اس سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جو اہل کوفہ کا مذہب عدم رفع یدین کا تھا تو اکثر ان اصحاب مقیمین کوفہ کا یہ قول تھا۔ کیونکہ اہل کوفہ نے ان ہی اصحاب سے دین لیا تھا۔ بعد اس واضح روایت کے انکار کرنا محض نفسانیت ہے وبس لہٰذا مسلمانوں کو ایسی تلبیسات پر التفات نہیں کرنا چاہیئے۔

(۹) آمین کو خفیہ کہنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حدیث سے ثابت ہے کہ مستدرک میں حاکم نے باسناد صحیح روایت کیا

---

[۱] ابی جحیفہ سے روایت ہے کہ علیؓ نے فرمایا کہ سنت یہ ہے کہ نماز میں ہتھیلی کو ناف کے نیچے رکھا جائے اس کو رزین نے روایت کیا ہے۔

[۲] عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ کیا میں تم کو ایسی نماز نہ پڑھا دوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تھی؟ پھر انہوں نے نماز پڑھی اور بجز پہلی مرتبہ کے پھر انہوں نے اپنے ہاتھوں کو نہیں اٹھایا اور اسی باب میں براء بن عازب فرماتے ہیں ابو عیسیٰ نے کہا کہ ابن مسعود کی حدیث حسن ہے اور اکثر اہل علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور تابعین یہی فرماتے ہیں اور سفیان اور اہل کوفہ کا یہی قول ہے۔

ہے۔ عن وائل بن حجر انہ صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما بلغ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین قال آمین و خفض بھا صوتہ[1] اس حدیث سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خفیہ آمین کہنا ثابت ہو گیا۔ بعد اس کے انکار کرنا محض تعصب ہے۔ اس باب میں اور بھی روایات ہیں پس کسی کو اشتباہ نہ ہونا چاہیئے۔

(۱۰) صحیح مسلم میں حدیث مروی ہے کہ انما جعل الامام لیوتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرء فانصتوا[2] اور خود حق تعالیٰ ہی قرآن شریف میں فرماتا ہے واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا[3]۔ چونکہ خود قرآن شریف وحدیث صحیح سے انصات مقتدی کا ثابت ہو گیا تو پھر چون وچرا کرنا دھوکہ دینا ہے۔ واللہ الہادی

(۱۱) بخاری نے روایت کیا ہے عن ابی ذر قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فاراد المؤذن ان یؤذن فقال لہ ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال لہ ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال لہ ابرد حتی یساوی الظل التلول[4] سنو کہ ٹیلوں کا سایہ جب مساوی ٹیلوں کے ہوتا ہے کہ سایہ ایک مثل سے بہت زیادہ ہو جاوے جس کا دل چاہے مشاہدہ کر لے تو اگر بعد ایک مثل کے وقت باقی تھا تو آپ نے اس وقت میں نماز پڑھی۔ بعد اس روایت صحیح کے طعن کرنا جہالت ہے۔ واللہ اعلم

---

[1] وائل بن حجر سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی جب آپؐ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کی تلاوت فرمائی تو آمین فرمایا اور آمین کہنے کے لئے اپنی آواز پست فرمائی۔

[2] امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرآن شریف پڑھے تو خاموش رہو۔

[3] اور جب قرآن پڑھا جائے تو تم اس کو دل لگا کر سنو اور خاموش رہو۔

[4] ابی ذرؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جب مؤذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپؐ نے فرمایا ٹھنڈا ہونے دے پھر (تھوڑی دیر کے بعد) جب اس نے ارادہ کیا تو آپؐ نے فرمایا ٹھنڈا ہونے دے پھر (تھوڑی دیر کے بعد) اس نے جب ارادہ کیا تو آپؐ نے فرمایا ٹھنڈا ہونے دے حتیٰ کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو جائے۔

ذکر و دعا آداب قرآن و تعویذ کے مسائل

ذکر جہری

سوال :- ذکر سے یہ بات دل میں پیدا ہوتی ہے کہ اب تجھ کو ہر شخص عابد زاہد جانے گا۔ اس ریا کے دفع کی کیا تدبیر ہو آج کل آواز بیٹھ گئی ہے اگر حکم ہو تو آہستہ شروع کر دوں جبکہ آواز کو نفع ہو گا پھر جہر ہی کروں گا۔ فقط

جواب :- ذکر جہر سے ریا پیدا ہوتا ہے تو اس کے واسطے لاحول بکثرت پڑھا کریں مگر اس کے لئے ترک جہر مناسب نہیں البتہ عذر مرض کی وجہ سے تا زوال مرض ترک رکھنا اور اخفا پر اکتفا کرنا مناسب ہے۔

ذکر جہری کی حقیقت

سوال :- ذکر جہر کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے یا صوفیاء نے اپنی طرف سے مقرر کر لیا ہے۔ زید کہتا ہے کہ ذکر جہر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدعت ہے۔ عمرو کہتا ہے کہ جب ذکر جہر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدعت ٹھہرا تو بڑے بڑے حنفی اس ذکر کرنے کی کیوں اجازت دیتے ہیں مفتی بہ کس طور پر ہے۔

جواب :- ذکر جہر اور خفی دونوں حدیث سے جائز معلوم ہوتے ہیں۔ امام صاحب نے جہر کو بدعت اس موقعہ پر فرمایا ہے جہاں ذکر کا موقعہ ہے آپ علیہ الصلوۃ سے وہاں جہر ثابت نہیں جیسا عید الفطر کی نماز کو جاتے ہیں اور مطلقاً ذکر جہر کو منع نہیں فرمایا ذکر ہر طرح درست ہے۔ فقط

ذکر جہری کا ثبوت

سوال :- ذکر جہر کون سی حدیث سے ثابت ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کس موقعہ پر بدعت اور کس جگہ جائز فرمایا ہے۔ زید کہتا ہے کہ ذکر جہر کرنا کیا ضروری ہے کیا اللہ بہرہ ہے کہ چپکے سے نہیں سنتا ہے۔ جناب اس مسئلہ کو مع ثبوت آیت و حدیث کے ارقام فرمائیں اور جس حدیث سے ثابت ہوا ہے وہ حدیث ضرور لکھ دیں اور وجہ بدعت ہونے اور جائز ہونے کی اور مفتی بہ ہونے کی زیب قلم فرماویں اور جناب نے پہلے فتویٰ میں جو ذکر جہر کا ثبوت لکھا ہے وہ سمجھ میں نہیں آیا۔ فقط

جواب :- السلام علیکم بندہ مفتی ہے مسئلہ حق جو اپنے نزدیک ہوتا ہے اُس کو بتانا فرض ہی جانتا ہوں اور مسائل کے دلائل لکھنے کی ضرورت نہیں اور وہ واجب نہیں اس کی تحقیق کتب میں ہے اگر علم ہو اس کو دیکھو ورنہ دلائل سے آپ کو کیا فائدہ ہو گا۔

ذکر جہری

سوال :- ذکر جہر مذہب حنفیہ میں جائز ہے یا نہیں مدلل ارقام فرماویں

جواب :۔ ذکر جہر میں حنفیہ کی کتب میں روایات مختلفہ ہیں کسی سے کراہت ثابت ہوتی ہے غیر محل ثبوت میں اور بعض سے جواز ثابت ہوتا ہے اور یہی راجح ہے اور اس کی دلیل طلب کرنا بے سود ہے کیونکہ مجتہدین کا خلاف ہے۔ سواب کون فیصلہ کر سکتا ہے مگر جواز کی دلیل یہ ہے کہ قال اللہ تعالیٰ۔ اذکر ربک[۱] فی نفسک تضرعا وخیفۃ و دون الجہر[۱] الایۃ دون الجہر بھی جہر ہی ہے کہ ادنیٰ درجہ ہے۔ قال علیہ السلام اربعوا علیٰ انفسکم[۲] الحدیث۔ اربعوا بھی ذکر جہر ہی ہے۔ رفق کو فرمایا ہے۔ گلو پھاڑنے سے منع کیا ہے اور مطلق آیات وحدیث بہت جواز پر دال ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ذکر جہری

سوال :۔ ذکر بجہر اور دعا بجہر اور درود بجہر خواہ جہر خفیف ہو یا شدید جیسے نماز میں نزدیک حضرات محدثین اور حضرات ائمہ اربعہ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کیا حکم رکھتا ہے اور جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ ذکر خواہ کوئی ذکر ہووے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سوائے ان مواقع کے کہ ثبوت جہر نص سے ہے وہاں مکروہ ہے اور صاحبین اور دیگر فقہاء و محدثین جائز کہتے ہیں اور مشرب ہمارے مشائخ کا اختیار مذہب صاحبین علیہما الرحمۃ ہے۔ والسلام

ذکر جہری میں ضرب کا طریقہ

سوال :۔ ذکر جہر میں ضرب اللہ کس قدر جہر سے قلب پر مارنا چاہیئے۔ کیا ایسی شدت ہو کہ آواز بیٹھ جاوے ۔

جواب :۔ ایسی شدت کی ضرورت نہیں ہے ۔

ذکر کے وقت تصور

سوال :۔ مسئلہ یا باسط یا مغنی کے پڑھنے میں کیا خیال رکھے ۔

جواب :۔ ان کے معنیٰ کا دھیان رکھے

ذکر جہری افضل ہے یا خفی

سوال :۔ ذکر جہر افضل ہے یا خفی بالدلائل ارقام فرماویں ۔

جواب :۔ دونوں میں فضیلت ہے من وجہ کسی وجہ سے جہر افضل ہے اور بعض وجہ سے خفی افضل ہے اور دلیل یہ ہے کہ حق تعالےٰ نے مطلق ذکر کا حکم فرمایا ہے اذکروا اللہ ذکرا کثیرا[۳] مطلق کی فرد میں جو ہو مامور ہے اور فضائل

---

[۱] اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے رب کو اپنے جی میں یاد کیا کرو عاجزی سے اور خوف سے اور زیادہ پکار کر نہیں ۔

[۲] اپنے نفسوں پر قرار پکڑو (حدیث) [۳] اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت زیادہ کرو ۔

خارجی مختلف ہوتے ہیں باعتبار ذکر اور وقت اور کیفیت اور ثمرات کے۔ فقط واللہ تعالے اعلم

حیض و نفاس کی حالت میں ذکر کرنا

سوال :۔ عورت حیض و نفاس کی حالت میں مراقبہ جیسا طریق نقشبندیہ میں دستور ہے کر سکتی ہے یا نہیں اور اسی حالت میں حلقہ مرشد میں توجہ لے سکتی ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ عورت کو حیض و نفاس میں سوائے قرآن شریف کے سب اذکار درست ہیں۔ لہٰذا مراقبات و اشتغال مشائخ بھی جائز ہیں اور صحبتِ پیر میں بیٹھ کر اس کو توجہ لینا بھی درست ہے مگر دخول مسجد حائضہ و نفساء کو حرام ہے۔ جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔ قال فی الدر المختار فی بیان الحیض مع الصلوٰۃ وصوم و دخول مسجد انتہیٰ ثم قال لا باس لحائض وجنب بقراءۃ ادعیۃ و سمعہا و ذکر اللہ تعالیٰ لتسبیحہ[۱] انتہی فقط واللہ تعالےٰ اعلم۔

بغیر وضو کے ذکر کرنے کا مسئلہ

سوال :۔ ذکر بلا وضو جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ ذکر بلا وضو درست ہے۔ فقط

جن درودوں کا ذکر احادیث میں نہیں آیا ہے

سوال :۔ ایک شخص کہتا ہے کہ درود ماثورہ کا ثواب حسب ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملتا ہے اور جو درود بنائے دوسرے لوگوں کے ہیں ان کا ثواب نہیں ہوتا مثل ثواب ماثورہ کے، مگر ایسا ہے کہ جیسے نعت غزل پڑھتے ہیں۔ یہ مقولہ صحیح ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ بیشک درود شریف جو حدیث میں وارد ہوئے ہیں اُن کا ثواب زیادہ ہے اور یہ اُن کا خیال درست نہیں کہ اور درود شریف کا ایسا ہی ثواب ہے جیسے غزلیات کا۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

تراویح میں قرآن مجید کا اُجرت پر سننا

سوال :۔ مسئلہ جو حافظ کہ اُجرت پر قرآن بلا تعین کے سناوے اس قرآن کو وہ تراویح میں سُننے اور وہ سامع کچھ نہ دے تو اس نا دہندہ کو سُننا ایسے قرآن کا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ جو حافظ اُجرت پر سناتے ہیں وہ سنانا عبادت نہیں ہے پس اس کو سُننا بھی نہیں چاہیئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قرآن کے اوراق کی تعظیم کا طریقہ

سوال :۔ ورق قرآن کے کسی شخص کے پاس موجود ہوں اگر اُن کی بے تعظیمی ہوتی ہو تو کیا کرنا چاہیئے ؟

جواب :۔ گھول کر پانی یا کسی شئے میں پی لیوے یا ادب کے ساتھ پارچہ پاک میں لپیٹ کر کسی ایسی جگہ کہ پامال نہ

---

[۱] درمختار میں کہا حیض کے مسائل بیان کرتے ہوئے نماز روزہ اور مسجد میں داخل ہونے کے متعلق پھر کہا کہ کوئی حرج نہیں کہ حائضہ اور ناپاک دعاؤں کو پڑھے اور سُنے اور ذکر کرے اللہ تعالیٰ کا اس کی تسبیح ہے۔

ہوتی ہو دفن کردے۔ فقط

قرآن کو تعویذ بنانا

سوال:۔ قرآن شریف تحدیدًا ادو پیسہ کی برابر اگر تعویذ موم جامہ میں کر کے گلے میں ڈالے تو درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ کچھ حرج نہیں۔ فقط

قرآن مجید کے گرانے کا صدقہ

سوال:۔ یہ طریقہ جو اکثر عوام میں مروّج ہے کہ اگر کلام اللہ شریف ہاتھ سے گر جاوے تو اس کے برابر وزن کر کے گندم وجو وغیرہ مساکین کو صدقہ کرتے ہیں اور اس خاص طریقے کو ضروری لازم جانتے ہیں اگرچہ قرض کی نوبت ہو۔ لہٰذا یہ خاص طور پر بالخصوص کیسا ہے اگرچہ صدقہ دیوے۔

جواب:۔ یہ امر کہیں ثابت نہیں اختراع عوام کا ہے البتہ صدقہ دینا ایسی حالت میں اچھا ہے کہ صدقہ سے کفارہ معاصی کا ہوتا ہے مگر واجب نہیں بشرط قدرت کے صدقہ کر دیوے خواہ کچھ ہو خواہ کسی قدر ہو سوائے اس کے دیگر سب لغو بے اصل ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بغیر وضو کے کلام اللہ کو چھونا

سوال:۔ حفظ کلام اللہ شریف میں بوجہ کثرت مزاولت پڑھنے ومس کرنے کلام اللہ شریف کے باوضو رہنا یا کپڑے سے مس کرنا ہرچند احتیاط رکھی جاوے تاہم ہر وقت دشوار ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں کس طرح سے رخصت ہوسکتی ہے یا نہیں؟

جواب:۔ طفل نابالغ تو معذور و غیر مکلّف ہے مس مصحف بلاوضو اس کو درست ہوگا مگر بالغ کو اجازت نہیں ہو سکتی بس باوضو ہو یا ثوب (کپڑے) وغیرہ سے تقلیب (الٹ پلٹ) اوراق کرے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

حالت جنابت میں قرآن شریف کا چھونا

سوال:۔ حالت جنابت میں کلام اللہ شریف ایک مقام سے دوسرے مقام پر رکھ دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جنابت کی حالت میں مصحف شریف کا اٹھانا جزدان میں یا کسی شئے سے پکڑ کر درست ہے اور مس کرنا حرام ہے اگرچہ دوسری جگہ کے رکھنے کے واسطے ہو۔

قرآن شریف کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا

سوال:۔ قرآن شریف کی تعظیم کے لئے اٹھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ قرآن شریف کی تعظیم کے واسطے کھڑا ہونا درست ہے۔ قرآن شریف کلام اللہ تعالےٰ شانہٗ ہے اُس کی جس قدر تعظیم ہو بجا ہے۔ فقط

چور معلوم کرنے کے لئے یٰسین شریف پڑھ کر لوٹا پھیرنا

سوال:۔ نام کا نکلوانا جو طریقہ عاملوں کا ہے کہ سورۂ یٰسین وغیرہ پڑھ کر لوٹا وغیرہ گھومتا ہے کسی شخص معین کے

نام پر یہ نام نکالنا اور اس پر اعتقاد کرنا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :- یہ عمل کرنا اس غرض سے کہ چور خوف کر کے سرقہ دے دیوے تو درست ہے اور بایں وجہ کہ اس سے حال چور کا معلوم ہوتا ہے درست[1] نہیں کہ علم غیب کا نہیں ہو سکتا ۔ واللہ تعالےٰ اعلم

نماز فجر کے بعد تلاوت و ذکر کرنا

سوال :- تلاوت قرآن شریف کی بعد نماز صبح کے قبل طلوع کے کیسی ہے ؟ زید کہتا ہے کہ فتاویٰ عالمگیریہ اور درمختار میں ہے کہ اس وقت میں ذکر اللہ کرنا مستحب ہے اور بعض کراہت کے قائل ہوئے ہیں ۔ بس یہ قول زید کا بسند کتب مذکور صحیح ہے یا غلط ؟

جواب :- اس وقت قرآن شریف پڑھنا جائز بلا کراہت ہے اور ذکر کرنا اولیٰ ۔

وضو کی دعائیں

سوال :- جو لوگ وضو کے اندر ہر ہر عضو پر اذکار پڑھتے ہیں آیا کوئی اصل معتمد اس کی ہے یا نہیں ؟

جواب :- جو وضو کے اندر ہر ہر عضو پر اذکار پڑھتے ہیں ان کی کوئی سند صحیح نہیں ہے لیکن روایات قابلِ عمل ہیں ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ہیضہ کے لئے دُعا

سوال :- یہاں ہیضہ کی نہایت کثرت ہے کوئی خاص دعا عمل بتلا دیا جائے کہ جس کی برکت سے حافظ حقیقی محفوظ رکھے ۔

جواب :- ہیضہ کے لئے مجھے کوئی خاص دعا تو معلوم نہیں ہے مگر اعوذ بکلمات اللّٰہ التامات من شر ما خلق[2] ہر صبح و شام تین تین بار پڑھ لیا کریں ۔

عہد نامہ کا پڑھنا

سوال :- عہد نامہ ایک چھوٹی کتاب ہے اور اُس کے پڑھنے کا ثواب حد درجہ لکھا ہے ۔ یہ عہد نامہ اور اُس کی اسناد معتبر ہے یا غیر معتبر ؟

جواب عہد نامہ کے پڑھنے میں کچھ حرج نہیں مگر اُس کا ثواب جو لکھا ہے وہ غلط ہے ۔

ادائے قرضہ کی دعا

سوال :- حدیث شریف میں لکھا ہے اَللّٰھُمَّ[3] انی اعوذ بک من الھم والحزن واعوذ بک من العجز والکسل

---

[1] قول الجمیل مؤلفہ مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی میں اسی طرح ہے ۔ [2] میں اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کے ذریعہ پناہ مانگتا ہوں اس چیز کی برائی سے جو اس نے پیدا فرمایا ہے [3] اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں غم اور رنج سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں عجز اور سستی سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں نامردی اور بخل سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں قرض کے غلبہ اور قہر سے ۔

واعوذ بک من الجبن والبخل واعوذ بک من غلبۃ الدین والقھر۔ اس کو صبح و شام پڑھے قرض و غم رفع ہو۔ لہٰذا عرض پرداز ہے کہ اگر حضور اجازت تحریر فرماویں تو میں پڑھ لیا کروں۔ فقط

جواب:۔ اس دعا کے پڑھنے کی آپ کو اجازت ہے انشاء اللہ تعالےٰ ضرور اس سے نفع ہوگا۔

دُعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنا

سوال:۔ بعد اختتام دعا کے ہاتھ منہ پر جو پھیرتے ہیں ہاتھ منہ پر پھیرنے کی کیا وجہ ہے یعنی ہاتھ منہ پر کیوں پھیرتے ہیں؟ بینوا و توجروا۔

جواب:۔ بعد ختم دُعا ہاتھ منہ پر پھیر لینا درست اور ثابت ہے اور حصول برکت کے لئے یہ فعل کیا جاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فرض نماز کے بعد دعا بلند آواز سے پڑھنا

سوال:۔ فرضوں کے بعد دعا جہر سے مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ بعد فرض نماز کے دعا جہر سے کرنا جائز ہے اگر کوئی مانع عارض نہ ہو۔

ملفوظات

(۱) خط پہنچا حال معلوم ہُوا عزیزم احمد شفیع کے حالات سُن کر مسرت ہوئی حق تعالےٰ برکت عطا فرماوے اُن کی بیعت بندہ قبول کرتا ہے حتی الوسع اتباع سنت کریں اور بدعات سے محترز رہیں مگر زیادہ اپنی توجہ تحصیل علم دین کی طرف رکھیں اور اس کے ماسوا کی طرف زیادہ رغبت نہ کریں۔ حسب تحریر آپ کے ایک ایک تعویذ بھیجتا ہوں اگرچہ مجھے اس بارہ میں کچھ مداخلت نہیں ہے۔ بڑا تعویذ اپنی اہلیہ کے بازو پر باندھ دیں اور چھوٹا اپنے فرزند کے گلے میں ڈالیں۔ سورۂ فاتحہ پڑھ کر اُس کا لب ناسور پر لگاتے رہیں۔ فقط والسلام

(۲) تعویذ ارسال ہیں فقط والسّلام از بندہ محمد یحییٰ عفی عنہ بعد سلام مسنون گذارش آنکہ تعویذ حسبِ طلب ارسال ہیں بڑا تعویذ اپنے بھائی کے بچّے کے سامنے کھول کر اُس کو دکھلا کر اُس کے گلے میں ڈال دیجئے۔ فقط والسلام ۲۹ صفر ۱۳۲۲ سنہ ہجری۔

(۳) یا باسط یا مغنی دعائے حزب الجہر اگر فجر کے وقت نہ ہوں اور کسی وقت پوری کر دیا کریں البتہ سنت فجر کی اور اوقات میں کچھ کمی ہوگی اور قبل نماز فجر پڑھ لی جاویں تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ البتہ نماز فجر باجماعت اپنی مقررہ وقت پر ہو۔ اس میں کچھ فرق نہ آوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باب حقوق کے مسائل

حقوق العباد میں روزہ دلایا جائے گا یا نہیں ؟

سوال :۔ حقوق العباد میں روزہ نماز سب دلایا جاوے گا بروز قیامت یا روزہ نہیں دلایا جاوے گا ؟

جواب :۔ حقوق العباد میں روزہ بھی دلایا جاوے گا فرض روزہ ہو یا نفل ۔ فقط

کس قدر مقبول نمازیں کتنے قرضہ میں دلائی جائیں گی

سوال :۔ سنا ہے کہ ساٹھ وقت کی نمازیں اللہ تعالےٰ بدلہ تین پیسوں کے قرض دار کو دے گا جو نمازیں مقبول ہوں گی ۔

جواب :۔ درمختار میں لکھا ہے کہ سات سو نمازیں مقبول عوض ایک دانگ کے دلائی جاویں گی ۔ فقط

والدین کے حکم پر بیوی کو طلاق دینا

سوال :۔ اگر والدین نفسانیت سے یا بوجہ اپنی اطاعت نہ کرنے کے طلاق زوجہ کو کہیں نہ بوجہ عذر شرعی کے تو پسر کو طلاق دینا ضروری ہے یا نہیں ؟ فقط

جواب :۔ طلاق دے دینا چاہیئے خواہ وہ کیسے ہی کہیں ۔

والدین کے خلافِ شرع احکام

سوال :۔ کسی پیر یا شہید یا استاد یا باپ کا قول خلافِ شرع ہو مگر دنیاوی کوئی مصلحت ہو تو مان لے یا نہیں ۔

جواب :۔ خلافِ شرع کسی کا قول ماننا درست نہیں جو قول ماننا بحکم شرع درست ہے وہ ماننا جائز ہے ورنہ ہرگز درست نہیں ۔

والدین اور مرشد میں اگر اختلاف ہو جائے

سوال :۔ اتفاقاً اگر مرشد میں اور والدین میں کوئی نقیض و نزاع واقع ہو جاوے اور باہم صلح کرانا بھی ممکن نہ ہو تو کیا کرے اور کس کی طرفداری کرے درانحالیکہ مرشد کہے والدین کو چھوڑ دے اور والدین کہیں مرشد کو چھوڑ دے اور یہ مرشد بھی کامل ہو اور خلافِ شرع بھی کوئی کام نہ کرتا ہو ۔

جواب :۔ اگر مرشد حق کہے تو اس کا چھوڑنا گناہ ہے والدین کی اطاعت اس میں نہ کرے اور والدین کی خدمت اور امر مباح کا تسلیم کرنا بھی واجب ہے ترک اس کا گناہ ہے ۔ مرشد کے کہنے سے گناہ بھی نہ کرے ۔

خفیہ نکاح کرنے کے بعد بیوی سے احکام شرع کی تعمیل کرانا

سوال :۔ مسئلہ ۔ اگر کسی نے عورت سے نکاح خفیہ کر لیا ہو لیکن بوجہ اخفائے امور وغیرہ کے احکام شرع کی تعمیل وہ نہ کرا سکتا ہو تو اس صورت میں دیوث ہو گا یا نہیں ؟

جواب :۔ جس نے کسی عورت سے نکاح کر لیا خواہ خفیہ یا ظاہرا اگر وہ اس کے بارہ میں احتیاط نہ کریگا دیوث ہو گا ۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

زنا حقوق اللہ میں ہے کہ حقوق العباد میں

سوال :۔ مسئلہ عورت شوہر دار اور عورت بیوہ اور عورت لاوارث اور کسبی وغیرہ ہر سہ عورت کے ساتھ زنا میں کیا تفاوت ہے ان میں کس کے ساتھ زنا کرنا حق اللہ ہے اور کس کے ساتھ زنا کرنا حق العبد ہے ؟

جواب :۔ زنا ہر سہ قسم کی عورتوں کے ساتھ حق اللہ ہے حق العبد نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مہر بخشوانے کا طریقہ

سوال :۔ مہر بخشوانے کے واسطے کوئی خاص شرائط کی طرفین سے ضرورت ہے۔ زوجہ خلوت میں مہر زوج کو بخش دے تو معاف ہو جائے گا یا نہیں کوئی نقصان تو نہ رہے گا زیادہ والسلام

جواب :۔ مہر بخشوانے کے لئے کوئی شرط درکار نہیں ہے صرف اس کا معاف کر دینا کافی ہے۔

محلہ کی مسجد کی بجائے جامع مسجد کو جانا

سوال :۔ مسجد محلہ چھوڑ کر جامع مسجد میں نماز پڑھنا زیادہ ثواب ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ مسجد محلہ چھوڑ کر جامع مسجد میں نہ جانا چاہیئے۔ البتہ احیاناً ایسی حالت میں کہ جماعت مسجد محلہ میں اُس کے چلے جانے سے حرج نہیں آتا مضائقہ نہیں ہے کہ جامع مسجد میں نماز پڑھ لیا کرے۔

والدین کے احکام کی تعمیل کے حدود

سوال :۔ اگر والدین کہیں کہ اپنے اہل وعیال کو چھوڑ دو تو ضروری ہے کہ چھوڑ دے یا نہیں۔

جواب :۔ زوجہ کو چھوڑ دے مگر اولاد کو چھوڑنا درست نہیں ہے۔

ہمسایہ کے حقوق بنا میں کیا کیا ہیں

سوال :۔ ایک شخص نے مکان نیا بنایا اور اس کا پرنالہ ہمسایہ کی جانب کو کیا وہ لوگ بوجہ اس شخص کی زبردستی کے کچھ نہ کہہ سکے۔ منع کیا بھی مگر بند نہ کر سکے۔ اگر یہ شخص فقط پانی اپنی چھت کا اس طرف کو جاری رکھے کسی قسم کا قبضہ اراضی پر نہ کرے نہ چاہے بلکہ وصیت نامہ اپنے پاس لکھ کر رکھے کہ میں پانی جاری رکھنے کا اُس طرف کو مستحق ہوں باقی کسی قسم کا اراضی سے سوا پانی جاری کرنے کے کچھ نفع میرے بعد جس کو بھی یہ مکان منتقل ہو کچھ منصب نہیں ہے اگر یہ شخص پانی روک دے اور پرنالہ بند کر دے مگر اُس کے گھر سے نشان نہ توڑ وادے کیونکہ نصف حق اراضی میں اس کا بھی ہے تاکہ بعد عدم نشان کے ٹٹیاں بھی دیوار پر نہ ڈالنے دیں گے اور اس نشان کا بھی ایک وصیت نامہ تحریر کر دے کہ میں اس جانب کو سوائے ٹٹیاں ڈالنے کے پانی وغیرہ کا مستحق نہیں ہوں۔ یہ نشان پرنالہ کا ناحق ہے اس پر کوئی آدمی جس پر یہ مکان منتقل ہو وہ کچھ دعوے نہ کرے۔ اب بعد اس وصیت نامہ کے جو اُس کے پاس رکھا ہوا تھا اُس کے ورثاء نے اُس پرنالہ کو جاری کیا اور زمین بھی اُس نے دعوے سے لے لی ہو وصیت نامہ تحریر کنندہ کچھ عنداللہ مواخذہ دار ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ اگر اس کی زمین اس طرف چھوٹی ہوئی ہے تو اس کو پرنالہ اُتارنے کا حق ہے۔ اور اگر اس کی زمین اس طرف چھوٹی ہوئی نہیں ہے تو وہ پرنالہ نہیں اُتار سکتا۔ اس صورت میں اس طرف پرنالہ اُتارنا سراسر ظلم ہے اور وصیت نامہ لکھنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ یہ امر بے جا خلافِ منشاء مالک ہر حال میں حرام ہے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم۔

میّت کے حقوق کی ادائی

سوال :۔ میت پر جو حقوق اللہ اور مثل فرائض واجبات کے ہوں۔ اگر وارثان ادا کریں تو ساقط ہو جاویں گے یا نہیں؟ اور طریقۂ اسقاط مروّجہ عوام جو حیلہ وغیرہ کرتے ہیں اس کا وجود خیر القرون میں تھا یا نہیں؟ با وجود نہ ہونے کے بدعت ہے یا نہیں؟

جواب :۔ حقوق مالیہ تو ادائے حقوق سے ادا ہو سکتے ہیں اور حقوق بدنیہ جیسے نماز روزہ تو ہر نماز اور روزہ کے بدلے نصف صاع گیہوں اور ایک صاع جَو ادا کرنے سے امید ادا ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ باقی رہا یہ اسقاط مروج محض لغو اور بے ہودہ حیلہ ہے اور اس کا خیر القرون میں کچھ اثر نہیں ہے۔

فقط واللہ تعالےٰ اعلم۔

بزرگانِ دین سے حق تلفی کا مواخذہ

سوال :۔ ایک شخص ہمیشہ صوم داؤدی[1] رکھتا ہے اور تہجد اور نوافل بھی کل پڑھتا ہے اور درویشی بھی خوب کرتا ہے اور اچھا پہنتا ہے اور چار نکاح بھی اُس نے کئے ہیں اور یادِ خدا بھی ہر وقت کرتا ہے اور ایک شخص نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ سوتا ہے نہ اپنے والدین سے اور اپنی زوجہ سے تعلق کامل رکھتا ہے اور درحقیقت اس کو اپنے متعلقین کا ہونا ہی بار ہے اور یہ شخص عاقل ہے نہ مجذوب بلکہ اس کے ذہن میں یہ بات سماگئی ہے کہ سوائے یادِ خدا کے کچھ باقی نہ رہے کسی سے کچھ تعلق نہ ہو۔ تہجد ہو تلاوت ہو یادِ خدا ہو اور کچھ نہ ہو سب سے کنارہ ہو۔ تو اب استفسار طلب یہ امر ہے کہ ان دونوں شخصوں میں کون زیادہ بہتر ہے؟ اور یہ شخص دوم کہ جس نے بالکل تعلقات دنیوی ترک کر دیئے ہیں اس سے اس کے متعلقین اور والدین کی حق تلفی کا کچھ مواخذہ ہوگا یا نہیں اور یہ بھی ملحوظ خاطر مبارک رہے کہ اس کے والدین اور متعلقین کے کھانے کے واسطے جائداد قدیمی بہت موجود ہے ان کو کسی بات کی تکلیف نہیں ہے۔

جواب :۔ حق تلفی کا مواخذہ بزرگ سے بھی ہووے گا اور ہر شخص کا حال متفاوت ہے اس کا فیصلہ نہیں ہوسکتا کہ کون افضل ہے۔ افضل وہ ہے کہ جس کا تقرب الی اللہ تعالےٰ زیادہ ہو۔ بعض کو تعلقات مانع ہیں اور بعض کو مانع نہیں بلکہ بعض کو معین ہیں اور پھر نسبت کا تفاوت ہے۔ پس ایسے امور کا فیصلہ ممکن نہیں اسی سبب

---

[1] یعنی ایک دن روزہ رکھے ایک دن نہ رکھے۔

سے حالات مشائخ کے بھی مختلف رہے ہیں ۔ فقط

دستوری کے احکام

سوال :۔ کوئی شئے بیع کی مشتری کے ہمراہ ملازم وغیرہ نے کہا کہ ہمیں دستوری دو۔ ایسے وقت دینی پڑتی ہے یہ جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ جہاں کا عرف و رواج دستوری لینے دینے کا ہو اور بائع و مشتری دونوں کو معلوم ہو وہاں تو دینی چاہیئے اور جہاں یہ بات نہ ہو وہاں دینے والے کو اختیار ہے دے یا نہ دے ۔ فقط

ملفوظ

(۱) نمازی کے نیچے سے بوریا کھینچنا تعدی کر کے ظلم ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔ الظلم ظلمات یوم القیامۃ[1]۔ بوریا مسجد کا کسی کا ملک نہیں جو پہلے اس پر کھڑا ہو گیا وہ دوسرے سے احق ہے ۔ پس اُس کو دھکیلنا اور بوریا چھین لینا ظلم ناحق ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[1] ظلم قیامت کے دن اندھیرا ہو گا ۔

آداب اور معاشرت کے مسائل

کھانے کے پہلے اور بعد میں ہاتھ کا دھونا

سوال :- قبل غذا اور بعد غذا اگر ہاتھ پاک صاف ہو تو بھی ضرور دھووے یا نہیں ؟

جواب :- قبل غذا ہاتھ دھونا ضروری نہیں ہے البتہ ادب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سونے کے بعد اُٹھ کر ہاتھ دھونا

سوال :- بعد سونے کے اگر ہاتھ پر نجاست کا شک ہو تو دھونا ہاتھوں کا مسنون ہے یا نہیں ؟

جواب :- اگر ہاتھ پر نجاست کا شک نہ ہو تب بھی سونے کے بعد وضو میں دھونا مسنون ہے۔ فقط

بغیر طب پڑھنے کے اپنا اور دوسروں کا علاج کرنا

سوال :- جس شخص کی تحصیل علم و مطب کافی نہ ہو اور شفا بہانہ دوا پر اعتقاد ہو اور اپنے مرض کا علاج بھی کرتا ہو یقین کامل ہو کہ اللہ شافی مطلق ہے اور بوجہ اس توکل کے بلا تشخیص کے مریض کا علاج کرے۔ عند اللہ مواخذہ دار ہے یا نہیں اور خاص اپنے ترک علاج سے مصیب ہوگا یا نہیں ؟

جواب :- بغیر واقفیت معالجہ کرنا درست نہیں ہے اور اپنا علاج نہ کرنا درست ہے۔ فقط

بغیر سند کے علاج کرنا

سوال :- جو شخص فارسی پڑھا ہوا طب کا علاج مریضاں کا کرے اور مطب بھی کیا ہو اور تشخیص مرض بھی بخوبی کرتا ہو مگر سند اس زمانہ کے حکماء کی نہ ہو تو بغیر سند اگر وہ علاج کرے تو گناہ گار ہوتا ہے یا نہیں اور اس شخص نے اپنے استاد سے بخوبی علم طب فارسی میں پڑھا ہے۔

جواب :- ایسے شخص کو جس کا حال درج سوال ہے علاج کرنا درست ہے ہرگز گناہ نہیں اور سند کی حاجت نہیں۔ فن طب سے ماہر ہونا چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

طبیب کی صفات

سوال :- حضور نے جو لکھا ہے کہ علاج مریض جب جائز ہے جب کہ ظن غالب صواب ہو ورنہ جائز نہیں تو یہ ظن کس درجہ کے طبیب کا معتبر ہے۔

جواب :- یہ ظن غالب اسی شخص کا معتبر ہے جو فی الجملہ علم اور تجربہ بھی رکھتا ہو جاہل محض اور ناواقف کا ظن معتبر نہیں ہے میں ایسے طبیب کے شروط اور تعریف کو کیا لکھوں جاہلِ علم اور واقف ہے وہ طبیب ہے اور اسی کے غلبۂ ظن کا اعتبار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بدعتیوں اور مشرکوں سے تعلقات رکھنا

سوال :- بدعتی اور مشرکوں کا کوئی کام یا حاجت پوری کرنے سے یا اخلاق سے باتیں کرنے سے کچھ ثواب ہے یا عذاب

بلکہ اخلاق و رسم سے تو فائدہ نصیحت وغیرہ کا معلوم ہوتا ہے اور ترش روئی سے تو یہ متصور نہیں اور کلام کا نہ ہونا بالکل محروم نصیحت سے رکھنا ہے اور شرکت جنازہ سے تجہیز و تکفین مراد ہے یا جنازہ کے ساتھ جانا ہے اگر بدعتی کے جنازہ کی شرکت نہ کرے تو ثواب ہے۔

جواب:۔ جو شخص بوجہ گناہ ترک کرے گا اس کو زیادہ ثواب ہے اور جو بوجہ طعنہ یا کفالت وغیرہ ترک کریگا تو اگر خدمت کا ثواب اس کو نہ ہو مگر گناہ سے وہ بچ گیا۔ فقط

بدعتی نمازیوں کی امام کو خاطر تواضع کرنا

سوال:۔ اگر نمازیانِ مسجد بدعتی ہوں مگر بوجہ اس کے کہ اخلاق اور محبت اُن سے کرنے سے وہ میری امامت سے خوش رہیں گے ورنہ بغض رہے گا اور جماعت میں فساد پڑے گا۔ لہٰذا ان سے سلام و اخلاق وغیرہ کرنا اولیٰ ہے یا نہ کرنا؟

جواب:۔ اس وجہ سے مدارت درست ہے۔ فقط

احسان کر کے ظاہر کرنا

سوال:۔ احسان کیا اور بوجہ ازدیاد محبت یا بغرض عوض اس کا اظہار کیا یا باہمی رسم جاری کرنے کو ظاہر کر دیا تو کچھ ثواب اظہار سے کم ہوگا یا نہیں؟

جواب:۔ اگر لوجہ اللہ نیت خیر سے ایک کام کو ظاہر کردے تو مضائقہ نہیں ہے بلکہ بعض اوقات ازدیاد خیر ہے۔ فقط

زوجہ کو کب تک نماز کی نصیحت کرے

سوال:۔ کتنے دنوں تک ضروری ہے کہ خاوند زوجہ کو نماز کی نصیحت کرے جبکہ عرصہ تک نصیحت کرتا ہو اور وہ نہ مانے بعدہٗ کہنا چھوڑ دے تو گناہگار شوہر ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر ماننے سے مایوس ہو جاوے تو چھوڑنے سے گناہگار نہیں ہے اور دنوں کی کچھ تعداد نہیں ہے۔ فقط

ملفوظات

(۱) اگر غذا تر اور قوی کھالیوے تو بہتر ہے کہ اندیشہ ضعف سے اطمینان ہو جاوے۔ فقط

(۲) سنت و فرض فجر کے درمیان اگر تھوڑی دیر لیٹ[1] جاوے تو کچھ حرج نہیں ہے بلکہ اگر رات کو زیادہ جاگنے کا اتفاق ہوا ہے تو دفع تکان کی وجہ سے بہتر ہے۔ فقط

---

[1] ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص صبح کے فرضوں کے پہلے دو رکعت پڑھ لے تو اپنے سیدھے بازو پر لیٹ جائے۔ اس کو احمد و ابو داؤد و ترمذی نے روایت کیا ہے اور بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام نے اس کی تصحیح کی ہے اور سفر السعادت میں ہے اور جمہور علماء کہ سیدھا راستہ توسط کا اختیار کئے ہیں اور استحباب کے قائل ہوئے ہیں۔

جنازے اور میّت اور قبروں کے مسائل کا بیان

مُردوں کو ثواب کس طرح پہنچتا ہے

سوال :- ایصال ثواب میں نیت سب اموات کی کرے تو سب کو برابر پہنچے گا یا تقسیم ہو کر پہنچے گا ؟

جواب :- یہ ثواب سب پر حصہ رسد تقسیم ہو گا۔ جیسا ظاہر ہے اور سب کو ہر ہر واحد کو پورا ثواب جیسا مشہور ہے کوئی روایت صحیح اس کی بندہ کو معلوم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ثواب میّت کو کس طرح پہنچے گا ؟

سوال :- ایک شخص کے جس وقت دل میں آتا ہے تو یوں کہتا ہے کہ الٰہی جس قدر مجھ سے نیکیاں تمام عمر میں ہوئی ہوں مَیں نے اُن کا ثواب اپنے والدین کو بخشا۔ ایک شخص نے یہ بات سُن کر اس سے کہا کہ یوں اموات کو ہرگز ثواب نہیں پہنچتا تاوقتیکہ کوئی چیز خاص ایصالِ ثواب کے واسطے نہ پڑھی جاوے تو یہ کہنا اُس شخص کا صحیح ہے یا نہیں اور اس طرح سے ثواب بھی پہنچتا ہے یا نہیں ؟

جواب :- ثواب ہر طرح پہنچ جاتا ہے۔ قول مانع کا صحیح نہیں۔

ثواب پہنچانے کا طریقہ

سوال :- ایک شخص تین مرتبہ قُل شریف پڑھ کر اپنے والدین کو بخش دیتا ہے۔ زید نے یہ بات سُن کر اس شخص سے کہا کہ تم تین مرتبہ قل شریف پڑھ کر تمام زمانہ کے مسلمانوں کی روح کو بخش دیا کرو ہر ہر فرد بشر کو ایک ایک ختم قرآن شریف کا ثواب ملے گا اور تمہارے والدین کے ثواب میں کچھ کمی نہ آئے گی۔ اب وہ شخص یہ پوچھتا ہے کہ سب دنیا کے مسلمانوں کو مع میرے والدین کے اگر ایک ایک ختم قرآن کا ثواب ملے اور میرے والدین کے ثواب میں کمی نہ ہو تو سب مسلمانوں کی مَیں نیت کر لیا کروں گا ورنہ مجھ کو کچھ ضرورت نہیں کہ مَیں اپنے والدین کا ثواب کاٹ کر اوروں کو دوں۔ اس میں صحیح مسئلہ کیا ہے ؟

جواب :- میرے استادوں کا یہ قول ہے کہ صحیح یہ ہے کہ ثواب تقسیم ہو کر پہنچتا ہے نہ سب کو پورا پورا اور اس باب میں کوئی روایت حدیث کی صحیح نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک قرآن مجید کا ثواب کئی کو کس طرح پہنچے گا

سوال :- ایک قرآن مجید کا ثواب چند مُردوں کو پہنچایا تو تمام کو ایک قرآن کا ثواب تقسیم ہو گا یا ہر ہر واحد کو پورے ایک ایک قرآن کا ثواب حاصل ہو گا۔ علیٰ ہذا القیاس طعام وغیرہ۔

جواب :- تقسیم ہو کر پہنچتا ہے۔

طعام المیت یمیت القلب کا صحیح مطلب و منشاء

سوال :- ایک شخص نے حسب معمول مروجہ دنیا دسویں کو بیسویں کو یا برسی ششماہی کو کھانا پکایا نیت اس کی یہ ہے کہ فقراء کو کھلاؤں گا اور برادری وغیرہ کو بھی تاکہ رسم برادری بھی ادا ہو جاوے اور ثواب بھی ہو
یا برادری و دوست و احباب و اہل و عیال نے بھی کھایا اور فقراء و مساکین نے بھی کھایا تو برادری و دوست احباب نے جو کچھ کھایا تو وہ طعام میت کے حکم میں ہے یا نہیں ؟ اُس پر طعام المیّت یمیت القلب جاری ہو گا یا نہیں ؟

جواب :- جس قدر فقراء کو کھلایا بہ شرط نیت خالصہ کے ثواب پہنچے گا اور خلط رسم کا گناہ بھی ہووے گا جو طعام برادری کو کھلایا اُس کا کھانا مکروہ ہے اور اماتت قلب بھی اُس میں حاصل ہے نہ کھانا چاہیے خواہ غنی ہو یا فقیر ایسا طعام مکروہ ہے ۔ فقط

غنی کو کھلانے کا ثواب مُردہ کو

سوال :- اپنے بزرگوں کی ارواح کو ایصالِ ثواب منظور ہے کوئی شئے اپنے یار و احباب اغنیاء کو کھلا کر ایصالِ ثواب کر سکتا ہے یا نہیں اور اغنیاء ایسی شئے کے کھانے سے خطاوار تو نہیں ہوں گے ؟

جواب :- غنی کو ایسا طعام صدقۂ نفل کا مکروہ تنزیہہ ہے اور ثواب پہنچتا ہے مگر فقیر کے کھانے سے کم ۔

قبرستان میں قرآن شریف کیسے پڑھے

سوال :- قبرستان میں قرآن شریف آواز سے ناظرہ پڑھنا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :- قبرستان میں قرآن شریف پکار کے اور آہستہ دیکھ کر اور حفظ سب طرح پڑھنا درست[1] ہے ۔ فقط

قبر پر مُردے کو ثواب پہنچانے کے لئے ہاتھ اُٹھانا

سوال :- قبر پر مُردے کو ثواب پہنچانا ہاتھ اُٹھا کر درست ہے یا نہیں ؟

جواب :- ثواب پہنچانے کے لئے ہاتھ اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنی ہو تو قبر کی طرف پشت کر لینی چاہیئے ۔

قبر پر قرآن شریف پڑھنا

سوال :- میت کو دفن کرنے کے بعد شہادت کی انگلی سرہانے اور پائنتیں رکھ کر دو شخص اول آخر سورۂ بقرہ پڑھتے ہیں درست ہے یا نہیں ؟

---

[1] ملاحظہ ہو مسک الختام شرح بلوغ المرام ۔

جواب :۔ اول آخر سورہ پڑھنا تو حدیث[1] شریف میں وارد ہوا ہے مگر خصوصیت انگلی کی نہیں[2] ہے۔ فقط

مٹی ہوئی قبروں پر قرآن مجید پڑھنا

سوال :۔ ایک مکان میں چند قبریں پختہ وخام ہیں اگر صاحب مکان اس جگہ قرآن شریف پڑھا کرے بہ نیت قرأۃ علی القبر کی جس کو فقہاء منع کرتے ہیں تو جائز ہیں یا نہیں؟ اور احکام قبر بعد منہدم ہونے کے بدل جاتے ہیں یا نہیں؟

جواب :۔ وہاں قرآن پڑھنا جائز ہے اور جب قبر مطموس ہو جاوے نام ونشان نہ رہے بعض احکام بدل جاتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قبر پر قرآن مجید پڑھوانا

سوال :۔ قرآن کے حافظوں کو قبر پر قرآن پڑھوانا یا مکان پر یا کسی دوسری جگہ پر واسطے ثواب میت کے کیسا ہے اور اگر بغیر مقررہ اُجرت کے کچھ حافظوں کو دیا جاوے تو کیسا ہے اور چنے یا الائچی دانے کھلنے کہ جس پر کلمہ طیبہ میت کے واسطے پڑھا ہے کیسا ہے اور تیجے دسویں میں جانا کیسا ہے؟

جواب :۔ قبر پر قرآن پڑھوانا درست ہے اگر لوجہ اللہ تعالیٰ ہو اجرت کا خیال دونوں کو نہ ہو اور جو حسب عادت وعرف دیا جاتا ہے وہ بھی بحکم اجرت ہے ایسے پڑھنے کا ثواب نہیں ہوتا نہ قاری کو نہ میت کو اور رسوم تیجہ ودسویں وغیرہما میں جانا بھی منع ہے۔

قبروں پر قرآن مجید پڑھنا

سوال :۔ قبروں پر قرآن پڑھوانے کو حافظوں کو مقرر کرنا کیسا ہے؟

جواب :۔ قبروں پر اگر قرآن لوجہ اللہ پڑھواوے تو درست ہے مگر اجرت پر درست نہیں۔ نہ ایسے پڑھنے کا ثواب حافظ کو ملتا ہے نہ مُردہ کو اور اُجرت دینا اور لینا دونوں ناجائز ہیں۔ فقط

قبر پر خوشبو لگانا پھول رکھنا روشنی کرنا

سوال :۔ قبر پر خوشبو لگانا یا روشنی کرنا یا پھول رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب :۔ قبر پر پھول وغیرہ[3] چڑھانا نادرست ہے اگر آمد ورفت زائرین ہو اور لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہو تو راستہ میں قبروں پر چراغ رکھنا درست ہے اور فضول روشنی ہر جگہ حرام[4] ہے۔

میت کے لئے کلام اللہ پڑھنے کی اُجرت

سوال :۔ جو شخص ختم کلام اللہ شریف میت کو بخشے اور اس کے وارث کوئی چیز پڑھنے والے کو بغیر مقرر کرنے

---

[1] قال فی شرح فقہ اکبر روی عن ابن عمرؓ انہ اوصیٰ ان یقرأ علی قبرہ وقت الدفن بفواتح سورۃ البقرۃ وخواتیمہا شرح فقہ اکبر میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے وصیت فرمائی کہ ان کی قبر پر دفن کے بعد سورہ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیتیں پڑھی جائیں۔ واللہ اعلم

[2] فتاویٰ مولوی عبدالحی صاحب ۱۲ [3] ملاحظہ ہو مأۃ مسائل ۔ ۱۲ [4] ایضاً

کے دیویں اُس کا لینا کیسا ہے ؟

جواب :- عُرف میں یہ بات قرار پاچکی ہے کہ قرآن پڑھنے والے کو ضرور دیتے ہیں تو اگرچہ پہلے سے باہمی اُجرت پڑھنے کلام مجید کی طے نہ ہوتی ہو تو لینا جائز نہیں اور نہ ایسے پڑھنے کا ثواب میت کو پہنچے اور اگر دینا عرف کے اندر نہیں اور خالی نیت سے لوجہ اللہ اس نے پڑھا ۔ پھر اگر لے لیوے تو کچھ ہرج نہیں ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دفن کے بعد فاتحہ پڑھنا

سوال :- بعد دفن میت کے چند قدم ہٹ کر فاتحہ وغیرہ پڑھنی چاہیئے یا نہیں ؟

جواب :- چند قدم ہٹنا اس کی کچھ اصل نہیں مگر بعد دفن کے اگر ایصال ثواب کے لئے کچھ بخشے تو درست ہے لیکن کلمات تعزیت کہنے درست نہیں ۔

مسئلہ تلقین میت

سوال ۱ :- جب سماع موتیٰ کے حضرت امام صاحب قائل نہیں ہیں پھر فقہاء حنفیہ تلقین میت کو کیوں تحریر فرماتے ہیں ؟ سوال ۲ صفر کو ہندی میں پیتل کہتے ہیں یا کانسی ؟ غیاث اللغات میں کانسی لکھا ہے اور غایۃ الاوطار میں پیتل لکھا ہے صحیح کس کا قول ہے ۔

جواب :- مسئلہ سماع میں حنفیہ باہم مختلف ہیں اور روایات سے ہر دو مذہب کی تائید ہوتی ہے ۔ پس تلقین اسی مذہب پر مبنی ہے ۔ کیونکہ اول زمانہ قریب دفن کے بہت سی روایات اثبات سماع کرتی ہیں اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اس باب میں کچھ منصوص نہیں اور روایات جو کچھ امام صاحب سے آئی ہیں شاذ ہیں ۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم ۔
۲ قول مترجم درمختار کا صحیح ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مؤمنین کی روحوں کا شب جمعہ اپنے گھر آنا

سوال :- ارواح مؤمنین ہر جمعہ کی شب کو اپنے اہل وعیال میں آتی ہیں یہ صحیح ہے یا نہیں ؟ اس طرح کا عقیدہ رکھنا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :- ارواح مؤمنین کا شب جمعہ وغیرہ کو اپنے گھر آنا کہیں ثابت[1] نہیں ہوا یہ روایات واہیہ ہیں ۔ اس پر عقیدہ کرنا ہرگز نہیں چاہیئے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔ کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی

الاجوبۃ صحیحۃ ابوالخیرات سید احمد عفی عنہ مدرس دوم مدرسہ عالیہ دیوبند الاجوبۃ صحیحۃ محمد یعقوب النانوتوی عفی عنہ مدرس اول مدرسہ عالیہ دیوبند
الاجوبۃ صحیحۃ احمد ہزاروی عفی عنہ الاجوبۃ صحیحۃ عبداللہ انصاری عفی عنہ الاجوبۃ کلہا صحیحۃ ابوالمکارم محمد اسحٰق فرخ آبادی عفی عنہ
الاجوبۃ کلہا صحیحۃ عزیز الرحمٰن الدیوبندی کان اللہ لہ الاجوبۃ صحیح محمد محمود عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند

وتوکل علی العزیز الرحمٰن	الٰہی عاقبت محمود گردان

[1] مائۃ مسائل مؤلفہ مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی میں بھی اسی طرح ہے ۔ ۱۲

مُردہ کی روح کا شب جُمعہ گھر آنا

سوال :۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ مُردہ کی روح اپنے مکان پر شب جمعہ کو آتی ہے اور طالب خیرات وثواب ہوتی ہے اور نگاہوں سے پوشیدہ ہوتی ہے، یہ امر صحیح ہے یا غلط ؟

جواب :۔ یہ روایات صحیح نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شب جمعہ مُردوں کی روحوں کا اپنے مکانوں میں آنا

سوال :۔ شب جمعہ مردوں کی رُوحیں اپنے گھر آتی ہیں یا نہیں جیسا کہ بعض کتب میں لکھا ہے ؟

جواب :۔ مُردوں کی روحیں شب جمعہ میں اپنے اپنے گھر نہیں آتیں روایت غلط ہے۔

رافضی تبرائی کے جنازہ کی نماز

سوال :۔ رافضی تبرائی کے جنازہ کی نماز جو کہ اصحاب ثلثہ کی شان میں کلماتِ بے ادبی کہتا ہے پڑھنی چاہیئے یا نہیں ؟

جواب :۔ ایسے رافضی کو اکثر علماء کافر فرماتے ہیں لہٰذا اس کی صلوٰۃ جنازہ پڑھنی نہ چاہیئے۔

بدعتیوں کے جنازہ کی نماز

سوال :۔ تعزیہ داروں اور مرثیہ خانوں اور بے نمازیوں کے جنازہ کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ یہ لوگ فاسق ہیں اور فاسق کے جنازہ کی نماز واجب ہے پس ضرور پڑھنا چاہیئے۔

مُردہ کو زمین میں امانت رکھنا

سوال :۔ بعض شخص کہتے ہیں کہ دفن کرتے وقت قبر میں زمین سے کہہ دے کہ یہ تیرے سپرد ہے تو زمین مُردے کو گلاتی نہیں ویسے ہی رہتا ہے یہ صحیح ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ یہ بات غلط ہے اور زمین ایسے جملہ امور میں عاجز محض اور محکوم حکم الٰہی ہے۔

مرے ہوئے بچّہ کے پیدا ہونے پر نام رکھنا

سوال :۔ مرا بچہ پیدا ہونے یا ہو کر مر جانے یا ہوتے ہوتے مر جانے پر نام رکھنا چاہیئے یا نہیں ؟

جواب :۔ جو بچہ پورا ہوُا ہو یا اسقاط ہوُا ہو اور تمام اعضاء بن گئے ہوں اُس کا نام رکھ دینا بہتر ہے اور اگر مضغہ گوشت ہے تو نام رکھنے کی حاجت نہیں ہے۔

عورت کے انتقال کے بعد اس کے شوہر کا اسکے جنازہ کو ہاتھ لگانا

سوال :۔ کسی عورت کا انتقال ہو گیا جنازے کو اُس کا خاوند ہاتھ لگا دے یا نہیں ؟

جواب :۔ بعد فوت زوجہ کے زوج اجنبی ہو جاتا ہے جب بیگانہ لوگ ہاتھ لگاتے ہیں تو زوج کو کیوں ہاتھ لگانا منع ہو گا بلکہ جیسے اور لوگ ہیں ویسا ہی یہ بھی ہے۔

موت کے بعد میاں بیوی کا ایک دوسرے کا منہ دیکھنا

سوال :۔ بعد مرنے کے خاوند کو بیوی کا منہ اور بیوی کو خاوند کا منہ دیکھنا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ خاوند بیوی دونوں منہ دیکھ سکتے ہیں [۱]

قبل دفن قبر میں مردہ کا دیکھنا

سوال :۔ منہ دیکھنا میت کا قبل دفن کے گو قبر میں دیکھے درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ ھو المصوب ۔ منہ دیکھنا میت کا گو قبر میں دیکھے یا قبل دفن کے دیکھے درست ہے قال فی فتاویٰ عالمگیری ولا باس بان یرفع ستر المیت عن وجھہ وانما یکرہ بعد[۲] الدفن انتہیٰ وفی مدارج النبوۃ واضح آں ست کہ علی وعباس وفضل وقثم در قبر آمدند وبود قثم آخر کسے کہ بر آمد از قبر وازوی آرند کہ گفت آخر کسیکہ روی مبارک آنحضرت را دید در قبر من بودم انتہیٰ [۳] واللہ تعالیٰ اعلم حررہ محمد عبد الحی عفی عنہ محمد عبد الحی

الجواب صحیح بندہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی | رشید احمد ۱۳۰۱ |

جنازہ کے لئے جا نماز نکالنا

سوال :۔ دستور اکثر بلاد میں یہ ہے کہ اہل میت کپڑا قریب گز بھر کا اپنے پاس سے دیتے ہیں۔ اس پر امام کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے یہ امر درست ہے یا نہیں اور بعض صاحب اس کو بدعت اور بوجہ اسراف فی الکفن کے حرام اور ممنوع کہتے ہیں ۔

جواب :۔ صورت مسئول عنہا میں کپڑا دینا اہل میت کا اور نماز جنازہ پڑھانا امام کا کپڑے مذکورہ پر درست ہے اور یہ امر نہ بدعت سئیہ معلوم ہوتا ہے نہ اسراف فی الکفن اس لئے کہ اکثر جا زمین کی پاکی اور ناپاکی کا حال معلوم نہیں ہو سکتا ہے اور چونکہ نماز جنازہ میں طہارت مکان بھی شرط ہے۔ اس وجہ سے بھی احتیاطاً جا نماز امام کے واسطے بچھا دیتے ہیں اور چونکہ نماز جنازہ ایک آدمی سے بھی کافی ہوتی ہے لہٰذا امام کے واسطے طہارت مکان واسطے صحت صلوٰۃ جنازہ کے کافی ہے ۔

فی الدر المختار وفی القنیۃ الطھارۃ من النجاسۃ فی ثوب وبدن ومکان وستر العورۃ شرط فی حق المیت والامام جمیعًا وفی رد المحتار علی قولہ (فی القنیۃ) الخ مثلہ فی المفتاح والمجتبیٰ امرنا الی التجرید. انتہیٰ : وفی العالمگیریۃ اذا قام بہ البعض واحدا کان او جماعۃ ذکرًا کان او انثی سقط

---

[۱] در مختار ۱۲ [۲] میت کے چہرے سے کپڑا اٹھانے میں کوئی حرج نہیں البتہ دفن کے بعد مکروہ ہے۔

[۳] اور مدارج النبوۃ میں ہے کہ واضح یہ ہے کہ علی وعباس وفضل وقثم قبر میں آئے اور سب سے آخر میں جو شخص آپ کی قبر مبارک سے نکلا ہے وہ قثم ہیں اور ان سے لوگ بیان کرتے ہیں کہ سب سے آخر میں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو قبر میں دیکھا ہے وہ میں تھا ۔

عن الباقیین والیضافیہ والصلوٰۃ علی الجنازۃ تتادی باداء الامام وحدہ[1] انتہیٰ ۔ اور چونکہ اہلِ میت کی غرض اس کپڑا دینے سے یہ ہوتی ہے کہ نماز جنازہ پڑھ کر للہ دے دیا جائے تو اسراف بھی نہ ہوا نہ مطلقاً اسراف اور نہ اسراف فی الکفن اس واسطے کہ کفن عرف اور شرع میں عبارت ہے۔ ان تینوں کپڑوں سے جو میت کے ساتھ قبر میں جاتے ہیں اور کپڑا جانماز مذکور کفن میں شامل ہی نہیں جو اسراف فی الکفن ہو اور نیز صراح وغیرہ میں بھی کفن بفتحتین جامہ مردہ انتہیٰ تو جانماز مذکور کو کفن کہنا بعض صاحب کی کم فہمی معلوم ہوتی ہے ۔ کما لایخفی واللہ اعلم الراقم محمد عبدالحی عفی عنہ [محمد عبدالحی]

اگر ضروری نہ جانے تو درست ہے ورنہ بدعت ہونے میں شک نہیں۔ بس جہاں جائے پاک معلوم ہو وہاں اہلِ میت کا کپڑا لانا امام کے واسطے بدعت ہوگا۔ باقی للہ دینا ثواب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

کفن میں سے جاءنماز بنانا

سوال :۔ کفن میں شروع سے ایک کپڑا زیادہ بنا کر اُس کا نام جاءنماز رکھ کر امام کو اس پر کھڑا کر کے نماز جنازہ پڑھوانا اور ملّا صاحب کو وہ کپڑا دے دینا ثابت و درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ جانماز بنانا زائد ہے اگر مال یتیم سے بنائی جاتی ہے تو حرام ہے اور اگر مال یتیم سے نہیں ہے تو اس کو ضروری جاننا بدعت ہے۔ اگر صدقہ کپڑے کا کرنا منظور ہے تو ورثہ بالغین کو کیا ضرور ہے کہ جانماز بنائی جاوے اور امام کے پاؤں کے نیچے ڈالی جاوے ویسے ہی دے دینا چاہیئے۔ مگر چونکہ مسجد کے ملانوں نے اسی بہانے سے ایک گز کپڑا لینا ایجاد کیا ہے تو اس مکاری سے اس رسم کو جاری کیا ورنہ اس کی کچھ اصل نہیں اور نہ ائمہ مجتہدین سے کہیں ثابت اور نہ کسی کتاب میں اس کا ذکر ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

میت کو قبر میں کیسے لٹایا جائے

سوال :۔ میت کو دفن کرنا سیدھی کروٹ پر بُرخ قبلہ چاہیئے یا بحسب رواج چت منہ بقبلہ بثبوت روایات معتبرہ حدیث و فقہ مسلمہ حنفیہ مدلل و مفصل ارقام فرمایا جاوے ۔

جواب :۔ واللہ تعالیٰ ملھم للحق والصواب دفن کرنا میت کو داہنے پہلو پر قبلہ رخ بالاتفاق مسنون و متوارث و معمول بہا بلا خلاف ہے بلکہ کلام فقہاء علیہم الرحمۃ اس کے خلاف کے منع پر مصرح موجود ہے۔ لہٰذا لوگوں کو چاہیئے کہ اس طریقہ کو معمول بہا اپنا ٹھہرا کر اپنے موتیٰ کو بروجہ ملت و سنت سید المرسلین علیہ التحیۃ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم پر دفنا دیں اور جانب پشت میت مٹی کے ڈھیلے سے تکیہ لگاویں تاکہ میّت داہنی کروٹ پر قائم رہے جانب پُشت

---

[1] درمختار اور قنیہ میں ہے کہ میت کے حق میں طہارت حاصل کرنا نجاست سے کپڑے اور بدن اور مکان میں اور ستر عورت شرط ہے میت کے لئے بھی اور امام کے لئے بھی اور ردمحتار میں اس قول پر ہے کہ یہ قنیہ میں ہے الخ لکھا ہے کہ اسی طرح ہے مفتاح میں اور مجتبیٰ میں ہے کہ ہمارا معاملہ تجرید کی طرف ہے اور عالمگیریہ میں ہے کہ جب ان میں سے بعض نے اس کام کو کر لیا ایک یا جماعت مرد ہو یا عورت تو باقیوں سے ساقط ہو گیا اور اسی میں یہ بھی ہے کہ اور جنازہ کی نماز امام کے ادا کرنے سے ادا ہو جاتی ہے ۔

لوٹ نہ جاوے۔ قال فی الهدایة اذا احتضر الرجل وجه الی القبلة علی شقه الایمن اعتبارا لحال الوضع فی القبر[1] انتہیٰ وقال فی النهایة وفی حالة اللحد فانه یوضع علی شقه الایمن[2] وقال فی فتح القدیر وامام السنة کونه علی شقه الایمن فقیل یمکن استدلال علیه بحدیث النوم فی الصحیحین عن البراء بن عازب عنه علیه الصلوٰة والسلام قال اذا اتیت مضجعك فتوضأ وضوءك للصلوٰة ثم اضطجع علی شقك الایمن وقل اللّٰهم انی اسلمت نفسی الیك الی ان قال فان مت مت علی الفطرة[3]۔ وفی شرح النقایه لالیاس زاده ویوجه الی القبلة ای یوضع فی القبر علی جنبه الایمن مستقبل القبلة[4] ۔انتہیٰ وقال فی البرهان شرح مواهب الرحمٰن یوجه الی القبلة علی جنبه الایمن لما روی ابوداؤد والنسائی ان رجلا قال یا رسول اللّٰه ما الکبائر قال تسع فذکر منها استحلال البیت الحرام قبلتکم احیاءً وامواتا ورواه الحاکم فی المستدرك ایضا وقال احتج الشیخان بروایة هذا الحدیث غیر عبد الحمید بن سنان انتہیٰ واخرجه ابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردویه عن عمیر اللیثی ایضا واخرج علی بن الجعد فی الجعدیات عن ابن عمر موقوفا ایضا[5] وقال فی الفتاویٰ قاضی خان یدخل المیت القبر من قبل القبلة ویوضع فیه علی جنبه الایمن مستقبل القبلة[6] ۔انتہیٰ وقال فی الجوهرة النیرة شرح القدوری بذلك امر رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم حین مات رجل من بنی عبد المطلب فقال یا علی استقبل القبلة استقبالا وقولوا جمیعا بسم اللّٰه وعلی ملة رسول اللّٰه وضعوه لجنبه ولا تکبوه بوجهه ولا تلقوه علی ظهره[7] ۔ انتہیٰ

---

[1] ہدایہ میں ہے کہ جب آدمی قریب المرگ ہو جائے تو اس کو اس کی سیدھی کروٹ پر لٹا دیا جائے اور قبلہ رخ کر دیا جائے جس طرح کہ اسکو قبر میں رکھا جائیگا۔

[2] اور نہایہ میں ہے کہ لحد کی حالت میں اس کو اس کی سیدھی کروٹ پر لٹایا جائے۔

[3] اور فتح القدیر میں ہے کہ مردہ کو سیدھی کروٹ لٹانا سنت ہونے کے لئے ممکن ہے اس حدیث سے اس پر دلیل لائی جائے جو صحیحین میں براء بن عازب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو اپنی خواب گاہ پر آئے تو اسی طرح وضو کر جیسے تو نماز کے لئے کرتا ہے پھر اپنی سیدھی کروٹ پر لیٹ جا اور کہہ "اے اللہ! میں نے اپنے نفس کو تیرے حوالہ کر دیا" یہاں تک کہ فرمایا کہ اگر تو مر گیا تو فطرت پر مرے گا۔

[4] اور الیاس زادہ کی شرح نقایہ میں ہے کہ قبلہ کی طرف رخ کیا جائے یعنی قبر میں وہ اپنے سیدھے جانب قبلہ رخ لٹایا جائے۔

[5] اور برہان شرح مواہب الرحمٰن میں ہے کہ اس کے سیدھے بازو پر قبلہ رخ کیا جائے جیسے کہ ابوداؤد و نسائی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کبیرہ گناہ کیا ہیں؟ تو آپ نے فرمایا نو۔ اور انہی نو میں سے ایک یہ بھی آپ نے فرمایا کہ تمہارا بیت الحرام کو جائز کر لینا جو تمہاری زندگی میں اور تمہاری موت کے بعد تمہارا قبلہ ہے۔

[6] اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ میت قبر میں قبلہ کی طرف سے داخل کی جائے گی اور اس میں اپنے سیدھے بازو پر قبلہ رخ رکھی جائے گی۔

[7] اور جوہرہ نیرہ شرح قدوری میں ہے کہ اسی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا جب کہ بنی عبد المطلب کے ایک شخص کا انتقال ہوا تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ اے علی! قبلہ کی طرف اچھی طرح اس کا منہ کر دو اور سب مل کر کہو بسم اللہ و علی ملۃ رسول اللہ (اللہ کے نام سے اور رسول اللہ کی ملت پر) اور اس کو اس کے بازو پر لٹا دو اور چہرہ کے بل اوندھا نہ کرو نہ اس کو اس کی پیٹھ کے بل لٹاؤ۔

وفی مسند البزار عن معاذ بن جبل مرفوعا فی حدیث طویل مشتمل علی ذکر تشفیع القرآن فی القبر ثم یضجعه الملائکة فی القبر علی شقه الایمن مستقبل القبلة[1] انتہٰی۔ وقال فی تحفة الملوک مع شرح منحة السلوک للعینی ویضجع علی شقه الایمن موجہاً الیہا ھکذا جرت السنة الیہا[2] انتہٰی۔ وقال فی غنیة المستملی شرح منیة المصلی یوجه المیت الی القبلة فی القبر علی جنبه الایمن ولا یلقی علی ظہره[3]۔ قال السروجی فی شرح الہدایة ذکر فی کتب اصحاب الشافعی و احمد بن حنبل یوضع تحت راسه لبنة او حجرة ولم اقف علیه من اصحابنا[4]۔ انتہٰی وقال فی المحیط و فی اللحد یضجع علی شقه الایمن ووجه الی القبلة ھکذا توارثت السنة[5] انتہٰی وقال فی الدر المختار و یوجه الیہا وجوباً و ینبغی کونه علی شقه الایمن انتہٰی وھکذا فی النہر الفائق والبحر الرائق والعالمگیریه وشرح القدوری لعبد الغنی المیدانی والسراج الوھاج والمستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق ملا مسکین الہروی وطوالع الانوار حاشیة الدر المختار والتاتارخانیه واکثر العباد والبدائع وجامع الرموز وغیرھا من الکتب الفقه الحنفیة[6] کذا فی رفع الستر عن کیفیة ادخال و توجیه الی القبلة فی القبر مستقبل القبلة انتہٰی وایضاً قال فیه ویکون نومه علی ما ذکر فی الخبر علی جنبه الایمن مستقبل القبلة کما یکون فی اللحد[7] انتہٰی وقال فی کشف الغطاء و در شرح منیه گفته مرد باشد میت یا زن نہادہ شود میت را بر پہلوئے راست او مستقبل قبله کذا فی الخلاصة[8] و در عنایه در اول باب الجنائز اتفاق

---

[1] اور مسند بزار میں معاذ بن جبل سے مرفوعاً ایک لمبی حدیث میں جس میں قبر میں قرآن کا شفاعت کا ذکر ہے یہ آیا ہے کہ پھر اس کو فرشتے قبر میں سیدھی کروٹ پر قبلہ رخ سلا دیتے ہیں۔

[2] اور تحفۃ الملوک مع شرح منحۃ السلوک مصنفہ عینی میں ہے اور اس کو اس کی سیدھی کروٹ پر اس کی طرف رُخ کر کے لٹایا جائے اسی طرح سنت اس کی طرف رُخ کرنے کی جاری ہوئی ہے۔

[3] اور غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی میں کہا ہے کہ میت کو قبلہ رُخ کیا جائے قبر میں اس کی سیدھی کروٹ پر اور پیٹھ کے بل نہ لٹایا جائے۔

[4] سروجی نے ہدایہ کی شرح میں لکھا ہے اصحاب شافعی و احمد بن حنبل کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اس کے سر کے نیچے ایک اینٹ رکھ دی جائے یا پتھر اور میں نے اپنے اصحاب کا اس بارہ میں قول نہ پایا۔

[5] اور محیط میں کہا کہ لحد میں وہ سیدھی کروٹ پر لٹایا جائے اور قبلہ کی طرف رخ کیا جائے اسی طرح سنت سے چلا آتا ہے۔

[6] اور در مختار میں کہا ہے کہ اس کی طرف منہ کرنا واجب ہے اور اسی طرح اس کا سیدھی کروٹ پر لٹانا اور اسی طرح نہر فائق، بحر رائق اور عالمگیریہ اور شرح قدوری مصنفہ عبد الغنی میدانی اور سراج وہاج اور مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق مؤلفہ ملا مسکین ہروی اور طوالع الانوار حاشیہ در مختار تاتارخانیہ و اکثر العباد اور بدائع اور جامع رموز وغیرہ کتب فقہ حنفیہ میں ہے۔

[7] اسی طرح داخل کرنے کی کیفیت کے سلسلہ میں کپڑا ہٹانا اور قبر میں قبلہ کی طرف رُخ کرنا بھی ہے و نیز اس میں یہ بھی کہا ہے کہ اور اس کی نیند اسی طرح ہو جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ اس کے سیدھی کروٹ پر قبلہ کی طرف رخ کئے ہوئے جیسے کہ لحد میں ہوتا ہے۔

[8] اور کشف الغطاء میں شیخ الاسلام نے فرمایا ہے کہ اور شرح منیہ میں کہا ہے کہ میت خواہ مرد ہو کہ عورت میت کو سیدھے پہلو پر رکھا جائے اور قبلہ رُخ اسی طرح خلاصہ میں ہے۔

روایات بر این وضع ذکر کردہ[۱] و در شرح منیہ گفتہ و نہادہ نہ شود بر پشت او تکیہ دادہ شود میت را پس پشت او بخاک و مانند آں تا منقلب نگردد[۲] و در نہایۃ حدیثے در امر باستقبال میت بسوئے قبلہ و نہی از القاء او بر پشت نقل کردہ[۳] و نہادہ شود زیر سر او چیزے کذا فی الغرائب[۴] انتہی وقال فی الدرر البہیہ للامام الشوکانی و یوضع علی جنبہ الایمن مستقبلا[۵] انتہی۔ وقال فی الروضۃ الندیہ شرح الدرر البہیۃ وھو مما لا اعلم فیہ خلافا[۶] انتہی۔ وقال فی فتح القدیر شرح الھدایہ و ذلک[۷] انہ علیہ السلام فی القبر الشریف علی شقہ الایمن مستقبل القبلۃ[۸] انتہی فقط۔

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم قد صح الجواب وھو المطابق للسنۃ والکتاب و خلافہ باطل

کتبہ ابو سعید احمد عفی عنہ — (مہر: سراج الدین محمد سلامت اللہ ابو الذکا ۱۲۹۹) — رامپوری شاگرد مولوی ارشاد حسین صاحب مرحوم

من غیر شک والا رتیاب العبد محمد سلامت اللہ عفی عنہ

الجواب حق العبد التواب محمد عبدالوہاب رامپوری — (مہر: ولد حافظ محمد عمر خان ۱۲۸۵ محمد عبدالوہاب خاں)

ہذا الجواب صحیح محمد جعفر علی عفی عنہ — (مہر: محمد جعفر علی خاں ولد محمد اکبر علی خاں)

العمل عندنا فی الحرمین الشریفین وسائر بلاد العرب علی الاضجاع

علی الشق الایمن واللہ الموافق محمد طیب المکی المدرس الاول فی مدرسۃ العالیۃ الرامفوریۃ — (مہر: محمد طیب)

روایات مذکورہ جواب مدعا مجیب پر صریح ہیں ان روایات سے مدعا مجیب بلاشبہ ثابت ہے۔ محمد فضل حق بقلم خود مدرس دوئم مدرسہ عالیہ ریاست رامپور۔ الجواب مطابق للسنۃ والکتاب العبد محمد ارشد علی عفی عنہ مدرس سوم مدرسہ عالیہ رامپور۔ جواب صحیح ہے۔ شرافت اللہ عفی عنہ مدرس ششم مدرسہ عالیہ رامپور۔ جواب صحیح ہے۔

واللہ اعلم بالصواب محمد معز اللہ عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ رامپور۔ الجواب حق

الروایات صریح بلاخلاف واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

نمقہ المذنب الاواہ محمد لطف اللہ عفی عنہ امام و مفتی رامپور — (مہر: خادم شریعت رسول اللہ ۱۲۹۸ مفتی محمد لطف اللہ)

الجواب صحیح عبدالقادر مفتی عدالت دیوانی ریاست رامپور

---

[۱] اور عنایہ میں اول باب جنایز میں روایات کا اتفاق اس وضع پر ذکر کیا ہے۔

[۲] اور شرح منیہ میں کہا ہے اور نہ رکھا جائے اس کی پیٹھ پر اور میت کو تکیہ دیا جائے اسکی پیٹھ کے پیچھے خاک میں اور اسی کے مثل تاکہ لوٹے نہیں۔

[۳] اور نہایہ میں ایک حدیث اس بارہ میں نقل کی ہے کہ میت کا رخ قبلہ کی طرف کیا جائے اور اس کو پیٹھ کے بل لٹانے سے منع فرمایا ہے۔

[۴] اور غرائب میں ہے کہ اس کے سر کے نیچے کوئی چیز رکھ دی جائے۔

[۵] اور امام شوکانی کی دربہیہ میں ہے کہ اس کو سیدھی کروٹ پر قبلہ رخ رکھا جائے۔

[۶] اور روضہ ندیہ شرح دربہیہ میں ہے کہ یہ اُن امور میں ہے جن میں کسی کا اختلاف نہیں جانتا۔

[۷] اور فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہے اور یہ اس لئے کہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں اپنی سیدھی کروٹ پر قبلہ رخ ہیں۔

مواہیر علمائے مراد آباد

الجواب صواب محمود حسن مدرس مدرسہ شاہی مسجد مراد آباد۔ لقد اصاب من اجاب محمد ہدایت العلی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی لکھنوی ثم المراد آبادی۔ الجواب حق محی الدین عفی عنہ مراد آبادی قاضی ریاست بھوپال۔ الجواب صحیح والرائے نجیح کذالک الجواب محمد صدیق عفی عنہ مراد آبادی۔ محمد قاسم علی عفی عنہ امام و مفتی شہر مراد آباد

| شگفتہ محمد گل ۱۳۰۰ بے نظیر |

| مولانا محمد عالم علی محمد قاسم علی خلف |

جواب درست است محمد گل مدرس مدرسہ امدادیہ مراد آباد مراد آبادی محمد حسن عفی عنہ مراد آبادی مدرس اول ریاست بھوپال۔ الجواب صحیح مولانا احمد حسن صاحب امروہی۔ کذلک الجواب واللہ اعلم بالصواب عبدالرحمٰن ابن مولانا عنایت اللہ

| اسمہ احمد ۱۱۹۷ |

قال فی مختصر الوقایہ کان اللہ لہ والوالدیہ ولجمیع المومنین مرحوم مدرس حال مراد آباد یوجہ الی القبلۃ مشہور مفضل محمد امام مسجد چوکی حسن خاں مراد آباد۔

| محمد ابوالفضل ۱۳۱۱ |

تصدیق علمائے دیوبند

الجواب حق صحیح بندہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ دیوبندی مفتی مدرسہ عالیہ دیوبند۔ الجواب صحیح بندہ مسکین محمد یٰسین خادم مدرسہ عربیہ دیوبند۔ الجواب صحیح بندہ محمود عفی عنہ مدرس اول مدرسہ عالیہ دیوبند۔

| العزیز الرحمٰن وتوکل علے |

| الٰہی عاقبت محمود گردان |

الجواب صحیح غلام رسول عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند۔ الجواب صحیح احقر الزمان گل محمد خاں مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند۔ الجواب صحیح محمد حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند۔ الجواب صحیح خلیل احمد عفی عنہ مدرس اول مدرسہ سہارنپور۔ الجواب صحیح اشرف علی عفی عنہ تھانوی۔ ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۲۷ھ۔

| اشرف علی از گروہ اولیاء |

مواہیر علمائے دہلی

الجواب صحیح محمد بشیر عفی عنہ محدث سہسوانی۔ الجواب صحیح الرائے نجیح عبدہ احمد عفی عنہ۔ مدرس مدرسہ حاجی علی جان مرحوم۔

تصدیق حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

در مسئلہ مذکورۂ بالا حافظ سید زاہد حسن صاحب سلمہ امروہی منتظم مدرسہ شاہی مسجد مراد آباد نقل فرماتے تھے کہ میں مجلس حضرت مولانا علیہ الرحمۃ میں حاضر تھا اور مسئلہ ہذا کا تذکرہ تھا سو ارشاد فرمایا کہ میت کو داہنے پہلو پر رُخ بقبلہ ہی لٹانا چاہیئے اور یہی مسنون ہے۔ العبد بندہ عزیز الدین عفی عنہ مراد آبادی

قبر میں دفن کرتے وقت بیری کی لکڑی رکھنا

سوال:۔ قبر میں بروقت دفن کرنے کے ایک لکڑی درخت بیری کی ضرور رکھتے ہیں۔ یہ جائز ہے یا نہیں۔

جواب:۔ اس کا ضروری سمجھنا بدعت ہے اور بیری کی خصوصیت میں مشابہت روافض کی ہے لہٰذا اس کو ترک کرنا چاہیئے اور اس کی کچھ اصل نہیں۔ فقط

ولی کی اجازت کے بغیر جنازے سے جانا

سوال :۔ اگر کوئی بغیر دریافت کئے اہلِ میت کے جنازہ پر سے چلا جائے تو کچھ خطا وار تو نہیں ہے۔

جواب :۔ بدوں اذن ولی میت کے جانا مکروہ ہے۔

ملفوظات

(۱) جو لوگ شیعہ کو کافر کہتے ہیں اُن کے نزدیک تو اُس کی نعش کو ویسے ہی کپڑے میں لپیٹ کر داب دینا چاہیئے اور جو لوگ فاسق کہتے ہیں اُن کے نزدیک اُن کی تجہیز و تکفین حسب قاعدہ ہونا چاہیئے اور بندہ بھی اُن کی تکفیر نہیں کرتا۔

(۲) جب کسی زمین غیر وقف میں میت کے استخوان بوسیدہ ہو کر مٹی ہو جاویں تو زراعت و بناء اس پر درست کہتے ہیں۔ تو درخت کا لگانا چلنا پھرنا سب درست ہُوا اور زمین کا کھودنا بھی درست ہُوا۔ البتہ اس کی کوئی حد معین نہیں۔ شور زمین میں جلد مردہ بوسیدہ ہو جاتا ہے۔ غیر شور زمین میں بدیر۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ [رشید احمد ۱۳۰۱]

مسائل منثورہ

انجمن حمایت الاسلام لاہور کی کتابوں کا ذکر

سوال :۔ انجمن حمایت الاسلام کا مذہب کیا ہے اور اس انجمن نے جو کتابیں اردو میں دینیات کی تالیف فرمائی ہیں، بچوں کو ان کا پڑھانا مفید ہوگا یا نہیں ؟

جواب :۔ انجمن حمایت الاسلام کا مذہب اہل سنت والجماعت ہے اور ان کی کتابیں دینیات کی اچھی ہیں گو بندہ نے تمام و کمال دیکھا نہیں ہے ان کے پڑھانے سے بچوں کو انشاء اللہ نفع ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تقویۃ الایمان وصراطِ مستقیم

سوال :۔ کتاب تقویۃ الایمان و ایضاح الحق و صراط مستقیم تینوں کتب کس کی تصنیف سے ہیں اور کتاب حجۃ اللہ البالغہ کس کی تصنیف سے ہے یعنی اس کے مؤلف کون ہیں ؟

جواب :۔ حجۃ اللہ البالغہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی تالیف ہے اور صراط مستقیم و تقویۃ الایمان جناب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ ایضاح الحق بندہ کو یاد نہیں ہے کیا مضمون ہے کس کی تالیف باقی ان تینوں کتابوں سے میں واقف ہوں اور اس خاندان سے مستفید اور ان کے عقائد و خیالات پر پورا مطلع۔ رسوم مروجہ کو جناب مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ نے جس قدر استیصال فرمایا ہے حق تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ مجلس مولود اور اس میں قیام وغیرہ کی نسبت بارہا لکھا گیا ہے۔ دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عبدالوہاب نجدی کا مذہب

سوال :۔ عبدالوہاب نجدی کیسے شخص ہیں ؟

جواب :۔ محمد بن عبدالوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں وہ اچھا آدمی تھا سُنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا اور عامل

بالحدیث تھا بدعت وشرک سے روکتا تھا مگر تشدد اس کے مزاج میں تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

وہابی کا عقیدہ

سوال :۔ وہابی کون لوگ ہیں اور عبدالوہاب نجدی کا کیا عقیدہ تھا اور کون مذہب تھا اور وہ کیسا شخص تھا اور اہلِ نجد کے عقائد میں اور سُنّی حنفیوں کے عقائد میں کیا فرق ہے ؟

جواب :۔ محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب اُن کا حنبلی تھا۔ البتہ اُن کے مزاج میں شدت تھی مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔ مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ہیں اُن میں فساد آگیا ہے اور عقائد سب کے متحد ہیں اعمال میں فرق حنفی شافعی مالکی حنبلی کا ہے۔

حبیب حسن واعظ سہارنپوری

سوال :۔ یہاں پر ایک شخص واعظ حبیب حسن سہارنپوری آئے تھے انہوں نے اکثر مضامین و مسائل رطب و یابس فرمائے اور حضورؐ کی نسبت جو پوچھا جاتا تھا تو سکوت کرتے تھے اگر اُن کا حال معلوم ہو تو مطلع فرمایئے کہ کس عقائد کے ہیں اور کس استعداد کے ہیں یہاں تو ایک فعل کے تین چار فاعل پڑھتے تھے۔ زیادہ حد ادب اس امر سے بالفور اغماض نہ فرمایا جاوے۔ فقط

جواب :۔ حبیب حسن کوئی واعظ سہارنپوری بندہ کو معلوم نہیں اور نہ کوئی عالم وہاں اس نام کا ہے۔ لوگوں نے باوجود جہل کے اردو کتب دیکھ کر وعظ کا حیلہ دنیا کی معاش کے واسطے اختیار کر لیا ہے خلق کو گمراہ کرتا ہے حق تعالیٰ پناہ دیوے۔ اگر بندہ کو معلوم ہوتا تو صاف لکھتا مگر یہاں کوئی مولوی اس نام کا نہیں وہاں کے سب علما سے بندہ واقف ہے۔ فقط والسّلام

حضرت معاویہؓ کا یزید کو خلیفہ بنانا

سوال :۔ حضرت معاویہؓ نے اپنے روبرو یزید پلید کو ولی عہد کیا ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ حضرت معاویہؓ نے یزید کو خلیفہ کیا تھا اس وقت یزید اچھی صلاحیت میں تھا۔

حضرت معاویہؓ کا وعدہ حسینؓ سے

سوال :۔ جب کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت امام حسینؓ سے اقرار نامہ لکھا تھا کہ تا زندگی یزید پلید کو ولی عہد نہ کروں گا پھر حضرت معاویہؓ اپنے قول سے کیوں پھر گئے اور یزید پلید کو کیوں ولی عہد کیا۔ صحابی سے اقرار توڑنا بعید معلوم ہوتا ہے۔ قمار باز اور شراب خور یزید پہلے ہی سے تھا یا ولی عہدی کے وقت نہ تھا۔ مفصل صحیح کس طور پر ہے۔

جواب :۔ حضرت معاویہؓ نے کوئی وعدہ عہد یزید کو خلیفہ کرنے کا نہیں کیا یہ واہیات وقائع ہیں فقط۔ یزید اوّل صالح تھا بعد خلافت کے خراب ہوا تھا۔

کیا شمر حافظ قرآن تھا

سوال :۔ وعظ میں سُنا ہے کہ شمر قاتل امام حسین علیہ السلام بڑا حافظ قرآن تھا بر وقت قتل کرنے امام ہمام کے تو سیپارہ ذرا دیر میں پڑھ لئے تھے یہ سچ ہے یا غلط ہے ؟

جواب :۔ یہ قصّہ ڈھکوسلا جہال واعظین کا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طہارت کے مسائل

باب غُسل و وضُو کا بیان

سوال :۔ اگر کسی شخص کو انزال ہُوا اور بعد انزال کے پیشاب نہ آیا اور اُس نے پنبہ رکھ لیا۔ بعدہٗ بقیہ قطرۂ منی اپنی جگہ سے آکر ذکر میں بوجہ پنبہ کے اندر ہی رہا بعد دو تین گھنٹہ کے پیشاب کے ساتھ وہ روئی نکلی تو اس شخص کو اعادۂ غسل واجب ہے یا نہیں ؟ اور یہ شخص بوجہ قطرۂ مرض کے پنبہ رکھتا تھا۔ اب حضور ! قطرہ منی کے ساتھ اس کا کیا حکم ہے اور پنبہ خشک نکلے یا تر ذکر سے تو ہر دو حالت میں ایک ہی حکم ہے یا فرق ہے ۔ فقط

جواب :۔ اگر بعد اخراج پنبہ پھر خروج منی ہوا ہے تب تو امام صاحب کے نزدیک غسل کا اعادہ لازم ہوگا اور اگر بعد اخراج پنبہ پھر منی نہیں نکلی تو اعادۂ غسل واجب نہ ہوگا۔ پنبہ اگر منی میں بھیگی ہے تب تو بحکم منی ہے اور اگر مذی میں تر ہو تو بحکم مذی اور پیشاب میں تر ہو تو بحکم پیشاب اور اگر خشک ہو تو اس کا وضو بھی قائم ہے اور غسل بھی۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم ۔

سر کے مسح کرنے کا بیان

سوال :۔ وضو میں سر کے مسح کے واسطے پانی ہاتھ میں لے کر ڈال دیتے ہیں یعنی چھڑک کر مسح کرتے ہیں آیا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ سر کے مسح کے واسطے اس قدر پانی لیوے کہ مسح ہو جاوے چُلّو بھر کر مسح کرنا اسراف ہے۔ اگر پانی ڈالے گا تو غسل ہو جائے گا اور وہ مسح نہیں ہے ۔ فقط

استنجے کا بچا ہُوا پانی

سوال :۔ جس پانی سے چھوٹا استنجا پاک کیا ہے اس باقی پانی سے وضو جائز ہے یا نہیں ؟ یا مکروہ ہے ؟

جواب :۔ اس پانی سے وضو بلا کراہت جائز ہے ۔ فقط

وضو کا پانی اگر لوٹے میں گر جائے

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اگر وضو کا پانی لوٹے میں گر جائے وقت وضو کرنے کے تو پانی لوٹے کا مکروہ ہو جاتا ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ وضو کے پانی کا قطرہ لوٹے میں گرانا مکروہ ہے مگر وہ پانی مستعمل نہیں ہوتا وضو اس سے درست ہے ۔

آنکھ دُکھنے کی وجہ سے اگر پانی آنکھ سے بہے

سوال :۔ آنکھ دُکھتی ہوئی میں جو ڈھیڈ آجاتا ہے تو زید کہتا ہے کہ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ یہ خون سے بنتا ہے۔ زید کا قول صحیح ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ آنکھ دُکھنے میں جو پانی نکلتا ہے پاک ہے اگرچہ بعض نے ناپاک کہہ دیا ہے لیکن تحقیق کے خلاف ہے فقط واللہ تعالےٰ اعلم۔

شک سے وضو جانے کا حکم

سوال :۔ حدیث لا وضوء الا من صَوْتٍ اَوْ رِیْحٍ اس کا کیا مطلب ہے آیا جس ریح میں آواز اور بو نہ ہو وہ ریح نہیں ہے نہ اس سے وضو جاتا ہے یا وہ کچھ اور ہے ریح کے ساتھ یہ دونوں ضروری ہیں یا نہیں ؟

جواب :۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وضو ٹوٹنے کا یقین ہو جائے جیسے کہ آواز سننے سے یا بو سونگھنے سے یقین ہو جاتا ہے اس وقت وضو ٹوٹ جاتا ہے اور جب یقین نہ ہو تو محض شک سے وضو نہیں جاتا ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمی ہوئی مِسّی سے وضو اور غسل پر اثر

سوال :۔ مِسّی کا استعمال عورتوں کو جائز ہے یا نہیں ؟ اس سے جو ریخیں دانتوں میں جم جاتی ہیں اور وضو اور غسل میں پانی دانتوں کے نیچے نہیں پہنچتا مانع طہارت ہے یا نہیں ؟ اگر کوئی قصداً دانتوں میں ایسا مصالحہ پہنچا دے کہ بلا دانت جُدا ہوئے وہ مصالحہ جُدا نہ ہو اس میں کچھ قباحت شرعی ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ مِسّی اگر جم جائے تو مانع وضو نہیں مگر مانع غسل ہے اور اگر قصداً کسی دوا سے خالی جگہ کو بھر کر ہموار کیا گیا ہے تو اس کا حکم مثل جزو بدن کے ہو گیا وہ مانع صحت غسل کو نہیں ہے ۔ فقط

وضو کے بعد رومالی پر پانی چھڑکنے کا حکم

سوال :۔ مَیں نے سنا ہے کہ اگر بعد وضو کے رومالی پر پانی چھڑک لے تو قطرہ کا اگر احتمال ہو تو اس کو نہ دیکھے اور نہ وضو کرے۔ لہٰذا یہ مسئلہ صحیح ہے یا غلط۔

جواب :۔ پائجامہ پر بعد وضو پانی چھڑکنا بغرض دفع وسوسہ درست ہے مگر جو شخص کہ اُس کو قطرہ کا مرض ہے وہ پانی ہرگز نہ ڈالے کہ اندیشہ پائجامہ نجس ہونے کا ہے اور اگر اثناء میں قطرہ آگیا تو پائجامہ یقیناً ناپاک ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

وضو کے بعد رومالی پر پانی چھڑکنا فرض ہے یا واجب

سوال :۔ جب وضو سے فارغ ہو تو شرمگاہ یعنی رومالی پر پانی چھڑکنا کیسا ہے ؟ آیا جائز ہے یا نہیں اور یہ فرض ہے یا واجب یا مستحب ؟

جواب :۔ دفع وساوس کے لئے بعد وضو تھوڑا پانی رومالی پر چھڑک لینا بہتر ہے اگر نہ چھڑکا تو گناہ نہیں ہے نہ اس سے واجب فوت ہوتا ہے نہ فرض ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

جس کو قطرہ آتا ہو وہ وضو کے بعد رومالی پر پانی چھڑکے یا نہیں

سوال :- حضور نے تحریر فرمایا ہے اس کی تفصیل ذیل میں ہے۔ مرض قطرہ کا نہیں ہے بلکہ بعد پیشاب کبھی جو شبہ ہوا اور دیکھا تو قطرہ آیا اور بعض مرتبہ دیکھا تو نہیں آیا۔ لہٰذا ایسی حالت میں پاجامہ کی رومالی دیکھنا چاہیئے یا فقط تر کر لینا کافی ہے۔

جواب :- مرض سے یہی مراد ہے کہ اس شخص کو گاہ گاہ قطرہ آتا ہے تو ایسے شخص کو بعد وضو رومالی پر پانی نہ ڈالنا چاہیئے بلکہ جب شبہ ہو اس کو دیکھ لینا چاہیئے۔

وضو اور غسل کے لئے پانی کا وزن

سوال :- وضو اور غسل کے واسطے کتنا پانی صرف کرنا مسنون ہے سیر پختہ سے، وزن تحریر فرما دیجئے۔

جواب :- وضو میں ڈیڑھ سیر پختہ پانی کی اجازت ہے اور غسل میں چار سیر کی۔ فقط والسلام

نماز جنازہ کے وضو سے فرض نماز کا حکم

سوال :- جو وضو جنازہ کی نماز کے واسطے کیا ہے اس وضو سے نماز فرض پڑھ لے یا نہیں ؟

جواب :- فرض درست وجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نماز جنازہ کے وضو سے نوافل کا حکم

سوال :- جو وضو جنازہ کی نماز کے واسطے کیا ہے اس سے تحیۃ الوضو اور نماز فرض پڑھنا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :- نماز جنازہ کے واسطے جو وضو کیا ہے اس سے نماز فرض، سنت، نفل، اشراق، چاشت تحیۃ الوضو سب جائز ہیں۔ فقط

جو وضو یا تیمم نہ کر سکے وہ نماز کیسے پڑھے ؟

سوال :- اگر بوجہ نہ ملنے پانی کے یا مٹی کے وضو و تیمم نہ کر سکے تو نماز کس طور پر پڑھنی چاہیئے یا قضاء کر دیوے۔

جواب :- اگر ایسا موقع ہو جائے تو وہاں تشبہ بالمصلین کرے اور نماز کو قضا کر لیوے۔ یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ؏

اس پانی کا بیان جس سے وضو اور غسل جائز ہیں

کس تالاب کا پانی نجس نہیں ہوتا

سوال :- ایسا تالاب جو گرمیوں میں کسی قدر خشک ہو جاتا ہو اور ایام بارش میں طویل و عریض مگر کسی موسم میں عشر در عشر سے کم نہیں رہتا اور اس میں اکثر نجاسات مثل بول و براز شہر کا پانی وغیرہ بھی شامل ہوتا رہتا ہے لیکن تاہم

اوصاف ثلثہ میں تغیر نہیں آتا۔ بلکہ ہر طرح صاف رہتا ہے۔ لہٰذا یہ طاہر ہے یا نجس ؟

جواب :۔ یہ تالاب طاہر ہے اور ہرگز نجس نہیں ہر موسم میں پاک رہتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دہ دردہ تالاب بول وبراز پڑنے سے نجس نہیں ہوتا ہے

سوال :۔ تالاب دہ دردہ بہت زیادہ قریب بستی کے ہے اہلِ بستی کو اس کے اطراف وجوانب میں بول وبراز کا بھی اتفاق ہوتا ہے۔ برسات میں اگر پُر نہ ہو اور باہر ٹوٹ پھوٹ کر بھی نہ نکلا ہو۔ اس صورت میں طاہر ہے یا غیر طاہر اور اہلِ بستی کو اس کی ضرورت شدید ہے کوئی دریا وغیرہ نہیں جس میں دھوبی کپڑے وغیرہ دھوئیں۔ البتہ کنوئیں بہت ہیں۔

جواب :۔ یہ تالاب پاک ہے اگرچہ باہر نہ نکلا ہو۔ فقط

دہ دردہ پانی کب نجس ہوگا

سوال :۔ آج کل جنگلوں میں بارش کا پانی گڑھوں میں جمع رہتا ہے اور جس وقت نہر بند ہو جاتی ہے تو کسی قدر نہر کا پانی بھی جمع گڑھوں میں ہو جاتا ہے۔ گاؤں کے لوگ اس سے وضو کر لیا کرتے ہیں درست ہے یا نہیں ؟ اور کس قدر پانی میں حکم شرع وضو کرنے کا ہے ؟

جواب :۔ اگر یہ پانی دہ دردہ ہے تو کسی ناپاکی سے ناپاک نہ ہوگا جب تک اس کا رنگ وبو ومزہ نجاست سے نہ بدل جائے اور اس میں غسل اور وضو سب کچھ درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ش

باب کنوئیں کے احکام ومسائل

کنوئیں سے زندہ مرغی نکلنے کا حکم

سوال :۔ مرغی کنوئیں میں جا پڑی اور کچھ دیر کے بعد زندہ نکلی دو عالم فرماتے ہیں کہ بغیر تین سو ساٹھ ڈول پانی نکالنے کے اس پانی کا استعمال حرام ہے بخیال بیٹ کر دینے کے کنوئیں کے اندر۔ پس کتب مذہب میں یہ مسئلہ کیونکر ہے ؟

جواب :۔ اگر بیٹ نکلنا ثابت ہو جائے تو پانی نکالو ورنہ حاجت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

من ٹوٹے کنوئیں کے گڑھوں میں کتوں کے پانی پینے کے بعد کا حکم

سوال :۔ ایک شخص نے کنوئیں کا مسئلہ حضور کا فتویٰ سُن کر کہا جب کہ کتے نے پانی پیا اور ہر وقت پانی ان گڑھوں میں بھرا نہیں رہتا اگر وہ ناپاک ہی تھا تو بھی سینکڑوں ڈول وگھڑے کھینچ کر اہلِ محلہ کے خرچ میں آگئے اب تک پاک نہ ہوا ہوگا جیسے اناج کے ناپاک ہونے سے دو شریکوں کی تقسیم میں اناج پاک ہو جاتا ہے۔ کبھی پانی بھر جاتا ہے اور کبھی خشک ہو جاتا ہے۔ اس کا جواب مرحمت ہو۔

جواب :۔ جب اس گڑھے سے کتے نے پانی پیا تھا اگر اس کے دو، چار روز تک برابر پانی کھینچتا رہا تو واقعی کنواں پاک ہو گیا مگر اہل محلہ کے سب ظروف و جامہ وغیرہ نجس ہوں گے۔ اس لئے کہ وہ پانی جو سب کے گھر پہنچا ہے نجس ہے۔ یقیناً بخلاف تقسیم شدہ غلہ کے کہ اس میں کوئی حصہ یقیناً نجس نہ تھا بلکہ احتمال دونوں طرف تھا اور یہاں جو محلہ میں تقسیم ہوا ہے وہ سب پانی ناپاک ہے۔

کنوئیں میں اگر جوتا گر جائے تو اسکا حکم

سوال :۔ چاہ میں جوتا گر جانے سے کس قدر پانی نکالا جائے گا ؟

جواب :۔ اگر جوتا ناپاک ہے تو تمام پانی نکلے گا اور اگر پاک ہے تو کچھ نہیں ۔

نجس کنوئیں کے پانی سے بنائے ہوئے گلاب کا حکم

سوال :۔ طلوع آفتاب سے پہلے ایک کنوئیں میں سے پانی لاکر اس سے گلاب کھینچا اور صدہا آدمیوں نے پانی اس سے بھرا دس بجے دن کے معلوم ہوا کہ ایک بلی مُردہ اس میں پڑی ہے۔ مگر پوست اس کا بالکل گلا نہیں ہے نہایت سخت ہے۔ وہ گلاب جو اس پانی سے تیار ہوا ہے اس کا شرعاً کیا حکم آیا ہے آیا وہ فروخت کیا جاوے یا پھینکا جاوے۔ فقط

جواب :۔ صاحبین علیہما الرحمۃ کے مذہب کے موافق یہ گلاب پاک ہے کہ احتمال ہے کہ شب کو بلی نہ گری ہو پس اس کو فروخت کرنا مباح ہے۔

من ٹوٹے کنوئیں کے گڑھوں سے کتے پانی پی لیں تو اس کا حکم

سوال :۔ ایک کنوئیں کی من ٹوٹ گئی ہے اور گڑھے بھی ہو گئے ہیں جب ان گڑھوں میں پانی بھرتا ہے تو وہ کنوئیں کی طرف بوجہ نیچا ہونے کے جاتا ہے۔ بعض مرتبہ ایسا بھی دیکھا کہ ان گڑھوں میں کتے نے پانی پیا۔ لہٰذا اس کنوئیں کا حضور کیا حکم دیتے ہیں ۔ فقط

جواب :۔ جب کتے کا پانی پینا اور اس پانی کا کنوئیں میں جانا یقینی یا غالب گمان ہو تو کنواں نجس ہے ۔ فقط

ملفوظات

(۱) از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ مذہب صاحبین در باب چاہ کہ رُؤیتُ کے وقت سے حکم نجاست ہو یہی معمول فقہاء کا ہے اور بعض نے فتویٰ بھی اس پر دیا ہے۔ لہٰذا اگر سہولتِ عوام کی وجہ سے اس پر عمل ہو۔ بندہ درست جانتا ہے اور اس وقت میں اس پر علماء کو فتویٰ دینا جائز ہے کہ قول صاحبین بھی مذہب امام صاحب ہی ہے علیہم الرحمۃ۔ مگر دیکھنے کے وقت سے نجس ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وقوع ممکن ہو۔ مثلاً کنوئیں پر لوگ برابر صبح سے دوپہر تک پانی بھرتے رہے خالی نہیں ہوا۔ اور دوپہر کو جانور نکلا تو ایسی حالت میں صبح سے پہلے نجس کہا جائے گا کہ اس حالت میں لوگوں کے بھرنے تک جانور نہیں گر سکتا۔ البتہ اگر درمیان صبح دوپہر کے چاہ پانی بھرنے والوں سے خالی بھی رہا ہو تو آخر خلو کے وقت سے حکم دیا جائے گا۔ فقط والسّلام

باب نجاستوں اور اس کو پاک کرنے کے مسائل

منہ کی رال کا حکم

سوال :۔ سوتے وقت منہ سے رال جو بعض شخص کے جاری ہوتی ہے زید کہتا ہے کہ اس سے کپڑا پلید ہو جاتا ہے۔ لہٰذا کپڑا ناپاک ہوتا ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ یہ رال پاک ہے کپڑا ناپاک نہیں ہوتا ۔ فقط

کھلیان کے غلہ کا حکم

سوال :۔ خرمن گاہ میں جبکہ غلہ تیار کرتے ہیں تو نر گاواں کا پیشاب اور گوبر غلہ گندم وغیرہ میں جذب ہوتا ہے۔ پھر غلہ کے جواز کی صورت کس طرح پر ہے ؟

جواب :۔ جب وہ تقسیم ہو گیا سب کے حق میں پاک ہو گیا ۔ اگر کچھ اثر گوبر کا دیکھے تو صاف کر دیوے ۔

گوبری کا حکم

سوال :۔ مسئلہ گوبری دینا جائز ہے یا نہیں ؟ جس جگہ مرغی کی سرگین گر کر خشک ہو گئی ہو اور وہاں لوٹا خشک یا تر رکھ دے تو وہ لوٹا ناپاک ہے یا پاک اگر مرغی کی سرگین کی احتیاط کرے تو ان کا پالنا چھوٹتا ہے ۔ فقط

جواب :۔ گوبری دینا جائز ہے مگر جب وہ گوبر نہ رہے تب تو پاک ہے اور اس سے پہلے پہلے نجس ہے اگر ناپاک جگہ خشک ہو گئی اور نجاست کا اثر رنگ و بو و مزہ نہ رہا تو پھر وہ جگہ پاک ہو گئی ۔ اب وہاں تر چیز رکھنے سے ناپاک نہ ہو گی ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شراب اگر سرکہ بن جائے تو اُس کا حکم

سوال :۔ شراب میں نمک ڈالنے سے پاک ہو جاتی ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ جب سرکہ بن جاتی ہے تو پاک ہی ہو جاتی ہے نمک سے ہو یا کسی اور ذریعہ سے ۔ فقط

مُردہ جانور کی اُون کے متعلق حکم

سوال :۔ مُردہ جانور بکری بھیڑ کی اون کا کمبل استعمال کرنا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ مُردہ جانور بکری بھیڑ وغیرہ کی اُون پاک ہے اور اس کے کمبل کا استعمال درست ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بلّی چوہے، کوّے وغیرہ کے جھوٹے کا حکم

سوال :۔ اگر کھانے میں یا دودھ میں بلّی یا چوہے یا کوّے نے منہ ڈال دیا تو کھانا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ ان چیزوں کا جھوٹا حرام اور نجس نہیں ہے اگر نہ کھائیں تو بہتر، کھا لیں تو کچھ حرج نہیں[۱] ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

[۱] مصفیٰ شرح مؤطا میں اسی طرح ہے ۔ ۱۲

کولہو کے رَس کا حکم

سوال:۔ کولہو جو بیاں چلتے ہیں اس میں سارا کاروبار چمار اپنے ہاتھ سے کرتے ہیں۔ یعنی رَس کا نکالنا اور رَس میں ہاتھ ڈالنا اور رَس کا اپنے برتن میں فروخت کرنا مسلمانوں کو ان کے ہاتھ سے چھوئے ہوئے رس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ یا وہ رَس نجس ہے اور ناپاک ہے علیٰ ہذا پانی اُن کے ہاتھ کا پاک ہے یا نجس ہے؟ ایسے پانی سے وضو کر کے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ فقط

جواب:۔ جب تک یقین اس امر کا نہ ہو کہ چمار کے ہاتھ نجس ہیں۔ حکم نجاست رَس وغیرہ پانی پر نہ ہوگا پس صورت موجودہ میں خریدنا رَس کا مسلمانوں کو اور استعمال کرنا اس کا درست اور حلال ہے۔ علیٰ ہذا پانی بھی پاک ہے۔ نماز وغیرہ درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ دیوبندی مفتی مدرسہ عالیہ دیوبند

منی کا حکم

سوال: حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خشک منی ناپاک نہیں جیسا کہ کتاب میں لکھا ہے اور دھونے اور پونچھنے کی کچھ ضرورت نہیں کیا وجہ کہ ایسی پلید چیز کو پاک لکھا ہے۔

جواب:۔ منی کا پلید ہونا آپ کے نزدیک ہے اُن کے یہاں نہیں اور اس کی لِمّ آپ نہیں سمجھ سکتے یہ علمی بحث ہے کہ جس کے بیان میں طول ہے۔ ہم اور آپ مقلد ہیں ہم کو علماء کا فرمانا بسر وچشم قبول ہے۔ فقط

ناسور کے پانی کا حکم

سوال:۔ ایک شخص کے ناسور سے کھانے کے وقت پانی نکلتا ہے اور وہ پانی کپڑوں کو لگتا ہے تو ان کپڑوں سے نماز درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ ناسور کا پانی نجس ہے اگر قدر درہم سے زیادہ لگے گا تو نماز صحیح نہ ہووے گی کم میں بکراہت ادا ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سرخ پڑیہ کا حکم

سوال:۔ پوڑیا کا سرخ رنگ استر میں لگانا چاہیئے یا نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ پوڑیا میں شراب پڑتی ہے۔ صحیح کیسے ہے؟

جواب:۔ پوڑیا کا رنگ مشتبہ ضرور ہے۔ اگر بالیقین یہ ثابت ہو جاوے کہ اس میں شراب ہے قطعاً حرام ہے اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ شراب نہیں پڑتی جائز ہے درصورت موجودہ مشتبہ ہونے میں تردد نہیں احتیاط ترک کرنے میں ہے اور رنگ پختہ کا دھلوا لینا مناسب ہے۔

پڑیا کا حکم

سوال:۔ پڑیا کچی یا پختہ کا بغیر دھوئے ہوئے مردوں اور عورتوں کو استعمال جائز ہے یا نہیں؟

جواب :۔ پڑیہ کا رنگ ناپاک ہے ۔ فقط

پڑیہ کے نجاست کی وجہ

سوال :۔ پوڑیہ کے سرخ رنگ کی رنگی ہوئی روئی رضائی میں ڈالنا کیسا ہے ؟

جواب :۔ پوڑیہ میں کہتے ہیں شراب پڑتی ہے اور یہی تحقیق ہے اور شراب نجس ہے اس واسطے نہ ڈالنی چاہیئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پڑیہ میں رنگا ہوا کپڑا کیسے پاک ہو گا ؟

سوال :۔ پوڑیہ میں کپڑا رنگا ہوا اور اس کو ایک مرتبہ پانی میں نکال دے اور نہ نچوڑے اور نہ ملے اور ویسے ہی پھیلا دے تاکہ خود خشک ہو جاوے اور بعد خشک ہو جانے کے پاک ہو جاوے گا یا نہیں ؟ یا ایک مرتبہ مل کر دھونا ضروری ہے ۔

جواب :۔ کپڑا پوڑیہ کا جو ناپاک ہو اس کا رنگا ہوا جب تک پاک نہ ہو گا جب تک رنگ نکلتا رہے گا ۔ جب رنگ نکلنا بند ہو جاوے گا تب پاک ہو گا ۔ فقط

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ بندہ نے پختہ رنگ کو پاک نہیں کہا بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ اس پڑیا میں رنگ کر پھر دھولیا جائے تو پاک کرنے کے بعد اس کا استعمال جائز ہے اور مدار رنگ کے پاک ہونے کا تحقیق پر ہے مولوی ارشاد حسین صاحب کو تحقیق ہو گیا ہو گا بندہ کو تحقیق نہ ہوا ۔ والسّلام

پڑیہ میں رنگے ہوئے کپڑے کو پاک کرنیکا دوسرا طریقہ

سوال :۔ گولی سرخ رنگ پختہ کہ دم مسفوح سے بنائی جائے اور گولی خام یا شراب کی آمیزش اس میں ہو جیسا کہ آج کل بہت گولیاں بکتی ہیں ۔ ان میں کپڑا رنگنا اور اس سے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ جو رنگ پختہ کہ جس میں شراب یا دم مفسوح ہے اس کو اگر تین دفعہ دھولیا جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے اور اس سے نماز پڑھنی درست ہے ۔ علیٰ ہذا کچے رنگ کی گولیاں تین دفعہ دھلنے کے بعد پاک ہو جاتی ہیں ۔ فقط

مٹی کا برتن کس طرح پاک کیا جائے

سوال :۔ مٹی کا برتن اگر کسی طرح سے ناپاک ہو جائے تو کس طرح پاک کیا جائے ؟

جواب :۔ مٹی کا برتن اگرچہ کورا ہو تین دفعہ دھونے سے پاک ہو جاتا ہے ۔ کوئی طرزِ خاص اس کے دھونے کا نہیں ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ملفوظات

(۱) بعد سلام آنکہ اعادہ نماز کا اس وجہ سے ضرور نہیں بتایا گیا کہ بعض شرابیں سوا چار کے اس قسم کی ہیں کہ امام صاحبؒ کے نزدیک وہ نجس نہیں ۔ مگر فتویٰ امام صاحب کے قول پر نہیں اور اس رنگ میں متحقق نہیں کہ کون سی شراب پڑتی ہے بس بسبب مسئلہ مختلف فیہا ہونے کے آسانی کی وجہ سے اعادہ نماز کو نہیں کہا گیا مگر نجاست میں عمل امام محمد کے مذہب پر بتایا گیا

تھااور ولایت سے جو کپڑا آتا ہے اس میں شراب نجس کا پڑنا ہم نے نہیں سُنا۔ فقط والسّلام

(۲) جو چھینٹ یا بانات وغیرہ پختہ رنگ ہے وہ تو ہرحال پاک ہے اگرچہ اس میں نجاست پڑے کیونکہ بعد رنگ کے اس کو دہو کر صاف کرتے ہیں اور جو خام رنگ ہیں ان کا حال معلوم نہیں کہ اس میں کچھ نجس ڈالتے ہیں یا نہیں لہٰذا اس پر حکم نجاست نہیں ہو سکتا کہ اصل شئے کی طہارت ہے۔ ہاں جس کو تحقیق ہو گیا کہ نجس اس میں پڑتا ہے اور نہیں دھویا جاتا اس کو استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔ بندہ کو جو محقق ہوا تو یہ ہے کہ بازار میں جو رنگ فلوس فلوس کو پوڑیہ فروخت ہوتی ہے اس میں شراب ہے اور بس لہٰذا اس کی نجاست کا اظہار کیا گیا ہے۔ پوڑیہ جوتہ جو پاک ہے بوجہ عدم تیقن نجاست کے ہے۔ اگر کسی جوتہ خاص میں محقق ہو جائے کہ نجس لگا ہے وہ ناپاک ہی ہووے گا۔ لہٰذا جوتہ کو پڑیا پر قیاس نہیں کر سکتے۔ تبدیل ماہیت بھی یہاں نہیں بلکہ ترکیب نجس باطاہر ہے جیسا نجس آب میں گوشت یا روٹی پکائی جائے اس کو تبدیل ماہیت نہیں کہتے ملح خوک مصائقہ نہیں کہ مادہ وصورت ہر دو بدل گئی سرکہ شراب میں گوبر مٹی میں سو یہاں تبدیل ماہیت ہے کہ نہ وہ مادہ سابق رہا نہ صورت پہلی رہی ترکب میں ماہیت نہیں پلٹی ترکیب پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کا اعتبار نہیں۔ دھونے سے البتہ پوڑیہ کا رنگا کپڑا پاک ہو جاتا ہے۔ ایک بات باقی ہے اگر وہ صاحب بنانے والے ملے تو تحقیق کروں گا۔ شاید اس میں کوئی صورت جواز پیدا ہو جائے۔ سو دیکھئے وہ کب ملتے ہیں۔ اب تو منع ہی کر دینا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

(۳) شراب مسکر مطلقاً نجس ہے امام محمدؒ کے یہاں اس پر فتوے ہے۔ درمختار میں مذکور ہے اور یہی مذہب بندہ کے اساتذہ کے یہاں راجح ہے۔ تبدیل ماہیت ہیولےٰ صورت کی تبدیل سے ہوتا ہے کہ حقیقت دیگر ہو گئی نہ ترکیب سے ورنہ روٹی خمر سے گوندھے درست ہو شراب سے مرکب دوا حلال ہو یہ باطل ہے سرکہ میں تبدیل ماہیت ہے نہ ترکیب پوڑیہ میں ترکیب ہے نہ تبدیل ماہیت منتہائے مسکر سمیت ہے۔ خلاصہ شراب بھی شراب ہی ہوتی ہے اگرچہ تیزاب بن جاوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) خمر خواہ انگوری ہو یا عسل اور جو کی غرض کل مسکر حرام نجس ہے امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اس پر ہی فتوے دیا گیا ہے اور ہمارے اساتذہ نے جو زمانہ گذشتہ میں نان پاؤ کا قصہ و تکرار ہوا تاڑی کے سبب سے اس کو منع اور حرام لکھا۔ لہٰذا بندہ کے نزدیک راجح مذہب یہی ہے۔ سو تحقیق اس خمر کی کہ پڑیہ میں پڑتی ہی نہیں۔ بہرحال اختلاف میں احتیاط تو اوروں کو بھی بہتر ہے۔ ظاہر احادیث میں موجود تو سب سکر کی خمریت کو چاہتا ہے۔ کل مسکر خمر[1] صاف موجود ہے۔ وان من الحنطۃ لخمرا[2] ابھی اب تاویل کا باب واسع ہے۔ والشئی اذ ثبت ثبت بلوازمہ[3] خمر ہے تو حرام بھی نجس بھی ہے ظنی قطعی کے فرق میں تخفیف ہو جائے نہ ارتفاع اگر مذیل نجاست پایا جائے

۱؎ ہر نشے والی چیز خمر ہے　　۲؎ اور یقیناً گیہوں بھی نشہ آور ہے　　۳؎ اور کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو اس کے لوازم کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔

توطہارت ہوتی ہے ورنہ جفاف مطہر نہیں جفاف ارض تو امام صاحب کے نزدیک مطہر ہے ثوب، دوا، خمیر پاک نہیں ہوتا۔ خمر میں آٹا گوندھ کر پکا دیں روٹی نجس ہووے گی۔ بول میں پارچہ تر ہو کر خشک ہو جائے ناپاک ہی رہے گا۔ حالانکہ رطوبت بول کو ہوا لے گئی۔ علیٰ ہذا جفاف خمر موجب طہارت نہیں شراب کسی شئے میں خلط ہو اور پھر خشک ہو بول پر قیاس ہو گا۔ اور جو اڑنے کے کچھ اور معنی ہیں وہ مجھ کو معلوم نہیں۔ اگر پارچہ شراب میں مبلول ہو کر خشک ہو تو پاک نہیں ہوتا اگرچہ تیزی دھوپ سے یا حرارت آتش سے شراب اڑتی ہی ہو یہ مسئلہ مجھ کو معلوم نہیں۔ اگر شراب کا پڑنا محقق نہیں تو البتہ ناپاک نہیں اور بعد تحقیق وقوع کے بلویٰ کیا کرے گا۔ بلویٰ وہ معتبر کوئی کرے کہ اجتناب دشوار ہو۔ زینت کا کپڑا ترک کرنا نفس پر ناگوار ہے یہ کیا بلویٰ ہے۔ ہندوستانی کپڑا برتنا چاہیئے۔ اس واسطے بلویٰ کے معنی فہم میں نہیں آتے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) خواب اگر نظر نہ آوے کچھ حرج نہیں جاگنے کا زیادہ اعتبار ہے۔ آدمی کو اپنے اوپر ہرگز اعتماد نہیں چاہیئے مقلب القلوب سے ڈرتا رہے کہ دم بھر میں بدل ڈالتا ہے اور مفارقت و ملاقات دونوں مقدر ہیں کسی کے اختیاری نہیں جس قدر مقدر ہے ملتا ہے کہ زیادہ کون کر سکتا ہے۔ پوڑیہ ہندی میں شراب قطعاً پڑتی ہے اور لندن کی پوڑیا میں بھی اکثر اقوال۔ سے پڑنا ثابت ہے۔ غایت الامر لندن میں شبہ ہو اور شبہات سے بچنا بھی واجب ہے۔ اصل شئے کی پاک ہے اور لحوق نجاست میں شک ہو وہ پاک رہتی ہے۔ گاڑھ دھوکہ جو نہ اسی قسم میں ہے جس میں ثبوت نجاست کا بغالب ظن ہو گیا ہو وہ ناپاک ہو جاتی ہے۔ پوڑیا کا یہی حال ہے جب تک شراب کا ہونا معلوم نہ تھا پاک کہتے تھے بوجہ اصل کے اب بعض اقسام میں اعنی ہندیہ میں وقوع محقق ہو گیا اور بعض میں غلبۂ ظن ہے۔ فقط والسلام

اور چھینٹ جو ولایت سے آتی ہے کہتے ہیں کہ وہ رنگ پوڑیا کا نہیں۔ لہٰذا اس کو نجس نہیں کہہ سکتے تا تحقیق۔ دیکھنا شرط نہیں بلکہ علم شرط ہے کہ بظن غالب حاصل ہو جاوے۔ اگر بظن غالب ظروف نجس اس میں واقع ہوتے ہیں تو چاہ نجس ہے۔ گو آنکھ سے نہ دیکھا ہو۔ فقط

نماز کے مسائل

باب نماز کے وقتوں کا بیان

آفتاب کے طلوع واستواء وغروب کے وقت سجدۂ تلاوت اور نماز جنازہ کا حکم

سوال :۔ صلوٰۃ جنازہ وسجدۂ تلاوت وغیرہ طلوع واستواء وغروب شمس پر درست ہے یا نہیں؟ درصورت عدم جواز اگر پڑھ لیوے تو ادا ہوگا یا نہیں ؟

جواب :۔ عین طلوع واستواء وغروب میں نماز جنازہ سجدۂ تلاوت مکروہ تحریمہ ہے۔ معہذا اس وقت میں اگر پڑھ لیوے تو ادا ہو جاتا ہے اور ذمہ سے سقوط ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ اسی وقت تلاوت آیت کی ہو اور جنازہ حاضر ہوا ہو اور جو پہلے وقت مکروہ سے سجدہ کی آیت پڑھے اور جنازہ آیا اور مکروہ وقت میں ادا کیا تو ادا نہیں ہوتا۔ دوبارہ پڑھنا چاہیئے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نماز جمعہ کس مسجد میں پڑھی جائے جہاں جلد ہو کہ دیر سے

سوال :۔ جامع مسجد میں جمعہ کی نماز ڈھائی بجے ہوتی ہے اور مسجدوں میں جمعہ کی نماز ایک بجے ہوتی ہے تو فرمائیے کہ کہاں جمعہ پڑھے جو ثواب زیادہ ہو ؟

جواب :۔ جامع مسجد میں بسبب کثرت آدمیوں کے زیادہ ثواب ہے۔ اگر گرمی کا موسم ہو تو اڑھائی بجے تک وقت اچھا ہوتا ہے وہیں جمعہ پڑھے اور جاڑے کے موسم میں بہتر ہے کہ دیگر مسجد میں پڑھ لیوے کہ احتمال ایک مثل سے وقت نکل جانے کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ اور ظہر کی نماز کے اوقات میں فرق

سوال :۔ جمعہ کی نماز اور ظہر کی نماز کا وقت ایک ہی ہے یا نہیں اور جمعہ کی نماز ظہر کے وقت سے کچھ پہلے پڑھنا سنت ہے یا دونوں مساوی وقت ہیں ۔ مثلاً جو شخص ظہر کی نماز دو بجے پڑھتا ہے اس کو جمعہ کی نماز ایک بجے پڑھنا مستحب ہوگی یا دو ہی بجے ۔

جواب :۔ جمعہ وظہر کا وقت ایک ہے مگر جمعہ کو ذرا پہلے پڑھنا کہ لوگ سویرے سے آتے ہیں اُن کو جلد فراغت ہو جائے تو بہتر ہے۔ فقط

ظہر کا صحیح وقت

سوال :۔ وقت ظہر مثلین تک رہتا ہے یا نہیں ؟ مذہب مفتی بہ میں اگر نہیں رہتا تو جو ظہر مثلین میں پڑھے

توقضاء پڑھے یا ادا اور بعد مثل کے عصر اگر پڑھے تو ہو گی یا نہیں اور سایہ اصلی کی پہچان خلاصہ طور پر ایسے قاعدہ کلیہ سے کہ ہر جگہ وہ قاعدہ دل نشین ہو ارقام فرمادیں۔

جواب :۔ ظہر میں دونوں قولوں پر فتویٰ دیا گیا ہے جس پر عمل کرلے گا درست ہے اور سایہ اصلی کا ایسا قاعدہ جو ہر جگہ موافق و مطابق ہو مجھے معلوم نہیں۔ فقط

ظہر کا وقت ایک مثل تک رہنے سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے رجوع کیا یا نہیں؟

سوال :۔ رجوع امام صاحبؒ بمذہب ائمہ ثلاثہ و صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ ایک مثل ظہر ثابت ہے یا نہیں؟

جواب :۔ رجوع امام صاحبؒ کا بندہ کو معلوم نہیں بلکہ خود امام صاحبؒ کی روایت اس باب میں موجود ہے اور یہی مذہب صاحبین کا ہے۔ لہٰذا یہ مذہب قوی ہے مگر رجوع کی روایت بندہ کو معلوم نہیں۔ لہٰذا اگر حنفی ایک مثل پر عمل کرے تو حرج نہیں اگرچہ احوط عصر کا بعد دو مثل کے اور ظہر کا قبل ایک مثل کے پڑھنا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عصر و ظہر کے اوقات کے صحیح حدود

سوال :۔ شیخ الشیوخ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مصفیٰ شرح موطاء میں در تحدید صلوٰۃ ظہر و عصر فرماتے ہیں مترجم گوید ابتدائے وقت ظہر زوال شمس است از وسط آسمان و آخر وقت او اینست کہ باشد سایہ ہر چیزے مانند قامت آں چیزے سوائے فئی زوال برہمیں منطبق است ابراد و لفظ عشی و ازانجا وقت عصر داخل می شود[1] الخ اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ بستان المحدثین میں فرماتے ہیں آنچہ از بعضی فقہاء منقول است کہ بایں حدیث تمسک کردہ اند در آنکہ وقت عصر از ما بعد المثلین شروع میشود و قبل از آں وقت ظہر است پس دلالت حدیث برآں ممنوع ست آری اگر لفظ ما بین وقت العصر الی المغرب می بود گنجائش ایں استدلال می شد لفظ حدیث ما بین صلوٰۃ العصر الی مغرب الشمس ست کہ صلوٰۃ العصر در اول وقت متحقق نمی شود تا مدعا حاصل گردد و مدار تشبیہ در مقالہ ما بین نماز عصر ست بر وفق آنچہ معمول آں جناب بود تا وقت غروب و ان کمتر از ما بین ظہر و عصر می باشد گو از ابتداء وقت عصر تا غروب مساوی آں باشد و اگر کسے بخاطر است کہ تشبیہ برائے تفہیم ست و دریں صورت تخیل لازم آید زیرا کہ صلوٰۃ عصر را تعینے نیست ہر کسے در وقتے از اوقات متسعہ می خواند بخلاف وقت عصر کہ فی نفسہ متعین ست گویم تشبیہ برائے تفہیم مخاطبین ست و مخاطبین وقت متعارف نماز آں جناب را می شناختند پس نسبت بایشاں بوجہ احسن تفہیم متحقق شد و دیگر انرا بالسماع از ایشاں ایں معنی واضح شد نظیرش آنکہ حضرت عائشہ رضؓ

---

[1] مترجم کہتا ہے کہ وقت ظہر کی ابتداء آفتاب کے وسط آسمان سے زوال سے ہوتی ہے اور اس کا آخر وقت وہ ہے کہ ہر چیز کا سایہ اس کے قد کے مطابق ہو جائے سوائے سایۂ اصلی کے اور اسی پر منطبق ہوتا ہے لفظ ٹھنڈا کرنے کا اور لفظ عشی کا اور وہیں سے عصر کا وقت داخل ہو جاتا ہے۔

درمیان وقت معمول نماز عصر آں جناب فرمودہ است کان یصلی العصر والشمس فی حجرتہا لم یظہر الفئی بعد ومعلوم است کہ ایں بیان وتفسیر غیر از کسانے را کہ آں حجرہ مبارک را دیدہ باشند وبودن آفتاب را در آں حجرہ وظہور سایہ را دران مقایسہ کردہ باشند فائدہ نمیکند کذا ہذا و نیز باید دانست کہ آنچہ در کلام امام واقع شدہ کہ ومن عجل العصر کان مابین الظہر الی العصر اقل من مابین العصر الی المغرب بظاہر مخدوش ست زیرا کہ موافق قواعد ظلال انقضاء مثل وقتے می شود کہ ربع النہار باقی می ماند در اکثر بلدان پس وقتیں مساوی باشد نہ زیادہ وکم ومیتوان توجیہ کرد کہ مراد از مابین الظہر مابین وقت المتعارف للصلوٰۃ ست یعنی ز ابتدائے وقت متاخر خصوصاً در ایام صیف کہ ابراد آں مستحب ست[1] ۔ واللہ اعلم ۔ اور مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں واما اٰخر وقت الظہر فلم یوجد فی حدیث صحیح ولہ ضعیف انہ لا یبقی بعد مصیر ظل کل شیئ مثلہ ولہذا خالف ابو حنیفۃ فی ہذہ المسئلۃ صاحبیہ ووافقا فیہا الجمہور[2] انتہی ۔ اب گذارش ہے کہ مذہب ایک مثل ظہر میں اور بعد مثل عصر میں مفتی بہ اور محقق ومعمول بہ از روئے روایاتِ صحیحہ حسب ارشادات اکابرین محققین رحمہما اللہ تعالےٰ آپ کے نزدیک ہے یا نہیں ؟

---

[1] اور جو کچھ بعض فقہاء سے منقول ہے وہ اس حدیث سے تمسک کئے ہیں اس مسئلہ میں کہ عصر کا وقت مثلین کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور اس کے پہلے ظہر کا وقت ہوتا ہے تو حدیث کی دلالت اس پر ممنوع ہے ہاں اگر یہ لفظ ہوتا کہ "عصر سے مغرب وقت تک" تو اس استدلال کی گنجائش ہوتی ۔ حدیث کے الفاظ "عصر سے غروب آفتاب تک" کے ہیں کہ عصر کی نماز اول وقت میں متحقق نہیں ہوتی ہے کہ مدعا حاصل ہو اور تشبیہ کا مدار ہماری تقریر میں مابین نماز عصر ہے جس میں موافقت اس معمول کی ہے جو آنجناب کا تھا وقت غروب آفتاب تک اور وہ ظہر وعصر کے مابین سے کم ہوتا ہے گو کہ ابتداء وقت عصر سے غروب تک اس کے مساوی ہوتا ہے اور اگر کسی کے دل میں یہ ہے کہ تشبیہ سمجھانے کے لئے ہے تو ایسی صورت میں تحقیق لازم آتی ہے اس لئے کہ نماز عصر کا تعین نہیں ہے ۔ ہر شخص کسی ایک وقت میں اوقات وسیعہ سے پڑھ لیتا ہے ۔ بخلاف وقت عصر کے کہ فی نفسہٖ متعین ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ تشبیہ مخاطبین کو سمجھانے کے لئے ہے اور مخاطبینِ آنجناب نماز کے وقتِ معروف کو جانتے تھے ۔ پس ان کی نسبت کرتے ہوئے عمدہ طریق پر سمجھانا ہوا اور دوسروں کو اس کے سننے سے معنیٰ معلوم ہو گئے ۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا آں جناب کے نماز عصر کے معمول کے متعلق فرماتی ہیں کہ آپ عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے جبکہ آفتاب آپ کے کمرہ میں ہوتا تھا اور ابھی وہ سایہ کہ ظاہر نہیں ہوا تھا اور معلوم ہے کہ یہ بیان اور تفسیر ان لوگوں کے سوا لوگوں کو جو حجرہ مبارکہ دیکھتے ہوں اور آفتاب کے اس حجرہ میں ہونے کو اور اس کے سایہ کو قیاس میں لائے ہوں فائدہ نہیں کرے گا ۔ اسی طرح یہ اور جاننا چاہیئے کہ جو کچھ امام کے کلام میں واقع ہوا ہے کہ "اور جس نے عصر کی جلدی کی تو وہ ظہر سے عصر تک کم وقت رکھے گا اس وقت سے جو عصر سے مغرب تک ہو" بظاہر مخدوش ہے اس لئے کہ سایہ کے قاعدوں کے مطابق ایک مثل کا انقضاء اس وقت ہوتا ہے کہ دن کا چوتھائی حصہ باقی رہتا ہے اکثر شہروں میں پس دونوں وقت مساوی ہوتے ہیں نہ زیادہ وکم اور اس کی وجہ بیان کر سکتے ہیں کہ مراد مابین الظہر سے نماز کے اوقاتِ معروفہ کے مابین ہے یعنی ابتداء وقت آخر سے خصوصاً موسم گرما میں کہ اس کا ٹھنڈا کرنا مستحب ہے ۔

جواب :۔ وقت ظہر میں ایسا کرنا احتیاط ہے کہ ظہر بعد مثل کے نہ پڑھیں اور عصر قبل مثلین کے نہ پڑھیں اور امام صاحب کی ایک روایت سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے اور بایں ہمہ مذہب مثلین پر اعتراض نہیں ہو سکتا اور اس عبارت بستان محدثین اور تفسیر مظہری سے قطعیۃً اور نفی صراحۃً مثلین معلوم ہوتی ہے۔ لہٰذا مذہب مثلین مرجوح ہے اور ایک مثل قوی اور معمول بہ اکثر فقہاء[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مذہب حنفیہ میں عصر کا صحیح وقت

سوال :۔ مذہب حنفیہ میں عصر کے وقت کے بارہ میں ایک مثل کو زیادہ قوت حاصل ہے یا دو مثل کو مفتی بہ اور راجح قول کون سا ہے کسی مسجد میں قبل از دو مثل عصر کی جماعت ہو رہی ہو تو نماز ان کے ساتھ ادا کرے یا نہیں؟ اور اگر مل گیا تو عصر کے فرض ساقط ہوئے یا نفلیں اور بعد دو مثل اپنی عصر کی نماز ادا کرے اور وہ لوگ جو قبل از دو مثل ادا کرتے ہیں آثم ہوں گے یا نہیں ؟

جواب :۔ بندہ کے نزدیک ایک مثل کو زیادہ قوت ہے لہٰذا اگر ایک مثل میں کسی نے نماز پڑھ لی فرض عصر اس کے ذمہ سے ساقط ہوئے اور اعادہ جائز نہ ہوگا کہ نفل بعد نماز عصر منع ہیں اگرچہ بعد مثلین کے نماز پڑھنا اوط ہے۔ للخروج عن الخلاف[2]۔ فقط

نماز عصر کا صحیح وقت

سوال :۔ صلوٰۃ عصر اگر ایک مثل پر پڑھ لی جاوے تو ہو جاوے گی یا قابلِ اعادہ ہوگی ؟

جواب :۔ ایک مثل کا مذہب قوی ہے لہٰذا اگر ایک مثل پر عصر پڑھے تو ادا ہو جاتی ہے اعادہ نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنے کا مسئلہ

سوال :۔ اگر حالت مرض وسفر میں جمع بین الصلوٰتین کر لیوے تو جائز ہے یا نہیں ؟ کیونکہ شدت مرض وسفر سخت کی تکالیف میں فوت ہونے کا اندیشہ قوی ہے اور اس کے جواز پر حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ کا مسلک بھی ہے کہ مصفی شرح موطا میں فرماتے ہیں۔ مختار فقیر جواز ست وقت عذر و عدم جواز بغیر عذر اور مولانا عبدالحی صاحب مرحوم بھی جواز کے قائل ہیں مجموعہ فتاویٰ میں لہٰذا ایسے عذرات میں آپ کے نزدیک بھی جواز ہے یا نہیں ؟

---

[1] امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اور ہم اسی کو قبول کرتے ہیں اور عزر الاد کا دین ہے اور اسی کو لیا جاتا ہے اور برہان میں ہے کہ جبریل کے بیان میں یہی زیادہ ظاہر کرتا ہے اور یہی اس معاملہ میں قطعی ہے اور فیض میں ہے کہ اسی پر آج کل لوگوں کا عمل ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔

[2] تاکہ کسی کے اختلاف سے نکل جائے۔

جواب :۔ یہ مسئلہ مقلد کے دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنے کا ہے تو وقت ضرورت کے جائز ہے عامی کو کہ اس کو سب کو حق جاننا چاہیئے۔ اگر اپنے امام کے مذہب پر عمل کرنے میں دشواری ہو تو دوسرے امام کے قول پر عمل کرلیوے اس قدر تنگی نہ اٹھاوے کہ یہ موجب ضرر اور حرج دین کا ہوتا ہے فقط۔ یہی مذہب اپنے اساتذہ کا ہے جیسا کہ استاذ استاذ ناشاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ فقط

زوال کا صحیح وقت گھنٹوں سے

سوال :۔ زوال کی کیا علامت ہے ؟ چار نفل جو پڑھتے ہیں قبل زوال چاہئیں یا بعد زوال، زوال کی علامت گھنٹوں پر زیب قلم فرمانا چاہیئے۔

جواب :۔ زوال دن ڈھلنے کو کہتے ہیں جب سایہ شرق کی طرف میل کرے یہی علامت ہے۔ فقط

نماز جمعہ کا گھنٹوں سے وقت

سوال :۔ جمعہ کی نماز کا وقت امام اعظم صاحبؒ کے نزدیک کے بجے مستحب ہے گھنٹوں سے فرمائیے ؟

جواب :۔ گرمی میں تاخیر کرنا اور جاڑے میں جلدی کرنا ظہر و جمعہ میں برابر ہے گھنٹوں کا حساب کوئی ضروری نہیں جیسا مناسب حال ہو کرے اس میں کوئی توقیت نہیں ہوسکتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مغرب کا انتہائی وقت صحیح

سوال :۔ شفق سفید تک وقت مغرب کا رہتا ہے یا نہیں ؟ اکثر فقہاء حنفیہ تو فرماتے ہیں کہ شفق سفید تک مغرب کا وقت ہے۔ اس کے بعد عشاء کا وقت ہے اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بعد شفق سرخ کے عشاء کا وقت ہو جاتا ہے قول اصح یہی ہے اب تردد یہ ہے کہ شفق سفید مغرب میں داخل ہے یا عشاء میں اور علمائے حنفیہ کے نزدیک قول مفتی بہ کیا ہے ؟

جواب :۔ یہ مسئلہ امام صاحب اور ان کے صاحبین میں مختلف ہے۔ احوط یہ ہے کہ دونوں کی رعایت رکھے اور بعض نے فتویٰ صاحبین کے قول پر لکھا ہے جیسا شاہ عبدالعزیز صاحب نے لکھا۔ شرح وقایہ میں بھی سرخ پر فتویٰ دیا ہے۔

جماعت کے لئے گھنٹوں سے وقت مقرر کرلینے کا حکم

سوال :۔ مسئلہ چند مسلمان یہ تجویز کرلیں کہ نماز ظہر کی بعد نواخت دو گھنٹے دوپہر کے ہوگی یا نماز عشاء کی بعد نواخت آٹھ گھنٹے رات کے ہوگی تو باعتبار نواخت گھنٹوں کے نماز جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ وقت مقرر کرلینا مستحب وقت میں درست ہے نواخت گھنٹہ سے وقت کی تحدید ہے۔ شرع میں چاند سورج کے سایہ سے تحدید ہے یہ بھی تحدید ساعات سے ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ فقط

فجر کی سنتیں قبل طلوع آفتاب ادا کرنا

سوال :۔ مسئلہ سنت فجر کی اگر بباعث شامل ہونے فرضوں کے نہ ہوئی اور قبل طلوع آفتاب کے کسی نے پڑھ

لی تو وہ قابلِ ملامت اور مرتکب گناہ کا ہوتا ہے اور سنت اُس کے ذمّہ سے ادا ہو جاتی ہے یا نہیں ہوتی؟ زید کہتا ہے کہ قبل طلوع آفتاب کے سنت پڑھنا مکروہ تحریمہ ہے۔ ان سنتوں کا اختلاف کس صورت پر ہے اور مفتی بہ کیا ہے؟ آیا قبل طلوع آفتاب کے پڑھنا چاہیئے یا نہ پڑھنا چاہیئے اور جس وقت تکبیر تحریمہ ہوگئی اور امام قرأت پڑھنے لگا اُس وقت سنت پڑھے یا فرضوں میں شامل ہو جائے؟

جواب:- جب تکبیر نماز فرض فجر کی ہوگئی اور امام نے فرض نماز شروع کر دی تو سنت فجر کی صف کے پاس پڑھنا تو سب کے نزدیک مکروہ تحریمہ ہے مگر صف سے دور جہاں پردہ ہو امام و جماعت سے دوسرے مکان میں اگر ایک رکعت نماز کی امام کے ساتھ مل سکے تو سنت پڑھ کر پھر شریک جماعت کا ہو جاوے ورنہ سنت کو ترک کر دے۔ جماعت میں شریک ہو جاوے اور پھر سنت کو بعد طلوع آفتاب کے پڑھ لیوے بہتر ہے ورنہ کچھ حرج نہیں۔ یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور قبل طلوع آفتاب کے بعد فرض کے سنت کا پڑھنا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مکروہ تحریمہ ہے اور بعض دیگر ائمہ کے نزدیک درست ہے۔ فقط

ملفوظات

(۱) ہمارے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو نماز کا جمع کرنا کسی حالت میں درست نہیں مگر ہاں جمع صوری اس طرح کہ ظہر کی نماز آخر وقت میں پڑھے۔ پھر ذرا صبر کرے۔ جب عصر کا وقت داخل ہو جاوے تو عصر کو اول وقت میں ادا کرے تو اس طرح درست ہے۔ ایسا ہی مغرب کو آخر وقت اور عشاء کو اول وقت پڑھے تو اس طرح جمع کرنا عذر مرض سے درست ہے ورنہ درست نہیں۔ فقط والسّلام

(۲) نماز پڑھنے میں گھنٹہ کا اعتبار نہیں۔ بعد زوال شمس سایہ اصلی چھوڑ کر ایک مثل کے اندر جمعہ یا ظہر پڑھ لینی چاہیئے اور سوائے سایہ اصلی کے ایک مثل کے بعد بروایت مفتی بہ وقت نماز عصر ہو جاتا ہے اور رجوع امام صاحب کا حال پھر پوچھنا عصر کی نماز بعد ایک مثل کے ہو جاتی ہے اعادہ کی حاجت نہیں۔ ہم نے استادوں سے یہی سنا ہے کہ ہزارہ روزہ کی کچھ اصل نہیں اور سب نفل روزوں کے برابر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب العبد عبدالرحمان بقلم عبدالسلام غفرلہم شعبان ۱۳۱۳ھ یوم شنبہ از پانی پت عبدالسلام عفی عنہ کا سلام مسنون۔

(۳) حد اسفار خوب صبح کا روشن ہو جانا ہے کہ بعد طلوع صبح کے تقریباً ایک گھڑی میں ہو جاتا ہے باقی سب غلو ہے۔ فقط عصر کو قبل تغیر آفتاب مستحب لکھا ہے۔ مگر عمل درآمد صحابہ یہ ہے کہ اوّل وقت پڑھے۔ پس نصف وقت تک پڑھ لیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] پس جمہور فقہاء و محدثین کے پاس نماز میں جلدی کرنا مستحب ہے ان کے اول اوقات میں اور تعجیل کا مطلب یہ ہے کہ اوّل وقت سے نماز کی تیاری شروع کر دے اور تیاری کے بعد نصف اول میں نماز ادا کر دے۔

دہم، مثل اول اور سایہ اصلی متفق علیہ ہے اور سارا وقت کامل ہے۔ کچھ نقصان اس میں نہیں تو سارے وقت میں نماز ظہر بلا کراہت تنزیہ ادا ہوتی ہے لازم ہے کہ اس وقت میں فارغ ہولیوے۔ مثل اول کا نصف ثانی مکروہ ہونا کسی نے نہیں لکھا اور جب سایۂ اصلی اور مثل اول نکل گیا تو وقت مختلف فیہ آ گیا ایسے میں نماز ہرگز نہ ادا کرے۔ پس بہتر یہ ہے کہ اول مثل میں فارغ ہو جاوے۔ ابراد کے واسطے قدر ایک نصف مثل اول کے کافی ہے۔ باقی قید گھنٹہ کی اوّل تو گھنٹہ ہر موسم کا مختلف ہے۔ دوسرے بندہ نے اس کا حساب بھی نہیں کیا۔ اپنا عمل درآمد یہ ہے کہ جاڑے میں ایک بجے کے قریب فارغ ہوتے ہیں اور اس موسم میں دو بجے دن کے فارغ ہوتے ہیں۔ پس ایسا ہی آپ مقرر کر دیویں اور غوغائے عوام پر خیال نہ فرماویں کہ ان کی اطاعت میں ہرگز انتظام نماز جماعت کا نہ ہووے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) برادرِ عزیز مولوی محمد صدیق صاحب مدفیوضہم السلام علیکم! وقت مثل بندہ کے نزدیک زیادہ قوی ہے۔ روایات حدیث سے ثبوت مثل کا ہوتا ہے۔ دو مثل کا ثبوت حدیث سے نہیں بناءً علیہ ایک مثل پر عصر ہو جاتی ہے گو احتیاط دوسری روایت میں ہے۔ فقط والسّلام

اَذان اور اقامت کا بیان

مؤذن کیسا ہو

سوال:۔ مؤذن غلط خواں کے بغیر اجازت دوسرے شخص صحیح خواں کو اذان و اقامت حسبۃً للہ کہنا درست ہے یا نہیں اور جس صحیح خواں کی اذان و اقامت سے مؤذن غلط خواں ناراض ہوتا ہو اس کو اذان و تکبیر کہنا کیسا ہے اور مؤذن مذکور کا ناراض ہونا اور شرعاً خواندہ مؤذن ہونا چاہیئے یا ناخواندہ بھی پھر اگر باوجود خواندہ کے ایسا مؤذن اذان و اقامت کہتا رہے تو نماز میں تو کچھ خلل نہیں آتا۔

جواب:۔ مؤذن صحیح خواں اور صالح ہونا چاہیئے۔ اگر اس کے خلاف مؤذن ہو اور ایسی طرح پر اذان کہے کہ معنی بگڑ جاویں تو وہ گویا اذان ہوئی ہی نہیں۔ بلا اذان نماز ہوئی۔ فقط

اذان اور جماعت میں کتنا فرق ہونا چاہیئے

سوال:۔ اذان جماعت سے کس قدر پیشتر ہونی چاہیئے اور انتظار مصلیوں کا کہاں تک ہے موافق طریقہ سنت اور فتویٰ شرعی کے جواب مرحمت ہو۔

جواب:۔ اذان جماعت سے اس قدر پہلے ہونا ضروری ہے کہ پیشاب پاخانہ والا اپنی حاجت سے فارغ ہو کر وضو کر کے آ سکے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے بعد اذان کے اتنی تاخیر کو ارشاد فرمایا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اذان کے وقت اور اذان دینے کے درمیانی وقفہ کے دوران دُنیا کی بات چیت کرنا

سوال :۔ درمیان کلمات اذان کے مؤذن جو وقفہ لیتا ہے اس میں بات دنیا کی جائز ہے یا نہیں ؟ اور کچھ ثواب میں کمی ہوگی یا نہیں ؟

جواب :۔ دنیا کی بات اثنائے سکوت مؤذن بھی درست ہے اور جب اذان کہہ رہا ہو اس وقت بھی درست ہے مگر ثواب گھٹ جاتا ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

خطبہ کی اذان کا جواب اور اس کے بعد کی دعاء

سوال :۔ جو اذان کہ خطبۂ جمعہ کے واسطے کہی جاتی ہے اس کا جواب دینا اور ہاتھ اُٹھا کر اللھم رب ھذہ الدعوۃ پڑھنا چاہیئے یا نہیں ؟

جواب :۔ جائز نہیں اور جب امام اپنی جگہ سے اُٹھے اسی وقت سے سکوت واجب ہے ۔ فقط

فجر کی اذان میں " الصلوٰۃ خیر من النوم " کا جواب

سوال :۔ صبح کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کے جواب میں صدقت و بررت کہنا حدیث سے ثابت ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ یہ کہنا چاہیئے ثابت ہے ۔

اذان کے بعد دوبارہ نمازیوں کو بُلانا

سوال :۔ بعد اذان کے اگر نمازی نہ آویں تو اُن کو بلانا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ اگر احیاناً کسی کو بعد اذان بوجہ ضرورت بلوالیں تو درست ہے مگر اس کی عادت ڈالنی اور ہمیشہ کا التزام نادرست ہے ۔ فقط

باب نماز کی کیفیت کا بیان

نمازی کے قدموں کے درمیان کا فاصلہ

سوال :۔ نمازی کے قدموں کے درمیان کس قدر فاصلہ ثابت ہے ؟ خواہ جماعت میں ہو یا علیحدہ ہو ؟

جواب :۔ درمیان دونوں قدموں مصلی کے فاصلہ بقدر چہار انگشت چاہیئے ۔

ایک نمازی کا دوسرے نمازی کے قدموں کے درمیان فاصلہ

سوال :۔ درصورت جماعت ایک نمازی سے دوسرے نمازی کو کتنا فاصلہ ہونا چاہیئے ؟ زید کہتا ہے کہ فاصلہ درمیان قدموں کے چار انگشت ہونا چاہیئے اور یہ امر کتب فقہ سے مستفاد کب ہوتا ہے ؟ چنانچہ مفتاح الصلواۃ میں لکھا ہے :۔

"می باید کہ وقت قیام فرق درمیان ہر دو قدم چہار انگشت[1] باشد فقط۔

اور عمرو کہتا ہے کہ ہرگز نہیں بلکہ ایک مصلی دوسرے سے مونڈھے سے مونڈھا اور قدم سے قدم ملائے رکھے تاکہ اتصال حقیقی پیدا ہو جائے۔ کیونکہ صف کے ملانے کو اور شگاف و دراز بند کرنے کو تاکیداً فرمایا گیا ہے اور یہ امر جب تک مونڈھے سے مونڈھا اور قدم سے قدم نہ ملایا جائے گا ہرگز پیدا نہ ہو گا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقیموا صفوفکم فانی اراکم من وراء ظهري وکان احدنا یلزق منکبه بمنکب صاحبه وقدمه بقدمه[2]۔ انتھی اور یہ حدیث صریح غیر معارض ہے اور کسی ائمہ دین سے اس کا خلاف مروی نہیں ہے کہ انہوں نے معنی حقیقی کو چھوڑ کر بلا وجہ معنی مجازی لئے ہوں اور حدیث صحیح صریح غیر معارض بلا منسوخ اپنے معنی حقیقی پر واجب العمل ہوتی ہے۔ بالاتفاق تمام اہل علم کے حالانکہ تمام خواص و عوام اس کے خلاف پر عمل کرتے ہیں۔ یہ تقریر عمرو کی ہے۔ لہٰذا جواب مدلل عند التحقیق ارقام فرمایا جاوے کہ زید و عمرو میں کون صحیح کہتا ہے، اور عمل کس طرح پر ہونا چاہیئے۔

جواب:۔ اقامت صف کی حالت میں اتصال حقیقی ممکن نہیں ہے اور حدیث شریف میں سد فرجات و خلل کا حکم آیا ہے۔ حالانکہ اگر پاؤں چکرا کر کھڑے ہوں گے تو دونوں پاؤں کے درمیان ایک وسیع فرجہ پیدا ہو جائے گا۔ پس اس حالت میں حدیث شریف کے معنی یہی ہوتے کہ مقابلہ اور محاذات مناکب اور کعاب کا فوت نہ ہونا چاہیئے۔ چنانچہ حدیث شریف ابوداؤد میں یہ تصریح موجود ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال اقیموا الصفوف وحاذوا بین المناکب وسدوا الخلل ولا تذروا فرجات للشیطان[3]۔ انتھی۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ الزاق اور الصاق سے مراد محاذات ہی ہے۔ نہ الصاق والزاق حقیقی ورنہ ادائے ارکان نماز سے سخت دشواری پیش آوے گی مگر معنی حقیقی مراد نہ ہونے سے یہ لازم ہونا کہ مل کر نہ کھڑے ہوں ہرگز نہیں اور وہ فرجات جو عوام بلکہ خواص پر بھی اس کے الصاق سے غفلت ہے مکروہ تحریمہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ۔

جو لوگ بیت اللہ سے دور ہیں وہ قبلہ کیسے قرار دیں

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندوستان میں سمت قبلہ کیا ہے آیا یہ مساجد جو سلف صالحین بنا کر گئے ہیں ان کا اعتبار ہے یا بروئے قاعدہ اہل ہئیت جو سمت نکلے اس کا اعتبار ہے اور جو شخص بقاعدہ اہل ہئیت نماز پڑھتا ہو نماز اس کی ہوئی یا نہیں اور یہ شخص تمام مساجد کو غلط بتاتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ سمت قبلہ اصلی میں اور سمت قبلہ مساجد میں پانچ سو کوس کا فرق ہے اور یہ شخص ایک مسجد کا امام ہے۔ درحالت امامت سمت مساجد سے انحراف کر کے

---

[1] چاہیئے کہ قیام کے وقت دونوں قدموں کے درمیان چار انگلی کا فاصلہ رہے۔

[2] اپنی صفوں کو ٹھیک کرو کیونکہ میں تم کو اپنی پشت کے پیچھے سے دیکھتا ہوں اور ہم میں سے ہر ایک اپنے مونڈھے کو اپنے ساتھی کے مونڈھے سے ملا لیتا تھا اور اپنے قدم کو اس کے قدم سے۔

[3] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صفوں کو ٹھیک کرو اور مونڈھوں کو مقابلہ میں رکھو اور خلا کو بند کر دو اور شیطان کیلئے کھلی جگہ نہ چھوڑو۔

نماز پڑھتا ہے اور مقتدیان اس کی اس سمت کو غلط جانتے ہیں۔ ایسی حالت میں اقتداء اس امام کی صحیح ہوگی یا نہیں ؟ بینوا بالدلائل والتفصیل وتوجروا بالاجر الجزیل۔

جواب :۔ جو لوگ کہ بیت اللہ سے غائب ہیں ان کا قبلہ جہت کعبہ شریف ہے۔ جس طرف میں کعبہ ہے اسی طرف کو رُخ کرکے نماز پڑھیں۔ مثلاً جو لوگ کہ ہندوستان میں رہتے ہیں اور ہندوستان کا قبلہ مغرب کی جانب ہے تو ان کو مغرب کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنی چاہیئے۔ اگر جنوب وشمال کی طرف ان کا منہ ہو جاوے گا تو ان کی نماز نہ ہوگی اور جو جنوب و شمال کے بیچ میں ہوں گے تو نماز ہو جاوے گی اور اگر کوئی شخص موافق قاعدہ ہئیت کے ساڑھے اکیس درجہ عرض کی طرف منہ کرکے نماز پڑھے گا تو اس کی نماز بھی درست ہو جاوے گی۔ اس واسطے کہ مکہ معظمہ ساڑھے اکیس درجہ میں واقع ہُوا ہے اور ایک درجہ تقریباً ساٹھ میل کا ہوتا ہے۔ تو جیسا نماز اور مسجد والوں کی درست ہے۔ ایسے ہی جو شخص ٹیڑھا ہو کر نماز ادا کرے گا درست ہوگی۔ اس واسطے کہ محاذاۃ عین بیت اللہ کی نہ اس شخص کو حاصل ہو سکتی ہے۔ جو موافق ہئیت کے ساڑھے اکیس درجہ میں نماز پڑھتا ہے اور نہ ان لوگوں کو حاصل ہو سکتی ہے۔ جو اس درجہ سے داہنے بائیں ہو کر پڑھتے ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ درجہ ہوتا ہے ساٹھ میل کا اور بیت اللہ کا عرض ہندوستان کی جانب سے کوئی تیئیس ہاتھ کی مقدار ہے تو عین بیت اللہ کی طرف کیونکر متوجہ ہو سکتا ہے۔ لہٰذا یہ تکلف اس شخص کا اور مساجد کو غلط بتانا محض غلط و بے سود ہے۔ سب کی نماز درست ہے اور تفرقہ اور ٹیڑھا کرنا جماعت کا غلطی اس شخص کی ہے اور صورت بیت اللہ کی اور اس کی محاذات کی درمختار اور اس کی شروح میں لکھی ہے جس کا جی چاہے دیکھ لیوے اگر اس میں لکھی جاوے تو شاید فہم عوام میں نہ آوے اسی لئے نہیں لکھی گئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نماز میں ہاتھ ناف کے اوپر باندھیں کہ نیچے

سوال :۔ نماز میں فوق ناف ہاتھ باندھنا سنت سے ثابت ہے یا نہیں ؟ باوجود ثبوت اس کے عامل کو بُرا جاننا و لامذہب کہنا کیسا ہے۔ حالانکہ خود اکابرین ومحققین علمائے صوفیہ اس کے عامل و ترجیح و توسیع کے قائل ہیں۔ چنانچہ حضرت میرزا جانِ جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات میں ہے۔ و دست را برابر سینہ می بستند و می فرمودند کہ ایں روایت ارجح است از روایت زیر ناف اگر کسے گوید کہ دریں صورت خلاف حنفیہ بلکہ انتقال از مذہب بمذہب لازم می آید گویم بموجب قول ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا ماثبت بالحدیث فھو مذھبی از انتقال در مسئلہ جزئی خلاف مذہب لازم نمے آید بلکہ موافقت در موافقت است انتہی[1] اور امام ربانی عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ بھی اولویت کے قائل ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں :۔

---

[1] اور ہاتھ کو سینہ کے برابر باندھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ روایت زیر ناف کی روایت سے راجح تو ہے۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اس صورت میں حنفی مذہب کے خلاف بلکہ ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں منتقل ہونا لازم آتا ہے تو میں کہوں گا کہ بموجب قول ابوحنیفہ کے "جو حدیث سے ثابت ہو وہ میرا مذہب ہے" جزئی مسئلہ میں انتقال سے مذہب کے خلاف لازم نہیں آتا ہے۔ بلکہ موافقت در موافقت ہے۔

وضع الیدین تحت صدرہ اولی وبذلک حصل الجمع بین الاقوال الائمۃ رضی اللہ عنہم انتہی۔ اور مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرح مؤطا میں فرماتے ہیں۔ مترجم گوید۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ کہ جمہور علماء بوضع یمنی علی الیسریٰ قائل اند بعض اختلاف کردند شافعی فوق ناف می نہد و ابوحنیفہ زیر ناف وایں ہمہ واسع و جائز است[۲]"

اور مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی تنویر العینین میں فرماتے ہیں دالموضع تحت السرۃ وفوقہا متساویان لان کلا منہما مروی عن اصحٰب النبی صلی اللہ علیہ وسلم[۳]۔ اور شیخ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی توسیع کے قائل ہیں۔ مدارج النبوت میں۔

جواب:۔ فوق ناف و زیر ناف دونوں طرح ہاتھ باندھنا اگر از روئے دیانت ہے تو جائز ہے اور اگر ہوائے نفسانی سے کرے گا تو ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نماز میں ہاتھ کہاں باندھے

سوال:۔ ناف کے تلے ہاتھ نماز میں باندھنا سنت ہے یا اوپر ناف کے۔ اگر کوئی ناف کے اوپر باندھے توکیا غیر مقلد ہو جائے گا۔

جواب:۔ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا مستحب ہے اور اس مسئلہ میں خلاف امام شافعی صاحب کا ہے وہ ناف کے اوپر مستحب فرماتے ہیں۔ اگر کسی نے ناف کے اوپر ہاتھ باندھ لئے تو اتنی حرکت سے غیر مقلد نہیں ہوتا۔

امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا اور آمین بالجہر کا مسئلہ

سوال:۔ امام کے پیچھے مقتدی کا الحمد شریف پڑھنا اور نہ پڑھنا کیسا ہے؟ اور آمین بالجہر اور بالسر میں اولویت کس کو ہے؟

جواب:۔ قرأت کا پڑھنا مقتدی کو مختلف فیہ ہے۔ علیٰ ہذا آمین بالجہر میں بھی اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ قرأت فاتحہ خلف امام اور آمین بالجہر کو منع کرتے ہیں۔

امام کے پیچھے الحمد پڑھنے والے اور آمین بالجہر کہنے والے کا مسئلہ

سوال:۔ جو شخص خلف امام الحمد پڑھتا اور آمین بالجہر کہتا ہو اس کو ملامت کرنا اور منع کرنا کیسا ہے؟

جواب:۔ جو شخص فاتحہ پڑھتا ہو یا آمین بالجہر کہتا ہو اس کو ملامت کرنا نہ چاہیئے۔ بشرطیکہ وہ شخص نہ پڑھنے والوں کو نہ برا کہتا ہو نہ برا سمجھتا ہو ورنہ وہ شخص عاصی ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[۱] ہاتھوں کو اپنے سینہ کے نیچے رکھنا اولیٰ ہے اور اس سے اقوال ائمہ کے درمیان جمع حاصل ہوگا۔ رضی اللہ عنہم

[۲] مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو اور وہ اللہ سے راضی ہو کہ جمہور علماء سیدھے کو بائیں پر رکھنے کے قائل ہیں۔ بعض نے اختلاف کیا ہے۔ شافعی ناف کے اوپر رکھتے ہیں اور ابوحنیفہ ناف کے نیچے اور یہ تمام واسع اور جائز ہے۔

[۳] اور رکھنا ناف کے نیچے یا ناف کے اوپر دونوں مساوی ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے مروی ہے۔

مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنا

سوال:۔ صلوٰۃ جہری میں سکتات امام میں سورۂ فاتحہ پڑھنی مستحب ہے یا نہیں برتقدیر مستحب ہونے کے تو حالت سری میں بدرجہ اولیٰ ہوگی۔ فقط

جواب:۔ مذہب قوی حنفیہ کا یہ ہے کہ مقتدی کو فاتحہ پڑھنا جہریہ سکتات میں اور سریہ میں مطلقاً مکروہ ہے اور بندہ کے نزدیک بحسب دلیل یہی مذہب قوی ہے اگرچہ اس میں اختلاف ائمہ کا ہے۔ اگر سبیل الرشاد آپ دیکھیں تو لطف اس مسئلہ کا آپ کو معلوم ہو جاوے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ رفع یدین

سوال:۔ اوّل۔ تنویر میں مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں در باب رفع یدین فی الصلوٰۃ سنۃ غیر مؤکدۃ من سنن الھدیٰ فیثاب فاعلہ بقدر ما فعل ان دائما فحسبہ وان مرۃ فبمثلہ ولا یلام تارکہ وان ترکہ مدۃ عمرہ واما الطاعن العالم بالحدیث ای من ثبت عندہ الاحادیث المتعلقۃ بھذہ المسئلۃ فلا اخالہ الا فی من یشاقق الرسول من ما بعد ما تبین لہ الھدیٰ۔[1]

اور مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں والذی یرفع احب الی ممن لا یرفع فان احادیث الرفع اکثر واثبت[2] الخ

لہٰذا یہ رفع یدین جیسا کہ حضرات مذکور الصدر علیہم الرحمۃ سے ثابت و محقق ہوا آپ کے نزدیک بھی صحیح ہے یا نہیں گو ترک اس کا بوجہ مختلف ہونے ائمہ کے احناف کو جائز اور اولیٰ ہو۔ لیکن غرض سائل کی یہ ہے کہ مسئلہ مذکورہ ثابت صحیح غیر منسوخ ہے یا نہیں اور عامل اس کا عامل سنت ہوگا یا نہیں؟ جو امر صحیح آپ کے نزدیک ہو مفصل ارقام فرمائیں۔

جواب:۔ میرا مسلک عدم رفع کا ہے کہ عدم رفع میرے نزدیک مرجح ہے جیسا کہ قدماء حنفیہ نے فرمایا ہے اور طعن بندہ کے نزدیک دونوں پر روا نہیں کہ مسئلہ مختلف فیہا ہے اور احادیث دونوں طرف موجود ہیں اور عمل صحابہ بھی اور قوت و ضعف مختلف ہوتے ہیں۔ بالآخر دونوں معمول بہا ہیں۔ سبیل الرشاد دیکھو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] رفع یدین کے باب میں ہے کہ رفع یدین نماز میں سنت غیر مؤکدہ ہے اور وہ سنن ہدیٰ سے ہے جس کے کرنے والے کو اس کے فعل کے کرنے کے مطابق ثواب ملے گا۔ اگر ہمیشہ کرے گا تو اتنا اور جو ایک دفعہ کرے گا تو اتنا ہی اور اس کے چھوڑنے والے پر کوئی ملامت نہیں اگرچہ کہ اس نے مدت العمر چھوڑا ہو۔ لیکن احادیث کا جاننے والا عالم یعنی جس کے نزدیک اس مسئلہ کی احادیث متعلقہ کا علم ہو اُس کا طعن کرنا تو میں اس کو ان ہی لوگوں میں سمجھتا ہوں جن کے متعلق ارشادِ الٰہی ہے اور جو شخص ہدایت ظاہر ہونے کے بعد رسول کی نافرمانی کرے"۔

[2] اور جو شخص کہ رفع یدین کرتا ہے وہ میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہے جو رفع یدین نہیں کرتا اس لئے کہ احادیث رفع یدین کی بہت زیادہ ہیں اور ثابت تر۔

مسئلہ آمین بالجہر

سوال ۔ دوئم ۔ تنویر میں مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں درباب جہر بآمین وکذا یظہر بعد التعمق فی الروایات والتحقیق ان الجہر بالتامین اولی من خفضہ لان روایۃ جہرہ اکثر واوضح من خفضہ[1] انتہیٰ ۔ لہٰذا مسلک جہر کے قوی ہونے کا از روئے روایات صحیح ہے یا نہیں اور عامل اس کا عامل باولویت ہوگا یا نہیں ؟ عند التحقیق آپ کے نزدیک جو ہو اس کو ارقام فرمایا جاوے ۔

جواب :۔ علیٰ ہذا آمین بالجہر میں بھی جواب یہی ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

قومہ میں ہاتھ باندھنا

سوال :۔ درمختار باب صفۃ الصلوٰۃ وھو السنۃ قیام لہ قرار فیہ ذکر مسنون فیضع حالۃ الثناء وفی القنوت وتکبیرات الجنازۃ لا فی قیام بین رکوع وسجود ردالمحتار ولا تکبیرات العیدین لعدم الذکر ما لم یطل القیام فیضع ومقتضاہ انہ یعتمد ایضاً فی صلوۃ التسبیح[2] ۔ اس عبارت کا کیا مفہوم ہے ؟ اس سے قومہ صلوٰۃ التسبیح میں ہاتھ باندھنا ثابت ہوتا ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ حالت قومہ میں ہاتھ نہ باندھنا چاہیئے اور اس عبارت درمختار سے ہاتھ باندھنا نہیں نکلتا بلکہ یہ کہتا ہے کہ اس قاعدہ سے یہ معلوم ہوتا ہے ۔ فقط

تشہد پڑھتے وقت انگلی سے اشارہ کیسے کیا جائے

سوال :۔ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب محدث پانی پتی کتاب مالابدمنہ میں فرماتے ہیں وانگشت خنصر وبنصر از دست راست عقد کند ووسطیٰ وابہام را حلقہ کند وانگشت شہادت را کشادہ دارد وتشہد بخواند ووقت شہادت اشارہ کند[3] یہ عبارت موافق مذہب امام صاحبؒ ہے یا نہیں ؟ اس سے ابتداءً رفع سبابہ شروع التحیات سے معلوم ہوتا ہے ۔ لہٰذا وقت شہادت کے رفع کیا جاوے یا اول ہی سے مرقوم فرمائیے ۔

جواب :۔ بعض علمائے حنفیہ اول کھول کر ہاتھ رکھتے ہیں اور وقت اشارہ کے عقد کرتے ہیں ۔ اس کا پتہ بھی حدیث

---

[1] اور روایات میں گہری نظر ڈالنے اور تحقیق سے اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ آمین کو پکار کر پڑھنا آہستہ پڑھنے سے اولیٰ ہے ۔ اس لئے کہ اس کو پکار کر پڑھنے کی روایت اس کو آہستہ پڑھنے کی روایت سے زیادہ افضل و واضح ہے ۔

[2] درمختار باب صفۃ الصلوٰۃ میں ہے اور وہ سنت ہے اس کے لئے قیام اس میں قرار ذکر مسنون ہے تو حالت ثناء میں اور قنوت میں اور تکبیرات جنازہ میں باندھے کہ نہ کہ رکوع کے بعد کے قیام اور سجدہ میں ۔ ردالمحتار میں ہے اور نہ تکبیرات عیدین میں کہ اس میں ذکر نہیں ہے خواہ قیام کتنی ہی دیر کا ہو ۔ تو ہاتھ باندھے اور اس کا مقتضا یہ ہے کہ صلوٰۃ التسبیح میں بھی وہ اس پر اعتماد کرے ۔

[3] اور سیدھے ہاتھ کی چھوٹی اور اس کے بازو کی انگلیوں سے گرہ لگائے اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کو حلقہ بنائے اور شہادت کی انگلی کو کھول کر تشہد پڑھے اور شہادت کے وقت اشارہ کرے ۔

سے ملتا ہے اور ملا علی قاریؒ نے لکھا کہ اول سے ہی عقد کر کے ہاتھ رکھے یہ بھی درست معلوم ہوتا ہے۔ دونوں طرح پر عمل درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

تشہد کے وقت انگلی کب سے کب تک اٹھائے رکھے

سوال: بعض اشخاص جس وقت التحیات میں بیٹھتے ہیں اول ہی سے انگشتِ شہادت اُٹھا لیتے ہیں سلام پھیرنے تک حالانکہ حنفیوں کا یہ مذہب ہے کہ جب تشہد پر پہنچے تب انگلی اٹھائے بعد میں پست کرلے اس میں صحیح قول کیا ہے اور حنفی کو کس وقت سے کس وقت تک انگلی اٹھانا چاہیئے اور اس میں امام اعظم صاحبؒ کیا فرماتے ہیں؟

جواب: تشہد پر انگشت کو اُٹھاوے اور سلام تک اُٹھائے رکھے۔ فقط

تشہد میں انگلی سے اشارہ کرنا کیسا ہے؟

سوال: رفع سبابہ میں عقد شروع قعود تشہد سے اور رفع وقت شہادت کے سُنت صحیحہ سے ثابت ہے یا نہیں؟ باوجود ثبوت اس کے عامل کو بُرا جاننا اور لامذہب کہنا کیسا ہے اور یہ مذہب حنفیہ میں بھی ثابت ہے یا نہیں؟

جواب: عمل رفع سبابہ کا تشہد میں سنت ہے اس کے عامل کو بُرا جاننا زبوں امر ہے حق تعالیٰ اس کو ہدایت فرمائے اور حنفیہ بھی اس کی سنیت کے مقر ہیں اس پر لامذہب کہنا سخت نازیبا ہے۔ فقط

قعدہ اخیرہ کی فرضیت کس قدر ہے؟

سوال: در فرضیۃ قعدہ اخیرہ۔

جواب: صحیح آنست کہ قاعدہ اخیرہ مقدار تشہد فرض ست چرا کہ بتواتر معنوی ثابت شدہ کہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیچ گاہ نمازے نخواندہ اند مگر آنکہ قعدہ اخیرہ بجا آوردہ اند و از آنجا کہ مفہوم صلوۃ امرے بود مجمل محتاج تفسیر و بیان لہٰذا فعل و قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تفسیر اجمال آں شدہ پس ہر چیز یکہ در ادائے صلوٰۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واقع شد باید کہ فرض گردد مگر آنچہ کہ دلائل و قرائن مانع فرضیۃ در آں یافتہ شوند کہ آنہا واجب و سنت خواہد بود نہ فرض چنانکہ مثلاً قراءۃ فاتحہ کہ باوصف وقوعش در صلوات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم فرض نتوان شد چرا کہ در صورت فرضیۃ او زیادت بر نص قطعی فاقرؤا ماتیسر من القرآن لازم می آید و علیٰ ہٰذا القیاس در دیگر امور و اما اینکہ ایں قعدہ اخیرہ بطور فرضیۃ واقع شدہ پس دلیلش حدیث ابن مسعود است رضی اللہ عنہ کہ بعد تعلیم اداء قعدہ و قراۃ تشہد گفت اذا قلت ھذا او فعلت ھذا فقد تمت صلوٰتک چہ مشار الیہ اول دریں حدیث قول تشہد است در حالت قعدہ نہ مطلق تشہد بہر جا کہ باشد چرا کہ تشہد مشار الیہ نبود و دیگر در حالت جلسہ اخیرہ و مشار الیہ ثانی قعدہ است مقدار تشہد نہ مطلق قعدہ بہمیں علت مذکور خلاصہ کلام ایں شد کہ چوں گفتی ایں تشہد را در حالت قعدہ یا فعل قعدہ بجا آوردی تشہد خواہ قدر تشہد گفتہ باشی یا نہ پس نماز تمام شد و ایں خود ظاہر است کہ گفتن تشہد در قعدہ جز قعدہ قدر تشہد حاصل نیاید اما نفس قعدہ قدر تشہد بدوں قول تشہد حاصل توان شد پس معلوم شد کہ فعل قعدہ قدر تشہد فرض است چرا کہ تمامیت صلوٰۃ معلق بداں فرمود اگر قعدہ کم از قدر تشہد کرد نمازش نشد چرا کہ مشار الیہ ہموں قعدہ قدر تشہد است نہ

مطلق واگر تشہد خواند در سجدہ مثلاً و قعدہ قدر تشہد نہ کرد تاہم نماز نشد چرا کہ قعدہ قدر تشہد بہرحال ضروریست و تمامیۃ ذاتی کہ بدوں آں ذات شئے ناقص ماند بارکان و شرائط است و تمامیۃ صفتی کہ ذات شئے گو تمام باشد مگر نقصان در کمال آں باشد در وجوب است و چونکہ در حدیث لفظ تمت مطلق واقع شدہ و از مطلق فرد کامل مراد بود بہ تمامیت ذات صلوٰۃ مراد خواہد بود نہ تمامیت صفت و در حدیث فھی خِدَاج غیر تمام تمامیت صفت تا زیادت بر کتاب اللہ لازم نیاید و ایں لفظ حدیث اذ قلت الخ ابن ہمام از دار قطنی روایت کردہ فرماید کہ اگرچہ ایں را موقوف بر ابن مسعود دارند مگر مثل ایں موقوف کہ قیاس را نشاید حکم مرفوع دارد کما ھو المقرر و ایں حدیث ہر چند واحد است و باحاد ثبوت فرضیت نتواند شد مگر مقررہ اصول است کہ خبر واحد چوں تفسیر مجمل قطعی باشد آنچہ مستفاد از یں خبر واحد باشد ملحق بقطعی گردد و موجب فرضیت باشد از یں تقریر فرضیت قعدہ اخیرہ قدر تشہد بر ارباب علم واضح خواہد بود نہ مطلق قعدہ کما زعم البعض ایں است آنچہ از کتب ملتقط شد[1] واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] (ترجمہ) قعدہ اخیرہ کی فرضیت کا مسئلہ صحیح یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ تشہد کی مقدار میں فرض ہے اس لئے کہ تواتر معنوی سے یہ ثابت ہوا ہے کہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی نماز نہیں پڑھی مگر یہ کہ قعدہ اخیرہ کو بجالایا ہے اور چونکہ نماز کا مفہوم ایک مجمل امر تھا جو تفسیر و بیان کا محتاج تھا۔ لہٰذا قول و فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس اجمال کی تفسیر ٹھہرا۔ پس جو چیز کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں ادا کی وہ تو چاہیئے کہ فرض ہو بجز ان امور کے جو دلائل و قرائن سے اس میں فرضیت کو منع کریں کہ وہ واجب و سنت ہوں گے نہ کہ فرض جیسا کہ مثلاً سورۂ فاتحہ کی قرأت کہ باوجودیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں واقع ہوتی ہے فرض نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ اس کو فرض ماننے کی صورت میں نص قطعی آیت "پس قرآن سے جو آسان ہو پڑھو" (سورہ مزمل) پر زیادتی لازم آتی ہے اور علیٰ ہذا القیاس دوسرے امور میں بھی۔ لیکن اس بات کا ثبوت کہ یہ قعدہ اخیرہ بطور فرضیت واقع ہوا ہے تو اس کی دلیل ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ قعدہ اخیرہ کے ادا کرنے اور تشہد پڑھنے کا طریقہ بتانے کے بعد آپ نے فرمایا "جب تُو نے یہ کہا یا یہ کر لیا تو تیری نماز پوری ہوگئی" کیونکہ اس حدیث میں پہلا مشار الیہ تشہد کا کہنا ہے قعدہ کی حالت میں نہ کہ مطلق تشہد ہر جگہ اس لئے کہ تشہد مشار الیہ نہ تھا۔ دوسرا جلسہ اخیرہ کی حالت میں اور دوسرا مشار الیہ قعدہ ہے مقدار تشہد نہ کہ مطلق قعدہ۔ اسی علت مذکور کی بناء پر خلاصہ کلام یہ ہوا کہ جب تم نے یہ کہا کہ اس تشہد کو حالت قعدہ میں یا فعل قعدہ میں تم نے بجالایا تو تشہد خواہ تشہد کے برابر تم نے پڑھا ہو کہ نہ پڑھا ہو۔ پس نماز تمام ہوگئی اور یہ خود ظاہر ہے کہ پڑھنا تشہد کا قعدہ میں سوائے قعدہ قدر تشہد کے حاصل نہیں ہوتا ہے۔ لیکن نفس قعدہ بمقدار تشہد بغیر تشہد پڑھنے کے حاصل ہو سکتا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ فعل قعدہ بمقدار تشہد فرض ہے کیونکہ نماز کا تمام ہونا اس پر معلق فرمایا اگر قعدہ تشہد کی مقدار سے کم کیا تو اس کی نماز نہیں ہوئی اس لئے کہ مشار الیہ وہی قعدہ بمقدار تشہد ہے نہ کہ مطلق اور اگر تشہد مثلاً سجدہ میں پڑھ لیا اور قعدہ بمقدار تشہد نہیں کیا پھر بھی نماز نہیں ہوئی اس لئے کہ قعدہ مشابہت کے مطابق بہرحال ضروری ہے اور تمامیۃ ذاتی کہ اس کے بغیر چیز کی ذات ناقص رہتی ہے۔ ارکان و شرائط کے ساتھ ہے اور تمامیت صفتی کہ اگرچہ چیز کی ذات پوری رہتی ہے لیکن اس کے

(اگلے صفحہ پر)

نوافل میں محبت رسولؐ کی بنا پر رفع یدین کرنا

سوال:۔ اگر تنہا نوافل وغیرہ میں رفع یدین محض بخلوص نیت اتباع و محبت کے کر لیا کرے کہ یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احادیث صحیحہ کثیرہ متواترہ وعمل صحابہ ومحدثین ومجتہدین وبعض احناف رحمہم اللہ تعالیٰ سے ثابت ہے تو ایسی صورت میں اجازت ہوسکتی ہے یا نہیں ؟

جواب:۔ مقلد حنفی کے نزدیک باتباع اپنے امام کے یہ فعل نہ کرنا چاہیئے کہ ان کے نزدیک اس میں احتمال نسخ ہے اور منسوخ پر عمل درست نہیں ، مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشتری سونے کی اور حریر پہن کر منسوخ فرما دیا۔ اب کوئی باتباع حدیث اس عمل کو کرے تو کب حلال ہوگا ۔ پس ایسا ہی اس فعل پر عمل کرنا حنفی کو نہیں چاہیئے۔ البتہ اگر محقق عالم ہے اور استحباب اس فعل کا جزم مثل قول امام شافعیؒ کے ہو تو اگر کرلیوے تو کچھ مضائقہ نہیں مگر اتباع حدیث کے لئے بہت سے امور ہیں ۔ اس فعل مشتبہ کے کرنے میں کیا بڑا ثواب امید کیا جاتا ہے ۔ جو انجام اس کا فساد ہوا اور بفعل مستحب ترک واجبات کرنا پڑے اور تواتر سے اس کا ثبوت اولاً محل کلام ہے ثانیاً متواتر فعل بھی منسوخ ہوجاتا ہے نفس تواتر سے جواز عمل نہیں ہو جاتا ۔ بہر حال صحابہ میں یہ مسئلہ مختلف ہوچکا ہے ۔ عدم رفع بھی بہت صحابہ کا مذہب ہے ، لہٰذا غیر رافع بھی متبع حدیث وصحابہ کا ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا

سوال :۔ نماز جنازے میں سورۂ فاتحہ اگر قرأت کی نیت سے پڑھ لیوے گا تو کیا گناہ گار ہوگا ؟

جواب :۔ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا بہ نیت قرأۃ امام صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ منع فرماتے ہیں ، بطور دعا مضائقہ نہیں اگر قرآۃ کی نیت سے پڑھ لیوے گا تو گناہ گار بھی نہ ہوگا ۔ کیونکہ محدثین اور شافعی صاحب رحمہم اللہ کے نزدیک سنت ہے لہٰذا گناہ گار بھی نہ ہوگا ۔

(بقیہ حاشیہ صـــ سے آگے) کمال میں نقصان ہوتا ہے وہ وجوب میں ہے اور چونکہ حدیث میں لفظ " تمام ہوگئی "، مطلق واقع ہوگیا ہے اور مطلق سے فرد کامل مراد ہوتا ہے تو نماز کی ذات مکمل ہونا مراد ہے نہ کہ صفت کا پورا ہونا اور حدیث میں فَهِيَ خِدَاجٌ (وہ ناقص ہے) کے الفاظ سے مراد غیر تمام ہے ، تمامیت صفت میں تاکہ کتاب اللہ پر زیادتی لازم نہ آئے اور یہ لفظ حدیث کا اذا قلت (جب تو نے کہہ دیا) ابن ہمام دار قطنی سے روایت کرکے فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس کو ابن مسعود پر موقوف قرار دیتے ہیں مگر اس موقوف کے مثل جو قیاس کو نہ چاہے حکم مرفوع کا رکھتا ہے جیسا کہ قاعدہ مقررہ ہے اور یہ حدیث اگرچہ اکیلی ہے اور اس کی احادیث سے فرضیت کا ثبوت نہیں ہوسکتا مگر مقررہ اصول سے ہے کہ خبر واحد جب مجمل قطعی کی تفسیر ہوتی ہے تو جو کچھ اس خبر واحد سے مستفاد ہوگا وہ قطعی سے ملحق ہوگا اور موجب فرضیت ہوگا ۔ اس تقریر سے قعدہ اخیرہ کی فرضیت بقدر تشہد ارباب علم پر واضح ہوگئی ہوگی نہ کہ مطلق قعدہ جیسا کہ بعض نے گمان کرلیا ہے ۔ یہ ہے مواد جو کتب سے چُنا گیا ہے ۔

جمعہ کی سنتیں کتنی ہیں ؟

سوال :۔ بعد جمعہ کے سنت چار رکعت پڑھنی چاہیئے یا چھ رکعت ۔

جواب :۔ بعد جمعہ کے چار رکعت سُنّت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہیں اور امام ابو یوسف نے چھ رکعت فرمائیں اول چار رکعت پھر دو جس پر عمل کرے درست ہے ۔

اعتکاف کتنے دن کا کرنا چاہیئے

سوال :۔ اعتکاف اگر پورے دس روز کا نہیں کیا تو ادائے سُنت ہوئی یا نہیں ؟ فقط

جواب :۔ اعتکاف مسنون تو پورے دس رات دس دن کا ہوتا ہے یا نو روز کا ۔ اگر چاند ۲۹ دن کا ہو اور اگر خیال ادائے سنت کا نہیں تو جس قدر چاہے کر لیوے ۔ فقط والسلام

قرأت اور تجوید کا بیان

علم تجوید کا سیکھنا کیا ہے

سوال :۔ علم تجوید فرض عین ہے یا کفایہ اور کہاں تک مستحب ہے ؟

جواب :۔ علم تجوید جس سے کہ تصحیح حروف کی ہو جاوے کہ جس سے معانی قرآن شریف کے نہ بگڑیں یہ فرض عین ہے مگر عاجز معذور ہے اور اس سے زیادہ علم قرأت و تجوید فرض کفایہ ہے ۔ فقط واللہ اعلم

قرآن شریف کس لہجہ میں پڑھیں

سوال :۔ مصری لہجہ میں قرآن شریف پڑھنا کیسا ہے ؟ اور اگر امام مصری لہجہ میں نماز ادا کرے تو نماز میں کوئی نقصان تو نہ ہوگا ۔ فقط

جواب :۔ لہجہ قرآن شریف کوئی نوع نہیں کسی لہجہ میں پڑھو ۔ مگر ادائے حروف میں کمی بیشی نہ ہو ۔ فقط

عیدین و جمعہ کی نماز میں مخصوص سورتیں پڑھنا

سوال :۔ زید امام جامع مسجد ہے اور عیدین کی نماز بھی پڑھاتا ہے اور ہمیشہ زید معمول سبح اسم اور ھل اتی پڑھنے کا کرتا ہے اور جو اس سے کہا جاتا ہے کہ کیا سوائے ان سورتوں کے اور تم کو یاد نہیں یا یہ خود ہی مخصوص ہیں تو وہ کہتا ہے کہ حدیث میں ان کا پڑھنا ثابت ہے اور اسی وجہ سے میں پڑھتا ہوں ۔ لہٰذا ایسا معمول کر لینا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ ایسا معمول کر لینا درست ہے ۔ لیکن اصرار نہ کرے کبھی اس کے خلاف بھی پڑھ لیا کرے ۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم ۔

تہجد میں قرأت کیسے پڑھیں

سوال :۔ زید تہجد کی نماز کبھی بارہ رکعت کبھی آٹھ رکعت کبھی چار رکعت ادا کرتا ہے۔ مگر اس صورت سے کہ کبھی بارہ میں چار رکعت قرأت جہر کے ساتھ ادا کرتا ہے اور کبھی چھ یا دو جہر کے ساتھ قرأت پڑھتا ہے اور باقی خفیہ۔ بکر کا قول ہے کہ ایسے نہیں چاہیئے یا تو جس قدر نماز تہجد کی پڑھو سب جہر کے ساتھ پڑھو یا سب اخفاء کے ساتھ پڑھو۔ اس صورت میں زید کا قول معتبر ہے یا بکر کا ؟

جواب :۔ زید کا نماز تہجد میں جہر کرنا اور خفیہ سب طرح درست ہے۔ بکر کا خیال درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

بسم اللہ کو تمام قرآن مجید میں کہاں پڑھے ؟

سوال :۔ بسم اللہ شریف کو ختم قرآن شریف میں سورہ نمل کے سوا کہ جو جزوِ قرآن ہے اس کو سورۂ اخلاص ہی پر پڑھنا چاہیئے یا اور کسی سورت پر بھی پڑھنا بلا تخصیص درست ہے ۔

جواب :۔ بسم اللہ ابو حنیفہؒ کے نزدیک قرآن کی آیت ہے اور کسی سورۃ کا جزو نہیں اس کو ایک بار خواہ کہیں پڑھ دیوے درست ہے خصوصیت قل ھو اللہ کی نہیں جہاں چاہے پڑھ دیوے۔ البتہ یہ عقیدہ کرنا کہ سوائے قل ھو اللہ کے اور کسی سورت پر درست نہیں بدعت ہوگا ورنہ کچھ حرج نہیں ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ کا پڑھنا

سوال :۔ پانی پت کے قاری تراویح میں شروع ہر سورت پر بسم اللہ جہر سے پڑھتے ہیں یہ درست ہے یا نہیں اگر درست ہے تو کس امام کے نزدیک ؟

جواب :۔ بسم اللہ جہر سے پڑھنا مذہب حنفیہ کا نہیں ہے مگر چونکہ یہ امر قرأت متعارف ہند کے موافق ہے اس لئے ان پر اعتراض نامناسب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا

سوال :۔ ایک شخص نماز تراویح یا اور کوئی نماز لوگوں کو پڑھاتا ہے اور ہر رکعت میں کئی کئی سورتیں پڑھتا ہے اور ہر سورت کے اول میں بسم اللہ بھی جہر سے کہتا ہے تو ہر سورت کے ساتھ نماز میں بسم اللہ کا ملانا جائز ہے یا نہیں اور نماز جہری میں بسم اللہ آواز سے پڑھنا افضل ہے یا آہستہ پڑھنا فضیلت رکھتا ہے اور اکثر حافظوں کا یہ دستور ہے کہ نماز تراویح میں کسی سورۃ کے اول تمام قرآن میں بسم اللہ نہیں پڑھتے ۔ صرف سورۂ اخلاص کے اول بسم اللہ پڑھتے ہیں۔ سو یہ فعل ان کا ٹھیک ہے یا نہیں ؟ اور اگر ہر سورت کے اول نماز تراویح میں بسم اللہ نہ پڑھی جاوے تو کچھ حرج ہے یا نہیں ؟ بسم اللہ کے نہ پڑھنے سے قرآن کی قرأت کامل ہوگی یا ناقص رہے گی۔ بینوا توجروا

جواب :۔ مذہب حنفیہ میں بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا سنت ہے اور جہر سے پڑھنا ترک اولیٰ ہے اور تراویح میں جو قرآن کا ختم ہوتا ہے اس میں بھی مذہب حنفیہ کے موافق یہی حکم ہے مگر حفص قاری جن کی قرأت اب ہم لوگوں میں

شائع ہے۔ ان کے نزدیک بسم اللہ جز و ہر سورت کا ہے اور جہر سے پڑھنا ان کے نزدیک ضروری ہے۔ پس اگر اقتداء سے ان کے کوئی ہر سورت پر جہر سے بسم اللہ پڑھے تو مضائقہ نہیں۔ جیسا بعض قراء کا دستور ہے۔ تو اس حالت میں قرآن کا کامل ہونا حفص کے نزدیک جہر بسم اللہ پر موقوف ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک دفعہ کہیں جہر سے بسم اللہ پڑھنا کافی ہے۔ بہر حال دونوں طرح درست ہے۔ ایسے امور میں خلاف و نزاع مناسب نہیں کہ سب مذاہب صحیح ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد ۱۳۰۱

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

یہ قول ٹھیک ہے اور لاریب احادیث سے بھی دونوں باتیں ثابت ہیں یعنی بسم اللہ کا پڑھنا نماز میں جہراً بھی آیا ہے اور سرّاً بھی ہاں اتنی بات ہے کہ بسم اللہ کا جہراً پڑھنا متروک ہو رہا ہے تو یہ سنت مردہ کے حکم میں ہے۔ پس اس کو رواج دینے میں امید ہے کہ سو شہیدوں کا ثواب ملے۔ پس اولیٰ یہ ہے کہ اکثر بسم اللہ کو جہر کے ساتھ نماز میں پڑھا کریں۔ خواہ وہ فرض نمازیں ہوں جن میں قرأت جہر کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ جیسے فجر، عشاء، مغرب خواہ تراویح کی نماز ہو۔ حمید اللہ مقیم مدرسہ مطلع العلوم۔ میرٹھ۔

دل میں قرأت ادا کرنا

سوال :۔ قرأت نماز میں بجائے زبان کے دل سے پڑھ لے تو نماز درست ہو گی یا نہیں ؟ اور درود شریف یا قرآن شریف یا وظیفہ دل سے پڑھے تو ثواب زبانی حاصل ہو گا یا نہیں ؟

جواب :۔ اگر زبان سے کوئی لفظ نہ نکلا نہ آہستہ نہ پکار کر تو نہ فرض قرأت ادا ہوا نہ سنت نہ تسبیحات۔ (درمختار میں ہے۔)

حرف ضاد ادا کرنے کا طریقہ

سوال :۔ یہاں پر ایک شخص قاری محمد تقی صاحب شاگرد قاری نجیب اللہ صاحب پانی پتی ہیں اور قاری صاحب نہایت مستند قاری ہیں۔ عرصہ دو سال کا ہو جاوے گا کہ میں بھی ان سے قرأت سیکھتا ہوں (اور حکیم مولوی محمد صدیق صاحب نابینا مراد آبادی نے بھی کچھ روز ان سے قرأت سیکھی تھی) تو میرے پڑھنے کی وہ اکثر تعریف کیا کرتے ہیں اور حروف تو ادا ہوتے ہیں مگر حرف ضاد کو فرمایا کرتے ہیں کہ یہ حرف کبھی مخرج ظاء سے ادا کرتے ہو اور کبھی مخرج ضاد سے بھی نکلتا ہے۔ مگر قرأت بالجہر میں عمداً ایسا نہیں کرتا ہوں بلکہ بمجبوری زبان خاص مخرج پر نہیں پہنچتی اور اگر کبھی نماز پڑھتا ہوں تو مجھ کو بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ بعض مرتبہ زبان خاص مخرج پر نہیں پہنچتی کبھی وہاں جا کر لوٹ آتی ہے پہلے اس کے کہ حرف پورا ادا ہو تو جو بھی نکل جائے وہی رہنے دیتا ہوں۔ یہ نہیں کہ پھر اُس لفظ کو دوبارہ لوٹوں لہٰذا حضور تحریر فرماویں کہ جو ایک مرتبہ ادا ہو وہی کافی ہے یا اعادہ ان الفاظ کا کیا کروں۔ عالموں سے کہا جاتا ہے وہ کہتے ہیں کہ مخرج سے ہم ادا نہیں کرتے مگر دال و ضاد میں فرق کرتے ہیں۔ یہ مخرج علیحدہ بنا رکھا ہے۔ میرے نزدیک دال کے آگے واڈ لگا کر اس کو مفخم کر دیا باوجودیکہ دال کی صفت تفخیم کی نہیں ہے اور حضور خاص مخرج ضاد سے

کسی طرح یہ حرف مشابہ دال نہیں نکل سکتا۔ لہٰذا گذارش ہے کہ یہ لوگ معذور بھی نہیں ہیں اور قرأت کا مخارج حروف کی جانب ان کا خیال ہی نہیں تو ایسے شخصوں کے پیچھے نماز ہو جاوے گی یا نہیں یا ترک جماعت کی جاوے اور اعادہ نماز ہر وقت کا نہایت مشکل ہے۔ کیونکہ عام طور سے مشابہ بالدال ہی پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دال نہیں پڑھی بلکہ ایک مخرج علیحدہ ادا کیا ہے دیگر حروف کا فرق کرنا اس سے آسان ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پارہ عم کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حرف تو جدا ہے مگر مشابہ بالدال سے مشابہ بالظاء پڑھنا اچھا ہے۔ کیونکہ ضاد و ظاء اکثر صفات میں یکساں ہیں اور قریب المخرج بھی ہیں اور دال بعید المخرج بھی ہے اور مفخم نہیں لہٰذا حضور فتویٰ تحریر فرماویں۔

جواب :۔ د۔ ظ۔ ض کے حرف جداگانہ اور مخارج جداگانہ نہ ہونے میں تو شک نہیں ہے اس میں بھی شک نہیں ہے کہ قصداً کسی حرف کو دوسرے کے مخارج سے ادا کرنا سخت بے ادبی اور بسا اوقات باعث فساد نماز ہے مگر جو لوگ معذور ہیں اور ان سے یہ لفظ اپنے مخرج سے ادا نہیں ہوتا اور وہ حتی الوسع کوشش کرتے رہتے ہیں ان کی نماز بھی درست ہے اور دال پر ظاہر ہے کہ خود کوئی حرف نہیں ہے بلکہ ضاد ہی ہے اپنے مخرج سے پورے طور پر ادا نہیں ہوا تو جو شخص دال خالص یا ظا خالص عمداً پڑھے اس کے پیچھے تو نماز نہ پڑھیں مگر جو شخص دال پُر کی آواز میں پڑھتا ہے آپ اُس کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حرف ضاد ادا کرنے کا طریقہ

سوال :۔ چند اشخاص حرف (ض) دُوآد۔ قرآن شریف میں پڑھنے سے اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم قرآن شریف میں (دوآد) پڑھتے ہو تو عربی لفظ جو بزبان اردو بولتے ہو تو وضو کو (ودو) کیوں نہیں کہتے اور ضیاء الدین کو (دیاء الدین) کیوں نہیں کہتے یہ بھی تو عربی لفظ ہیں تو قرآن شریف میں (زوآد) کا پڑھنا صحیح ہے یا (دوآد) پڑھنا چاہیئے۔ زیادہ والسلام۔ راقم احقر العباد حمایت اللہ ساکن ایٹہ پرگنہ پٹیالی معرفت جناب عبدالعلیم خاں صاحب بھونگامی۔ فقط

جواب :۔ اصل حرف ضاد ہے اس کو اصلی مخرج سے ادا کرنا واجب ہے اگر نہ ہو سکے تو بحالت معذوری دال پُر کی صورت سے بھی نماز ہو جاوے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ　　الجواب صحیح خلیل احمد مدرس اول مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور۔

الجواب صحیح عنایت الٰہی عفی عنہ مدرس مدرسہ سہارنپور　　الجواب صحیح غلام رسول عفی عنہ مدرس مدرسہ دیوبند

الجواب صحیح احقر الزمان گل محمد خاں مدرس مدرسہ دیوبند۔ الجواب صحیح بندہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

الجواب صحیح بندہ محمود عفی عنہ

وتوکل علی العزیز الرحمٰن

الجواب صحیح اشرف علی عفی عنہ

الٰہی عاقبت محمود گردان

از گروہ اولیاء
اشرف علی ۱۳۰۰ھ

قرآن مجید کے مختلف اوقاف کا مسئلہ (یعنی رد الطغیان فی اوقاف القرآن)

سوال :- بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
مَا قَوۡلُکُمۡ رَحِمَکُمُ اللّٰہُ قرآن شریف مطبوعہ ہند میں اکثر مقامات پر علامات وقف جیسے ج ۔ ط ۔ ص ۔ ز ۔ صلی سکتہ ۔ صل وقف لازم ۔ وقف غفران ۔ وقف النبی ۔ وقف جبرئیل ۔ وقف منزل لا ط ج ص صلی وغیرہ ہیں ان علامات پر حسب قرأت حفاظ ہند وقف کرنا حدیث صحیح متصل السند مرفوع سے ثابت ہے یا نہیں اور قرأت نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کہاں کہاں وقف ہوتا تھا ؟

جواب :- وَاللّٰہُ الۡمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ - اَمَّا بَعۡدُ خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الهدی ہدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وشر الامور محدثاتہا وکل بدعۃ ضلالۃ رواہ مسلم والنسائی و زاد کل ضلالۃ فی النار[1] وقف کرنا علامات مذکورہ پر بدعت ہے اور مرتکب بدعت کا آگ میں داخل ہوگا اور محدث ان علامات کا ابو طیفور خراسانی سجاوندی ہے کہ اس نے دو کتابیں اس بارہ میں تالیف کی ہیں ۔ ایک مدلل کہ اس میں دلائل حسب قواعد عربیت وقیاس ذکر کئے ہیں اور دوسری ملخص اس میں سے مدلل غیر مدلل کسی ایک میں حدیث کا ذکر نہیں تو جاننا چاہیئے کہ وقف سنت وہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو اور ان سے سوائے آیت کے کہیں وقف ثابت نہیں عن ام سلمۃ انہا ذکرت اوکلمہا غیرہا فقالت قرأۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العلمین الرحمن الرحیم ملک یوم الدین یقطع قرأتہ آیۃ آیۃ وفی روایۃ قرأت الفاتحۃ کلہا وقطعہا آیۃ آیۃ الی آخرہا رواہ احمد وابو داؤد والترمذی وابن خزیمۃ والحاکم والدارقطنی وغیرہم کما فی الاتقان[2]۔

پس معلوم ہوا کہ درمیان آیت کے وقف کرنا بدعت ہے ، جیسا کہ حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہوا کہ قرأت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ الحمد للہ رب العالمین ۔ الرحمن الرحیم ۔ ملک یوم الدین الخ تھی یعنی قطع فرماتے آپ قرأت اپنی کو آیت آیت مگر وقف اضطرار میں کہ جب سانس رک جائے اور آگے چلنے کی طاقت نہ رہے تو درست ہے کہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا[3] حررہ راجی الی رحمۃ اللہ العلمین

---

[1] اور اللہ تعالے صواب کی توفیق دینے والا ہے ۔ اما بعد بہترین بات اللہ تعالی کی کتاب ہے اور بہترین ہدایت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے اور برے امور اس کے نئے پیدا شدہ ہیں اور بدعت گمراہی ہے اور اس کو مسلم اور نسائی نے روایت کیا ہے اور یہ بھی زیادہ کیا ہے کہ ہر گمراہی جہنم میں ہے ۔

[2] ام سلمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے خود بیان کیا یا کسی غیر نے اُن سے ذکر کیا تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت ایسی تھی ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ الحمد للہ رب العالمین ۔ الرحمن الرحیم ۔ مالک یوم الدین ۔ کہ ہر آیت کی قرأت کو جدا جدا فرماتے تھے ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے سورہ فاتحہ پوری پڑھی اور ایک ایک آیت کو آخر تک جدا فرماتے رہے ۔ اس کو احمد ۔ ابو داؤد ۔ ترمذی ابن خزیمہ ۔ حاکم ۔ دارقطنی وغیرہم نے روایت کیا ہے ۔ جیسا کہ اتقان میں ہے ۔

[3] اللہ تعالی کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا ۔

، ابوالبرکات محمد عفاعنہ اللہ الصمد حفیظ الدین۔

وقف علامات مذکورہ پر کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں ہے۔ حدیث صحیح سے صرف آیات پر وقف ثابت ہے۔ کتبہ محمد البشیر۔

الجواب صحیح والمجیب نجیع سنت نبویہ سے اور عمل صحابہ سے اور نیز تابعین سے وقف ثابت ہے صرف آیات پر۔ پس سوا آیت کے وقف کرنا بدعت ہوگا۔ چنانچہ اس کی تحقیق بخوبی رسالہ ازالہ وتحفتہ القراء میں ہو گئی۔ حررہ الحافظ عبداللہ پشاوری۔ مہر عبداللہ

یہ علامات مذکورہ اور ان پر وقف کرنا قرون صحابہ میں اور کسی حدیث صحیح میں ثابت نہیں صرف آیتوں پر وقف کرنا ثابت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہٗ سلامت اللہ عفی عنہ

الجواب صحیح۔ سید محمد نذیر حسین

جواب ہذا حسب قواعد نبویہ صحیح ہے۔ حسبنا اللہ بس۔ حفیظ اللہ

الجواب صحیح سید محمد عبدالسلام

بے شک آیات پر وقف کرنا سنتِ نبویہ ہے۔ خلاف اس کے ثابت نہیں۔ کتبہ محمد صدیق۔ ابو یعقوب انصاری۔

الجواب حَامِدًا وَّ مُصَلِّيًا وَّ مُسَلِّمًا۔ اَمَّا بعد اس مجیب اور اس کے مصدقین نے نہایت کم فہمی اور غایت جور علی الائمہ کو کام فرمایا۔ سنو کہ روایات قرأت قرآن شریف متواترہ مشہورہ وشاذ سب کے سب معتبر تمام امت کے نزدیک ہیں کسی عالم حقانی اور مجتہد کو انکار نہیں کہ سب کا استناد بسند صحیح فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہوتا ہے اور کوئی قرأت نہ ان میں سے بدعت ہے نہ مخترع اگرچہ اختلاف الفاظ کا ہو یا حرکات سکنات کا یا طرز اداء قرأت کا یا کچھ اور اگر ان میں سے ایک شخص نے ایک لائے اور ایک طرز کو اپنے استادوں سے سیکھا ہے تو وہ دوسری روایت وقرأت پر کچھ اعتراض نہیں کرتا۔ مثلاً سورہ فاتحہ میں ملک یوم الدین اور مالک یوم الدین دو قرأت ہیں اور دونوں متواتر مگر مالک پڑھنے والا ملک پڑھنے والے پر اور ملک پڑھنے والا مالک پڑھنے والے پر اعتراض نہیں کرتا اور اس کو خاطی نہیں جانتا۔ ایسا ہی واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی میں ایک نے بکسر خاء پڑھا ہے بصیغۂ امر دوسرے نے بفتح خاء بصیغہ ماضی مگر یہ اس پر اعتراض نہیں کرتا اور نہ وہ اس پر بلکہ ہر ایک دونوں کو حق اور صحیح جانتا ہے ثابت بالتواتر علی ہذا والیل اذا یغشی والنہار اذا تجلی وما خلق الذکر والانثی کہ قراء سبعہ وما خلق پڑھتے تھے۔ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہ والذکر والانثی پڑھتے تھے اور ما خلق نہیں پڑھتے تھے کہ ہم نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ لفظ یہاں نہیں سُنا مگر ما خلق پڑھنے والوں پر بھی انکار نہیں کرتے تھے۔ علیٰ ہذا دیگر امور میں کہ ان میں اختلاف ہے ہر شخص جس طرح اس نے استادوں سے سُنا پڑھتا ہے مگر دوسروں پر اعتراض نہیں کرتا کیونکہ سب کے پاس سند متصل الیٰ فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود ہے اور یہ قراء سبعہ زمانہ مشہود لہا بالخیر میں ہیں اور مقبول تمام امت حقہ ہیں کہ یا تابعی ہیں یا تبع تابعین اور روایت ان

کی صحابہ کرام و تابعین سے ہے۔ پس ایسی حالت اختلاف میں ایک کو سنت اور ایک کو بدعت کہنا کتنا بڑا ظلم ہے۔ معاذ اللہ اسی طریق پر حال اوقاف کا ہے کہ یہ قراء سبعہ معتبرہ اپنے اپنے اساتذہ سے جیسا انہوں نے سنا ہے ویسا ہی پڑھتے ہیں اور ان کے بعد ان کے شاگرد ویسا ہی ادا کرتے چلے آئے تو تعرّر اوقاف کا ان طبقات میں ہو چکا ہے۔ نہ سجاوندی نے وضع کیا۔ نہ کسی دوسرے نے البتہ ان کا تسمیہ اصطلاحاً کہ یہ وقف لازم ہے یہ ط ہے یہ پیچھے ہوا ہے۔ سو اس طرز سے قرأت میں کچھ تفاوت نہیں اور تسمیہ اوقاف میں کچھ حرج لازم نہیں آتا اور جیسا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھنا کمی زیادتی کلمات یا تغیر تبدل حرکات سکنات میں یا تمدید صوت میں مختلف طرح سے ثابت ہوا ہے ایسے ہی اوقاف کا حال ہے کہ آپ کا فقط ایک طرز وقف کا ہو یہ ہرگز ثابت نہیں اسی واسطے یہ قراء سبعہ معتبرہ مثلاً وقف میں اختلاف رکھتے ہیں۔ نافع مدنی جہاں بلحاظ معنی ٹھہرنا مناسب ہو وہاں ٹھہرتے ہیں اور آیت کی کچھ رعایت نہیں کرتے ہو یا نہ ہو صرف لحاظ معنی کا کرتے ہیں۔ اور ابن کثیر اور حمزہ جہاں سانس ٹوٹ جاوے وہاں وقف کرتے ہیں اگرچہ بیچ میں آیت آجاوے اور عاصم اور کسائی جہاں کلام ختم ہو وہاں ٹھہرتے ہیں۔ اگرچہ آیت اس جگہ پر ہو یا نہ ہو اور ابوعمرو بصری آیت پر وقف کرتے ہیں اور یہ سب اپنی وضع کو معمول بہ اور مستحسن جانتے ہیں اور دوسرے کی رائے یا مذہب پر اعتراض یا طعن بدعت کا نہیں کرتے کیونکہ سب کے پاس حجت شرعیہ موجود ہے۔

الحاصل ان طبقات میں سب قراء اور آئمہ اعلام اس بات پر اجماع اور اتفاق رکھتے تھے کہ آیت وغیر آیت پر دونوں جگہ وقف جائز ہے اور کسی ایک نے بھی اس وقت میں اس کا خلاف نہیں کیا۔ پس بحکم قول نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام لا تجتمع امتی علی الضلالۃ[1] ۔ یہ امر جائز ہو گیا۔ قال اللہ تعالےٰ ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدیٰ و یتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولیٰ و نصلہ جھنم وساءت مصیرا[2] ۔ من بعد اگر کوئی خرق اجماع کرے تو وہ خود خاطی ہے۔

پس جیسا مجیب اور اس کے اتباع نے اختیار کیا ہے۔ یہ کسی اہلِ حق کا مذہب نہیں ہے اور گویا مجیب نے تمام اہلِ حق کو مبتدع ٹھہرایا۔ معاذ اللہ اور یہ سب اسی اتقان سے جس سے مجیب اسناد و استدلال کرتا ہے واضح ہے۔ ہر اہلِ علم اس کو دیکھ سکتا ہے۔ حالانکہ اس کتاب میں ہرگز کسی طریقہ کو بدعت نہیں کہا بلکہ سب کو جائز اور متعارف لکھا ہے۔ پس ہر اہلِ عقل و عدل سمجھ سکتا ہے کہ مجیب نے کس قدر جور کیا سب کو مبتدع بنا چھوڑا اور یہ حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی جو بہ سند صحیح متصل مروی ہے جس کو امام احمد نے اپنی مسند میں اور نسائی نے ایک اور روایت سے ابوداؤد اور ترمذی نے نقل کیا ہے وہ یہ ہے :۔

---

[1] میری امت گمراہی پر متفق نہ ہو گی۔

[2] اور جس شخص نے ہدایت ظاہر ہونے کے بعد رسول کی نافرمانی کی اور مومنوں کی راہ کے سوا راہ اختیار کی ہم اس کو اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھر گیا اور اس کو جہنم میں پہنچا دیں گے اور برا ٹھکانہ ہے۔

حدثنا الليث عن عبد الله بن عبد الله بن ابی ملیکة عن یعلی بن مملك انه سأل ام سلمةؓ زوج النبی صلی الله علیه وسلم عن قرأة النبی صلی الله علیه وسلم وصلوته فقالت مالکم وصلوته وکان یصلی ثم ینام قدر ما صلی ثم یصلی قدر ما نام ثم ینام قدر ما صلی حتی یصبح ثم نعتت قرأته فاذا هی تنعت قرأة مفسرة حرفاً حرفاً [1] دیکھئے اس حدیث میں کوئی ذکر وقف علی الآیہ کا نہیں ہے اور دوسری روایت کہ جس میں ذکر وقف کا ہے اور اس کو دارقطنی نے اور ایک روایت سے ابوداؤد نے اور ایک روایت سے ترمذی نے نقل کیا ہے اس کی سند منقطع ہے کہ عبداللہ بن ابی ملیکہ کے بعد یعلی بن مملک مذکور نہیں۔ لہٰذا وہ روایت منقطع ہوئی اور یہ جماعت اس زمانہ کی جو اپنے آپ کو محدث کہتے ہیں وہ حدیث مرسل منقطع کو حجت نہیں جانتے اور نہ اس پر عمل درست جانتے ہیں تعجب ہے کہ اس حدیث منقطع پر کس طرح اعتماد کر کے تمام امت مقبولہ کو مبتدع بنایا۔ ان کو اپنے قاعدہ کے موافق لازم تھا کہ اس روایت کی طرف التفات نہ کرتے۔ چنانچہ ترمذی نے اس میں کلام کیا ہے۔ حیث قال هذا حدیث حسن صحیح غریب لانعرفه الا من حدیث لیث بن سعد عن ابن ابی ملیکة عن یعلی بن مملك عن ام سلمة وقد روی ابن جریج هذا الحدیث عن ابن ابی ملیکة عن ام سلمة ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یقطع قرأت وحدیث اللیث اصح انتهی۔ وفیه بعد یسیر حدثنا علی بن حجر نا یحیی ابن سعید الاموی عن ابن جریج عن ابن ابی ملیکة عن ام سلمة قالت کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقطع قراءة یقرأ الحمد لله رب العلمین ثم یقف الرحمن الرحیم یقف وکان یقرء ملك یوم الدین هذا حدیث غریب وبه یقرأ ابو عبیدة ویختاره وله هکذا روی یحیی بن سعید الاموی وغیره عن ابن جریج عن ابن ابی ملیکة عن ام سلمة ولیس اسناده بمتصل لان اللیث بن سعد روی هذا الحدیث عن ابن ابی ملیکة عن یعلی بن مملك عن ام سلمة انها وصفت قرأة النبی صلی الله علیه وسلم حرفاً حرفاً وحدیث اللیث اصح ولیس فی حدیث اللیث وکان یقرء ملك یوم الدین ۔ اسے دیکھو ترمذی نے کیسی منقطع بنا کر استدلال اس جماعة کا لغو ٹھہرا دیا [2]

---

[1] لیث نے عبداللہ ابن عبداللہ بن ابی ملیکہ سے روایت کی ہے اور وہ یعلی بن مملک سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت دریافت کی اور آپ کی نماز کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ تم اُن کی نماز پوچھ کر کیا کرو گے کہ آپؐ نماز پڑھ کر اتنی دیر سوتے تھے جتنی دیر کہ آپؐ نے نماز پڑھی اور پھر اتنی دیر نماز پڑھتے تھے جتنی دیر کہ سوئے، پھر اتنی دیر سوتے تھے جتنی دیر کہ نماز پڑھی اسی طرح صبح فرما دیتے۔ پھر آپؐ کی قرأت کا بیان فرمایا تو آپ کی قرأت ایک ایک حرف مفسّرا بیان فرمایا۔

[2] چنانچہ کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے ہم اس کو نہیں جانتے مگر لیث بن سعد کی حدیث سے جو ابن ابی ملیکہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ یعلی بن مملک سے اور وہ ام سلمہ سے اور ابن جریج نے اس حدیث کو ابن ابی ملیکہ سے روایت کیا ہے اور وہ ام سلمہؓ سے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرأت جدا جدا کرتے دیکھا ہے اور لیث کی حدیث صحیح ترین ہے اور اس میں تھوڑی دیر کے

(اگلے صفحہ پر)

مگر ہم لوگ چونکہ مرسل و منقطع ثقہ کو معتبر جانتے ہیں۔ ہم پر شرح اس حدیث کی ضروری ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ام سلمہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قرأت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بیان فرمایا تو یہ نہیں کہا کہ تمام قرآن میں آپ اسی طرح کرتے تھے اور خاص اس ایک طریقہ قرأت اور وقف ہر آیت پر آپ کی قرأت کو حصر نہیں کیا تاکہ اس سے یہ معلوم ہو کہ آپ نے اس کے خلاف نہیں کیا تو ہم کہتے ہیں کہ آپؐ نے احیاناً ایسے ہی پڑھا ہے اور احیاناً دوسری طرح بھی پڑھا ہے جو کہ اجماع قرونِ ثلثہ سے معلوم ہوا اگر اس میں کوئی لفظ حصر ہوتا تو استدلال ہو سکتا تھا۔ چونکہ اس میں کوئی لفظ حصر کا نہیں ہے تو ہرگز اس روایت سے تردید اس ایک طریقہ قرأت کے خلاف کی نہیں ہو سکتی۔ دیکھو کہ اس ہی حدیث میں طرزِ تہجد آپ کا اس طرح پر روایت کیا ہے کہ آپ ایک مرتبہ کچھ نماز پڑھ کر اتنا ہی سو رہتے تھے پھر اُٹھ کر دوبارہ آدھی نماز پڑھتے تھے پھر اسی قدر سو رہتے تھے۔ حالانکہ اور بہت سی روایات میں یہ امر ثابت ہے کہ آپؐ نے ایک ہی دفعہ ساری تہجد پڑھی ہے۔

استدلال مجیب بروایت ام سلمہ کے موافق لازم آتا ہے کہ جیسے اس روایت میں طریقہ تہجد مروی ہے اس کے سوا اور جس قدر طریقے ہیں جن پر آپ کا عمل فرمانا خود روایات صحاح سے ثابت ہے وہ سب بدعت ہوں۔ معاذ اللہ! اور اسی روایت میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپؐ کی قرأت ملک یوم الدین نقل کی ہے حالانکہ دوسری روایت میں مالک یوم الدین بھی آپ کا پڑھنا ثابت ہے۔ پس جیسا کہ یہ طرز تہجد اور قرأت ملک یوم الدین احیاناً ہے نہ دائماً ایسے ہی وقف علی رؤس الآیات احیاناً ہے نہ دائماً۔

حضرت ام سلمہؓ نے ان تین امور کو جو فرمایا ہے اس میں کوئی کلمہ حصر کا نہیں ہے کہ نفی دوسرے طریقہ کی ہو جائے علی ہذا حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قرأت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مفسرۃً حرفاً حرفاً فرمایا ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرأت مستعجلاً کہ جس میں صحت لفظ و ادائے حروف فوت نہ ہو بدعت ہو جائے بلکہ اس طرح پڑھنا ہی جائز ہے بلکہ بعض صحابہ کے نزدیک افضل ہے۔ برحسب رائے مجیب چاہیئے تھا کہ بدعت اور ناجائز ہو حالانکہ باجماع امت یہ جائز ہے صرف اختلاف افضلیت میں ہے۔ چنانچہ علامہ مجد الدین سفر السعادت میں فرماتے ہیں:۔

"وعلماء را دریں مسئلہ اختلاف ست کہ ترتیل با قلت قرأت افضل است یا سرعت با کثرت قرأت ابن عباس و

(بقیہ حاشیہ صـــ سے آگے) بعد ہے کہ ہم سے حدیث بیان کی علی بن حجر نے کہ ہم کو خبر دی یحیٰی بن سعید اموی نے ابن جریج سے اور وہ ابن ابی ملیکہ سے اور وہ ام سلمہؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأت کو جدا جدا کر کے پڑھتے تھے کہ الحمد للہ رب العالمین پڑھ کر ٹھہر جاتے تھے پھر الرحمن الرحیم پڑھ کر ٹھہرتے تھے۔ پھر مالک یوم الدین پڑھتے تھے۔ یہ حدیث غریب ہے اور اسی کو ابو عبیدہ پڑھتے تھے اور پسند کرتے تھے اور اس طرح نہیں روایت کی یحیٰی بن سعید اموی وغیرہ نے ابن جریج سے اور وہ ابن ملیکہ سے اور وہ ام سلمہؓ سے اور اس کی اسناد متصل نہیں ہیں اس لئے کہ لیث بن سعد نے اس حدیث کو ابن ابی ملیکہ سے روایت کیا ہے اور وہ یعلی بن مملک سے وہ ام سلمہ سے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کو حرفاً حرفاً بیان کیا اور حدیث لیث اصح ترین ہے اور حدیث لیث میں یہ نہیں ہے کہ ملک یوم الدین پڑھتے تھے۔

ابن مسعود می گوئیند ترتیل و تدبر با قلت قرآت افضل است و امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و جماعتے از صحابہ و تابعین و امام شافعی می گوئند سرعت و کثرت قرآت افضل است اگرچہ ہر حرفے را دہ حسنہ است پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمود ہر حرفے را دہ حسنہ است لا اقول الم حرف بل الف حرف و لام حرف و میم حرف[1] انتہیٰ۔

اور طرفہ تماشہ یہ ہے کہ حدیث صحیح متصل السند ام سلمہؓ سے تو یہ ثابت ہوا کہ آپؐ قرآت مفسرہ حرفاً حرفاً پڑھتے تھے مجیب اور اس کے اتباع نے اس طرز قرآت کو دائمی قرار دے کر قرآت مستعجلاً کو بدعت نہیں کہا حالانکہ ان کی فہم کے موافق اس کا بدعت ہونا بھی ضروری تھا اور حدیث منقطع جس میں بقطع آیۃ آیۃ ہے اور حسبِ مذہب مجیب غیر معتبر اس پر اعتماد کر کے اوقاف مستحبہ کو بدعت قرار دیا معاذ اللہ من ہذا الفہم الردی۔

پھر دوسرا عجوبہ یہ ہے کہ سائل حدیث متصل السند سے جواب مانگتا ہے اور مجیب صاحب منقطع السند سے جواب دیتے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اگر کہا جائے کہ اگرچہ اس جگہ اس روایت سے مستعجلاً پڑھنا بدعت معلوم ہوتا ہے۔ مگر چونکہ دوسری جگہ مستعجلاً پڑھنا ثابت ہے اس لئے وہ بدعت نہ ہوا تو جواب یہ ہے کہ خود اسی حدیث سے بروایت دار قطنی انعمت علیہم پر وقف نہ کرنا ثابت ہو گیا باوجودیکہ یہاں پر آیت ہے اور دیگر روایاتِ صحیحہ و نیز اجماع سے اور بہت سے موقع پر باوجود آیت ہونے کے وقف نہ کرنا ثابت ہے لہٰذا یہ بھی بدعت نہ ہونا چاہیئے اور چونکہ ہندوستان میں قرآت عاصم کی شائع ہے تو اہلِ ہند کے اوقاف بھی مثل اوقاف عاصم کے ہیں۔ الحاصل اس کے اوقاف کو بدعت کہنا سخت بے جا ہے۔ وقف کرنا رؤس آیات پر روایت مذکورہ سے ثابت ہوا اور غیر رؤس آیات پر روایت ہذا اور بہت سی روایات صحیحہ اور اجماع امت سے ثابت ہوا۔ پس قرآت قرآن میں دونوں طرح سے پڑھنا یعنی قرارت مفسرہ حرفاً حرفاً اور مستعجلاً دونوں طرح سے درست ہے ایسے ہی وقف علی رؤس الآیات بھی درست ہے اور عدم وقف بھی اور اصل یہ ہے کہ اوقاف ہی تفسیر قرآن ہیں کہ فصل و وصل سے معنی قرآن کے واضح ہو جاتے ہیں۔

سو ایسی طرح سے پڑھنا کہ جس سے توضیح مطلب ہو جائے مستحسن ہے اور بعض کج فہم جو اس تفسیر کو بدعت کہتے ہیں یہ اُن کی نہایت ہی کم فہمی ہے۔ کیونکہ بدعت اس کو کہتے ہیں کہ جس کی نظیر قرونِ ثلثہ میں نہ پائی گئی ہو اور جب کہ یہ خود قرونِ ثلثہ میں پائی گئی تو کوئی ان کو کیسے بدعت کہہ سکتا ہے۔ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ قراء تابعی ہیں یا تبع تابعی اور خود صحابہ سے روایت کرتے ہیں۔ اگر بالفرض ان کا وجود قرونِ ثلثہ میں نہ پایا جاتا تب بھی یہ بدعت نہ ہوتی۔ کیونکہ

---

[1] اور علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ترتیل قلت قرآت کے ساتھ افضل ہے یا سرعت با کثرت قرآت۔ ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ترتیل و تدبر قلت قرآت کے ساتھ افضل ہے اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت صحابہ و تابعین کی اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ سرعت و کثرت قرآت افضل ہے کیونکہ ہر حرف کی دس نیکیاں ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الم حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف اور میم ایک حرف۔

ان کی نظیر خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پائی جاتی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آیت شریف سمیعًا بصیرًا کو پڑھا تو آپ نے سمع اقدس وچشمان مبارک پر انگلی کا اشارہ فرمایا اور جب آیت شریف فدکت الارض دکًا دکًا تلاوت فرمائی تو انگشتان مبارک کو باہم دبادیا۔ پس جیسے یہ فعل آپ کا تفسیر کلام اللہ شریف کی واقع ہوتی ہے ایسے ہی اوقاف بھی کلام پاک کی مراد واضح کر دیتے ہیں اور ان سے اس کی تفسیر ہو جاتی ہے۔

اور سنو کہ سائل نے کیفیت نماز تہجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دریافت کی ہے اور یہ سوال فی الجملہ نامناسب تھا جیسا کہ کسی شخص نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپؐ روزہ کیسے رکھتے ہیں تو آپؐ ناخوش ہوئے اور اس سوال کو آپؐ نے ناپسند فرمایا۔ پس اس لئے حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا مالکم وصلوٰتہ یعنی آپؐ جیسی نماز تجھ سے کب ادا ہو سکتی ہے تو اس سے کیا کرتا ہے۔ لہٰذا جو فعل آپؐ کا اشد واحمز تھا وہ ام سلمہؓ نے بیان فرمایا کہ یہ طریقہ سب طریق سے احمز و اشد ہے اور طریقہ قرأت کا بھی وہی فرمایا کہ جو نفس پر اشد ہے۔ یعنی بقرأت مفسرہ حرفًا حرفًا پڑھنا اور ہر آیت پر وقف کرنا کہ اس میں دیر زیادہ لگتی ہے۔ اور آپؐ کو قرآن شریف بھی زیادہ پڑھنا ہوتا تھا۔ نہ یہ کہ آپ ہمیشہ نماز قرآن اسی طرح پڑھتے تھے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس کے سوا کوئی طریقہ معلوم ہی نہ تھا۔ بلکہ یہ طریقہ شدید تھا اس لئے اس کا بیان کرنا مناسب تھا۔ پس انہوں نے اسی کو بیان فرمایا۔ سوا اس کے یہ طریقہ خاص قرأت تہجد کا ہے نہ مطلق قرأت قرآن کا۔ نماز و خارج نماز میں مثلاً نماز مغرب میں آپؐ نے سورۂ اعراف پڑھی۔ اگر سورہ اعراف بقرأت مفسرہ حرفًا حرفًا اور ہر آیت پر وقف کے التزام سے پڑھی جاتی تو مغرب کے وقت مستحب میں ہرگز تمام نہ ہو سکتی بلکہ عشاء کا وقت ہو جاتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے اس وقت مستعجلاً قرأت پڑھی تھی۔ ایسے ہی نماز تہجد میں بھی احیانًا کیونکہ تہجد میں بھی آپؐ کا ایک رکعت میں سورہ بقرہ وآل عمران ونساء کا پڑھنا ثابت ہے۔ حالانکہ وقت تہجد میں بقرأت مفسرہ حرفًا حرفًا بالتزام وقف ہر ہر آیت ساری نماز میں بھی یہ سورتیں نہیں ہو سکتیں۔

رہا حال اوقاف تو ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ تمام امت کا اتفاق اس کے جواز پر ہے خلاف پر نہیں ہے۔ بلکہ خود اس حدیث کے اندر حجت موجود ہے۔ دیکھو دارقطنی نے جو اس روایت کو نقل کیا ہے اس میں یہ لفظ ہیں وعد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اٰیۃ ولم یعد علیھم[۱]۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپؐ نے انعمت علیھم پر وقف نہیں کیا حالانکہ انعمت علیہم آیت ہے۔ نافع مدنی اور ابو عمرو بصری اور ابن عامر شامی تین قاری کہ سبعہ متواترہ کے راوی ہیں اور قرأت ان کی قطعی ہے یہاں آیت کہتے ہیں اور آیات کا حال سماع سے تعلق رکھتا ہے کہ یہ امر توقیفی ہے۔ چنانچہ تفسیر کشاف وغیرہ میں مصرح ہے اور اتقان وغیرہ میں بھی اس کی تصریح ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقف آیت پر اسی واسطے کرتے تھے کہ معلوم ہو جائے کہ یہاں آیت ہے اور جب آپ کو یہ معلوم

---

[۱] بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو آپ نے آیت شمار کیا اور علیہم یعنی غیر المغضوب علیہم کو آیت شمار نہیں فرمایا۔

ہو جاتا کہ لوگوں کو یہاں آیت ہونا معلوم ہو گیا تو بسا اوقات نہیں بھی کرتے تھے۔ پس بتواتر ثابت ہو گیا کہ یہاں آیت آپؐ نے کی ہے اور اس روایت ام سلمہؓ سے یہاں وقف نہ کرنا ثابت ہو گیا۔ اور یہ دونوں فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں تو اس سے عدم توقف آیت پر ثابت ہو گیا۔ علیٰ ہذا جہاں اختلاف قرأۃ آیات میں ہے کہ بعض کے نزدیک وہاں آیت نہیں ہے اور بعض کے نزدیک وہاں آیت ہے۔

پس وہاں بھی یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے بعض مرتبہ وہاں وقف کیا بعض مرتبہ نہیں کیا۔ تو جن لوگوں نے پہلے وہاں وقف سُن لیا تھا وہ آیت کے قائل ہوئے اور جن کو پہلے سے یہ علم نہ ہوا تھا انہوں نے وہاں نہ ٹھہرائی۔ چنانچہ اتقان صفحہ ۹۶ میں ہے وقال غیرہ سبب الاختلاف فی عدد الآی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقف علی رؤس الآیات للتوقیف فاذا علم فخلہا وصل للتمام فیحسب السامع انہا لیست فاصلۃ انتہی واللہ اعلم بالصواب۔

الحاصل جواب مجیب کو اور تصحیح اس کے اتباع کی سراسر بے جا ہے اور طعن ناموزوں جماعۃ صحابہ و تابعین پر۔

واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم فقط

علامات ط اور لا پر ٹھہرے یا نہ ٹھہرے

سوال:۔ جو کہ قرآن شریف میں (ط) علامت مطلق کی ہے اگر مطلق پر نہ ٹھہرے تو گناہ گار ہوتا ہے یا نہیں؟ اور لا آیت کا کیا حکم ہے۔ اس پر ٹھہرے یا نہ ٹھہرے؟ لہٰذا ان مسئلوں کو بہت جلد زیب قلم فرما کر مزین بمہر فرماویں۔ بینوا و توجروا۔

جواب:۔ (ط) پر اگر وقف نہ کرے تو گناہ نہیں ہوتا اور (لا) پر بھی وقف نہ کرے۔ اگر کیا تو گناہ نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کسی مقتدی کو جماعت میں شریک نہ ہونے پر امام کا قرأت مختصر کرنا

سوال:۔ باوجود ہونے معمولی وقت کے اگر امام کسی مقتدی کو دیکھ کر بایں خیال کہ یہ مقتدی جماعت میں شامل نہ ہو فجر کی نماز میں قل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس پڑھے تو نماز مکروہ ہوئی یا نہیں؟

جواب:۔ اگر امام فی الواقع مخالفت مقتدی کی وجہ سے اور غرض فاسد سے چھوٹی قرأت پڑھتا ہے تو گنہگار ہے اور اگر غرض صحیح ہے تو کچھ حرج نہیں اور کوئی کراہت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ملفوظ

۱۔ ط کی علامت بمنزلہ آیت کے نہیں ہے بلکہ آیت تو وہی ہے جہاں ○ ہے۔ خواہ اس پر (لا) ہو یا کچھ اور ہو مگر ٹھہرنا نہ ٹھہرنا یہ اور امر ہے۔ آیت پر (لا) ہو تو ٹھہرنا نہ چاہیئے۔ فقط واللہ اعلم

باب کن امور سے نماز میں کراہت آتی ہے اور کن سے نہیں

نمازی کے آگے جوتیوں کا رکھنا

سوال :۔ نمازی کے روبرو جوتیوں کا موجود رہنا کہ جو مستعمل ہوں موجب کراہت نماز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ مصلی کے آگے اگر جوتہ مستعمل رکھا ہے اس کی کوئی کراہت منقول نہیں ہے ۔ للٰذا کچھ حرج نہیں۔

آمین بالجہر نماز میں حرام ہے یا بدعت ؟

سوال :۔ آمین بالجہر کہنا نماز میں حرام اور بدعت عند الحنفیہ ہے یا نہیں اور ہم لوگ آمین بالجہر نماز میں کہنے والوں کو مسجد سے نکال باہر کر دیں یا نہیں ؟ اور اگر ہم لوگ ان پر نکیر نہ کریں تو کچھ گناہ تو نہ ہوگا یا ہم لوگ گناہ گار ہوں گے اور جماعت میں ان کے آمین بالجہر اور رفع یدین کرنے سے ہماری نماز میں کس قدر نقصان واقع ہوگا ؟ ہماری نماز بالکل جاتی رہے گی یا مکروہ ہو گی۔ فقط بینوا بالکتاب و توجروا بیوم الحساب بمہر و دستخط بواپسی ڈاک ۔ فقط

جواب :۔ آمین بالجہر اور قرأت خلف الامام رفع یدین یہ امور سب خلاف بین الائمہ ہیں اور اگر کوئی شخص ہوائے نفسانی اور ضد سے خالی ہو اور محض محبت سنت کی وجہ سے یہ امور کرتا ہو تو اس پر کوئی طعن و تشنیع اور الزام دہی درست نہیں ہے اور اگر محض حنفیہ کی ضد میں ایسا کریں تو سخت گناہ گار ہیں۔ بہر حال ان لوگوں کے ان امور کو کرنے سے دوسرے نمازیوں کی نماز میں خرابی و نقصان نہیں آتا اور مفصل بحث اس کی بندہ نے سبیل الرشاد اور ہدایت المبتدی وغیرہ میں لکھی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

آمین بالجہر سے نماز میں فساد ہوتا ہے یا نہیں

سوال :۔ غیر مذہب کے ہمراہ شامل صف نماز ہو کر کسی شخص کا پکار کے آمین کہنا ہمارے واسطے موجب فساد نماز یا کراہت نماز ہے یا نہیں ؟ اگر اس کا آمین کہنا ہمارے واسطے موجب فساد نماز یا باعث کراہت ہے تو یہ حنفی مذہب کی کون سی معتبر کتاب میں لکھا ہے۔ بینوا و توجروا ۔ (مرسلہ بابو عبدالوہاب صاحب بلند شہر محلہ قاضی واڑہ)

جواب :۔ آمین جہر سے کہنا غیر مذہب کا مذہب حنفی والے کو مفسد نماز نہیں ہے نہ موجب کراہت ۔ کیونکہ فعل ایک مصلی کا دوسرے مصلی کی طرف مفضی نہیں ہوتا ۔ واللہ اعلم بالصواب حررہ و اجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی ۲۸ ر جمادی الاول ۱۲۹۴ھ عفر رحیم فہو مسعود

بلکہ اگر آمین کے جہر کرنے میں امام قرأت بھول جاوے تو کراہت اس کی مجاہر پر نہ ہو گی۔ کتبہ محمد یعقوب دہلوی

صحیح الجواب بلا ارتیاب حررہ
محمد عبدالحق ۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	صح الجواب
سید حسن شاہ	محمد یوسف عبدہ ۱۲۸۴	دارد امید شفاعت از محمد یعقوب

محدث رامپوری بلاشبہ جواب ثانی صحیح ہے

الجواب صحیح

عندہ ذلک کذلک محمد اسمٰعیل
فانہ الجلیل الدلیل
والجواب المذکور صحیح ان کان المقصود
اتباع السنۃ والا فالافضل عندی
الامتناع واللہ اعلم بالصواب[1] ۔

از منصور علی احمد ہست	نظام الدین	محمد عبدالرب	محمد اسمٰعیل انصاری

مدرس مدرسہ حسین بخش مرحوم

اکبر علی خاں ولد رحم علی خاں	قمر اسمہ احمد بالعا	محمد عبد ۱۲۸۷ القادر	خدا باد ہاشم بنام محمد

مولانا سراج احمد صاحب محدث خورجوی ۔ لاریب فی ہذا الجواب الجواب صحیح محمد نور اللہ عفی عنہ ۔ من اجاب فقد اصاب محمد عبداللطیف عفی عنہ مقیم میرٹھ ۔ اصاب عندی من اجاب[2] بندہ عبداللہ گلاؤٹھوی عفی عنہ ۔

امام فن مناظرہ اہل الکتاب سید ناصر الدین محمد ابوالمنصور ۱۲۹۱ھ	محمد کرامت اللہ ۱۲۹۲	محمد فضل احمد	عبداللہ

میرے نزدیک تو اگر خود حنفی بھی آمین بالجہر کہے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی نہ کہ دوسرا شخص کہے اور حنفی کی نماز فاسد ہو جائے۔ حق یہ ہے کہ جہر و اخفاء دونوں فعل مسنون ہیں ائمہ حنفیہ کو جواز جہر میں خلاف نہیں ہے صرف اولویت میں خلاف ہے۔ چنانچہ حنفیہ اخفاء کو اولیٰ سمجھتے ہیں اور ائمہ جہر کو۔ پس سائل کو اپنی نماز کے فساد کا کیا معنی کراہیت کا بھی شبہ نہ کرنا چاہیئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

محمد اسمٰعیل

حررہ محمد اسمٰعیل عفا اللہ عنہ ساکن کول

الجواب صحیح خلیل احمد عفی عنہ انبہٹوی — الجواب صحیح بندہ محمود عفی عنہ دیوبندی — الجواب صحیح بندہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند — الجواب صحیح رشید احمد عفی عنہ گنگوہی

مدرس اول مدرسہ دیوبند

الٰہی عاقبت محمود گردان ۱۲۹۹	وتوکل علی العزیز الرحمٰن	رشید احمد ۱۳۰۱

جواب المجیب حق والحق احق ان یتبع — المتقادم الباری عبداللہ الانصاری — ہذا الجواب یجوب ریب المرتاب محمد حسین عفی عنہ — ابو یحیٰی محمد ۱۳۱۱ — الجواب حق علی احمد عفی عنہ سنبھلی

جملہ جوابات مجیبین کے صحیح ہیں لیکن مولوی محمد اسمٰعیل صاحب انصاری مدرس مدرسہ حسین بخش مرحوم کا تحریر فرمانا خلاف شان علماء کے ہے کیونکہ جب ایک امر حدیث سے سنت ثابت ہو چکا پھر اس کے عامل پر الزام نفسانیت کس طرح ہو سکتا ہے۔ نماز میں کسی قسم کی خرابی جب واقع ہوتی ہے کہ خلاف امر مشروع نماز میں کیا جاوے اور آمین بالجہر کے جواز

---

[1] جواب مذکور صحیح ہے اگر مقصود اتباع سنت ہو ورنہ افضل میرے نزدیک منع کرنا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

[2] جس نے جواب لکھا میرے نزدیک صواب ہے۔

کے تو علمائے حنفیہ بھی قائل ہیں۔ چنانچہ مولانا شیخ عبدالحق صاحب دہلوی لکھتے ہیں۔ والظاہر الحمل علی کلا المعنیین اور مولانا عبدالحئی لکھنوی لکھتے ہیں والانصاف ان الجہر قوی من حیث الدلیل اور شیخ ابن ہمام لکھتے ہیں۔ لو کان الی فی ہذا شیئ توفقت بینہما ان یراد بروایۃ الخفض عدم القرع العنیف و بروایۃ الجہر بمعنی زیر الصوت و ذیلہا۔ اور نیز علمائے دیگر بھی قائل ہیں مانند ان کے مولانا بحر العلوم عبدالعلی ارکان اربعہ میں لکھتے ہیں کہ "درباب آہستہ گفتن آمین ہیچ وارد نہ شدہ مگر حدیثے ضعیف[1]" اور مولانا سلامت اللہ صاحب حنفی بھی قائل ہیں۔ چنانچہ شرح المؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا ہے بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے۔ حررہ عبدالصمد حنفی متوطن کوٹھاؤلی ضلع بلندشہر مورخہ ۱۲ شعبان المعظم ۱۳۱۳ھ ہو المصیب۔

کسی دوسرے شخص کا زور سے آمین کہنا احناف کے واسطے نہ موجب فساد ہے نہ کراہت احناف اور غیر احناف میں جو کچھ اس بارہ میں اختلاف ہے وہ محض اولویت و عدم اولویت کا ہے اس سے فساد کسی کا مذہب نہیں زمانہ صحابہ سے لے کر آج تک یہ تعامل چلا آتا ہے کہ دونوں فریق ایک جگہ نماز پڑھتے رہے البتہ سب و شتم اور لعن و طعن باہم نہ ہونا چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عبداللطیف عفی عنہ از دفتر ندوۃ العلماء کانپور ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۱۴ھ

الجواب صحیح محمد مجتبیٰ حسن عفی عنہ ۔ مہر ندوۃ العلماء

الجواب صحیح عبدالرحمٰن پشاوری ۔

الجواب صواب عبدالمومن عفی عنہ دیوبندی۔ صح الجواب حررہ الفقیر عبدالحئی اصلح اللہ لہ،

صح الجواب خادم الفقراء والعلماء ابوبکر علی احمد محمود اللہ شاہ الحنفی البدایونی۔ الجواب صحیح العبد احقر العباد عبدالقیوم گڑھ مکیٹسری واعظ علی گڑھ۔

چونکہ آمین بالجہر پر تعامل صحابہ کبار رہا ہے۔ اس لئے آمین بالجہر کہنے والوں پر سب و شتم کرنا در پردہ صحابہ پر معترض ہونا ہے اور یہ بالاتفاق ممنوع ہے۔ فعل صحابہ سے کسی صحابی کے فعل کا اقتداء سنت ہے۔ کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم[2]

واللہ اعلم بالصواب۔ بندہ محمد محسن عفی عنہ میرٹھی ۔ [مہر: محمد محسن]

جو شخص اہل حدیث ہو اور وہ شریک جماعت احناف ہو اس کا آمین بالجہر کہنا مفسد نماز احناف ہرگز نہیں۔ یہ اختلاف اولویۃ میں ہے۔ واللہ اعلم کتبہ محمد ریاض الدین مدرس مدرسہ عالیہ میرٹھ۔ [مہر: محمد ریاض الدین]

زید کے آمین بالجہر کہنے سے عمرو کی نماز نہ فاسد ہوگی نہ مکروہ ہوگی۔ [مہر: عبداللہ خاں] مدرس مدرسہ اسلامیہ شہر میرٹھ بالائی کوٹ

آمین بالجہر سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور نہ مکروہ ہوتی ہے۔ غلط بیان کرتا ہے جو کہتا ہے کہ آمین بالجہر سے

---

[1] آمین کے آہستہ کہنے کے بارے میں بجز ایک ضعیف حدیث کے اور کچھ نہیں آیا ہے۔

[2] جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ تاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کا اقتداء کروگے ہدایت پاؤگے۔

دوسرے کی نماز فاسد ہو جاتی ہے یا مکروہ۔ احمد علی عفی عنہ مدرس مدرسہ میرٹھ اندرکوٹ

آمین بالجہر کہنے سے آمین بالخفاء کہنے والوں کی نماز میں کسی طرح کا فساد نہیں ہے۔ حررہ محمد رمضان عفی عنہ مفتی واعظ جامع مسجد آگرہ۔

ریشمی کپڑے سے نماز پڑھنا

سوال:۔ ریشمی پارچہ سے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں ؟

جواب:۔ ریشمی کپڑے سے نماز ہو جاتی ہے مگر سخت گنہگار ہوتا ہے اور عورت کو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

نماز میں آنکھیں بند کرنا

سوال:۔ مسئلہ امام غزالی علیہ الرحمۃ نے کیمیائے سعادت میں لکھا ہے کہ نماز اندھیرے میں پڑھے یا آنکھیں بند کر لیا کرے تاکہ نظر منتشر نہ ہو اور حضور قلب میسر ہو۔ لہٰذا عرض ہے کہ شرع کا مسئلہ ہے کہ آنکھیں بند کرنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے اور جہاں سجدہ کی جگہ نہ دیکھے وہ بھی نماز مکروہ ہوگی۔ للہٰذا اگر واسطے حضور قلب کے آنکھیں بند کر کے نماز پڑھے تو حضور کیا ارشاد فرماتے ہیں اور نمازِ تہجد و وتر تو ہمیشہ اندھیرے میں پڑھتا ہوں اور آج کل چونکہ اندر مکان میں سوتا ہوں تو سنتیں فجر کی بھی اندھیرے میں پڑھتا ہوں۔ لہٰذا سجدہ کی جگہ نہ دیکھنے کا کیا مطلب ہے ؟

جواب:۔ بہ نیت خشوع و بقصد ردّ خطرات و وساوس اگر نماز میں آنکھیں بند کر لے تو کراہت نہ ہوگی ایسے ہی ضرورت کے وقت معروف جگہ پر جہاں جہت قبلہ بھی مشتبہ نہ ہو اور نہ کوئی اندیشہ ہو نماز درست ہے۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نماز سے پہلے نماز میں سورتیں پڑھنے کا تعین کر لینا

سوال:۔ اگر قبل پڑھنے نماز تعین کرے کہ فلاں فلاں سورہ پڑھوں گا خواہ مقتدی ہو یا امام درست ہے یا نہیں ؟

جواب:۔ اس خیال اور تعین سے نماز میں کوئی نقصان اور خرابی نہیں آتی اور اگر پھر اس قرارداد کے موافق نہ پڑھے اور کچھ پڑھ لے تب بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دھوبی کے یہاں بدلے ہوئے کپڑے سے نماز

سوال:۔ کپڑا دھوبی کے یہاں بدل جاوے تو اس سے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں ؟

جواب:۔ اگر اس کا کپڑا اس شخص کے پاس پہنچ گیا ہے اور قیمت میں چنداں تفاوت نہیں ہے تو اس کے استعمال کا مضائقہ نہیں ہے اور اگر وہ کپڑا اس شخص کا دھوبی نے رکھ لیا ہے یا کھو دیا اور دوسرے کا کپڑا اس کو دے دیا تو ایسی صورت میں اس کا استعمال ہرگز درست نہیں ہے۔

فقط واللہ تعالےٰ اعلم

سرخ استر کے کپڑے سے نماز

سوال:۔ سرخ استر سے نماز ہو جاوے گی یا نہیں ؟

جواب:۔ سرخ رنگ مرد کو علی الاصح درست ہے۔ کسم کا رنگ البتہ مرد کو حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نمازی کے سامنے قرآن شریف کا ہونا

سوال:۔ اگر قرآن شریف پڑھ کر سامنے رکھ دے اور پھر نماز پڑھے تو کوئی حرج ہے یا نہیں ؟ ایک شخص کہتا ہے کہ نماز میں کراہت آجاتی ہے۔

جواب:۔ اگر آگے قرآن شریف رکھا ہو تو نماز میں کوئی حرج نہیں ہے[1]۔ فقط

نماز کی نیت توڑنا

سوال:۔ ایک شخص نماز پڑھتا ہے اور وہ انگوٹھی چاندی کی یا روپیہ غسل خانے میں بھول آیا ہے۔ نماز پڑھنے کی حالت میں یاد آیا۔ اب وہ کیا کرے نماز توڑ کر لاوے یا نہیں۔ اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ مجھ کو وہ گم شدہ چیز مل جائے گا۔

جواب:۔ اگر احتمال گم ہونے اور نہ ملنے کا غالب ہے تو نماز کو توڑ کر لانا جائز ہے ورنہ نماز کو تمام کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جلسہ اور قومہ کی دعائیں

سوال:۔ جلسے اور قومے میں یہ الفاظ کہنا فرائض ہوں یا نوافل جائز ہے یا نہیں ؟ اللھم اغفرلی وارحمنی واھدنی وارزقنی وارفعنی واجبرنی جلسے میں اور قومے میں ربنا لک الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔

جواب:۔ یہ کلمات فرض نفل میں سب میں درست ہیں مگر امام کو فرائض میں نہ کہنا چاہیئے کہ مقتدیوں پر تطویل صلوٰۃ کی کلفت ہوتی ہے۔ تنہا ہو تو کہے کہ نماز میں اذکار مسنونہ اولیٰ ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بلا عمامہ کے نماز پڑھنا

سوال:۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی بلا عمامہ کے بھی نماز پڑھنا ثابت ہے یا نہیں اور حضور نے کبھی بلا عذر نماز بلا جماعت بھی پڑھی ہے یا نہیں ؟

جواب:۔ اس کا صریح ثبوت اس وقت بندہ کو معلوم نہیں مگر احرام کی حالت میں سر برہنہ نماز پڑھنا محقق ہے۔ علیٰ ہذا نماز فرض مرض موت میں بلا جماعت پڑھی ہے ورنہ جماعت سے ہی پڑھتے تھے۔

بلا عمامہ کی نماز کا حکم

سوال:۔ کیا فتاویٰ عالمگیری اور قاضی خاں میں نماز بلا عمامہ کو مکروہ لکھا ہے ؟

---

[1] اور ہدایہ میں ہے اگر سامنے قرآن رکھا ہو اور کوئی نماز پڑھتا ہو تو کوئی حرج نہیں۔

جواب :۔کسی نے بلا عمامہ نماز کو مکروہ نہیں کہا اگر کہا تو وہ قول ماوّل ہے۔ بترک ندب ورنہ مردود ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بلا عمامہ کے نماز پڑھانا

سوال :۔اگر بلا عمامہ نماز پڑھاوے تو کیا نماز مکروہ ہوگی تنزیہی یا تحریمی؟ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ نماز عمامہ سے پڑھائی ہے صرف ٹوپی کو سر مبارک پر زیب نہیں بخشا۔

جواب :۔صلوٰۃ بلا عمامہ مکروہ نہیں نہ تحریمہ نہ تنزیہ البتہ ترک افضل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ آپ کے سر مبارک پر گاہ کلاہ بلا عمامہ بھی ثابت ہوتی ہے۔

بغیر عمامہ کے نماز پڑھانیوالے سے جنگ کرنا

سوال :۔جو شخص تارک عمامہ سے جنگ و جدل کرے اور عمامہ کو ضروری جانے وہ کیسا ہے حالانکہ تارک عمامہ اولویت عمامہ کا نماز کے اندر قائل ہے اور جہاں امام دستار بند نماز نہ پڑھاتا ہو وہاں سے جو شخص مسجد چھوڑ کر چلا جاوے اسی وجہ سے اور مارنے مرنے پر مستعد ہو وہ کیسا ہے؟

جواب :۔تارک عمامہ سے جدال کرنے والا جاہل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عمامہ والی نماز کا ثواب

سوال :۔امام کو باوجود قدرت ہونے عمامہ کے بغیر عمامہ نماز پڑھانا کیسا ہے؟

جواب :۔بلا عمامہ امامت کرنا درست بلا کراہت کے ہے اگرچہ عمامہ پاس رکھا ہو۔ البتہ عمامہ سے ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد ۱۳۰۱

الاجوبۃ کلہا صحیحۃ ابو حنیفہ محمد عبد اللطیف عفی عنہ۔

امام کا بلا عذر بغیر عمامہ کے عمامہ والوں کی امامت کرنا

سوال :۔اگر امام کو عذر سے یا بلا عذر عمامہ میسر نہ ہو اور مقتدی باندھ رہے ہیں تو کیا نماز میں کچھ نقصان ہوگا؟ فقط

جواب :۔اگرچہ مقتدی سب متعمم ہوں اور امام بلا عمامہ ہو تو نماز کسی کی بھی مکروہ نہیں ہوتی۔

بحالت نماز نمازی کے پیر کے نیچے کپڑا دب جانا

سوال :۔دو شخص قریب نماز پڑھتے ہیں ایک کا کپڑا ایک کے پاؤں کے نیچے دب گیا۔ اگر وہ شخص جس کے پاؤں کے نیچے کپڑا دب گیا قصداً نکال دے نماز میں نقصان اور قصور ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب :۔صورت مسئولہ کا یہ ہے کہ مصلی کا بقصد اپنے کپڑا دبا ہوا دوسرے مصلی کا چھوڑ دینا ناقص کرنے والا نماز کا نہیں ہے اس لئے کہ یہ چھوڑ دینا اس کا امتثالاً لامر الغیر نہیں ہے۔ یعنی دوسرے مصلی کے چھوڑانے سے نہیں چھوڑا بلکہ قصداً اپنے سے بلا اتباع امر دوسرے کے چھوڑ دیا ہے ہاں اگر بمجرد دوسرے کے چھوڑنے سے چھوڑ

عہ یعنی بحالت اعتقاد وجوب۔ ۱۲ ناشر

دے گا تو بوجہ اس کے کہ اس نے نماز میں غیر خدائے تعالیٰ کا حکم مان لیا اور یہ منافی صلوٰۃ ہے۔ نماز اس کی فاسد ہو جاوے گی۔ چنانچہ عبارت درمختار سے مستفاد ہوتا ہے۔ حتی لو امتثل امر غیرہ فقیل تقدم فتقدم او دخل فرجۃ الصف احد فوسع لہ فسدت بل یمکث ساعۃ ثم یتقدم برائہ۔

شامی میں لکھا ہے وحاصلہ ان لا فرق بین المسئلتین الا ان یدعی فحل الاولی علی ما اذا تاخر بجر الجذب بدون امر والثانیۃ علی ما اذا فسح لہ بامرہ فتفسد فی الثانیۃ لانہ امتثل امر المخلوق وھو فعل مناف للصلوۃ بخلاف الاولی۔ فقط حررہ محمد قاسم علی عفی عنہ مفتی و امام شہر مراد آباد

قد صح الجواب فانہ موافق للحق والصواب

محمد قاسم علی خلف
مولانا محمد عالم علی

محمد حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ مسجد شاہی مراد آباد

الجواب صواب محمود حسن مدرس مدرسہ اسلامی شاہی مسجد مراد آباد

الجواب :۔ اگر مصلی نے اپنے قصد سے اور اپنے ارادہ سے اس کا کپڑا چھوڑا ہے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

امام زمین پر اور مقتدی جانماز پر

سوال :۔ اگر امام جائے نماز بوریہ وغیرہ کی کھینچ کر کھڑا ہو جاتا ہو اور مقتدی لوگ فرش پر کھڑے ہوں یہ فعل امام کو کیسا ہے؟

جواب :۔ اگر امام زمین پر اور سب مقتدی جانماز پر ہوں جب بھی کچھ کراہت نہیں ہوتی یہ فعل درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اگر مقتدی قالین پر اور امام بغیر فرش کے ہو

سوال :۔ اگر مقتدی فرش قالین وغیرہ پر ہوں اور امام بغیر فرش کے ہو تو درست ہے یا نہیں؟ یا مقتدی خطاوار ہیں؟

جواب :۔ درست ہے کہ مقتدی فرش پر ہو اور امام نہ ہو کچھ مضائقہ نہیں۔ فقط

امام کا مصلی پر رومال ڈالنا

سوال :۔ زید عالم ہے اور امامت بھی کرتا ہے مگر بوجہ زیادہ ہونے اپنی عزت کے اپنا رومال بچھا کر امامت کراتا ہے۔ یعنی مصلی ڈال کر اور مصلے پر کھڑا ہو کر امامت کرتا ہے اور مقتدی بغیر فرش کے ہوتے ہیں تو ایسی نزاکت بڑھانا امام کو اپنے واسطے بہتر ہے یا نہیں اور نماز میں کچھ مکروہات نہیں ہوتا۔

جواب :۔ اگر امام رومال یا مصلی پر کھڑا ہوا اور مقتدی زمین پر ہوں اس میں کچھ کراہت نہیں۔ یہ امر درست و جائز ہے بلا خلاف۔

فقط واللہ تعالےٰ اعلم!

مسجد کے باہر کے دروں میں امام کا کھڑا ہونا

سوال :- امام کے محراب میں کھڑے ہونے سے نماز مکروہ ہوتی ہے اور مکروہ ہے امام کو کہ وہاں کھڑا ہو۔ لہٰذا گذارش ہے کہ مسجد کے باہر کے دروں میں کھڑا ہونا بھی حکم محراب میں ہے یا نہیں ؟ فقط

جواب :- باہر کے دروں کا بھی محراب کا ہی حکم ہے۔ اس میں بھی امام کو قیام مکروہ ہے۔ فقط واللہ اعلم

امام کا خفی امور کو سیٹی کی سی آواز سے ادا کرنا

سوال :- اگر امام التحیات یا سجدہ یا سورۂ فاتحہ وغیرہ کہ جس کے واسطے حکم خفی پڑھنے کا ہے ایسا پڑھتا ہو کہ نزدیک کے مقتدی بھی سنتے اور سیٹی کی سی آواز مقتدی سنیں تو نماز میں کراہت ہوگی یا نہیں ؟ اور جب امام سے کہا جاوے تو یہ کہتے ہیں کہ جو کوئی میری آواز سیٹی کی سی سنتا ہے تو میں اس وقت میں صاد ادا کیا کرتا ہوں ۔

جواب :- اگر آواز خفی امام کے آس پاس کے چند سُن لیویں تو اس میں حرج نہیں اور کوئی کراہت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کن امور سے نماز فاسد ہوتی ہے اور کن سے نہیں ؟

نماز میں کوئی ایسا کلمہ چھوٹ جانا جس سے مطلب میں کوئی خرابی نہ پڑے

سوال :- عمرو نے نماز صبح کی پڑھائی دو کلموں کو دو آیتوں میں از روئے سہو کے چھوڑ گیا اول آیت وکذبوا بایاتنا کذابا میں کلمہ وکذبوا آیت دوسری ویقول الکافر یالیتنی کنت ترابا میں الکافر چھوٹ گیا۔ اس صورت میں کوئی نقصان نماز میں صادر ہوا یا نہ ہوا ؟ زید نے جو مقتدی تھا نماز اپنی لوٹائی اور کہا نماز نہیں ہوئی ۔

جواب :- یہ دو کلمے اگرچہ چھوٹ گئے مگر تاہم نماز درست ہوگئی ہے کہ معنی درست ہیں اگرچہ دو کلمہ ترک ہوئے فقط۔ زید نے نماز لوٹائی تو اس نے خطا کی کیونکہ اس صورت میں نہ معنی خراب ہوئے اور نہ نماز فاسد ہوئی ۔ فقط

ضاد کو دال کے مشابہ پڑھنا

سوال :- قاری عبدالرحمٰن صاحب مرحوم پانی پتی نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ حرف ضاد کو مشابہ بالدال وظاء نہ پڑھے ورنہ نماز نہ ہوگی۔ کیونکہ نماز میں قرآن کا صحیح پڑھنا فرض ہے۔ لہٰذا ہر ایک شخص کو مخرج سے ادا کرنے کی ہر حرف کی کوشش ہونی چاہیئے۔ اگر کوشش کرتا ہے تب بھی پورا حرف صحیح نہ ادا ہو تو اس میں مواخذہ دار نہ ہوگا اگر بلا سعی مشابہ بالدال وظاء پڑھے گا تو معنی میں فرق آوے گا۔ لہٰذا اس تحریر میں حضور کیا فرماتے ہیں اور جو شخص کہ قاری ہو یا علم قرأت سیکھتا ہو وہ شخص کہ مشابہ بالدال وظاء پڑھے اس کے پیچھے اس کی نماز ہوگی یا نہیں ؟ یا یہ اپنی نماز لوٹا دے یہ میں نے بھی دیکھا کہ اگر حرف ضاد کو مخرج سے ادا کرے تو ہرگز مشابہ بالدال نہیں نکلتا۔ مشابہ بالظاء ادا ہوتا ہے اور باوجودیکہ یہ حرف شفتیہ میں سے نہیں ہے مگر ہونٹ ہلتے ہیں اور زبان وہاں سے ہٹتی ہے تب مشابہ بالدال

نکلتا ہے اصل مخرج سے مشابہ بالظاء مع تمامی شرائط کے ادا ہوتا ہے۔ قیاساً

جواب:۔ یہ قول قاری صاحب کا درست ہے کہ جو شخص باوجود قدرت کے ضاد کو ضاد کے مخرج سے ادا نہ کرے وہ گناہگار بھی ہے اور اگر دوسرا لفظ بدل جانے سے معنی بدل گئے تو نماز بھی نہ ہوگی اور اگر باوجود کوشش وسعی ضاد اپنے مخرج سے ادا نہیں ہوتا تو معذور ہے اس کی نماز ہو جاتی ہے اور جو شخص خود صحیح پڑھنے پر قادر ہے ایسے معذور کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔ مگر جو شخص قصداً اخالص دال یا ظاء پڑھے اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی۔ فقط

بغیر علم کے نماز نہ ہونے کا مطلب

سوال:۔ جو شخص نماز کے فرائض اور واجبات نہ جانتا ہو تو لکھا ہے کہ اس کی نماز نہیں ہوتی اور دیہقانی کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

جواب:۔ یہ امر صحیح نہیں کہ بدون علم کوئی نماز درست نہیں ہوتی بلکہ ادا ہونا شرائط وارکان کا ضرور ہے خواہ علم ہو یا نہ ہو مراد یہ ہے کہ اس کی بہت نمازیں درست نہیں ہوتیں کہ اس کو خبر فساد و کراہت کی نہیں۔ اگر کچھ واقع ہو گا بے علمی سے اس کو خبر نہ ہووے گی اعادہ نہ کرے گا تو بعض نماز کا نہ ہونا مراد ہے نہ سب کا لہٰذا دیہقانی کے پیچھے نماز درست ہو جاتی ہے۔ جب کوئی مفسد صلوٰۃ اس سے بظاہر واقع نہ ہوا ہو۔ فقط

امام کو لُقمہ دینا

سوال:۔ امام نے فرضوں میں تین آیت سے زیادہ پڑھ لی اور اس کو سہو واقع ہوا مقتدی نے پیچھے سے لقمہ دیا امام نے لقمہ لیا یا نہ لیا مقتدی کی نماز میں نقصان ہوا یا نہ ہُوا۔ جیسا کہ مشہور ہے۔

جواب:۔ اپنے امام کو لقمہ دینا مفسد نماز امام کا اور مقتدی کا کسی کا نہیں خواہ ضرورت لقمہ کی ہو یا نہ ہو امام لقمہ لے یا نہ لیوے خواہ کسی قدر ہی امام پڑھ چکا ہو۔ کسی حال کسی وجہ سے فساد کسی کی نماز میں نہیں ہوتا۔ یہ ہی صحیح ہے اور جو مشہور ہے صحیح نہیں اور نماز مندرجہ سوال کی صورت میں ہو جاتی ہے کیونکہ مراد اس لم یکن ذکراً سے یہ ہے کہ وہ کلام ناس سے نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باب نماز میں وضو ٹوٹ جانے کا بیان

جمعہ کے دن اگر کوئی شخص پہلی صف میں ہو اور اُس کا وضو ٹوٹ جائے تو اُس کا حکم

سوال:۔ ایک شخص جمعہ کے دن اول صف میں جماعت میں ہوتا ہے۔ اگر اس کا وضو جاتا رہے تو وہاں تیمم کرے یا صف کو چیر کر باہر آوے۔

جواب:۔ جمعہ میں یا غیر جمعہ میں نمازی کو نماز میں کسی وجہ سے دوبارہ وضو وغیرہ کی حاجت ہو تو صف کو چیر کر باہر چلا جاوے اور اگر صف کے آگے کو راستہ ہو تو اس طرف سے آگے نکل کر وضو کر آوے۔ اگر اس کی واپسی تک جمعہ ختم ہو جاوے تو ظہر پڑھے۔

قطرہ آنے سے نماز کا ٹوٹ جانا

سوال :- ایک شخص کو مرض قطرہ ہے اگر حالتِ نماز میں قطرہ نکل جائے تو نماز توڑے یا نہیں ؟ اگر وسوسہ اس امر کا ہوتا ہو کیا کرے ؟

جواب :- اگر قطرہ نکلا خود نماز فاسد ہو گئی یہ کیا توڑے گا مگر ہاں جو وسوسہ ہو تو نہ توڑے بعد نماز دیکھ لیوے اگر نکلا ہے تو اعادہ کر لیوے ورنہ نماز ہو گئی۔ فقط۔

نماز میں امام کا وضو ٹوٹ جائے تو کیا کرے

سوال :- ایک امام نماز پڑھا رہا ہے وضو ٹوٹ گیا تو کیا کرے ؟

جواب :- از سرِ نو وضو کر کے نماز پڑھاوے کہ بناء کے مسائل سے لوگ واقف نہیں ہوتے اور استینافِ اولیٰ بھی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب فوت شدہ نمازوں کی قضا پڑھنے کا بیان

قضاء نمازیں کیسے ادا کی جائیں ؟

سوال :- میرے بائیں ہاتھ کی ایک انگلی خود بخود پک گئی تھی اور زخم شدید ہو گیا تھا قریب ایک ماہ علاج شفا خانہ میں کرایا گیا۔ شفا خانہ میں بعد لگانے مرہم کے ایک پارچہ کی پٹی دونوں وقت باندھی جاتی تھی جس کو صبح و شام خاکروب شفا خانہ ایک گندہ پانی میں جو خاص اس کام کے واسطے مہیا تھا سب مریضوں کی پٹیوں کو دھو کر اور صاف و ستھرا کر کے کمپونڈر کو دے دیا کرتا تھا۔ پس وہی پٹیاں دوسرے روز کام میں مریضوں کی لائی جاتی تھیں۔ چنانچہ میں انہی کی پٹی بندھی ہوئی سے نمازیں پڑھتا رہا۔ اس صورت میں اس پارچہ بندھی پٹی سے جو نمازیں پڑھی گئیں صحیح ہوئیں یا نہیں اور فرض میرے ذمہ سے ساقط ہو گئے یا نہیں ؟ دوسرے بعض اوقات بوجہ غلبۂ تکلیف ان گنت نمازیں فوت ہو گئیں اور یہ یاد نہیں کہ کون سے وقت کی قضا ہوئی ہیں ؟ پھر کس وقت کی مقرر کر کے نیت نماز کروں اور فرض قضا ادا کروں۔ فقط

جواب :- آپ کی جس قدر نمازیں گئی ہیں ان کو قضاء کر لینا چاہیئے اور جو نمازیں اس زمانہ میں اُس ناپاک کپڑے سے پڑھی گئی ہوں اُن کی بھی قضاء آوے گی۔ اول ظہر جو میرے ذمہ ہیں یا آخر ظہر جو میرے ذمہ ہیں یا آخر ظہر جو میرے ذمہ ہیں اس طرح کی نیت کرلینی چاہیئے۔ فقط والسلام

قضاء نمازوں کے پڑھنے کا طریقہ

سوال :- فدوی تابعدار حضور کی دس سال کی عمر سے اٹھارہ سال کی عمر تک بعض اوقات کی اکثر نمازیں فوت ہو گئی ہیں مگر یہ یاد نہیں کہ کون وقت کی پھر کیسے قضا نمازوں کی نیت کی جاوے۔

جواب :- قضا نمازوں کو اپنی رائے اور خیال سے متعین کر لینا چاہیئے کہ میرے ذمہ اس قدر نمازیں مثلاً فجر کی

ہیں اور اس قدر ظہر کی ہیں۔ اس کے بعد اول ہر ظہر یا آخر ہر ظہر کی نیت سے ہمیشہ جس قدر ادا ہو سکیں ادا کر لیا کریں۔

قضا نماز کی جماعت

سوال:۔ ایک مسجد میں نماز صبح کی چند آدمیوں نے باجماعت پڑھ لی۔ چند آدمی باقی رہ گئے انہوں نے قضاء نماز باجماعت پڑھی نماز اُن کی صحیح ہوئی یا نہیں ہوئی اور جماعت قضاء کی درست ہے یا نہیں ؟

جواب:۔ جماعت قضا کی بھی درست ہے مگر اس طرح چند آدمی نماز کو قضاء کر کے جماعت سے ادا کریں سخت بے حیائی و بے شرمی ہے۔ لازم ہے کہ اس معصیت کو پردہ کریں تو اس طرح کے فعل سے گناہگار ہوئے خدا تعالیٰ معاف فرماوے۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

باب امامت اور جماعت کا بیان

عالم و قاری میں امامت کے لئے کون افضل ہے

سوال:۔ مذہب حنفیہ میں امامت عالم کی اولیٰ تر ہے قاری سے لیکن اگر قاری ہو اور ضروریاتِ دین سے بخوبی واقف ہو اور عالم قاری نہ ہو تو عالم کی امامت سے قاری کی امامت اولیٰ ہے یا نہیں ؟

جواب:۔ اگر عالم واقف مسائل صلوٰۃ کا قرآن کو ما یجوز بہ الصلوٰۃ پڑھتا ہے تو اس کو ہی امام بنانا چاہیئے۔ اور جو قرآن ایسا نہیں جانتا تو امامت اس کی درست ہی نہیں ہوئی کہ رکن نماز کا قرأت ہے۔ قرآن جب غلط پڑھا تو نماز فاسد ہوئی۔ ایسی حالت میں قرآن صحیح پڑھنے والا امام ہو اگرچہ تھوڑے مسائل سے واقف ہو چہ جائیکہ بخوبی ہو۔ مگر مراد قاری سے یہ معروف قاری نہیں کیونکہ یہ اعلیٰ درجہ ہے یہ فرض نہیں۔ غرض ما یجوز الصلوٰۃ بتصحیح الحروف کذا فی عامۃ الکتب۔ واللہ تعالےٰ اعلم

قاری اور عالم میں امامت کا کون اہل ہے

سوال:۔ امامت قاری کی بہتر ہے یا عالم کی ؟

جواب:۔ اگر عالم ایسا قرآن پڑھتا ہے جس سے نماز ہو جاوے تو قاری کو امام نہ ہونا چاہیئے اور جو ایسا قرآن پڑھتا ہے کہ نماز فاسد ہو تو قاری امام ہووے۔

والدین کے نافرمان کی امامت

سوال:۔ عبادت نافلہ بہتر ہے یا اطاعت والدین اور جو شخص اپنے والدین کی اطاعت نہ کرے وہ فاسق ہے یا نہیں اور ایسے شخص کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے یا نہیں ؟

جواب:۔ اطاعت والدین کی امر مباح واجب ہے اور واجب عبادت نافلہ سے مقدم ہے۔ پس اگر خدمت والدین سے فرصت نہ ہو تو نوافل کو ترک کرنا لازم ہے اور جو حقوق والدین ادا نہ کرے وہ فاسق ہے امامت اُس

کی مکروہ تحریمیہ ہے۔ فقط کذا فی کتب الفقہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عالم تارک جماعت کی امامت

سوال :۔ اگر کوئی عالم نماز باجماعت نہ پڑھتا ہو اور کبھی کبھی جماعت کی نماز بھی پڑھتا ہو۔ لیکن اکثر اوقات بلاجماعت تو افضل امامت کے واسطے وہ شخص قرآن خوان ناظرہ بہتر ہے کہ جو پنج وقتی نماز باجماعت ادا کرتا ہو یا اس طرح کا عالم ؟ فقط

جواب :۔ جو عالم ماہر ہے اگر تارک جماعت ہے تو وہ فاسق ہے اگرچہ عالم ہو اس کی امامت مکروہ تحریمہ ہے۔ ناظرہ خواں صالح اس سے بہتر ہے۔ امام بنانے میں کہ فاسق اگرچہ عالم ہو اس کی امامت مکروہ تحریمہ ہے اور اس کا امام بنانا حرام ہے۔ چنانچہ ردمحتار میں صریح صاف یہ لکھا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

غیر مقلد کی امامت

سوال :۔ غیر مقلد کے پیچھے مقلدین امام کی نماز ہوتی ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ اگر غیر مقلد متعصب نہیں اور بزرگوں کی شان میں بے ادب نہ ہو اور وہ شخص ایسا کام نہ کرے کہ جس سے حسب مذہب امام علیہ الرحمۃ نماز مکروہ یا فاسد ہوتی ہے تو ایسے غیر مقلد کے پیچھے ان شرائط کے ساتھ نماز پڑھنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ فقط

رنڈیوں کے ساتھ جانے والے کی امامت

سوال :۔ ایک شخص قوم حجام سے امام مسجد ہے اور مسئلہ مسائل نماز وغیرہ سے خوب واقف ہے باوجود ہونے اور شخص خواندہ کے اس کی اقتداء جائز ہے یا نہیں ؟ باوجود کمینے ہونے کے تمام نمازی اس سے راضی ہیں مگر ایک دو آدمی بباعث فخر قوم کے اس سے ناراض ہیں اور وہ حجام رنڈی کے پیچھے مشعل بھی جلاتا ہے۔

جواب :۔ شریف اگر متقی اور عالم ہو تو اس کی امامت بہ نسبت رذیل قوم کی امامت کے اولیٰ ہے۔ مگر نماز اس رذیل کے پیچھے بھی ہو جاتی ہے مگر جب وہ رنڈیوں وغیرہ میں جاتا ہے اور ان کے ساتھ ان کی خدمت کرتا پھرتا ہے تو فاسق ہے ایسے کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رسوم وعرس وغیرہ کو اچھا جاننے والا اور بُرا جان کر کرنیوالا دونوں کی امامت

سوال :۔ مسئلہ جو شخص کہ رسوم وعرس وغیرہ کو اچھا جانے اس کے پیچھے نماز میں کچھ نقصان ہے یا نہیں؟ یا لوٹانا ضروری ہے یا یہ کہ ان رسوم کو برا جانتا ہے مگر کرتا ہے اس کے پیچھے نماز میں کچھ نقصان ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ ان دونوں کے پیچھے نماز مکروہ ہے مگر اعادہ واجب نہیں ہے۔ اول شخص کے پیچھے کراہت زیادہ ہے بہ نسبت دوسرے کے۔ فقط

انعمت کو غلط پڑھنے والے کی امامت

سوال :۔ مسئلہ نماز قاری کے ایسے شخص کے پیچھے کہ جو لفظ مخرج سے نہ ادا کرتا ہو مگر قدرے فرق حروف

مشتبہ الصوت میں کرتا ہو تو نماز قاری کی اس کے پیچھے ہو گی یا نہیں ؟ یا جو شخص عین کو ہر جگہ ادا کرتا ہو۔ مگر انعمت کی عین کو الف عادتاً پڑھتا ہو نہ عمداً کہ یہ الف ہے تو ایسے شخص کے پیچھے نماز قاری کی ہو گی یا نہیں ؟ اور خاص اس شخص کی نماز ہو گی یا نہیں ؟

جواب :۔ قاری کی نماز ایسے شخص کے پیچھے ہو جاتی ہے اور جو عین کو الف جان کر پڑھے نہ اس کی نہ اس کے پیچھے کسی کی نماز ہو گی۔ فقط

گناہِ کبیرہ کے مرتکب کی امامت

سوال :۔ جو شخص غیبت کرتا ہے وہ بھی فاسق ہے یا نہیں ؟ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہو گی یا نہیں ؟ حضور فرماتے ہیں کہ جو شخص عرس و سویم وغیرہ کو کرے یا ڈاڑھی منڈوائے وہ فاسق و بدعتی ہے اس کی امامت نہ چاہیئے۔ للذا گذارش ہے کہ ہر گناہ کبیرہ سے فاسق ہوتا ہے یا یہ بھی گناہ مذکورہ موجب فسق ہیں اور ہر گناہ سے اگر فاسق ہے تو ایسا امام تو بہت کم ملے گا۔ بلکہ غیبت نہ کرنے والا شاید کوئی ہو گا تو جو مقتدی کہ ان گناہوں سے احتیاط کرتا ہو وہ ایسے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ کیا ترک جماعت اچھا ہے یا اعادۂ نماز اولیٰ ہے یا اور کسی غیر محلہ کی مسجد میں جانا مسجد محلہ چھوڑ کر اچھا ہے۔ تینوں صورتوں کی اجازت دیجئے یا ایک خاص تحریر فرما دیجئے کہ ترک جماعت ہی کرے یا اعادہ کرے یا سب برابر ہیں یا جو شخص قبروں کا چڑھاوا حرام جان کر کھاوے یا مجلسِ میلاد مروجہ یا سوئم وغیرہ کو بدعت جان کر شرکت کرتا ہو تو اس کے ساتھ ابتدائے سلام کرنا یا امامت کرانا درست ہے یا نہیں ؟ آیا ایسے شخص کی امامت بھی مکروہ تحریمی اور ابتدائے سلام سے گناہگار ہو گا۔

(۲) حضور فرماتے ہیں کہ ایسے شخصوں کی عیادت و شرکت جنازہ بھی نہ کرے۔ یہ تو حدیث سے ثابت ہے کہ ہر مسلمان کا دوسرے مسلمان پر شرکت جنازہ و عیادت مریض کا ضروری حق ہے کیا حکم حدیث تنبیہاً ہے یا یہ لوگ کچھ اسلام ہی کامل نہیں رکھتے کیا ان ترکِ حقوق سے گناہگار نہ ہو گا یا حکم حدیث علماء و مفتیان کے واسطے ہے نہ عامی کے لئے یا جو شخص نہایت ہی عابد زاہد ہے مگر مزامیر مروجہ صوفیان زمانہ حال و میلاد وغیرہ میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جان کر شرکت کرتا ہو تو ایسے شخص کے پیچھے نماز ہو گی یا نہیں ؟ اور کیسے ہو گی تحریمی یا تنزیہی حضور اگر جواب موافق والا نامہ سابق ہی ہے تو جو ثواب عیادت مریض و سلام و شرکت جنازہ کا تھا اس سے ہم لوگ بالکل محروم رہے کیونکہ ہمارے تمام شہر میں کل بدعتی اور شرک کرنے والے ہیں۔ فقط دس بارہ ہی آدمی اس عقیدہ کے ہیں فقط۔

(۳) جس کسی سے گناہ مذکور ہو گیا تو کب تک اس کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی ہو گی۔ بدعتی کے پیچھے نماز مسجد میں پڑھ کر پھر انہیں فرضوں کو گھر آکر لوٹاوے تو ثواب مسجد کا ملے گا یا نہیں ؟ کیونکہ مسجد میں فساد کا اندیشہ ہے اور حضور نے جو فتنہ و فساد کو تحریر فرمایا ہے اس سے کیا مراد ہے ؟

جواب :۔ (۱) جو شخص کسی کبیرہ کا مرتکب ہو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ پس جو شخص غیبت کرتا

ہے وہ بھی اسی حکم میں ہے ہاں احیاناً اتفاقاً کسی سے غیبت سرزد ہو جائے تو اس پر یہ حکم نہ ہوگا۔ ایسے ہی جو شخص کسی کبیرہ کا ارتکاب کرے اور پھر جلد توبہ بھی کرے وہ بھی اس حکم میں داخل نہیں ہے۔ گو کتنی ہی مرتبہ اس سے اس فعل کا صدور ہو۔ بشرطیکہ توبہ صرف زبانی نہ ہو بلکہ سچی توبہ دل سے ہو مگر بشریت سے پھر صدور ہو جاتا ہو۔ مگر ایسی حالت میں نہ ترک جماعت کرے نہ اعادہ کرے۔ البتہ اور امام مسجد حتی الوسع تلاش کرے اگر نہ ہو سکے تو تنہا پڑھنے سے ایسے شخص کے پیچھے پڑھ لینا بہتر ہے۔ ایسے لوگوں سے ابتداءً سلام بھی ایسی جگہ درست ہے کہ یہ امید نفع دینی ہو یا اندیشہ ضرر ہو اور دونوں امر نہ ہوں تو انقطاع کلی ہی چاہیئے اور امام بنانا تو ایسے شخص کو سخت گناہ ہے ہاں تبدیل امام سے مجبور ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھ لینا چاہیئے۔ فقط

(۲) ایسے لوگوں کی عیادت اور شرکت جنازہ بھی ان ہی مسلمانوں کے حقوق اسلام میں داخل فرمایا گیا ہے جو نیک اور پرہیزگار ہیں اور جو لوگ فساق فجار ہیں ان سے کسی طرح میل محبت نہ چاہیئے بالکل انقطاع چاہیئے۔

(۳) ایسے ہی جو لوگ مزامیر سنتے ہیں وہ فاسق ہیں گو کیسے ہی عابد زاہد ہوں اور ان کی امامت بے شک مکروہ تحریمی ہے اور جب اور شخص کو امام نہ بنا سکے اور دوسری جگہ نہ جا سکے تو لاچاری اور مجبوری کے وقت ایسے لوگوں کی امامت درست ہے۔ فقط

(۴) جب تک وہ توبہ نہ کرے اس وقت تک اس کی اقتداء مکروہ تحریمی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مراہق کی امامت

سوال :۔ مراہق کتنی عمر کا ہوتا ہے اور اس کی امامت جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ مراہق کی امامت نادرست ہے اور تیرہ چودہ برس کا لڑکا مراہق ہے ۔

جامع مسجد کا امام بدعتی و فاسق ہو تو کیا کیا جائے

سوال :۔ اگر جامع مسجد کا امام بدعتی ہو یا فاسق ہو اس وجہ سے اپنی مسجد محلہ میں جمعہ کر لینا اولیٰ ہے یا نہیں اور اگر بدعتی امام کے پیچھے مقتدی بھی بدعتی ہوں تو ان کی نماز بھی مکروہ تحریمی ہوگی یا نہیں ؟

جواب :۔ بدعتی کی اقتداء سے اپنا جمعہ اور جماعت الگ کر لینا بہتر ہے۔ بدعتی کے پیچھے اس جیسوں کی نماز بھی مکروہ ہے۔ فقط

بدعتی کی امامت

سوال :۔ بدعتی کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ مکروہ تحریمہ ہے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب داں جاننے والے کی امامت

سوال :۔ جو شخص کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب دان جانے اس کے پیچھے نماز ادا کرنا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب جو خاصہ حق تعالیٰ ہے ثابت کرتا ہو اُس کے پیچھے نماز نادرست[1] ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مشرک بدعتی فاسق کی امامت

سوال :۔ مشرک بدعتی گور پرست ظالم فاسق غیر مقلد جو مسلمانوں کی برائیاں حکام سے کرے اور مسجد میں کفار کو بٹھاوے اور خاطر کرے ان سب کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ ہر مسلمان کے پیچھے جس کے معاصی کفر تک نہ پہنچے ہوں نماز ہو جاتی ہے۔ مگر اجر و ثواب بہت کم ہوتا ہے اور جس کی نوبت کفر تک پہنچ گئی ہو اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ۔

بدعتی کی امامت کا حکم

سوال :۔ بدعتی کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمہ ہے۔ فقط

بدعقیدہ شخص کی امامت

سوال :۔ جمعہ کی نماز جامع مسجد میں باوجودیکہ امام بدعقیدہ ہو پڑھے یا دوسری جگہ پڑھ لے ؟

جواب :۔ جس کے عقیدے درست ہوں اس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیئے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دائی کے شوہر کی امامت

سوال :۔ ایک شخص کی بیوی پیشہ دائی کا کرتی ہے اور بے پردہ باہر پھرتی ہے اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ جس کی بیوی دائی ہے اس کے پیچھے نماز درست ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بدعتی کے پیچھے جمعہ پڑھنا

سوال :۔ اگر بدعتی امام کے پیچھے جمعہ پڑھا ہو تو اس کا اعادہ کرے یا نہیں اگر اعادہ کرے تو کس طرح پڑھے ؟

جواب :۔ اگر بدعتی امام کے پیچھے جمعہ پڑھا ہو تو اس کا اعادہ نہ کرے ۔ فقط

امام کا جماعت شروع کرنے میں کسی کا انتظار کرنا

سوال :۔ جو امام مسجد ایسا ہو کہ جس وقت تک مسجد میں ایک یا دو شخص مخصوص نہ آجاویں چاہے جماعت کا وقت معمولہ بھی گذرنے کے قریب ہو اور وقت میں بھی تاخیر ہوتی ہو مگر اپنے دنیاوی نفع کے باعث یا تعلقات کے سبب سے اُن اشخاص کا انتظار کرے اور بغیر ان کے جماعت میں تاخیر کرے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے ؟

جواب :۔ اگر بوجہ دنیا کے کسی دنیا دار رئیس کا انتظار کرتا ہے اور حاضرین کی رعایت نہیں کرتا تو امام و مکبر گناہ گار ہیں مگر نماز اُس کے پیچھے ہو جاتی ہے ۔

---

[1] کیونکہ یہ کفر ہے اس کی اقتداء جائز نہیں ۔ درمختار ۳ ۔

کسی شخص کی یہ خواہش کہ امام اس کی وجہ سے جماعت میں تاخیر کرے

سوال :۔ کوئی متولی مسجد یا خادم مسجد ایسا کہتا ہو کہ جب تک ہم اس مسجد میں نہ آجاویں جماعت نہ کھڑی ہو بلکہ بعض مرتبہ اگر کوئی اجنبی شخص وقت نماز معمولہ مسجد میں بعد میں آجائے امام کے مصلیٰ پر تکبیر جماعت کے واسطے کہہ دے تو وہ متولی مسجد خفا ہو اور کہے کہ تو نے میری تکبیر اولیٰ قضا کرا دی ابھی تو وقت بھی نہ تھا تو نے بغیر ہمارے تکبیر کیوں کہی تو ایسا متولی یا حافظ یا عالم کہ جس نے نماز کو اپنے قبضہ میں کیا ہو نہ کہ متولی پابند نماز ہو تو ایسا شخص گناہگار یا نہیں ؟

جواب :۔ جو ایسا شخص متولی ہو کہ اپنے واسطے ایسی تاکید کرے اور تاخیر کرے وہ گناہ گار ہے اور ایسوں کا انتظار بھی درست نہیں ہاں عوام مسلمین کا انتظار درست ہے۔ بشرطیکہ دوسروں کو جو حاضر ہو چکے ہیں تکلیف نہ ہو اور وقت بھی مکروہ نہ آجائے۔ مگر رئیس اور دنیا داروں کا انتظار نہ کرے۔ وقت پر جب سب یا اکثر حاضر ہو گئے تو نماز پڑھ لیوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

امام یا واعظ کا اپنی اجازت کے بغیر امامت یا وعظ نہ کرنے دینا

سوال :۔ امام مسجد کو یا واعظ مسجد کو اختیار ہے کہ کسی کو بغیر اجازت کے امام جماعت اولیٰ نہ بننے دے یا واعظ اور کسی واعظ کو اپنی مسجد مقبوضہ میں وعظ نہ کہنے دے ایسا مختار ہونا حدیث شریف سے ثابت ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ امام مسجد اور مواعظ اگر کسی کو امام نہ ہونے دے وعظ نہ کہنے دے کسی مصلحت شرعیہ اور رفع فساد کے واسطے تو درست ہے کہ انتظام کی بات ہے دوسرے شخصوں کو بھی اس کی رعایت چاہیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے کہ دوسرے کی جگہ میں بدوں اذن کے امام نہ بنے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قبرستان میں نماز باجماعت ہو تو سترہ کس کے لئے ضروری ہے

سوال :۔ قبرستان میں اگر کوئی شخص امامت کرے اور پیش نظر اس کے کوئی قبر ہو تو سترہ کر لیوے مگر پیش نظر مقتدیوں کے قبر ہو تو نماز مقتدیوں کی جائز ہو گی یا نہیں اور سترہ امام کا اس صورت میں مقتدیوں کو کافی ہو گا یا نہیں ؟

جواب :۔ قبرستان میں نماز پڑھے تو سب کے واسطے امام اور مقتدی کو سترہ کی حاجت ہے۔ سترہ امام کا مقتدی کو کافی ہونا مرد و حیوان اور انسان کے واسطے ہے اور قبور کا حضور مشابہ بشرک و بت پرستی کے ہے اس میں کافی نہیں ہے ہر ہر نمازی کے سامنے پردہ واجب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

نوافل کی جماعت کا مسئلہ

سوال :۔ نوافل کو باجماعت ادا کرنا اور بالخصوص رمضان المبارک میں تہجد اور اوابین کو جماعت سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ جماعت نوافل کی سوائے ان مواقع کے کہ حدیث سے ثابت ہیں مکروہ تحریمہ ہے۔ فقہ میں لکھا ہے کہ اگر تداعی ہو اور مراد تداعی سے چار آدمی مقتدی کا ہونا ہے۔ پس جماعت صلوٰۃ کسوف تراویح استسقاء کی درست اور باقی سب مکروہ ہیں۔ کذا فی کتب الفقہ ۔

جماعت ثانیہ کا حکم

سوال :- جماعت دوسری کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ اور دوسری جماعت کے ہوتے ہوئے اکیلے نماز پڑھنا کیسا ہے ؟

جواب :- جماعت دوسری کرنا اس مسجد محلہ میں جہاں نمازی معین ہیں مکروہ ہے تنہا نماز پڑھنا بہتر ہے دوسری جماعت کی شرکت سے اگر فساد ہونے کا اندیشہ ہو تو وہاں نہ پڑھے دوسری جگہ چلا جاوے۔

جماعت ثانیہ کا حکم

سوال :- مسجد میں ایک مرتبہ نماز جماعت اولیٰ کے ساتھ ہوگئی۔ اب تھوڑی دیر کے بعد نمازی اور جمع ہو گئے تو اب جو دوسری جماعت کی جاوے تکبیر پڑھی جاوے یا نہیں ؟ اور اسی مصلی پر یہ دوسرا امام کھڑا ہو جہاں کہ پہلا کھڑا تھا یا دوسری جگہ فاصلہ دے کر ؟

جواب :- مسجد محلہ میں دوسری جماعت مکروہ ہے، ثواب جماعت کا اس میں نہیں ملتا۔ فقط

جماعت ثانیہ کا حکم

سوال :- جماعت ثانی مسجد میں درست ہے یا نہیں ؟

جواب :- جماعت مسجد محلہ میں دوبارہ کرنا مکروہ ہے منفرد پڑھنا بلا کراہت۔ فقط

مسجد میں الگ نماز پڑھ کر جماعت کرنے کا مسئلہ

سوال :- مسجد میں نماز الگ پڑھ کر بعد کو ایک شخص کے ہمراہ نماز پڑھ لینا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :- ظہر اور عشاء میں درست ہے۔ فقط

رمضان المبارک میں تہجد کی جماعت کا حکم

سوال :- بعض قصبات میں رواج ہے کہ رمضان شریف میں بعض حفاظ نماز تہجد میں باہم قرآن شریف سنتے سناتے ہیں اور دو چار آدمی اور بھی جماعت میں شریک ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے گھر جا کر جگاتے ہیں اور کسی روز بے اطلاع سب مسجد میں جمع ہو جاتے ہیں سو یہ جماعت درست ہے یا نہیں ؟

جواب :- نوافل کی جماعت تہجد ہو یا غیر تہجد سوائے تراویح وکسوف و استسقاء کے اگر چار مقتدی ہوں تو حنفیہ کے نزدیک مکروہ تحریمہ ہے خواہ خود جمع ہوں خواہ بطلب آویں اور تین میں اختلاف ہے اور دو میں کراہت نہیں۔ کذا فی کتب الفقہ واللہ تعالیٰ اعلم

وقت مقررہ سے پہلے کی جماعت کا حکم

سوال :- اگر کچھ لوگ قبل وقت معین اور امام معین کے جماعت کر لیویں۔ بعدہ کچھ نمازی جماعت بعد کو مع امام معین کے کریں تو جماعت اولیٰ کون سی ہوگی ؟

جواب :- اگر چند لوگ وقت معینہ سے پہلے اور امام معین سے الگ اپنی جماعت کر لیں تو اس سے جماعت معہودہ معمولہ

قوم میں کراہت نہ آوے گی اور یہی جماعت اولیٰ شمار ہو گی۔

مقررہ وقت سے پہلے تکبیر کہنا

سوال :۔ اگر وقت کی وسعت ہو اور چند آدمی وضو کرتے ہوں اور ایک شخص جلدی کر کے معہ چند آدمیوں کے تکبیر کہہ کر نماز شروع کر دے اور یہ لوگ کوئی تکبیر اولیٰ سے رہ جائے، کوئی رکعت سے رہ جاوے تو تکبیر کہنے والا گناہگار ہو گا یا نہیں ؟

جواب :۔ اگر وقت کے اندر وسعت ہے اور کوئی ضرورت شرعی بھی نہیں ہے تو ایسے وقت میں تکبیر کا کہنا اگرچہ گناہ نہیں مگر مستحسن بھی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض وقت مسجد میں تشریف لاتے اور قلت لوگوں کی دیکھتے تو کچھ اقامت صلوٰۃ میں توقف فرماتے تھے۔ لہٰذا انتظار کر لینا بہتر ہے۔ بشرطیکہ پہلے آنے والوں کو کوئی حرج نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مقررہ وقت جماعت سے پہلے جماعت کرنا

سوال :۔ جماعت کے اوقات معینہ کے قبل اگر کچھ لوگ جماعت کر لیں خواہ معینہ جماعت کے یہ لوگ ہوں خواہ باہر کے تو ان کی جماعت ہو گی یا معینہ اوقات والوں کی ؟

جواب :۔ مسجد محلہ میں حق امام و مؤذن و اہل محلہ کا ہے اور جماعت کرنا ان کو ہی لائق ہے۔ لہٰذا اگر دوسرے لوگ جماعت کریں گے تو ثواب جماعت کا نہ ہو گا اور جماعت اہل محلہ کی ہووے گی۔ اگر ان کو جلدی ہے تو دوسری جگہ جا کر جماعت کر لیوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اور اگر یہ بھی اسی محلہ کے ہیں اور چند آدمی ہیں جب بھی یہی حکم ہے۔ فقط

کسی کی تکبیر اولیٰ فوت ہو جائے یا نماز قضا ہو جائے تو اس کی تلافی

سوال :۔ ایک شخص جماعت کا بلکہ تکبیر اولیٰ کا پابند ہے اب اتفاقاً اس کو کسی وقت تکبیر اولیٰ نہیں ملی اور وقت میں بھی اس قدر گنجائش نہیں ہے کہ دوسری مسجد میں جا کر شریک تکبیر اولیٰ ہو۔ اب مجبوراً اس کو مسبوق ہونا پڑا۔ اب وہ یہ چاہتا ہے کہ میں کوئی کام ایسا کروں تاکہ مجھ کو دنیا و مافیہا کے برابر ثواب ہو جاوے جس سے میں سمجھ لوں کہ گویا میری تکبیر اولیٰ گئی ہی نہیں تو وہ کون سا ایسا کام کرے کہ جس سے تکبیر اولیٰ کے جانے کی تلافی ہو جاوے اور اگر نماز قضا ہو جاوے تو سوائے نماز کے اور کون سا کام ایسا کرے جس سے اس کے ثواب کی تلافی ہو جاوے گویا نماز قضا ہوئی ہی نہیں۔ فقط

جواب :۔ نیت سے ثواب تکبیر اولیٰ کا مل گیا ہے اور قضا نماز کرنے سے تلافی فوت صلوٰۃ کی ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

امام کو قعدہ میں پا کر دوسری مسجد میں نماز کے لئے جانا

سوال :۔ ایک شخص مسجد میں آیا حالت جماعت میں جب تک وضو کیا امام نماز ختم کر کے قعدہ میں تھا وہ شریک قعدہ

نہیں ہُوا۔ دوسری مسجد میں پوری جماعت کے واسطے چلا گیا۔ لہٰذا اس مسجد سے نکلنے اور شریک جماعت نہ ہونے سے گناہ گار ہوگا یا نہیں ؟

جواب :۔ اس نماز کو چھوڑ کر دوسری جگہ جانا گناہ ہے۔ گویا اعراض کیا صلوٰۃ سے۔ لہٰذا اس صلوٰۃ میں شریک ہونا چاہیئے کہ صورت اعراض نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فجر کی سنتیں فرض کے بعد پڑھنے کا مسئلہ

سوال :۔ بعد تکبیر فرض فجر کے شریک جماعت ہو جاوے یا سنت پڑھ کر در صورت پڑھنے کے کس جگہ خارج و غائب مسجد یا داخل مسجد اور در صورت شریک جماعت ہو جانے کے بعد فرض کے سنت پڑھے یا نہیں ؟

جواب :۔ اگر جگہ سنت پڑھنے کی پردہ میں نہیں تو شریک فرض کی جماعت کا ہو جاوے۔ شرط ادا سنت کی ایسی حالت میں یہ ہے کہ پردہ سے پڑھے اور ایک رکعت امام کے ساتھ پالیوے اور جماعت کے روبرو کھڑے ہو کر پڑھنا سخت معصیت ہے اور جب یہ سنت رہ گئی تو بعد فرض کے کہیں بھی نہ پڑھے بلکہ اگر پڑھنا ہے تو بعد طلوع شمس کے پڑھے کہ نفل ہو جائیں گے۔ بعد فرض فجر کے نفل کو مطلقاً منع حدیث میں فرمایا ہے۔ یہ مسئلہ بھی مختلفہ ہے۔ فقط

مغرب کی نماز میں تیسری رکعت پانے والا باقی نماز کس طرح ادا کرے

سوال :۔ ایک شخص نماز مغرب میں تیسری رکعت میں شریک ہُوا اور وہ رکعت کامل امام کے ساتھ اس کو ملی۔ بعد سلام امام کے مقتدی کھڑا ہو کر دو رکعت پڑھ کر بیٹھا اور التحیات اور درود وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرا اور اول رکعت میں تشہد میں نہیں بیٹھا۔ اکثر لوگ اس طریقہ کو پسند کرتے ہیں اور اکثر دوسرے طریقہ کو وہ یہ کہ امام کے سلام کے بعد کھڑا ہو کر ایک رکعت پڑھ کر تشہد میں بیٹھے پھر دوسری رکعت پڑھ کر سلام پھیرے۔ ان دونوں طریقوں میں کون سا طریقہ صحیح و درست ہے۔ اگر دونوں صحیح ہیں تو افضل کون سا ہے۔ جواب بہت جلد مدلل بالقرآن و حدیث و فقہ تحریر فرمائیں اور وہ رکعت معہ قرأت کے پڑھے یا نہیں اور قرأت سرًا پڑھے یا جہرًا۔ بینوا توجروا

جواب :۔ بعد سلام امام کے مقتدی کھڑا ہو کر الحمد سے سورت ملا کر رکعت پوری کرے اور اس میں التحیات پڑھے درود نہ پڑھے پھر دوسری رکعت میں الحمد سورت کے ساتھ پڑھ کر التحیات معہ درود پڑھے۔ پھر سلام پھیرے۔ یہی طریقہ جائز و درست ہے اور سوائے اس کے درست نہیں اور قرأت خواہ سرًا پڑھے یا جہرًا اختیار ہے۔ فقط

مقیم نے مسافر کی اقتداء کی تو باقی نماز کس طرح ادا کرے ؟

سوال :۔ مثلاً نماز ظہر وغیرہ میں مسافر کی مقیم نے اقتداء کی اور فقط قعدہ یا ایک رکعت کو پایا اب باقی رکعتوں میں قرأت کا کیا حکم ہے۔ فقط

جواب :۔ فقط قعدہ ملنے کی صورت میں اول رکعت میں قرأت نہ پڑھے اور اخیر رکعتوں میں پڑھے اور رکعت ثانی سے تیسری اور چوتھی بلا قرأت پڑھے اس واسطے کہ لاحق ہو کر مسبوق ہوا اور لاحق کے ذمہ قرأت نہیں بخلاف مسبوق کے۔ چنانچہ درمختار میں واقع ہے :۔

ثم صلی ما نام فیہ بلا قراءۃ ثم ما سبق بہ بہا ان کان مسبوقا - واللہ تعالیٰ اعلم - کتبہ سراج الدین فرخ آبادی

الجواب صحیح بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ -

امام کے ساتھ جماعت میں کب تک شریک ہو سکتا ہے ؟

سوال :- ایک شخص نے بحوالہ حضرت مولانا مولوی احمد علی صاحب مرحوم بیان کیا کہ مولوی صاحب ممدوح فرماتے تھے کہ اگر امام کے السلام علیکم و رحمۃ اللہ کہنے سے پیشتر مقتدی اقتداء امام کی کرے تو اقتداء درست ہے - آیا یہ مسئلہ آپ کی تحقیق میں درست ہے یا نہیں ؟

جواب :- جواب مولوی احمد علی صاحب مرحوم کا درست ہے خروج عن الصلوٰۃ السلام کی میم کہنے پر ہوتا ہے نہ قبل تلفظ میم - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اذان کہہ کر لوگ نہ آئیں تو مؤذن کہاں نماز پڑھے ؟

سوال :- خالی مسجد میں اذان کہہ کر بعد انتظار علیحدہ نماز پڑھ لے تو ثواب جماعت کا ہو گا یا نہیں ؟ یا کسی اور مسجد میں جاکر جماعت سے نماز پڑھ لے -

جواب :- جس مسجد میں اذان کہی ہے اُسی میں نماز پڑھنی چاہیئے دوسری مسجد میں نہ جاوے[1] - فقط

غیر آباد مسجد میں نماز کا حکم

سوال :- جس مسجد میں جماعت ہوتی ہے اس میں نماز پڑھنا افضل ہے یا جس مسجد میں جماعت نہیں ہوتی اس میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے یا نہیں ؟

جواب :- اگر اس غیر آباد مسجد میں جاکر اذان و تکبیر سے اپنی الگ نماز پڑھ لے تو بہتر ہے - امید ہے کہ اس کی وجہ سے وہاں جماعت ہونے لگے - فقط

مستقل تارک جماعت کو کیا کہیں گے

سوال :- تارک جماعت فاسق معلن ہے یا نہیں ؟

جواب :- جو شخص ترک جماعت ہمیشہ بلا عذر کرتا ہے وہ فاسق معلن ہے اور جو احیاناً یا لوجہ عذر ترک کرتا

---

[1] ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مسجد میں ہو اور نماز کے لئے اذان دی جائے تو تم میں سے کوئی مسجد سے نہ نکلے حتیٰ کہ نماز پڑھ لے (اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے)

[2] عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپؐ فرماتے تھے کہ تیرے رب کو اس بات سے خوشی ہوتی ہے کہ ایک شخص پہاڑ کے کنارے پر بکریاں چرا رہا ہو - نماز کے لئے اذان دیتا ہو اور نماز پڑھ لیتا ہو تو اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ میرے اس بندہ کو دیکھو کہ اذان دیتا ہے نماز کو قائم کرتا ہے مجھ سے ڈرتا ہے - لہٰذا میں نے اپنے بندہ کو معاف کر دیا اور اس کو جنت میں داخل کر دیا - (اس کو احمد، نسائی، ابو داؤد نے روایت کیا ہے - ۱۲)

ہو وہ نہیں ہے۔

نابالغ لڑکے صف میں کہاں کھڑے ہوں

سوال:۔ نابالغوں کو صف اول میں کھڑا ہونا درست ہے یا نہیں ؟

جواب:۔ نابالغ اگر ایک ہو تو اس کو صف کے ایک طرف کھڑا ہونا چاہیئے۔ زیادہ ہوں تو پیچھے کھڑے ہوں صف کے بیچ کھڑے ہونے کا حکم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک بالغ مقتدی کے ساتھ کتنی نابالغ مقتدی کیسے کھڑے ہوں؟

سوال:۔ جماعت میں ایک مقتدی بالغ ہو اور باقی لڑکے نابالغ ہوں تو کس طرح کھڑے ہوں ؟

جواب:۔ سب لڑکے مقتدی کے پاس کھڑے ہوں اگر قریب بلوغ ہوں اور سب چھوٹے ہوں تو مقتدی امام کے برابر اور لڑکے پیچھے کھڑے ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بدعتیوں کی مسجد میں نماز نہ پڑھنا

سوال:۔ ایسی مسجد میں کہ لوگ وہاں بدعات و ممنوعات وغیرہ مثلاً تثویب بعد اذان کہتے ہوں جانا اور نماز جماعت میں شریک ہونا چاہیئے یا نہیں ؟ کیونکہ حضرت عبداللہ ابن عمر و حضرت علی رضی اللہ عنہم ایک مسجد میں تثویب سن کر چلے آئے تھے اور فرمایا تھا کہ نکلو اس بدعتی کی مسجد سے۔ چنانچہ ترمذی شریف اور فتح القدیر و بحر الرائق وغیرہ میں ہے۔ روی عن مجاھد قال دخلت مع عبداللہ بن عمر مسجدا وقد اذن فیہ فثوب المؤذن فخرج عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ من المسجد وقال اخرج بنا من ھذا المبتدع[1]۔

اور فتح القدیر بحر الرائق عینی شرح کنز وغیرہ میں ہے۔ روی عن علی رضی اللہ عنہ رای مؤذنا یثوب فی العشاء فقال اخرجوا ھذا المبتدع من المسجد[2]۔

جواب:۔ یہ بدعت فی العمل تھی اگرچہ گناہ ہے اور ایسے شخص کے پیچھے نماز اولیٰ نہیں۔ مگر چونکہ اس زمانہ میں اتقی الناس بہت تھے اور جگہ جگہ ایسے شخص متقی کا اقتداء حاصل ہو سکتا تھا اور کوئی حرج نہ تھا تو آپ چلے آئے مگر اب یہ امر نہیں تو ایسے جزوی امور پر تشدد مناسب نہیں۔ خود حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حجاج کے پیچھے نماز پڑھی تھی جب مدینہ میں آیا تھا حالانکہ وہ فاسق تھا۔ لہٰذا اب بھی ایسے نازک وقت میں جزوی امور پر ترک جماعت کرنا موجب زیادہ نزاع کا ہے اس سے پرہیز رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] اور مجاہد سے روایت ہے کہ میں عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا جس میں اذان ہو چکی تھی اور مؤذن نے تثویب کی (یعنی لوگوں کو نماز کے لئے دوبارہ بلایا) تو عبداللہ ابن عمرؓ مسجد سے نکل گئے اور فرمانے لگے ہمیں اس بدعتی کے پاس سے نکالو۔

[2] حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے مؤذن کو عشاء کی نماز میں تثویب کرتے دیکھا تو فرمایا اس بدعتی کو مسجد سے نکال دو۔

بعد نماز سر پر ہاتھ رکھ کر پڑھنے کا وظیفہ

سوال :۔ بعض لوگوں کو بندہ نے اکثر دیکھا ہے کہ بعد نماز فرضوں کے ہاتھ سر پر رکھ کر دعائیں پڑھتے ہیں ارشاد فرمائیں کہ وہ کیا دعائیں ہیں ؟ فقط

جواب :۔ بعد فرض کے مقدم راس پر ہاتھ رکھ کر یہ دُعا پڑھے بسم اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم اللھم اذھب عنی الھم والحزن ۔ اس کی تصحیح کسی عالم سے کرالینا زیر و زبر کی درستی وہ کر دیویں گے ۔ فقط والسلام

دھوبی کے پاس سے کپڑا بدل کر آنے کا مسئلہ

سوال :۔ کسی کا کپڑا دھوبی کے پاس سے جاتا رہے اور وہ دھوبی کسی کا کپڑا اس کو بدل کر دیدے اس کپڑا کو لینا اور اس سے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ اگر کپڑا دھوبی کے یہاں بدل گیا تو اگر اپنا کپڑا اچھا ہے اس کپڑے سے یا مساوی ہے اس سے نماز پڑھنا اور استعمال کرنا اس کا درست ہے اور اپنا خراب تھا یہ اچھا آیا تو درست نہیں۔ بعد تحقیق تمام اگر نشان نہ لگے تو خود حاجت مند ہے تو استعمال کرے ورنہ صدقہ کر دیوے ۔

امامت تراویح یا فرائض کے لئے عمر کا تعین

سوال :۔ اگر حافظ بلا اُجرت کا واسطے تراویح رمضان کے قرآن سنانے کو نہ ملے اور حافظ نابالغ بلا اُجرت کا ملے تو اس نابالغ کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ دیگر یہ کہ امامت فرائض یا تراویح کے واسطے کم از کم کتنی عمر کا امام ہو سکتا ہے کیا جب تک کہ اس کو احتلام ہوا ہو ؟

جواب :۔ نابالغ کی امامت حسب اصل مذہب درست نہیں اس لئے ایسے موقع میں سورت سے تراویح پڑھ لیں۔ پندرہ سالہ لڑکا قابل امامت ہے۔ اگرچہ کوئی علامت اس میں ظاہر نہ ہو۔

بدعتی کے پیچھے جو جمعہ پڑھا جائے اس کا اعادہ کیوں نہ کیا جائے

سوال :۔ والا نامہ سابقہ میں حضور نے تحریر فرمایا ہے کہ بدعتی کے پیچھے کی نماز کا اعادہ اولی ہے اور اس عریضہ سے پہلے عریضہ کے جواب میں نمازِ جمعہ کے اعادہ کو منع فرمایا لہٰذا اس کا کیا مطلب ہے ؟ کیا ظہر اس کا اعادہ نہیں ہے یا دیگر ہی اوقات کا اعادہ ہے ۔

جواب :۔ بدعتی کے پیچھے کی نماز کا اعادہ اس صورت میں ہے کہ اس نماز کے بعد اسی قسم کے نوافل مکروہ نہ ہوں اور جمعہ کا اگر اعادہ کیا جائے گا تو بوجہ اشتراط جماعت وخطبہ وغیرہا جمعہ ادا نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا جمعہ کا اعادہ نہیں ۔ فقط

ڈاڑھی منڈانے والے کی امامت

سوال :۔ ڈاڑھی منڈانے والے امام کے پیچھے نماز فجر وعصر کی پڑھ کر اعادہ نماز کرنا اولی ہے یا نہ کرنا

اعادہ کا اولیٰ ہے ۔ فقط

جواب :۔ فاسق کا امام بنانا حرام ہے اور اس کے پیچھے اگر کوئی نماز پڑھے تو بکراہت تحریم ادا ہوجاتی ہے اور اگر اُس کا ثبوت کفر ہو جائے تو ہرگز نماز نہیں ہوتی ۔ اول تو اس کے پیچھے نہ پڑھے اور اگر پڑھ ہی لے تو اعادہ کر لینا اچھا ہے۔ بعض فقہاء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عصر اور فجر کے بعد بھی جائز ہے ۔

جس شخص کے یہاں پردۂ شرعی نہ ہو اس کی امامت

سوال :۔ مسئلہ جس شخص کے یہاں پردہ نہ ہو وہ امامت کے قابل ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ جس کے یہاں پردہ شرعی نہ ہووے اس کی امامت درست نہیں ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قاتل کی امامت

سوال :۔ خونی قتل کرنے والے کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ خونی نے اگر اپنے فعل سے توبہ کر لی ہے تو اس کے پیچھے نماز درست ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ملفوظات

(۱) الزاق مناکب والقدم سے اتصال صفوف ومحاذات اعضاء مراد ہے اور جو حقیقت لحوق مراد ہو تو کعب با کعب کس طرح متصل ہو سکتا ہے کہ آدمی اوپر سے عریض قدم کے پاس سے دقیق اگر اقدام کو فراخ کرے اور پھیلا کر رکھے تو خشوع کے خلاف اور موجب کلفت کا ہے اور حکم تراصوا فی الصفوف دلیل محاذات اور اتصال صفوف ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

(۲) جو شخص رسوم کفار کا پابند ہو اور شریک ہو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) جماعت ثانیہ مکروہ ہے لہٰذا علیحدہ پڑھ لینا اولیٰ ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) نماز اس امام کے پیچھے ادا ہو جاتی ہے اگرچہ وہ طمع دنیا رکھتا ہے اس کے پیچھے پڑھ لینا چاہیئے ۔ جدا پڑھنے سے بہر حال بہتر ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باب سنتوں اور نفلوں کا بیان

فجر کی سنتیں قبل طلوع آفتاب پڑھنا

سوال :۔ صبح کو بعد فرائض کے اگر دو سنتیں اوّل کی رہ گئی ہوں تو قبل طلوع آفتاب پڑھ لے یا نہیں ؟ اس میں آپ کی رائے شریف کیا ہے اور سوائے قول امام صاحبؒ کے آپ کو حدیث سے کیا ثابت ہوا آیا پڑھنا یا نہ پڑھنا ؟

جواب :۔ بندہ کے نزدیک سب احادیث جمع کر کے راجح نہ پڑھنا ہے کہ حجت اس کی قوی ہے ۔

فجر کی سنتیں بعد طلوع آفتاب پڑھ سکتے ہیں یا نہیں ؟

سوال :۔ فجر کی سنت اگر قبل از فرض ادا نہ ہوئی ہوں تو بعد طلوع آفتاب کے اُن کا ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ بعد طلوع آفتاب اگر سنن ادا کرے تو اولیٰ ہے کوئی ضروری نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عیدین کے روز اشراق و چاشت کا پڑھنا

سوال :۔ عیدین کے روز نماز اشراق اور چاشت پڑھنا چاہیئے یا نہیں؟ پڑھنے کی حالت میں تو کچھ حجت نہیں۔ اگر نہ پڑھنے کا حکم ہے تو اس کی لِم کیونکر اور کس طرح پر ہے ؟

جواب :۔ قبل عیدین نوافل ثابت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تہجّد و اشراق کی قضاء کا مسئلہ

سوال :۔ آج کی تاریخ سے ذکر موافق معمول سابق کرتا ہوں جب بیمار ہوا تھا تب سے اکثر اوقات لیٹ کر ذکر خفی کیا نہ حضور قلب ہوا نہ وضو رہتا تھا بلکہ فقط لفظ اللہ زبان سے کہہ دیتا تھا لہٰذا ذکر بے وضو میں حصول مقصد میں تو کچھ دیر نہیں ہوتی۔ ایک روز نماز تہجد و اشراق بھی قضا ہوئی۔ اس کی قضا ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ قضا نہ تہجد کی واجب ہے نہ چاشت اشراق کی نہ ذکر کی مگر اس قدر نوافل یا مقدار ذکر دوسرے وقت پورے کر لئے جاویں تو مستحب اور ثواب سے خالی نہیں ہے۔ فقط

صلوٰۃ التسبیح کے قومہ میں ہاتھ باندھیں یا کھلے رکھیں

سوال :۔ صلوٰۃ التسبیح میں قومہ میں ہاتھ باندھ کر تسبیح پڑھنا اولیٰ ہے یا ہاتھ کھول کر ؟

جواب :۔ ہاتھ کھول کر پڑھنا چاہیئے۔ فقط

ظہر و مغرب کی نوافل کا ثبوت

سوال :۔ نماز نفل دو رکعت جو فرضوں کے بعد وقت ظہر اور وقت مغرب پڑھے جاتے ہیں اس کا ثبوت کس کتاب حدیث یا فقہ سے ہے ؟

جواب :۔ بعد فرض ظہر و مغرب کے دو رکعت سنت موکدہ ہیں جملہ احادیث سے ثابت ہیں جو کتب فقہ میں مذکور ہیں اور ماسوائے اس کے جو نوافل ہیں وہ مشروع ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کے بعد کی رکعات

سوال :۔ بعد جمعہ کے رکعت مسنون ہیں ؟

جواب :۔ چھ رکعت چار ایک سلام اور دو ایک سے۔ فقط

سنتوں کے بعد قضاء عمری کا پڑھنا

سوال :۔ فجر و ظہر کی سنتوں کے بعد قضاء عمری میں نماز نفل پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور نماز قضاء عمری اور فجر کی

سنتوں کا اندھیرے میں پڑھنا کہ جہاں سجدہ کی جگہ نہ دکھتی ہو یعنی اول وقت پڑھنا جائز ہے یا نہیں یا مکروہ ؟

جواب :۔ سنتوں کے بعد قضاء و نفل درست ہے مگر اولیٰ یہ ہے کہ سنت و فرض کے درمیان اور کچھ فاصلہ نہ ہو۔ ایسے ہی بعد کی سنتیں۔ اولیٰ یہ ہے کہ فرضوں کے ساتھ متصل پڑھے ۔ فقط

عشاء کے بعد کی نوافل کس طرح پڑھے ؟

سوال :۔ ایک شخص دریافت کرتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کے بعد نفل بیٹھ کر پڑھے ہیں یا کھڑے ہو کر ؟

جواب :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کے نفل ادا فرمائے مگر اور جو شخص بیٹھ کر پڑھے تو اس کو نصف[1] ثواب ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

وتر کے بعد کے نوافل کس طرح پڑھے

سوال :۔ وتر کے بعد جو دو نفل پڑھتے ہیں وہ کھڑے ہو کر پڑھے یا بیٹھ کر اور ان دونوں صورتوں میں سے ثواب کس میں ہے ؟ بحالت بیٹھ کر پڑھنے کی کیا وجہ ہے کہ ان نوافل سے ثواب کو کھڑے ہو کر نفل جو پڑھے جاویں اُن پر ترجیح ہو ؟

جواب :۔ اگر کھڑے ہو کر پڑھے گا تو پورا ثواب ہو گا اور اگر بیٹھ کر پڑھے گا تو آدھا ثواب ملے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مرتبہ بیٹھ کر پڑھے ہیں مگر آپ کو بیٹھ کر پڑھنے میں بھی ثواب پورا ہوتا تھا ۔ فقط

تہجد کی رکعات

سوال :۔ تہجد میں کتنی رکعت ہیں کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ ؟

جواب :۔ تہجد میں کم از کم دو رکعت سنت ہے اور زیادہ سے زیادہ جس قدر پڑھ لے درست ہیں ۔ مگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے علاوہ وتر آٹھ رکعت سے زیادہ ثابت نہیں ہیں ۔ فقط

ملفوظات

(۱) تہجد کا کوئی طریق خاص نہیں ۔ آپ کی عادت تھی کہ بعد نصف شب کے اُٹھتے اور وضو کر کے اول دو رکعت خفیفہ پڑھ کر پھر دو رکعت کی نیت کر کے قرآن کثیر اس میں پڑھتے تھے ۔ گاہ آٹھ رکعت یہ اکثر ہوا۔ گاہ دس رکعت گاہ چھ رکعت اور بعد رکعات تہجد کے وتر پڑھتے تھے ۔ فقط جب تکبیر فجر کے فرض کی ہو تو سنت چھوڑ کر فرض میں شریک ہو جاوے ۔ مگر جو سنت کو ایسی جگہ پڑھ سکے کہ سب کی نظر سے غائب ہو اور جماعت کی ایک رکعت بھی مل جائے

---

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ تمہاری نماز بیٹھے ہوئے اُس کے کھڑے ہوئے نماز کے نصف کے برابر ہے۔ اس کو مؤطا میں امام مالک نے روایت کیا ہے ۔

تو سنت پڑھ کر شریک ہو۔ مسجد میں سنت ہرگز نہ پڑھے اور سنت رہ جاویں تو بعد آفتاب چڑھنے کے چاہے پڑھ لیوے ورنہ ضرورت نہیں۔ جہاں جمعہ درست ہے وہاں احتیاط ظہر کی کچھ حاجت نہیں اور جہاں جمعہ درست نہیں وہاں فرض ظہر کے جماعت سے پڑھے جمعہ نہ پڑھے۔ انگریز کی عملداری جمعہ کو مانع نہیں۔ مراد آباد میں جمعہ درست ہوتا ہے۔ احتیاطاً ظہر نہ پڑھو۔ فقط والسلام

(۲) بعد وتر نفل کھڑے ہو کر پڑھنا زیادہ ثواب ہے بہ نسبت بیٹھ کر پڑھنے کے اور مالابد کی اس روایت کا اعتبار نہیں ہے۔

باب تراویح کا بیان

تراویح کے رکعات کی تعداد پر مفصّل بحث (یعنی رسالہ تراویح)

سوال :۔ صلوٰۃ تہجد اور صلوٰۃ تراویح دو نماز ہیں یا ایک اور صلوٰۃ تراویح کی جو بیس رکعت پڑھتے ہیں آیا یہ مسنون ہیں یا بدعت اور قرونِ ثلثہ میں سے کسی عالم کی رائے بست رکعت کے بدعت ہونے کی ہوئی ہے یا نہیں اور ائمہ مجتہدین کا اس میں کیا مذہب ہے۔ بینوا و توجروا۔

جواب :۔ حامداً و مصلیاً اقول و باللہ التوفیق کہ نماز تہجد اور نماز تراویح ہر دو صلوٰۃ جداگانہ ہیں کہ ہر دو کی تشریح اور احکام جدا ہیں کہ تہجد ابتداء اسلام میں تمام امت پر فرض ہوا اور بعد ایک سال کے تہجد کی فرضیت منسوخ ہو کر تہجد تطوعاً رمضان و غیر رمضان میں جاری رہا۔ قال اللہ تعالیٰ یٰایہا المزمل قم الیل[1] الآیہ۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں حدیث طویل میں کہ تہجد بعد فرض ہونے کے نفل ہو گیا۔ چنانچہ ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ قال قلت حدثینی عن قیام اللیل قالت الست تقرأ یایہا المزمل قال قلت بلی قالت فان اول ہذہ السورۃ نزلت فقام اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی انتفخت اقدامہم وحبس خاتمتہا فی السماء اثنی عشر شہرا ثم نزل اٰخرہا فصار قیام اللیل تطوعا بعد فریضۃ[2] الی اٰخر الحدیث۔

اس سے ثابت ہوا کہ تہجد قبل ہجرت ابتداء اسلام میں تطوعاً شروع ہو چکا تھا اور اس پر سب صحابہ تطوعاً رمضان

---

[1] اے چادر اوڑھنے والے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) جاگ رات میں۔

[2] کہا راوی نے عرض کی میں نے (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں) حدیث بیان کیجئے مجھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام لیل کے بارہ میں فرمایا حضرت عائشہؓ نے کیا نہیں پڑھتا تو یا ایہا المزمل۔ کہا عرض کی میں نے ہاں پڑھتا ہوں فرمایا جب اول اس سورت کا نازل ہوا تو صحابہ آنحضرتؐ نے قیام لیل کا کیا یہاں تک کہ ورم آ گیا اُن کے قدموں پر اور روک لیا اللہ تعالیٰ نے خاتمہ اس سورت کا آسمان میں بارہ مہینہ تک پھر نازل ہوا آخر اس کا اور قیام لیل فرض سے نفل ہو گیا۔

وغیرہ رمضان میں عملدرآمد رکھتے تھے اور تراویح کا اس وقت میں کہیں وجود نہیں تھا۔ پھر بعد ہجرت کے جب صوم رمضان فرض ہوا تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور اس میں یہ فرمایا جعل اللہ صیامہ فریضۃ وقیامہ تطوعاً[1] الی آخر الحدیث۔ اس روایت کو مشکوٰۃ نے بیہقی سے نقل کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیام رمضان اس وقت تنفلاً مقرر ہوا اور اس سے یہ سمجھنا کہ تہجد جو سابق سے تطوع تھا اس کا ذکر فرمایا ہے بعید ہے۔ کیونکہ اگر یہ مقصود ہوتا تو اس طرح فرماتے کہ نماز تہجد اب بھی نفل ہی ہے یا مثل اس کے کچھ الفاظ فرماتے۔ اس واسطے کہ تہجد پہلے سے رمضان میں جاری تھا۔ پھر اب اس کا ذکر کرنا کیا ضروری تھا۔ جیسا کہ دیگر صلوٰۃ فرض و نفل کا کچھ ذکر نہیں فرمایا۔ البتہ بعض احادیث میں اعمال رمضان کی فضیلت فرمائی ہے اور اس فقرہ میں کوئی فضیلت کی بات نہیں بلکہ دوسری صلوٰۃ نفل کی مشروعیۃ کا ذکر ہونا ظاہر ہے اور دوسری روایت سنن ابن ماجہ کی اس طرح پر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتب اللہ علیکم صیامہ وسننت لکم قیامہ[2]

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باذن اللہ تعالیٰ قیامِ رمضان کو تطوعاً مقرر فرمایا حالانکہ تہجد خود بحکم خدا تعالیٰ قبل اس سے نفل ہو چکا تھا اور قیام رمضان کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنفل فرمایا سو اس سے بھی معلوم ہوا کہ تہجد و تراویح تشریحاً دو نمازیں ہیں کہ دو وقت میں مقرر کی گئی ہیں۔

اور تہجد قرآن شریف سے ثابت ہوا اور تراویح حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر روز تہجد کو آخر شب میں پڑھا ہے۔ چنانچہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

ثم قلت فای حین کان یقوم من اللیل قالت کان اذا سمع الصارخ[3]

اور دیگر روایات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے اور تراویح کو آپ نے اول لیل میں پڑھا ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

عن ابی ذر قال صمنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یقم بنا شیئا من الشھر حتی بقی سبع فقام بنا حتی ذھب ثلث اللیل فلما کانت السادسۃ لم یقم بنا فلما کانت الخامسۃ قام بنا حتی ذھب شطر اللیل فقلت یا رسول اللہ لو نفلتنا قیام ھذہ اللیلۃ فقال ان الرجل اذا صلی مع الامام حتی ینصرف حسب لہ قیام لیلۃ فلما کانت الرابعۃ لم یقم بنا حتی بقی ثلث اللیل فلما کانت الثالثۃ جمع اہلہ ونساءہ والناس فقام

---

[1] کر دیئے اللہ تعالیٰ نے روزے اس کے فرض اور قیام اس کا نفل

[2] فرض کر دیئے اللہ تعالیٰ نے روزے اس کے (یعنی رمضان کے) اور سنت بنایا میں نے قیام اس کا۔

[3] پھر کہا میں نے (یعنی راوی نے) کہ کس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٹھتے تھے رات کو، فرمایا جب سنتے تھے آواز مرغ کی۔ ۱۲

بنا حتی خشینا ان یفوتنا الفلاح قلت وما الفلاح قال السحور ثم لم یقم بنا بقیۃ الشہر[1] - (رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ)۔

پہلی اور دوسری دفعہ میں تو نصف لیل تک فراغت پائی اور تیسرے دن اول سے لے کر اخیر شب تک ادا فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر دو صلوٰۃ جداگانہ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کو ہمیشہ منفرداً پڑھتے تھے۔ کبھی بہ تداعی جماعت نہیں فرمائی۔ اگر کوئی شخص آکھڑا ہوا تو مضائقہ نہیں جیسا کہ مثلاً ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ خود ایک دفعہ آپ کے پیچھے جا کھڑے ہوئے تھے۔ بخلاف تراویح کے کہ اس کو چند بار تداعی کے ساتھ جماعت کر کے ادا کیا۔

چنانچہ اسی حدیث ابی ذر سے واضح ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر دو صلوٰۃ جداگانہ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے واسطے تمام رات کبھی نہیں جاگے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان تہجد میں فرماتی ہیں واعلم ما رایت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرء القرآن کلہ فی لیلۃ واحدۃ ولا صلی لیلۃ الی الصبح[2] الیٰ آخر الحدیث -
اور یہ ان کی تحدید صلوٰۃ تہجد میں ہے ورنہ صلوٰۃ تراویح میں صبح تک نماز پڑھنا روایت ابوذر سے خود ثابت ہو چکا ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی خود اس کا علم ہے اس واسطے کہ آپ نے اپنی سب اہل ونساء کو جمع کیا تھا۔ پھر باوجود اس امر کے جو آپ انکار احیاء تمام لیل کا فرماتی ہیں۔ تو یہ کہنا کہ آپ کو خبر نہیں یا نسیان ہوا نہایت بے جا ہے بلکہ یہ وجہ ہے کہ انکار احیاء تمام لیل کا صلوٰۃ تہجد میں وارد ہوا۔ کیونکہ سعد بن ہشام راوی حدیث صلوٰۃ تہجد ہی کو پوچھتے تھے۔ اور اسی کے باب میں آپ نے یہ امر فرمایا تھا چنانچہ مسلم میں یہ روایت موجود

---

[1] مروی ہے حضرت ابوذرؓ سے کہ روزے رکھے ہم نے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پس نہ قیام کیا ہمارے ساتھ مہینہ میں سے یہاں تک کہ سات دن رہ گئے (اور مہینہ انتیس کا تھا) پس قیام کیا ہمارے ساتھ (یعنی تیئسویں[۲۳] رات کو) یہاں تک کہ گزر گئی تہائی رات پس جب چھٹی رات آئی (یعنی مہینہ کی آخر سے شمار کرتے ہوئے اور وہ انتیس والے مہینہ میں چوبیسویں رات ہے) نہ قیام کیا ہمارے ساتھ پھر جب اسی حساب سے پانچویں رات کہ فی الحقیقۃ پچیسویں[۲۵] ہے پیش آئی تو قیام کیا ہمارے ساتھ یہاں تک کہ نصف رات گزر گئی۔ پس عرض کی میں نے (یعنی ابوذرؓ نے) یا رسول اللہ کاش کے زیادہ کرتے آپ ہمارے لئے قیام اس رات کا۔ فرمایا البتہ شخص جب نماز پڑھتا ہے امام کے ساتھ یہاں تک کہ امام فارغ ہو جائے لکھا جاتا ہے اس کے حق میں قیام ساری رات کا (یعنی اگرچہ ساری رات کا قیام نہ کیا ہو) پھر جب اسی حساب سے چوتھی رات آئی (کہ وہ فی الحقیقت چھبیسویں ہے نہ قیام کیا ہمارے ساتھ یہاں تک کہ باقی رہی تہائی رات۔ پھر جب تیسری رات، آئی کہ وہ فی الحقیقت ستائیسویں ہے جمع کیا اپنے کنبہ کو، اپنی عورتوں کو اور لوگوں کو پس قیام کیا ہمارے ساتھ یہاں تک کہ ڈرے ہم کہ فوت ہو جائے ہم سے فلاح، عرض کی میں نے کہ کیا فرمایا ہے فلاح سے فرمایا کہ سحری پھر قیام نہ کیا ہمارے ساتھ باقی مہینہ میں (یعنی اٹھائیسویں اور انتیسویں کو۔ اس کو ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

[2] اور نہیں دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ پڑھا ہو سارا کلام اللہ ایک رات میں یا نماز پڑھی ہو ساری رات۔

ہے۔ نہ تراویح میں کہ اس کا یہاں ذکر ہی نہیں تھا علیٰ ہذا جو ابوسلمہ نے قیام رمضان کو پوچھا ہے تو وہاں بھی مراد قیام رمضان سے تہجد ماہ رمضان کا ہے غرض ان کی یہ تھی کہ تہجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رمضان میں بہ نسبت اور شہور کے زیادہ ہوتا تھا یا نہیں۔ بخاری میں ہے :۔

عن ابی سلمة بن عبدالرحمٰن انه سال عائشة كيف كانت صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم فی رمضان فقالت ما كان يزيد فی رمضان ولا فی غيره علی احدی عشرة ركعة يصلی اربعا فلا تسئل عن حسنهن وطولهن ثم يصلی اربعا فلا تسئل عن حسنهن وطولهن ثم يصلی ثلاثا فقلت يا رسول الله اتنام قبل ان توتر قال يا عائشة ان عينی تنامان ولا ينام قلبی [1]

کیونکہ ظاہر متبادر اس حدیث سے یہ ہے کہ ابوسلمہ نے خاص قیام رمضان کا سوال کیا اور حضرت عائشہؓ نے یہ فرمایا کہ رمضان میں کوئی خاص نماز نہیں تھی۔ بلکہ رمضان وغیر رمضان میں ہر روز گیارہ رکعت پڑھتے تھے اس سے زیادہ کبھی نہیں پڑھتے تھے اور ہیئتہ پڑھنے کی یہ تھی کہ چار رکعت پڑھی اور سو گئے پھر چار رکعت پڑھی اور سو گئے۔ پھر تین وتر پڑھے اور دائماً یہی عادت تھی۔ رمضان وغیر رمضان میں اس کے خلاف نہیں۔

پس اگر اس کے یہی معنی ہیں تو یہ حدیث بہت سی روایات کے معارض ہوتی ہے اور واقع کے بھی خلاف ہے کیونکہ حضرت عائشہ خود آپ ہی تیرہ رکعت روایت فرماتی ہیں۔ چنانچہ مؤطا امام مالک میں ہے :۔

عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلی بالليل ثلث عشرة ركعة ثم يصلی اذا سمع النداء للصبح بركعتين خفيفتين [2] انتهى

اور حضرت ابن عباسؓ خود تیرہ رکعت تہجد کی غیر رمضان میں نقل کرتے ہیں اور بعض دیگر صحابی بھی تیرہ رکعت روایت کرتے ہیں اور یہ دونوں ہیئتہ صلوٰۃ کی بھی خلاف اس ہیئتہ مذکورہ فی حدیث عائشہ کے ہے۔ چنانچہ مسلم میں بذیل روایت طویلہ ابن عباس سے مروی ہے :۔

قال ابن عباس فقمت فصنعت مثل ما صنع رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم ذهبت فقمت الی جنبه

---

[1] مروی ہے کہ حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا کہ نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان میں (یعنی تہجد کی) کیسی تھی۔ پس فرمایا حضرت عائشہؓ نے کہ نہ زائد کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور خارج رمضان کے گیارہ رکعت پر نماز پڑھا کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعتیں بس نہ پوچھئے اُن کے حسن اور درازی سے پھر پڑھتے تھے چار رکعت۔ پس نہ پوچھئے ان کے حسن اور درازی سے۔ پھر پڑھتے تھے تین رکعت۔ پس عرض کی میں نے (یعنی حضرت عائشہؓ نے) کیا سوتے ہیں آپ یا حضرت وتر پڑھنے سے پہلے فرمایا آپؐ نے اے عائشہ آنکھیں میری سوتی ہیں اور نہیں سوتا دل میرا۔ ۱۲

[2] مروی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے رات میں تیرہ رکعتیں پھر پڑھتے تھے جب سُنتے اذان صبح کی دو رکعتیں ہلکی۔ ۱۲

فوضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدہ الیمنی علی راسی واخذ باذنی الیمنی یفتلہا فصلی رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم اوتر ثم اضطجع حتی جاءہ المؤذن فقام فصلی رکعتین خفیفتین ثم خرج فصلی الصبح[1]

اور ایک دوسری روایت میں ابن عباس فرماتے ہیں جو مسلم میں موجود ہے ۔

فقام فصلی فقمت عن یسارہ فاخذ بیدی فادارنی عن یمینہ فتمت صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اللیل ثلث عشرۃ رکعۃ ثم اضطجع فنام حتی نفخ الی آخر الحدیث ۔

اور زید بن خالد جہنی سے مسلم میں روایت ہے ۔

عن زید بن خالد الجھنی انہ قال لارمقن صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی رکعتین خفیفتین ثم رکعتین طویلتین طویلتین طویلتین ثم صلی رکعتین وھما دون اللتین قبلھما ثم صلی رکعتین وھما دون اللتین قبلھما ثم صلی رکعتین وھما دون اللتین قبلھما ثم صلی رکعتین وھما دون اللتین قبلھما ثم اوتر فذلک ثلثۃ عشرۃ رکعۃ ۔[3]

دیکھو یہ احادیث ثلاثہ عدد رکعات اور ہیئتہ ادا دونوں میں خلاف اس حدیث عائشہ کے ہیں اور اوپر حدیث ابوذر سے معلوم ہوا کہ تین روز جو آپ نے نماز رمضان میں پڑھی اگرچہ اس کے عدد رکعات معلوم نہیں مگر ہرگز اس میں چار چار رکعت پڑھ کر آپ نہیں سوئے اور تین روز دوسری رمضان میں جو بجماعت نماز پڑھی اس میں بھی یہ ہیئتہ ثابت نہیں ہوئی اور حدیث میں شدۃ اجتہاد عبادت رمضان کا مذکور ہے وہ بھی اس کے خلاف ہے۔ کیونکہ جب سب شہور کی صلوٰۃ لیل برابر تھی تو پھر شدۃ اجتہاد کے کیا معنی اور جن روایتوں میں آیا ہے کہ رمضان میں خصوصاً عشرہ اخیرہ میں نہیں سوتے تھے وہ بھی اس کے خلاف ہے۔ چنانچہ بخاری میں ہے :۔

---

[1] فرمایا ابن عباس نے پس اٹھا میں اور کیا میں نے جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا (یعنی وضو کیا۔ پھر گیا میں اور کھڑا ہوا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (یعنی بائیں طرف) پس رکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داہنا ہاتھ اپنا میرے سر پر اور پکڑا داہنا کان میرا کھینچتے تھے اُسے یعنی داہنی طرف کر دیا) پس پڑھی دو رکعتیں پھر دو رکعتیں پھر دو رکعتیں پھر دو رکعتیں پھر دو رکعتیں پھر دو رکعتیں پھر وتر پڑھے۔ پھر لیٹ گئے یہاں تک کہ مؤذن آیا پس اُٹھے اور دو رکعتیں خفیف پڑھیں پھر نکلے اور نماز فجر کی پڑھی ۔ ۱۲

[2] پس اٹھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نماز پڑھی پس کھڑا ہوا میں بائیں طرف اُن کے پس پکڑا ہاتھ میرا اور پھیرا داہنی طرف پس تمام نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیرہ رکعت ہوئی پھر پڑھ کر سو گئے۔ یہاں تک کہ آپؐ کے سانس مبارک کی آواز معلوم ہوتی تھی۔ ۱۲

[3] مروی ہے زید بن خالد جہنی سے کہا انہوں نے ارادہ کیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز دیکھنے کا پس پڑھی آپ نے دو رکعتیں خفیف پھر دو رکعتیں بہت طویل پھر اور دو خفیف پہلیوں سے پھر اور دو اور وہ خفیف تھیں اپنی پہلیوں سے پھر اور دو ایسی ہی پھر اور دو ایسی ہی پھر اس نماز کے ساتھ وتر ملایا۔ پس یہ سب تیرہ رکعتیں ہوئیں ۔ ۱۲

اذا دخل العشر شد مئزرہ و احیی لیلہ وایقظ اھلہ الحدیث [1]۔

اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

اذا دخل رمضان لم یأت فراشہ حتی ینسلخ الحدیث [2]

ان دونوں حدیثوں سے شدۃ اجتہاد عبادت اور احیائے تمام لیل حاصل ہے نہ مساوات رمضان وغیر رمضان کی اور حضرت عائشہؓ نے جو بیان تہجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سعد بن ہشام سے کیا وہ بھی اس روایت کے خلاف ہے۔ چنانچہ روایت طویلہ میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:۔

فقالت کنا نعد لہ سواکہ وطھورہ فیبعثہ اللہ ما شاء اللہ یبعثہ من اللیل فیتسوک ویتوضاء ویصلی تسع رکعات لایجلس فیھا الا فی الثامنۃ فیذکر اللہ ویحمدہ ویدعوہ ثم ینھض ولا یسلم ثم یقوم فیصلی التاسعۃ ثم یقعد فیذکر اللہ ویحمدہ ویدعوہ ثم یسلم تسلیما یسمعنا ثم یصلی رکعتین بعد ما یسلم وھو قاعدہ فتلک احدی عشرۃ رکعۃ یا بنی الخ [3]

حاصل نفی زیادت رکعات کی گیارہ سے اور ہیئتہ خاص مخدوش ہوتی ہے لہذا حق یہ ہے کہ معنی حدیث کے یہ ہیں کہ ابوسلمہ نے بایں وجہ کہ رمضان میں آپ کا اجتہاد عبادت زیادہ ہوتا تھا تہجد رمضان کو پوچھا کہ آیا رمضان میں تہجد آپ کا بہ نسبت اور ایام کے زیادہ ہوتا تھا یا نہیں تو حضرت عائشہؓ نے زیادہ تہجد کی نفی کی صلوٰۃ تراویح سے اس میں کچھ بحث نہیں نہ سوال میں نہ جواب میں۔ اور گیارہ رکعت کا ذکر اکثریہ ہے نہ کلیہ کہ اکثر تہجد کی رکعات آپ کی گیارہ ہوتی تھیں۔ اگرچہ احیاناً اس سے زیادہ بھی پڑھی ہیں تو اس حدیث میں نہ احیاناً زیادہ تہجد کی نفی ہے اور نہ ذکر قیام رمضان کا جو سوائے تہجد کے ہے بلکہ ذکر اُن عدد رکعات کا ہے جو اکثر اوقات تہجد رمضان وغیر رمضان میں ہوتا تھا۔

اور بعد اس کے یہ جملہ یصلی اربعا الخ [4] یہ دوسرا امر ہے جس سے آپ کی قوت عبادت پر تنبیہ منظور ہے کہ نوم و یقظ آپ کے اختیار میں تھا جب چاہیں جاگیں جب چاہیں سوئیں اور آپ احیاناً ایسا کرتے تھے نہ اس ہیئتہ

---

[1] جب داخل ہوتا تھا اخیر عشرہ رمضان کا باندھ لیتے تہ بند اپنا اور اپنی رات زندہ کرتے تھے اور اپنے کنبہ کو جگا لیتے تھے۔

[2] جب داخل ہوتا تھا رمضان نہیں آتے تھے اپنے بچھونے پر یہاں تک کہ نکل جائے۔

[3] فرمایا حضرت عائشہ نے کہ تھے ہم تیار رکھتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مسواک اور پانی وضو کا سو کر اٹھتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں جب اٹھاتے اللہ تعالیٰ اُن کو پس مسواک کرتے تھے اور وضو اور پڑھتے تھے نو رکعتیں نہیں بیٹھتے تھے ان میں سے مگر آٹھویں میں (یعنی وتر کی دو رکعت کے بعد اور تیسرے کی پہلی پھر یاد کرتے تھے اللہ کو اور ثنا کرتے تھے اس کی اور دعا مانگتے تھے پھر کھڑے ہوتے تھے اور سلام نہ پھیرتے تھے پھر پڑھتے نویں رکعت اور قعدہ کرتے اور یاد کرتے اللہ کو اور ثنا کرتے اس کی اور دعا مانگتے پھر سلام پھیرتے ایسے سلام کہ ہمیں سنائی دیتے پھر پڑھتے تھے دو رکعت بعد سلام کے بیٹھ کر پس یہ گیارہ رکعت ہوئیں اے بیٹے۔ ۱۲

[4] کہ چار پڑھتے تھے۔

کو خصوصیت رمضان سے ہے نہ لزوم اُن رکعات سے بلکہ یہ بعض اوقات کی حالت کا بیان ہے اور یہ مستقل جملہ ہے۔ چونکہ قاعدہ بلاغت میں مقرر ہو چکا ہے کہ عطف جملہ کا جملہ پر اس وقت کرتے ہیں کہ ہر دو جملوں میں بعض وجہ سے اتصال اور بعض وجہ سے انفصال ہو اگر بالکل اتصال ہو یا بالکل انفصال ہو تو حرف عطف ذکر نہیں کرتے۔ پس یہاں حرف عطف ذکر نہ کرنا بوجہ کمال انفصال ہے نہ بوجہ کمال اتصال چونکہ بیان شدت اجتہاد تھا اس وجہ سے اس کلام کو آپ نے ذکر کیا ورنہ جواب ان کے سوال کا جو عدد رکعات تہجد رمضان کا استفسار تھا وہ تمام ہو چکا تھا۔

پس اس تقریر پر نہ معارضہ احادیث سے زیادہ کافی رہا اور نہ ہیئتہ کا اور نہ احیاء تمام لیل کا سب احادیث مطابق واقع کے اور باہم موافق ہو گئیں اور یہی مراد حضرت عائشہ رضؓ صدیقہ کی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ تمام شب نماز نہ پڑھنا تہجد کے واسطے ہے اور پڑھنا تراویح کے واسطے اور بخاری نے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جماعت تراویح کو جو اول وقت میں حضرت اُبی کراتے تھے اور یہ جماعت خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مقرر کرائی ہوئی تھی دیکھ کر فرمایا والتی تنامون عنہا افضل من التی تقومون تو اس سے بھی اگر مغایرت دونوں نمازوں کی نکالی جاوے تو بعید نہیں کیونکہ معنی اس قول کے یہ ہیں کہ جو نماز کہ اس سے سو رہتے ہو تم یعنی تہجد کہ آخر رات میں ہوتی ہے افضل ہے اس نماز سے جو پڑھتے ہو تم یعنی تراویح کہ اول وقت پر پڑھتے تھے اور چونکہ یہ لوگ تراویح کو پڑھ کر تہجد کو نہیں اُٹھتے تھے تو حضرت عمرؓ نے ان کو رغبت تہجد پڑھنے کی بھی دلائی کہ افضل کو ترک نہ کرنا چاہیئے۔ لہٰذا اول وقت میں تراویح اور آخر میں تہجد ادا کریں ورنہ اس تراویح کو ہی اخیر وقت میں پڑھیں کہ فضیلت بھی حاصل ہو جاوے اور آخر وقت کی تراویح سے تہجد بھی حاصل ہو جائے کہ بتداخل صلوٰتین دونوں نماز کا ثواب ملتا ہے اور اس سے افضلیت وقت بھی معلوم ہو گئی۔

چنانچہ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے صراحۃً یہ ثابت نہیں ہوا کہ جب آپ نے اول رات میں تین روز تراویح پڑھی تو اخیر وقت میں تہجد پڑھا یا نہیں واللہ اعلم۔ مگر فعل بعض صحابہ سے اس کا نشان ملتا ہے۔ چنانچہ ابوداؤد نے قیس بن طلق سے روایت کی ہے۔

فلما زارنا طلق بن علی فی یوم من رمضان وامسی عندنا وافطر ثم قام بنا تلک اللیلۃ واوتر بنا ثم انحدر الی مسجدہ فصلی باصحابہ حتی اذا بقی الوتر قدم رجلا فقال اوتر باصحابک فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا وتران فی لیلۃ[1]۔ انتہی

---

[1] کہا قیس بن طلق نے زیارت کی ہماری طلق بن علی نے دن میں رمضان کے اور شام کو ہمارے پاس ہی افطار کیا پھر قیام کیا۔ ہمارے ساتھ اس رات میں اور وتر پڑھے ہمارے ساتھ پھر گئے اپنی مسجد کی طرف اور نماز پڑھائی اپنے ساتھیوں کو یہاں تک کہ باقی رہ گئے وتر پھر آگے کیا کسی آدمی کو اور کہا وتر پڑھا اپنے ساتھیوں کو اس واسطے کہ سنا ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ فرماتے تھے ایک رات میں دو دفعہ وتر نہیں ۔ ۱۲

اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ طلق بن علی نے اول لوگوں کے ساتھ موافق فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اول وقت میں تراویح ادا کی اور وتر بھی اُس کے ساتھ پڑھے جیسا کہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور بعد اس کے اپنی مسجد میں جاکر آخر وقت میں تہجد ادا کیا اور اس کے ساتھ وتر نہیں پڑھے اور مقتدیوں کو حکم کیا کہ تم اپنے وتر پڑھ لو اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے ساتھ وتر پڑھتے تھے۔ لہٰذا وہ مقتدی تہجد گزار کے ساتھ وتر پڑھنا چاہتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دونوں وقت میں نماز پڑھی گئی اور صحابہ اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہایت سرگرم تھے سو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے وقت میں تہجد پڑھا ہوگا اور یہ جو بخاری نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ فرماتی ہیں اذا دخل العشر شد میزرہ واحیی لیلہ وایقظ اھلہ الحدیث۔ اس سے تین امر ثابت ہوتے ہیں۔

اوّل یہ کہ ان ایام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام رات جاگے ہیں۔ اس واسطے کہ احیاء لیلہ وہیں بولا جاتا ہے کہ تمام رات جاگیں۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو انکار تمام رات کے جاگنے کا کیا ہے وہ تہجد کی نسبت ہے نہ مطلقاً تو اس بیان میں خود تمام رات جاگنے کو ارشاد فرماتی ہیں۔

دوسرے یہ کہ جن دو شب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کو ثلث لیل تک اور نصف لیل تک پڑھا تھا تو بعد نصف شب کے آپ سوئے نہیں۔ کیونکہ وہ لیالی بھی داخل عشرہ تھیں۔ پھر بعد نصف شب کے غالب گمان یہ ہے کہ نوافل پڑھیں کہ وہ تہجد تھیں کیونکہ آپ کی عادت رات کو نماز ہی پڑھنے کی تھی بیٹھ کر ذکر کرنا یا قرآن پڑھنا معتاد نہیں اس سے بھی اختلاف دونوں نمازوں کا مظنون ہوتا ہے۔

تیسرے یہ کہ تراویح آپ نے ہمیشہ پڑھی کہ اول شب میں جو کچھ پڑھتے تھے وہ تراویح تھی اور آخر شب میں تہجد سو تراویح فعلاً بھی سنت مؤکدہ ہوئی اور جو کچھ کہ آپ نے بخوف افتراض ترک کیا تھا وہ جماعت بتداعی تھی نہ نفس تراویح۔

الحاصل ان سب وجوہ سے مغایرت تہجد و تراویح کی ظاہر ہے مگر ہاں ایک نماز دوسرے کی قائم مقام ہوسکتی ہے کہ اگر تہجد کے وقت میں تراویح پڑھی جاوے تو تہجد بھی ادا ہو جائے گی اور یہ امر سب نوافل میں ہے۔ مثلاً اگر بوقت ضحیٰ صلوٰۃ کسوف پڑھی جاوے قائم مقام صلوٰۃ ضحیٰ کے ہو جاتی ہے اور اگر خسوف قمر کی نماز تہجد کے وقت پڑھی جاوے تو تہجد بھی ادا ہو جاتا ہے اگرچہ بحیثیت تراویح۔ تراویح تہجد سے جدا صلوٰۃ ہے اور صلوٰۃ کسوف صلوٰۃ ضحیٰ سے اور صلوٰۃ خسوف صلوٰۃ تہجد سے مگر ثواب ہر دو کا حاصل ہوجاتا ہے علیٰ ہذا وقت ضحیٰ ایک ہے اور اس کے فضائل میں احادیث وارد ہیں اور اول وقت اور آخر وقت دونوں وقت میں نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور ہر دو نماز علیحدہ ہیں مگر ایک کے پڑھنے سے ثواب وارد حدیث حاصل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام رات نماز تراویح پڑھی تو تہجد کا بھی اس میں تداخل ہو گیا اور اگر ثلث شب تک پڑھی یا نصف تک بجماعت تو باقی شب میں منفرداً نماز ادا ہونا بظن غالب معلوم ہوتا ہے۔ مگر کسی راوی نے اس کا

ذکر نہیں کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بعد اس کے واضح ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام رمضان کے عدد رکعات کو قولاً محدود نہیں فرمایا بلکہ مطلق صلوٰۃ کی رغبت دلائی اور مطلق حسب قاعدہ المطلق یجری علی اطلاقہ یہ چاہتا ہے کہ صلوٰۃ کسی ہیئتہ اور کسی عدد سے اگر ادا کی جاوے ماموراً مندوب ہووے گی۔ دریں صورت پابندی کسی عدد کی نہیں ہوسکتی بلکہ در مختار ہے جس قدر چاہے پڑھے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ[1] (الحدیث) وقال جعل اللہ صیامہ فریضۃ وقیامہ تطوعا (الحدیث) وقال سننت لکم قیامہ (الحدیث)

ان ہر دو حدیث میں بھی قیام رمضان کو مطلق ہی رکھا ہے کوئی عدد بیان نہیں فرمایا ہے۔ لہٰذا جیسا کہ تہجد پہلے سے مندوب تھا ایسا ہی قیام رمضان جو تراویح ہے۔ مطلقاً امت پر و جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مندوب ہوا کہ ادنیٰ اس کے دو رکعت اور نہایت کی کوئی حد نہیں اگرچہ ہزار یا کم زیادہ ہوں۔ پس بعد اس کے اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عدد اکثر معمول فرمایا تو وہ سنت موکدہ ہو جاوے گا اور جس کو احیاناً ادا فرمایا وہ مستحب رہے گا۔ اور سوائے اس کے دیگر اعداد بھی مستحب رہیں گے ہرگز بدعت نہیں ہوسکتے اور یہ قاعدہ سب عبادات میں جاری ہے کہ مامور مطلق ان اعداد میں جن کو وہ شامل ہے مطلق ہی مطلوب ہوتا ہے کسی عدد معین میں منحصر نہیں ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے التزام سے سنت مؤکدہ اور احیاناً کرنے سے مستحب اور ماسوائے اس کے بھی مستحب۔ مثلاً حق تعالیٰ نے فرمایا استغفروا ربکم الآیہ اس سے استغفار مطلوب ہے اگرچہ وجوباً ہو یا ندباً۔ بعد اس کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انی لاستغفر اللہ فی کل یوم سبعین مرۃ تو اب اگر کوئی سبعین سے زیادہ استغفار کرے وہ اسی امر مطلق کا فرد مطلوب ہوگا اس کو بدعت نہ کہہ سکیں گے یہ جزئیہ بطور تنظیر لکھا گیا ہے۔ اہلِ علم بہت سی عبادات مستحبہ کو بریں قیاس دریافت کر سکتے ہیں۔ بناءً علیہ جو صحابہ اور تابعین اور مجتہدین علماء نے اعداد رکعات اختیار کئے ہیں۔ چنانچہ ان کا ذکر آگے کیا جائے گا وہ سب انہی احادیث کے افراد ہیں کوئی اُن سے خارج نہیں سب مامور مندوب ہیں مگر علماء حنفیہ کے نزدیک جو عدد ان میں سے فعل یا قول جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بجماعت ثابت ہُوا ہے اس میں جماعت کو سنت کہیں گے اور اس کے سوائے میں جماعت کو بتداعی مکروہ فرمائیں گے کیونکہ ان کے نزدیک جماعت نفل بتداعی مکروہ ہے مگر جس موقع میں کہ نص سے ثابت ہو چکی ہے وہاں مکروہ نہیں۔ اسی واسطے کتب فقہ میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر عدد تراویح میں شک ہو جاوے کہ اٹھارہ پڑھی یا بیس تو دو رکعت فرادیٰ فرادیٰ پڑھیں نہ بجماعت بسبب اطلاق حدیث کے زیادہ ادا کرنا ممنوع نہیں خواہ کوئی عدد ہو۔ مگر جماعت بیس سے زیادہ کی ثابت نہیں جس کا ذکر آگے آئے گا۔ الحاصل قولاً کوئی عدد

---

[1] فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص قیام کرے رمضان میں اخلاص سے اور ثواب کی نیت سے بخشے جائیں گے اس کے پہلے گناہ ۔ ۱۲

معین نہیں مگر آپ کے فعل سے مختلف اعداد معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول جامع ترمذی میں ہے۔ قال احمد روی فی ذلک انواع لم یقض فیہ بشیء[۱] انتہی۔ یعنی امام احمد نے کوئی فیصلہ نہیں کیا اور کسی صورت کو مرجح نہیں بنایا بلکہ سب کو جائز اور مستحب رکھا ازاں جملہ ایک دفعہ گیارہ رکعت بجماعت پڑھنا ہے۔

چنانچہ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شب میں گیارہ رکعت تراویح بجماعت پڑھی۔ وعن جابر انہ صلی بھم ثمان رکعات والوتر ثم انتظروہ فی القابلۃ فلم یخرج الیھم رواہ ابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحھما[۲] انتہی۔ مگر یہ آٹھ رکعت پڑھنا تراویح کا بجماعت مستلزم نفی زیادہ کو نہیں اس واسطے کہ ممکن ہے۔ بلکہ مظنون ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اول آخر اس نماز کے منفرداً زیادہ پڑھی ہوں اس واسطے کہ رمضان میں آپ احیاء تمام لیل کا کرتے تھے۔ چنانچہ سابق میں گزرا اور دیگر لیالی میں بجماعت گیارہ رکعت سے زیادہ پڑھی ہوں یا منفرداً آپ نے زیادہ پڑھی ہوں اس کی نفی نہیں ہو سکتی۔ اس واسطے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا کہ آپ نے ہر روز گیارہ رکعت پڑھیں۔ نہ یہ کہا کہ سوائے اس کے اور کوئی رکعت نہیں پڑھی بلکہ ایک دن کی صلوٰۃ بجماعت کا ذکر کرتے ہیں اور بس اور یہ واقع فعل ہے کہ احتمال عموم کا نہیں رکھتا اور نہ زیادہ رکعات کا معارض ہو سکتا ہے۔ اس واسطے کہ تعارض کے لئے وحدت زمان و مکان شرط ہے خصوصاً اس شب میں کہ آپ نے تمام شب سب کو جمع کر کے نماز پڑھی جیسا کہ روایت ابوذرؓ سے اوپر گزرا۔

اگر اس میں گیارہ رکعت پڑھی جاتیں تو تطویل قیام بالضرور کوئی راوی بیان کرتا جس طرح تاخیر سجود کو ذکر کیا ہے کیونکہ آٹھ نو گھنٹہ میں آٹھ رکعت پڑھنا نہایت دشوار ہوتا ہے تو یہ تطویل قابل ذکر تھی جیسا کہ صلوٰۃ کسوف کی تطویل کو ذکر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا عجب نہیں کہ اس شب میں بیس رکعت پڑھی گئی ہوں یا زیادہ اور منفرداً آپ نے بیس رکعت بلکہ زیادہ پڑھی ہوں۔ اگرچہ ان تین شب کی عدد رکعات جو حضرت ابوذرؓ نے نقل فرمایا کسی روایت سے ثابت نہیں ہوتا۔ بیس رکعت بلکہ زیادہ پڑھی ہوں۔ اور وجہ نہ نقل کرنے کی یہ ہے کہ عدد رکعات آپؐ کے مختلف تھے اور قولاً اعداد رکعات کی تعمیم تھی۔ لہٰذا ہر روز کے اعداد رکعات کا ذکر کرنا کچھ ضرور نہیں سمجھا گیا۔ اور ابن عباس سے ابن ابی شیبہ نے جو اپنی تصنیف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیس رکعت پڑھنا نقل کیا ہے اگرچہ وہ روایت ضعیف ہے مگر مؤید ہے آثار صحابہ سے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعت پڑھی ہیں اور جمہور تابعین اور فقہاء کا اس پر عملدرآمد ہے۔ جیسا کہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے :-

---

[۱] فرمایا امام احمد نے روایت کی گئی ہیں اس میں کئی صورتیں اور کچھ حکم نہ کیا امام احمد نے اس بارہ میں - ۱۲

[۲] مروی ہے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھی صحابہ کے ساتھ آٹھ رکعتیں اور وتر پھر انتظار کیا صحابہ نے آئندہ کی رات میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ نکلے۔ روایت کیا اس کو ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں - ۱۲

قلت[1] روى عبد الرزاق في المصنف عن داؤد بن قيس وغيره عن محمد ابن يوسف عن السائب ان عمر بن الخطاب رضي الله عنه جمع الناس في رمضان على بن كعب وعلى تميم الداري على احدى وعشرين ركعة يقومون بالمئين وينصرفون في بزوغ الفجر قلت قال ابن عبد البر هم محمول على ان الواحدة للوتر وقال ابن عبد البر وروى الحارث بن عبد الرحمن ابن ابي ذباب عن السائب بن يزيد قال كان القيام على عهد عمر بثلاث وعشرين ركعة قال ابن عبد البر هذا محمول على ان الثلاث للوتر وقال شيخنا وما حمله عليه في الحديثين صحيح بدليل ما روى محمد بن نصر من رواية يزيد ابي خصيفة عن السائب بن يزيد انهم كانوا يقومون في رمضان بعشرين ركعة في زمان عمر بن الخطاب رضي الله عنه واما اثر علي رضي الله تعالى عنه فذكره وكيع عن حسن بن صالح عن عمرو بن قيس عن ابي الحسناء عن علي رضي الله تعالى عنه انه امر رجلا يصلي بهم رمضان عشرين ركعة واما غيرهما من الصحابة فروي ذلك[4] عن عبد الله بن مسعود رواه محمد ابن نصر المروزي قال اخبرنا يحيى بن يحيى اخبرنا حفص بن غياث عن الاعمش عن زيد بن وهب قال كان عبد الله بن مسعود يصلي لنا في شهر رمضان فينصرف وعليه ليل قال الاعمش كان يصلي عشرين ركعة ويوتر بثلاث واما القائلون به من التابعين شتير بن شكل وابن ابي مليكة والحارث الهمداني وعطاء بن ابي رباح وابو البختري – وسعيد بن ابي الحسن البصري[2] اخو الحسن

---

[1] کہتا ہوں میں روایت کی عبدالرزاق نے اپنی تصنیف میں داؤد بن قیس سے اور اوروں سے انہوں نے محمد بن یوسف سے انہوں نے سائب بن یزید سے کہ تحقیق حضرت عمرؓ نے جمع کیا لوگوں کو رمضان میں ابی بن کعب اور تمیم داری کے پیچھے اکیس رکعت پر قیام کرتے تھے سو آیت والی سورتوں کے ساتھ اور فارغ ہوتے تھے صبح صادق کے طلوع کی قبیل کہتا ہوں میں (یعنی عینی) کہا عبدالبر نے یہ محمول ہے اس پر کہ ایک رکعت وتر کی تھی اور کہا ابن عبدالبر نے روایت کی حارث بن عبدالرحمٰن بن ابی ذباب نے سائب بن یزید سے کہا کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں قیام تئیس رکعت کے ساتھ تھا۔ کہا ابن عبدالبر نے یہ محمول اس پر ہے کہ تین رکعتیں وتر کی تھیں اور کہا استاذ ہمارے نے یہ مراد یعنی ابن عبدالبر کی صحیح ہے ساتھ دلیل اس کے کہ روایت کی محمد بن نصر نے روایت یزید بن خصیفہ کی سے انہوں نے سائب بن یزید سے کہ قیام کرتے تھے وہ رمضان میں بیس رکعت کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اثر حضرت علیؓ کا پس ذکر کیا اس کو وکیع نے حسن بن صالح سے انہوں نے عمرو بن قیس سے انہوں نے ابوالحسناء سے انہوں نے حضرت علیؓ سے کہ انہوں نے امر کیا ایک شخص کو کہ نماز پڑھے لوگوں کے ساتھ بیس رکعت اور لیکن حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے سوا اور صحابہ پس روایت کی گئی ہے عبداللہ بن مسعود سے میرا یہ ظن ہے کہ روایت کرنے والے محمد بن نصر مروزی ہیں کہا انہوں نے خبر دی ہم کو یحییٰ بن یحییٰ نے ان کو حفص بن غیاث نے انہوں نے اعمش سے سُنا اعمش نے زید بن وہب سے کہا اس نے تھے عبداللہ بن مسعود پڑھتے ہمارے ساتھ رمضان کے مہینہ میں اور فارغ ہوتے کچھ رات سے کہا اعمش نے کہ بیس رکعتیں تراویح کی تھیں اور تین وتر کی لیکن قائل بیسؔ کے تابعین میں سے پس شتیر بن شکل اور ابن ابی ملیکہ اور حارث ہمدانی اور عطاء ابن ابی رباح وابوالبختری ۔

[2] اور سعید بن ابی الحسن البصری بھائی حسن بصری اور عبدالرحمٰن بن ابی بکرا اور عمران عبدی کے ہیں اور کہا ابن عبدالبر نے یہی ہے قول اکثر علماء کا اور اسی کے قائل ہیں کہ کوفہ کے علماء اور امام شافعی اور اکثر فقہاء اور یہی ثابت ہے ابی بن کعب سے بدوں خلاف کسی صحابی کے ۔ ۱۲

وعبدالرحمٰن ابن ابی بکر وعمران العبدی وقال ابن عبدالبر وھو قول جمھور العلماء وبہ قال الکوفیون والشافعی واکثر الفقہاء وھوالصحیح عن ابی بن کعب من غیر خلاف من الصحابۃ۔ انتہٰی

وقال الترمذی فی سننہ واختلف اھل العلم فی قیام رمضان فرای بعضھم ان یصلی احدی واربعین رکعۃ مع الوتر وھو قول اھل المدینۃ والعمل علی ھذا عندھم بالمدینۃ واکثر اھل العلم علی ماروی عن علی وعمر وغیرھما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرین رکعۃ وھو قول سفیان الثوری وابن المبارکؒ والشافعی وقال الشافعی وھکذا ادرکت ببلدنا بمکۃ یصلون عشرین رکعۃ وقال احمد روی فی ذلکؒ الوان لم یقض فیہ بشئی وقال اسحاق بل مختار احدی واربعین رکعۃ علی ماروی عن ابی بن کعب[۱] انتہٰی

اور کتب میں بھی یہ اور اس سے زیادہ منقول ہے۔ اس کے ذکر میں تطویل ہے۔ خلاصہ یہ کہ عبداللہ بن مسعودؓ کے باب میں یہ حدیث وارد ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمسکوا بعھد ابن مسعود[۲] الحدیث۔ وکان[۳] اقرب الناس ھدیًا وسمتا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن مسعود (الحدیث) بیس رکعت پڑھتے اور اسی کا امر فرماتے تھے تو یہ عدد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو محفوظ تھا اسی واسطے اس کا التزام کیا اگرچہ ایک ہی دو بار سہی لیکن تسنن کے واسطے ایک دفعہ کا فعل بھی کافی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جن کے باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اقتدوا بالذین بعدی ابی بکر وعمر[۴] مطلق اقتدار کا حکم تمام امور میں فرمایا۔ انھوں نے بیس کا امر فرمایا اور نیز خلفاء ثلثہ عمر وعثمان وعلی جب کہ ان ہر سہ نے بیس کا امر فرمایا تو بمقتضا علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین[۵]۔ اس کا عمل امت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لازم فرمایا اور تمام صحابہ موجودین زمانۂ عمر میں وعثمان وعلی رضی اللہ عنھم نے کبھی اس پر انکار نہ فرمایا اور برغبت قبول فرمایا۔ یہ اول دلیل ہے اس بات پر کہ سب کے نزدیک یہ

---

[۱] اور کہا ترمذی نے اپنی سنن میں کہ اختلاف کیا اہلِ علم نے قیام رمضان میں پس اعتقاد کیا بعض نے اس بات کا کہ اکتالیس رکعت پڑھے وتر کے سمیت اور یہی ہے قول مدینہ والوں کا اور اسی پر عمل کرتے ہیں وہ اور اکثر اہلِ علم اس پر عمل کرتے ہیں جو حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی یعنی بیس رکعت اور یہی ہے قول سفیان ثوری کا اور ابن مبارک کا اور امام شافعی کا اور فرمایا امام شافعی نے کہ ایسے ہی پایا ہم نے اہل مکہ کو بیس رکعت پڑھتے ہوئے اور فرمایا امام احمدؒ نے روایت کی گئی ہیں اس میں کئی صورتیں اور نہ حکم کیا اس میں کسی طرح کا اور فرمایا اسحٰق نے بلکہ ہم پسند کرتے ہیں اکتالیس رکعت جیسے کہ روایت کی گئی ابی بن کعب سے۔ ۱۲

[۲] پورا عمل کرو ابن مسعود کی وصیت پر۔

[۳] اور تھے اقرب لوگوں میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ از روئے سیرت کے اور چال چلن کے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[۴] اقتدا کرو ساتھ ان دو کے جو بعد میرے ہوں گے یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ ۱۲

[۵] لازم بنالو اپنے پر عمل میری سنت کا اور سنت خلفاء کا جو اوروں کو ہدایت کرنے والے اور خود ہدایت یافتہ ہیں۔

عدد عشرین یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے نزدیک محفوظ تھا کہ کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر اس پر عمل کیا اور یا یہ کہ اطلاق قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مثبت اس عدد کا بھی سمجھا اور بطیب خاطر اس کو قبول فرمایا۔ لہٰذا اس عدد کو مسنون ہی کہا جائے گا اور اس پر کسی وجہ سے شائبہ لفظ بدعت کا نہ کہنا سخت مذموم ہوگا۔ کیونکہ اولاً مطلق قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب اعداد مطلقاً مسنون ہو گئے ہیں۔ ثانیاً خود فعل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احیاناً اس کا استحباب ثابت ہوا۔ ثالثاً جن صحابہ کے اقتداء پر ہم کو تاکید کی گئی تھی ان کے فعل سے یہ عدد ثابت ہوا تو گویا ان صحابہ کا فرمانا اور عمل کرنا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی فرمانا اور عمل کرنا تھا۔ رابعاً سوائے ان صحابہ کے دیگر صحابہ جو صدہا تھے کسی نے اس پر انکار نہ کیا اور سب نے اس کو بطیب خاطر قبول فرمایا۔

پس بعد اس کے کون سی دلیل کی حاجت ہے اور اس فعل حضرت عمرؓ کی روایات صحیح ہیں اور یزید بن رومان کی حدیث میں ہر چند کہ انقطاع ہے مگر اولاً حدیث منقطع مؤطا کی خود صحیح ہے کہ امام مالک صاحب کے یہاں اور سب محدثین کے یہاں قبل زمانہ شافعی سے منقطع ثقہ کی صحیح ہوتی تھی اور ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ جتنے منقطعات مالک کی ہیں ان کے اتصال ہم نے دوسری سند سے دریافت کر لیا ہے، سوائے چار روایت کے کہ یہ روایت فعل حضرت عمرؓ کی ان چار ثابت الاتصال میں داخل نہیں اور سائب بن یزید کی روایات جو اوپر مذکور ہوئیں اس کے مؤید ہیں اور یہ صحیح ہیں اور فعل حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں بھی کوئی تعارض نہیں کہ اولاً گیارہ کا حکم کیا تھا اور پھر اکیس کا اور پھر تئیس کا اور چونکہ اس میں بھی اختلاف زمان ہے لہٰذا نہ اس میں تعارض ہے اور نہ ضعف ہے اور اگر یوں کہا جاوے کہ اول دفعہ آٹھ تراویح تھی اور تین وتر اور دوسری دفعہ اٹھارہ تراویح اور تین وتر اور تیسری دفعہ میں بیس تراویح اور تین وتر تو درست ہے اور یہ ہر سہ فعل باوقات مختلفہ صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم تھے لہٰذا یہ سب سنت ہیں اور کوئی معارض ایک دوسرے کے نہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت سے اوپر معلوم ہو چکا کہ تہجد میں ہے نہ تراویح میں سو وہ معارض بیس کے نہیں ہو سکتی اور اگر بالفرض ہم دونوں صلوٰۃ کو ایک ہی تسلیم کریں تاہم کچھ معارضہ نہیں۔ اس واسطے کہ یہ قول حضرت عائشہؓ کا اکثریہ ہے نہ کلیہ اور اگر اس کو کلیہ کہا جاوے تو خود حضرت عائشہ رضؓ تیرہ کی روایت کرتی ہیں۔ چنانچہ امام مالک مؤطا میں روایت فرماتے ہیں اور یہ پہلے بھی گزر چکی ہے۔

عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی باللیل ثلث عشرۃ رکعۃ ثم یصلی اذا سمع النداء للصبح برکعتین خفیفتین۔ (الحدیث)

پس اگر وہ روایت کلیہ قرار دی جاوے تو یہ روایت غلط ہو جاوے گی اور حضرت ابن عباس وغیرہ کا تیرہ رکعت

لہ مروی ہے حضرت عائشہؓ سے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے رات میں تیرہ رکعتیں پھر پڑھتے تھے جب اذان صبح کی ہو جائے اور دو رکعتیں ہلکی ۔ ۱۲

روایت کرنا جو صحیحین میں ہے غلط ہو جاوے گا۔ پس یا اس روایت کو اکثر یہ بنایا جائے تاکہ سب روایتیں صحیح رہیں یا عدم علم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر حمل کیا جاوے اور عدم علم پر حمل کرنا ظاہر ہے کہ غیر مناسب ہے۔ پس جیسا کہ تیرہ رکعت کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور دیگر صحابہ سے تصحیح ہو گئی ایسا ہی اٹھارہ اور بیس اور زائد کی بھی تصحیح ہو سکتی ہے اور جیسا کہ تیرہ اور گیارہ میں تعارض نہیں ہے ایسا ہی بیس میں تعارض نہ رہے گا۔

بہر حال اس حدیث ابن عباس کی مؤیدات موجود ہیں پھر اس کے ضعف پر کیا نظر کی جاوے گی۔ اگر بمقابلہ گیارہ کے روایت کی صحت تیرہ رکعت کو معتبر کیا جاتا ہے تو بیس رکعت کی روایات صحیحہ جو صحابہ کے فعل سے معتبر ہوئیں کس طرح معتبر نہ ہوں گی بلکہ افعال صحابہ بھی حسب ارشاد جناب فخر عالم علیہ السلام کے مثل فعل رسول اللہ ہی کے ہوں گے۔ اب رہی یہ بات کہ بیس کے فعل کی نسبت خلفاء ثلثہ کی طرف ہے اور خلیفہ اول سے یہ فعل سرزد نہیں ہوا تو کچھ حرج نہیں۔ اس واسطے کہ خلفاء صیغہ جمع کا ہے اور اس پر الف لام داخل ہوا ہے اور قاعدہ عربیت کا ہے کہ جب الف لام جمع پر داخل ہوتا ہے تو وہ معنی عموم کے دیتا ہے۔ جمع اور واحد کو دونوں کو مثلاً لا اتزوج النساء اگر کہے تو جیسا کہ بہت عورتوں کے نکاح کرنے سے حانث ہو گا ایسا ہی ایک اور دو سے بھی حانث ہو جاتا ہے جیسا کہ لا یحل لک النساء من بعد میں ممانعت نکاح ایک کی اور بہت کی ثابت ہوتی ہے۔ پس تین خلیفہ کا عمل اس پر ہونا کافی ہے اور اگر ایک خلیفہ بھی اس کے اوپر عمل کرتے جب بھی کافی تھا چہ جائیکہ تین خلیفہ نے یہ کام کیا اور سب صحابہ نے اس پر اجماع کیا اور مراد سنت الخلفاء سے حدیث میں وہ امر ہے کہ اصل اس کی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں موجود ہو مگر شیوع اس کا نہیں ہوا۔ پھر کسی خلیفہ نے اس کا شیوع کر دیا سو وہ فی الحقیقت سنت رسول اللہ ہی ہے۔ مگر چونکہ اس کا شیوع خلفاء سے ہوا اس واسطے اس کو سنت الخلفاء فرمایا۔

پس سنت الخلفاء وہی ہے کہ اصل اس کی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہو۔ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یہ کہا تھا کہ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین اس لئے جو امر کہ مخالف سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو گا وہ امر بدعت ہو گا اور صحابہ بھی اسی سنت خلفاء کو التزام کرتے تھے کہ جس کی اصل سنت رسول اللہ میں موجود ہو اور خلفاء کی سنت بھی ایسی ہی ہوتی تھی اور جب تک کہ صحابہ کو سنت خلفاء کی اصل نہ معلوم ہوتی تھی وہ قبول نہ کرتے تھے۔

مثلاً جس وقت کہ شیخین نے زید بن ثابت کو بلا کر جمع قرآن کے واسطے کہا تو چونکہ زید کو یہ امر بدعت معلوم ہوا تو یہ جواب دیا کہ کس طرح کرتے ہو تم اس عمل کو جس کو رسول اللہ نے نہیں کیا اور زید کہتے ہیں کہ اگر شیخین مجھ کو پہاڑ نقل کرنے کا حکم دیتے تو وہ میرے نزدیک سہل تھا اس امر سے اور اس کی وجہ وہی تھی کہ وہ اس کو بدعت سمجھ رہے تھے۔ لہٰذا انہوں نے اس کو قبول نہ کیا۔ یہاں تک کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کو سمجھا دیا کہ یہ بدعت نہیں بلکہ سنت ہی ہے۔ اس وقت انہوں نے قبول فرما لیا۔ یہ قصہ بخاری میں موجود ہے :-

عن عبید[1] بن السباق ان زید بن ثابت قال ارسل الی ابوبکر مقتل اهل الیمامة فاذا عمر بن الخطاب عنده قال ابوبکر ان عمر اتانی فقال ان القتل قد استحر یوم الیمامة بقراء القرآن وانی اخشی ان استحر القتل بالقراء بالمواطن فیذھب کثیر من القرآن وانی اری ان تامر بجمع القرآن قلت لعمر کیف تفعل شیئا لم یفعله رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال عمر ھذا واللہ خیر فلم یزل عمر یراجعنی حتی شرح اللہ صدری لذلک ورأیت فی ذلک الذی رای عمر قال زید قال ابوبکر انک رجل شاب عاقل لا نتھمک وقد کنت تکتب الوحی لرسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم۔ فتتبع القرآن فاجمعه فواللہ لو کلفونی نقل جبل من الجبال ما کان اثقل علی مما امرانی به من جمع القرآن قلت کیف تفعلون شیئا لم یفعله رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال ھو واللہ خیر فلم یزل ابوبکر یراجعنی حتی شرح اللہ صدری للذی شرح له صدر ابی بکر وعمر۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ قبول کرنا صحابہ کا سنت خلفاء کو اس وقت ہوتا تھا کہ ان کے نزدیک وہ سنت موافق سنت رسول اللہ کے ہوتی تھی۔ پس یہ سنت عشرین رکعت بھی ایسی ہی ہے کہ اس کی اصل سنت رسول اللہ میں موجود ہے۔ اسی واسطے تمام صحابہ نے اس وقت میں اس کو قبول کیا اور اس پر عامل رہے اور کسی وقت کسی ایک نے بھی صحابہ میں سے اس پر انکار نہ کیا نہ اس کو مخالف سنت رسول اللہ سمجھا۔ اگرچہ بعض نے اس پر عمل نہ کیا ہو بلکہ دوسرے عدد پر عمل کیا ہو کہ وہ بھی سنت سے ان کے نزدیک ثابت تھا مگر انکار ہرگز کسی نے نہیں کیا۔ اگر کسی کو دعویٰ ہے تو ظاہر کرے۔ پس جب اجماعاً اس کا ثبوت بلا انکار قرن صحابہ میں ہو گیا تو یہ مجمع علیہ ہو گیا اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونا اس کا واضح ہو گیا۔ قال[2] علیه السلام لا تجتمع امتی علی الضلالة۔ پس بعد ایسی دلیل قطعی کے کسی اہلِ فہم کو جسارت نہ ہو گی کہ اس کو بدعت

---

[1] مروی ہے زید بن سباق سے کہ تحقیق زید بن ثابت نے فرمایا کہ بھیجا کوئی آدمی حضرت ابوبکرؓ نے میرے طرف جبکہ یمامہ والوں کے ساتھ مقاتلہ تھا پس ناگاہ حضرت عمرؓ کو میں نے وہاں پایا۔ فرمایا حضرت ابوبکرؓ نے کہ حضرت عمرؓ میرے پاس آئے اور کہا کہ قتل شدید ہوا ہے یمامہ کے مقاتلہ میں قرآن کے قاریوں پر اور میں ڈرتا ہوں کہ اگر ایسے ہی قتل رہا قاریوں پر تو اور طرفوں میں تو اکثر کلام اللہ ہمارے ہاتھوں سے جاتا رہے گا اور مناسب مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ امر کریں کلام اللہ جمع کرنے کا کہا میں نے (یعنی حضرت ابوبکرؓ نے) عمرؓ کے تئیں کیسے تجویز کرتا ہے تو ایسی بات کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی کہا حضرت عمرؓ نے یہ بات واللہ اچھی ہے۔ پس رہے حضرت عمرؓ اصرار کرتے یہاں تک کہ جما دیا اللہ نے سینہ میرا اس بات پر اور سمجھ گیا میں وہ بات جو حضرت عمرؓ سمجھے۔ کہا زید بن ثابت نے فرمایا حضرت ابوبکرؓ نے تحقیق تو توانا اور عاقل ہے نہیں متہم جانتے ہم تم کو اور البتہ تھے تم لکھتے وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پس جستجو کر کلام اللہ کی اور جمع کر اسے (کہا زیدؓ نے) پس قسم اللہ کی اگر تکلیف دیتے مجھے کسی پہاڑ کے اٹھانے کی نہ گراں گزرتا مجھ پر اس سے کہ امر کیا ان دونوں نے یعنی جمع کرنا کلام اللہ کا پس عرض کی میں نے کیسے تجویز کرتے ہو تم ایسی چیز کہ نہیں کیا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا حضرت ابوبکرؓ نے یہ بات واللہ اچھی ہے پس ایسے ہی رہے حضرت ابوبکرؓ اصرار کرتے یہاں تک کہ جما دیا اللہ نے جی میرا اس بات پر کہ جمے تھے اس پر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ۔ [2] فرمایا آنحضرتؐ نے نہ اکٹھی ہو گی امت میری گمراہی پر۔ ۱۲

کرے۔ مگر ہاں اس کو بھی سنت جان کر دوسرے عدد پر جو کہ سنت سے ثابت ہے اس سے کم یا زیادہ اگر اس پر عمل کرے تو ملامت نہیں مگر ان لوگوں پر جو آٹھ رکعت پر قناعت کرتے ہیں اور اس سے زیادہ سے اعراض کرتے ہیں بسبب ترک کر دینے سنت خلفائے راشدین کے کہ فی نفس الامر وہ بھی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور بقول علیہ السلام علیکم[1] بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین عضوا علیہا بالنواجذ۔ جو کہ امر موکد ہے شائبہ الزام ضرور ہوگا کیونکہ مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں سنتوں کا معمول بنانا ہے۔ یہ حکم نہیں فرمایا کہ میری سنت کو لے کر خلفاء کی سنت کو ترک کر دو بلکہ دونوں پر التزام کرو کما لا یخفیٰ مگر اس کو بدعت کہنا نہایت زبوں اور شنیع ہے۔ بعد اس کے کسی دلیل کی حاجت نہیں۔ اب روایت فتح الباری شرح بخاری کی نقل کی جاتی ہے کہ جس سے مذاہب علماء و فقہاء دریافت ہو جاویں۔ اگرچہ اوپر کی عبارات سے بھی معلوم ہو گئے تھے مگر اس میں زیادہ بسط ہے۔ قال فی فتح الباری۔

لم[2] یقع فی ھذہ الروایۃ عدد الرکعات التی کان یصلی بھا ابی بن کعب وقد اختلف فی ذلک ففی الموطا عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید انہا احدی عشرۃ رکعۃ ورواہ سعید بن منصور من وجہ اخر

---

[1] فرمایا لازمی بنالو سنت میری اور سنت خلفاء راشدین کی جو کہ ہدایت یاب ہیں کچلیوں سے پکڑ واسے (یعنی پوری اہتمام سے) ۱۲

[2] بخاری کی اس روایت میں تراویح کی تعداد مذکور نہیں ہوئی جو ابی بن کعب پڑھایا کرتے تھے اور اس میں مختلف روائتیں آئی ہیں مؤطا مالک میں محمد بن یوسف سے روایت ہے کہ سائب بن یزید صحابی کہتے ہیں کہ وہ گیارہ رکعت تھیں اور اسی روایت گیارہ والی کو سعید بن منصور نے بھی دوسرے طریق سے روایت کیا ہے اور یہ بھی روایت کیا ہے کہ وہ مئین سورتیں پڑھا کرتے تھے اور طول قرأت کے سبب عصا پر تکیہ لگا کر کھڑے ہوتے تھے اور روایت کیا اس کو محمد بن نصر مروزی نے محمد بن اسحٰق کے طریق سے وہ محمد بن یوسف سے اور اس میں تیرہ رکعت بیان کی ہیں اور عبدالرزاق نے دوسرے طریق سے محمد بن یوسف سے اکیس رکعت روایت کی ہیں اور مالک نے یزید بن خصیفہ کے طریق سے اس نے سائب بن یزید سے بیس رکعت روایت کی ہے اور یہ سوائے وتر کے محمول ہیں اور یزید بن رومان سے روایت ہے کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تیئیس رکعت پڑھا کرتے تھے اور محمد بن نصر نے عطا کے طریق سے روایت کی ہے کہا عطاء نے کہ میں نے لوگوں کو پایا ہے کہ تیئیس رکعت مع وتر پڑھتے تھے۔ ان روایات میں یوں تطبیق دی جا سکتی ہے کہ یہ سب روایتیں مختلف اوقات پر محمول ہیں (یعنی کبھی گیارہ رکعت کبھی تیرہ اور کبھی اکیس کبھی تیئیس پڑھتے تھے) اور یہ بھی احتمال ہے کہ رکعتوں کی کمی زیادتی قرأت کے زیادہ اور کم ہونے کے باعث سے ہے، جب قرأت زیادہ پڑھتے تو رکعتیں کم کر دیتے اور بالعکس اسی تطبیق کے ساتھ داؤدی وغیرہ اہل علم نے جزم کیا ہے۔

اور پہلا عدد گیارہ رکعت کا آنحضرت صلعم کے فعل کے موافق ہے جو اسی باب میں حضرت عائشہ کی حدیث میں مذکور ہے اور دوسرا عدد تیرہ رکعت کا بھی اسی کے قریب ہے اور بیس سے زیادہ اکیس اور تیئیس میں جو اختلاف ہے وہ وتر کی کمی زیادتی کی وجہ سے ہے۔ کبھی ایک وتر پڑھتے تو اکیس ہو جاتیں اور تین پڑھتے تو تیئیس اور محمد بن نصر نے (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وزاد فیه وکانوا یقرءون بالمئین ویقومون علی العصی من طول القیام ورواه محمد بن نصر المروزی من طریق محمد بن اسحٰق عن محمد بن یوسف فقال ثلث عشرة ورواه عبدالرزاق من وجه اخر عن محمد بن یوسف فقال احدی وعشرین وروی مالک من طریق یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید عشرین رکعة وهذا محمول علی غیر الوتر وعن یزید ابن رومان قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بثلث وعشرین وروی محمد بن نصر من طریق عطاء قال ادرکتهم فی رمضان یصلون عشرین رکعة وثلث رکعات الوتر والجمع بین هذه الروایات ممکن باختلاف الاحوال ویحتمل ان ذلک الاختلاف بحسب تطویل القراءة وتخفیفها فحیث یطیل القراءة تقل الرکعات وبالعکس وبذلک جمع الداؤدی وغیره

والعدد الاول موافق لحدیث عائشة المذکور بعد هذا الحدیث فی الباب والثانی قریب منه والاختلاف فی ما زاد علی العشرین راجع الی الاختلاف فی الوتر کانه کان تارة یوتر بواحدة وتارة بثلاث وروی محمد ابن نصر من طریق داؤد بن قیس قال ادرکت الناس فی امارة ابان بن عثمان وعمر بن عبدالعزیز یعنی بالمدینة یقومون بست وثلاثین رکعة ویوترون بثلث وقال مالک هو الامر القدیم عندنا وعن الزعفرانی عن الشافعی رایت الناس یقومون بالمدینة بتسع وثلاثین وبمکة بثلث وعشرین ولیس فی شیٔ من ذلک ضیق وعنه قال ان اطالوا القیام واقلوا السجود فحسن وان اکثروا السجود واخفوا القراءة فحسن والاول احب الی وقال الترمذی اکثر ما قیل فیه انها تصلی احدی واربعین رکعة یعنی بالوتر کذا قال وقد نقل ابن عبدالبر عن الاسود بن یزید یصلی اربعین یوتر بسبع وقیل ثمان وثلثین ذکره محمد بن نصر عن ابن ایمن عن مالک وهذا یمکن رده الی الاول بانضمام ثلث الوتر لکن صرح فی روایته بانه یوتر بواحدة فتکون اربعین الا واحدة ۔

(بقیہ حاشیہ صـ سے آگے) روایت کی ہے کہ داؤد بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے ابان بن عثمان اور عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں لوگوں کو مدینہ میں چھتیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھتا پایا ہے ۔ مالک نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہی قدیم سے رائج ہے اور زعفرانی سے روایت ہے کہ شافعی نے کہا کہ میں نے لوگوں کو مدینہ میں انتالیس اور مکہ میں تئیس رکعت تراویح پڑھتے دیکھا ہے اور ان میں کسی بات پر تنگی نہیں ہے اور شافعی ہی سے روایت ہے کہ اس قیام کو لمبا اور رکعتوں کو کم کریں تو اچھا ہے اور رکعتیں زیادہ پڑھیں اور قرأت کو کم کر دیں تو بھی اچھا ہے لیکن قرأت کو زیادہ کرنا اور رکعتوں کو کم کرنا میرے نزدیک محبوب تر ہے ۔ ترمذی نے کہا زیادہ سے زیادہ اکتالیس رکعت تک مروی ہے یعنی وتر سمیت ترمذی نے ایسا ہی ذکر کیا ہے اور تحقیق ابن عبدالبر نے نقل کیا ہے کہ اسود بن یزید سینتالیس رکعت پڑھتے تھے اور بعض نے کہا اڑتیس رکعت ۔ اس کو محمد بن نصر نے بروایت ابن ایمن مالک سے روایت کیا ہے اور اس کے ساتھ تین وتر ملانے سے وہی ہو سکتی ہیں لیکن اس میں ایک وتر کی تصریح کی ہے تو انتالیس رکعت ہوئیں ۔

قال[۱] مالک وعلی ھذا العمل منذ بضع ومائۃ سنۃ وعن مالک ست وا ربعون وثلث الوتر وھذا ھو المشھور عنہ وقد رواہ ابن وھب عن العمری عن نافع قال لم ادرک الناس الا وھم یصلون تسعا وثلثین یوترون منھا بثلث ومن زرارۃ بن اوفی انہ کان یصلی بھم بالبصرۃ اربعا وثلثین ویوتر وعن سعید بن جبیر اربعا وعشرین وقیل ست عشرۃ غیر الوتر روی عن ابی مجلز وعن محمد بن نصر واخرج من طریق محمد بن اسحاق حدثنی محمد بن یوسف عن جدہ السائب بن یزید قال کنا نصلی زمن عمر فی رمضان ثلث عشرۃ قال ابن اسحق وھذا اثبت ما سمعت فی ذلک وھو موافق لحدیث عائشۃ فی صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اللیل۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ انتھیٰ۔

الحاصل گیارہ رکعت تراویح سے جو زیادہ عدد منقول ہیں اس پر کسی نے قرون ثلثہ میں انکار نہیں کیا۔ اگرچہ عمل اس پر نہ کیا ہو تو بس جواز و سنت جملہ اعداد پر اجماع ہوگیا۔ بعد ازاں قرون کے اگر کسی نے اس پر انکار کیا تو وہ قابل التفات کے نہیں۔ لہٰذا بیس رکعات کو یا اس سے زیادہ کو بدعت کہنا ہرگز سزاوار نہیں۔ چنانچہ واضح ہوگیا اور یہ مدعا درصورت اتحاد دونوں صلوٰۃ کے بھی حاصل ہے۔ بحث تفرقہ ہر دو صلوٰۃ کے بسبب سوال سائل کی گئی اگرچہ رائے بعض علمائے سلف سے یہ رائے خلاف ہو۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر۔ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی۔ ۱۶ رشوال ۱۳۱۵ھ

رشید احمد

---

[۱] مالک نے کہا کئی اوپر سو برس سے اسی پر عمل چلا آ رہا ہے اور مالک سے چھتیس رکعت نفل اور تین وتر بھی منقول ہیں اور مشہور ان سے اسی طرح ہے اور تحقیق ابن وہب نے عمری سے اور عمری نے نافع سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جن (لوگوں) کا زمانہ پایا ہے وہ انتالیس رکعت پڑھتے تھے کہ تین ان میں وتر ہوتے اور زرارۃ بن اوفی تابعی سے روایت ہے کہ وہ بصرہ میں لوگوں کو علاوہ وتر کے چونتیس رکعت پڑھاتے تھے اور سعید بن جبیر (تابعی کبیر) سے علاوہ وتر کے چوبیس رکعت کی روایت ہے اور بعض نے کہا علاوہ وتر کے سولہ رکعت روایت کیا اس کو محمد بن نصر نے ابی مجلز (تابعی) سے اور محمد بن نصر نے محمد بن اسحٰق سے روایت کی ہے کہ مجھ کو محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی کہ ان کے دادا سائب بن یزید صحابی نے کہا کہ ہم حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تیرہ رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔ ابن اسحٰق تابعی کہتے ہیں کہ اساتذہ سے جو ہم نے سنا ہے اس میں یہی تیرہ رکعت کی زیادہ ثابت ہیں اور وہ آنحضرتؐ کی نماز شب کے موافق یہی ہے جو حضرت عائشہؓ کی حدیث میں مذکور ہے۔

جو نماز تراویح کی (۸) رکعات پڑھے

سوال :۔ آٹھ رکعت تراویح پڑھنا درست ہے یا نہیں جیسا کہ بعض آدمی پڑھتے ہیں ۔

جواب :۔ جو لوگ آٹھ رکعت پڑھتے ہیں وہ تارک فضیلت سنت ہیں ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حفاظ کو تراویح میں قرآن مجید کا معاوضہ دینے کے مسائل

سوال :۔ نماز تراویح میں قرآن پڑھنے یا سننے پر اُجرت مقرر کر کے لینا یا بغیر مقرر کئے ہوئے قاری و سامع کو کچھ دینا کیسا ہے ؟

جواب :۔ قرآن سنانے کی اُجرت تراویح میں لینا درست نہیں کہ قرآن پڑھنا عبادت ہے اور عبادت پر اُجرت لینا حرام ہے ۔ قال[1] فی رد المحتار الآخذ والمعطی آثمان انتھٰی واللہ تعالیٰ اعلم ۔

تراویح میں قرآن مجید سنانے پر معاوضہ لینا

سوال :۔ حافظوں کو نماز تراویح میں قرآن اُجرت پر سنانا اور اجرت مقرر کی ہو یا نہ کی ہو لینا کیسا ہے ؟ زید کہتا ہے کہ اجرت لینا منع ہے اور عمرو کہتا ہے کہ جیسے اُجرت اذان و اقامت و امامت پر درست ہے ویسے ہی قرآن سنانے پر درست ہے ۔ صحیح کس طور پر ہے ؟

جواب :۔ حافظوں کو اجرت پر قرآن سنانا حرام ہے اور اُجرت بھی ناجائز ہے ۔ اذان و اقامت اور تعلیم وعظ اس کو متاخرین نے بوجہ ضرورت استثناء کیا ہے ۔ قرآن سنانے میں کوئی ضرورت نہیں جس نے قرآن سنانے کو اذان پر قیاس کیا ہے وہ غلط ہے ۔ فقط

تراویح میں قرآن مجید سننے والے کی اُجرت

سوال :۔ جس حالت میں قرآن مجید کا سننا لازم ہوا تو اس ضرورت کے ادا کرنے کے واسطے حافظ کو کچھ اجرت کے طور پر ٹھہرا کر دینا کیسا ہے ؟ اگر حافظ کو نہ دیا جائے تو سامع کو کچھ اجرت کے طور پر دینا کیسا ہے ۔ اگر حافظ کو نہ بھی دیا جاوے تو سامع بغیر لئے نہیں مانتے اور بغیر سامع کے صرف حافظ کے پڑھنے میں شک رہتا ہے اور اکثر بعض بعض الفاظ رہ جاتے ہیں بلکہ آیت رہ جاتی ہے اور تنہا حافظ کو اس کا پتہ نہیں چلتا تو مجبوراً سامع کو اجرت دی جاتی ہے اور سامع پہلے ٹھہرا لیتے ہیں ۔ پس بہتر کیا ہے ؟ آیا الم تر کیف سے ہی روزانہ تراویح ادا کر لی جاویں یا سامع کو بطور اجرت کچھ دے دیا جاوے اور جو مصلحتیں اول سے آخر تک قرآن شریف سننے میں ہیں وہ حضور کو معلوم ہیں اظہار کی چنداں ضرورت نہیں اور اس وقت کے حفاظ کی حالت بھی زمانہ کے موافق ظاہر ہے پس سب امورات پر نظر فرما کر جو حکم ہو اُس سے مفصل اور مشرح طور پر آگاہی بخشئے ۔

جواب :۔ تراویح میں جو کلام اللہ پڑھے یا سنے اُس کی اُجرت دینا حرام ہے جب اُجرت کا دینا حرام ہوا

---

[1] رد المحتار میں ہے کہ لینے اور دینے والا دونوں گناہ گار ہیں ۔

توالم ترکیب سے ہی پڑھنا چاہیئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حافظ کو بغیر مانگے کے دینا

سوال :۔ جو شخص قرآن نماز تراویح میں سنائے بغیر ٹھہرائے اور مانگے اگر آدمی کچھ اس کو بطور چندہ کے دیویں یہ لینا اس کو جائز ہے یا نہیں ہے اور دینے والے کو یہ دینا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ اگر حافظ کے دل میں لینے کا خیال نہ تھا اور پھر کسی نے دیا تو درست ہے اور جو حسب رواج وعرف دیتے ہیں۔ حافظ بھی لینے کے خیال سے پڑھتا ہے اگرچہ زبان سے کچھ نہیں کہتا تو درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

تراویح کی دو رکعتوں کی بجائے سہواً چار رکعت پڑھنے کا مسئلہ

سوال :۔ تراویح میں بجائے دو رکعتیں سہواً چار رکعت پڑھ لیں۔ اب سجدہ سہو سے تلافی ہو کر نماز صحیح ہو گی یا نہیں ؟ ایک شخص کہتا ہے کہ نماز نہیں ہوئی کیونکہ دو رکعتوں پر قعدہ فرض تھا اور وہ ترک ہو گیا۔ یہ مقولہ صحیح ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ دو تراویح ہوئیں ترک فرض نہیں ہوا بلکہ تاخیر فرض ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نماز تراویح میں قرآن مجید سننا کیسا ہے ؟

سوال :۔ نماز تراویح میں اول سے آخر تک قرآن شریف کا سننا فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب ؟

جواب :۔ نماز تراویح میں کلام اللہ شریف سننا سنت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تراویح میں قرآن مجید سنانا

سوال :۔ ہر حافظ قرآن کو ہر ماہ رمضان میں محراب سنانا سنت موکدہ ہے یا نہیں ؟ اور حافظ کو محراب سنانے میں زیادہ ثواب ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ تراویح میں قرآن سنانا اور سننا سنت ہے مگر ہر حافظ پر موکد نہیں کہ سب پڑھا کریں اگر کوئی جدا پڑھے جب بھی درست ہے اس کے ترک سے عتاب نہ ہو گا مگر قرآن کو پڑھتے رہنا چاہیئے۔

شبینہ کا مسئلہ

سوال :۔ شبینہ یعنی کلام اللہ شریف ایک شب میں تراویح میں پڑھنا ثابت ہے یا نہیں ؟ بالخصوص ایسی حالت میں کہ ادائے حروف بترتیل حتیٰ کہ تصحیح الفاظ تک نہیں ہوتی اور مقتدیوں پر بار تطویل و ریاء و شہرت علاوہ۔ لہٰذا ایسی صورت میں جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ قرآن شریف کا ایک رات میں ختم کرنا بصورت تصحیح الفاظ وغیرہ جائز ہے اور حضرت عثمانؓ سے ایک رات میں ختم کرنا ثابت ہے اور اگر قرآن ترتیل کے ساتھ نہیں پڑھا مگر الفاظ صحیح پڑھے گئے تو اس طرح پڑھنے میں ثواب کم ہو گا اور با ترتیل میں ثواب زائد اور ریا تو فرائض میں بھی ممنوع ہے تراویح پر کیا موقوف ہے اور

مقتدیوں کو اگر اس طرح پڑھنا دشوار ہوتا ہے تو نہ پڑھیں۔ فقط

ملفوظات

(۱) جس صورت میں لوگوں کے جمع ہونے سے مسجد کی بے تعظیمی ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں چپکے سے ختم کردینا اور کسی کو خبر نہ کرنا بہت بہتر اور مناسب ہے اور جس شخص نے بیس تراویح پڑھ لی ہوں پھر کسی دوسری مسجد میں تراویح ہوتی دیکھے تو شریک ہوجاوے کچھ حرج نہیں بلکہ ثواب ہے۔

(۲) تراویح میں سورۂ اخلاص کو مکرر کرتے ہیں اس واسطے کہ ایک بار میں قرآن کی سورۃ ہونا نیت کرتے ہیں۔ اور دوبارہ اس کو اس خیال سے پڑھتے ہیں کہ جو کچھ کمی غلطی قرآن میں واقع ہوتی اس کا جبر نقصان ہوجاوے کہ یہ ثلث قرآن وصف رحمٰن تعالیٰ شانہ ہے۔ بعض کتب فقہ میں بھی یہ لکھا ہے پس مضائقہ نہیں اور مکرر پڑھنا کسی سورت کا حرج نہیں۔ مگر اس کو سنت نہ جاننے۔ اور مکرر پڑھنا کسی آیت کا تو حدیث سے بھی ثابت ہے۔ کسی وجہ سے مگر اس وجہ خاص سے سراجیہ کتب فقہ میں لکھا ہے اور کوئی ضروری امر نہیں چاہے نہ پڑھے البتہ ضروری اور سنت جان کر پڑھنا بدعت ہوجائے گا۔

(۳) جو مکروہ وقت میں نماز ہووے اس کا اعادہ کرنا چاہیئے۔ اگرچہ عصر کو بعد مغرب ہی پڑھے کہ جبر نقصان ہوجاتا ہے۔

(۴) امانت کو بلا اذن صرف کرنا خیانت ہے گناہ ہوگا۔

(۵) جماعت کو چھوڑ کے دوسری مسجد میں کہ پوری نماز امام کے ساتھ ملے ہرگز نہ جاوے کہ اعراض جماعت مسلمین سے ظاہر ہے اور دوسری جگہ کا ملنا محتمل اور اس مسجد کا حق تلف ہوتا ہے اور صورت تہمت و اعراض۔

باب بھول کے سجدوں کا بیان

سنن و نوافل میں قعدہ اولیٰ کا چھوڑنا

سوال: - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے چار رکعت نفل کی نیت کی اور بیچ کے قعدہ میں بیٹھنا بھول گیا۔ اسی طور پر چاروں رکعت پوری کرلیں۔ اخیر میں قعدہ کرکے سلام پھیرا یہ نماز اس کی ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو نوافل کی اصل رکعات دو ہیں بیچ کا قعدہ فرض تھا باوجود ترک نماز کیسے ہوئی اور جو نہیں ہوئی تو تعداد میں کے رکعت پڑھے دو یا چار۔ دوسرے یہ کہ ایک شخص نے چار فرائض کی نیت کی اور قعدہ اخیر کا نہ کیا۔ پس اس صورت میں جو فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کیا تو بیٹھ جائے اور سجدہ کرکے فارغ ہوجائے اور جو سجدہ پانچویں رکعت کا کرلیا تو فرض باطل ہوگئے۔ اب اگر ایک رکعت اور ملالیوے گا تو چھ نفل ہوجاویں گے۔ پس جس حالت میں قعدہ اخیر فرض کا ترک ہوا تو نوافل ہونا کیسے صحیح ہوا یا قعدہ اخیرہ کی فرضیت میں بہ نسبت فرائض و نوافل کے کچھ تفاوت

ہے اور پہلی صورت نوافل کی بعض صاحب ایسی فرماتے ہیں کہ دو رکعت نفل کی قضا ہو گی۔ اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ وہاں فرض سے دو جائز اور دو ناجائز اور یہاں فرائض میں چاروں بلکہ چھٹوں جائز مگر فرضیت باطل اور نفلیت قائم دونوں میں کیا فرق ہے ؟ بینوا و توجروا

جواب :۔ اس کی چار رکعتیں ہوگئیں اور قعدہ اولیٰ نوافل میں مطلقاً فرض نہیں بلکہ اُس وقت فرض ہوتا ہے کہ رکعت اخیرہ بعد واقع ہو اور جس وقت کہ یہ شخص تیسری رکعت میں کھڑا ہو گیا تو معلوم ہوا کہ یہ محل قعدہ فرض کا نہ تھا بلکہ قعدہ اس جگہ واجب تھا جیسا کہ فرائض میں بھی واجب ہوتا ہے۔ پس اس کا انجبار سجدہ سہو سے ہو سکتا ہے نفل میں بھی اور فرض میں بھی ہاں اگر مصلی تیسری رکعت کے قیام سے قعدہ اول کی طرف لوٹ آیا تو معلوم ہوا کہ یہ قعدہ قعدہ اخیرہ تھا جو فرض ہے۔ پس اس وقت میں قیام سے تاخیر فرض ہوئی اس لئے انجبار اُس کا سجدۂ سہو سے ہو جائے گا اور فرض میں قعدہ اولیٰ کا وجوب اور ثانیہ رکن ہوتا ہے مستمر اور موقوف فعل مصلی پر نہیں بلکہ قعدہ اخیرہ یعنی ثنائی میں دو رکعت کے بعد اور ثلاثی میں تین رکعت کے بعد اور رباعی میں چار رکعت کے بعد قعدہ ہر حال فرض ہے بعض مصلی اگر اس موقوف سے تجاوز کرے تو قبل اس کے کہ رکعت زائدہ کو مقید بسجدہ کرے دو رکعت محل رفض ہے اس کو چھوڑ سکتا ہے اور جب اس کو مقید بسجدہ کر دیا تو اب یہ رکعت ثانیہ ہو کر قابلیت فرض سے نکل گئی تو اس میں متحقق ہو گیا کہ مصلی نے قعدۂ مفروضہ کو چھوڑ دیا پس فرضیت باطل ہو گئی۔ مگر نفلیت کا بطلان اس وجہ سے نہیں ہوا کہ اس میں یہ قعدہ فرض نہ تھا کیونکہ یہ رکعت وسط صلوٰۃ میں واقع ہوئی ہے نہ آخیر میں۔ قال فی الدر المختار تحت قوله والقعود الاول ولو فی نفل فی الاصح [1]

اور اس پر علامہ شامی نے لکھا ہے۔

لانه وان كان كل شفع منه صلوة على حدة حتى افترضت القراءة فى جميعه لكن القعدة انما افترضت للخروج من الصلوة فاذا قام الى الثالثة تبين ان ما قبلها لم يكن اوان الخروج من الصلوة فلم تبق القعدة فريضة انتهى كلامه [2]۔

پس اس سے معلوم ہو گیا کہ چار رکعت اس کی ہو گئیں اور قضا نہ آوے گی نہ دو کی نہ چار کی۔ پس اُن صاحب کا قول غلط ہو گیا کہ جو فرماتے ہیں دو کی قضا آوے گی اور دونوں صورتوں میں فرق بھی ظاہر ہو گیا اور یہ جواب موافق مذہب شیخین کے ہے اور امام محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرض و نفل میں کوئی فرق نہیں۔ جیسا کہ فرائض باطل

---

[1] درمختار میں اس قول کے تحت کہ قعدہ اولیٰ اگرچہ نوافل میں ہو صحیح مسئلہ یہ ہے کہ :

[2] اس لئے کہ وہ اگرچہ کہ اس کی ہر دو رکعت مستقل علیحدہ نماز ہے اور اسی لئے قرأت اس کی کل رکعات میں فرض ہے لیکن قعدہ کی فرضیت صرف نماز سے نکلنے کے لئے ہے تو جب وہ تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو ظاہر ہو گیا کہ اس سے ماقبل نماز سے نکلنے کا وقت نہ تھا لہٰذا وہ قعدہ فرض نہ رہا۔

ہوگئے ویسے ہی اصل صلوٰۃ باطل ہوگی. پس اُن کے مذہب کے موافق سرے سے سوال ہی وارد نہیں ہوتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ کہ کل شفع من النفل صلوۃ علی حدۃ[1] کلیہ نہیں بلکہ بعض احکام کے اعتبار سے ہے۔ قال فی رد المحتار وکون کل شفع صلوۃ علی حدۃ لیس مطرداً فی کل الاحکام ولذا لو ترک القعدۃ الاولی لا تفسد خلافاً لمحمد رحمہ اللہ تعالیٰ[2] انتہیٰ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سنن ونوافل میں ضم سورت کا حکم

سوال: ۔ آیا سنن ونوافل میں ترک ضم سورۃ سے سجدہ سہو لازم ہوگا اور وتر کو اس بارہ میں حکم فرائض کا دیا جاویگا یا سنن کا کہ وتر میں بھی ترک ضم سے سجدہ آوے۔

جواب: ۔ ضم سورت یا فاتحہ نوافل وسنن میں مثل فرائض کے واجب ہے ترک سے سجدہ سہو آوے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

قومہ وجلسہ کی دعاؤں کا حکم

سوال: ۔ قومہ وجلسہ میں دعا مسنونہ نہ پڑھنے سے جو شخص کہتا ہو کہ سجدہ سہو لازم ہے یہ قول صحیح ہے یا نہیں ؟

جواب: ۔ یہ مسئلہ صحیح معلوم نہیں ہوتا ہے۔ فقط

باب وتر کا بیان

فرض پڑھانے والے کے سوا وتر کوئی اور پڑھا سکتا ہے یا نہیں ؟

سوال: ۔ یہ جو مشہور ہے کہ جو شخص فرض نماز پڑھاوے وہی وتر پڑھاوے اگر دوسرا شخص پڑھاوے تو جائز ہے یا نہیں ؟

جواب: ۔ درست ہے کہ دوسرا شخص وتر پڑھاوے اور جو مشہور ہے غلط ہے۔

جس کو فرض کی نماز نہ ملے وہ وتر کیسے پڑھے ؟

سوال: ۔ جس شخص کو نماز جماعت فرضوں کی نہ ملے وہ نماز وتر جماعت سے پڑھے یا علیحدہ زید کہتا ہے کہ وتر جماعت سے نہ پڑھے۔ صحیح کس طرح ہے ؟

جواب: ۔ وتر جماعت سے پڑھ لے فقط۔

---

[1] نفل کی ہر دو رکعت مستقل علیحدہ نماز ہے۔

[2] رد المحتار میں ہے کہ ہر دو رکعت کا مستقل نماز ہونا تمام احکام میں ضروری نہیں اور اسی لئے اگر کسی نے قعدۂ اولیٰ چھوڑ دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی اس میں محمد رحمہ اللہ کا اختلاف ہے۔

دعا قنوت کے بعد درود شریف کا پڑھنا

سوال :۔ وتروں میں دُعائے قنوت کے بعد درود شریف پڑھنا جیسے کہ شرح در مختار میں لکھا ہے کیسا ہے ؟ زید کہتا ہے کہ دعائے قنوت کے بعد درود شریف پڑھنا اچھا ہے ۔

جواب :۔ دعائے قنوت کے بعد درود شریف مستحب ہے ۔ فقط

باب الجمعۃ والعیدین

جمعہ کہاں اولیٰ ہوگا

سوال :۔ یہاں بہت سی مسجدوں میں جمعہ ہوتا ہے اولیٰ کس میں ہے ؟

جواب :۔ سب مسجدوں میں جمعہ درست ہے مگر بڑی مسجد میں اولیٰ ہے یا جس میں امام عالم متقی ہو ۔ فقط والسلام ۔

قریہ میں جمعہ وعیدین کا ہونا

سوال :۔ جس مقام پر تفسیر مصر حسب فقہاء صادق نہ آتی ہو مثل قریہ وغیرہ یا جس مصر میں حاکم اور نائب بھی نہ ہو کہ اجرائے حدود شرعیہ کرے اور کفار وہاں کے مانع احکام شرعیہ بھی نہ ہوں تو وہاں جمعہ عیدین قائم کیا جاوے یا نہیں ؟ اگر ایسی جگہ قائم کریں تو صحیح ہوگا یا ظہر ذمہ باقی رہے گی ؟ اور حدیث لاجمعۃ ولاتشریق الا فی مصر جامع صحیح ہے یا ضعیف ۔

جواب :۔ یہ حدیث قول حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صحیح ہے اور اس پر ہی عملدرآمد حنفیہ کثرہم اللہ تعالیٰ کا ہے قریہ میں نماز جمعہ کسی حال میں ادا نہیں ہوتی ۔ البتہ قصبہ یا شہر میں اگر غلبہ کفار کا ہو اور اپنا امام خطیب مقرر کر کے جمعہ ادا کریں جیسا اب مروج ہے تو جمعہ ادا ہو جاتا ہے ۔ ظہر ساقط ہو جاتی ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دیہات میں جمعہ کا پڑھنا (یعنی رسالہ اوثق العریٰ فی تحقیق الجمعۃ فی القریٰ)

سوال :۔ چھوٹا گاؤں جس میں جمعہ درست نہیں اس کی کیا تعریف ہے اور بڑا گاؤں جس میں جمعہ درست ہے وہ کتنے آدمیوں کا ہوتا ہے اور اگر چھوٹے گاؤں میں جمعہ پڑھیں تو پھر ظہر پڑھنا ضروری ہے یا نہیں اور بڑے گاؤں میں بعد جمعہ ظہر پڑھیں یا نہیں ؟ (جواب از غیر مقلدین :۔)

جواب :۔ واضح ہو کہ جمعہ پڑھنے کے لئے کسی خاص قسم کی بستی ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ بات شرعی دلیل سے ثابت نہیں ہوئی بلکہ شرعی دلیل سے ثابت ہے کہ جمعہ کا پڑھنا ہر جگہ فرض ہے خواہ شہر ہو یا گاؤں خواہ بڑا گاؤں ہو یا چھوٹا گاؤں چنانچہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ ۔ یعنی اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے پکارا ہو تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو ۔ اب ظاہر ہے کہ اس آیت میں جناب باری نے عام طور پر ہر مسلمان کو فرمایا کہ جب جمعہ کے دن جمعہ کی اذان ہو تو لوگ

فوراً حاضر ہوں۔ لہٰذا اس آیت سے صاف معلوم ہُوا کہ جمعہ کے لئے کسی خاص قسم کی بستی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں البتہ حدیث سے یہ بات ضرور ثابت ہوتی ہے کہ جمعہ کے لئے اس قدر آدمی ہونے چاہئیں کہ جن سے جماعت ہو جاوے چنانچہ بیہقی میں ہے۔ عن طارق بن شہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الجمعۃ حق واجب علی کل مسلم فی جماعۃ الا اربعۃ عبد مملوک او امرأۃ او صبی او مریض۔ رواہ ابو داؤد انتہی مختصراً۔

یعنی ہر مسلمان پر فرض ہے کہ جمعہ کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے بجز چار کے مملوک غلام یا عورت یا بچہ یا بیمار۔ خلاصہ یہ کہ جمعہ کے لئے اتنے آدمی ہونے چاہئیں کہ جن سے جماعت ہو جاوے اور جماعت کے لئے سب سے کم درجہ دو عدد ہے اور دو شخصوں سے جماعت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ نیل الاوطار میں ہے :۔

اما الاثنان فبانضمام احدھما الی الاخر یحصل الاجتماع وقد اطلق الشارع علیھما اسم الجماعۃ فقال الاثنان فما فوقھما جماعۃ کما تقدم فی ابواب الجماعۃ [1]

خلاصہ یہ کہ دو شخصوں سے جماعت ہو جاتی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ آیت اور دونوں حدیثوں کے ملانے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جمعہ کے لئے کسی خاص قسم کی بستی ہونے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ قدر جماعت آدمی ہونے چاہئیں جن کا کم سے کم درجہ دو عدد ہے۔ لہٰذا ان دلیلوں کے بموجب اگر کوئی ایسی بستی ہو کہ اس میں صرف دو ہی مسلمان ہوں تو اُس پر بھی جمعہ فرض ہے۔ ہاں حنفیہ کے نزدیک البتہ جمعہ کے لئے مصر یعنی شہر کا ہونا شرط ہے اور اُس کے لئے دلیل یہ قول بیان کیا گیا ہے۔ لا جمعۃ ولا تشریق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع [2] اور اس قول کو صاحب ہدایہ نے حضرت کا قول قرار دیا ہے مگر صحیح یہ بات ہے کہ یہ حضرت کا قول نہیں ہے بلکہ حضرت علی کا قول ہے۔ چنانچہ فتح القدیر میں ہے ۔

قولہ یقول علیؑ لا جمعۃ ولا تشریق الا رفعہ المصنف وانما رواہ ابن ابی شیبۃ موقوفاً علی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا جمعۃ ولا تشریق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او مدینۃ عظیمۃ وصححہ ابن حزم۔[3]

---

[1] اگر دو ہوں تو ایک کا دوسرے سے مل جانا اجتماع کا حصول ہے اور شارع نے ان دونوں پر جماعت کا لفظ کہا ہے چنانچہ ارشاد ہے "دو اور ان سے زیادہ جماعت ہیں" جیسا کہ یہ حدیث پہلے ابواب الجماعۃ میں گزر چکی ہے ۔

[2] جمعہ و تشریق و عید الفطر و عید الاضحیٰ بجز شہر جامع کے اور کہیں نہیں ہوتے ۔

[3] اس کا یہ کہنا کہ حضرت علی نے فرمایا کہ جمعہ اور تشریق نہیں ہے الخ تو مصنف نے اس کو مرفوع کہا ہے حالانکہ ابن ابی شیبہ نے اس کو حضرت علی پر موقوف روایت کیا ہے کہ نہ جمعہ ہے نہ تشریق نہ عید الفطر نہ عید الاضحیٰ مگر جامع شہر میں یا بڑے شہر میں اور اس کو ابن حزم نے صحیح قرار دیا ہے ۔

یعنی مصنف نے اس قول کو مرفوع قرار دیا ہے یعنی حضرت کا قول کہا ہے حالانکہ یہ قول حضرت علی پر موقوف ہے یعنی ان ہی کا قول ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک مصر یعنی شہر کا ہونا شرط ہے۔ اس کے بعد خود حنفیہ میں اس بارہ میں اختلاف ہے کہ مصر کس کو کہتے ہیں اور اس بارہ میں علماء حنفیہ کے مختلف اقوال موجود ہیں چنانچہ یہ اقوال ہدایہ اور اس کی شرحوں میں موجود ہیں۔ لیکن واضح ہو کہ جمعہ کے لئے مصر کا ہونا خود حنفیہ کے اصول اور قاعدہ کی رو سے حجت نہیں ہے اس واسطے کہ اس کے خلاف حدیث مرفوع یعنی حضرت کا قول موجود ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ کے لئے مصر ہونا شرط نہیں ہے۔ چنانچہ یہ حدیث اوپر گزر چکی ہے اور حنفیہ کا قاعدہ ہے کہ جو قول صحابی ایسا ہو کہ اس کے خلاف حدیث مرفوع موجود ہو تو وہ حجت نہیں ہے۔ چنانچہ فتح القدیر میں ہے۔

قول الصحابی حجۃ فیجب تقلیدہ عندنا اذا لم ینفہ شئ اٰخر من السنۃ[1] یعنی قول صحابی حجت ہے لہٰذا اس کی تقلید ہمارے اوپر واجب ہے مگر اس وقت کہ کوئی حدیث اس کی نفی نہ کرے اس قاعدہ سے معلوم ہوا کہ قول صحابی حجت نہ ہوگا کیونکہ اس کے خلاف حدیث مرفوع موجود ہے۔ لہٰذا جمعہ کے لئے شہر کا شرط ٹھہرانا باطل ہوگیا اور قابل تسلیم نہیں رہا اور جمعہ کے بعد احتیاطی ظہر پڑھنا ضروری نہیں دو وجہ سے۔ ایک یہ کہ اس کے لئے کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ جو لوگ آج کل جمعہ کے بعد ظہر پڑھنی بتاتے ہیں وہ یہ وجہ کہتے ہیں کہ دیہاتوں میں جمعہ کے فرض ہونے میں شک ہے اس واسطے احتیاطاً ظہر پڑھ لینی چاہیئے۔ لیکن اوپر معلوم ہو چکا کہ قرآن اور حدیث کی رو سے دیہاتوں میں جمعہ فرض ہے لہٰذا اب جمعہ کی فرضیت میں شک نہیں رہا اور جب شک جاتا رہا تو احتیاطی ظہر بھی جاتی رہی اور اس کے پڑھنے کی کوئی وجہ نہیں باقی رہی واللہ اعلم بالصواب۔

حررہٗ ابو محمد عبدالحق اعظم گڑھی عفی عنہ

عن ابن عباس اول جمعۃ جمعت فی الاسلام بعد جمعۃ جمعت فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مسجد عبدالقیس بجواثی عن البحرین بخاری و ابوداؤد۔ وقال جواثی قریۃ من قری البحرین[2]

اور امور معلومہ ظاہرہ سے ہے کہ عبدالقیس نے بغیر امر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقامت جمعہ نہیں کیا اناالکہ عادت صحابہ کرام سے یہ ہے کہ کوئی فعل بغیر امر شارع کے نہیں کیا کرتے خصوصاً زمان نزول وحی میں اور خصوصاً ابتداء اسلام میں معہذا اگر یہ امر اقامۃ جمعہ منجملہ ممنوعات شرعیہ سے ہوتا تو البتہ اس کی نہی میں نزول وحی ہوتا اور عدم نزول وحی

---

[1] صحابی کا قول حجت ہے اس کی تقلید واجب ہے ہمارے پاس جبکہ سنت سے کوئی اور چیز اس کے منافی نہ ہو۔

[2] اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اول جمعہ جو اسلام میں اس جمعہ کے بعد ہوا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ہوا تھا وہ مسجد عبدالقیس کا جمعہ ہے جو بحرین کے جواثی میں ہوا تھا (بخاری۔ ابوداؤد اور کہا کہ جواثی بحرین کے دیہات میں سے ایک قریہ ہے)۔

اقوی ادلہ جواز سے ہے۔ چنانچہ حضرت جابر اور ابو سعید نے جواز عزل پر اسی طرح استدلال کیا ہے اور کہا کنا نعزل والقرآن ینزل وھکذا[۱]۔ اور شواہد اس کے بہت ہیں وایضا نماز جمعہ مانند سائر صلوٰۃ کے ہے الا ماورد بہ النص بالتخصیص کالخطبۃ وغیرہ[۲]۔ اور بالاتفاق جمیع صلوات سب جگہ بلا فرق قری ومدن کے لازم ہے یہ بھی ویسا ہی ہے اور ایضا حدیث الجمعۃ واجب علی کل محتلم[۳] عام ہے جمیع امکنہ کو بلا تخصیص بلاد عظیمہ وغیرہ کے اور حسب قاعدہ اصولیہ عام جب تک کوئی مخصص صحیح موازن اس کی توقیت وغیرہ میں نہ ہو عموم پر محمول ہوتا ہے باقی وہ حدیث جس پر فرقہ متعصبہ نازاں وفرحان ہے عن علی مرفوعا لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع۔ امام احمد نے اس حدیث کے رفع میں بہت کلام کیا اور اخیر فیصلہ کیا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع نہیں ہے اور ابن حزم نے فرمایا الصحیح وقفہ[۴]۔ نیل الاوطار میں ہے وللاجتہاد فیہا مسرح فلا ینتہض للاحتجاج[۵]۔

پس یہ حدیث موقوف کیونکر معارضہ اس حدیث مذکورہ بالا کا کر سکتی ہے بلکہ یہ حدیث متکلم فیہ ہے امام نووی فرماتے ہیں حدیث علی متفق علی ضعفہ[۶] علاوہ اس کے اور احادیث اس کی مویدات ہیں۔ بخاری شریف میں ہے قال یونس کتب رزیق بن حکیم الی ابن شہاب وانا معہ یومئذ بوادی القری ہل تری ان اجمع ورزیق عامل علی الارض یعملہا وفیہا جماعۃ من السودان وغیرہم ورزیق یومئذ علی ایلۃ فکتب ابن شہاب وانا اسمع یامرہ ان یجمع الحدیث بطولہ[۷] ابن ابی شیبۃ من طریق ابی رافع عن ابی ہریرۃ عن عمر سے لائے ہیں۔ ان عمرؓ کتب الی اہل البحرین ان اجمعوا حیث ما کنتم قال ہذا یشتمل القری والمدن وصححہ ابن خزیمۃ[۸]۔

---

۱ ہم عزل کیا کرتے تھے جب کہ قرآن اترتا تھا (عزل کہتے ہیں عورت سے صحبت کرنے کے بعد انزال باہر کرنا تاکہ نطفہ نہ ٹھہرے۔

۲ مگر یہ کہ جس کے متعلق نص خصوصیت کی وارد ہو جیسے کہ خطبہ وغیرہ۔

۳ ونیز حدیث جمعہ کہ جمعہ ہر بالغ پر واجب ہے۔

۴ صحیح یہ ہے کہ وہ موقوف ہے۔

۵ اور اس میں اجتہاد کے لئے راہ کھلی ہے تو اس کو بطور دلیل نہیں کھڑا کیا جا سکتا۔

۶ علی کی حدیث کے ضعیف ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

۷ یونس نے کہا ہے کہ زریق بن حکیم نے ابن شہاب کو لکھا (اور میں اس وقت ان کے ساتھ وادی القری میں تھا) کہ کیا تم مناسب سمجھتے ہو کہ میں جمعہ شروع کروں اور زریق زمین پر عامل ہے کہ اس پر حکومت کر رہا ہے اور اس میں ایک جماعت سوڈانیوں وغیرہ کی ہے اور زریق اس ایلہ میں تھا تو ابن شہاب نے لکھا کہ میں سن رہا تھا کہ انہوں نے اس کو حکم دیا کہ پوری حدیث جمع کر دے۔

۸ ابن ابی شیبہ ابی رافع کی روایت سے ابی ہریرہ عن عمر سے روایت کرتے ہیں عمرؓ نے اہل بحرین کو لکھا کہ تم جہاں کہیں ہو جمعہ پڑھو۔ ابن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ یہ حکم دیہات اور شہروں پر شامل ہے اور اس کو ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے۔

امام بیہقی طریق ولید بن مسلم سے لائے ہیں قالت سالت اللیث بن سعد رحمہ اللہ عن التجمیع فی القری) فقال کل مدینۃ اوقریۃ فیہا جماعۃ امروا بالجمعۃ فان اھل المصر وسواحلہا کانوا یجمعون الجمعۃ علی عہد عمر وعثمان بامرھما وفیہا رجال من الصحابۃ[1] ۔

القصہ احادیث کثیرہ مابین ضعافٍ وحسانٍ اس بارہ میں اسفارہ معتبرہ میں موجود ہیں تو معلوم ہوا کہ جہاں جمعہ پڑھنا ضروری ہے اذ آنکہ وعید تارک جمعہ سب پر عائد ہے۔ باقی جمعہ کے لئے جماعت کا ہونا ضروری ہے اور تعیین جماعت متیقن اقوال مختلفہ وارد ہوئے۔ چنانچہ صاحب فتح الباری نے ۱۵۔ اقوال نقل کئے۔ اماوہ تعیین جو خود شارع شریف سے ثابت ہے تیقن وواجب التسلیم ہے۔ فرمایا اثنان فما فوقہا جماعۃ قال فی النیل لم یثبت دلیل علی اشتراط عدد مخصوص وقد صحت الجماعۃ فی سائر الصلوٰۃ باثنین ولا فرق بینہا وبین الجمعۃ ولم یات نص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بان الجمعۃ تنعقد بکذا وکذا[2] پس حاصل یہ کہ جب دو شخص کسی مکان میں مل کر جماعت سے جمعہ پڑھ لیں تو وہ ادائے ماوجب علیہما سے بری ہو گئے۔ ہذا ہو الحق

سید محمد نذیر حسین | سید محمد عبدالسلام غفرلہ | سید محمد ابوالحسن

آیت سے فرض ہونا جمعہ کا عام طور پر ہر جگہ ثابت ہوا شہر ہو یا قریہ پس تخصیص شہر کی نص کے مقابلہ میں موافق قاعدہ اصول حنفیہ کے احناف کو کرنا چاہیئے۔ واذ لیس فلیس[3] اور خلاف قواعد اپنے مذہب کے فتویٰ دینا کالحباری فی الصحاری[4] باطل ہے۔ بل ھو ھوس من ھوسات الشیطان[5] اور ابوداؤد میں ہے باب الجمعۃ فی القری حدثنا عثمان بن ابی شیبۃ ومحمد ابن عبداللہ المخرمی لفظہ قالا نا وکیع عن ابراہیم بن طہمان عن ابی

---

[1] کہا کہ میں نے لیث بن سعد سے ان کی رائے دیہات میں جمعہ کے متعلق دریافت کی تو فرمایا ہر جگہ شہر ہو کہ دیہات جہاں لوگ ہوں وہاں جمعہ کا حکم دیا جائے کیونکہ اہل مصر اور اس کے کناروں پر رہنے والے عمرؓ و عثمانؓ کے زمانے میں ان کے حکم سے جمعہ پڑھتے تھے اور ان میں بہت سے صحابہ تھے۔

[2] دو اور دو سے زیادہ جماعت ہیں نیل میں ہے کہ کوئی بات اس بات پر ثابت نہیں ہے کہ عدد مخصوص مشروط ہے اور جماعت ہر نماز میں دو سے صحیح ہو جاتی ہے اور اس میں اور جمعہ میں کوئی فرق نہیں ہے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نص ثابت ہے کہ جمعہ اتنے اور اتنے سے ہوگا۔

[3] اور یہ نہیں تو وہ بھی نہیں۔

[4] جیسے جنگل میں سرخاب

[5] بلکہ یہ شیطان کی ہوسناکیوں میں سے ایک ہوس ہے۔

جمرة عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال ان اوّل جمعة جمعت فی الاسلام بعد جمعة جمعت فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینة لجمعة جمعت بجواثی قریة من قری البحرین قال عثمان من قری عبد القیس ۔ اور صلوٰۃ جمعہ ادا کر کے پھر ظہر پڑھنا ایک محدث امر ہے اور وسوسہ شیطانی حدیث میں آیا ہے کل محدثة بدعة[۱] ۔ تلطف حسین (جواب از حضرت گنگوہی ؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامد اللہ علی جزائل نعمائہ وشاکرًا لہ علی جلائل الائہ ومصلیا علی رسولہ محمد افضل انبیائہ ومبلغ انبائہ وعلی سائر الصحب والآل ومن سلک مسالک اقتفائہ اقول وباللہ التوفیق ۔

یہ جواب فتوی کہ چھوٹے گاؤں میں بھی جمعہ فرض ہے اگرچہ وہاں دو ہی مسلمان ہوں ہرگز صحیح نہیں ہے کیونکہ روایات معتبرہ صحیحہ سے یہ امر ثابت ہے کہ فرضیت نماز جمعہ مکہ معظمہ میں قبل ہجرت ہو چکی تھی مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ معظمہ میں اقامۃ جمعہ کی بسبب غلبۂ کفار کے قدرت نہ تھی لہٰذا اقامۃ جمعہ سے عاجز رہے لیکن اہلِ مدینہ کو آپ نے واسطے اقامت جمعہ کے امر فرمایا تھا اور حسب حکم آپؐ کے مدینہ طیبہ میں جمعہ ہوا اور تا مقدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں جمعہ جاری رہا۔ چنانچہ شوکانی نیل الاوطار میں فرماتے ہیں ۔

وذلک ان الجمعة فرضت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو بمکة قبل الھجرة کما اخرجہ الطبرانی عن ابن عباس فلم یتمکن من اقامتھا ھنالک من اجل الکفار فلما ھاجر من ھاجر من اصحابہ الی المدینة کتب الیھم یامرھم ان یجمعوا ۔ فجمعوا[۲] انتہی عبارتہ ۔

اور نواب صدیق حسن خاں قنوجی بھوپالی عون الباری میں اور علامہ قسطلانی اور علامہ ابن حجر عسقلانی اپنی اپنی شرح بخاری میں فرماتے ہیں ۔

تحت قولہ فھدانا اللہ لہ بان نص لنا علیہ ولم یکلنا الی اجتہادنا لاحتمال ان یکون صلی اللہ علیہ وسلم علمہ بالوحی وھو بمکة فلم تمکن من اقامتھا وفیہ حدیث عن ابن عباس عند الدارقطنی ولذلک جمع لھم اول ما قدم المدینة کما ذکرہ ابن اسحٰق وغیرہ انتہی کلامہ جمیعا ۔[۳]

---

[۲] اور یہ اس لئے کہ جمعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ میں ہجرت کے پہلے فرض ہوا تھا جیسا کہ طبرانی نے اس کی روایت ابن عباس سے اس طرح بیان کی ہے کہ آپ وہاں کفار کی وجہ سے جمعہ قائم نہ فرما سکے لیکن جب آپؐ کے اصحاب میں سے جن کو ہجرت کرنی تھی ہجرت کر کے مدینہ آ گئے تو آپ نے ان کو لکھا اور حکم دیا کہ وہ جمعہ ادا کریں چنانچہ انہوں نے جمعہ ادا کیا۔ یہاں نیل الاوطار کی عبارت ختم ہو گئی ۔ [۱] ہر نئی چیز بدعت ہے ۔

[۳] اللہ تعالےٰ نے ہم کو اس کی ہدایت کی" کے تحت بیان کرتے ہیں کہ وہ دن ہم کو اللہ تعالیٰ نے مقرر (بقیہ حاشیہ ص پر)

اور نیز سنن ابوداؤد میں ہے :۔

عن عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک وکان قائد ابیہ بعد ما ذهب بصرہ عن ابیہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہما کان اذا سمع النداء یوم الجمعة ترحم لاسعد بن زرارۃ قال فقلت له اذا سمعت النداء ترحمت لاسعد بن زرارۃ قال لانه اول من جمع بنا فی هزم النبیت من حرة بنی بیاضة فی نقیع یقال له نقیع الخضمات قلت کم کنتم یومئذ قال اربعون رجلا ورواہ ابن ماجة وقال فیه کان اول من صلی بنا صلوۃ الجمعة قبل مقدم النبی صلی اللہ علیه وسلم من مکة انتهی [1]

اور جب آپ مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو اول جمعہ جو آپؐ کو وہاں ہوا آپؐ نے نماز جمعہ ادا فرمائی اور اس وقت تک آیت جمعہ ہرگز نہ نازل ہوئی تھی بلکہ ایک مدت کے بعد نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ اتقان میں ہے :

سورۃ الجمعة الصحیح انها مدنیة لما روی البخاری عن ابی هریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنه قال کنا جلوسًا عند النبی صلی اللہ علیه وسلم فانزلت علیه سورۃ الجمعة واخرین منهم لما یلحقوا بهم قلت من هم یا رسول اللہ الحدیث ومعلوم ان اسلام ابی هریرۃ بعد الهجرۃ بمدۃ وقوله قُلْ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْٓا خطاب للیهود وکانوا بالمدینة واخر السورۃ نزل فی انفضاضهم حال الخطبة لما قدمت العیر کما فی الاحادیث الصحیحة فثبت انها مدنیة کلها انتہی عبارۃ الاتقان [2]

(بقیہ حاشیہ صـــ سے) فرمادیا اور ہم کو اجتہاد کی طرف نہ متوجہ کیا اس احتمال سے کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے بتادیا ہو جبکہ آپؐ مکہ میں تھے اور وہاں اس کو قائم نہ کرسکے اور اس بارہ میں دارقطنی کے پاس ابن عباسؓ کی ایک روایت ہے اور اسی بنا پر جب آپ اول اول مدینہ آئے تو ان کو جمعہ پڑھایا جیسا کہ ابن اسحٰق وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ یہاں ان سب کا کلام ختم ہوا ہے۔

[1] عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک سے روایت ہے اور وہ اپنے والد کی بصارت جانے کے بعد ان کو لے جایا کرتے تھے اپنے والد کعب سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ جمعہ کے دن اذان کی آواز سنتے تو اسعد بن زرارہ کے لئے دعا فرمایا کرتے۔ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ جب آپ اذان کی آواز سنتے ہیں تو اسعد بن زرارہ کے لئے دعا فرماتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے پہلی مرتبہ ہم کو اپنے گھر کے نچلے حصہ میں بنی بیاضہ کے پتھریلے میدان میں ایک جگہ جس کو نقیع الخضمات کہا جاتا تھا جمع کیا تھا۔ میں نے پوچھا کہ اس وقت تم کتنے آدمی تھے تو فرمایا چالیس آدمی۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ان کے بارے میں یہ بھی کہا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے مکہ سے آنے سے پہلے انہوں نے ہی ہم کو جمعہ کی نماز پڑھائی تھی۔

[2] سورہ جمعہ کے متعلق صحیح تو یہی ہے کہ وہ مدنی ہے جیسا کہ بخاری نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ پر سورہ جمعہ نازل ہوئی جس میں یہ آیت بھی تھی (بقیہ حاشیہ اگلے صـــ پر)

پس ان روایات سے ثابت ہو چکا کہ نزول آیت جمعہ کا بعد فرضیت جمعہ کے ہے۔ اس آیت کے نزول سے ابتدا فرضیت جمعہ امت پر نہیں ہوئی بلکہ نزول آیت کا بعد فرضیت جمعہ کے ہوا ہے بہت سے احکام اس قبیل سے ہیں کہ اول حکم نازل ہوگیا اور آیت اس باب میں بعد میں نازل ہوئی یہ آیت بھی اسی قسم میں داخل ہے۔ سیوطی اتقان میں کہتے ہیں۔ النوع الثانی عشر ما تاخر حکمہ عن نزولہ وما تاخر نزولہ عن حکمہ الیٰ ان قال ومن امثلتہ ایضاً آیۃ الجمعۃ فانہا مدنیۃ والجمعۃ فرضت بمکۃ الیٰ اخر ما قال [ل]

پس جو علماء فرماتے ہیں کہ فرضیت جمعہ بعد ہجرت مدینہ طیبہ میں ہوئی اس آیت سے سو اگر اُن کی یہ مراد ہے کہ وہ آیت جس سے فرض ہونا جمعہ کا ہم کو معلوم ہوتا ہے مدینہ میں نازل ہوئی تو یہ قول اُن کا درست اور بجا ہے اور اگر یہ معنی ہیں کہ جمعہ مدینہ طیبہ میں بعد ہجرت اس آیت سے ہی فرض ہوا تو ہر اہل بصیرت پر واضح ہے کہ یہ رائے خلاف واقعہ کے ہے۔ چنانچہ اوپر کی احادیث سے ظاہر ہوگیا اور یہ روایت ابوداؤد وغیرہ کی ہے کہ جمع اھل المدینۃ قبل ان یقدمہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقبل ان تنزل الجمعۃ فقالت الانصار ان للیہود یوما یجتمعون فیہ کل سبعۃ ایام وللنصاری کلک فہلم فلنجعل یوما نجتمع فیہ فنذکر اللہ تعالیٰ ونصلی ونشکرہ فجعلوہ یوم العروبۃ واجتمعوا علی اسعد بن زرارۃ فصلی بھم یومئذٍ وانزل اللہ تعالیٰ بعد ذلک اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ الآیۃ انتہیٰ [ل۲]

سو یہ روایت معارض اس پہلی روایت کے کہ جس میں امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باقامۃ جمعہ ثابت ہوتا ہے

(حاشیہ صـ سے آگے) واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کون لوگ ہیں (آخر حدیث تک) اور یہ بات معلوم ہے کہ ابوہریرہ ہجرت کے ایک مدت بعد اسلام لائے اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نبی کو کہ قل یا ایھا الذین ھادو یہود سے خطاب ہے جو مدینہ میں تھے اور یہ آخری سورہ ہے جو بوقت خطبہ ان کے پراگندہ ہوجانے کے بارہ میں نازل ہوئی تھی جبکہ قافلہ آیا تھا۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آتا ہے تو ثابت ہوا کہ یہ سورہ پوری مدنیہ ہے (اتقان کی عبارت ختم ہوئی)

[ل] بارہویں قسم وہ ہے جس کا حکم نزول سے متاخر ہے اور جس کا نزول حکم سے متاخر ہے یہاں تک کہ فرمایا کہ "اور ان کی مثالوں سے جمعہ کی آیت بھی ہے کیونکہ وہ مدنی ہے اور جمعہ مکہ میں فرض ہوا۔

[ل۲] رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے مدینہ میں آنے اور سورہ جمعہ کے نازل ہونے کے پہلے اہل مدینہ جمع ہوئے اور انصار نے کہا کہ یہود کا ایک دن ہے کہ وہ اس میں ہر ہفتہ جمع ہوتے ہیں اور نصاریٰ کا بھی اسی طرح تو آؤ ہم بھی ایک دن ایسا مقرر کرلیں کہ اس میں اللہ تعالےٰ کا ذکر کریں اور نماز پڑھیں اور شکر ادا کریں۔ چنانچہ جمعہ کے دن کو "یوم العروبہ" (عربوں کا دن) قرار دیا اور اسعد بن زرارہ کے پاس جمع ہوئے۔ انہوں نے ان کو نماز پڑھائی۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ الخ کہ جب جمعہ کے دن نماز کے لئے بلایا جائے آخر تک۔

ہرگز نہیں ہے۔ چونکہ یہ اجتماع انصار کا از رائے خود قبل امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوا تھا اور وہ صلوٰۃ تنفلاً تھی اُس کے سبب سے انہوں نے فرض ظہر ترک نہ کیا۔ کیونکہ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ اپنی رائے سے ایک امر ایجاد کر کے فریضہ حق سبحانہ تعالیٰ کو چھوڑ بیٹھتے اور بعد امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فریضہ جمعہ دو رکعت پڑھی گئی اور اس کو مسقط ظہر ٹھہرایا گیا۔ پس ان دونوں واقعوں میں کچھ مخالفت اور تعارض نہیں ہے۔

الحاصل محقق ہو گیا کہ فرضیت جمعہ مکہ معظمہ میں ہو چکی تھی اور مکہ میں اقامتِ جمعہ سے تعذر رہا اور مدینہ طیبہ میں کہ مصر تھا اور مسلمانوں کو تمکن اقامتِ جمعہ کا تھا۔ جمعہ بامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاری رہا اور جو مواقع محل اقامتِ جمعہ نہ تھے مثل عوالی قبا وغیرہ وہاں جمعہ جاری نہیں ہوا حالانکہ وہاں بہت مسلمان مقیم تھے اور کبھی نہ بعد میں وہاں جمعہ پڑھا گیا۔ چنانچہ ابو داؤد میں روایت ہے۔

عن ابن عباس ان اول جمعة جمعت فی الاسلام بعد ما جمعت فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینة لجمعة جمعت بجواثی قریة من قری البحرین قال عثمان قریة من قری عبد القیس۔ انتھی[1]

پس اگر ہر قریہ میں اگرچہ صغیرہ ہو جمعہ فرض تھا تو کیا وجہ تھی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو امر نہ فرمایا جیسا کہ اہلِ مدینہ کو امر فرمایا تھا حالانکہ تبلیغ احکام آپ کی ذات پاک پر ہر بشر کی طرف فرض تھی اور جب بعد اس کے آپ نے ہجرت فرمائی تو اول نزول آپ کا قبا میں ہوا اور وہاں چودہ روز آپ نے اقامت فرمائی اگرچہ عدد ایام اقامت میں اختلاف ہے۔ مگر کتاب بخاری اصح الکتب میں جو چودہ روز مذکور ہیں وہ سب سے راجح ہے اور ان ایام اقامت قبا میں آپ کو دو جمعہ پیش آئے کیونکہ آپ پیر کے روز قبا میں فروکش ہوئے اور پیر ہی کے روز پندرہویں دن مدینہ کو تشریف لے گئے مگر آپؐ نے قبا میں اقامت جمعہ نہ فرمائی اور نہ اہلِ قبا کو حکم فرمایا کہ تم پر نماز جمعہ فرض ہے تم اقامت جمعہ کرو اور نہ اس پر سرزنش فرمائی کہ مدینہ میں جمعہ ہوتا ہے تم نے اب تک جمعہ کیوں نہیں پڑھا تو اہلِ قریہ پر اگر جمعہ فرض تھا تو اس ترک نماز جمعہ کی اہل قباء سے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا وجہ تھی جو صاحب مدعی وجوب جمعہ بر اہل قری ہیں ان پر اس کا جواب واجب ہے۔ بخاری میں ہے۔

حدثنا انس بن مالکؓ قال لما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینة نزل فی علو المدینة فی حی یقال لھم بنو عمرو بن عوف قال فاقام فیھم اربع عشرة لیلة الحدیث[2]

---

[1] ابن عباس فرماتے ہیں کہ سب سے پہلا جمعہ جو اسلام میں پڑھا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں مدینہ میں جمعہ ادا کرنے کے بعد وہ جمعہ ہے جو بحرین کے دیہات میں سے ایک گاؤں جواثی میں ہوا جو عبد القیس کے دیہات میں سے تھا۔

[2] انس بن مالک نے ہم سے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو مدینہ کے اوپر کے حصہ میں ایک قبیلہ میں اترے جس کو بنو عمرو بن عوف کہا جاتا ہے کہ وہاں (۱۴) رات ٹھہرے۔ (لآخر حدیث تک)

اور جن علماء کو اس روایت جمعہ جواثی سے شبہ وجوب جمعہ بر اہل قری ہوا ہے وہ کئی وجہ سے درست نہیں ہے اول تو یہ کہ جواثی گاؤں نہ تھا بلکہ شہر تھا اور جب اس میں احتمال ان معنی کا ہوا تو استدلال درست نہ رہا کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال فی العینی شرح بخاری وحکی ابن القیس عن الشیخ ابی الحسن انما مدینۃ وفی الصحاح للجوھری والبلدان للزمخشری جواثی حصن بالبحرین وقال ابو عبد البکری ھی مدینۃ بالبحرین لعبد القیس قال امرأ القیس -

وردنا کا نامن جواثی عشیۃ　　　تعالی النعاج بین عدل ومحقب

یرید کا نامن تجار جواثی لکثرۃ ما معھم من الصید اراد کثرۃ امتعۃ تجار جواثی قلت کثرۃ الامتعۃ تدل غالبا علی کثرۃ التجار وکثرۃ التجار تدل علی ان جواثی مدینۃ قطعًا لان القریۃ لا یکون فیھا تجار کثیرون غالبًا انتھٰی [1]

اور با آنکہ بعض اوقات اطلاق قریہ کا باعتبار اس کے معنی لغوی اجتماع کے مدینہ پر بھی ہو جاتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ [2] یعنی مکہ وطائف اور اگر تسلیم ہی کر لیا جاوے کہ جواثی قریہ تھا تو یہ کیسے معلوم ہوا کہ اہل جواثی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت واذن سے وہاں جمعہ ادا کیا تھا اور آپ کو اس کی اطلاع ہوئی۔ اور آپ نے اس کی تقریر بھی فرمائی آج تک یہ کسی سے ثابت نہیں ہوا ہے کہ یہ فعل اُن کا باذن واجازت آپ کے تھا۔ اگر کسی کو دعویٰ ہو تو اب صراحۃً اجازت آپ کی کسی حدیث صحیح سے ثابت کرے اور یہ خیال کہ صحابہ جو کچھ کرتے تھے آپ کی اجازت سے کرتے تھے۔ چنانچہ بعض علماء مثل علامہ شوکانی وغیرہ نے عذر کیا ہے درست نہیں ہے۔ کیونکہ بہت افعال صحابہ کرام سے بلا اذن صریح واجازت آپ کے ہُوا کرتے تھے۔ چنانچہ خود اسی امر جمعہ میں اسعد بن زرارہ نے قبل امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمعہ قائم کیا تھا جیسا کہ حدیث ابوداؤد سے اوپر ثابت ہوا اور چونکہ

---

[1] جب احتمال آگیا تو استدلال باطل ہوگیا۔ عینی شرح بخاری میں ہے اور ابن قیس نے شیخ ابوالحسن سے روایت کی ہے کہ وہ (جواثی) شہر ہے اور جوہری کی صحاح میں اور زمخشری کی بلدان میں ہے کہ جواثی بحرین میں ایک قلعہ ہے اور ابو عبد البکری فرماتے ہیں کہ وہ بحرین میں ایک شہر ہے جو عبد القیس کا ہے۔ امراء القیس کہتا ہے (شعر) اور ہم روانہ ہوئے اس طرح کہ گویا ہم جواثی سے شام کے وقت بھیڑیں بلند تھیں۔ گٹھڑیوں اور رسیوں کے درمیان یعنی گویا وہ جواثی کے تجار سے تھے کہ ان کے ساتھ شکار زیادہ تھے اور مال کی زیادتی سے مراد جواثی کے تجار سے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ سامان کی زیادتی اس بات کی دلیل ہے کہ تجار کی کثرت تھی اور تجار کی کثرت اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ جواثی شہر تھا کیونکہ گاؤں میں غالبًا زیادہ تجار نہیں ہوتے -

[2] اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ " وہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن اس شخص پر کیوں نہ اُترا جو ان دونوں گاؤں میں سے بڑا ہو "

جوازِ اقامت جمعہ کا جواثی میں درصورت قریہ صغیرہ ہونے جواثی کے موقوف تھا اذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یا بعد خبر ہونے کے تقریر اور سکوت پر اور یہ دونوں امر ہرگز ہرگز ثابت نہیں تو علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس کے جواز کے لئے یہ تجویز فرمائی کہ جس کو مجیب صاحب نقل فرماتے ہیں۔

بقوله عن ابن عباس رضی الله عنه اول جمعة جمعت فی الاسلام بعد جمعة جمعت فی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم فی مسجد عبد القیس بجواثی من البحرین (بخاری و ابو داؤد) وقال جواثی قریة من قری البحرین الی اخر ما ذکر فی جواب المجیب [1]

اور حاصل اس کا یہ ہے کہ اگرچہ یہاں اذن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ ہو یا کسی نے خبر اس اقامت کی آپ کو نہ دی ہو تاکہ آپ کی تقریر اور سکوت موجب جواز ٹھہرائی جاوے۔ مگر چونکہ آپ کی حیات میں اہل جواثی نے یہ اقامۃ جمعہ کی تھی تو اگر یہ اقامۃ ناجائز ہوتی تو بالضرور بذریعہ وحی کے آپ کو اطلاع دی جاتی اور آپ اس کو منع فرماتے۔ پس جبکہ آپ کو اس کی ممانعت کا حکم نہ آیا تو یہ اقامت درست اور جائز ہوگئی اور اس کی نظیر میں واقعہ عزل کو پیش فرماتے ہیں۔

اب بندہ عرض کرتا ہے کہ جو امر صحابہ نے اپنی رائے سے بدوں علم و اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عملدرآمد فرمایا اور اس کی ممانعت میں نزول وحی نہ ہوا تو اس امر کے جواز کی دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ اس میں کوئی نص ممانعت کی موجود نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ عامہ صحابہ اُس پر تعامل فرماویں نہ چند نفر اصحاب اگر کوئی نص ممانعت موجود ہو تو ہرگز صحابہ کا تعامل معتبر نہ ہوگا بمقابلہ نص صریح صحیح کے اور نہ یہاں ضرورت نزول وحی کی ہوگی کہ وہ نص ممانعت خود بمنزلہ وحی کے موجود ہے۔ چنانچہ سب پر واضح ہے اور اگر بدوں اطلاع نص کے اکثر صحابہ نے بھی کوئی عمل کیا اور اس پر انکار کیا گیا تو وہ بھی قابل اعتماد کے نہ ہوگا اور ضرورت نزول وحی کی نہ ہوگی۔ کیونکہ قول اور فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل وحی کے ہے بلکہ ایسے مواقع میں اُس کے مقابل دوسری نص کی حاجت ہوتی ہے جو مؤید رائے صحابہ کے ہو چنانچہ باب متعہ میں بعد اوطاس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو ابداً الاباد تک حرام من کل الوجوہ فرما دیا تھا اور بعد اس کے بسبب ہجری اس تحریم کے بعض صحابہ نے اس کو ناجائز جانا اور اکثر نے اس پر عمل بھی کیا اس میں نزول وحی کا نہیں ہوا پھر بھی کوئی اس کو جائز نہیں کہہ سکتا اور اس کے اور نظائر بھی موجود ہیں اور باب عزل میں خود جواز کی نص موجود ہے کہ خود جابر رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں۔

قال قلنا یا رسول الله کنا نعزل فزعمت الیهود انه المؤدة الصغری فقال کذبت الیهود ان

---

[1] حضرت ابن عباسؓ کے اس قول سے کہ اول جمعہ جو بلاد اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں جمعہ ہونے کے بعد پڑھا گیا وہ جواثی میں مسجد عبد القیس میں بحرین میں ہوا (بخاری و ابو داؤد) اور کہا کہ جواثی بحرین کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے۔ (آخر تک جو مجیب کے جواب میں ذکر کیا گیا ہے۔

الله اذا اراد ان یخلق شیئاً لم یمنعه [1]

پس جبکہ جابر رضی اللہ عنہ کو جواز اس کا معلوم ہو چکا تھا اور اکثر صحابہ اس پر تعامل رکھتے تھے اور کوئی نص اس کی حرمت کی نہ تھی اس پر بھی جب بعض نے اس فعل کا انکار کیا تو حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ یہ فعل باجازت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوا ہے اور کوئی وحی اس کے ترک کی نہیں آئی تو کس وجہ سے یہ فعل ناجائز ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر یہ فعل خلافِ اولیٰ ہو تو یہ دوسرا امر ہے بخلاف مسئلہ اقامت جمعہ کے اس میں کوئی دلیل جواز جمعہ کی موجود نہیں ہے بلکہ نص صریح فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و تعامل صحابہ اہل عوالی وغیرہ سے اس کی ممانعت بدیہی و صریح ہے اور اہل جواثی کہ بزعم علامہ رحمۃ اللہ علیہ وہ قریہ صغیرہ تھا چند نفر صحابہ تھے کہ چند روز صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے تھے اور بیشتر قری صغیرہ میں بھی چالیس پچاس آدمی ہوتے ہیں۔ پھر یہاں نزول وحی کے باوجود ایسی نص مخالف موجود ہونے کی کیا ضرورت تھی۔ پس اس کو باب عزل پر قیاس کرنا ایسے علامہ محقق سے بہت بعید ہے۔ معہذا اگر کوئی اس دلائے کو باوجود عدم صحت قبول بھی کر لے تو اس سے جواز اقامت فی القری نکلتا ہے نہ فرضیت۔ پھر یہ روایت مجیب صاحب کو کیا مفید ہوگی کہ وہ دو آدمی قریہ پر بھی جمعہ فرض فرماتے ہیں نہ معلوم نقل اس عبارت سے مجیب صاحب کو کیا تائید ملی اور حنفیہ فرماتے ہیں کہ جواثی مدینہ تھا۔ چنانچہ محققین لغت حدیث نے تصریح فرمائی ہے کما ذکرنا اور عادت ہے کہ مدینہ پر قریہ کا لفظ بولا جاتا ہے اور قریہ کو مدینہ کوئی نہیں کہتا۔ لہٰذا اگر کسی نے جواثی کو قریہ کہا تو وہ حجت اس پر نہیں ہے کہ جواثی قریہ تھا بلکہ وہ مدینہ ہی تھا۔ پس دریں صورت اقامت جمعہ اہل جواثی کی بنص صریح و باجازت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ اس میں کچھ اشکال نہیں۔

بعد اس کے مجیب صاحب نے فتح الباری سے آثار حضرت عمر و حضرت عثمان وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین نقل فرمائے ہیں اور یہ ان کو مفید نہیں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نامہ میں جو لفظ حیثما کنتم [2] واقع ہے اس سے یہ صاحب عموم امکنہ ثابت کرتے ہیں کہ مدن اور قری کو شامل ہے۔ سو اولاً ہم کہتے ہیں کہ اگر حسب الحکم مجیب صاحب عموم امکنہ ہی مراد ہو تو یہ عموم صحاری اور بحار کو بھی مشتمل ہے اور صحاری میں کسی کے نزدیک بھی جمعہ ادا نہیں ہوتا۔ تو جس طرح صحاری و بحار کو وہ تخصیص کریں گے اسی طرح سے ہم قری صغیرہ کو تخصیص کریں گے اعنی بالنص المرفوع۔ ثانیاً اگر مراد حضرت عمر رضی اللہ عنہم کی تعمیم ہے تو کیونکر مظنون ہو سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ دس سال تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو مشاہدہ فرماویں پھر آپ کے تعامل کے خلاف پر جرأت فرماویں حاشا وکلا یہ ہرگز حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں ہو سکتا۔ ثالثاً بفرض محال اگر مراد ان کی عموم ہی ہے تو خلاف نص قطعی فعل رسول اللہ

---

[1] کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم عزل کیا کرتے ہیں (یعنی صحبت کر کے انزال باہر کرتے ہیں) تو یہود کا یہ دعوےٰ ہے کہ یہ بچوں کا گاڑنا ہے چھوٹے قسم کا تو آپ نے فرمایا یہود جھوٹ کہتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کو پیدا کرنا چاہے تو کوئی اس کو نہیں روک سکتا۔ [2] جہاں کہیں تم ہو۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے کس طرح معتبر ہو گی۔ لہٰذا مراد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عموم مدن ہے نہ اشتمال قری علیٰ ہذا۔
اثر حضرت عثمانؓ وغیرہ کا یہی جواب ہے اور اسی وجہ سے صاحب فتح الباری نے یہاں اشتمال قری خیال فرمایا ہے۔ وہ
اول آثار کو خلاف حضرت علی رضی اللہ عنہ کہ ان کے نزدیک موقوف ہے اور بسبب موقوفیت ان ہرسہ آثار کے
ان کو مثبت مدعا نہ جان کر فرماتے ہیں کہ رجوع طرف مرفوع کے واجب ہے۔

پس حنفیہ عامل اس پر ہوئے کہ نص مرفوع یعنی فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش نظر کیا اور اقوال اور افعال صحابہ کو ہرگز وہ مختلف نہیں جانتے اور نہ وہ فی الواقع مختلف ہیں بلکہ سب کے نزدیک وہی معتبر ہے کہ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ دیکھتے رہتے تھے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت ابن عمرؓ وہی حکم دیتے تھے کہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت حذیفہ وغیرہما رضی اللہ عنہم فرماتے تھے۔ پس کوئی ادنیٰ صحابی بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہیں کر سکتا چہ جائیکہ اکابر صحابہ۔ پس جملہ اصحاب کرام کے کام کو بالاتفاق موافق فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حمل کرنا چاہیئے اور اگر خلاف متبادر ہو تو تاویل کرنا واجب ہے اور اگر تاویل بھی نہ ہو سکے تو ترک کر دینا چاہیئے اور مذہب اپنا موافق فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کرنا چاہیئے۔ اور اوپر ہم لکھ چکے ہیں کہ جتنی احادیث موقوفہ یا مرفوعہ بلفظ عموم آئی ہیں وہ سب مخصوص ہیں اس میں عموم مدن ہے نہ قری اور جہاں قریہ کا لفظ وارد ہوا ہے وہاں مراد مدینہ ہے۔ حسب لغت قرآن نہ قریہ صغیرہ ورنہ دس سال کے فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت مخالفت ہو گی چنانچہ اوپر ذکر ہو چکا۔

الحاصل نہ اقوال صحابہ میں اختلاف ہے اور نہ رجوع الی المرفوع سے جواز اقامت قری ثابت ہے۔ پس مذہب حنفیہ پر کسی طرح کا اشکال نہیں ہے البتہ نظر غائر درکار ہے اور پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ میں کسی قدر تاکید فرماتے تھے اور ترک جمعہ پر تغلیظ فرماتے اور اس کو تمام اہل عوالی سنتے معہذا کسی نے اپنے قریہ میں یہ جمعہ قائم نہ کیا اور نہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سال حیات خود میں ان کو اقامت جمعہ کا حکم فرمایا نہ ترک جمعہ پر تغلیظ فرمائی جس سے صاف ظاہر ہے کہ تمام صحابہ اہل عوالی یہ سمجھتے تھے کہ یہ تاکید اور تغلیظ انہی لوگوں پر ہے جن پر جمعہ فرض ہے۔ اہل قری اہل صحاری اس سے خارج اور مستثنیٰ ہیں علی ہذا۔ آیت کے عموم اور عموم الفاظ جملہ احادیث واردہ فی الجمعہ سے بھی یہ لوگ خارج ہیں۔

لہٰذا کسی قریہ میں کبھی کسی نے جمعہ قائم نہ کیا اور اگر کسی شخص کو اس کا دعوے ہو کہ وہاں جمعہ ہوتا تھا تو اس کو ثابت کرے ورنہ معاذ اللہ یہ لازم آئے گا کہ تمام اہل عوالی بترک جمعہ فرض قطعی فاسق ہوں استغفر اللہ استغفر اللہ!
اور احادیث سے صریح ثابت ہے کہ عوالی سے لوگ مدینہ طیبہ میں نوبت بنوبت آتے تھے کہ ایک جمعہ کو چند آدمی آئے اور باقی اپنے گھر پر رہے اور دوسرے جمعہ کو دوسری جماعت جو پہلے جمعہ کو نہ آئی تھی۔ جمعہ کے واسطے مدینہ آتے اور وہ جماعت جو پہلے جمعہ کو مدینہ آئی تھی اپنے گھر پر رہتی اور جو لوگ اپنے گھر پر رہتے تھے وہ ظہر پڑھتے تھے۔ وہاں کبھی انہوں نے جمعہ ادا نہیں کیا اور یہ امر بعلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ بامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا

تو اگر اہل قری پر جمعہ فرض تھا تو معاذ اللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقامت جمعہ کا حکم اُن لوگوں کو نہ فرمانے میں کیا مخالف حکم بلغ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ[1] کرتے ہرگز نہیں بلکہ اہلِ قری پر جمعہ فرض ہی نہ تھا اور نوبت بنوبت اُن کا آنا واسطے تحصیل برکات زیارت کے تھا اور بغرض تعلیم مسائل دینیہ کہ ہر ہر جماعت اپنی اپنی نوبت میں شرف زیارت سے مشرف ہو جاوے اور مسائل دینیہ سیکھ کر پسماندگان کو تعلیم کرے۔ بخاری میں ہے۔

عن عروۃ بن الزبیر عن عائشۃؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت کان الناس ینتابون الجمعۃ من منازلھم والعوالی الحدیث قال العلامۃ ابن حجر فی شرحہ قال القرطبی فیہ رد علی الکوفیین حیث لم یوجبوا الجمعۃ علی من کان خارج المصر کذا فیہ نظر لانہ لوکان واجبا علی اھل العوالی ماینتابوا ولکانوا یحضرون جمیعا۔ انتہی[2]

سبحان اللہ! ابن حجر مرحوم نے کیا انصاف اور دیانت کا کام فرمایا کہ باوجود تعصب اپنے مذہب شافعی کے حق کو ظاہر کر گئے کہ اہل قری پر فرضیت جمعہ کی ہرگز اس حدیث سے نہیں ثابت ہوتی جیسا کہ قرطبی کو غلطی ہوئی بلکہ وہ مان گئے کہ اس حدیث سے اہل قری پر جمعہ فرض نہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مگر ہاں اتنی کمی رہی کہ ابن حجر بنظر انصاف یہ فرماتے کہ اس حدیث سے قریہ میں جمعہ کا ادا نہ ہونا بھی ثابت ہوتا ہے ورنہ باقی ماندگان عوالی اپنی قری میں جمعہ ادا کیا کرتے۔ اس واسطے کہ جمعہ کے فضائل اور کثرت ثواب جو اُن کے دلوں میں رچا ہوا تھا تو تمام عمر اس سے محرومی کیونکر گوارا کرتے بلکہ صحابہ کرام بنظر اُن کی کثرت حرص حسنات مسابقت الی الخیرات ایک جمعہ کا ترک بھی گوارا نہ فرماتے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ارحم الناس اپنے صحابہ پر تھے اور نوافل و سنن و فضائل و مستحبات کے لئے ان کو امر ندب فرماتے تھے اس کا بھی ضرور امر فرماتے حالانکہ کہیں اس کا پتہ نہیں ہے اس سے خود ہویدا ہے کہ قریہ محل اقامت جمعہ بھی نہیں ہے۔ چہ جائیکہ اُن پر فرض ہوتا۔

پس مجیب اور اُن کے معاونین کا یہ لکھنا (کہ وجوب جمعہ کے لئے خاص کسی بستی کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ ہر چھوٹے گاؤں میں جمعہ ہو سکتا ہے) احادیث صحیحہ کے صریح خلاف اور محض دعوے بلا دلیل ہے اور مجیب صاحب جو عموم آیت سے یہ نکالتے ہیں۔

کہ اس میں کوئی قید نہیں ہے تو اول تو وہ خود حدیث طارق بن شہاب مروی ابوداؤد سے تخصیص

---

[1] آپ کے رب کی طرف سے آپ پر جو کچھ نازل ہوا وہ سب پہنچا دیجئے۔ (آیت شریف)

[2] عروہ بن زبیر حضرت عائشہؓ (ام المومنین زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ جمعہ کے لئے اپنے مکانوں سے اور اطراف مدینہ سے نائب بنایا کرتے تھے (ختم حدیث تک) علامہ ابن حجر اپنی شرح میں فرماتے ہیں کہ قرطبی نے فرمایا کہ اس میں اہلِ کوفہ کی تردید ہے کہ ان کے نزدیک جمعہ اس پر واجب نہیں ہے جو شہر کے باہر ہو۔ یہ مسئلہ محل غور ہے کہ اگر اطراف والوں پر واجب ہوتا تو وہ نائب نہ بناتے بلکہ وہ سب خود حاضر ہوتے۔ (ختم)

آیات کی کرتے ہیں کہ مریض اور مملوک اور مرأۃ اور صبی کو خارج کرتے ہیں جس سے عموم آیت بحال خود نہ رہا۔ دوسرے مسافر اس آیت سے خارج ہے اور اہل صحرا بھی۔ اسی واسطے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں عرفات پر نماز جمعہ نہیں پڑھی۔ کیونکہ آپؐ مسافر تھے اور نیز اس وجہ سے کہ عرفات صحرا ہے نہ بستی۔ ایک روایت رجاء ابن المرجاء نے تمیم داری سے نقل کی ہے جس میں پانچ شخصوں کو استثناء کیا ہے چار یہ اور ایک مسافر اور ایسے ہی صحرا میں جمعہ درست نہ ہونا اور صحرا والوں پر فرض نہ ہونا علماء مجتہدین کا متفق علیہ ہے۔ تیسرے یہ سابقاً مثل آفتاب کے روشن ہوگیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کسی قریہ عوالی یا غیر عوالی میں اقامتہ جمعہ نہیں ہوئی لہٰذا اہل قریہ اس آیت سے مستثنیٰ ہیں۔ پس استدلال مجیب کا عموم آیت سے فرضیت جمعہ اہل قری پر درست نہیں ہے اور اصل یہ ہے کہ فرضیت جمعہ پہلے محقق ہو چکی تھی اب جس پر اور جس جگہ جمعہ فرض تھا اور جہاں ادا ہوتا تھا وہ سب پہلے معلوم اور مقرر ہو چکی تھی اور قبل نزول آیت سب قواعد ممہد ہو لئے تھے۔ پس اس آیت کے اندر جو مومن مخاطب ہیں یہ وہی مومنین ہیں کہ جن پر فرضیت جمعہ مقرر ہو چکی تھی۔ پس اس کے عموم سے کسی کے استثناء کی حاجت نہیں ہے کیونکہ وہ سرے سے داخل ہی نہیں تھے۔ علیٰ ہذا القیاس جو احادیث اُن میں عام لفظوں سے وجوب جمعہ بیان کیا گیا ہے ان سب سے وہ لوگ مذکورہ بالا سب سے مستثنیٰ ہیں جیسا کہ آیت شریف : اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ[1] میں اگرچہ لفظ موصول عام ہے مگر مراد اس سے وہی معدودے چند کافر ہیں کہ جو سابقہ روز ازل میں کافر مقدر ہو چکے تھے جیسے ابوجہل ابولہب وغیرہ نہ کل کفار کیونکہ بعد نزول اس آیت کے لاکھوں کافر مسلمان ہوئے۔ اگر اس آیت سے عموم جنسی مراد ہوتا تو کسی طرح درست نہیں ہوسکتا۔ علیٰ ہذا۔

جملہ احادیث وارده باب جمعہ و آیت جمعہ میں لفظ موصول میں اہل قری وغیرہ داخل ہی نہیں ہیں کہ تخصیص کی ضرورت پڑے مگر چونکہ مجیب صاحب نے غور اور فکر کو کام نہیں فرمایا جو چاہا لکھ دیا اور اوپر اشارہ ہو چکا ہے آپ کے قبا کے قیام میں اختلاف ہے کہ کتنے روز ہوا مگر جب ہم نے بخاری اصح الکتب پر اعتماد کیا تو ان روایات کی مخالفت کچھ مضر نہیں ہر چند کہ وہ روایات صحیح ہوں مگر صحت روایت منافی اس کے خلاف واقعہ ہونے کے نہیں ہوتی مثلاً صحیح بخاری میں عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تین روایتیں ہیں، ساٹھ برس، ترسیٹھ برس، پینسٹھ برس۔ سو یہ ہر سہ روایت بروئے سند صحیح ہیں مگر موافق و مطابق واقعہ کے ان میں سے ایک ہی روایت ترسیٹھ برس کی ہے اور دو روایتیں خلاف واقعہ کے ہیں سو اُن دو روایات کو یا غلط کہا جاوے یا کوئی معنی مجازی لے کر ان کی تاویل کی جائے گی۔ بہر حال معنی ظاہری خود دو صحیح روایات خلاف واقعہ کے ہیں۔ ایسے ہی باب قیام قبا میں چند روایتیں ہیں کہ خلاف صحیح بخاری کے ہیں از اں جملہ ایک روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپؐ بروز جمعہ مدینہ تشریف لے گئے اور آپ نے بنی سالم میں نماز جمعہ ادا کی۔ اس روایت سے بھی بعض علماء نے جواز جمعہ قری تجویز کر لیا۔ اگرچہ ہم کو بعد اعتماد روایت بخاری اس پر

---

[1] بے شک جو لوگ کافر ہو چکے ہیں برابر ہے ان کے حق میں خواہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہ لائیں گے۔

وثوق کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ یہ خلاف واقع ہے کیونکہ جب آپ پیر کو قبا میں تشریف لائے اور پندرہویں روز پیر کے دن مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے تو پھر راہ میں بنی سالم میں جمعہ پڑھنے کے کیا معنی ہوئے یہ روایت صحیح نہیں ہے بلکہ غلطی راوی کی ہے لیکن اگر کسی طرح نماز جمعہ بنی سالم میں تسلیم بھی کی جائے تو بنو سالم محلہ مدینہ طیبہ کا ہے اور فناء مدینہ میں واقع ہے کہ وہ آباد نہیں ہے اور اس وقت آباد تھا اور مدینہ طیبہ کا محلہ شمار کیا جاتا تھا۔ کیونکہ فناء مدینہ میں داقع تھا جیسا کہ حرۃ البیت بھی فناء مدینہ میں خارج مدینہ واقع ہے۔

سو یہ حجت مجوزین جمعہ قری کو مفید نہیں ہے حنفیہ کو مضر نہیں اور بمقابلہ روایات کے جواوپر مذکور ہوئیں کچھ معتبر بھی نہیں اور یہ سب تقریر بر تقدیر وجوب جمعہ بحالت قیام مکہ ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر بپاس خاطر بعض علمائیہ تسلیم کر لیا جاوے کہ جمعہ مدینہ طیبہ میں فرض ہوا تب بھی اعتراض جوانب مدینہ میں جمعہ نہ ہونے کا اور اہل عوالی کے تناوب کا باقی ہے اور حنفیہ کے لئے عدم وجوب جمعہ بر اہل قری و عدم صحت جمعہ قری کے لئے دلیل کافی ہے چنانچہ ابن حجر نے اس کا اقرار کر لیا۔ پھر یہ کہ مجیب صاحب نے اثر حضرت علیؓ میں کلام کیا ہے جس سے اُن کی ناواقفیت اصول حدیث و فقہ سے معلوم ہو گئی۔

پس سنو کہ جو حدیث موقوف کہ اُس میں قیاس کو دخل ہو قول صحابی کا ہوتا ہے اور ایسے ہی موقوف کو۔ صاحب فتح القدیر حسب قاعدہ اصول فقہ فرماتے ہیں کہ بمقابلہ حدیث مرفوع معتبر نہیں ہوتے اور جو حدیث موقوف کہ قیاس کو اس میں دخل نہ ہو یا وہ مؤید و شید بحدیث مرفوع ہو وہ خود بحکم مرفوع ہوتی ہے اور یہ اثر علیؓ قسم ثانی ہے نہ اول سے کیونکہ شرطیت عبادات کی رائے اور قیاس سے ثابت نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے لئے نص صریح ہونا درکار ہے۔ پس حضرت علیؓ کا صحت جمعہ کے واسطے مصر کا شرط فرمانا بدوں نص شارع علیہ السلام نہیں ہو سکتا ورنہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حسب زعم مجیب اور اُس کے شیوخ اور اتباع کی آیت :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ[1] ۔ الآیۃ

عام ہو اور دیگر احادیث بھی باب جمعہ میں سے عام ہوں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کو جانتے ہوں اور پھر نصوص قطعیہ کو وہ اپنی رائے سے مخصوص بنا دیں اور تخصیص نسخ ہوتا ہے قدر مخصوص میں۔ معاذ اللہ علی کرم اللہ وجہہ سے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آیت قرآنی و حدیث رسول کو اپنی رائے سے نسخ کر دیں۔ یہ تو کسی عامی کا بھی کام نہیں ہے تو بالضرور علی کرم اللہ وجہہ کے پاس وہ علم تھا کہ جس سے تخصیص ان نصوص کی ہوتی ہو اور اس سے انہوں نے تخصیص فرمائی اور خود ظاہر ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین روز بعد ہجرت فرما کر قبا میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آملے تھے اور باوجود فرضیت جمعہ کے مکہ میں پھر آپ کا قبا میں جمعہ نہ پڑھنا انہوں نے دیکھا اور یہ نص قطعی عدم فرضیت جمعہ اہل قری کے اُن کو معلوم ہوئی اور پھر مدینہ طیبہ میں جناب

---

[1] اے ایمان والو جبکہ جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے (ختم آیت تک)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہ کر دس سال تک دیکھتے رہے کہ کبھی کسی قریہ اور گاؤں میں نہ جمعہ ہوا اور نہ آپ نے باوجود علم کے کسی اہل قریہ کو حکم اقامۃ جمعہ کا دیا اور نہ کسی کے عدم اقامۃ جمعہ پر اس کو سرزنش فرمائی اور نہ استحباباً ارشاد فرمایا۔ پس یہ نص قطعی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو معلوم تھی جس سے آپ نے یہ شرط مصر ارشاد فرمائی یہ موقوف موقوف اور اثر علی نہیں ہے بلکہ مرفوع ہے اعلیٰ درجہ کا۔ اور یہ بات اہل علم پر تو ظاہر ہے مگر بعد اس تقریر کے میں خیال کرتا ہوں کہ کوئی نافہم بلید بھی اس کا انکار نہ کرے گا۔

باقی رہا یہ کہ رفع اس کا ضعیف ہے بحسب سند سو یہ ضعف منجبر ہو گیا دوسری حدیث مرفوع سے اور جب دوسری احادیث صحاح سے یہ ضعف منجبر ہو گیا تو اثر مذکور ضعیف نہیں رہا بلکہ حسن ہو گیا۔ پس ایسی حدیث حکماً مرفوع کو ضعیف کہنا جس کی تائید دوسری حدیث صحاح کر رہی ہیں خلافِ قاعدہ مقررہ اہلِ اصول ہے۔ اب اس اثر کو ضعیف کہنا اہلِ علم کی شان نہیں ہے اور ثبوت شرطیت مصر واسطے اقامۃ جمعہ کے اسی اثر سے کافی ہے۔ چہ جائیکہ اور بھی بہت سی احادیث اس کی مؤید موجود ہیں۔

قریہ میں جمعہ پڑھے یا ظہر

سوال: ۔ اگر قریہ میں جمعہ پڑھ لیوے بایں وجہ کہ احادیث میں وارد ہے اور محدثین اور شافعی صاحب رحمہم اللہ کا وہ مذہب ہے تو ہو جائے گا یا گناہ گار ہو گا اور ظہر اس کے ذمہ باقی رہے گی۔

جواب: ۔ قریہ میں جمعہ حنفیہ کے نزدیک ادا نہیں ہوتا تو ان کے نزدیک قریہ میں جمعہ نہ پڑھے کہ ان کا جمعہ درست نہیں ہوتا اور نہ ظہر ذمہ سے ساقط ہوتی ہے اور جماعت نماز جمعہ کی نفل نماز کی جماعت ہو کر کراہت تحریمہ ہوتی ہے کہ جماعت نوافل کی بتداعی مکروہ تحریمہ ہے۔ فقط البتہ حسب مذہب شوافع و بعض محدثین کے جمعہ ادا ہو گیا اور ظہر ساقط ہو گئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احتیاط الظہر کا مسئلہ (یعنی فتویٰ احتیاط الظہر)

سوال: ۔ جو لوگ آج کل بعد نماز جمعہ کے چار رکعت احتیاط الظہر پڑھتے ہیں اور اس کے تارک کو ملوم جانتے ہیں اور یہاں تک پابندی اس کی ہو گئی کہ بعض شہروں میں تو مثل جدہ وغیرہ کے جماعتیں اس کی ہونے لگی ہیں آیا یہ نماز احتیاط کی اس صورت مسئولہ میں جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر ایسی پابندی ایک خاص شخص کے عقیدے میں نہ ہو تو اس کو ایسی پابندی کے زمانہ میں دوسروں کے ساتھ مشابہت اس عمل کی جائز ہے یا نہیں اور اگر وہ پڑھے گا ان ہی میں داخل ہو گا یا نہیں؟ اور بصورت عدم پابندی و اصرار کالوجوب کے نفس اس نماز احتیاط کا کیا مسئلہ ہے جس نے اُس کو نکالا ہے کس بناء پر نکالا تھا اور کس درجہ میں رکھا تھا۔ اب کس درجہ میں پہنچا اور تعجب پر تعجب ہے کہ اس نماز احتیاط کو عوام کیا بعض علماء بھی پڑھتے ہیں واللہ اعلم۔ ان کے پاس کون سی دلیل کتاب وسنت و قیاس واجتہاد سے ہے اور بظاہر یہ نماز احتیاط نماز شک پائی جاتی ہے اگر جمعہ نہ ہوا تو ظہر ہو جائے گی آیا قیاس اس کا صیام یوم الشک پر ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور منجملہ دوسری بدعات محدثہ فی الدین کے ہے یا نہیں؟

جواب :- مذہب حنفیہ میں شرائط جمعہ میں مصر یعنی شہر اور ہونا امام یا اس کے نائب کا لکھتے ہیں۔ لہٰذا چونکہ امام اور اس کا نائب ہندوستان میں بسبب تسلط کفار کے نہیں پایا جاتا تو بناء مذہب حنفیہ پر جمعہ نہ ہُوا اور چونکہ دیگر ائمہ نے یہ شرط نہیں رکھی تو ان کے مذاہب پر جمعہ ادا ہو جاتا ہے۔ مگر چونکہ دوسری خرابی یہ ہوگئی کہ ایک شہر میں دو تین جگہ جمعہ کا پڑھنا ان کے نزدیک درست نہیں جس کا جمعہ اول واقع ہوتا ہے اس کا جمعہ تو ادا ہُوا اور جس کا بعد ہوا اس کے ذمہ پر ظہر کی نماز قائم رہی اور یہ حال دریافت نہیں ہو سکتا کہ کس کا جمعہ پہلے ہُوا تو ان مذاہب پر بھی محل تعدد جمعہ میں ہر شخص کو تردد ادائے جمعہ اور سقوط ظہر میں رہتا ہے اس وجہ سے لوگوں نے ایجاد احتیاط ظہر کا کیا تھا۔ اگر جمعہ ادا نہ ہووے گا تو ظہر بالیقین ذمہ سے ساقط و ادا ہو جاوے گی اور جمعہ جو ادا ہو گیا تو یہ رکعات نفل ہو جاویں گی یہ اصل اس کی ہے مگر حنفیوں کا یہ عمل پسند نہیں۔ اول تو یہ احتیاط وجوب کے درجہ کو پہنچی اور یہ خود بدعت ہے دوسرے بعضے اولی النزاع آپس میں جھگڑا اٹھانے والے ہو گئے۔ اگر درجہ احتیاط و استحباب میں رہتے تو خیر سہل بات تھی۔ پھر یہ کہ جن علماء سے شرطیتہ وجود امام و نائب دریافت ہوئی ہے وہی علماء یہ بھی لکھتے ہیں کہ اگر امام و نائب سے تعذر ہو تو مسلمین اپنا امام جمعہ مقرر کر کے جمعہ ادا کریں گے۔ پس حسب اس روایت کے سب جگہ امام موجود ہوتا ہے تو ایسی حالت میں جب مصر میں جمعہ پڑھا گیا ادا ہو گیا اور سقوط ظہر ذمہ سے ہو چکا۔

پس احتیاط ظہر لغو ہے اور جو ان لوگوں کے نزدیک یہ قول علماء کا معتبر نہیں ہے تو خود شرط جمعہ کی مفقود ہے چاہیئے کہ ظہر با جماعت پڑھا کریں۔ یہ کیا بے موقع بات ہے کہ شرط جمعہ کی موجود نہیں اور فقط تردد کی وجہ سے نوافل کو بجماعت ادا کریں اور فرض وقت کو فرادی یعنی تنہا تنہا پڑھیں یہ سخت خرابی ہے۔ پس احناف کا احتیاط ظہر تو بایں وجہ پسند نہیں کرتا ہوں، خصوصاً اس صورتِ نزاع میں اور دیگر اہلِ مذاہب پر یہ اعتراض ہے کہ اگر تعدد درست نہیں تو دیدہ و دانستہ اس حرکت لایعنی کو کیوں اختیار کیا۔ واجب ہے کہ سب جمع ہو کر ایک جگہ جمعہ کو ادا کریں۔ الغرض یہ امر نہایت لغو اور فضول اور سستی دین کا باعث ہے اور موجب کمال غفلت اور بے پروائی دین سے ہونے کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد ۱۳۰۱

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

الحق حق الطلوع وسطح الصدق حق السطوع فما قال ملک العلماء سلطان الاتقیاء زین المفسرین رئیس المحدثین نعمان اوانہ مجدد زمانہ نائب رسول اللہ الصمد علیہ الصلوٰۃ من اللہ الاحد مولانا العالم العامل الحافظ الحاج رشید احمد مد اللہ ظلال فیوضہ علی رؤس العالمین اللھم آمین فھو حق والحق احق بالاتباع واولی لان الحق یعلو ولا یعلی۔ حررہ اذل تلامذتہ الفقیر محمد حسین الدہلوی عفا اللہ عنہ

فقیر محمد حسین ۱۳۰۵

قادر علی عفی عنہ ۱۲۰۴ - مدرس مدرسہ حسین بخش

جواب ہٰذا صحیح حسبنا اللہ۔ حفیظ اللہ محمد ساکن درگاہ حضرت سلطان نظام الدین اولیاء ضلع دہلی۔ المجیب مصیب محمد حسین خاں خورجوی بقلم خود۔ اصاب من اجاب محمد حمایت اللہ عفا اللہ عنہ۔

جواب دوم از علمائے دہلی دامت افاداتہم

صورت مرقومہ میں معلوم کرنا چاہیئے کہ یہ نماز احتیاطی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔ حضرت سے تو یہی ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بس دو رکعت بعد الجمعہ پڑھتے تھے بخاری و مسلم میں موجود ہے۔ بروایت ابن عمر انہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یصلی بعد صلوٰۃ الجمعہ حتی ینصرف فیصلی رکعتین فی بیتہ[1]۔ اور کتب فقہ میں ہے کہ نماز احتیاطی ہرگز ہرگز درست نہیں ہے کسی طرح جائز نہیں ہے۔ اصل عبارت یہ ہے۔ وقد کثر ذلک من جہلۃ زماننا ایضاً ومنشاء جہلہم صلوٰۃ الاربع بعد الجمعۃ بنیۃ الظہر وانما وضعہا بعض المتاخرین عند الشک فی صحۃ الجمعۃ بسبب روایت عدم تعددہا فی مصر واحد ولیست ہذہ الروایۃ بالمختارۃ ولیس ہذا القول اعنی اختیار الاربع بعدہا مرویا عن الامام وصاحبیہ حتی وقع لی انی افتیت مرارا بترکہا بعد صلوتہا خوفاً علی اعتقاد الجہلۃ انہا الفرض وان الجمعۃ لیس بفرض انتہی۔ ماقال صاحب البحر[2]۔

اس روایت فقیہ سے واضح ہوگیا کہ احتیاطی نہ حضرت نے پڑھی ہے نہ صحابۂ کرام نے نہ ائمہ اربعہ نے پڑھی اور نہ امر کیا ساتھ اس کے کبھی کسی کو اور یہ بھی کتب فقہ میں لکھا ہے کہ احتیاطی تو کسی طور درست نہیں ہوتی نہ عقلاً نہ نقلاً و نہ کشفاً اور نہ الہاماً کذا فی تاتارخانی و ایضاً۔ قال فیہ قال السید الہمنی ربی ان اداء الجمعۃ بالشبہۃ من وسوسۃ الشیطان انتہٰی و در بحر گفت سزاوار نیست کہ فتویٰ دادہ شود بچہار رکعت بعد جمعہ دریں زمانہ زیرا کہ راہ می یابند عوام بتکاسل از جمعہ بلکہ بسا است در دل عوام چنیں خواہد رفت کہ جمعہ فرض نیست و ظہر کافی ست و در کفر ایں چنیں کس کہ اعتقاد فرضیت ندارد جمعہ را شکے نیست کذا فی عرفانی شرح سلطانی وہکذا فی فتح القدیر من باب شروط الصلوٰۃ وغیرہ در فصول عمادی آوردہ است کہ فرضیت جمعہ ساقط نمی شود اگرچہ تمام شرائط منعدم می شوند کذا فی اسکندریہ فی الباب الآخر فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العاجز ابو محمد عبدالوہاب الفنجابی الجھنگوی ثم الملتانی نزیل الدہلی تجاوز اللہ عنہ ذنبہ الخفی والجلی فی اواخر شہر اللہ الذی انزل فیہ القرآن ۔

ابو محمد عبدالوہاب رسول الاداب خادم شریعت

نماز احتیاط ظہر جو اکثر لوگ بعد جمعہ کے پڑھتے ہیں یہ نماز نہ عند الحدیث درست ہے نہ فقہ میں پائی گئی صرف علماء دین کا قیاس ہے کیونکہ یہ نماز خیر القرون میں نہیں پائی گئی۔ پس جبکہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ثابت نہیں تو

---

[1] ابن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد جب تک کہ لوٹ نہ جاتے کوئی نماز نہ پڑھتے تھے۔ پھر گھر میں دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔

[2] جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھنا ظہر کی نیت سے اس بنا پر ہے کہ اس کو بعض متاخرین نے جمعہ کی صحت میں شک کی بناء پر قرار دیا ہے۔ اس روایت کی بناء پر کہ ایک شہر میں کئی جمعہ نہیں ہوسکتے۔ لیکن یہ روایت نہ مختار ہے نہ امام اور صاحبین سے مروی ہے حتیٰ کہ میں نے متعدد بار اس کے ترک کا فتوےٰ دے دیا۔

(صاحب بحر)

ایسی نماز کا پڑھنا بدعت سئیہ ہے۔ نیکی بر باد گناہ لازم کا مضمون معلوم ہوتا ہے۔ پس اس صورت میں یہ نماز احتیاط الظہر کسی طرح درست نہیں بعد جمعہ چھ سنتیں پڑھنی چاہئیں ۔

حررہ محمد امیر الدین پٹیالوی حنفی واعظ جامع مسجد دہلی مقیم محلہ مزید پارچہ متصل فتحپوری ۔

محمد امیر الدین ۱۳۰۱	الجواب صحیح عبد اللطیف عفی عنہ	عبد اللطیف ۱۲۹۵

عبد الرؤف ۱۲۹۵

حررہ الفقیر ابو محمد : عبد الرؤف البہاری تدصح الجواب واللہ اعلم بالصواب

محمد تلطف حسین ۱۲۹۲ خادم شریعت رسول الثقلین

نماز احتیاطی محض بناوٹی ہے کسی خیر القرون میں سے منقول نہیں ہے بدعت سئیہ ہے بلکہ کتب فقہ میں ہے کہ مثل صوم شک کے دونوں بھی نہیں ہوتے ۔ امیر احمد پشاوری ۔

اصاب من اجاب حررہ محمد یٰسین الرحیم آبادی ثم العظیم آبادی ۔

سید محمد عبد السلام ۱۲۹۹	محمد شمس الدین ۱۳۰۵	ابو محمد عبد الحق ۱۳۰۵	عبد الجلیل

الجواب صحیح محمد طاہر سلہٹی ۱۳۰۴ ۔ بعد نماز جمعہ کے فرض احتیاطی بے سند و بے اصل ہے عند الشرع پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا۔ جواب صحیح ہے محمد فقیر اللہ ∴ اصاب من اجاب فقیر محمد حسین خاں خورجوی ضلع بلند شہر بقلم خود ∴ حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ ∴ للہ در المجیب ابو القاسم محمد عبد الرحمٰن لاہوری بلاد ہند میں فرض جمعہ بلا شبہ ادا ہو جاتا ہے۔ نماز ظہر احتیاطی کی حاجت نہیں ۔ فقط ۔ حررہ بندہ قادر علی عفی عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش مرحوم

قادر علی عفی عنہ	فقیر محمد حسین ۱۲۸۵	فقیر مصنف تیغ فقیر وکلیات مدحیہ فقیر

شہر اور دیہات میں احتیاط الظہر پڑھنے کا حکم

سوال :۔ بعد نماز جمعہ احتیاط الظہر جو چار رکعت پڑھتے ہیں پڑھنی چاہیئے یا نہیں ؟

جواب :۔ قصبہ میں اور شہر میں جمعہ ادا ہو جاتا ہے لہٰذا اس کے بعد ظہر نہ پڑھنی چاہیئے اور گاؤں میں جمعہ ادا نہیں ہوتا لہٰذا ظہر کو جماعت سے پڑھنا چاہیئے

احتیاط الظہر کا مسئلہ

سوال :۔ یہ موضع قصبہ سردھنہ سے قریب پانچ کوس کے واقع ہے اور اس سے زیادہ قریب کوئی شہر نہیں ہے اور موضع مذکور میں قریب دو ہزار مردم شماری کے ہے جس میں زیادہ نصف سے مسلمان اور باقی ہندو ہیں مسلمانوں کے [illegible] احکام سے کوئی مانع نہیں ہے۔ ضروری احتیاج کے واسطے دکانیں بیس یا بائیس موجود ہیں۔ روزمرہ تیس تیس [illegible] نمازی پنج وقتہ میں جمع ہوتے ہیں۔ رمضان شریف میں ساٹھ ستر تک اور جمعہ رمضان میں دو سو اور [illegible] میں ایک ہزار سے زیادہ جمع ہوتے ہیں۔ موضع مذکور میں جمعہ کی نماز جائز ہے یا نہیں ؟ اور بعض عالم امام

شافعی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر عمل کرتے ہیں اور گاؤں میں جمعہ جائز کہتے ہیں اور احتیاط الظہر بھی ایسی حالت میں پڑھنی چاہیئے یا نہیں ؟ فقط

جواب :- جس موضع میں دو ہزار آدمی ہندو مسلمان ہوں اس جگہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جمعہ ادا نہیں ہوتا ہے وہاں ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنی چاہیئے اور جمعہ نہ پڑھنا چاہیئے۔ پس جب جمعہ نہیں ہوا احتیاط الظہر کہاں بلکہ ظہر کی نماز جماعت سے مثل دیگر ایام کے پڑھنی چاہیئے اور ہندوستان کے سب شہر اور قصبہ میں جمعہ ادا ہو جاتا ہے احتیاط الظہر کی کچھ حاجت نہیں اور امام شافعی صاحب کے یہاں گاؤں میں جمعہ ادا ہو جاتا ہے۔ ان کے نزدیک بھی کچھ اصل احتیاط الظہر کی نہیں۔ پس جو صاحب اس مسئلہ میں شافعی بنے اُن پر حنفی کیا الزام دے سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ بات اپنی اختیاری ہے جو مذہب چاہو اختیار کرو۔ غیر مقلد بھی یہی کرتے ہیں کہ جو بات کسی مذہب کی پسند آئی وہ اختیار کر لیتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احتیاط الظہر کا مسئلہ

سوال :- جو لوگ آج کل بعد نماز جمعہ کے چار رکعت احتیاط الظہر پڑھتے ہیں اور تارک کو اس کے ملوم جانتے ہیں اور یہاں تک پابندی اس کی ہو گئی کہ بعض شہروں میں تو مثل جدہ وغیرہ کے جماعتیں اس کی ہونے لگی ہیں۔ آیا یہ نماز احتیاط کی اس صورت مسئولہ میں جائز ہے یا نہیں ؟ اور اگر ایسی پابندی ایک خاص شخص کے عقیدے میں نہ ہو مگر اس کو ایسی پابندی کے زمانہ میں دوسروں کے ساتھ مشابہت اس عمل کی جائز ہے یا نہیں اور اگر وہ پڑھے گا اُن ہی میں داخل ہو گا یا نہیں ؟ اور بصورتِ عدم پابندی و اصرار کا لوجوب کے نفس اس نماز احتیاط کا کیا مسئلہ ہے جس نے اس کو نکالا ہے کس بنا پر نکالا تھا اور کس درجہ میں رکھا تھا۔ اب کس درجہ میں پہنچا اور تعجب پر تعجب ہے کہ اس نماز احتیاط کو عوام کیا بعض علماء بھی پڑھتے ہیں واللہ اعلم۔ ان کے پاس کون سی دلیل کتاب وسنت و قیاس واجتہاد سے ہے اور بظاہر یہ نماز احتیاط نماز شک سے پائی جاتی ہے اگر جمعہ نہ ہو تو ظہر ہو جائے گی آیا قیاس اس کا صیام یوم الشک پر ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ اور منجملہ دوسری بدعات محدثہ فی الدین کے ہے یا نہیں ؟

جواب :- مذہب حنفیہ میں شرائط جمعہ میں مصر یعنی شہر اور ہونا امام یا اس کے نائب کا لکھتے ہیں۔ لہٰذا چونکہ امام اور اس کا نائب ہندوستان میں بسبب تسلط کفار کے نہیں پایا جاتا تو بناء مذہب حنفیہ پر جمعہ نہ ہوا اور چونکہ دیگر ائمہ نے یہ شرط نہیں رکھی تو ان کے مذہب پر جمعہ ادا ہو جاتا ہے۔ مگر چونکہ دوسری خرابی یہ ہو گئی کہ ایک شہر میں دو تین جگہ جمعہ پڑھنا ان کے نزدیک درست نہیں جس کا جمعہ اول واقع ہوتا ہے اس کا جمعہ تو ادا ہوا اور جس کا بعد ہوا اس کے ذمہ پر ظہر کی نماز قائم رہی اور یہ حال دریافت نہیں ہو سکتا کہ کس کا جمعہ پہلے ہوا تو ان مذاہب پر بھی محل تعدد جمعہ میں ہر شخص کو تردد ادائے جمعہ و سقوط ظہر میں رہتا ہے اس وجہ سے لوگوں نے ایجاد احتیاط ظہر کا کیا تھا کہ اگر جمعہ ادا نہ ہووے گا تو ظہر بالیقین ذمہ سے ساقط و ادا ہو

جاوے گی اور جو جمعہ ادا ہو گیا تو یہ رکعات نفل ہو جاویں گی۔

یہ اصل اس کی ہے مگر احناف یعنی حنفیوں کا یہ عمل پسند نہیں اول تو یہ احتیاط وجوب کے درجہ کو پہنچی اور یہ خود بدعت ہے۔ دوسرے بعضے اولی النزاع یعنی آپس میں جھگڑا اٹھانے والے ہو گئے۔ اگر درجہ احتیاط و استحباب میں رہتے تو خیر سہل بات تھی۔ پھر یہ کہ جن علماء سے شرطیۃ وجود امام و نائب دریافت ہوئی ہے وہی علماء یہ لکھتے ہیں کہ اگر امام و نائب سے تعذر ہو تو مسلمین امام جمعہ مقرر کر کے جمعہ ادا کریں۔ پس حسب اس روایت کے سب جگہ امام موجود ہوتا ہے تو ایسی حالت میں جب مصر میں جمعہ پڑھا گیا ادا ہو گیا اور سقوط ظہر ذمہ سے ہو چکا۔

پس احتیاط ظہر لغو ہے اور جو ان لوگوں کے نزدیک یہ قول علماء کا معتبر نہیں تو خود شرط جمعہ کی مفقود ہے۔ چاہیئے کہ ظہر بجماعت پڑھا کریں۔ یہ کیا بے موقعہ بات ہے کہ شرط جمعہ کی موجود نہیں اور فقط تردد کی وجہ سے نوافل کو بجماعت ادا کریں اور فرض وقت کو فرادیٰ یعنی تنہا تنہا پڑھیں یہ سخت خرابی ہے۔ پس احناف کا احتیاط الظہر تو بایں وجہ پسند نہیں کرتا ہوں خصوصاً اس صورت وجوب اور نزاع میں اور دیگر اہل مذاہب پر یہ اعتراض ہے کہ اگر تعدد درست نہیں تو دیدہ و دانستہ اس حرکت لایعنی بے فائدہ کو کیوں اختیار کیا۔ واجب ہے کہ سب جمع ہو کر ایک جگہ جمعہ ادا کریں۔ الغرض یہ امر نہایت لغو اور فضول اور سستیٔ دین کا باعث ہے اور موجب کمال غفلت اور بے پروائی دین سے ہونے کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد ۱۳۰۱

الجواب صحیح محمد امیر الدین پٹیالوی واعظ جامع مسجد دہلی

مدرس مدرسہ حسین بخش | قادر علی عفی عنہ ۱۳۰۴ | فقیر محمد حسین | محمد امیر الدین

جواب ہذا صحیح ہے حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ محمد ساکن درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء ضلع دہلی۔

المجیب مصیب محمد حسین خاں خورجوی بقلم خود۔

اصاب من اجاب محمد حمایت اللہ عفی اللہ عنہ۔

جواب بہت صحیح اور ٹھیک ہے اور خلاف اس کا ضلالت و بدعت سیئہ ہے۔ کیونکہ اس فعل نامقبول کو کسی نے بھی ائمہ اربعہ سے نہیں کیا۔ کما ہو فی البحر و تاتارخانی وغیرہما من کتب الفقہ اور اصل میں یہ معنی نماز احتیاط الظہر بدعت سیئہ ہے جو ایک بادشاہ عباسی معتزلی کہ عرب و عجم وغیرہ کا بادشاہ تھا اس کی نکالی ہوئی ہے۔ حنفی مذہب میں ہرگز یہ نماز درست نہیں ہے جو آپ یہ کرے نہ حنفی ہے اور نہ شافعی نہ مالکی نہ حنبلی بلکہ معتزلی مذہب ہے۔ اس ظالم نے یہ حکم دیا تھا کہ نماز احتیاط الظہر ہر جگہ جاری کی جاوے جو اس کو نہ کرے اُسے تعزیر لگائی جاوے۔ جو مولوی اس وقت عبد الدنیا والدراہم تھے اس کو قبول کیا اور فتوؤں میں درج کر گئے اور مذہب حنفی کو بالائے طاق رکھا۔ اس قصہ کو ایک عالم جید قصوری پنجابی حنفی المذہب نے خوب تحقیق سے

لکھا ہے کہ کذا فی التفسیر المحمدی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف دو رکعت یا چار رکعت بعد جمعہ کے اور پڑھتے تھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب حررہ العاجز ابو محمد۔

سید محمد عبدالسلام غفرلہ | ابو محمد عبدالحق | ابو محمد عبدالوہاب رسول الادب خادم شریعت | عبدالوہاب الپنجابی نزیل الدہلوی ۱۳۰۵ھ

سید محمد اسمٰعیل | ہذا جواب صحیح فرید آبادی

محمد ناظم ملک بنگالہ ضلع فرید پور

جواب صحیح ہے۔ محمد فقیر اللہ پنجابی ضلع شاہ پور۔ ہذا جواب صحیح ہے حررہ ثابت علی اعظم گڑھ۔ الجواب صحیح۔ محمد طاہر سلہٹی۔ مسکین عبدالغنی ضلع کرنال۔

فرض احتیاط ظہر بایں وجہ ایجاد ہوتی تھی کہ اول میں ایک جمعہ ہوتا تھا۔ پھر تعدد جمعہ پر فتویٰ ہُوا تو جمعہ سابق تو ہر حال درست ہوا دوسرا جمعہ اصل روایت تو عدُ جمعہ پر درست نہیں ہوتا اور تعدد کی روایت پر درست ہوجاتا ہے تو اس احتیاط سے فرض پڑھنے شروع ہوتے تھے۔ ازاں بعد یہ ٹھہری کہ جب کسی شرط من الشرائط میں خدشہ ہو تو یہ فرض پڑھا کریں امام کا ہونا یا نائب کا بھی حنفیہ کے مذہب میں شرط جمعہ ہے۔ بہ سبب ملک کفار کے وہ شرط بظاہر مفقود تھی تو چونکہ یہ شرط مجتہد فیہ تھی کہ شافعی کا اس میں خلاف ہے لہٰذا جمعہ کو ترک کرنا مناسب نہ جانا فرض احتیاط پڑھنی شروع کردی۔ یہ وجہ تو پڑھنے کی ہے مگر چونکہ یہ بھی فقہاء حنفیہ نے لکھ دیا ہے کہ اگر تعذر نصب امام سے ہو تو عامۂ مومنین اپنا امام جمعہ کا قائم کر لیویں اور جمعہ پڑھ لیویں تو بنابریں روایت جبکہ امام جمعہ کا مقرر ہے تو قائم مقام امام ہوگیا اقامت جمعہ کی درست ہوئی۔ پس اب فرض احتیاط کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ جمعہ حسب روایت حنفیہ درست ہوتا ہے مگر چونکہ مصر کا ہونا شرط ہے لہٰذا صحرا میں جمعہ درست نہیں ہوسکتا تو خواہ کتنے ہی آدمی جمع ہوویں صحرا میں جمعہ نہ کریں ظہر کی جماعت پڑھیں۔

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

احکام فطر و تکبیرات تشریق کب بیان کرے؟

سوال:۔ احکام صدقۂ فطر اور تکبیر تشریق کے خطبہ میں سنائے جاتے ہیں حالانکہ صدقہ نماز سے پیشتر اور تکبیر تشریق یوم عرفہ سے واجب ہو جاتی ہے۔ لہٰذا یہ احکام جمعہ ماضیہ میں بیان ہونے چاہئیں اور بعض کتب میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ پہلے خطبہ عیدین کا پڑھتے تھے۔ یہ تقدیم سنت عثمان ہے یا بدعت مروان؟

جواب:۔ عیدین کے احکام کو جو عیدین سے جمعہ پہلے ہو اس میں تلقین بطور وعظ کے مستحسن ہے اور خطبہ میں اُردو بیان کرنا مکروہ ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قبل نماز خطبہ پڑھا ہے۔ اس واسطے کہ اُن کے وقت میں دور دور سے لوگ حاضر ہوتے تھے۔ اگر نماز پڑھ کر خطبہ پڑھتے تو دور والے شریک نماز نہ ہوتے اور اگر نماز نہ پڑھتے تاکہ باہر والے آجاویں پھر خطبہ پڑھتے تو خلق کثیر کو گرمی سے تکلیف ہوتی۔ اس واسطے یہ صورت پیدا کی کہ خطبہ اوّل

میں پڑھا کہ شرکت باہر والوں کو حاصل ہو جائے اور خطبہ سے کوئی حاضر محروم نہ رہے اور خطبہ عیدین کا سنت ہے نہ واجب۔ فقط و اللہ تعالیٰ اعلم

عید الفطر کی تکبیرات کا جہراً پڑھنا

سوال: - کتاب مبسوط امام محمد میں تکبیر عید الفطر میں امام صاحب کے نزدیک جہر لکھا ہے اور امام صاحب نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع بھی فرمایا ہے کہ تکبیر جہری عید الفطر میں بھی کہنا چاہیئے یا سری ہی پڑھے کیونکہ اور کتابوں میں سری تکبیر امام صاحب سے منقول ہے اور فتح القدیر میں دونوں مرقوم ہیں مگر رجوع نہیں لکھا ہوا ۔ فقط

جواب: - رجوع کرنا امام صاحب کا جواز تکبیر کا عید الفطر میں بندہ کو معلوم نہیں مگر عمل کرنا مذہب صاحبین پر بلا کراہت جائز جانتا ہوں اور عوام کو منع جہر کرنے سے تو فقہاء نے خود مکروہ لکھا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خطبہ عیدین و جمعہ ایک شخص پڑھے نماز دوسرا شخص پڑھائے

سوال: - بروز عیدین و جمعہ اگر ایک شخص نماز پڑھاوے اور دوسرا بلا عذر خطبہ پڑھے جائز ہے یا نہیں اور اگر مکروہ ہے تو تنزیہی یا تحریمی حرام ہے یا غیر حرام یا با عذر بباعث اس کے کہ ایک شخص خطبہ پڑھنا اچھا جانتا ہے اور نماز نہیں پڑھا سکتا اور دوسرا نماز تو پڑھا سکتا ہے مگر خطبہ نہیں پڑھ سکتا اور تیسرا شخص موجود نہیں یا موجود ہے تو ان ہر سہ صورتوں میں کیا حکم ہے ؟

جواب: - بروز عیدین و جمعہ خطبہ دوسرے شخص کو پڑھنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خطبہ میں اشعار کا پڑھنا

سوال: - خطبہ عیدین یا جمعہ میں اشعار فارسیہ یا عربیہ یا اردو پڑھنے اور مقصود پڑھنے سے ترغیب و ترہیب ہوتا ہے اور اشعار میں بھی مضمون ترغیب و ترہیب کا ہوتا ہے جائز ہیں یا نہیں ؟ مکروہ ہے تو تنزیہی یا تحریمی اور بعد ثبوت امتناع پڑھنے والا اشعار کا گناہ گار ہوتا ہے یا نہیں ؟

جواب: - خطبہ جمعہ و عیدین میں اشعار پڑھنا خلاف سنت کے ہے لہٰذا مکروہ ہوگا کہ قرون مشہود لہا بالخیر میں ثبوت اس کا نہیں اور رفتہ رفتہ منجر بافراط ہو جاتا ہے۔ پس مکروہ ہوا فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

رشید احمد ۱۳۰۱

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

الجواب صحیح محمد منفعت علی عفی عنہ دیوبندی　　الاجوبۃ کلہا صحیحۃ احمد عفی عنہ　اسمہ احمد　خلف مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۔

الاجوبۃ کلہا صحیحۃ محمد حسن عفی اللہ عنہ دیوبندی ۔

اصاب المجیب سلمہ بندہ محمود عفی عنہ　محمود گرداں الٰہی عاقبت　الاجوبۃ الاربعۃ صحیحۃ　عبد اللہ خاں

مدرس اول مدرسہ عالیہ دیوبند

جواب صحیح ہے۔ احمد حسن عفی عنہ دیوبندی ۔

جواب اس بنا پر صحیح ہے کہ باوصف مقتضی کے خطبہ عیدین اور جمعہ میں اشعار کا قرون ثلاثہ سے عدم منقول ہونا

دلیل بدعت مکروہ کی ہے۔ کما حررہ ملا سعد رومی فی کتابہ مجالس الابرار فقط۔

خلف مولانا محمد عالم علی محمد قاسم علی ۱۲۶۶ھ

مراد آبادی

محمد قاسم علی عفی عنہ از بندہ رشید احمد عفی عنہ السلام علیکم۔ مولوی محمد قاسم علی صاحب کے تعاقبات دیکھے سو بہت شکر کرتا ہوں کہ تصحیح مولوی صاحب نے کی اور دلیل صحت وہی ہے جو بندہ نے لکھی۔ مگر عبارت بدل کر ادا کیا ہے سو کچھ معائقہ نہیں شکر ہے کہ جواب تو صحیح رہا۔ فقط والسلام

خطبہ میں عربی عبارت کا ترجمہ کرنا

سوال :- ایک شخص کبھی کبھی جمعہ کے خطبہ میں اس نیت سے کہ لوگوں کا اس وقت اجماع ہے بعد نماز چلے جاویں گے۔ بعض آیت اور حدیث کا ترجمہ حسب احکام وقت کر دیتا ہے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا دتوجروا یا علماء دین ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

جواب :- خطبہ جمعہ میں سوائے عربی زبان کے دوسری زبان میں کچھ پڑھنا مکروہ لکھا ہے۔ مگر خطبہ کا فرض ادا ہو جاتا ہے۔ کذا فی کتب الفقہ[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

غیر عربی عبارت میں خطبہ پڑھنا

سوال :- خطبہ جمعہ یا عیدین میں ابیات اردو یا فارسی یا ابیات عربی ہوں پڑھنا ابیات کا درست ہے یا نہیں؟

جواب :- ابیات اردو فارسی بلکہ عربی، خطبہ جمعہ یا عیدین میں پڑھنا مکروہ ہے اس لئے کہ شعر پڑھنا خطبہ میں مخالف سنت ہے اور جو فعل اور عبادت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو اس کو کرنا درست نہیں۔ فقط مولانا البشیر الدین صاحب قنوجی۔

محمد البشیر و نذیر آمدہ ۱۲۹۰

خطبہ جمعہ و عیدین کا زبان ہندی میں اور فارسی میں مکروہ ہے فقط محمد عالم علی عفی عنہ

محمد عالم علی ۱۲۸۳

محدث مراد آبادی شاگرد مولانا محمد اسحاق صاحب دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ۔

ملفوظ

جس مسجد میں لوگ جمعہ پڑھنے لگیں اس میں مسجد جامع کا ثواب ہوگا۔ البتہ مسجد قدیم کا اور کثرت جماعت کا ثواب اسی جگہ ہوگا جہاں ہمیشہ سے جمعہ ہوتا ہے اور نمازی بکثرت ہوتے ہیں۔ اور بدعتی امام کے پیچھے نماز پڑھنا گناہ ہے جب کہ دوسری جگہ متبع سنت امام موجود ہے۔ پانچ سو کا ثواب نفس جامع مسجد کا ہے اور دیگر وجوہ سے اور زیادہ ہو جاتا ہے۔

---

[1] کتب فقہ میں اسی طرح لکھا ہے۔

باب جنازہ کی نماز کا بیان

مسجد میں نماز جنازہ کا پڑھنا

سوال :۔ صلوٰۃ جنازہ مسجد میں بموجب احادیث صحیحہ چنانچہ ابو داؤد میں ہے عن عائشۃ قالت واللہ ما صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی سہیل بن البیضاء الا فی المسجد[1] انتھی۔ ایضاً قالت، واللہ لقد صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ابنی بیضاء فی المسجد سہیل و اخیہ[2] انتھی درست ہے یا نہیں؟ درصورت عدم جواز دلیل صحیح کیا ہے اور یہ حدیث ابو داؤد من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا شئی لہ[3] صحیح ہے یا نہیں؟ کیونکہ صاحب سفر السعادت فرماتے ہیں۔ گاہ بیرون مسجد وگاہ اندرون مسجد و ہر دو جائز است و حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمود من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا شئی لہ۔ غلط است وصواب آنست کہ خطیب بغدادی روایت کردہ وگفتہ کہ در اصل فلا شئی علیہ است بعض ائمہ حدیث میگویند ایں حدیث خود ضعیف است چہ از افراد صالح مولی التوامہ است و نماز برابر ابوبکر وعمر در مسجد گزارند بحضرت جمیع مہاجرین وانصار وازکسے انکار وارد نشدہ[4] انتھی۔ اگر کوئی پڑھ لیوے تو ہو جائے گی یا قابل اعادہ ہو گی؟

جواب :۔ نماز جنازہ کی مسجد میں ادا کرنے میں علماء کا اختلاف ہے امام صاحب کے نزدیک روا نہیں اور حدیث ابو ہریرہ رضہ حسن ہے غلط اور ضعیف نہیں اور اس حدیث صحیحین سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ آپ نے نجاشی پر مسجد سے باہر تشریف لاکر نماز پڑھی اور اگر کوئی شخص نماز جنازہ مسجد میں پڑھ لیوے تو نماز ادا ہو گئی اعادہ ضروری نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ۔ فرماتی کہ اللہ تعالیٰ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن بیضاء پر مسجد ہی میں نماز پڑھی۔

[2] دوسری روایت۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابنی بیضاء سہیل اور اس کے بھائی پر مسجد میں ہی نماز پڑھائی۔

[3] جس نے جنازہ پر مسجد میں نماز پڑھی تو اس کو کچھ نہ ملے گا۔

[4] کبھی مسجد کے باہر اور کبھی مسجد کے اندر دونوں طرح جائز ہے اور ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جنازہ پر مسجد میں نماز پڑھے تو اس کو کچھ نہ ملے گا غلط ہے اور صحیح یہ ہے کہ خطیب بغدادی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ در اصل یہ ہے کہ "اس پر کوئی گناہ نہیں"، بعض ائمہ حدیث کہتے ہیں کہ یہ حدیث خود ضعیف ہے اور افراد صالح مولی التوامہ سے ہے اور ابوبکرؓ وعمرؓ برابر مہاجرین وانصار کے سامنے مسجد میں نماز پڑھتے تھے اور کسی سے انکار ثابت نہیں۔

بوجہ عذر نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا

سوال :- صلوٰۃ جنازہ اگر بسبب عذر مطر وغیرہ مسجد میں پڑھ لی جائے تو درست ہے یا نہیں ؟

جواب :- عذر کے سبب کہ جگہ بسبب مطر کے نہ ہو اگر پڑھ لیوے تو مضائقہ نہیں ورنہ یہ بھی مسئلہ مختلف ہے اس کو کر کے محل طعن بننا لائق نہیں ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نماز جنازہ کے نمازی مسجد میں ہوں اور جنازہ خارج مسجد

سوال :- جنازہ خارج مسجد ہو اور اس کی نماز پڑھنے والے اکثر خارج مسجد ہوں اور بعض بباعث دھوپ یا بارش خاص مسجد میں ہوں تو بمذہب حنفیہ جائز ہے یا نہیں اور اگر اکثر خاص مسجد میں ہوں اور بعض خارج مسجد ہوں تو بھی جائز ہے یا نہیں ؟ اور اگر جنازہ بھی خاص مسجد میں ہو اور اس کے نمازی بھی بباعث دھوپ یا بارش خاص مسجد میں ہوں تو جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- نماز جنازہ کی مسجد میں پڑھنا ہر حال میں مکروہ ہے ۔ فقط

قبرستان میں نماز جنازہ

سوال :- قبرستان میں صلوٰۃ جنازہ پڑھنا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :- قبور میں اگر نماز جنازہ کی پڑھ دیوے تو درست ہے ۔ مگر خارج از قبور ہونا بہتر ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

نماز جنازہ سنتوں سے پہلے پڑھے یا بعد

سوال :- جنازہ کی نماز فرض نماز کے بعد سنتوں سے پہلے پڑھنا چاہیئے یا بعد ادا کرنے سنتوں کے چاہیئے ؟

جواب :- بعد ادائے سنت کے پڑھے ۔ فقط

نماز جنازہ جوتے کے ساتھ پڑھنا

سوال :- صلوٰۃ جنازہ مع جوتے پڑھنا درست ہے یا نہیں ؟ بالخصوص زمین نجس پر ؟

جواب :- اگر جوتی پاک ہے تو نماز جنازہ درست ہے ورنہ درست نہیں بالخصوص زمین نجس پر ؟ ایسا ہی حال زمین کا ہے ۔ پس زمین ناپاک پر کھڑے ہو کر بھی درست نہ ہووے گی اور زمین خشک ہو کر پاک ہو جاتی ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

جنازہ کی نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا

سوال :- سورۃ فاتحہ صلوٰۃ جنازہ میں پڑھے یا نہیں ؟ اور اگر تکبیرین آخرین میں بھی بجائے دعا پڑھ لے تو جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے امام صاحب حدیث سے ممانعت قرأۃ قرآن کی نماز جنازہ میں ثابت کرتے ہیں اگر دعا کی طرح پڑھے درست ہے ۔ تو جب نہی اور جواز دونوں حدیث سے ثابت ہیں اور مسئلہ مختلفہ ہے تو

ایسے فعل کو کرنا کیا ضروری ہے ایسے افعال کر کے لا مذہب مشہور ہونا ہوتا ہے اتقوا مواضع التهم[1] خود حکم شارع علیہ السلام کا ہے مستحب مختلف کو ادا کر کے فساد برپا کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا

سوال:۔ سورہ فاتحہ صلوٰۃ جنازہ میں کہ حسب احادیث صحیحہ مسنون ہے چنانچہ عن طلحۃ بن عبد اللہ بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال صلیت خلف ابن عباس علی جنازۃ فقرأ فاتحۃ الکتاب فقال لتعلموا انہا سنۃ وحق رواہ البخاری والنسائی انتہیٰ وعن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ قال السُّنَّۃ فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ ان یقرء فی التکبیر الاولیٰ بام القرآن مخافتۃ ثم یکبر ثلثا والتسلیم عند الاخرۃ رواہ النسائی[2]

اور محققین علماء بھی اس کی سنیت و افضلیت کے قائل ہیں حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں۔

ومن السنۃ قرأۃ فاتحۃ الکتاب لانہا خیر الادعیۃ واجمعہا علمہا اللہ تعالیٰ عبادہ فی محکم کتابہ[3]

اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بھی استحباب کے قائل ہیں۔ بنا بر احتیاط مذہب شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے۔ چنانچہ رد المختار میں ہے: وقول ملا علی قاری ایضا یستحب قرأتہا بنیۃ الدعاء خروجا من خلاف الشافعی[4]

اور قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی وصیت نامہ میں فرماتے ہیں وبعد تکبیر اولیٰ سورہ فاتحہ ہم خوانند[5]۔ انتہیٰ

لہٰذا برعایت ادلہ مذکورہ فاتحہ پڑھنا ہی اولیٰ ہے یا نہیں؟

---

[1] تہمتوں کی جگہ سے بچو۔

[2] طلحہ بن عبداللہ بن عوف رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباس کے پیچھے جنازہ کی نماز پڑھی تو آپ نے اس میں سورۃ فاتحہ پڑھی اور فرمایا (میں نے اس لئے پڑھا ہے) تاکہ تم جان لو کہ یہ سنت ہے اور حق اس کو بخاری اور نسائی نے روایت کیا ہے اور ابی امامہ سے روایت ہے کہ جنازہ کی نماز میں سنت یہ ہے کہ تکبیر اولیٰ میں فاتحہ آہستہ پڑھ لے پھر تین بار تکبیر کہے اور آخری تکبیر کے بعد سلام کہے اس کو نسائی نے روایت کیا ہے۔

[3] سورۃ فاتحہ کا پڑھنا سنت ہے اس لئے کہ وہ بہترین اور جامع دعا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب محکم میں اپنے بندوں کو تعلیم دی ہے۔

[4] اور ملا علی قاری کا بھی یہی قول ہے کہ سورۃ فاتحہ کا پڑھنا بہ نیت دعا مستحب ہے تاکہ امام شافعی کے اختلاف سے بھی نکل جائے۔

[5] اور تکبیر اولیٰ کے بعد سورہ فاتحہ بھی پڑھیں۔

جواب :۔حضرت فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاتحہ نمازِ جنازہ میں احیاناً بجواز پڑھی ہے ورنہ معمول ضروری نہ تھا۔کیونکہ امام صاحب قرآن کی ممانعت حدیث سے فرماتے ہیں۔ البتہ بطور دعاء پڑھنا مضائقہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

کئی جنازوں کی نماز ایک ساتھ اور مجنون کی نماز جنازہ

سوال :۔کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مجنون شخص کی نماز جنازہ کس طرح پڑھی جاوے آیا اُنہیں دعاؤں مخصوصہ سے اس کی نماز پڑھائی جاوے یا کوئی اور دُعا بھی اور اگر یہ نہیں تو کونسی دُعا ہے اور اگر چند جنازہ مجتمع ہوں تو علیحدہ علیحدہ نماز پڑھنا عمدہ ہے یا ایک جا اور پھر ترتیب کس طرح سے ہے اور اگر ایک مردہ بالغ ہو اور دوسرا نابالغ تو پھر کیا کرے۔ اگر کسی شخص نے مجنون کے جنازہ پر بھی اللھم اغفر لحینا الخ پڑھی تو درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ دعائیں نماز جنازہ مجنون کی بلا تفاوت تندرست مردوں جیسی ہوتی ہیں کچھ ذرہ بھر فرق نہیں۔ وہی معمولی دعوات ہیں اور یکساں حکم نماز کا ہے۔ کذا فی عامۃ عموم الکتب واللہ تعالیٰ اعلم۔ جملہ اموات کو جمع کر کے اس طرح کہ ایک مردہ امام کے پاس دوسرا قبلہ کی طرف تیسرا اس کے قبلہ کی طرف صف باندھ کر نماز پڑھے ضمائر کو جمع کی بنادے اور نہ بنادے جب بھی کچھ حرج نہیں درست ہے۔ اگر ایک طفل ہو تو اس کو بعد جوان کے قبلہ کی جانب رکھے اور دعا مرویہ میں جمع کر لیوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باب سجدہ تلاوت کا بیان

سجدہ تلاوت کے لئے تکبیر کا مسئلہ

سوال :۔ تلاوت کلام مجید کے سجدہ کرتے وقت اللہ اکبر کہے یا نہیں ؟

جواب :۔ اللہ اکبر کہہ کر جانا چاہیئے اور اللہ اکبر کہہ کر اُٹھنا چاہیئے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باب بیمار کی نماز کا مسئلہ

بیٹھ کر نماز پڑھنا

سوال :۔ ایک شخص بیمار گھر سے خود چل کر مسجد آجاتا ہے اور بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے۔ زید اس کو منع کرتا ہے کہ باوجود قدرت قیام کے بیٹھ کر نماز درست نہ ہوگی۔ ہاں نماز کھڑے ہو کر شروع کیا کرے اور بعد عاجزی کے بیٹھ جایا کرے خواہ تو بعض نماز کو کھڑے ہو کر پڑھا کرے اور بعض کو بیٹھ کر۔ پس قول زید کا صحیح ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ زید صحیح کہتا ہے ۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

باب مُسافر کے احکام کا بیان

مُسافر امام، مقتدی مقیم، کی نیّتوں کا مسئلہ

سوال :۔ امام مسافر ہے اور دو رکعت کی نیت کرتا ہے۔ مقتدی مقیم ہیں۔ امام کی متابعت کی وجہ سے دو رکعت کی نیت کرے یا چار کی نیت کرے اس مسئلہ کو مشرح ومفصل زیب فرمائیے ۔

جواب :۔ امام دو رکعت پڑھتا ہے اس لئے وہ دو رکعت کی نیت کرے گا اور مقتدی چار رکعت کی نیت کرے اس لئے کہ اس کے ذمہ چار واجب ہیں ۔ فقط

سفر میں سُنّت ونفل پڑھنا

سوال :۔ سفر میں اگرچہ ریل کا ہو فرض کے علاوہ سنت نفل بھی پڑھے یا نہیں ؟

جواب :۔ اگر جلدی اور تقاضا نہ ہو اور اطمینان ہو تو سنت ضرور پڑھنی چاہئیں اور نفل کا اختیار ہے سفر میں بھی حضر میں بھی ۔ فقط ۔

فرسخ اور میل کی صحیح حد

سوال :۔ فرسخ اور میل کی تحدید معتبر کیا ہے ؟

جواب :۔ فرسخ تین میل کا اور میل چار ہزار قدم کا لکھتے ہیں مگر یہ سب تقریبی امور ہیں۔ اصل میل اس مسافت کا نام ہے کہ نظر میل کرے اور یہ بھی مختلف ہے وقت اور محل اور رائی کے اعتبار سے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

صحیح مسافت سفر

سوال :۔ کتنی مقدار مسافت سفر میں نماز قصر کرنی چاہیئے۔ حسب احادیث صحیحہ

جواب :۔ چار برید جس کی سوٓلہ سوٓلہ میل کی تین منزلیں ہوتی ہیں حدیث موطا مالک سے ثابت ہوتی ہیں مگر مقدار میل کی مختلف ہے۔ لہٰذا تین منزل جامع سب اقوال کو ہو جاتی ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ملفُوظ

اگر اسٹیشن اس شہر میں داخل ہے تو داخل ہے اور اگر اس کے اندر داخل نہیں تو قصر کرے گا جو نمازیں پہلے پڑھی گئیں ان کے اعادہ کی حاجت نہیں اور اسٹیشن شہر میں داخل ہونے کے یہ معنی کہ ریل شہر میں ہو کر جاتی ہو جیسے دہلی

میں پس وہاں اسٹیشن پر قصر نہ ہوگا اور مدار نظر آنے پر نہیں ہے بلکہ دخول پر ہے۔ فقط واللہ

باب شہید کا بیان

چور اور ظالم کے ہاتھ سے مارے جانے والے کی شہادت

سوال :۔ چور و دیگر ظالم وغیرہ اگر کسی کو مار ڈالیں تو مظلوم شہید ہوگا یا نہیں ؟ اور اگر مظلوم کے ہاتھ سے چور وغیرہ مارے گئے تو یہ گناہ گار تو نہ ہوگا ؟

جواب :۔ چور اور ظالم اگر مظلوم کے ہاتھ سے مر گئے تو شہید نہیں ہوتے بلکہ فاسق مرتے ہیں اور مظلوم مارا گیا تو شہید ہوا ۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم ۔

حضرت حسین کی شہادت

سوال :۔ زید حضرت عمر رضی اللہ عنہ و حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت امام حسین و حضرت امام حسن رضی اللہ عنہما کو شہید فی سبیل اللہ نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ شہید ہونے کے شرائط ان کے قتل میں نہیں پائی جاتیں اور نہ کسی کافر کے ہاتھ سے جہاد شرعی میں مارے گئے بلکہ خانگی لڑائیوں میں قتل ہوئے البتہ مقتول مظلوم ہوئے اور نہ صریح حدیثوں میں ان کی شہادت پائی جاتی ہے ۔ پس آپ کی تحقیق کیونکر ہے ؟ اور زید مذکور کا عقیدہ خلاف سلف ہے یا موافق قانون شریعت ۔ فقط

جواب :۔ شہید اصطلاح شرع میں اس کو کہتے ہیں کہ جو مظلوم مارا جائے خواہ کسی طرح سے مارا جائے ۔ پس بایں معنی یہ سب ائمہ مذکورین شہید ہیں اور اجر شہادت کا ان کو ملے گا ۔ البتہ احکام شہداء کے جو غسل کا نہ دینا خون آلودہ ان کے لباس میں دفن کرنا ایسے شہداء کے واسطے نہیں ہوتے ۔ ان احکام شہداء میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ شریک نہیں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ شریک ہیں ۔ پس اگر وہ شخص انکار سب شہادت کا کرتا ہے تو غلط ہے ۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید فرمایا ہے اور اگر احکام مذکورہ شہداء کے جاری ہونے کا انکار ہے تو درست ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

زکوٰۃ کے مسائل کا بیان

نوٹ پر زکوٰۃ کا حکم

سوال :۔ نوٹ میں زکوٰۃ ہے یا نہیں ؟ اور اگر ہے تو فلوس میں زکوٰۃ کیوں نہیں ہے۔ یعنی اگر فلوس میں غیر تقدین ہونے کی زکوٰۃ نہیں ہے تو نوٹ بھی ایسے ہی ہے اس میں زکوٰۃ کیوں دینا ہو گا ؟

جواب :۔ نوٹ وثیقہ اس روپے کا ہے جو خزانہ حاکم میں داخل کیا گیا ہے مثل تمسک کے اس واسطے کہ اگر نوٹ میں نقصان آجاوے تو سرکار سے بدلا سکتے ہیں اور اگر گم ہو جاوے تو بشرط ثبوت اس کا بدل لے سکتے ہیں۔ اگر نوٹ بیع ہوتا تو ہرگز مبادلہ نہیں ہو سکتا تھا۔ دنیا میں کوئی بیع بھی ایسا ہے کہ بعد قبض مشتری کے اگر نقصان یا فنا ہو جاوے تو بائع سے بدل لے سکیں۔ پس اسی تقریر سے آپ کو واضح ہو جائے گا کہ نوٹ مثل فلوس کے نہیں ہے۔ فلوس مبیع ہے اور نوٹ نقدین ان میں زکوٰۃ نہیں اگر بہ نیت تجارہ نہ ہوں اور نوٹ تمسک ہے اس پر زکوٰۃ ہو گی۔ فقط

اکثر لوگوں کو مثل آپ کے شبہ ہو رہا ہے کہ نوٹ کو بیع سمجھ کر زکوٰۃ نہیں دیتے اور کاغذ کو مبیع سمجھ رہے ہیں سخت غلطی ہے۔ فقط والسلام

مال نصاب سے کوئی چیز خرید لینا

سوال :۔ جس شخص کے پاس مال نصاب ہو اور وہ اس مال کی کوئی شئے مثل مکان وغیرہ خریدے تو اس مال پر زکوٰۃ ہو گی یا اس کی آمدنی پر ؟

جواب :۔ جب تک اس مال سے کوئی شئے نہ خریدی تھی اس پر زکواۃ تھی اور بعد خریدنے کے اس پر زکواۃ نہیں آتی ۔ فقط

زکواۃ اپنے مخصوصین کو دینا

سوال :۔ اگر کوئی عورت اپنے ایسے عزیز کو زکواۃ دے کہ وہ مال اُس عورت اور شوہر اس کے صَرف میں آوے اور عورت یہ بھی جانتی ہے کہ اگر اس عزیز کو زکواۃ نہ دوں گی تو بھی یہ مال ان سب لوگوں کے صرف میں آوے گا اور میرے بھی اور میرے شوہر کے اور زکواۃ دوں گی تو بھی ان کے ہی صرف میں آوے گا۔ تو زکوٰۃ اس صورت میں ادا ہو گی یا نہیں ؟ فقط

جواب :۔ زکواۃ ایسے شخص کو دینا درست ہے محل زکوٰۃ میں جب دے کر قبض کرا دیا۔ پھر اس شخص کو اختیار ہے چاہے اس کو ہی واپس دے دیوے یا جو چاہے کرے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

دوسرے شہر میں زکواۃ ادا کرنا

سوال :۔ زید کا روپیہ کسی شہر دیگر میں ایک شخص کے پاس امانت ہے۔ زید نے اس امین کو تحریر کر دیا کہ اس قدر روپیہ فلاں شخص کو تو میری طرف سے دیدے اور دل میں زید نے نیت ادائے زکواۃ یا نیت تصدق قیمت چرم قربانی یا نیت ادائے صدقہ فطر کرلی اندریں صورت زکوٰۃ وغیرہ ادا ہوئی یا نہیں ؟

جواب :۔ ان سب صورتوں میں زکوٰۃ ادا ہوگئی ۔ فقط

زکواۃ کی رقم سے کوئی چیز خرید کر دینا

سوال :۔ خرید کر قرآن شریف زکوٰۃ میں دینا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ زکوٰۃ کے روپیہ سے قرآن کتاب کپڑا وغیرہ جو کچھ خرید کر دے دیا جاوے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے ۔ فقط

مدیون کے قرضہ کو زکواۃ میں محسوب کرنا

سوال :۔ جس شخص نے مدیون کو قرضہ کے چار روپے اپنی زکواۃ میں سمجھ کر معاف کر دیئے تو زکوٰۃ ادا ہوئی یا نہیں ؟

جواب :۔ اگر اس کو قرضہ معاف کر دیا تو زکواۃ ادا نہ ہوگی ، اگر یہ چار روپیہ اُس کو زکوٰۃ میں دے کر پھر اُس سے اپنے قرضہ میں واپس لے لے تو درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ملفوظ

زکوٰۃ میں غلہ دینا درست ہے بہ نرخ بازار قیمت غلہ لگا کر ۵ے روپیہ کا غلہ دے دیا جائے زکواۃ ادا ہو جائے گی ۔ اسقاط حمل قبل جان پڑنے سے جائز ہے مگر اچھا نہیں ہے اور جان پڑ جانے کے بعد حرام ہے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

باب عشر و صدقہ و زکواۃ کن کن کو دیا جائے اس کا بیان

جو زمیندار صاحبِ نصاب نہ ہو اور عشر دیتا ہو اسکو عشر لینا جائز ہے یا نہیں

سوال :۔ جو شخص صاحبِ نصاب نہ ہو اور زمیندار بھی ہو مگر کاشت کار ہو اور بوجہ کاشت کاری عشر جب دیتا ہو تو اس کو عشر کا لینا بھی جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ وہ صاحب نصاب نہیں ہے تو اس کو عشر لینا درست ہے ۔

فقط واللہ تعالےٰ اعلم

کیا میاں بیوی ایک دوسرے کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں

سوال:- غایت الاوطار میں لکھا ہے کہ زوجہ مال زکوٰۃ کا زوج کو دیدے کیونکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ کو فرمایا تھا۔

جواب:- زوجہ کو زوج کی زکواۃ اور زوج کو زوجہ کی زکواۃ لینا درست نہیں ہے اور روایت صدقہ نفل پر محمول ہے۔ فقط

رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے کا مسئلہ

سوال:- خوشدامن زوجہ پسر کو اور زوجہ پسر خوشدامن کو مال زکوٰۃ وعشر کا لے دے سکتی ہے یا نہیں؟

جواب:- لے دے سکتی ہے۔ فقط

رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا افضل ہے کہ غیر رشتہ داروں کو

سوال:- غریب محتاج غیر کو دینا افضل ہے یا اپنے رشتہ داروں محتاج غریب کو؟

جواب:- اپنے کو دینے میں بہ نسبت غیر کے زیادہ ثواب ہے۔ فقط

زکواۃ کے روپیہ سے کتب خرید کر تقسیم کرنا

سوال:- زکواۃ کے روپیہ سے دینیات کی کتابیں خرید کر عام لوگوں میں تقسیم کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب:- اگر رسائل دینیہ خرید کر کسی کی مِلک کردے تو درست ہے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

زکواۃ کی رقم تعمیر مسجد میں لگانے کے لئے حیلۂ شرعی

سوال:- زکواۃ مسجد کی تعمیر میں صرف ہوسکتی ہے یا نہیں؟

جواب:- زکوٰۃ کا روپیہ بغیر حیلہ شرعی مسجد میں لگاویں گے تو مسجد میں کسی قسم کا نقصان نہیں آتا مگر زکواۃ ادا نہ ہوگی اور حیلہ شرعی سے لگادیں تو زکواۃ ادا ہو جاتی ہے اور حیلہ یہ کہ کسی محتاج فقیر کو وہ یعنی زکواۃ دی جائے اور اس کو مالک بنا دیا جائے اور وہ اپنی خوشی سے اور اپنی طرف سے مسجد میں لگاوے تو یہ درست ہے۔ فقط

رفاہی انجمن کا چندہ زکوٰۃ سے دینا

سوال:- انجمن حمایت الاسلام لاہور کے کارکناں نے یہ قاعدہ کر رکھا ہے کہ ہر فرقہ کا مسلمان کم سے کم چار آنہ ماہوار انجمن کو امداد دینے سے انجمن کا ممبر ہوسکتا ہے۔ پس اگر کوئی ممبر چندہ فیس ممبری کو زکوٰۃ کے روپیہ میں سے ادا کرے تو یہ امر جائز ہے یا نہیں۔ اگر کوئی شخص علاوہ فیس ممبری کے زکوٰۃ کا روپیہ خاص یتیم خانہ انجمن مذکور کو بھیج دے تو مناسب ہے یا نہیں اور فیس منی آرڈر زکوٰۃ کے روپیہ سے وضع کر کے بھیجنی چاہیئے یا نہیں؟

جواب:- اگر چندہ لینے والوں کو اس امر کی اطلاع کردی جاوے کہ یہ مال زکوٰۃ ہے اور وہ اپنی طرف سے اس کا اہتمام کرلیں کہ یہ روپیہ مصرف پر خرچ ہو تو مضائقہ نہیں ہے۔ زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

زکواۃ وصدقات کی ادائی کے لئے کسی کو وکیل بنانا

سوال :- اگر کسی کو زکواۃ ودیگر صدقہ واجبہ ونافلہ کا وکیل کر دیوے کہ اس کو اپنے انتظام سے صرف کردینا پھر اگر وکیل خود بھی کہ وہ بھی اہلِ حاجت ہے اس میں سے سب یا بعض لے لیوے تو درست ہے یا خیانت میں داخل ہے ؟

جواب :- اگر زکواۃ دینے والے نے وکیل کو عموماً اجازت دے دی کہ جہاں چاہے محل پر صرف کردے تو بشرطِ مصرف ہونے کے وکیل خود بھی لے سکتا ہے اور جو مراد دینا غیروں کو ہے تو خود لینا درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی کتب الفقہ[1]

صدقہ کے زیادہ مستحق ہم وطن ہیں کہ عرب

سوال :- اہلِ عرب کا ہم پر کوئی حق ہے یا نہیں ؟ اور کچھ صدقہ کہ جو ہم کو میسّر ہو اہلِ عرب کو دینا بہتر ہے یا اپنے ہم وطن کو کہ جن کا ہم پر حق ہے ؟

جواب :- اپنے ہم وطن کو دینا بہتر ہے عرب کے دینے سے جو مانگتے پھرتے ہیں۔ مگر وہاں جب زیادہ حاجت ہو اور یہاں کم حاجت ہو تو پھر عرب کو دینا بہتر ہے احبوا العرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حجاز ریلوے میں زکواۃ کی رقم دینا

سوال :- حجاز ریلوے کے واسطے جو چندہ وصول کیا جاتا ہے اخباروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں چندہ زکواۃ واضحیٰ کا بھی دے دیں۔ لہٰذا گذارش ہے کہ اس میں دینا مال زکوٰۃ کا جائز ہے یا نہیں ؟ اور ان میں تملیک شخص معین شرط ہے یا نہیں اور اس چندہ میں تملیک ہے یا نہیں ؟

جواب :- چندہ حجاز ریلوے کے لئے کوئی صدقہ واجبہ ادا نہ ہوگا نہ زکواۃ، صدقۂ فطرہ وغیرہ۔ ہاں نفل صدقہ جتنا چاہے دے۔ فقط

زکواۃ کا روپیہ مسجد میں لگانا

سوال :- زکواۃ کا روپیہ مسجد میں لگانا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :- زکواۃ کا روپیہ مسجد میں لگانا درست نہیں ہے۔ بلکہ کسی کی مِلک کرنا ضروری ہے۔ اس لئے کسی ایسی جگہ خرچ کرنا درست نہ ہوگا جس میں تملیک نہیں ہوتی۔ پس نہ تو زکواۃ کا روپیہ چندہ تعمیر مسجد میں دینا درست ہے اور نہ کسی مدرس وغیرہ کی تنخواہ میں دینا درست ہے اور نہ کتب ورسائل خرید کر وقف کرنا درست ہے اور نہ ہی محصول میں دینا درست ہے۔

---

[1] کتبِ فقہ میں ایسا ہی ہے۔

زکوٰۃ کی رقم سیّد کو دینا

سوال :۔ زکواۃ اپنے عزیز و اقارب کو جو کہ نہایت محتاج اور غریب ہیں اور سوائے اس موقع کے اور کوئی صورت دینے کی نہیں ہوتی لیکن سید مشہور ہیں ایسی صورت میں درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ سید کو زکواۃ دینی درست نہیں ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ملفوظ

اگر زوجہ صاحب نصاب ہو اور شوہر فقیر یا شوہر نصاب والا ہو اور زوجہ فقیرہ تو ان میں سے ہر کسی کو اپنے مال کی زکواۃ دوسرے کو دینی درست نہیں ہے۔ اگر شوہر کا مکان سکونت کا ہے مگر وہ زوجہ کے مکان میں رہتا ہے تو اس سے اس پر زکواۃ اس مکان کی واجب ہوگی اور اگر کوئی اس کو زکوٰۃ دے تو لینا بھی درست ہے مگر زوجہ کی زکوٰۃ لینا خاوند فقیر کو درست نہیں ہے اور اس مکان سکونت کی وجہ سے اس پر صدقہ فطر و اضحیہ بھی واجب نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم ۔

باب صدقۂ فطر کا بیان

صدقۂ فطر صاحبِ نصاب کِن کِن کا ادا کرے

سوال :۔ ایک شخص صاحبِ نصاب ہے اور اس کی ایک عورت اور ایک لڑکا بالغ ہے اور تمام خرچ عورت اور لڑکے کا ذمہ اُس شخص کے ہے اور عورت اور لڑکے کو کوئی اختیار نہیں ہے ۔ صدقہ عید الفطر کا عورت اور لڑکے کی طرف سے اس شخص کو دینا واجب ہے یا نہیں ہے ؟

جواب :۔ زوجہ کا صدقہ فطر خاوند پر واجب نہیں اور پسر و دختر بالغ کا بھی واجب نہیں ۔ اگر اُن سے پوچھ کر دے دیوے تو ثواب ہوگا جائز ہوگا مگر واجب نہیں اور دختر اور پسر صغیر کا واجب ہے اگرچہ روزہ نہ رکھے ۔ اگرچہ ایک دن کا بچہ ہو ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

صاحبِ نصاب کن کن کا صدقہ فطر نکالے

سوال :۔ کسی شخص کے یہاں ایک عورت اور ایک لڑکا بالغ ہے اور سب ایک جگہ ہیں۔ عورت اور لڑکے کو اس کے مال میں کچھ نہیں ہے۔ یہ شخص صدقہ عید الفطر اُن کی طرف سے دے یا نہ دے ؟

جواب :۔ اس شخص پر ان دونوں کی طرف سے صدقہ عید الفطر دینا واجب نہیں ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

صاحبِ نصاب شخص کو کن کن کا فطرہ ادا کرنا لازم ہے

سوال :۔ ایک شخص صاحبِ نصاب ہے یعنی ایک ہی نصاب تک اس کے پاس مال ہے اس کی ایک زوجہ اور ایک

لڑکا بالغ ہے اور ایک نابالغ اور وہ سب ایک جگہ شریک ہیں یعنی زوجہ و طفلان اس کے ذمہ کھاتے ہیں اور وہ ایک شخص ہے کچھ کاروبار کرتا ہے۔ اس کے ذمے صدقہ فطر واجب ہے اور وہ اپنی طرف سے ادا کرے یا سب کی طرف سے دیوے۔ فقط

جواب :۔ صدقہ فطر اپنی اولاد کی طرف سے ادا کرے زوجہ کی طرف سے اس کے ذمہ واجب نہیں۔ فقط

قربانی و صدقہ فطر واجب ہونے کا نصاب

سوال :۔ جس شخص کے پاس پچاس روپیہ موجود ہوں اُس کو قربانی کرنا اور صدقہ عید الفطر کا دینا واجب ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ جس کے پاس پچاس روپے نقد ہے اُس پر قربانی اور صدقۂ فطر دونوں واجب ہے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم ۔ عہ

صدقہ فطر واجب ہونے کا نصاب

سوال :۔ صدقہ عید الفطر کا کس قدر مال پر چاہیئے۔

جواب :۔ اگر پچاس روپیہ نقد یا اس قیمت کا مال حاجات اصلیہ سے زائد ہو تب صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

عید الفطر کے صدقہ کے لئے ہندوستانی وزن

سوال :۔ عید الفطر کا صدقہ ایک شخص کو سہارن پور کے وزن سے جنس گیہوں کا کس قدر ادا کرنا چاہیئے ؟

جواب :۔ صدقہ فطر ایک شخص کی طرف سے موافق سہارن پور کی تول کے ڈیڑھ ثار پختہ گیہوں دیئے جاویں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

صاع اور مد ہندوستانی وزن سے کتنے کے ہیں

سوال :۔ تحدید صاع و مد بوزن ہندوستان سو روپیہ کے سیر سے معتبر کیا ہے اور یہ جو ترجمہ اغاثہ میں مولوی محمد احسن صاحب مرحوم لکھتے ہیں کہ مد دمشقی رطل کی تہائی کے برابر ہے یعنی سو روپیہ بھر کے سیر سے قریب ڈیڑھ پاؤ کے ہوتا ہے اور صاع ایک رطل و تہائی رطل کے قریب یا ڈیڑھ سیر کے قریب ہوتا ہے۔ قول مذکور صحیح ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ بانوے کے سیر سے یعنی چہرہ شاہی بانوے روپیہ کی برابر کے سیر سے ایک صاع تین سیر کا ہوتا ہے اور مد اس کی چوتھائی ہے اور یہ مد و صاع بمذہب حنفی ہیں اس کے موافق آپ حساب کرلیں اور تولہ دو تولہ کی کمی و زیادتی شرعاً مضر نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ملفوظ

چونکہ ہر جگہ کا حساب مختلف اور وزن مختلف ہے۔ پس ستر جَو دم بریدہ غیر مقشر کا ایک درم۔ پس اس حساب

عہ : یہ اُس وقت کے سونے کے روپیہ کا ذکر ہے آج کل کے کاغذی روپیہ کا یہ نصاب نہیں ہے۔ ناشر

سے رطل بنالیں اور آٹھ رطل کا ایک صاع بنالیں اور کسی کی تحریر کا اعتبار نہ کریں اور یہ حساب تقریبی ہے اور ایک لپ یعنی دو ہتڑ بھر کے کف دست بہم کرکے یہ ایک مد ہوتا ہے۔

باب عشر و خراج کے احکام کا بیان

بٹائی میں عشر کا مسئلہ

سوال :۔ آسامیوں کو زمین پر بٹائی جو جو دی جاتی ہے اس میں عشر واجب ہے یا نہیں؟ آسامی مسلمان ہوں تو کیا حکم ہے اور کافر ہوں تو کیا حکم ہے۔ کل عشر زمین کے مالک ہی پر واجب ہے یا مشترک مابین مالک و آسامی کون سا قول مفتی بہ ہے نیز اگر اسامی کافر ہوں تو کیا حکم ہے؟

جواب :۔ مزارعۃ کے مسئلہ میں عشر حصہ وار ہوتا ہے۔ مالک و مزارع پر اگر کوئی کافر ہوگا وہ ماخوذ نہ ہوگا مسلمان اپنے حصہ سے دیوے گا یہی ایک مسئلہ ہے، دوسرا قول مقابل اس کے مجھ کو یاد نہیں آتا۔ فقط

عشری زمین کی شناخت کا طریقہ

سوال :۔ اس طرف کی زمین عشری کی کیا شناخت ہے؟ فقط

جواب :۔ زمین عشری وہ ہے جو اول سے مسلمان کے پاس ہو اور عشری پانی سے سیراب کی جاتی ہو۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

عشر مالگذاری ادا کرنے کے بعد دیا جائے یا پہلے

سوال :۔ آمدنی یعنی جو کہ مالک کو کاشت کاروں سے وصول ہوئی مثلاً پانچ سو روپیہ ہے اور سرکاری مالگذاری تین سو روپیہ تو اب عشر کل پانچ سو کا مالک پر واجب ہے یا مابقی دو سو پر۔ فقط

جواب :۔ جب مالگذار مالک ہے جو وصول اس کو ہوا جملہ محصول سے عشر دیوے گا حسب رائے امام صاحب اور جو سرکار نے لیا وہ ظلم ہے وہ محسوب نہ ہوگا مجموعہ محصول سے دیوے گا۔ یہی ظاہر ہے۔

ہندوستانی زمینات عشری ہیں کہ خراجی

سوال :۔ ہمارے یہاں کی اراضیات عشری ہیں یا خراجی ہیں اور عملداری جائز ہے یا نہیں؟

جواب :۔ اراضیات ہند بعضی عشری ہیں بعضی خراجی۔ فقط

سرکاری جمع اور معافی شدہ زمین کے متعلق عشر کا مسئلہ

سوال :۔ یہاں زمینوں میں سرکاری جمع ہے اور معافی بھی ہیں لہٰذا ایسی زمین میں عشر ہے یا نہیں؟

جواب :۔ زمین معافی ہو یا اس میں مالگذاری سرکاری ہو محصول بجائے خراج تو کافی ہے مگر بجائے عشر کافی نہیں ہو سکتا۔ پس اگر زمین عشری ہے تو عشر ادا کرنا جدا چاہیئے اور اگر خراجی ہے تو خراج اس کا مالگذاری سرکاری

میں محسوب ہو سکتا ہے۔ فقط

آم کا عشر کس طرح ادا کیا جائے

سوال :۔ انبہ کتنی مقدار سے لائق عشر کے ہیں اگر انبہ کا عشر دیا جاوے تو برابر تول کر دیا جاوے یا شمار سے خواہ کم و زائد ہو جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ جب جس قدر توڑے جاویں اس قدر کا عشر دینا چاہیئے۔ اگر چھوٹے بڑے ہوں تو وزن سے دینا چاہیئے اور برابر ہوں تو شمار سے۔ فقط

نقد کرایہ کی زمین پر عشر کا مسئلہ

سوال :۔ نقشی زمین یعنی جو کہ بکرایہ نقدی جاتی ہے اس میں عشر واجب ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ زمین جو نقد پر کرایہ دیا اس کے عشر میں خلاف ہو گا۔ امام صاحب مالک سے سب دلادیں گے صاحبین مستاجر سے سب دلاویں گے یہ ظاہر ہے۔ فقط

زمانہ گذشتہ کی واجب الادا زکوٰۃ وعشر کا حکم

سوال :۔ زمانہ گذشتہ کی زکوٰۃ وعشر واجب الادا ہے یا نہیں ؟ اور اگر اب روپیہ نہ ہو تو کہاں سے دے یا کیا کرے یا زمین یا مکان فروخت کرنا ضرور ہے کہ ادا کرے ؟

جواب :۔ جو عشر و زکواۃ اس کے ذمہ ایک دفعہ واجب ہو چکی ہیں وہ ساقط نہیں ہوتی۔ البتہ اگر وہ مال تلف ہو جاوے تو ساقط ہو جائیں گی۔ فقط

جس باغ کو پانی نہ دیا جاتا ہو اُس کا حکم

سوال :۔ جس باغ کو پانی نہ دیا جاتا ہو اس پر عشر ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ اس پر عشر ہے۔ فقط

مواضعات مالگذاری کا مسئلہ

سوال :۔ ملکات معافی پر تو عشر واجب ہی ہے لیکن مواضعات مالگذاری میں تردد ہے کیونکہ ہم لوگ ان کے مالک واقعی نہیں۔ سرکاری مالگذاری دیں تو ہماری ہے ورنہ جو چاہے سرکار وہ کرے۔

جواب :۔ عشر میں امام صاحب و صاحبین کا خلاف ہے اور در مختار نے طحاوی سے فتویٰ صاحبین کے قول پر لکھا ہے مگر رد محتار نے بہت سے متاخرین کا فتویٰ امام صاحب کی رائے پر لکھا ہے اور قوی کہا ہے تو اب چند علماء کے مقابلے میں ضعیف بندہ کو کیوں کرتے ہو۔ میرا بولنا فضول ہے جس پر جمہور کا فتوے ہو بندہ کیا

بولے اگرچہ دل میں خلش ہوتی ہو۔

پس بعد اس کے کہ رائے امام صاحب پر فتویٰ رہا تو مالگذاری کی زمین اگر آپ کے نزدیک ملک سرکار ہے تو مالگذاری پر عشر نہ ہوگا۔ سرکار کافر ہے وہ ماخوذ نہیں اور جو رائے صاحبین پر عمل ہو تو مالگذار عشر دیوے گا۔ فیصلہ ہو گیا۔ مگر یہ سنو کہ اگر سرکار مالک ہے تو بیع شراء مالگذار کرتا ہے سرکار کا ہے مانع نہیں۔ یہ دلیل ملک مال گذار کی ہے اور اگر زمین مالگذاری سرکار اپنی سڑک یا مکان میں لیوے تو قیمت زمین کی رقبہ کی مالگذار کو دیتی ہے۔ یہ دلیل مالگذار کی بدیہی ہے اگر ملک سرکار ہوتی تو قیمت دینے کے کیا معنی ہوویں گے ؟

پس جب ملک مالگذار محقق ہوئی تو مسئلہ قلب ہو جاوے گا رائے امام و صاحبین پر بظاہر آپ کو کوئی دلیل ملک سرکار کی نہیں ملی ہوگی۔ کیونکہ یہ لکھنا کہ مالگذاری کی عدم ادا میں سرکار دوسرے کو زمین دیتی ہے یہ دوسرے کو دینا اپنے حق کی تحصیل کے واسطے ہے نہ اپنی زمین کا لینا جیسا وقت عدم اداء خراج کے شرع میں زمین خراجی دوسرے کو دے دیتے ہیں۔ حالانکہ صاحب خراج مالک زمین کا ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ دلیل ملک سرکار کی نہیں۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم ۔

ملفوظ

ا۔ اگر بینڈ اور بولا خود رو ہے تو اس میں عشر بھی نہیں ہے اور وہ ملک بھی نہیں ہے اور اگر پرورش کیا ہے اور لگایا ہے تو اس میں عشر بھی ہے اور وہ ملک بھی ہے۔ غیر شخص کو اس کا کاٹنا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

روزے کے مسائل کا بیان

بچے کب سے روزہ رکھیں

سوال :- جب کہ بچوں کے ساتھ حکم نماز کا بعمرِ سات برس کے سکھلانے کا ہے اور دس برس کے بعد مارنے کا تو کیا روزہ کی نسبت بھی یہی حکم ہے ؟

جواب :- روزہ کی نسبت یہ حکم نہیں ۔ فقط

چاند کے معاملہ میں ایک شہر کی خبر سے دوسرے شہر پر کیا اثر پڑے گا ؟

سوال :- خبر رویت الہلال رمضان اگر کہیں سے آوے مثلاً کلکتہ سے تو مطابق اس کے ایک روزہ کی قضاء لازم ہوگی یا نہیں ؟ ایک شخص کہتا ہے کہ دور کی خبر کی سند نہیں ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روزہ رکھو اور افطار کرو چاند دیکھ کر ۔ لہٰذا یہ قول صحیح ہے یا نہیں ؟

جواب :- شہادت معتبرہ سے چاند ہونا انتیس شعبان کا ثابت ہے ۔ اگر روزہ نہ رکھا ہو تو ایک روزہ قضاء کرلینا اس شخص کا یہ کہنا محض غلطی ہے وہ حدیث کا مطلب نہیں سمجھا ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

چاند کی خبر کے لئے خط اور تار کا اعتبار

سوال :- اگر کہیں سے خبر تحقیقی اس بات کی آوے کہ وہاں چاند اتنے اشخاص معتبر نے دیکھا اور شخص معین جس کو وہ اشخاص جانتے ہیں وہ اُن کو ایک تحریر اپنی و نیز گواہی گواہان سے مزین کر کے بھیجے تو وہ تحریر قابلِ سماعت ہو گی یا نہیں ؟ اور جو تحریر اس طرح پر ہو تو قابلِ قبول ہے یا نہیں ؟ اور اگر تار کہیں سے آوے کہ چاند ہوگیا وہ معتبر ہے یا نہیں ؟

جواب :- تحریر خط جو مثل دستور کے لکھا آیا از طرف فلاں بنام فلاں مثلاً اور مکتوب الیہ اس کو پہچانتا ہے اور اس کا ہی خط ہے تو اس کا لکھنا خبر رویت ہلال کے بارے میں معتبر ہوگا اور اس پر عمل کرنا درست ہوگا اور تار کی خبر بھی مثل تحریر کے ہے ۔ مگر وساطت کفار کی موجب عدم قبول ہو جاتی ہے ورنہ تحریر خط اور خبر تار کا ایک حکم ہے ۔ کذا یفھم من کتب الفقہ[1] واللہ تعالیٰ اعلم

ایک شہر میں چاند نظر آئے تو دوسرے شہر میں کیا کیا جائے

سوال :- اختلاف مطالع معتبر ہے یا نہیں ؟ یعنی اگر ایک بلدہ میں رویت الہلال ہو جاوے اور دوسرے میں

---

[1] کتب فقہ سے ایسا ہی سمجھا جاتا ہے ۔ ۱۲

اس کی خبر تحقیق طور پر بطریق موجب مثل تحریر خطوط معتبر اس درجہ کی کہ ظن حاصل ہو جاوے اور شبہ باقی نہ رہے قرائن سے صداقت ہو جاوے کیونکہ غلبۃ الظن[1] حجۃ موجبۃ للعمل فقہاء لکھتے ہیں یا خبر تار میں کہ جو ایسے ہی درجہ کی ہو اور خواہ روایت الہلال رمضان المبارک ہو یا شوال یا ذی الحجہ کی یا دیگر کسی ماہ کی ۔

جواب :۔ اختلاف مطالع صوم اور افطار میں تو ظاہر روایت میں معتبر نہیں ۔ مشرق کی رویت غرب والوں پر ثابت ہو جاوے گی ۔ اگر حجت شرعیہ سے ثابت ہوئے مگر قربانی اور صلوٰۃ عید ذی الحجہ اور حج میں معتبر ہوگا ۔ کما[2] حققہ فی رد المحتار ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

چاند کے دیکھنے میں اختلاف مطلع کا اثر کن مہینوں پر پڑے گا

سوال :۔ اختلاف مطالع رویت ہلال رمضان شریف یا شوال یا ذی الحجہ وغیرہ میں معتبر ہے یا نہیں اور تحریر خط یا تار معتبر کہ اپنے قرائن سے تصدیق ہو جاوے اور شبہ مطلق نہ رہے ایسے معاملہ میں معتبر ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ اختلاف مطالع صوم و افطار میں معتبر نہیں اور سوائے اس کے معتبر ہے یہ ظاہر روایت ہے اور بعض علماء حنفیہ کے نزدیک صوم و افطار میں بھی معتبر ہے اور تار مثل خط کے ہے اگر تار خط میں ذرائع عدول ہوں گے تو اعتبار ہوگا ورنہ نہیں ہوگا ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اگر تیس دن گزرنے پر شوال کا چاند نہ نظر آئے

سوال :۔ اگر رویت ہلال رمضان المبارک بہ ثبوت شہادت واحدہ ہوئی تو بعد گزرنے تیس دن کے رویت ہلال شوال بسبب غبار ابر نہ ہو تو افطار درست ہے یا نہیں ؟ اور در صورت عدم غبار و مطلع صاف کے کہ تیس دن پورے ہو چکے کہ کوئی مہینہ اکتیس کا نہیں ہوتا اور شہادت بھی بطور موجب شرعیہ ہو چکی تھی اور موافق امام محمد علیہ الرحمۃ بھی ہے تو افطار درست ہوگا یا نہیں ؟

جواب :۔ ایسی حالت میں بعد تیس کے غبار ابر اگر ہو تو افطار باتفاق درست ہے اور مطلع صاف اگر ہو تو شیخین رحمہما اللہ کے قول پر عمل کرے اگر کسی نے امام محمد رحمۃ اللہ کے مذہب پر عمل کیا تو وہ ملام نہیں ہو سکتا کہ وہ بھی مذہب حنفیہ کا ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تار پر چاند کی خبر کا حکم

سوال :۔ تار انگریزی خواہ تار بابو دونوں طرف مسلمان ہوں یا خط جو بذریعہ ڈاک انگریزی آیا ہو رویت ہلال رمضان یا عیدین میں معتبر ہوں گے یا نہیں ؟ اور اگر مفتی شہر یا قاضی شہر اپنے مہر و دستخط کر کے کسی آدمی مسلمان کی معرفت کسی دوسرے شہر یا جگہ خط لکھ کر بھیج دیں کہ یہاں رویت ہلال ہوئی ہے لوگوں نے چاند دیکھا ہے یا گواہی چاند دیکھنے والے کی مان لی گئی ہے تو اُن کے خط کا اعتبار ہے یا نہیں یا خط پر اپنی مہر اور دوسرے لوگوں کی گواہی ثبت کرا کر

---

[1] گمان کی زیادتی حجت ہے جو عمل کو واجب کرنے والی ہے ۔ [2] جیسا کہ ردالمحتار میں اس کی تحقیق کی ہے ۔

آدمیوں مسلمانوں کے ہاتھ بھیجے اور وہ گواہی اس خط کی دیں تب جائز ہے یا نہیں ؟ جب شہادت رویت ہلال خواہ بذریعہ شہادت یا خط کے شرعاً معتبر سمجھی جاوے اور ایسے وقت پر شہادت پہنچے کہ گنجائش اس وقت صلوٰۃ عیدالفطر ادا کرنے کی نہیں ہے ایک شخص بعض اپنے ضعیف احتمال پر روزہ افطار کرے تو شرعاً مرتکب کیسے گناہ کا ہو گا۔ اگر شاہد رویت ہلال نمازی تو ہے مگر خلافِ شریعت ڈاڑھی رکھتا ہے یا سود خوار ہے یا شرابی ہے یا زانی ہے وغیر ذلک تو اس کی گواہی شرعاً مانی جاوے گی یا نہیں ؟

جواب :۔ خبر تار کی معتبر نہیں اولاً یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ جس شخص نے تار دیا ہے آیا واقعی وہی شخص ہے یا اس کی طرف سے کسی نے فریب کیا ہے۔ چنانچہ اکثر تار اسی طرح دیئے جاتے ہیں اگرچہ تحریر خط میں بھی یہ بات ہے مگر خط میں طرز تحریر سے اور قرائن مضامین سے کچھ پتہ لگ جاتا ہے تار میں کوئی پتہ اور قرینہ نہیں ہوتا مثلاً تار ایک شخص کے نام سے آیا اور وہ عادل بھی ہے تو معلوم نہیں ہے کہ اُس نے ہی تار بابو سے آن کر کہا ہے یا کسی سے کہلا بھیجا ہے اور وہ پیغام لانے والا عادل ہے یا فاسق ہے مطلب سمجھا ہے یا نہیں ۔ ثانیاً بابو تار دینے والا معلوم نہیں ہوتا ہے کہ عادل ہے یا فاسق ۔ ثالثاً تار لینے والا علیٰ ہذا القیاس معلوم نہیں کہ کیسا ہے۔ رابعاً اکثر تار لینے میں اشارات کی خطاء ہو جاتی ہے۔ مثلاً اکثر جملہ استفہامیہ کو جملہ خبریہ سمجھ جاتے ہیں وغیر ذلک ۔ خامساً ترجمہ کرنے والا اس تار کا بیشتر خطا کرتا ہے۔ جب اس قدر اشتباہ خبر تار میں موجود ہیں تو دیانات میں ایسی خبر کا کیا اعتبار ہو گا۔ اگر یہ سب احتمالات مرتفع ہو جاویں تو خبر معتبر ہو جاوے گی اور یہ بظاہر ہے محال ۔

پس خبر تار کی تو لغو ہوئی اب رہا خط ڈاک کا سو اس میں یہ شبہ کہ فقہاء لکھتے ہیں الخط یشبہ الخط[1]۔ تو وہ بھی اعتبار کے قابل نہ ہوا۔ پس ایسا خط کہ جس پر اعتبار ہو وہ خط ہے کہ عادل لکھے اور اپنی رویت بیان کرے ساتھ دوسرے عادل کے دیکھنے کے اور اس عادل کو کہہ دیں گے کہ میں نے دیکھا یا عادلین کا اس شخص سے یہ بیان کرنا کہ ہم نے دیکھا اور کسی عادل کے ہاتھ وہ خط آوے اگرچہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب القاضی میں زیادہ تشدد فرمایا ہے۔ مگر اتنا جو لکھا گیا یہ ادنیٰ درجہ ہے اور یہ وسعت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہوتی ہے۔ بدوں اس کے تو خط بھی قابل اعتبار کے نہیں۔ قاضی اور مفتی مسائل کا یہ لکھنا کہ یہاں رویت ہلال ہوئی ہے قابلِ اعتبار نہیں ہے۔ اولاً فقہاء نے ایسی خبر کو قابلِ اعتبار نہیں سمجھا ہے۔ ثانیاً اس زمانہ کے قاضی اور مفتی مشاہدہ سے معلوم ہیں کہ مسائل فقہ سے ایسے بے خبر ہیں کہ اگر اُن کو عوام کہا جائے تو بجا ہے ہاں اگر وہ عادل ہوں اور یوں بیان کریں کہ ہم سے دیکھنے والوں نے فلاں فلاں عادلین نے بیان کیا ہے عادل بھی کہیں کہ ہم نے چاند دیکھا اور بدست عادل اپنا خط روانہ کریں تو اس پر عمل کرنا درست ہے۔ اگر موافق قاعدہ شرعیہ کے ثبوت رویت ہلال کا ہو جاوے تو اگرچہ وقت عصر کے ہی خبر معلوم ہو تو افطار روزہ کا لازم ہے عدم افطار میں معصیت ہے کہ شرعاً ثابت ہو چکا ہے کہ آج یوم فطر ہے اب روزہ

---

[1] خط، خط کے مشابہ ہوتا ہے ۔

رکھنا یوم الفطر کا خود ممنوع ہے عدم افطار میں مرتکب اس معصیت کا ہو گا اور اگر موافق قاعدۂ شرع کے ثبوت نہیں اور ایسی خبر سے معلوم ہوا ہے کہ جس کا غیر معتبر ہونا معلوم ہو چکا تو افطار ممنوع ہو گا۔ بلکہ روزہ کا اہتمام چاہیئے۔ افطار کرنے میں گنہگار ہو گا کہ بدوں حجت شرعی اُس نے روزہ فاسد کیا فقط نماز پڑھنے سے عادل نہیں ہوتا ہے بلکہ عادل وہ ہے کہ سب کبائر سے مجتنب ہو اور صغائر پر مصر نہ ہو۔ یہاں تک کہ فقہاء لکھتے ہیں۔ اگر کسی نے چاند دیکھا اور اس نے شہادت دینے میں تاخیر کی اور پھر بعد وقت کے وہ چاند دیکھنا بیان کرے تو اُس کی گواہی معتبر نہ ہو گی کیونکہ اس پر فوراً خبر دینا واجب تھا یہ شخص ترک واجب کر کے فاسق بن گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ستائیسویں رجب کے روزہ کی فضیلت

سوال :۔ ۲۷ر تاریخ صوم رجب کا ثبوت حدیث سے ہے یا نہیں اور فضائل اعمال میں تو حدیث ضعیف قابل عمل ہوتی ہے نہ کہ ثبوت اعمال میں لائق قبول ہو اور اگر ہو سکتی ہے تو اس کو تحریر فرماویں۔

جواب :۔ فضیلت ستائیس صوم رجب کی کسی حدیث صحیح سے منقول نہیں رجب وغیر رجب برابر ہیں مگر بعض احادیث سے اشہر حرم کی کچھ فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ پس چاروں ماہ حرام برابر ہوئے سوائے ایام معدودہ کے جن کی فضیلت ثابت ہوئی ہے۔ بعد اس کے اگر ضعیف روایت سے فضیلت صوم رجب کی ثابت ہو تو روزہ رکھنا جائز ہے کیونکہ صوم خود عبادت ہے۔ مگر جب صوم رجب کو مثل واجب کے جانا جاوے تو اس وقت بدعت ہو جاوے گا۔ پس ثبوت صوم کا تو مطلق فضیلت صوم نفل سے ثابت ہے اور پھر اشہر حرم کے صوم سے ثابت ہے اور فضل خاص اگر ضعیف روایت سے ہو تو اس پر عمل درست ہے۔ جب تک مؤکد و واجب نہ جانا جاوے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم۔

ہزاری روزے کا مسئلہ

سوال :۔ ۲۷ر رجب کو روزہ رکھنا کہ جس کو ہزاری روزہ کہتے ہیں اور مشہور ہے کہ اس روزہ کا ثواب ہزار روزوں کا ہوتا ہے اور حضرت بڑے پیر صاحب بھی شاید اس کو ایسا ہی لکھتے ہیں آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں اور اگر کسی نے یہ روزہ رکھ لیا تو اس کو توڑ دینا چاہیئے یا نہیں ؟ اور اگر کوئی شخص بدعت بتا کر اس روزہ کو تڑوا دے تو گناہ گار ہو گا یا نہیں ؟ اور ۲۷ر رجب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یا صحابہؓ عظام سے روزہ رکھنا ثابت ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ ۲۷ر رجب کا روزہ رکھنا جائز ہے کہ ہر روز روزہ نفل درست ہے سوائے پانچ روز منہی کے فضیلت اُس کی صحاح حدیث میں نہیں ہے۔ فقط

رجب کے روزہ کا مسئلہ

سوال :۔ سفر السعادت میں در باب صوم رجب فرماتے ہیں :۔" در رجب را روزہ داشتن نہی فرمودہ و

ایضاً در باب روزہ رجب وفضل آں چیزے ثابت نشدہ بلکہ کراہیت وارد شدہ[1]" عبارت مذکورہ سے مطلق رجب میں روزہ رکھنا منع ومکروہ معلوم ہوتا ہے۔ یہی صحیح ہے یا مراد اس سے کوئی خاص روزہ ہے جس کو ہزاری روزہ وغیرہ کہتے ہیں۔

جواب:۔ رجب کا روزہ رکھنا مباح وجائز ہے مگر خصوصیت کسی تاریخ کی کرنا یا اس کو مسنون اور دیگر ایام سے افضل جاننا یا زیادہ موجبِ ثواب جاننا اس کو مکروہ وبدعت لکھتے ہیں ورنہ جیسا تمام سال ہے رجب بھی ایک ماہ ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور ہزاری لکھی کچھ نہیں اسی وجہ سے بدعت لکھا ہے۔ فقط

۲۷ رجب کے روزہ کو ہزاری روزہ سمجھنا

سوال:۔ ۲۷ رجب کے روزہ کو ہزاری روزہ سمجھنا کیسا ہے؟

جواب:۔ ۲۷ رجب کے روزہ کی فضیلت صحاح احادیث میں ثابت نہیں مگر غنیہ میں سیدنا حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ نے لکھا ہے اس کو محدثین ضعیف کہتے ہیں۔ حدیث ضعیف سے ثبوت نہیں ہو سکتا ہے۔ نفس روزہ جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

شہادت معتبرہ سے اگر ثابت ہو جائے کہ جس دن روزہ رکھنا چاہیئے تھا نہیں رکھا گیا تو کیا کیا جائے؟

سوال:۔ یہاں پر پہلا روزہ رمضان شریف کا جمعرات کے روز ہوا۔ رویت ہلال شوال کی جمعرات کی ہوئی اور عید بروز جمعہ ہوئی اور انتیس روزے ہوئے۔ بعض مقامات شملہ وکوہ منصوری ونینی تال وبھوپال میں سنا گیا کہ روزہ بدھ کا ہوا اور ان مقامات مذکورہ کے باشندگان کے پورے تیس روزے ہوئے زیادہ تر خاص یہاں یہ بھی مشہور ہے کہ حضرت مولانا صاحب عم فیضہٗ نے بدھ کے روز کی بابت تحقیق فرمالی ہے اور انتیس روزے رکھنے والوں کو ایک روزہ رکھنے کے واسطے حکم فرما دیا ہے۔ لہٰذا گذارش ہے کہ آیا ہم لوگوں کو جنہوں نے انتیس روزے رکھے ہیں ایک روزہ رکھنا چاہیئے یا نہیں؟ اور کوہ شملہ ومنصوری ونینی تال جو بلندی پر آباد ہیں وہاں کی رویتِ ہلال ہمارے واسطے لازم ہے یا نہیں؟ اور یہ بھی ظاہر کرنا ضروری ہے کہ ہم نے جب کہ یہ خبر سُنی کہ پہلا روزہ بدھ کا ہوا ہے تو یہاں علی العموم منگل کے روز اپنی ۱۳ رمضان کو اور ان لوگوں کی ۱۴ رمضان کو چاند شام کے وقت اس نیت سے دیکھا کہ اگر چاند منگل کو ہوا ہے تو ضرور ہے کہ منگل کے روز ۱۴ تاریخ کو چاند بیٹھ جاوے گا اور دیر

---

[1] رجب میں روزہ رکھنے کو منع فرمایا ونیز رجب کے روزہ کے بارے میں اور اس کی فضیلت کے بارے میں کوئی چیز ثابت نہیں ہوئی بلکہ کراہیت رکھتی ہے۔

سے نکلے گا مگر چاند ۱۳ ر تاریخ ہی کے موافق نظر آیا اور دن سے موجود تھا۔ اگلے روز ہم نے اپنے حساب کے موافق ۱۴ ر تاریخ بروز بدھ کے چاند کو دیکھا تو فی الواقع بدھ کے ہی روز رمضان کی ۱۴ ر تاریخ تھی اور اس بدھ کے دن چاند بیٹھ گیا تھا یعنی دیر سے نکلا۔ صورت ہائے مفصلہ و معروضۂ بالا میں ہر ایک بات پر خیال فرما کر جو حکم شرعی ہو فوراً آگاہی بخشیں۔ چاند کے بیٹھنے کی طرف ضرور خیال فرمایا جاوے۔ ہمیشہ چاند ۱۴ ر تاریخ کو بیٹھتا ہے اور ۱۴ ر تاریخ بدھ کو ہوئی اور شملہ و منصوری وغیرہ مقامات کی روایت ہمارے واسطے قابلِ تسلیم ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ شہادتِ معتبرہ سے یہ امر پورے طور سے ثابت ہو گیا ہے کہ پہلا روزہ چہارشنبہ کو ہوا یہاں بھی اُس روزہ کی قضا کی گئی ہے۔ وہ لوگ کہ جنہوں نے چہارشنبہ کو روزہ نہیں رکھا وہ لوگ ایک روزہ بہ نیت قضائے رمضان رکھ لیوں۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم ۔

ملفوظات

۱۔ چاند کی خبر تحریر خط سے دریافت ہو سکتی ہے۔ جب مکتوب الیہ کو غالب گمان یہ ہے کہ فلاں کاتب عدل کا خط ہے اس میں کوئی انحراف نہیں ہوا تو اس پر عمل درست ہے۔ کتاب القاضی جیسی توکید و توثیق ضروری نہیں۔ اور امام ابویوسفؒ نے خود وہ قیود کتاب القاضی میں بھی کم کر دی تھیں۔ بعد تحریر کے فقط دلیل اعتبار خط کی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ دحیہ کلبیؓ کے ہاتھ اپنا نامہ ہرقل کو بھیجا تو ہرقل نے یہ نہ کہا کہ ایک آدمی کا اعتبار نہیں ہے اور نہ آپ کو یہ خیال ہوا کہ قاصد کا کیا اعتبار ہوگا۔ علیٰ ہذا ارسال نامہ جات پر آپ کے زمانے میں اور خلفاء کے زمانے میں دو دو گواہ کہیں نہیں گئے۔ فقط والسّلام

۲۔ ہزاری روزہ جو رجب کا مشہور ہے اس کی اصل احادیث سے کچھ نہیں نکلتی مگر شیخ عبدالقادر قدس سرہ کی غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے وہ احادیث محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں۔ اگر ضعیف پر عمل کرنیوالے فضائل میں درست کہتے ہیں۔ فقط والسّلام ۔

باب روزہ کی قضاء اور کفارہ کا بیان

کفاروں کی ادائی میں دیری کرنا

سوال :۔ جس کے ذمہ روزہ کفارہ کے ہوں طلب علم میں ہو یا حفظ کلام اللہ میں اگر روزہ رکھتا ہے تو طلبِ علم میں نقصان ہوتا ہے اور اگر نہیں رکھتا ہے تو اس کا مواخذہ سخت ہوتا ہے کہ کفارہ کے روزے اس کے ذمہ ہیں اگر بعد طلب علم کے رکھ لے تو درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ کفارہ کے روزوں میں تاخیر نہ چاہیئے اگرچہ حفظ قرآن و تحصیلِ علم میں حرج لازم آوے ۔

کئی رمضان کے کئی روزوں کا کفارہ

سوال :۔ اگر قضاء چند صوم رمضان کے سبب کفارات ہوں خواہ دو رمضان کے جمع ہوں تو کفارہ ایک ہی کافی ہوگا یا ہر ایک صوم کا علیحدہ اور اگر طالب علمی میں کفارہ ادا نہ کرسکے تو بعد فراغ علم درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ کفارات میں تداخل ہو جاتا ہے اگر دس روزے رمضان کے خواہ ایک ماہ خواہ چند سال کے جمع ہوں تو ایک کفارہ کافی ہے اور اگر بعد فراغ طالب علمی کے کفارہ دیوے تو بھی درست ہے مگر جب تک طاقت صوم کی ہے اطعام جائز نہ ہوگا ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کئی روزے توڑنے کے کفارے کتنے ہوں گے؟

سوال :۔ جس شخص نے چند روزہ رمضان بعد بلوغ کے توڑے ہوں اور یاد نہ ہوں کہ کتنے روزوں کا کفارہ دینا ہوگا تو کیا ایک کفارہ سب کے لئے کافی ہے۔

جواب :۔ کئی روزے توڑنے کا کفارہ ایک ہی ہے خواہ رمضان ایک ہی کے روزے توڑے ہوں یا کئی رمضان کے توڑے ہوں۔ فقط

عید کی خبر دوسری جگہ سے آنے پر روزہ رکھنے والے کیا کریں

سوال :۔ جوانب و اطراف سے خبریں عید ہونے کی بروز پیر کے معتبر و یقینی سن کر چند آدمیوں نے روزہ ظہر کے وقت توڑ دیا۔ زید کہتا ہے کہ ان آدمیوں کے ذمہ کفارہ روزہ کا لازم ہو گیا۔ بکر کہتا ہے کہ کفارہ لازم نہیں ہوا قضاء واجب ہوگئی کہ جن آدمیوں نے روزہ توڑا اس نیت سے توڑا کہ عید کے دن روزہ منع ہے کچھ خواہش نفس سے نہیں توڑا۔ جن شخصوں نے روزا توڑا شریعت کا کیا حکم ہے ؟ آیا کفارہ لازم ہو گیا یا قضاء کا روزہ رکھے یا نہ رکھے ؟

جواب :۔ جب دلیل شرعی سے ثابت ہو گیا کہ اتوار کے دن چاند ہو گیا تو پیر کے دن افطار واجب ہو گیا۔ افطار کرنے والوں پر نہ قضا ہے نہ کفارہ ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ملفوظات

۱۔ کسی شخص نے رمضان شریف کا مٹی سے روزہ توڑ دیا تو اس پر کفارہ نہ آوے گا اور اگر غیر رمضان میں توڑا ہے تو کفارہ نہیں آتا خواہ مٹی سے توڑے یا کسی اور شئے سے۔ البتہ رمضان میں کسی غذا و دوا سے رمضان کا روزہ توڑے تو اس سے کفارہ آتا ہے۔ فقط

۲۔ اگر کسی پر دس بیس روزے رمضان کے عمداً توڑنے کے سبب کفارات ہوں اگرچہ چند رمضان کے ہوں تو سب کا ایک کفارہ آتا ہے ہر ایک روزہ کا جدا نہیں ہوتا۔ بعد ختم قرآن کے دعا مانگنا مستحب ہے خواہ تراویح میں ختم ہوا ہو خواہ نوافل میں خواہ خارج نماز پڑھا ہو یا کہ بعد عبادت کے نماز ہو یا ذکر ہو اجابت کی توقع ہے اور

جو کچھ کنز العباد وغیرہ میں لکھا ہے وہ قابلِ اعتبار نہیں۔ حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ بعد تلاوت قرآن کے اور بعد ختم قرآن کے وقت اجابت کا ہے۔ لہٰذا ختم بعد تراویح بھی اس میں داخل ہے۔ اگر اس وقت کی دعا کو واجب اور ضروری جانے تو بدعت ہے اس کو ہی شاید کنز العباد وغیرہ میں بدعت کہا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم اور ایک دفعہ بسم اللہ کا پکار کر پڑھنا ختم میں چاہیئے۔ حنفیہ کے نزدیک خواہ فاتحہ کے ساتھ پڑھ لے خواہ کسی اور صورت کے ساتھ۔

باب روزہ کس بات سے فاسد ہوتا ہے اور کن باتوں سے نہیں

بواسیر کے مستوں کو دبانے کا روزہ پر اثر

سوال:۔ ایک شخص کو مرض بواسیر ہے وقت اجابت مسہائے براسیر اس کے جو کثیر الحجم ہیں باہر آتے ہیں اور بعد کرنے استنجا کے ڈھیلوں سے اور کرنے طہارت کے پانی سے مسہائے مذکور دبانے سے اندر ہو جاتے ہیں اور بغیر اس کے کہ طہارت مسّوں کی پانی سے کی جائے یا ہاتھ کو خواہ مسوں کو پانی سے تر کر کے مسّوں کو دبایا جائے مسوں کو اندر جانا کسی وقت غیر ممکن اور کسی وقت سخت دشوار اور باعث نہایت تکلیف کا ہوتا ہے اور اس طرح کے دبانے سے کبھی کبھی خون بواسیر بھی جاری ہو جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ شخص مذکور بحالت صوم جب مسّوں کو یا ہاتھ کو پانی میں تر کر کے یا طہارت مسوں کی پانی سے کر کے مسوں کو دبا دے تو روزہ اس کا رہے گا یا نہیں؟ اگر نہیں رہے گا تو اس کو واسطے قائم رکھنے روزہ کے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے؟

جواب:۔ ایسی حالت میں روزہ اس کا قائم رہے گا روزہ میں کسی طرح کا نقصان نہ آوے گا اس واسطے کہ محل مسوں کا جو کنارہ دبر ہے اس جگہ پر پانی پہنچنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا نہ معذور کا نہ غیر معذور کا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ   رشید احمد ۱۳۰۱

الجواب واللہ سبحانہ الموفق للصواب۔ حالت صوم میں ہاتھ کو پانی سے تر کر کے مسوں کو دبانا یا طہارت مسوں کی پانی سے کر کے مسوں کو دبانا مفسد صوم نہیں ہے اس واسطے کہ جو رطوبت پانی کی مسوں پر رہ جائے گی اور وہ مسوں کے ساتھ جوف میں داخل ہو گی اس سے احتراز ممکن نہیں خصوصاً مریض بواسیر شدید کو اور جو اس قسم کی چیز جوف میں داخل ہو جس سے احتراز ممکن نہ ہو وہ ناقص صوم نہیں ہوتی۔ جیسے رطوبت پانی کی جو منہ میں بعد کلی کے رہ جاتی ہے۔ باوجودیکہ وہ نسبت رطوبت مسوں کے کثیر ہوتی ہے۔ قال فی الدر المختار اذا اکل الصائم او شرب او جامع ناسیا او دخل حلقہ غبار او ذباب او دخان ولو ذاکرا استحسانا لعدم امکان التحرز عنہ او ابتی بلل فیہ بعد المضمضۃ وابتلعہ مع الریق انتہی مختصراً[1] فقط

[1] درمختار میں کہا ہے کہ اگر روزہ دار نے کھایا پیا یا جماع کیا بھول کر یا اس کے حلق میں غبار یا مکھی یا دھواں چلا گیا اگرچہ اس میں بھول نہ ہو اس لئے کہ اس سے بچنا ممکن نہیں یا کلی کے بعد اس کے منہ میں تری رہ گئی اور اس نے اس کو تھوک کے ساتھ نگل لیا۔

واللہ سبحانہ اعلم وعلمہ اتم النبد

رامپوری | محمد ارشاد حسین احمدی

شبہ مولوی محمد حسن صاحب سلمہ مراد آبادی مغلپوری نے مولانا گنگوہی کی خدمت میں کہا تھا کہ مظاہر حق[1] میں لکھا ہے کہ اس صورت میں صوم میں فساد آئے گا۔ فقط حفیظ اللہ بیگ عفی عنہ۔

اس پر مولانا نے بجواب خط مولوی احمد شاہ صاحب حسن پوری بنام محمد حسن صاحب لکھا۔ از احمد شاہ عفی عنہ۔ مسئلہ وہی ہے جو حضرت اقدس مدظلہم نے سابق ارقام فرمایا ہے اور بے شک نواب قطب الدین خاں صاحب مرحوم کو مظاہر حق میں غلطی ہوئی۔ بمرخ کے تر ہونے اور اندر جانے سے بھی روزہ جائے گا اس لئے کہ یہ بھی موضع حقنہ سے ورے ہے یعنی کا پنچ۔

منجن سے روزہ پر اثر

سوال:۔ منجن جس میں نمک پڑا ہو روزہ میں ملنا جائز ہے یا مکروہ اور روزہ میں نقصان ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر منجن کا اثر حلق تک نہ جاوے تو منجن ملنا درست ہے۔ فقط

ملفوظ

جس شخص نے اس قدر کھانا کھایا کہ بعد طلوع آفتاب کے ڈکاریں آتی ہیں اور ان کے ساتھ پانی آتا ہے اس سے روزہ میں حرج نہیں آتا۔ واللہ اعلم ۱۲۔

رمضان المبارک یک شنبہ ۱۳۱۷ھ سہ شنبہ کو یہاں بوجہ ابر کے چاند نظر نہیں آیا مگر اور مقامات سے مستند خبریں آئی ہیں کہ چہار شنبہ کو پہلی ہوئی۔

باب اعتکاف کا بیان

اعتکاف مسنون کی مدت

سوال:۔ اعتکاف مسنون کے روز کا ہے اور کب سے ہے؟

جواب:۔ اعتکاف مسنون اکیسویں سے آخر رمضان تک ہے مگر نفل اعتکاف تین روز کا بھی درست ہے۔ فقط

---

[1] وہ عبارت یہ ہے کہ مظاہر حق فصل مفسدات صوم جلد اول صفحہ ۱۵۹ اور اگر نکل پڑیں شتے بواسیر والے اور دھووے ان کو اگر خشک کر لیوے ان کو پہلے اٹھنے کے اور سے پھر اوپر چڑھ گئے نہیں ٹوٹے گا روزہ اس لئے کہ پانی پہنچا تھا ظاہر بدن پر پھر زائل ہوگیا پہلے پہنچنے کے طرف باطن کی بسبب عود کرنے مقعد کے اور اگر خشک نہ ہوں گے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ انتہی۔ ۱۲

معتکف کا علاج کرنا

سوال :۔ معتکف کو مسجد میں علاج مریضوں کا اللہ واسطے درست ہے یا نہیں ؟
جواب :۔ معتکف کا مریضوں کو دوا بتلادینا درست ہے ۔ فقط

معتکف حُقّہ کہاں پیئے

سوال :۔ خاکسار نے اپنے ایک بھائی کو اپنے ساتھ اعتکاف میں بیٹھنے کی ترغیب دی ہے لیکن وہ یہ فرماتے ہیں کہ حقہ پینے کی عادت ہے اور حقہ مسجد میں پینا چاہیئے یا نہیں ؟
جواب :۔ معتکف کو جائز ہے کہ بعد نماز مغرب مسجد سے باہر جاکر حقہ پی کر کے اور کلی کر کے بُو زائل کر کے مسجد میں چلا آوے ۔

معتکف کن وجوہ کی بنا پر مسجد سے نکل سکتا ہے

سوال :۔ معتکف کو شرکت جنازہ و عیادت مریض اگر ضرورت ہو تو جائز ہے یا نہیں ؟ اگر آتشزدگی ہو تو اُس کو بجھانا جبکہ اپنے گھر کے جلنے کا بھی خوف ہو تو جائز ہے یا نہیں ؟
جواب :۔ معتکف کو عیادت اور شرکت نماز جنازہ وغیرہ ضروریات درست ہیں ۔ ایسے ہی اگر آگ لگ جائے تو اس کو بجھانے جانا درست ہے ۔ فقط

اعتکاف فاسد ہو جائے تو کیا کرے

سوال :۔ اگر اکیسویں روز اعتکاف کیا بعدہ کسی وجہ سے اعتکاف فاسد ہو گیا تو روز دوم یا سوئم پھر کرنے سے اعتکاف رمضان میں شامل ہو سکتا ہے یا نہیں ؟
جواب :۔ اعتکاف مسنون وہ روزہ تو اس سے فوت ہو گیا باقی جتنے روز کا اعتکاف کرے گا اس کا ثواب ملے گا ۔ فقط

ملفوظ

اعتکاف مسنون میں اگر فساد ہو جائے تو اس کی قضا نہیں آتی سحری کھانے کے اندر تاخیر مستحب ہے اور ایسی تاخیر کہ جس سے شک میں واقع ہو جاوے اس سے بچنا واجب ہے ۔
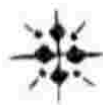
حج کا بیان

رشوت کے روپیہ سے حج کرنا

سوال :۔ رشوت یا سود یا زنا وغیرہ سے اگر روپیہ جمع کیا حج زکوٰۃ وغیرہ فرض ہوتا ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ اس کا سارے کا نکالنا فرض ہے، اہلِ حقوق کو واپس کر دے جو نہ معلوم ہوں تو صدقہ محتاجوں پر کر دے حج وغیرہ اس پر سے ادا نہیں ہوتا۔ فقط

حج بدل کا مسئلہ

سوال :۔ ایک شخص پر حج فرض ہوا اور دوسرا اُس کو اپنے نفقہ سے حج کرا دے تو اول کا فرض اترا ہے یا باقی رہا ہے ؟

جواب :۔ اگر نفقہ دینے والے نے کسی اور کی طرف سے حج کرایا تو کرنے والے کا فرض ساقط نہیں ہوا اور اگر خود کرنے والے ہی کو اپنے حج کے واسطے روپیہ دیا ہے تو فرض ساقط ہو گیا۔ فقط

عالم کا ہجرت کرنا

سوال :۔ ایک شخص ایسا ہے کہ اُس سے دین کے بہت فائدے ہیں مثلاً کلام اللہ و حدیث و تفسیر وغیرہ پڑھاتا ہے جس مسجد میں رہتا ہے وہ مسجد اس سے آباد ہے آیا اس شخص کو ہجرت کرنا حرمین شریفین کی اولیٰ ہے یا یہ شغل اولیٰ ہے۔

جواب :۔ اگر یہاں رہنے سے اس عالم کے دین میں کوئی نقصان نہیں اور خلق کو اس سے نفع دین کا ہے تو اس کا یہاں رہنا ہجرت عرب کرنے سے بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مدینہ منورہ کی زیارت کا حکم

سوال :۔ جو شخص حج کو مکہ شریف جاوے اور مدینہ منورہ نہ جاوے اس خیال سے کہ مدینہ شریف جانا کوئی فرض واجب نہیں ہے بلکہ ایک کارِ خیر ہے۔ ناحق میں ایسے راستہ خوفناک میں جاؤں کہ جا بجا راستہ میں قافلے لٹ رہے ہیں اور خوف جان و مال کا ہے اور اس قدر روپیہ بھی صرف ہوگا اس سے کیا فائدہ تو یہ کچھ گناہ گار ہوگا یا نہیں ؟

جواب :۔ مدینہ نہ جانا اس وہم سے کمی محبت فخر عالم علیہ السلام کا نشان ہے۔ ایسے وہم سے کوئی دنیا کا کام نہیں ترک ہوتا۔ زیارت ترک کرنا کیوں ہوا اور راہ ہر روز نہیں لٹتی اتفاقی بات ہے یہ کوئی حجت نہیں مگر ہاں واجب بھی نہیں۔ بعض کے نزدیک بہر حال رفع یدین و آمین بالجہر سے زیادہ موجب ثواب و برکت کا ہے اس کو تو باوجود فساد اور خوف آبرو کے بھی ترک نہ کریں اور زیارت کو احتمال و وہم سے بھی ترک کر دیں اس کو بھی تامل کر کے دیکھ لیں کہ کون سا حصہ کمال ایمان کا ہے اور روپیہ خیرات میں صرف ہونا سعادت ہے۔ مکہ سے مدینہ تک پچاس روپیہ اعلیٰ درجہ کا صرف ہے جس نے پچاس روپیہ کا خیال کیا اور حضورؐ کے مرقد مبارک کا خیال نہ کیا اسکا ایمان و محبت لاریب ناقص ہے گنہگار نہ ہو مگر اصل جبلت میں ہی کمی ایمان کی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

نکاح کے مسائل

بذریعہ خط ڈاک نکاح کا مسئلہ

سوال:۔ بذریعہ تحریر ڈاک نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

جواب:۔ نکاح بذریعہ تحریر بھی ہو سکتا ہے جب کہ اُس تحریر پر اعتماد ہو اور مکتوب الیہ مجلسِ شہود میں قبول کرلے اور مضمون تحریر بھی اُن کو سُنا دے۔ فقط

نامرد سے نکاح

سوال:۔ ایک شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح ایک مرد سے کہ اُس کی عمر بیس یا بائیس برس کی تھی کر دیا بعد کو معلوم ہُوا کہ وہ مرد محض نامرد ہے۔ اُس شخص کے واسطے شریعت میں کیا حکم ہے یعنی اپنی لڑکی کا نکاح اور جگہ کرے یا نہ کرے اور مرد نامرد طلاق بھی نہیں دیتا ہے وہ لڑکی کیا کرے۔ فقط

جواب:۔ جب نکاح ہو گیا تو اب بدوں طلاق دینے خاوند کے دوسری جگہ نکاح نہیں ہو سکتا۔ فقط

نکاح کا صحیح طریقہ

سوال:۔ ایک مرد نے ایک عورت سے کہا کہ میں تمہارے پاس نہیں آؤں گا۔ لوگ میری اور تمہاری نسبت کہتے ہیں کہ ان کا پوشیدہ باہم نکاح ہو گیا ہے۔ اس عورت نے جواب دیا کہ تم کیوں گھبراتے ہو اگر کوئی نکاح کو پھر کہے تم کہہ دیا کرو کہ جب نکاح نہ ہوا تھا اب ہو گیا۔ یہ سُن کر اُس نے دو آدمی یعنی دو گواہ کے سامنے کہا کہ تم گواہ رہو کہ میں نے فلاں عورت سے بعوض اس قدر مہر کے اپنا نکاح پڑھ لیا۔ اُس کے بعد اُس عورت سے آکر کہا کہ میں نے دو گواہ کے سامنے تم سے اپنا نکاح پڑھ لیا بایں وجہ کہ تم نے کہا تھا کہ تم لوگوں سے کہہ دیا کرو کہ جب نکاح نہ ہوا تھا اب ہو گیا۔ اس عورت نے جواب دیا کہ میں نے غصّہ میں یہ بات کہی تھی اُس نے نے کہا کہ نکاح ہر طرح ہو جاتا ہے ہنسی اور غصہ برابر ہے۔ اس کے جواب میں عورت نے کہا اگر یہی بات ہے تو میں تم سے راضی ہوں مگر صحبت نہیں کراؤں گی باقی سب طرح تم کو اختیار ہے۔ اس بات کو سُن کر اُس مرد نے جواب دیا کہ بہت اچھا تم سے صحبت نہیں کروں گا لیکن مجھ کو بوس و کنار سے چارہ نہیں۔ پھر چند روز کے بعد اُس نے اُس عورت سے صحبت کی۔ اب وہ عورت کہتی ہے کہ مجھ کو تردد ہے کہ میں تم سے نکاح سے اس بات پر راضی ہوئی تھی کہ مجھ سے صحبت نہ کرنا۔ اب تم نے صحبت کیوں کی۔ شاید نکاح جائز نہ ہو۔ نظر بر آں التماس ہے کہ یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں ؟ جواب سے بہت جلد معزز فرمانا چاہیئے۔ زیادہ حد ادب فقط۔

جواب :۔ یہ نکاح صحیح نہیں ہُوا کیونکہ عورت کا یہ کہنا کہ جب نکاح نہیں ہُوا اب ہوگیا توکیل نکاح کی نہیں ہے بس وہ شخص وکیل نہ ہُوا اور اس کا نکاح کرنا فضولی نکاح ہُوا اور اصیل اور فضولی ایک شخص نہیں ہو سکتا۔ پس اگرچہ عورت نے اجازت اس نکاح کی دی مگر نکاح درست ہی نہیں ہوا تھا سو صحبت بھی بشبہ ہوئی اور بیجا ہوئی اب مکرر نکاح کرلیویں ورنہ وہ نکاح صحیح نہیں ہُوا۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم ۔

نکاح کا غلط طریقہ

سوال :۔ ایک شخص ایک عورت کو فروخت کرنے کے لئے لایا خریدنے والے نے دریافت کیا کہ عورت بیوہ ہے یا منکوحہ تو فروخت کنندہ نے بھی اور عورت نے بھی یہ کہا کہ بیوہ ہوں بعدہ ایک مسلمان نے اس کی قیمت اسّی روپیہ دے کر خریدا اور مبلغ بارہ روپیہ مہر مقرر کرکے اُس سے نکاح کرلیا۔ اب بعد چند روز کے اسی عورت فروخت شدہ کی زبانی معلوم ہُوا کہ خاوند اس کا حالت چوری میں گرفتار ہُوا اور دس برس کی قید ہوگئی۔ بعد قید ہونے کے عورت ملنے کے لئے گئی اُس قیدی نے اپنے وارثوں سے کہا کہ میری عورت کو اچھی طرح رکھنا۔ نان ونفقہ میں کمی نہ کرنا اور عورت سے کہا کہ اگر میرے وارث تجھ کو تکلیف دیں اور تو دس برس گزارہ نہ کرسکے تو تجھ کو اختیار ہے جہاں چاہے اپنا نکاح کرلیجیو مفتی صاحب کو واضح ہو کہ یہ تقریر عورت کی زبانی ہے اب ناکح پوچھتا ہے کہ میرا نکاح اس عورت سے ہُوا یا نہیں؟ اور اگر نہیں ہُوا تو وطی جو میں نے کی اُس کا جرم میرے ذمّہ کیا ہے اور مہر اُس کا میرے ذمّہ ہے یا نہیں اور فروخت کنندہ اُس کے خاوند کے وارث تھے ۔

جواب :۔ یہ جو بیع اُس عورت کی کی گئی یہ معاملہ باطل اور حرام ہُوا اور اسّی روپیہ جو شخص لے گیا ہے اُس کا ردّ کرنا واجب ہے اور نکاح جو لاعلمی میں ہوگیا اس وجہ سے ناکح پر کوئی گناہ نہیں مگر اب جو اس کو اطلاع ہوئی تو وہ اپنی زوجہ سے جُدا رہے اس کی تحقیق کرے۔ اگر واقع میں اس کا زوج قید خانہ میں ہے تو اس کو طلاق دلا کر بعد عدت کے دوبارہ نکاح کرلیوے اور اگر نہیں تو نکاح درست ہوگیا اور عورت کے قول کا اعتبار نہیں ہے کہ اُس کا کذب وفریب خود ظاہر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

زوجہ کی بھانجی سے نکاح کا مسئلہ

سوال :۔ سالی یعنی خسر پورہ کی لڑکی سے نکاح کرنا کیسا ہے ؟

جواب :۔ اگر زوجہ مرگئی تو زوجہ کی بھانجی سے نکاح درست ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نکاح کے وقت کسی دوسری عورت سے نکاح نہ کرنے کی شرط

سوال :۔ بعض اہل سنت حنفی مذہب عقد نکاح میں ناکح سے یہ شرط کرتے ہیں کہ اگر اس منکوحہ کے سوا دوسری عورت سے نکاح کیا تو اُس کو طلاق اور اُس مضمون کی ایک دستاویز بھی شوہر سے لکھوا لیتے ہیں اس صورت میں نکاح مذکور صحیح ہے یا فاسد اور ایسی شرط کرنا اور دستاویز لکھا لینا درست ہے یا نہیں درصورت عدم جواز حاکم مسلم کی ممانعت اس امر خلاف شرع سے پہنچتی ہے یا نہیں؟ جو کچھ حق صریح اس بات میں ہو باشہادت ادلہ عقلیہ ونقلیہ زیب قلم فرماویں ۔

جواب :- یہ نکاح شرعاً صحیح و معتبر ہے اور اس تعلیق سے نکاح میں فساد نہیں آتا اور یہ تعلیق بھی شرعاً معتبر اگر اس شرط پر نکاح کیا گیا ہے تو خاوند کے دوسرے نکاح کرنے سے اس پر طلاق پڑ جائے گی - کما فی الدر المختار فی بیان التعلیق هو ربط حصول مضمون جملة بحصول مضمون جملة اخرى بشرط الملك لقوله لمنكوحته ان ذهبت فانت طالق او الاضافة اليه كان نكحت امرأة او ان نكحتك فانت طالق وكذا كل امرأة انتهى [1]

مگر چونکہ اصل مسئلہ شرعیہ یہ ہے کہ مرد کو بشرط اقامت عدل بین الازواج و تحمل نان نفقہ چار تک زوجات درست ہیں اس لئے ایسی شرط رائج کرنا ہرگز اصول شریعت کے سزاوار و مطابق نہیں - قال اللہ تعالیٰ الرجال قوامون علی النسآء بما فضل اللہ بعضهم علی بعض و بما انفقوا من اموالهم وقال عزاسمه فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی و ثلث و ربٰع [2] اقل درجات امر اباحت یہ ہے پس اس میں اشتراط مذکور کو رواج و شائع کرنا بیشک اس اباحت کی مخالفت اور حکمت شرعیہ تعدد ازواج کو رد کرنا ہے بلکہ بعض اوقات بسبب بعض ضرورت کے نکاح ثانی کی سخت احتیاج ہو جاتی ہے حالانکہ نکاح ثانی سنت ہے اور بشرط عدم خشیۃ میل و اقامت عدل و امن از جور موجب نفع ہے اور نیز مقتضائے شریعت تزوجوا الولود الودود فانی مکاثر بکم الامم [3] پر عمل ان وجوہ سے بوجہ ان اشتراط کے موقوف کرتے ہیں سعی مناسب ہے اور جس مسلمان حاکم کی ریاست میں اس کا شیوع ہو اس کو چاہیئے کہ اس کے دفع میں کوشش کرے اور بجبر ان لوگوں سے ترک کراوے - فقط واللہ تعالےٰ اعلم -

ایک ماہ بعد طلاق دینے کی نیّت سے نکاح

سوال :- ایک شخص نے بروقت نکاح ہونے کے یہ نیت کی کہ ایک ماہ بعد طلاق دے دوں گا اور بعد کو طلاق نہ دی نکاح اُس کا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- جس شخص نے نکاح کے وقت یہ نیت کی اُس کے نکاح میں کچھ خرابی نہیں نکاح ہو گیا بعد ایک ماہ کے چاہے طلاق دے یا نہ دے نکاح قائم ہے - فقط

---

[1] جیسا کہ درمختار میں تعلیق کے بیان میں ہے کہ تعلیق سے مراد مربوط کرنا ہے کسی جملہ کے مضمون کے حصول کو دوسرے جملہ کے مضمون کے محصول سے بشرط ملک جیسے کہ مرد اپنی منکوحہ سے کہے کہ اگر جائے تو تجھے طلاق ہے یا اس کی طرف اضافت کرنا جیسے یہ کہے اگر میں کسی عورت سے نکاح کروں یا اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق ہے اور اسی طرح ہر عورت -

[2] اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس بناء پر کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس لئے کہ وہ اپنا مال خرچ کرتے ہیں" اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ "تم نکاح کرو ان عورتوں سے جو تم کو پسند آئیں دو دو تین تین چار چار -"

[3] تم زیادہ بچے جنے والی اور محبت کرنے والی عورتوں سے نکاح کرو کیونکہ میں تمہارے ذریعہ اور امتوں پر زیادتی کرنے والا ہوں -

ایک ماہ کے بعد طلاق کی شرط سے نکاح کرنا

سوال :- نکاح بایں شرط کہ بعد ایک ماہ کے طلاق دے دوں گا۔ خواہ اس لفظ کو عقد میں لایا ہو یا دل میں رکھا ہو یا منکوحہ یا کسی اور سے کہا ہو جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- نکاح بشرط طلاق بعد ایک ماہ تو بحکم متعہ کے حرام ہے اگر زبان سے یہ شرط کی جاوے اور جو دل میں ارادہ ہے عقد میں ذکر نہیں ہوا تو نکاح صحیح ہے کہ عقود میں اعتبار الفاظ کا ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم۔

مرد کو چار نکاح کی اجازت کی وجہ

سوال :- عورتوں کی نسبت مردوں کی دس حصہ خواہش زیادہ ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے کہ اگر عورتوں کو خواہش زیادہ ہے تو ایک مرد کے واسطے ایک وقت میں چار عورتیں کیوں مقرر ہوئیں بلکہ نو مردوں کو ایک عورت ہونی چاہیئے اصل کس طرح پر ہے آیا مردوں کو خواہش زیادہ ہے یا عورتوں کو ؟

جواب :- خدا تعالیٰ کا یوں ہی حکم ہے کہ چار نکاح ایک مرد کو جائز ہیں ہماری عقل پر موقوف نہیں۔ فقط

سُنّی عورت کا رافضی سے نکاح کرنیکا مسئلہ

سوال :- جو عورت سنیہ رافضی کے تحت میں بعد ظہور رفض کے بخوشی خاطر رہ چکی ہو پھر رفض یا دوسری شے کو حیلہ قرار دے کر بلا طلاق علیحدہ ہو جائے اور سُنّی سے نکاح کر لیوے تو یہ نکاح بلا طلاق شیعہ کے کیا حکم رکھتا ہے اور اولاد سُنّی کی اگر رافضی ہو جاوے تو پدر سنی کے ترکہ سے محروم الارث ہوگی یا نہیں ؟

جواب :- جس کے نزدیک رافضی کافر ہے وہ فتویٰ اول ہی سے بطلان نکاح کا دیتا ہے اس میں اختیار زوجہ کا کیا اعتبار ہے۔ پس جب چاہے علیحدہ ہو کر عدت کر کے نکاح دوسرے سے کر سکتی ہے اور جو فاسق کہتے ہیں اُن کے نزدیک یہ امر ہر گز درست نہیں کہ نکاح اول صحیح ہو چکا ہے اور بندہ اول مذہب رکھتا ہے فقط واللہ تعالےٰ اعلم۔ علیٰ ہذا۔ رافضی اولاد سُنّی کو ترکہ سُنّی سے نہ ملے گا۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

فاسق سے نکاح کرنا

سوال :- اگر کوئی شخص معتقد تعزیوں کا ہو کہ اُن سے مرادیں مانگے اور یہ بھی ظاہر کرتا ہو کہ اس میں امام حسینؓ موجود ہوتے ہیں یا قبروں پر چادریں چڑھاتا ہو اور مدد بزرگوں سے مانگتا ہو یا بدعتی مثل جواز عرس و سوئم وغیرہ ہو اور یہ جانتا ہو کہ یہ افعال اچھے ہیں تو ایسے شخص سے عقد نکاح جائز ہے یا نہیں۔ کیونکہ نصاریٰ اور یہود سے تو جائز ہے تو ان سے کیوں جائز نہ ہو۔ یہ بھی تو بہت سی رسمیں شرک و کفر کی کرتے ہیں یا جس مرد و عورت نے سابق میں مراسم شرک و کفر معتقد یا غیر معتقد ہو کر کئے ہوں اور اب تائب ہو گئے ہوں تو اُن کو تجدید نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں اور ان دونوں قسموں کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں ؟ اور اگر مکروہ ہے تو تنزیہی یا تحریمی بشرط مکروہ تنزیہی یا تحریمی۔ اگر کوئی شخص اعادہ نماز کرے تو اس نے اچھا کیا یا بُرا کیا اور نماز فجر و عصر کا بھی اعادہ کرے یا نہیں ؟ اور ابتدائے سلام کرے یا نہیں اور رسم ہدیہ باہمی جاری رکھے یا نہیں ؟ عیادت مریض و شرکت جنازہ کرے یا نہیں ؟ مولانا مرحوم تقویۃ الایمان

میں لکھتے ہیں کہ جو شخص ستاروں[1] وغیرہ کی نحوست وسعادت کا قائل ہو تو اس کی شرکت جنازہ وعیادت نہ کرے اور جو شخص بدعتی[2] سے دل ملائے اُس کا ایمان نہیں ہے۔ الغرض یہ ہے کہ اگر ظاہر ان سے ملتا رہے اور اخلاق نہ رکھے اور دل سے برا جانے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جو شخص ایسے افعال کرتا ہے وہ قطعاً فاسق ہے اور احتمال کفر کا ہے ایسے سے نکاح کرنا دختر مسلمہ کا اس واسطے ناجائز ہے کہ فساق سے ربط ضبط کرنا حرام ہے اگرچہ نکاح اس سے درست ہو جاوے اور دختر مسلمہ کا نکاح نصرانی سے ہرگز درست نہیں اور جس عورت مسلمہ کا اگر فاسق فاجر سے نکاح ہو گیا تھا اگر وہ تائب ہو گیا تو کوئی ضرورت تجدید نکاح کی نہیں البتہ اگر اُس کا کفر ثابت ہو جاوے تو تجدید واجب ہو گی اور جو ایسے شخص ہیں ان کا جب تک کہ کفر ثابت نہ ہو فاسق کہلاتے ہیں اور فاسق کا امام بنانا حرام ہے اور اُس کے پیچھے اگر کوئی نماز پڑھے تو بکراہت تحریم ادا ہو جاتی ہے اور اگر اس کا ثبوت کفر ہو جاوے تو ہرگز نماز نہیں ہوتی اول تو اُس کے پیچھے نہ پڑھے اور اگر پڑھ ہی لے تو اعادہ کر لینا اچھا ہے۔ بعض فقہاء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عصر اور فجر کے بعد بھی جائز ہے اور ایسے شخصوں سے ابتدائے سلام درست نہیں اور اگر فساد کا اندیشہ ہو تو کر لے اور عیادت اور جنازہ کے لئے بھی وہی حال ہے اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو کر لے ورنہ نہیں تذکیر الایمان کا کلام صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غیر کی بیوی سے نکاح کر لینا

سوال:۔ زید اپنی ہندہ بیوی کو نان نفقہ کے واسطے دوسرے شہر سے روپیہ بھیجتا رہا مگر درمیانی اشخاص کی چالاکی سے روپیہ ہندہ کو نہیں ملا کئی سال کے بعد ہندہ نے عمرو سے نکاح کر لیا۔ جب زید آیا تو بذریعہ پولیس ہندہ کو ملنا چاہا اور ناکامیاب ہو کر چپ ہو رہا زید کی اس کارروائی کا ہندہ کو علم تھا چند سال بعد ہندہ موقع پا کر عمرو کے گھر سے نکل آئی۔ صورت مذکورہ بالا میں ہندہ زید کی بیوی ہے یا نہیں؟ اور پہلے نکاح پر زید اس کو اپنے گھر رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ جب ہندہ نے عمرو سے نکاح کیا تھا زید نے طلاق نہیں دی تھی۔ اب ہندہ جب عمرو کے یہاں سے نکل آئی عمرو نے طلاق نہیں دی تھی دلیل کے ساتھ جواب مرحمت ہو۔ فقط

جواب:۔ اس صورت میں نکاح نہیں ٹوٹا چنانچہ درمختار میں ہے لا عدۃ لو تزوج امراۃ الغیر ووطیها عالما بذلک[4] ومنها یحد مع العلم بالحرمة وانه زناء والمزنی بها لا تحرم علی زوجها[3] جب نکاح شوہر دوم باطل ہوا اور اس کی عدت بھی لازم نہ آئی تو معلوم ہوا کہ اس فعل سے نکاح اول میں کچھ نقصان نہیں آیا اور وہ اپنے حال پر باقی

---

[1] تذکیر الاخوان فصل ایمان بالقدر ۱۲ [2] تذکیر الاخوان فصل اجتناب عن البدعۃ ۱۲

[3] اگر کسی شخص نے کسی غیر کی عورت سے نکاح کر لیا اور یہ جانتے ہوئے کہ وہ دوسرے کی بیوی ہے اس سے وطی کی تو اسکو (اپنے پہلے شوہر کے پاس جانے کے لئے) کسی عدت کی ضرورت نہ ہوگی اور حرمت کا علم رکھنے کے باوجود اس سے نکاح کرنے پر حد لگائی جائے گی کہ وہ زنا ہے اور جس عورت سے زنا کیا جاتا ہے وہ اپنے شوہر پر حرام نہیں ہوتی ہے۔

ہے اور شوہر زوجہ کو اپنے گھر اُسی نکاح سابق سے رکھ سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بے نمازیوں کی نکاح میں شہادت

سوال :۔ اس موضع میں یہ رواج ہے کہ فقراء کو شاہد اور وکیل نکاح کا بنالیتے ہیں اور یہ اشخاص اسی کے واسطے مقرر ہیں اور نماز وغیرہ سے بے خبر ہیں ایسے لوگوں کی شہادت عندالشرح معتبر ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ ایسے لوگوں کی شہادت سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے مگر ایسے فاسق اور مبتدع کو شاہد اور وکیل بنانا خود گناہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

فاسق کا نکاح فسق سے فسخ نہ ہونے کا مسئلہ

سوال :۔ ایک شخص زانی اور شرابی ہے اس کی بیوی اس کے نکاح سے باہر ہوئی یا نہیں ؟ اور اولاد حرام کی ہوئی یا حلال کی ؟

جواب :۔ یہ شخص فاسق ہے نہ کافر اور نکاح فاسق کا فسق سے فسخ نہیں ہوتا لہٰذا نکاح قائم ہے اور اولاد حلال ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عرس میں جانے والوں کے نکاح کا مسئلہ

سوال :۔ عرس میں بے ضرورت واسطے تماشہ کے جانا کیسا ہے۔ زید کہتا ہے کہ ایسی جگہ جانے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے یہ کہنا اُس کا کیسا ہے ؟

جواب :۔ بے ضرورت بھی جانا حرام ہے مگر نکاح نہیں ٹوٹتا کہ کفر نہیں البتہ فسق ہے۔ فقط

حلالہ کا صحیح طریقہ

سوال :۔ مسئلہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق ایک مجلس میں دے دی تھیں مگر باوجود اس کے اپنے گھر سے علیحدہ نہیں کیا اور اس کے ساتھ خفت وخیز ترک نہیں کی اور جب لوگوں نے اس کو اس حرکت پر ملامت شروع کی تو اس نے اس عورت کا نکاح ایک اور شخص سے اس شرط سے کرادیا کہ صبح کو طلاق دیدے، چنانچہ ایسا ہوا اور بدوں اس کے کہ وہ شوہر ثانی اس عورت کے پاس شب باش ہو صبح کو طلاق دے دی گئی اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس نکاح ثانی کے وقت وہ عورت حاملہ تھی اور ابھی تک وضع حمل نہیں ہوا۔ آیا اس عورت کا نکاح شوہر اول سے جس سے طلاق پا چکی ہے جائز ہے یا نہیں؟ اور کسی طریقہ سے جائز ہو سکتا ہے یا نہیں اور نیز یہ بھی عرض ہے کہ شوہر اول نے طلاق اس طور سے دی تھی کہ عورت سے ڈو گواہوں کے روبرو مہر بخشوا لیا تھا اور خود ایک جلسہ میں تین بار طلاق کے لفظ کہہ چکا تھا اس کا مفصل حکم شریعت محمدیہ کی رو سے فرمایا جاوے۔

جواب :۔ اس صورت میں اس عورت پر تین طلاق ہو گئیں اور اس کا نکاح شوہر اول سے جائز نہیں اور اپنے زوج اول پر حرام ہو گئی اور اگر اس کو حلال کرنا چاہے تو یہ طریقہ ہے کہ جب اس کا وضع حمل ہو جاوے پھر کسی دوسرے سے نکاح پڑھاوے اس طرح کہ کوئی شرط اُس میں وقت اور چھوڑنے وغیرہ کی نہ ہو۔ اگر کوئی

قید ہوگی تو نکاح درست نہ ہوگا اور پھر دوسرا خاوند اس سے قربت کرے اور بعد قربت کے اپنے ہی نکاح میں رکھے جب اس کو تین حیض آجاویں تو اس وقت طلاق دے اور بعد طلاق کے اس کی عدت پوری ہو اور اگر اس عرصہ میں حمل ہوگیا تو وضع ہو ورنہ جب تک تین حیض آجاویں اس وقت شوہر اول سے نکاح ہو سکتا ہے اور اگر ان میں سے کوئی ایک بات بھی کم ہو جاوے گی تو ہرگز نکاح نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

لڑکی کا قبل بلوغ نکاح ہونے پر بعد بلوغ رضامند رہ کر پھر انکار کرنا

سوال:۔ زید کا نکاح ہندہ نابالغہ بولایت اولیاء ہندہ منعقد ہوا تھا۔ بعد فوت ہونے زید کے ہندہ نابالغہ کا نکاح ثانی برادر زید سے والدین زید نے بلا اجازت و اطلاع اولیاء ہندہ اپنے گھر میں کرا لیا بعد اطلاع کے اولیاء ہندہ بھی شکایت وغیرہ کر کے نکاح ثانی ہندہ سے راضی ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہندہ کی آمد و رفت برابر اپنے اولیاء و زوج میں رہی کسی قسم کی ناراضی اولیاء ہندہ میں نہیں پائی گئی بعد بلوغت کے ہندہ خود بھی بدستور راضی و خوش رہی مگر اب بوجہ کسی نزاع کے جو اولیاء ہندہ میں و زوج ہندہ میں ہے ہندہ اپنے نکاح سے انکار کرتی ہے اور زوج سے علیحدہ ہو کر اپنے اولیاء میں چلی گئی۔ لہٰذا ایسی صورت میں کہ ہندہ اپنے نکاح سے راضی تھی، نکاح صحیح ہے اور ہندہ آسکتی ہے یا نکاح فسخ ہو سکتا ہے۔ بینوا توجروا

جواب:۔ صورت مسئولہ میں جب کہ نکاح صحیح ہو گیا کہ ہندہ کے اولیاء نے اس کو رد نہیں کیا اور دلالۃً اور صراحۃً اس کی رضا پائی گئی اور بعد بلوغ کے خود ہندہ بھی زوج سے راضی رہی اور اس کے پاس رہتی رہی تو یہ اب نکاح ہرگز انکار ہندہ سے فسخ نہیں ہو سکتا۔ کذا فی کتب الفقہ[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

لڑکی ثیبہ کس کو کہتے ہیں؟

سوال:۔ ثیب باعتبار فقہاء کے کس کو کہتے ہیں؟

جواب:۔ ثیب اُس کو کہتے ہیں کہ خاوند کے پاس جا کر اُس کا ازالہ بکارت ہو گیا ہو۔ فقہاء کے نزدیک اور لغت میں مطلقاً ازالہ بکارت سے ثیب ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باب رضاعت کا بیان

رضاعی بھتیجی کا نکاح

سوال:۔ شیخ کرم علی نے ساتھ سلیمہ کے جو دختر بی بی رحیمہ کی ہے دودھ مسماۃ رحیمہ کا زمانہ شیر خوارگی میں پیا تھا پیچھے ایک مدت کے رحیمہ سے ایک فرزند تولد ہوا جس کا نام اشرف علی ہے۔ پس درمیان کرم علی اور اشرف علی

---

[1] کتب فقہ میں اسی طرح ہے۔

بموجب تقریر بحر الرائق نسبت بھائی ہونے کی دونوں طرف سے ہے حسب مشاہدہ فی شرح قول الماتن وبین مرضعۃ و لد مرضعتھا او ولد ولد المرضعۃ الاولی بفتح الضاد اسم مفعول اے لاحل بین الصغیرۃ المرضعۃ وولد المراۃ التی اوضعتنا لانہما اخوان من الرضاع انتھیٰ ۔ اب ساتھ دختر شیخ کرم علی کے مسماۃ حلیمہ کا نکاح اشرف علی فرزند رحیمہ کا ہونا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ نکاح اشرف علی کا حلیمہ کے ساتھ حرام ہے کیونکہ حلیمہ اشرف علی کی بنت الاخ ہے قال تعالیٰ بنات الاخ الایہ پس یہ نکاح قطعاً حرام ہے اور کسی عالم اور امام اور اہلِ مذہب کے نزدیک درست نہیں اور جس نے اُس کے جواز کا فتویٰ دیا وہ سراسر بے علم ہے قال علیہ الصلوٰۃ والسلام حرم من الرضاع ما یحرم من النسب[۱] الحدیث ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

رضاعی بہن کب سمجھی جائے گی ؟

سوال :۔ ایک مرد اس وقت بیس[۲۰] برس کی عمر کا ہے اور ایک عورت بارہ برس کی ہے جب اس مرد کی عمر آٹھ برس کی تھی عورت کی عمر چھ مہینے کی تھی اس عورت نے اُس مرد کی ماں کا دُودھ پیا ہے اُن کا نکاح آپس میں ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ جس وقت یہ عورت چھ مہینے کی دودھ پیتی تھی وہ مرد جس کی عمر آٹھ برس کی تھی اُس کی ماں کے اور لڑکا پیدا ہوا تھا جس کا دودھ اس عورت نے پیا ہے ۔

جواب :۔ جس مرد کی والدہ کا دودھ کسی لڑکی نے پیا وہ اس کی بہن ہو گئی اُس کا نکاح کسی حال میں جائز نہیں برابر کی عمر کی بہن بھی حرام ہے اور چھوٹی عمر کی بہن بھی حرام ہے آٹھ سال کی بڑی چھوٹی ہونے سے بہن کس طرح حلال ہو جاوے گی تمام اولاد شیر پلانے والے کی پہلی اور پچھلی پر یہ دختر حرام ہے ۔ فقط

مدت رضاعت

سوال :۔ ایک شخص نے کسی عورت غیر محرم کا سوائے اس مدت کے کہ جو بچوں کے لئے دودھ پینے کی شرع میں مقرر ہے دودھ پیا تو اس شخص کا اس عورت دودھ پلانے والی سے نکاح جائز ہے یا نہیں اور سوائے اس عورت کے اس کی بہن یا دختر وغیرہ سے جو نسباً حرام ہیں نکاح جائز ہوگا یا نہیں ؟ بینوا توجروا

جواب :۔ اگر بعد دو[۲] برس تمام ہونے کے دودھ پیا ہے تو اس دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوئی کہ مدت ثبوت حکم رضاعت کی دو سال ہے پس اب اس پسر کو اس عورت سے اور اس کے اقارب سے کوئی علاقہ بسبب شیر کے پیدا نہیں ہوا ۔ اس کا نکاح اس عورت سے اس کی اولاد وغیرہ سے سب سے درست ہے ۔ کذا فی عامۃ کتب الفقہ[۲] فقط ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

---

[۱] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رضاعت سے وہ سب رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں (آخر حدیث تک)

[۲] عام کتب فقہ میں اسی طرح ہے ۔

طلاق کے مسائل

ایک مجلس میں تین طلاق مغلظہ ہیں

سوال :- کیا فرماتے ہیں علمائے محققین شریعت بیضاء اس مسئلہ میں کہ طلاق ثلثہ جلسہ واحدہ میں دفعتاً واحدۃً یک لخت کہ یہ عندالشرع ملت بیضاء میں حرام وممنوع و بدعت ہے اگر کوئی شخص بایں ہئیت دیوے تو رجعت حالت مذکورہ بالا میں حسب احادیث صحیحہ ہو سکتی ہے یا نہیں یا بقاعدہ فقہاء ائمہ احناف رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کہ عندالضرورت بحسبِ مذاہب دیگر رجوع کیا جاتا ہے۔ چنانچہ مواقع کثیرہ عدیدہ میں یہ امر مسلم اور جاری ہے خاص کر مسئلہ ہذا میں بھی کذا افتاہ مولانا محمد عبدالحی المرحوم اللکھنوی فی مجموعۃ الفتاویٰ وکذا فی مسک الختام فی شرح بلوغ المرام نقلہ عن الائمۃ الحنفیۃ رحمہم اللہ تعالیٰ بینوا بالحق والصواب توجروا بیوم الفتح والحساب[1] ۔

جواب :- ایک مجلس میں تین طلاقیں دے کر خاوند رجوع کر سکتا ہے کیونکہ حدیث صحیح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے شروع زمانۂ خلافت میں بھی دستور تھا چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث مندرجہ صحیح مسلم کے الفاظ یہ ہیں :-

کان الطلاق علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وابی بکر وسنتین من خلافة عمر طلاق الثلث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لهم فیه اناة فلو امضیناه علیهم فامضاه علیهم ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو تینوں کو تین قرار دیا تو یہ حکم ان کا سیاسی تھا شرعی نہ تھا۔ کیونکہ حضرت عمرؓ کو منصبِ شریعت نہ تھا۔ واللہ اعلم والعلم عنداللہ ۔

راقم ابوالوفاء ثناء اللہ کفاہ اللہ امرتسری — ثناء اللہ محمودی

جواب صحیح ۔ ابو تراب محمد عبدالحق — محمد عبدالحق

جمہور کا تو مذہب یہی ہے کہ تین طلاق پڑ جاتی ہیں۔ مگر بعض محققین جن میں بعض صحابہ کرام بعض تابعین بھی شامل ہیں فرماتے ہیں کہ تین نہیں بلکہ ایک ہی طلاق ہو گی ان کی دلیل قوی ہے پہلوں کے ساتھ کثرت

---

[1] اسی طرح مولانا محمد عبدالحی صاحب مرحوم لکھنوی نے مجموعہ فتاویٰ میں فتوے دیا ہے اور اسی طرح مسک الختام شرح بلوغ المرام میں ہے جس کو ائمہ حنفیہ رحمہم اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین سے نقل کیا ہے حق اور صواب سے بیان فرمائیے اور روز فتح وحساب اجر حاصل فرمائیے ۔

رائے ہے۔ من اتباع عالما لقی اللہ سالما انشاء اللہ تعالیٰ [1]

ابو عبید اللہ احمد اللہ عفی عنہ | احمد اللہ ابو عبید | محدث امرتسری

یہ فتویٰ موافق مذہب بعض اہل علم از صحابہ اور تابعین اور محدثین اور فقہاء کے ہے۔ جمہور علماء از صحابہ کرام و تابعین و محدثین و فقہاء اس فتویٰ کے خلاف پر ہیں۔ جمہور کا مذہب اسلم ہے۔ احتیاط کی رو سے اور پہلا مذہب قوی ہے دلیل کی رو سے۔ فقط عبدالجبار عفی عنہ

عبدالجبار بن عبداللہ الغزنوی

مجموعہ فتویٰ جلد دوئم ص۵۹ مکتوب اسلام استفتاء

سوال :۔ زید نے اپنی عورت کو حالتِ غضب میں کہا کہ میں نے طلاق دیا میں نے طلاق دیا میں نے طلاق دیا۔ پس اس تین بار کہنے سے طلاق واقع ہوں گی یا نہیں اور اگر حنفی مذہب میں واقع ہوں اور شافعی میں مثلاً واقع نہ ہوں تو حنفی کو شافعی مذہب پر اس صورتِ خاص میں عمل کرنے کی رخصت دی جاوے گی یا نہیں ؟ **ھوالمطلوب** اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک تین طلاق واقع ہوں گی اور بغیر تحلیل کے نکاح نہ درست ہوگا۔ مگر بوقت ضرورت کہ اس عورت کا علیحدہ ہونا اس سے دشوار ہو اور مفاسد زائدہ کا خطرہ ہو تو تقلید کسی اور امام کی کرے گا تو کچھ مضائقہ نہ ہوگا نظیر اس کی مسئلہ نکاح زوجہ مفقود و عدت ممتدۃ الطہر موجود ہے کہ حنفیہ عندالضرورۃ قول امام مالک پر عمل کرنے کو درست رکھتے ہیں۔ چنانچہ رد المحتار میں مفصلاً مذکور ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ وہ شخص کسی عالم شافعی سے استفسار کر کے اس کے فتویٰ پر عمل کرے۔ واللہ اعلم

عبدالحی ابوالحسنات

حررہ محمد عبدالحی عفی عنہ لکھنوی

جواب :۔ تین طلاقیں اس صورت میں واقع ہوگئیں۔ سوائے حلالہ کے کوئی تدبیر اس کی نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

طلاق کے گواہوں کا نہ ہونا

سوال :۔ اگر زوجہ مدعیہ طلاق ہے اور شوہر منکر اور گواہ نہ ہوں تو کیا ہو اور دونوں کے ہوں تو کس کے اولیٰ ہوں گے اور اگر زوجین رضامند ہوں اور کوئی مدعی طلاق نہیں اور اجنبی کہتا ہے کہ دی تھیں تو کس کا قول ماننا پڑیگا۔

جواب یہ معاملہ قضا کا ہے قاضی ظاہری فیصلہ دیتا ہے عنداللہ تعالیٰ حلت نہیں ہوسکتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ثبوت طلاق کا نصاب شہادت

سوال :۔ جو ثقہ اور سچا ہو اُس کے روبرو کسی نے دو طلاق دی ہوں اور پھر منکر ہو جاوے پھر اس شور و شغب کی وجہ سے کوئی شخص نکاح صورت ہذا میں پڑھ دیوے تو کیا وہ اور محفلِ نکاح گناہ گار ہوں گے اور اس صورت میں ثقہ کے قول کا اعتبار ہوگا یا مطلق کا ؟

---

[1] جس نے عالم کا اتباع کیا تو انشاء اللہ تعالےٰ وہ اللہ تعالیٰ سے سلامتی کے ساتھ ملے گا۔

جواب :۔ ایقاع طلاق کا ثبوت دو گواہوں سے ہوتا ہے ایک گواہ سے اگرچہ عادل ہو نہیں ہوتا ۔پس انکار زوج پر عمل ہو گا اور دو طلاق کی حالت میں اگر نکاح دوبارہ کر دیا تو کچھ حرج نہیں کسی پر کہ یہ درست امر ہے اگرچہ فضول ہی ہو ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

طلاق کے لئے گواہوں کی ضرورت

سوال :۔ زید نے اپنی زوجہ کو بایں وجہ طلاق دی کہ وہ امورات و انتظامات خانہ داری میں ہمیشہ اُس کی مرضی کے خلاف کاربند رہا کرتی تھی باعث اس کا یہ تھا کہ زید نوکری پیشہ ہے وہ ہمیشہ سفر میں رہا ہے ۔جب کبھی ایک سال یا چھ ماہ کے بعد وہ گھر آتا تو جن امورات کی نسبت وہ ہدایت کر کے سفر کو جاتا تھا ان امورات سے زیادہ خرابیاں آن کر دیکھتا تھا اور معاملات اس قسم کے پیدا ہوئے جن کی وجہ سے زید کے اقربا میں نفاق پیدا ہو گیا ۔اس صورت میں زید نے اپنے دل میں عہد کیا کہ اگر یہ نفاق اس کی طرف سے ہوا ہے تو میں اس کو طلاق دے دوں گا ۔پس تحقیقات باطنی سے ثابت کیا تو بنیاد نفاق اُس کی ہی جانب سے ثابت ہوئی ۔ زید نے اپنے عہد کو ثابت کیا اور یہ امر بھی قابلِ اظہار ہے کہ زید کی زوجہ کا بروقت دینے طلاق کے کوئی عزیز موجود نہ تھا چونکہ اس کی ماں اور باپ اور بھائی بہن سب قضا کر چکے تھے ۔ بروقت دینے طلاق کے زید کا پسر اور زید کا باپ موجود تھا لہٰذا یہ بیان زید کا صحیح ہے اس صورت میں طلاق جائز ہے یا ناجائز ؟

جواب :۔ زید نے جو طلاق دی وہ واقع ہو گئی زوجہ کے اقرباؤں کا موجود ہونا کچھ ضرور نہیں ۔ فقط

طلاق کے بعد میاں بیوی کا راضی ہو جانا

سوال :۔ اگر کوئی ہزاروں طلاق دے دیوے اور بعد کو منکر ہو اور باہم زوجین رضامند بھی ہو جاویں اور تحلیل نہ کرائیں اور شوہر تین کا بھی اقرار نہ کرتا ہو ۔پس کسی نے نکاح جدید ان کا پڑھ دیا گناہ گار کون ہے ؟

جواب :۔ وقوع طلاق حق اللہ اور تحریم فرج بھی پس رضامندی زوجین سے حلت نہیں ہو سکتی جب تین طلاق سے حرمت مغلظہ ثابت ہوئی اور اب وہ مثل مادر کے حرام ہو گئی ۔ رضاء طرفین سے کچھ حلت نہیں ہو سکتی ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

بیوی کو ماں کہنا

سوال ۱ :۔ اگر کوئی حالت غصہ میں اپنی عورت کو ماں بہن کہہ دے اور وہ یہ جانتا ہے کہ ماں بہن کہنے سے طلاق ہو جاتی ہے تو اُس کہنے سے طلاق ہو جاوے گی یا نہیں ؟

جواب :۔ ماں بہن کہنے سے طلاق نہیں واقع ہوتی ہے خواہ کچھ سمجھ کے کہے ۔ فقط

سوال ۲ :۔ ایک شخص اپنے دل میں بالیقین جانتا ہے کہ اپنی عورت کو ماں بہن کہنے سے طلاق آجاتی ہے بحالت غصہ میں اپنی عورت کو تین مرتبہ بہ نیت طلاق ماں بہن کہہ دیا یا بہ نیت طلاق یہ کہہ دیا کہ تیرا وجود میرے نزدیک مثل میری ماں بہن کے وجود کے ہے مگر کسی عضو خاص کا نام نہیں لیا صرف لفظ وجود کہا ۔ان دونوں صورتوں میں طلاق ہو جاتی ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ اس ہر دو صورت میں طلاق واقع نہیں ہوتی مگر دوسری صورت میں جو کہا کہ وجود مثل ماں کے اس میں اگر تحریم کی نیت کی ہے تو زوجہ میں نیت کے سبب حرمت ہو جاوے گی ۔ فقط

شوہر کا بیوی کو ماں بہن کہنا اور بیوی کا شوہر کو باپ بھائی کہنا

سوال :۔ زید غصہ میں اپنی عورت کو ماں یا بہن یا اسی طرح عورت اپنے مرد کو باپ یا بھائی یا اور کچھ کہے یا عورت مرد ایک دوسرے کو گالیاں دیویں تو اس صورت میں نکاح باقی رہتا ہے یا فاسد ہو جاتا ہے ؟

جواب :۔ ان سب صورتوں میں نکاح نہیں ٹوٹتا مگر یہ فعل خود شنیع ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بیوی کو گھر سے نکل جانے کا حکم دینا

سوال :۔ جو شخص اپنی عورت کو چند بار کہہ دے کہ تو میرے گھر سے چلی جا اور دل میں یہ ہو کہ نہ جاوے بطور ڈرانے کے کہتا ہے اس لفظ سے اُس کے نکاح میں کچھ نقصان تو نہیں ہوتا ۔

جواب :۔ ایسی طرح کہنے سے نکاح میں کچھ نقصان نہیں ہوتا ہے۔ البتہ اگر طلاق کی نیت سے کہے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ فقط

عدّت کا بیان

عدت والی عورت کا باپ کی عیادت کو جانا

سوال :۔ عورت کو حالتِ عدت زوج میں اپنے والد کی عیادت کو جانا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ عیادت پدر کے واسطے خروج معتدہ کا گھر سے درست نہیں ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عدت والی عورت کا طاعون زدہ مقام سے نکلنا

سوال :۔ جس محلہ میں مع کنبہ کے میرا قیام ہے طاعون کی نہایت زیادتی ہے اموات کثیر ہوتی ہیں شہر کی آب و ہوا بہت خراب ہے اہل محلہ و ہمسایہ دیگر جگہ کو فرار ہو رہے ہیں میرے مکان میں ایک عدت والی عورت ہے اس مکان میں اُس کے خاوند نے انتقال کیا ہے جس میں وہ زمانہ عدت کاٹ رہی ہے دوسری جگہ جانے سے مجبور ہے نیز اُس کی وجہ سے دوسرے لوگ بھی غیر جگہ جانے سے اور مکان خالی کرنے سے جس میں اکثر چوہے مرے ہوئے نکلے ہیں مجبوراً لاچار ہیں ۔ لہٰذا اس صورت میں اپنے محلہ سے بخیال تبدیل آب و ہوا دوسری جگہ ایامِ طاعون میں بارادہ سکونت جاسکتے ہیں یا نہیں اور ایسی حالت وباء میں جہاں اندیشہ مال و جان ضائع ہونے کا ہو عدت والی بھی اُس مکان کو چھوڑ کر دیگر جگہ جاسکتی ہے یا نہیں ؟ بعض علماء وباء سے بھاگنے والے کو جہاد کے بھاگنے والے سے تشبیہ دیتے ہیں اور گنہگار مرتکب کبیرہ کا بتلاتے ہیں جواب باصواب عنایت فرمادیں ۔ بینوا توجروا ۔ مرسلہ خادم احقر الزمان عبدالعلیم خاں عفا اللہ عنہ مقیم الہ آباد۔ محلہ گیٹ گنج ۔ مکرر عرض ہے کہ آج کل مقدمات وغیرہ اکثر ہو رہے ہیں کوئی ورد شافی و کافی

رفع فساد کو بتلایا جاوے۔ زیادہ والسلام

جواب: اللہ تعالیٰ رحم فرماوے دست بدعا ہوں ورد حسبنا اللہ کی اجازت ہے جب بوجہ طاعون اہل محلہ باہر چلے جاویں یا دوسرے محلہ میں چلے جاویں تو عدت والی کو بھی جانا درست ہے اور ایسی جگہ سے لوگوں کو شہر سے دور چلا جانا یا دوسرے شہر میں جانا درست نہیں ہے البتہ اسی شہر کے آس پاس رہنا درست ہے یا دوسرے محلہ میں چلے جاویں تب بھی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بچّوں کی پرورش کا بیان

بچّوں کی پرورش کا حق کن کن کو حاصل ہے اور مدّت بلوغ کیا ہے؟

سوال:۔ حق حضانت[۱] یعنی استحقاق پرورش وتربیت اولاد صغیرہ والدین میں سے کس کو حاصل ہے اور درصورت[۲] طلاق دینے زوجہ کے کس کو حاصل ہے اور درصورت[۳] فوت ہونے زوج کے کس کو حاصل ہے اور درصورت[۴] فوت ہونے زوجین کے کس کو حاصل ہے اور یہ حق حضانت[۵] اولاد صغیرہ کس حد عمر تک حاصل ہے۔ اور مدت[۶] بلوغ لڑکی یا لڑکے کا کس مدت عمر تک ہے اور جو اس کی حد وعلامات ہیں تو کیا کیا علامات ہیں مفصل مدلل بمذہب حنفیہ ارقام فرماویں تاکہ ماجور ہوں عنداللہ مشکور ہوں عندالناس بمہر ودستخط مزین فرمایا جاوے۔

جواب: ۱ ماں کو فقط ۲، ۳ ماں کو جب تک وہ کسی ایسے شخص سے نکاح نہ کرلے جو اس بچہ سے ایسا علاقہ نہیں رکھتا جس سے پھر وہ ساقط ہو جاوے فقط ۴ ماں کے بعد نانی کو اور نانی کے بعد خالہ کو اور خالہ کے بعد بہن کو فقط ۵ آٹھ سال تک حاصل ہے فقط ۶ موافق مذہب مفتی بہ پندرہ سال کی عمر تک حد بلوغ لڑکا لڑکی ہے اور اگر اس سے پہلے انزال یا حمل ظاہر ہو جاوے تو اس پر حکم بلوغ دیا جاوے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ — الجواب صحیح عزیز الرحمٰن عفی عنہ دیوبندی — الجواب صحیح بندہ محمود عفی عنہ

رشید احمد ۱۳۰۱ — وتوکل علی العزیز الرحمٰن، مفتی مدرسہ عالیہ دیوبند — الٰہی عاقبت محمود گردان، مدرس اول مدرسہ عالیہ دیوبند

اولیاء اور کفو کا بیان

ماں کی ولایت نکاح

سوال:۔ ایک لڑکی کا نکاح باوجود موجود ہونے لڑکی کے چچا حقیقی کے والدہ لڑکی نے بلا اجازت واذن لڑکی و چچا کے باہمی عداوت کی وجہ سے نکاح کر دیا اور نہ لڑکی راضی ہے تو اس صورت میں شرعاً نکاح صحیح اور جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر کوئی ولی عصبہ نہ ہو تو ولایت دختر نابالغہ کی اس کی ماں کو ہوتی ہے اگر وہ راضی نہیں ہے تو اس کے

رد کرنے سے نکاح رد ہو جائے گا اور اگر اور کوئی عصبہ موجود ہو تو وہ رد کر سکتا ہے اس کی رو سے نکاح رد ہو جاویگا اور اگر لڑکی بالغہ ہے تو وہ خود رد کر سکتی ہے بغیر اس کی اذن و رضا کے نکاح نہیں ہو سکتا۔ پس جب وہ بروقت پہنچنے خبر نکاح کے کہہ دے کہ میں نے اس کو رد کیا اور میں راضی نہیں ہوں تو اس سے نکاح رد ہو جاتا ہے۔ فقط

چچا کی ولایت نکاح

سوال :۔ ایک لڑکی صغیرہ بعمر تقریباً آٹھ ماہ اس کی والدہ نے مرض موت میں اس کے چچا حقیقی کی کفالت و ولایت میں دیدیا بایں صورت کہ تم اُس کے مالک پرورش کنندہ ہو کل اختیارات تم کو حاصل ہیں حالانکہ یہ خود بھی لاولد ہیں اس وجہ سے ان کو بھی لڑکی کے کفیل بننے کی معہ اپنی زوجہ کے خواہش دامن گیر تھی اور والدہ لڑکی کی بھی جانتی تھی کہ اس کے چچا سے تکمیل کفالت پوری ہو گی اور پدر لڑکی بھی معاملہ مذکورہ سے راضی تھا اور صراحۃً اپنی رضا ظاہر کی۔ بعد ازاں جب کبھی پدر لڑکی سے تذکرہ معاملہ مذکور کا کوئی کرتا تو یہ کہا جاتا تھا کہ لڑکی اس کے چچا کی ہی ہے اسی کی پرورش میں ہے اُس کے نکاح وغیرہ کا بھی اختیار اسی کو حاصل ہے اور درحقیقت ایسا ہی معاملہ واقع ہے کہ لڑکی اپنے پدر کو پدر بھی نہیں پہچانتی۔ ماں اور باپ چچا اور چچی کو ہی جانتی ہے کیونکہ ہمیشہ سے اس کے کفیل نان و نفقہ اور ہر طرح سے خبر گیری اور پرورش میں شفقت سے رکھتے ہیں اور تعلیم دین و پابند صوم و صلوٰۃ سے آراستہ رکھتے ہیں اور کبھی پدر کو کچھ تعلق کسی قسم کا لڑکی سے نہیں ہوا۔ اب بعمر تقریباً گیارہ سال کے تجویز نکاح معہ رائے پدر لڑکی اپنے کفو میں کی گئی۔ مگر فی الحال بوجہ کسی امر دنیوی آپس میں بھائیوں کے نزاع واقع ہو گئی۔ بایں وجہ پدر لڑکی یہ کہتا ہے کہ لڑکی کو میں لے لوں گا اور نکاح اس کا خود کروں گا تم سے کچھ واسطہ نہیں رکھتا ہوں اور یہ امر بھی ظاہر ہے کہ جگہ تجویز نکاح میں پدر کی رضامندی رہی صرف بوجہ تنازعہ بھائیوں کے یہ امر واقع ہوا اور لڑکی بھی ہرگز کسی نوع یہ امر قبول نہیں کرتی کہ میں پدر کے یہاں جاؤں کیونکہ جو معاملہ چچا سے واقع ہے وہ پدر سے واقع نہیں۔ لہٰذا ایسی صورت میں کہ ولایت و کفالت لڑکی کا استحقاق چچا کو حاصل ہے تو نکاح بولایت چچا بھی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ مدلل بقواعد شرعیہ ارقام فرمایا جاوے۔

جواب :۔ باپ کے موجود ہوتے چچا کو ولایت نکاح اس لڑکی کی نہیں پہنچتی ہے۔ باپ کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے لڑکی کا نکاح کرے فقط۔ اور چچا کو باپ کی اجازت سے ولایت و اختیار نکاح ہو سکتا ہے۔ جب اس کی طرف سے اجازت نہیں رہی تو چچا کو اختیار بھی نہیں رہا۔ قال فی البحر الرائق تحت قوله و للولی انکاح الصغیر والصغیرۃ والولی العصبة بترتیب الارث - افاد بقوله بترتیب الارث ان الاحق الابن وابنه وان سفل الی ان قال ثم الاب ثم الجد ابوه ثم الاخ الشقیق ثم الاخ[1] الخ - فقط واللہ تعالیٰ اعلم -

---

[1] بحرالرائق میں اس قول" اور ولی کو چھوٹے لڑکے اور چھوٹی لڑکی کے نکاح کرانے کا حق ہے اور ولی وراثت کی ترتیب سے عصبہ ہو جاتا ہے"۔ میں وراثت کی ترتیب کے قول سے یہ واضح کیا کہ سب سے زیادہ حق دار ولایت کا بیٹا ہے پھر پوتا جہاں تک نیچے جائے یہاں تک کہ کہا پھر باپ پھر دادا پھر سگا بھائی پھر باپ ۔الخ

دادا کی ولایت نکاح

سوال :۔ ایک شخص مرگیا اُس نے اپنے بچوں اور عورت کو چھوڑا اور اس کا چچا اور دادا ہے ولی اُن بچوں کا دونوں میں سے کون ہے ؟

جواب :۔ ولایت نکاح بچگان مثلاً دادا کو ہے چچا کو نہیں ہے اور حق حضانۃ سات سال تک زوجہ کو ہے جو والدہ بچگان کی ہے ۔

غیر کفو میں نکاح ہو تو فسخ کا مسئلہ

سوال :۔ زید ایک شخص اجنبی کے مکان پر رہتا تھا عمرو نے وارثانِ ہندہ کو بہکا کر اور دھوکہ دے کر زید کا نسب سید بتلایا اور نکاح کرا دیا۔ بعد چند مدت کے معلوم ہوا کہ زید سید نہیں ہے بلکہ نور باف ہے۔ اب وارثانِ ہندہ کو شرم و حیا معلوم ہوتی ہے کہ بہت اہانت ہے کیونکہ سید اور نور باف کا نکاح ہونا نہایت عار کی بات ہے۔ لہٰذا شرع شریف کے مطابق وارثانِ ہندہ کو فسخ کرنا فی زماننا جائز ہے یا نہیں ؟ دیگر زید بعد ظاہر ہونے کفو کے وہاں سے چلا گیا۔ وقت رخصت زوجہ سے کہا کہ میں اس گھر میں و نیز قریہ میں تاحیات نہیں آؤں گا اور قسم بھی کھائی اور بعد کو ایک خط بھی اسی مضمون سے لکھا۔ اب اس کا کیا حکم ہے ؟

جواب :۔ صورت مذکورہ میں ہندہ کو اور اولیاء ہندہ کو اختیار فسخ کا ہے۔ کما فی العالمگیریۃ و لو انتسب الزوج لہا نسبًا غیر نسبہ فان ظہر دونہ وھو لیس بکفو فحق الفسخ ثابتٌ للکل و ان کان کفوا فحق الفسخ لہا دون الاولیاء۔ انتہٰی[۱] و فی الدر المختار فلو انکحت رجلا و لم تعلم حالہ فاذا ھو عبد لاخیار لہا بل للاولیاء و لو زوجوہا برضاہا و لم یعلموا بعدم الکفاءۃ ثم علموا لاخیار لاحد الا اذا اشترطوا الکفاءۃ او اخبرھم بہا وقت العقد فزوجوہا علی ذلک ثم ظہر انہ غیر کفو کان لہم الخیار[۲]

اور زید کا قسم کھانا مستلزم ایلاء کا نہیں۔ کما فی الدر المختار او قال وھو بالبصرۃ واللہ لا ادخل مکۃ وھی

---

[۱] عالمگیریہ میں ہے کہ اگر شوہر نے اپنا نسب اپنی بیوی کے سامنے اپنے نسب کے علاوہ بتایا تو اگر اس سے کم نکلا اور کفو نہیں ہے فسخ کا حق سب کو حاصل رہے گا اور اگر کفو نکلا تو فسخ کا اختیار صرف عورت کو ہے نہ کہ اولیاء کو ۔

[۲] اور درمختار میں ہے اگر اس عورت نے کسی مرد سے نکاح کر لیا اور وہ اس کا حال نہیں جانتی تھی پھر وہ غلام نکلا تو اب اس عورت کو اختیار باقی نہیں رہا بلکہ اولیاء کو اختیار ہے اور اگر خود اولیاء نے اس عورت کی رضامندی سے نکاح کیا اور وہ لوگ اسکو نہیں جانتے تھے کہ وہ کفو نہیں ہے پھر ان کو یہ بات معلوم ہو گئی تو پھر کسی کو بھی اختیار نہیں رہا الا ایں کہ انہوں نے اس کی شرط کر لی ہو یا اس غلام نے ان لوگوں کو عقد کے وقت اس کی خبر دی تھی کہ وہ کفو ہے اور انہوں نے اس بات پر کہ وہ کفو ہے اس عورت کا اس سے نکاح کر دیا تھا پھر ظاہر ہوا کہ وہ کفو نہیں ہے تو ان کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہے ۔

بهالایکون مولیالانہ یمکنہ ان یخرجہامنہا فیطاھا انتہیٰ[1] اور اس زمانہ میں اگرچہ قاضی نہیں ہے جب بھی شہر کے مفتی سے حکم لے کر فسخ کر سکتا ہے کیونکہ قائم مقام قاضی کا مفتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد عبدالرحمٰن برسانی تحقیقہ بعضہم وھو مندرج فی الذیل[2] ایضاً

صورت مستفسرہ میں وہ سرے سے خود ہی نہ ہوا سائل منظہر کہ ہندہ بالغہ ہے اور روایت مفتی بہا پر ولی والی عورت کے لئے کفاءت شرط نکاح ہے یا ولی اقرب پیش از عقد عدم کفاءت پر اپنی رضا ظاہر کر دے۔ بعد عقد راضی ہونا بھی نفع نہیں دیتا۔ ردالمحتار یفتی فی غیر الکفو بعدم جواز اصلا وھو المختار للفتوے وفی ردالمحتار ھذا اذا کان لہا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضی بعدہ بحر[3]

یہاں جبکہ وہ کفو نہیں اور ولی کو دھوکا دیا گیا دونوں امر سے کچھ متحقق نہیں ہوا تو نکاح باطل محض رہا بعد ظہور حال زید کے قسم و تحریر سب مہمل ہے جس پر ہندہ کے لئے کوئی مرتب نہیں ہو سکتا۔

عبدالمذنب احمد رضا البریلوی
کتبہ ﷺ
عفی عنہ بمحمدن المصطفےٰ النبی الامی
صلی اللہ علیہ وسلم

نتنازعوا بینہم فرجوا الی علمائنا خصوصًا الی شیخنا الاجل امام الفقہاء فی عصرہ المولانا رشید احمد سلمہ اللہ تعالیٰ فاجاب باحسن التفصیل وھو ھذا[4]۔

صورت مندرجہ مسئلہ ہذا میں اولیاء کو حق فسخ نکاح کا ہے اور وہ کسی حاکم یا قاضی مسلمان سے رجوع کریں کہ وہ فسخ کرے مفتی کو حنفیہ کے نزدیک بغیر تحکیم طرفین اختیار فسخ نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الاحقر بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

الجواب صحیح محمد منفعت علی الجواب صحیح بندہ محمود عفی عنہ

جواب مجیب اول صحیح ہے اولیاء کو اختیار فسخ نکاح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عزیز الرحمٰن عفی عنہ دیوبندی

وتوکل علی العزیز الرحمٰن

الٰہی عاقبت محمود گرداں

مدرس اول مدرسہ عالیہ عربیہ دیوبند

---

[1] درمختار میں ہے یا اس نے بصرہ میں کہا کہ خدا کی قسم میں مکہ میں داخل نہ ہوں گا اور وہ عورت مکہ میں ہو تو اس کو ایلاء نہ کہا جائے گا کیونکہ اس سے ممکن ہے کہ وہ اس عورت کو وہاں سے نکال کر اس سے صحبت کرے۔

[2] بعضوں نے اس کے اوپر کچھ لکھا ہے اور وہ درج ذیل ہے۔

[3] ردمحتار میں ہے کہ غیر کفو میں تو بالکل عدم جواز کا فتویٰ دیا جائے گا اور بحر میں ہے کہ یہ جب ہے کہ اس کا ولی ہو اور وہ قبل عقد کے اس سے راضی نہ تھا تو اس کے بعد رضامندی سے کوئی فائدہ نہیں (بحر)

[4] انہوں نے اس میں جھگڑا کیا اور ہمارے علماء کے پاس رجوع کیا خصوصًا محترم شیخ اور اپنے زمانہ کے امام الفقہاء رشید احمد سلمہ اللہ کی طرف اور انہوں نے عمدہ تفصیل سے جواب لکھا جو درج ذیل ہے۔

وہ عورتیں جن سے نکاح حرام ہے ان کا بیان

اگر لڑکا اپنے باپ پر اپنی بیوی سے زنا کی تہمت لگائے

سوال :- زید نے اپنی زوجہ کی بابت اپنے والد سے تہمت زنا کی لگائی اور ہر کس و ناکس حتیٰ کہ عدالت کے روبرو یہی بیان کیا۔ اب اوپر والے اس سے سخت پریشان ہیں اور حکم شارع کے جویاں کہ ایسی حالت میں آیا حرمت باعث تفریق بین الزوجین واقع ہے یا نہیں؟ ہر چند کہ عرصہ چار پانچ سال سے یہ امر واقع ہو رہا ہے۔ لیکن اب نوبت یہاں تک پہنچی کہ زید آمادہ اپنے والد اور اپنی زوجہ کے ہلاک کر دینے کا ہے۔ امیدوار ہوں کہ ایسی کوئی وجہ تصفیہ ارقام فرمادیں کہ رفع فساد ہو خاص جامع مسجد میں مجمع عام اپنے والد پر حملہ کیا۔ بینوا توجروا

جواب :- زید کی زوجہ فقط اس قول تہمت سے جدا نہیں ہوئی لیکن اگر زید یہ لفظ کہہ دے کہ میں نے جُدا کیا یا کوئی اور اس قسم کا کلمہ کہہ دیوے تو اُس وقت جدا ہو جاوے گی اور پھر عدت کرائی جاوے گی اور یہ قول اگرچہ غلط ہو مگر جب خود زوج اس کا اقرار کرتا ہے تو حرمت اُس عورت کی اُس شخص پر ہو گئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اگر عورت اپنے خسر پر زنا کے ارادہ کی تہمت لگائے

سوال :- مسئلہ :- ایک شخص نے بہ نیت حرام اپنے لڑکے کی زوجہ کا از راہ زبردستی کمر بند توڑ دیا مگر وہ عورت قابو میں نہ آئی اور حرام سے بچ گئی اور وہ شخص انکار کرتا ہے کہ میں نے ایسا نہیں کیا اور عورت از روئے قسم کے کہتی ہے اور وہ عورت نیک بخت ہے اور کوئی گواہ شاہد اُن کا نہیں ہے۔ اس صورت میں وہ عورت اُس کے لڑکے پر حرام ہو گئی یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ وہ حرام ہو گئی۔

جواب :- صرف عورت کے کہنے سے حرمت مصاہرت ثابت نہ ہو گی۔ فقط

غائب شخص کی بیوی کے مسائل

اگر کسی عورت کا شوہر لاپتہ ہو جائے

سوال :- ایک عورت کا خاوند عرصہ بیس اکیس سال سے مفقود الخبر ہے اور نکاح ثانی ایسی کا اسی صورت پر کسی شخص نے کرا دیا تو جائز ہے یا نہیں اور جو حمل ہے اُس کا کیا حکم ہے؟ فقط

جواب :- اس صورت میں جبکہ شوہر کو مفقود ہوئے بیس سال سے زائد ہو گئے ہیں تو اُس کا نکاح دوسرے شخص سے حسب مذہب امام مالک جس پر حنفیہ نے بھی بوجہ ضرورت فتویٰ دیدیا ہے درست ہو گیا اور اولاد جو اس شوہر دوم سے ہوئی ہے اس کا نسب ثابت ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ بندہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی

رشید احمد ۱۳۰۱

زوجہ حنفیۃ المذہب کو موافق قول امام مالکؒ کے بعد گزرنے چار برس کے چار مہینے دس دن عدت گزار کر نکاح بلاریب درست ہے۔ کیونکہ قول امام مالکؒ کا مستند ہے۔ قول خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین[1]۔ حنفیہ کے نزدیک بھی مسلم ہے قال فی الموطاء امام مالکؒ عن یحیی بن سعید بن سعید بن المسیب ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال ایما امراۃ فقدت زوجھا فلم یدر این فانھا تنتظر اربع سنین ثم تعتد اربعۃ اشھر وعشر ثم تحل[2] اور یہی مذہب حضرت عثمان وعبد اللہ بن عباس وغیرہ رضی اللہ عنہم کا ہے۔ چنانچہ فتح الباری اور تلخیص امام رافعی وغیرہ میں بوجہ بسط و تفصیل مذکور ہے۔ اسی نظر سے جامع الرموز شرح مختصر وقایہ اور طحطاوی اور ردالمحتار حواشی اور درمختار اور فتاوی حسب المفتیین وغیرہ حنفی مذہب میں بھی بروقت ضرورت کے دوسرے نکاح کرنے کا اذن مفقود کے واسطے فتویٰ دیا ہے اور قول امام مالکؒ معمول بہ لکھا ہے۔

قال فی حسب المفتیین قول مالکؒ معمول بہ فی ھذہ المسئلۃ وھو احد قولی الشافعی رحمہ اللہ ولو افتی الحنفی بذلک یجوز فتواہ لان عمر رضی اللہ عنہ قضی ھکذا فی الذی استوتہ الجن بالمدینۃ وکفی بہ اماما ولانہ منع حقھا بالغیبۃ فی سنۃ عملا بالشبھین انتھی کلامہ لو افتی بہ فی موضع الضرورۃ ینبغی ان لا باس بہ کذا فی الطحطاوی ورد المحتار وخزانۃ العلماء وغیرہ واللہ اعلم بالصواب[3]۔

الراقم العاجز محمد نذیر حسین عفی عنہ - قد صح الجواب واللہ اعلم بالصواب

حررہ محمد عبد الرؤف البہاری

محمد سید نذیر حسین ۱۲۸۱	ابو محمد عبد الحق ۱۳۰۵

منصور الرحمٰن ۱۲۸۲	محمد نجیب خاں	محمد عبد السلام سید غفرلہ ۱۲۹۹	ابو محمد عبد الوہاب رسول الاداب خادم شریعت

---

[1] تم پر میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت لازمی ہے۔

[2] موطا امام مالک میں یحییٰ بن سعید، سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا ہے کہ جس عورت کا شوہر گم ہو جائے اور اس کو معلوم نہ ہو کہ وہ کہاں ہے تو وہ چار سال تک انتظار کرے پھر چار مہینے اور دس دن عدت گزارے پھر حلال ہو جائے۔

[3] حسب المفتیین میں ہے کہ اس مسئلہ میں امام مالکؒ کا قول معمول بہ ہے اور یہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک قول ہے اور اگر حنفی نے یہ فتویٰ دے دیا تو بھی جائز ہے اس لئے کہ حضرت عمرؓ نے اس کے بارے میں یہ فیصلہ کیا تھا جس کو جنات نے مدینہ میں برابر کر دیا تھا اور اس کے لئے امام کا فیصلہ کافی ہے اور اس لئے کہ اس نے اپنے غیاب سے عورت کے حق کو ادا نہ کیا تو قاضی اس مدت کے گزرنے پر دونوں میں تفریق کرا دیگا عدت میں ایلاء کا اعتبار کر کے اور غیبت کا سال میں اعتبار کر کے دونوں شبہوں پر عمل کرتے ہوئے ان کا کلام ختم ہوا اور اگر کسی ضرورت پر اس کا فتویٰ دیدیا تو چاہیئے کہ اس میں حرج نہ سمجھا جاوے طحطاوی اور ردالمحتار اور خزانۃ العلماء وغیرہ میں اسی طرح ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

جواب ہذا صحیح ہے حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ   جواب صحیح ہے ابو علی محمد عبد الرحمٰن الاعظم گڑھی المبارک فوری

ابو علی محمد عبد الرحمٰن

المجیب مصیب
محمد حسین خاں خورجوی

حفیظ اللہ بس حسبنا اللہ

قد اصاب من اجاب حررہ ابو محمد عبد اللہ ذقیر اللہ المتوطن ضلع شاہ پور

الجواب صحیح نمقہ لیسں الرحیم آبادی ثم العظیم آبادی

محمد الیاس

محمد تلطف حسین
رسول الثقلین ۱۲۹۲
خادم شریعت

الجواب صحیح
محمد طاہر
سلہٹی

ہذا الجواب صحیح والمجیب نجیح
محمد عبد القادر
۱۲۸۹

خادم عباد اللہ الجلیل
احقر محمد اسمٰعیل

ھو المصوب۔ عند الضرورت حنفیہ کے نزدیک تقلید مذہب غیر کی درست ہے اور اس مسئلہ میں بھی حنفیہ تصریح کرتے ہیں۔ چنانچہ جامع الرموز میں قال مالکؒ والاوزاعی الی اربع سنین فینکحہ عرسہ بعدھا کما فی النظم فلو افتی بہ فی موضع الضرورۃ ینبغی ان لاباس بہ علی ما اظن[۱]۔

اور رد المحتار حاشیہ در المختار میں ہے۔ ذکر ابن دھبان فی منظومۃ انہ لو افتی بقول مالکؒ فی موضع الضرورۃ یجوز[۲] انتھی واللہ اعلم حررہ عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

فی الواقع جوابات مذکورہ صحیح ہیں کہ عمل کرنا مذہب غیر پر مواقع ضروریہ میں حسب تصریحات فقہاء احناف بلاشبہ ثابت و جائز و معمول بہا ہے۔ کما فی الشرح الاسبیجابی ناقلا عن جامع الفتاوی افتی علماء نا وعلماء العراق وماوراء النھر علی مذھب الشافعی ومالکؒ رضی اللہ عنھم فی سبعۃ مسائل فی تکبیرات العیدین وفی الزوال فی الظھر والعصر وفی التسمیۃ علی رؤس کل سورۃ فی الصلوٰۃ وفی البلوغ خمسۃ عشر سنۃ وفی حکم تفریق امراۃ الغائب باربع سنین وفی حکم النظر واللمس للمولی کما فی المعیار[۳]۔
اور جناب رئیس المحققین حجۃ من حجج اللہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسوی شرح المؤطا میں بہ بسط اس کو ارقام فرمایا ہے اور ان کے خلف الصدق شیخ الھند مولانا شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بجواب سوالات

---

[۱] مالک و اوزاعیؒ نے چار سال کی مدت قرار دی ہے کہ اس کے بعد اس کی بیوی نکاح کرے جیسا کہ نظم میں لکھا ہے تو اگر کسی نے ضرورت کی جگہ میں اس کا فتویٰ دیدیا تو میرا گمان یہ ہے کہ اس کے متعلق یہ فیصلہ ہونا چاہیئے کہ اس میں کچھ حرج نہیں۔
[۲] ابن دہبان نے منظومہ میں لکھا ہے کہ اگر اس نے ضرورت کے موقع پر فتویٰ دیدیا امام مالکؒ کے قول پر تو جائز ہے۔
[۳] شرح اسبیجابی میں جامع الفتاویٰ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہمارے علماء اور علماء عراق و ماوراء النھر نے سات مسائل میں مذہب شافعی و مالک پر فتویٰ دیا ہے تکبیرات عیدین زوال ظہر و عصر کے اوقات۔ نماز میں ہر سورہ کی ابتدا میں بسم اللہ پڑھے۔ پندرہ سال کی عمر میں بالغ ہونے اور چار سال کے بعد غائب کی بیوی کے تفریق کرنے اور مولی کو اپنی لونڈی کے دیکھنے اور چھونے کے معاملہ میں جیسا کہ معیار میں ہے۔

بخارا شرائط جواز تقلید مذہب غیر میں مسئلہ مذکور کو بنقل عبارات جامع الرموز کے ارقام فرمایا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ حررہ ابو الجمیل محمد خلیل عفی لہ اللہ الجلیل۔

غفرلہ اللہ الجلیل ابو الجمیل محمد خلیل

جواب:۔ جو کوئی حادثہ مہلکہ میں گم ہوا وہ بھی مفقود اصطلاحی فقہاء میں داخل ہے۔ چنانچہ وہ عبارت ردمحتار جس سے مجیب نے اور اس پر اعتماد کیا خود وہ بھی ایسے شخص کو مفقود میں ہی شمار کرتا ہے۔ لہٰذا یہ فرمانا مجیب کا کہ یہ مفقود حادثہ مہلکہ مفقود اصطلاحی نہیں درست نہیں بلکہ مفقود میں داخل ہے اور مفقود حادثہ مہلکہ میں اور مفقود غیر حادثہ مہلکہ میں کچھ فرق نہیں۔ باقی یہ بات کہ مفقود پر کس وقت حکم موت کا لگایا جاوے تو وہ مختلف فیہ فقہاء کا ہے کسی نے موت اقران ہی پر اعتماد فرمایا اور یہ ہی ظاہر روایت ہے۔ اور کسی نے رائے امام کے سپرد کیا کہ جب اس کو غلبہ ظن موت اُس مفقود کا ہو جاوے حکم موت دیوے اور یہ مختار زیلعی کا ہے۔ صاحب ردمحتار اس رائے کو بھی ظاہر روایت میں داخل کرتا ہے کیونکہ اعتبار موت اقران میں بھی غلبۂ ظن موت مفقود ہے اور یہ روایت جامع الفتاوی کی جس کو مجیب صاحب نے نقل کیا وہ بھی رائے بعض فقہاء کی ہے اور اس رائے کو بھی صاحب ردمحتار نے زیلعی کے قول پر کیا ہے تو حاصل یہ ہوا کہ ایسے مفقود کے باب میں بعد مضی ایسی مدت کے کہ ظن غالب موت کا ہو جائے حسب مختار زیلعی اگر حکم موت اس مفقود کا کیا جاوے تو درست ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوا کہ حسب آراء دیگر فقہاء یہاں بھی وہی اختلاف ہوگا۔

الحاصل ایسے مفقود کو اصطلاحی مفقود میں فقہاء نے داخل رکھا ہے اور اس کی کہ ایسا مفقود مفقود اصطلاحی ہے تو حکم موت اس پر دینا حسب رائے زیلعی مضائقہ نہیں کہ وہ بھی ایک رائے مفتی بہا مشائخ ہے خصوصاً اس زمانہ میں کہ احتمال فساد غالب لہٰذا در باب نکاح زن مفقود اس روایت پر فتویٰ دیا جاوے تو بہتر ہے۔ الغرض یہ لوگ مفقود اصطلاحی فقہاء میں اور بعد مضی اس مدت کے کہ ظن غالب ان لوگوں کی موت کا ہو جاوے ان پر حکم موت کا دینا درست ہے اور پھر بعد عدت کے نکاح کرنا ان کی عورتوں کو بھی جائز ہے اور پھر اگر کوئی ان میں سے آجاوے تو اپنی عورت و مال باقی کو لے سکتا ہے اور روایات ان امور کے مجیب صاحب نے خود لکھے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

خرید وفروخت کے مسائل

غلّہ کی تجارت کا حکم

سوال :۔ کیا تجارت غلّہ کی حرام ہے ۔ زید کہتا ہے کہ عموماً حرام ہے کیونکہ احتکار ہے اور احتکار حرام ہے ۔ آیا قول صحیح ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ احتکار کی حرمت اس وقت ہے کہ عوام کو ضرر پہنچاوے یا بدنیتی سے اپنے نفع کو عوام کے ضرر کا امیدوار ہو کر گرانی کا انتظار کرے ۔ فقط ورنہ درصورت دونوں امر کے نہ ہونے کے گناہ نہیں ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چڑھاوے کے جانور

سوال :۔ جو جانور قبروں پر یا تھان یا نشان جھنڈے پر چڑھائے جاتے ہیں مجاور یا کوئی اور ان کو پکڑ کر اگر بیع کرے تو اُن کا خرید نا حلال ہے یا حرام اور خود چڑھانے والے کچھ تعرض بھی نہیں کرتے خواہ کوئی لے جائے اور اس قسم کے جانور بحیرہ وسائبہ میں داخل ہیں یا نہیں اور بحیرہ وسائبہ حلال ہیں یا حرام ؟ مفصل ارقام فرمائیں ۔

جواب :۔ جو جانور مالک نے کسی بُت یا تھان و قبر کے نام پر چھوڑا وہ ملک چھوڑنے والے سے نہیں نکلتا پھر اس کو اگر کوئی پکڑ کر بیع کر دیوے اور مالک منع نہ کرے اس کا خرید نا مباح ہے اور وہ حلال ہے اور جانور مجاور کو قبض کرا دیا اور تملیک مجاور کی کر دی وہ حرام ہے اس کو خرید نا نہ چاہیئے کہ وہ معصیت کی نیت سے مجاور کے پاس آیا ہے اُس میں بسبب معصیت کے حُرمت عقد ہبہ کی ہوگئی ہے اور بحیرہ وسائبہ کا وہی حکم ہے جو اوپر کی شق میں لکھا گیا ہے کیونکہ بحیرہ وغیرہ کا کوئی مالک نہیں کیا جاتا بلکہ بُت کے نام چھوڑ دیتے ہیں ۔ فقط

نوٹ کی خرید و فروخت

سوال :۔ نوٹ کی خرید وفروخت کمی یا زیادتی پر جائز ہے یا نہیں ؟ بالتفصیل ارقام فرماویں ۔

جواب :۔ نوٹ کی خرید و فروخت برابر قیمت پر بھی درست نہیں مگر اس میں حیلہ حوالہ ہو سکتا ہے اور بحیلہ عقد حوالہ کے جائز ہے مگر کم زیادہ پر بیع کرنا ربوا اور ناجائز ہے ۔ فقط

مندر اور قبر کا چڑھاوا خرید نا

سوال :۔ مندر کا چڑھاوا اس کے پجاری سے خرید کرنا اور قبر کا چڑھاوا مجاوروں سے خرید کرنا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ مندر کی چڑھی ہوئی شئے خرید نا حرام ہے ایسے ہی قبر کی چڑھی ہوئی ۔ فقط ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

چڑھاوے کے جانور کا بیچنا

سوال :۔ نذر لغیر اللہ یعنی مرغا بکرا وغیرہ کہ جو کسی تھان یا کسی قبر یا نشان یا جھنڈے وغیرہ پر چڑھایا گیا ہو اگر وہاں کے خادم مجاور وغیرہ کسی کے ہاتھ بیع کریں تو اس کا خریدنا اور صَرف میں لانا جائز ہے یا نہیں۔ درصورت علم یا بلا علم کے ارقام فرمادیں۔

جواب :۔ جو مرغ و بکرا و کھانا کفار اپنے معابد پر چڑھاتے ہیں اور کافر مجاور لیتا ہے تو اس کا خریدنا درست ہے کہ کافر مالک ہو جاتا ہے اور جو مسلمان مجاور ایسی چیز لیتا ہے وہ مالک نہیں ہوتا اس کا خریدنا درست نہیں اور یہ سب جواب اس حالت میں ہے کہ علم ہو اس کے چڑھاوا ہونے کا اور بدوں علم کے تو مباح ہوتا ہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تمباکو خوردنی و نوشیدنی کی تجارت

سوال :۔ تمباکو خوردنی اور نوشیدنی کی تجارت کیسی ہے ؟

جواب :۔ جائز ہے مگر اولیٰ نہیں ہے۔ فقط

بدعتیوں کی کتابوں کی تجارت

سوال :۔ کتب غیر مذہب و مبتدعین وغیرہ کی تجارت وطبع و اشاعت کرنا کہ اس میں ابطال مذہب حق اور تائید مذہب باطلہ ہوتی ہے۔ منع و ناجائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ ایسی کتب کی تجارت حرام ہے کہ وہ خود معصیت کی اشاعت اور اسلام کی توہین ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مردار جانور کی ہڈی کی تجارت

سوال :۔ فی زمانہ جو مردار وغیرہ کی ہڈیاں زمین پر پڑی ہوتی ہیں اُن کو چُن کر خرید و فروخت کرتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں ؟ کچھ خشک و تر کا فرق نہیں ہے اس میں کلاب اور خنازیر کی بھی ہڈیاں ہوتی ہیں۔

جواب :۔ مردار جانور کی ہڈی جب خشک ہو جائے بیع اس کی درست ہے سوائے آدمی اور خنزیر کے اور تر ہڈی مردار کی بیع درست نہیں اور مذبوح کی تر بھی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شربت خشخاش کا بیچنا

سوال :۔ شربت خشخاش پینا جائز ہے یا نہیں ؟ اور اس کا فروخت کرنا کیسا ہے ؟ اس شربت میں دانہ خشخاش اور پوست خشخاش پڑتا ہے۔ فقط

جواب :۔ شربت خشخاش کا پینا اور فروخت کرنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

زمین مزروعہ مشترکہ شرکاء میں اپنی ملک فروخت کرنا

سوال :۔ زید کا مملوکہ مقبوضہ ایک قطعہ اراضی مزروعہ مشترکہ شرکاء دیگر ہے کہ جس کو اصطلاح اہل ہنود دیہات

بن مالک کہتے ہیں۔ زید نے اپنی زوجہ سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ ملک پانصد روپیہ کو مثلاً فروخت کی اور زرِ ثمن اس کا اہتمام وکمال تجھ کو بخش دیا۔ زوجہ نے کہا کہ میں نے قبول کیا۔ اندریں صورت شرعًا کیا حکم ہے۔ آیا یہ بیع صحیح ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

جواب:۔ یہ بیع صحیح اور وہ زمین ملک زوجہ ہوگئی اور قیمت اُس کی ذمہ زوجہ سے ساقط ہوگئی۔ فقط

حشرات الارض فروخت کرنا

سوال:۔ حشرات الارض اگر بے قیمت نہ ملے دوائی کے لئے خرید نا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جائز للضرورة درمختار[1] واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

بغیر قبضہ کے جائداد کو فروخت کرنا

سوال:۔ اس وقت ایسا رواج ہو رہا ہے کہ قانونًا یا شرعًا اگر کچھ حق اپنا کسی کی جائداد سے ملنا اور ممکن الحصول سمجھتے ہیں تو اس کو بیع کر دیتے ہیں اور مشتری مول لے کر مقدمہ لڑاتا ہے، یہ بیع شرعًا صحیح ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر کسی کا حق کسی ملک میں ہو اور وہ اُس کو بلا قبضہ کے بیچ ڈالے تو یہ بیع درست ہے۔ فقط

تصویر دار برتن کی فروخت

سوال:۔ تصویر دار بکس وڈبہ وغیرہ کے اندر جو اشیاء فروخت ہوتی ہیں کہ خریدار اور فروخت کنندہ کو مقصود تصویر نہیں ہوتا بلکہ مجبورًا مادہ کہ تصویر دار لینا پڑتا ہے لہٰذا یہ خرید وفروخت درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر ڈبیہ پر تصویر ہو اور اصل مقصود وہ شئے ہے نہ ڈبیہ تو اس بیع میں مضائقہ نہیں ہے اور اگر بالفرض ڈبیہ بھی مقصود ہو تو اُس پر جو تصویر ہے وہ مقصود نہیں ہے اس لئے اس کی بیع میں مضائقہ نہیں ہے۔ فقط والسّلام۔

امام باڑہ کی تعمیر کے لئے سامان بیچنا

سوال:۔ ایک امام باڑہ بنتا ہے ایک شخص نے اپنا سامان یعنی کڑی وغیرہ واسطے تیاری امام باڑہ کے مالک امام باڑہ کے ہاتھ فروخت کر دی۔ زید کہتا ہے کہ یہ شخص جس نے اپنی کڑی امام باڑہ کے واسطے فروخت کر دی بڑا گنہگار ہُوا یہ کہنا زید کا صحیح ہے یا غلط؟

جواب:۔ اگر کوئی امام باڑہ کے بنانے کو کڑی خرید کرے تو اس کے ہاتھ کڑی کا بیع کرنا امام صاحب کے نزدیک درست ہے کہ مکان بنانے سے گناہ نہیں ہوتا بلکہ گناہ دوسرا فعل ہے۔ مگر بہتر ہے کہ اعانت نہ کرے۔ فقط

حرام مال والے کے ہاتھ چیز بیچنا

سوال:۔ مال حرام مثلاً بذریعہ سود وزنا ولہو تماشا ڈھول تاشا وتجارت ممنوعات شراب وتصویر وغیرہ سے

---

[1] ضرورت کے لئے جائز ہے۔

حاصل کیا ہو ایسے مال کے عوض بیع کرنا اور مشتری کو اس مال کا لینا حرام ہے یا حلال ؟

جواب :- جس کا مال حرام ہے اُس کے ہاتھ اگر اپنا حلال مال بیع کرے گا تو ثمن حرام ہی رہے گا۔ حلال نہیں ہو جائے گا۔ حرام شے ہر جگہ حرام ہی رہتی ہے البتہ مالک کے پاس اگر پہنچ جاوے تو حلال ہو جاوے گی کہ وہاں اول بھی حلال تھی۔ پھر وہاں جاکر بھی حلال ہو جاوے گی کہ وجہ حرمت کی رفع ہو گئی ورنہ جہاں تک وہ پہنچے گی حرام ہی رہے گی۔ جب تک مزیل حرمت اس کا نہ ہو جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حرام کمائی والوں کو کوئی چیز بیچنا

سوال :- مراثی یا طوائف کہ پیشہ حرام سے کماتے ہیں اُن سے معاملہ بیع وشرا حلال ہے یا حرام یا مکروہ وغیرہ اور مکان اُن کو کرایہ پر دے دینا کیا حکم رکھتا ہے ؟

جواب :- حرام والے کے مال سے بیع کرنے سے قیمت حرام ہی ہوتی ہے۔ فقط

نقد میں کم ادھار میں زیادہ قیمت لینا

سوال :- قرض لینے والے کو کم دینا یعنی نقد ایک روپیہ کو دیتا ہے اور اُدھار میں سوا روپیہ کو دیتا ہے جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- ادھار پر کم نقد سے دینا مروت کے خلاف ہے قال اللہ تعالیٰ ولا تنسوا الفضل بینکم[1] مگر مال میں حرمت نہیں آتی۔ فقط

اُدھار چیز کو زیادہ قیمت پر دینا

سوال :- کسی شئے کو اس طرح بیچنا کہ اگر اس وقت قیمت دے گا تو دس روپیہ کو دے دوں گا ورنہ بعد اس قدر مدت کے مثلاً پندرہ لوں گا ایک جگہ کے علماء نے عدم جواز باسناد اس روایت فقیہہ کے لکھا ہے قال فی الخلاصۃ رجل باع علی انہ بالنقد ھکذا و بالنسیۃ ھکذا الی شھر والی شھرین ھکذا اور دوسری جگہ کے علماء نے جواز۔ اور آنجناب کس کو پسند فرماتے ہیں۔

جواب :- اس طرح بیع کرنا بشرطیکہ اسی جلسہ میں مقرر ہو جاوے کہ نسیئۃً لیوے گا یا نقداً درست ہے اور بیع صحیح ہے مال حلال ہے مگر خلاف مروت اور احسان کے ہے کہ فقیر پر احسان چاہیئے نہ تشدد۔ پس فعل مکروہ ہے اور بیع صحیح ہے اور معنی روایت منقولہ کے یہی ہیں کہ مجلس میں دونوں شق کی تعین نہ ہو ورنہ درصورت تعین درست ہے۔ پس جس نے بدیں روایت ناجائز کہا وہ مطلب سمجھے نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غریب کو کم قیمت میں اور امیر کو زیادہ قیمت میں دینا

سوال :- زید جو چیز غریب آدمی کو ایک پیسہ کو دیتا ہے وہ چیز امیر آدمی کو دو پیسہ کو دیتا ہے اس طرح

---

[1] آپس میں ایک دوسرے پر احسان کرنے کو نہ بھولو۔ (آیت شریف)

فروخت کرنا زید کو درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ زید کو ایسی تجارت جائز ہے۔ فقط

قیمت معلوم کئے بغیر دوا لے جانا اور بروقت حساب ادا کرنا

سوال :۔ اکثر بلاد میں رواج ہے کہ عطار کی دوکان پر جا کر دوائیں لیتے ہیں اور قیمت دوا کی دریافت نہیں کرتے اور عطار اس دوا کو کتاب حساب میں لکھ لیتا ہے اور بروقت حساب کے جو کچھ عطار نے طلب کیا وہ دیدیا جاتا ہے۔ پس یہ تعامل ناس معتبر ہے یا نہیں اور یہ بیع صحیح ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ یہ تعامل صحیح ہے دوا کو قرض لاتے ہیں اور وقت ادا کے اس کی قیمت دیدیتے ہیں۔ پس ذمہ پر دوا ہوتی ہے دیتے وقت اس کی قیمت ادا کر دی جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اگر مشتری چیز پر قبضہ نہ کرے لیکن نہ قیمت دے نہ بیع فسخ کرے

سوال :۔ مشتری نے بیع پر قبضہ نہ کیا اور غائب ہوا یا زبردستی ثمن دیتا ہے نہ فسخ کرتا ہے بایع نے بہ مجبوری بطور فضولی بیع کر دیا مشتری مدعی ہوا اب کیا حکم ہے ؟

جواب :۔ اگر مشتری بدوں ادائے ثمن غائب ہوا یا جبرًا نہ ادائے ثمن کرے نہ فسخ تو بایع خود فسخ کر سکتا ہے۔ ولانه بما تعذر استيفاء الثمن من المشتري فات رضاء البائع فيستبد بفسخه[1] انتہیٰ (ہدایہ) پس بایع نے تنگ ہو کر مبیع کو دوسرے سے بیع کر دیا فسخ بیع ہوا اب مشتری کے ذمہ سے ساقط ہو گیا اور بایع پر کوئی وجہ ضمان کی نہیں اور نہ بایع فضولی ہے بلکہ خود اپنی ملک بیع کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

چیز دوسری جگہ سے لا کر نفع لے کر فروخت کرنا

سوال :۔ ایک شخص نے ایک دوکان سے کوئی شئے خریدی مگر دکاندار کے پاس نہیں تھی دوسرے دکاندار سے لا کر اور اپنا منافع لگا کر دی لہٰذا یہ صورت درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ اگر اس شخص سے پیشگی قیمت لے لی ہے اور اس نے اس شخص کو خریدنے کا وکیل بنا دیا ہے تو اب یہ اس سے نفع نہیں لے سکتا اور اگر خریدار سے یہ کہہ دیا ہے کہ اس وقت نہیں پھر دوسرے وقت تم آ کے لے جانا اور اس کو کہنے کے بعد دوسرے شخص سے خرید کر اس پر نفع لے لیا تو البتہ درست ہے۔ فقط

قبر کی زمین خریدنے کے بعد کس کی ملک ہوگی

سوال :۔ اگر مملوکہ قبرستان میں مالک نے قیمت قدر زمین قبر ورثہ میت سے لے لی پھر دوبارہ سہ بارہ بعد منہدم ہونے قبروں کے یا بحالت موجودگی یا عدم موجودگی وارثان میت و مالک زمین خود منہدم کر کے قیمت لے لیوے تو یہ بیع حلال ہوگی یا نہیں ؟

---

[1] اور جب خریدار ادائی قیمت سے معذور رہا بیچنے والے کی رضامندی فوت ہوگئی تو اس لئے وہ خود فسخ کر سکتا ہے۔

جواب :۔ جب مالک زمین نے قدر قبر زمین کی قیمت لی تو اب وہ زمین ملک ورثہ میت کی ہوجائے گی پھر مالک کو بیع کرنا حلال نہ ہووے گا مگر باذن ورثہ میت کے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بیعانہ کا مسئلہ

سوال :۔ بیع نامہ اس لئے دینا کہ بائع یا مشتری معاملہ میں انکار نہ کریں یا ادائے ثمن یا تسلیم مبیع میں عذر و توقف نہ کرسکیں ورنہ عہد شکنی حربہ کا ذمہ دار ہے اور بیع فسخ ہوجائے گی جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ بیع نامہ دینا اس طرح کہ اگر بیع ہوئی تو مجملہ ثمن میں ہووے گا ورنہ ضبط ہوجائے گا ناجائز ہے بقولہ علیہ السلام نھی عن بیع العربان[1]۔ مگر جو یہ ٹھہر جائے کہ درصورت عدم بیع کے بیعانہ واپس ہوجاوے گا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ملفوظ

بائع جو مال حلال اپنا اس شخص کے ہاتھ بیع کرے کہ مال اس کا حرام ہے تو وہ روپیہ جو مال ثمن حلال میں آوے گا بائع کے قبضہ میں وہ حرام ہی رہے گا اُس کے عوض جو شئے خرید کی جاوے گی اُس میں بھی حرمت ہووے گی سب علماء کے نزدیک اور کھانا پینا بھی اُس کا حرام ہے۔ البتہ ایک دوسری بات ہے جس میں سہارا روایات فقہاء سے نکل سکتا ہے وہ یہ ہے کہ روپیہ ثمن اگرچہ حرام ہے مگر اس روپیہ کے ذریعہ سے اس طرح کوئی چیز خرید کی جاوے کہ قیمت مقرر کرکے شئے قبض کرکے پھر یہ روپیہ قیمت میں دے دیوے تو امام کرخی نے اس بیع کو حلال فرمایا ہے اور اس پر بعض علماء نے فتویٰ بھی دے دیا ہے۔ فقط والسلام۔

باب بیع فاسد کا بیان

ایکھ بونے کے وقت اس کی خریداری

سوال :۔ اس دیار میں خریداری رس نیشکر کا عموماً طریقہ یہ ہے کہ موجودگی اس سے چند ماہ پیشتر بیع وشراء اس کی کی جاتی ہے۔ بعض تو ایسے وقت میں خرید کرتے ہیں کہ ہنوز رس قابل وصول نہیں ہوتا اور بعض ایکھ بوتے وقت خرید لیتے ہیں۔ پس شرط بیع سلم کے کہ جو نزدیک ائمہ اربعہ کے ہے ان یکون المسلم فیہ موجودا من حین العقد[2]۔ مفقود ہے اگرچہ الیٰ حین المحل[3] میں اختلاف ہے ائمہ میں۔ پس اس صورت میں آپ سے دریافت ہے کہ بوجہ

---

[1] بیعانہ کی بیع سے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

[2] جس چیز کی بیع سلم ہوتی ہے اس کو عقد کے وقت سے موجود ہونا ضروری ہے۔

[3] وقت آنے تک موجود رہنے میں۔

طریقہ عام اس دیار کے اس کو عموم بلوی کہہ کر جواز پر فتویٰ دیا جائے گا یا نہیں یا یہ کہ جو حیلہ اس میں ہو سکتا ہو وہ معلوم ہو جائے یا یہ کہ وقت تقابض کے برضامندی باہمی بیع فسخ کر کے اس ہی قیمت پر بایع سے خرید لیں۔ مگر اس میں بایع پر ایک جبر مشتری کی جانب سے ہو گا۔ اس واسطے کہ بعد فسخ کے عندالشرع بایع کو اختیار افزونی ثمن ہو گا۔ مگر بسبب تمسک کے کہ جو اول مرتبہ لکھا گیا ہے بایع کو مجبوراً پہلی قیمت پر دینا پڑے گا یا یہ کہ اول روپیہ قرض دے دے اور جس وقت کہ رس قابل وصول کے ہو نرخ اس کا مقرر کرے یا اور کوئی شکل ہو تو لکھ دیجئے تاکہ عام لوگوں کو مسئلہ سے اطلاع ہو۔ فقط

جواب :۔ رس کی بیع جو اس دیار میں ہوتی ہے یہ ہرگز درست نہیں نہ بطور بیع کے کہ بیع معدوم ہے اور نہ بطور سلم کے کہ وجود مسلم فیہ کا وقت عقد کے ضرور ہے پس یہ معاملہ فاسد ہے البتہ حیلہ یہ کرنا کہ ان کو روپیہ قرض دیا جاوے اور بوقت مال تیار ہونے کے ایک مقدار مقرر کر کے لیا جاوے اور قرض میں محسوب کر لیا جاوے تو درست ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

راب کے موسم کے پہلے کسی موضع کے نرخ سے کم مقرر کرنا

سوال :۔ یہاں پر دستور ہے کہ نرخ مال راب کا ماہ اساڑھ میں مقرر کر لیتے ہیں اور ایک گاؤں شاہ نگر ہے وہاں کے نرخ سے ایک روپیہ یا بارہ آنے فی من کمی پر مقرر کیا جاتا ہے اور شاہ نگر کے نرخ پر نرخ ٹھہرایا جاتا ہے اور کسی قدر روپیہ بائع راب کو دیا جاتا ہے۔ بعد کو بروقت تیاری راب کے روپیہ دیا جاتا ہے۔ یہ نرخ شاہ نگر پر مقرر کرنا اور کمی فی من بارہ آنہ یا آٹھ آنہ مقرر کر لینا کیسا ہے آیا حرام ہے یا سود یا جائز ہے۔

جواب :۔ اس طرح سے معاملہ کرنا جائز نہیں ہے بیع فاسد ہے۔ فقط

پھول پھل کی تیاری سے پہلے نرخ مقرر کرنا

سوال :۔ بہار باغ بروقت آنے مول یعنی پھول کے اس کی بیع کر دے۔ دوسری شکل یہ ہے کہ بروقت پختہ ہونے عنقریب پختگی ثمر اس کی کے بیع کر دے۔ تیسری شکل یہ ہے کہ بروقت آنے پھول درختاں انبہ معہ جملہ اراضی اس کی خواہ ایک سال خواہ دو سال کو بیع کر دے۔ اندریں صورت جیسا حکم شریعت ہو محرر فرمادیں چونکہ یہ امر دینی ہے اس واسطے آپ کو تکلیف دی گئی ہے۔ چوتھی شکل یہ ہے کہ بہار باغ بیں سب شے ہے اور وہ دفعتاً فوقتاً آتی ہے۔ اس کے بلا معین آنے بہار کے غیر موسم میں معہ درخت تین چار سال کو بطور ٹھیکہ کے دیا گیا اب وہ اس طور سے جیسا کہ مندرجہ عریضہ ہے شرعاً جائز ہے یا ناجائز ؟

جواب :۔ جواب آپکے مسائل کا یہ ہے اول بیع کرنا مول کا درست نہیں اور یہ بیع باطل ہے اس واسطے کہ مبیع یہاں ثمر ہے اور اس کا کہیں وجود نہیں اور معدوم کی بیع باطل ہے فقط۔ دوسرے اگر ثمر نکل آیا اور وہ قابل نفع کے ہو گیا تو اس کی بیع جائز ہے بشرطیکہ اسی وقت کاٹ لے اور اگر شرط رکھنے کی ہو گی جیسا کہ دستور ہے تو بیع فاسد ہو گی اور اگر ثمر ایسا ہو گیا کہ اب زیادہ نہ بڑھے گا تو اس کی بیع درست ہے کیونکہ

اس کے سب اجزاء موجود ہو چکے ہیں فقط تغیر وصف باقی ہے اور یہ اخیر شکل امام محمد صاحب کے یہاں درست ہے اور اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے امام صاحب کے نزدیک یہ بھی درست نہیں مگر امام صاحب کے قول پر فتویٰ نہیں دیا گیا اور زمین معہ درخت کے بیع کرنا ایک دو سال کے واسطے یہ بیع فاسد ہے اس واسطے کہ اس میں شرط بعد دو سال ہٹا لینے کی ہے اور یہ شرط مفسد عقد بیع ہے لہٰذا درست نہیں اور اگر فقط درختوں کو اجارہ دیا گیا ایک سال یا دو سال یا کم زیادہ کے لئے تو یہ بھی درست نہیں کیونکہ اجارہ درختوں کا جائز نہیں۔ البتہ اگر زمین معہ درختوں کے اجارہ دی جاوے میعاد معین تک تو درست ہے۔ اس صورت میں جتنا کچھ پیداوار زمین کی یا درختوں کی ہوگی وہ مستاجر لیوے گا اور اجارہ معین الگ ملے گا۔ اس طرح سے شرح مذاہب اس واسطے ذکر کیا ہے کہ مولوی محمد شفیع صاحب وہاں ہیں شاید دیکھ کر اُن کو اشتباہ پیدا ہوتا۔ فقط والسلام

کُتب کا حق تصنیف ہبہ یا بیع کرنا

سوال :- حق تصنیف کتب کا ہبہ یا بیع یا ممنوع کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- حق تصنیف کوئی مال نہیں جس کا ہبہ یا بیع ہو سکے لہٰذا یہ باطل ہے۔ لا یجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردۃ اشباہ[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کسبی کے مال سے خرید کردہ چیز کی بیع کا حکم

سوال :- مال کسبی سے خرید کردہ شے کو خریدنا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :- یہ مال حرام ہے اور اس کی خرید و فروخت نادرست ہے۔ فقط

چوری کا مال خریدنا

سوال :- چوری کا مال خریدنا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :- جب چوری کا مال یقیناً معلوم ہے تو اس کا خریدنا ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بازار میں عموماً ملنے والی چیز کے نمونہ پر نرخ مقرر کرنا

سوال :- جو چیزیں بازار میں ہر وقت فروخت ہوتی ہیں اُن کے نمونہ پر معاملہ بیع کر کے معین وقت میں مشتری کو دینا جائز ہے یا نہیں ؟ بیع مطلق ہو یا سلم

جواب :- جو شئے بازار میں ہر وقت فروخت ہوتی ہے مگر بائع کی ملک بالفعل نہیں اس کی بذریعہ نمونہ بیع مطلق کرنی درست نہیں لقولہ علیہ السلام ولا بیع فیما لیس عندک[2] اور سلم کرنا بشرائط سلم اگر سب شرائط موجود ہوں درست ہے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

---

[1] مجرد حقوق کا عوض لینا جائز نہیں ہے۔ اشباہ

[2] جو چیز تیرے پاس نہیں ہے اس میں خرید و فروخت نہیں ہو سکتی۔

باب بیع میں کون سی چیز داخل ہوتی ہے اور کون سی نہیں

عام سڑک میں سے کچھ حصہ میں مکان یا مسجد بنانا

سوال:۔ سابق سے ایک شاہراہ عام تھا اس کے کچھ حصہ میں ایک شخص نے اپنے مکان کے آگے اس راستہ میں کچھ چبوترہ بنا لیا۔ اہلِ محلہ نے سرکار میں عرضی دی حاکمِ وقت نے موقع دیکھا اُس شخص نے جھوٹا اظہار کیا کہ یہ چبوترہ پندرہ یا بیس برس کا بنا ہُوا ہے تو یہ اُس شخص نے جھوٹ بیان کیا کیونکہ ایک سال کا تھا نہ بیس سال کا مگر تب بھی حاکم نے حکم دیا کہ اس چبوترہ کا نصف حصہ دور کر دو پھر اس نے کاٹ کر بعد چند روز کے پھر سابق سے بھی زیادہ تیار کیا پھر وہاں پر کچھ تھوڑے سے حصہ میں ایک جانب کو ایک مسجد تیار کی اور غالباً قیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد چونکہ لائق تعظیم کے ہے تو شاید مسلمان اس پر عرضی حاکم کے یہاں نہ دیں تو میرا چبوترہ بھی بہانہ مسجد کے رہ جائے گا۔ اب بعد کو اس موقع پر کلکٹر آیا اس نے جو شخص عرضی دہندہ تھے ان سے کہا کہ راستہ تو اب بھی وسیع ہے تمہارا کیا حرج ہے جاؤ چلے جاؤ۔ اب بعد دو سال کے اس شخص نے چبوترہ کا مکان بنوایا تو جو شخص بر وقت تعمیر اس چبوترہ کے مانع ہوئے تھے ان سے دریافت کیا کہ اب تم لوگ اجازت دیتے ہو کہ میں مکان بناؤں۔ ان مانعین نے اجازت دیدی اور رضامندی ظاہر کی۔ اول میں یہ راستہ اتنا وسیع تھا کہ تین گاڑی برابر ایک دفعہ ہی نکل جاتی تھیں اب بھی راستہ بخوبی ہے ڈیڑھ گاڑی کا ہے۔ اگر دو گاڑی ایک وقت آجادیں تو ایک دفعہ نہ نکل سکیں گی بلکہ دس پانچ قدم پیچھے ہٹا کر جہاں راستہ وسیع ہے نکال لیں گے اس راستہ کے مالک اول زمیندار تھے ایام بندوبست میں سرکار جبرًا مالک ہوگئی تو حضور فتویٰ دیں کہ یہ مکان و مسجد جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ شخص غاصب ہے یا نہیں؟ اگر اجازت زمینداران کافی ہے تو سب کی اجازت چاہیئے یا بعض کی بھی کافی ہے کیونکہ زمینداران مشترک ہیں۔

جواب:۔ جب سب لوگ رضامند ہوگئے ہیں تو وہاں مسجد بنانا درست[1] ہے اور مکان بھی بنانا درست ہے۔ جھوٹ کا گناہ اُس شخص پر ہے مگر مکان و مسجد میں کوئی خرابی نہیں ہے اور یہ شخص غاصب بھی نہیں ہے مگر سب کی رضامندی درکار ہے چند کی رضامندی کافی نہیں ہے۔

سڑک کا ایک کونہ مکان میں داخل کرنا

سوال:۔ ایک کوچہ بند کے درمیان میں ایک شخص کا مکان ہے اور اس مکان کے سامنے ایک گوشہ پڑا ہُوا ہے اگر وہ شخص اس گوشہ کو بلا اجازت سرکار اور بلا اجازت اہلِ محلہ اپنے مکان میں ملا لیوے تو عند اللہ ماخوذ ہوگا یا نہیں؟

جواب:۔ اگر کسی کا حرج نہ ہو تو اس قطعہ کے شامل کرنے میں مضائقہ نہیں ہے اور اگر حرج ہوتا ہو یا باوجود عدم حرج کے اگر مزاحمت کریں تو پھر شامل نہیں کر سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] ترجمہ فتاویٰ ابو اللیث میں ہے کہ اگر راستہ میں وسعت ہو اور اہلِ محلہ نے مسجد بنالی اور اس سے راستہ میں کچھ نقصان نہیں تو اس میں کچھ حرج نہیں۔

سڑک میں سے کچھ حصہ مکان کے لئے لینا

سوال :۔ شارع عام کس کی ملکیت شرعاً ہے اور کس کی اجازت سے کچھ حصہ اپنے مکان میں داخل کرنا یا اس میں مسجد بنوانا جائز ہے۔ جو زمیندار یا اہلِ محلہ اس چبوترہ کی تعمیر کے وقت خاموش رہے ان کی اجازت لینا ضروری ہے یا نہیں؟ جو شخص کہ بروقت تعمیر مانع ہوا تھا اگر وہ قلب میں راضی ہوا اور ظاہراً اجازت نہ دی ہو اس کی اجازت لینا ضروری ہے یا نہیں رضامند کرنا انہی لوگوں کا ضرور ہے جو بروقت ابتدا تعمیر کے مزاحم تھے یا جو آب بعد تمام ہونے کے اور چند سال کے بعد غیر رضامندی ظاہر کریں تو ایسوں کا رضامند کرنا بھی ضروریات سے ہے یا نہیں کیونکہ پہلے سے اس نے اپنی نارضامندی کیوں ظاہر نہ کی اس قصبہ میں اکثر جگہ اتنا راستہ ہے کہ جتنا اس موقع متنازعہ میں ہے اب حضور قول فیصل تحریر فرماویں۔

جواب :۔ شارع عام کسی کی ملک نہیں ہوتا جو لوگ خاموش رہے وہ بھی رضامند ہی رہے ہوں گے صریح زبانی اجازت درکار نہیں ہے بلکہ اعتراض نہ کرنا اور سکوت کرنا کافی ہے۔ مگر سب کی رضامندی درکار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ملفوظاتؒ

۱۔ شارع عام میں سے کچھ اپنے مکان میں شامل نہیں کر سکتے خاص کر جبکہ اور لوگ ناخوش ہوں۔ فقط

۲۔ بعد خریدنے مکان کے جو روپیہ نکلا وہ بائع ہی کا ہے کیونکہ اس نے روپیہ نہیں بیچا صرف مکان بیچا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سُود کے مسائل کا بیان

منی آرڈر سے روپیہ بھیجنا

سوال :۔ مسئلہ۔ ہمارے دیار میں علماء کے دو فرقہ ہیں ایک فرقہ کہتا ہے کہ روپیہ منی آرڈر بلا ملانے پیسہ کے حرام اور سود ہے البتہ اگر پیسہ مل جاوے گا تو مباح اور جائز ہے۔ دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ حلال مطلق اور جواز میں کچھ شبہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ہم سرکار کو مزدوری دیتے ہیں۔ پس آپ محاکمہ شرع شریف کی رو سے جو کچھ ہو بیان فرمادیں۔

جواب :۔ روپیہ منی آرڈر میں بھیجنا درست نہیں ہے خواہ اس میں کچھ پیسہ دیئے جائیں یا نہ دیئے جائیں۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم۔

منی آرڈر میں روپیوں کے ساتھ پیسے بھیجدیں تو جائز ہوگا یا نہیں

سوال :۔ منی آرڈر میں کچھ روپے ہوں اور کچھ پیسے تو جواز کے لئے یہ حیلہ کافی ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ منی آرڈر درست نہیں جیسا ہنڈی درست نہیں دونوں میں معاملہ سود کا ہے۔ فقط

کفار سے سُود لینا

سوال:۔ ان بلاد حربیہ میں نصاریٰ کو اپنا روپیہ دے دینا اور اس پر سود لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ کفار سے بھی سود لینا درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

منی آرڈر کا محصول ادا کرنا

سوال:۔ منی آرڈر کرنا اور محصول منی آرڈر کا دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ بذریعہ منی آرڈر روپیہ بھیجنا نادرست ہے اور داخل ربوٰ ہے اور یہ جو محصول دیا جاتا ہے نادرست ہے۔ فقط

منی آرڈر کے لئے جواز کے لئے حیلہ شرعی

سوال:۔ اس زمانہ میں جو منی آرڈر کے بھیجنے کا رواج ہو رہا ہے اس کے جواز کے لئے بھی کوئی حیلہ شرعی ہے یا نہیں کہ اس میں عام و خاص مبتلا ہو رہے ہیں۔

جواب:۔ حیلہ بندہ کو معلوم نہیں۔ فقط

منی آرڈر کی بجائے رقم بھیجنے کا دوسرا طریقہ

سوال:۔ اگر منی آرڈر منع ہے تو پھر روپیہ کس طرح بھیجنا چاہیئے؟

جواب:۔ روپیہ بھیجنے کی آسان ترکیب نوٹ کو رجسٹری یا بیمہ کرا دینا ہے۔

منی آرڈر اور ہنڈوی کا فرق

سوال:۔ منی آرڈر اور ہنڈوی میں کچھ فرق ہے یا دونوں کا ایک حکم ہے اور منی آرڈر اور ہنڈوی کرنا اگر ناجائز ہے تو روپیہ کس طرح بھیجیں اور کتابوں کا محصول وی۔ پی۔ ایبل جو دیا جاتا ہے یہ بھی ایسا ہے یا فرق ہے اس کی تفصیل منظور ہے۔

جواب:۔ منی آرڈر اور ہنڈوی میں کچھ فرق نہیں دونوں کا ایک حکم ہے منی آرڈر کرنا سود میں داخل ہے اور جو شخص کسی کے پاس روپیہ بھیجنا چاہے بطور بیمہ کے یا نوٹ خرید کر بھیج سکتا ہے اور کتابیں جو منگائی جاتی ہیں اس میں حیلہ ہو سکتا ہے کہ اس شے کی اجرت محصول ویلیو پے ایبل کا خیال کیا جاوے اور منی آرڈر میں خیال حیلہ کا نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ عین شے نہیں پہنچتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ہنڈوی کے عدم جواز کی وجہ

سوال:۔ ہنڈوی کی اُجرت جائز ہے اور ضمان خواہ بوجہ خلط ہے یا شرط لغو؟

جواب:۔ ہنڈوی جو کرتے ہیں تو سب جانتے ہیں کہ ہنڈوی والا وہ روپیہ جو دیتا ہے روانہیں کرتا بلکہ یہ روپیہ بطور قرض اس کو دیا جاتا ہے اور بقال اس کا حوالہ دوسرے اپنے حوالہ دار پر کرتا ہے۔ پس اس صورت میں اجرت ہنڈوی کی کچھ معنی نہیں بجز ربوٰ کے کیونکہ سو روپیہ کی ہنڈوی کرنے والے نے ہنڈوی کرا کر تو سو روپیہ لیا

ایک روپیہ ہنڈاون جو دیا اور لیا وہ زائد تھا تو ایک سو ایک کی جگہ سو آیا یہ ربوٰ ہوا اور بقال کا خلط کرنا کیا مضر ہے جب وہ مستقرض ہو کر بعد قبض مالک ہو گیا اب جو چاہے کرے ضمان بقال سے قرض لینے سے ہوا نہ خلط سے۔ اب شرط ضمان لغو ہوئی خواہ خلط کرے یا نہ کرے شرط ہو یا نہ ہو بہر حال ضمان ہو گیا اور عقد ربوٰ ہوا ہاں کوئی حیلہ کرے اور ربوٰ سے بری ہو جاوے تو دوسری بات ہے اس واسطے فقہاء ہنڈوی کو حوالہ میں لکھتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

بنک میں روپیہ رکھنے کا مسئلہ

سوال:۔ میرا ارادہ ہے کہ مبلغ چہار صد روپیہ محکمہ ڈاک خانہ میں رکھ کر سود حاصل کروں جس طرح قانون ڈاکخانہ ہے۔ مولوی عبدالعزیز صاحب دہلوی اور بہت سے علماء لاہور نے بھی فتویٰ اخذ ربوٰ نصاریٰ سے دیا ہے۔ چونکہ از کتب[1] فقہ مثل محیط و قنیہ وغیرہ ظاہر میشود کہ اخذ ربوٰ از نصاریٰ و اہل حرب جائز شدہ و نیز تعریف دار سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان دار الحرب ہے اور نصاریٰ حربی پس بموجب فقہ شریف۔ بینوا توجروا۔

جواب:۔ بنک میں روپیہ داخل کرنا جیسا کہ بعض علماء دار کہتے ہیں درست نہیں ہے اور یہ عدم جواز عام ہے خواہ سود لے یا نہ لے دونوں صورتوں میں نادرست ہے۔ درصورت ثانیہ عبداللہ صاحب لاہوری وغیرہ علمائے جم غفیر نے اگرچہ اس کو جائز رکھا ہے مگر واقع میں یہ بھی اعانت علی المعصیت ہونے کی وجہ سے نادرست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سود نہ لیتے ہوئے بنک میں روپیہ رکھنا

سوال:۔ بنک میں روپیہ جمع کرنا جبکہ سود نہ لیوے جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ بنک میں روپیہ داخل کرنا نادرست ہے خواہ سود لے یا نہ لے۔

بنک کے سُود کا صحیح مصرف

سوال:۔ ایک شخص کو سرکار کے بنک گھر سے اُس کے روپیوں کا سود آتا ہے آیا اگر یہ سرکار سے سود لیا کرے اور آپ نہ کھاوے محتاجوں کو دے دیا کرے یا کسی غریب تنگ دست کے گھر میں کنواں لگوا دیوے تو یہ شخص سود خوروں میں گنا جاوے گا یا نہیں اور محتاجوں کو روپیہ سود کا یا کنوئیں کا پانی استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ فقط

جواب:۔ سود لینا کسی حال میں جائز نہیں سُود کا لینا ہر حال میں حرام ہے۔ چنانچہ قرآن شریف و حدیث میں اس کے قبائح مذکور ہیں سو بندہ کسی طرح اجازت نہیں دے سکتا مگر ایک حیلہ شرعی ہے وہ یہ ہے کہ آدمی یہ خیال کرے کہ سرکار بہت سے محصول اپنی رعایا سے لیتی ہے کہ ہماری شریعت میں اس کا لینا جائز نہیں گو قانون انگریزی سے وہ خلاف نہیں ہیں مگر شرع محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ظلم ہے اور ناجائز ہے اور مستحق ردّ ہے سو یہ شخص یوں خیال کرے کہ جو غریب رعایا سے سرکار نے محصول خلاف شرع لیا ہے اُس کو میں سرکار سے مسترد کراتا ہوں اور پھر اس کو وصول کر کے انہیں لوگوں

---

[1] چونکہ کتب فقہ مثل محیط و قنیہ وغیرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ نصاریٰ اور اہل حرب سے سود لینا جائز ہے۔

پر تقسیم کر دے جن سے سرکار نے کچھ بلا اذن شرع لیا تھا۔ ایسی نیت میں شاید حق تعالےٰ مواخذہ نہ فرماویں۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم۔

ہندوستان دار الحرب ہے یا نہیں ؟

سوال :۔ ہند بقول امام صاحب یا صاحبین کیا دار الحرب ہے ؟ اگر نہیں تو مولانا محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی نے صراط المستقیم میں کس وجہ سے عصر ماضیہ میں اکثر کی نسبت ایسا لکھا ہے اور فتنہ سابقہ میں اکثر اکابر اعلاء کلمۃ اللہ کی طرف کیوں مائل تھے اگر مستامنین قرار دے کر ارتفاع امان کو علت کہا جاوے تو یہ بھی محل تامل ہے ۔

جواب :۔ ہند کے دار الحرب ہونے میں اختلاف علماء کا ہے۔ بظاہر تحقیق حال بندہ کی خوب نہیں ہوئی حسب اپنی تحقیق کے سب نے فرمایا ہے اور اصل مسئلہ میں کسی کو خلاف نہیں اور بندہ کو بھی خوب تحقیق نہیں کہ کیا کیفیت ہند کی ہے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

کل کی بنی ہوئی چیزیں کس عدد میں ہیں ؟

سوال :۔ کل کی بنی ہوئی چیزیں جن میں باعتبار نمبر و کارخانہ وغیرہ کی صورت وصفت وقیمت میں کچھ فرق نہیں ہوتی عددی متقارب ہیں یا نہیں ؟

جواب :۔ کل کی بنی ہوئی شے عددی ہے کیونکہ حد متقارب یہ ہے کہ اس کے اعداد میں تفاوت یسیر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

کوڑیاں اور پیسے جزء روپیہ ہیں یا نہیں؟

سوال :۔ گنڈے روپیہ کے جزو نہیں پس ان میں تفاضل جائز ہے یا نہیں ؟ مگر آنے روپیہ کے جزو نہیں اور تفاضل ان میں ممتنع ۔

جواب :۔ گنڈے خواہ فلوس کے ہوویں خواہ خرمہرہ کے جزو روپیہ کے نہیں ہاں نسبت روپیہ کے سے ہوتے ہیں البتہ دو آنہ کی چاندی اور چار آنہ کی چاندی جو مشکوک چاندی ہے وہ جزو روپیہ اگر کہا جاوے تو بجا ہے۔ پس بعد اس کے معلوم ہو کہ فلوس و خرمہرہ سب عددی ہیں اگر اپنی مثل سے مبادلہ کیا جاوے مثلاً ایک فلوس عوض ایک فلس یا دو کے تو درست ہے کیونکہ اتحاد جنس ہے مگر کیل و وزن نہیں تو تفاضل سب درست ہوا مگر نسیہ حرام ہے اور فلوس نقدیہ اجزاء روپیہ کے ہونے سے فلوسیتہ سے نہیں نکلتے اور مس سے اس کی حقیقت نہیں بدل جاتی۔ پس بہرحال تفاضل روا ہے مگر دست بدست ہونا چاہیئے اور یہ مذہب شیخین کا ہے اور یہ قوی ہے ثمنیتہ رائے امام محمد کی ہے اس فلوس میں بطور گنڈے اور بطور آنے کے ہر حال تفاضل سے بیع کرنا روا ہے بشرط یداً بید ہو اس میں کچھ فرق نہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کافر کو سُود دینا

سوال :۔ کافر سے قرض روپیہ لے کر اُس کو سُود دینا ایسی حالت ضرورت میں کہ جائداد اپنی اگر فی الحال

فروخت کرتا ہے تو ہزار کا مال پانسو روپیہ میں یا کم و بیش میں بکتا ہے۔ الغرض غبن فاحش ہوتا ہے جائز ہے یا مکروہ تنزیہی یا تحریمی یا حرام مثل سود لینے کے گناہ صغیرہ یا کبیرہ بعض لوگ یہ عذر کرتے ہیں کہ مسلمان سے روپیہ لے کر اُس کو سود دینا تو گناہ ہے لیکن ہندو یا کافر کو سود دینا گناہ نہیں اس سبب سے کہ سود کا لینا اصل میں گناہ ہے باقی اور دوں پر جو حدیث شریف میں وعید وارد ہوئی ہے تو سبب اس کا یہ ہے کہ وہ وبال و باعث ایک مسلم کے ارتکاب گناہ سود خوری کے ہوئے جس صورت میں لینے والا مکلف با شرع نہیں ہے۔ پھر دلالت بر گناہ نہ ہوئے لہٰذا کافر کو سود دینا ممنوع نہیں مومن کو اس گناہ میں مبتلا کرنا البتہ گناہ ہے۔

جواب :۔ غبن فاحش سے بیع کرنا چاہیئے مگر ربوٰ دینا نہیں چاہیئے کیونکہ نقصان مال سہل ہے نقصان دین سے کیونکہ ربوٰ اس حال میں بھی کراہت اور حرام ہی ہے۔ ربوٰ دینا مسلمان اور کافر کو دونوں کو حرام ہے۔ بعموم النص اور یہ تقریر مسائل غلط ہے۔

اصلی علّت سُود

سوال :۔ جو مقدار بطور نمونہ عطر میں صرف ہوتی ہے معتبر نہیں اور چاندی میں اس قدر زیادتی ربوٰ ہے اور چاندی امتحان میں سوخت ہو جاتی ہے اور اتنی زیادتی جواہرات میں ربوٰ ہے۔

جواب :۔ ربوا کی علت جنس و قدر ہے اگر دونوں جمع ہو جاویں تو تفاضل و نساء دونوں حرام ہیں۔ پس دس روپیہ کا جو زیور خرید کیا جاوے اس میں مطلقاً زیادہ نہ ہووے اور جو امتحان میں مثلاً آگ میں کچھ کم ہو گیا وہ بیع سے خارج ہے اس کا اعتبار نہیں اور جو سونے کا زیور ہے اُس سے زیادہ لینا درست ہے۔ اگر دست بدست ہو علیٰ ہذا دیگر اشیاء کا حال ہے اور جواہرات کو اُسی قسم کے جواہرات سے بدلنے میں یہ رعایت رہے گی اور عطر کو لیتے ہیں اور عطر کو اور جواہرات کو عوض روپیہ کے خرید کرتے اس میں کچھ ضرورت مساوات کی نہیں نہ یداً بید کی فقط چاندی میں ذرہ دو ذرہ کو اعتبار سے خارج کیا ہے تو ایسی مقدار با ہم جنس بدلنے میں تو مفید ہے اور اس قدر سے زیادہ اگر ایک جانب ہووے اس کی رعایت ضروری ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

آٹے میں ملاوٹ ہو تو کیا کیا جائے

سوال :۔ بنیہ سے آٹا خرید کیا پکانے کے بعد معلوم ہوا کہ اس میں مَیل تھا اس کو جب واپس کیا گیا تو اُس نے اور آٹا زیادہ اسی میں کا دے دیا یہ لینا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ اگر وہ ملاؤ اسی قدر تھا تو اس کا معاوضہ لینا درست ہے اور اگر لیسیر فرق تھا تو اس کے عوض میں اس قدر تاوان لینا درست نہیں ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

☆

بدھنی کا بیان

کوڑیوں اور پیسوں میں بدھنی جائز ہے یا نہیں؟

سوال:۔ کوڑیوں و مروج پیسہ ثمن میں داخل ہیں یا نہیں اور سلم ان میں جائز ہے یا نہیں ؟

جواب:۔ خرمہرہ اور فلوس نقود میں داخل نہیں عند الشیخین رحمہما اللہ اس کی سلم بھی درست ہے مگر امام محمد رحمہ اللہ فلوس کو نقد فرماتے ہیں اور سلم کو اس میں ناجائز کہتے ہیں اگرچہ یہ سلم حسب مذہب شیخین درست ہے مگر موجب تہمت اور عوام کے نزدیک سبب طعن کا ہے تو احتیاط چاہئے۔ فقط رشید احمد عفی عنہ

باب الصرف یعنی سونے چاندی کی بیع کا بیان

سونار کا نیارہ چاندی سونے کا کیسے خریدا جائے

سوال:۔ سونار وغیرہ کا نیارہ چاندی سونے کا ہوتا ہے تو کس طور سے بیع و شری کرنی درست ہے ؟

جواب:۔ یہ بیع سونے چاندی یعنی روپیہ اشرفی سے تو لنا ناجائز ہے لیکن پیسے اگر قیمت میں دیئے جاویں تو جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

روپیہ کو خوردہ سے بدلنا

سوال:۔ آج کل صراف لوگ روپیہ کے تبادلہ میں پیسے کمی سے دیتے ہیں روپیہ کا مبادلہ پیسوں اور خوردہ سے درست ہے یا نہیں ہے؟ بعض علماء مثل سود کے فتویٰ دیتے ہیں۔

جواب:۔ روپیہ کا مبادلہ اگر خوردہ[1] سے ہو تو اس میں کمی زیادتی نادرست ہے اور اگر پیسوں سے مبادلہ ہو تو کمی زیادتی درست ہے یعنی روپیہ کے ۱۴ بھی درست ہیں اور ۱۷ بھی۔ فقط

کلابتو کی خرید و فروخت

سوال:۔ کلابتو سنہرا جو بنتا ہے سو تولہ میں قریب باسٹھ روپے کے تو چاندی اور قریب سینتیس روپیہ کے ریشم اور قریب ایک تولہ کے سونا ہے اگر دس روپیہ کا ہم نے آٹھ روپیہ بھر کلابتو مذکور خریدا تو اس کمی وزن سے یہ کلابتو شرعاً خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ اس زیادتی قیمت کے ہونے اور ریشم سے تاویل ہو جاوے گی یا نہیں اور بعض کلابتوں میں بجائے ایک تولہ کے چھ ماشہ بھی ہوتا ہے یہ بھی درست ہو گا یا نہیں ؟

---

[1] یعنی اس جنس کے چھوٹے جیسے اٹھنیاں چونیاں وغیرہ۔

جواب :۔ سونا اس کے اندر مستھلک ہو جاتا ہے اور وہ ریشم اس قدر قیمت کا نہیں ہے کہ روپیہ دیا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ معاملہ حرام تو نہیں ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے۔ کذا فی الھدایۃ[1] ۔ فقط۔ واللہ تعالےٰ اعلم ۔

ملفوظ

جانماز و دری وغیرہ اگر سرکار قیدیوں سے بنوائے تو اس کا استعمال کرنا اور اس پر نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر ملازمین قہراً بنواویں اس کو خریدنا اور اس پر نماز پڑھنا ناجائز ہے ۔

بیع صرف زبان سے ایجاب و قبول کرنے سے ہو جاتی ہے اور بیع میں قبضہ شرط نہیں ہے۔ صرف ایجاب و قبول کرنے سے ملک مشتری کی ہو جاتی ہے اور ہبہ بغیر قبضہ کے منعقد نہیں ہوتا۔ ملک واہب اس شئے پر باقی رہتی ہے۔ فقط والسلام۔

---

[1] ہدایہ میں اسی طرح لکھا ہے ۔

دعویٰ کے مسائل

مہر کا دعویٰ سُسر پر

سوال :- زید بعمر اکیس سال باپ کی حیات میں لاولد فوت ہوگیا اور وہ باپ سے علیٰحدہ رہتا تھا۔ باپ نے کچھ جائداد وغیرہ میں سے اُس کو حصہ نہیں دیا۔ اب زید جو اثاث البیت چھوڑ کر مرا اُس کی زوجہ کے پاس رہا۔ اب زوجہ مذکورہ اپنے خسر سے مہر طلب کرتی ہے آیا از روئے شرع شریف کے اس کو مہر خسر سے پہنچتا ہے یا دعویٰ اُس کا باطل ہے۔ فقط

جواب :- چونکہ زید روبرو اپنے والد کے فوت ہو گیا ہے والد کے ترکہ میں سے زید کو کچھ نہیں مل سکتا بلکہ زید کے ترکہ میں سے بعد ادائے دین مہر زوجہ اور تجہیز و تکفین شرعی اور وصیت اگر کی ہو تو تین ربع اس کے والد کو ملتے ہیں اور ایک ربع اس کی زوجہ کو۔ پس مہر زوجہ کا ترکہ زید پر ہے نہ اُس کے باپ پر۔ پس باپ زید سے طلب کرنا زوجہ کا مہر اپنا بالکل غلط ہے اور دعویٰ باطل۔ البتہ اگر والد زید نے زید کے ترکہ سے کچھ لے لیا ہو اور ترکہ مقدار مہر سے کم ہو تو اس شئے کو والد زید سے زوجہ زید واپس لے سکتی ہے ورنہ والد زید پر کچھ حق زوجہ زید کا نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کسی کا سکوت اُس کے قبول کرنے کی دلیل ہے یا نہیں؟

سوال :- ملازم نے اپنی تحریر بھیجی کہ میری تنخواہ پر اگر اس قدر ترقی کرو تو تمہارے پاس رہوں گا ورنہ نہیں اور سکوت آپ کا تسلیم کی جگہ جانا جاوے گا نہیں تو مجھے ابھی علیٰحدہ کر دو۔ اس تحریر کے بعد وہ مالک ساکت ہو گیا اور یہ ملازم ترقی کے گمان میں رہا بلکہ اپنے احباب میں ترقی کی اطلاع دے دی اب علیٰحدگی کی نزاع ہوئی۔ پس دعویٰ زید کا بموجب تحریر مسطورہ کے شرعاً صحیح ہے یا غیر صحیح۔

جواب :- اس کا دعویٰ درست نہیں

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اُجرت کے مسائل

کلامُ اللہ کے ختم کا ہدیہ

سوال :۔ اُجرت پر ختم کلام اللہ شریف کرانا ایسے لوگوں سے جنہوں نے محض اپنی روزی اسی کو ہی ٹھہرالیا ہے ناجائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ قرآن کے پڑھانے کی اُجرت کے جواز پر تو فتویٰ متاخرین کا ہے سو اس میں کیا تکرار ہے مگر ایصالِ ثواب کرنے کو پڑھ کر اُجرت لینا حرام ہے کہ اجرت علی الطاعت ہے تعلیم کی اجرت تو ضرورۃً جائز کی گئی ہے ایصالِ ثواب میں نہ ضرورت ہے نہ کوئی حرج دین و دنیا کا متصور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قرآن شریف کے ختم پر نذرانہ لینا

سوال :۔ زید کہتا ہے کہ قرآن پر اُجرت لینا خوب ہے اور ثواب اس کے پڑھنے کا جو کہ اجرت لے کر پڑھا جاتا ہے مُردہ کو پہنچتا ہے اور دلیل اس کی حدیث سے ثابت کرتا ہے اور مضمون حدیث یہ ہے کہ ایک جگہ پر اصحاب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم گئے تھے وہاں ایک شخص کو سانپ نے کاٹا تھا۔ ان صاحبوں نے تیس بکری ٹھہرائیں اور الحمد شریف پڑھی اور آنحضرتؐ نے اپنا حصہ اس میں ٹھہرایا۔ یہ بھی تو قرآن پر اُجرت ہوئی اور کیا ہوا۔ اور حضرتؐ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ مزدوری خوب ہے۔ بکر یہ کہتا ہے کہ اُجرت پر قرآن پڑھنے کا ثواب مُردہ کو نہیں پہنچتا ہے۔ اصل کس طرح پر ہے اور یہ حدیث کس طور پر ہے اور قرآن اجرت پر پڑھنے والا گناہ گار ہے یا نہیں؟ اور پڑھوانے والا اور اجرت دینے والا گناہ گار ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ قرآن کی تعلیم پر اجرت لینے کا فتویٰ متاخرین نے دیا ہے۔ مگر قرآن پڑھ کو ثواب پہنچانے کی اُجرت کسی کے نزدیک حلال نہیں ہے اور سانپ کاٹے پر پڑھ کر پھونکنا علاج ہے نہ کہ عبادت۔ علاج کرنا مباح ہے نہ مستحب نہ واجب۔ پس علاج مباح کے واسطے پڑھنے میں ثواب نہیں بلکہ توکل کر کے علاج کا ترک اولیٰ ہے۔ پس اس پڑھنے پر جواز مباح ہے اور ترک اُس کا اولیٰ ہے۔ قیاس کرنا عبادت کے پڑھنے کو بڑے تعجب کی بات ہے دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پس زید کا قول غلط ہے وہ حدیث کا مضمون نہیں سمجھا کہ علاج کو عبادت کا مقیس علیہ بناتا ہے۔

قرآن شریف کے ختم کا ہدیہ لینا

سوال :۔ زید کہتا ہے کہ وہ جو اُجرت پر قرآن پڑھ کر ثواب مُردہ کو بخشتا ہے دو یا چار روپیہ تک لیتا۔ سو کون سی خطا کرتا ہے، حدیث قرآن کے پڑھانے والے تو چالیس چالیس، پچاس پچاس روپیہ لیتے ہیں اُن پر کوئی اعتراض

نہیں کرتا یہ بھی تو اُجرت قرآن پر ہوئی بکر خاموش ہے اس کا جواب جناب سے چاہتا ہے۔

جواب: ۔کتب فقہ میں پڑھانے وتعلیم کی اُجرت کو جائز لکھا ہے اور مُردہ پر پڑھنے کی اُجرت کو حرام لکھا ہے اور وجہ اُس کی علماء فقہاء ومحدثین جانتے ہیں۔جہال کا کام مسئلہ کتب میں دیکھنے کا ہے نہ حجت پوچھنے کا حکم خدا تعالیٰ کا ماننا چاہیئے نہ دلیل مانگنی اب وہی بتادے کہ ظہر عصر کی چار رکعت اور مغرب کی تین کیوں، فجر کی دوکیوں ہوئیں سب نماز فرض ہی تو ہے مغرب کا چار کرنا کیوں حرام ہے ؟ پس یہی کہے گا کہ یوں ہی حکم ہے سو یہاں بھی یہی سمجھے کہ یونہی حکم ہے۔ فقط

تعلیم دین کی اُجرت

سوال: ۔ قرآن اور حدیث پڑھا کہ اُجرت لینا درست ہے یا نہیں ؟ اور اگر درست ہے تو کس وجہ سے ؟ یا یہ متاخرین کا فتویٰ ہے۔ اگر ہے تو کس قدر لینے پر اور اس کے لینے پر اس قسم کی تاویلات کرنا کہ ہم معقول کی پڑھائی کی لیتے ہیں نہ کہ حدیث اور قرآن کی اور ہم مدرسہ میں جانے کی نوکری پاتے ہیں نہ پڑھانے کی اور امام شافعیؒ کے مذہب میں درست ہے۔ آپ کے نزدیک قرآن وحدیث پر اور امامت پر اُجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے معاملات میں ایسی تاویل کرنا درست ہے یا نہیں اور سورہ بقرہ میں جو اللہ تعالیٰ رکوع ۲۰ میں اور ۱۸ میں ارشاد فرماتا ہے اُس کے مصداق کون لوگ ہیں ؟

جواب: ۔اجرت لینا تعلیم علوم دین پر اصل حدیث سے نکلتا ہے۔ اسی واسطے شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک درست ہے حنفیہ قدماء منع کرتے تھے۔ متاخرین نے امام شافعیؒ صاحب کا مذہب اختیار کیا اور فتوے جواز کا دیا بسبب اندیشہ تلف علم کے تاویلات کی حاجت نہیں۔ ضرورت میں دوسرے مجتہد کا مذہب لینا جائز ہے آخر وہ بھی حدیث سے کہتا ہے۔ سو قدیم مذہب حنفی تقویٰ ہے اور مذہب شافعی پر عمل فتویٰ ہے۔ اشتراء بآیات اللہ جو حرام ہے یہ ہے کہ روپیہ کے واسطے آیت کے معنی بدل دیویں جیسا یہود کرتے تھے یہ اب بھی حرام ہے باتفاق تمام امت کے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وعظ کرنے کے لئے نذرانہ لینا

سوال: ۔ واعظ کو وعظ کہنے پر لینا کیسا ہے یعنی بغیر لئے وعظ نہیں کہتا۔

جواب: ۔ وعظ کی اُجرت کو بھی بسبب ضرورت کے متاخرین نے جائز لکھا ہے۔ فقط

دلالی کی اُجرت لینا

سوال: ۔کسی سے کہا کہ اگر تیرا معاملہ کرادوں تو اتنی دلالی لوں گا یہ درست ہے یا نہیں ؟ اور بائع مشتری کو اس کی اطلاع دینی ضروری ہے یا ایک سے ٹھہرالینا کافی ہے۔ پھر اگر دونوں سے خفیتہً یا صراحتاً ٹھہرا کرلے لیوے تو کیسا ہے ؟

جواب: ۔اُجرت دلالی کی درست ہے مگر فریب ودھوکہ نہ ہو۔ فقط

باغ کو سیراب کرنے کی اُجرت

سوال :- باغ سے پانی سینچنا مکان اپنے پاس سے خس پوش کرنا کسی کو پانی بقدر ضرورت معلوم دیا کرنا ایک جماعت کو شکم سیر کھانا معین قسم کا کھلایا کرنا کسی مکان کی روشنی یا صفائی کا اجارہ لینا جائز ہے یا نہیں ؟ اس وجہ سے کہ یہ سب اموال اگرچہ غیر معین ہیں مگر وسائل و ذرائع و آلات میں نہ معقود علیہ ہے بلکہ معقود علیہ اثر ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جواب :- پہلے مسئلہ میں اگر یہ صورت ہے کہ زید کو نوکر اجیر خاص بنایا کہ تالاب چاہ سے پانی باغ میں دیا کرے تو درست ہے کہ زید کے سب منافع مِلک مستاجر کی ہوئی ۔ اب جو کام کرتا ہے وہ مِلک مستاجر ہوویگا استاجرہ[1] لیصید له او یحتطب فان وقت لذلک وقتا جاز ذلک الخ در مختار ۔ اور جو یہ صورت ہے کہ زید کا شرب یا نہر مملوک کو اجارہ لیا کہ باغ کو پانی دیا جاوے تو یہ اجارہ فاسد ہے ۔

لم یصح اجارۃ الشرب بوقوع الاجارۃ علی استهلاک العین الخ[2] در مختار ۔ مگر جو نہر کی ارض کو بھی اجارہ لیوے تو فتویٰ جواز پر ہے جاز اجارۃ القناۃ والنہر مع الماء به یفتی لعموم البلوی[3] ۔ در مختار ۔ دوسرے مسئلہ میں مکان خس پوش ہوتا ہے معقود ہے ۔ پس اگر شرط خس کی اجیر پر ہووے جائز ہے کہ آلات وغیرہ عمل میں داخل ہیں بشرطیکہ تحدید ہو جاوے جیسا مسئلہ صباغ میں ہے ۔ پانچویں چھٹے مسئلہ کا بھی یہی حال ہے بشرط تعین کی ۔ تیسرے مسئلہ میں اگر تعین آب و اُجرت ہوگئی تو درست ہے مگر چوتھے مسئلہ شکم سیر کھلانے میں درست نہیں کیونکہ معقود علیہ سیری نہیں سیری قول اجیر سے نہیں ہوتی بلکہ کھانے سے ہوتی ہے یہاں معقود علیہ طعام ہے وہ اجارہ ہلاک کا ہے اور نرخ منع کا حیلہ کیا جاوے تو منع مجہول ہے کہ اشتہاء ہر ایک کی مختلف ہوتی ہے ۔ بہر حال یہ صورت فاسد غیر مشروع ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سواری کو کرایہ پر دینا

سوال :- زید نے بکر سے ایک جہاز جس پر مال بھرا تھا خریدا پھر اس جہاز کے مالک سے بایع ہو یا اور کوئی جہاز کرایہ پر یا یا عاریۃً لے لیا اب ضروری نہیں ہے کہ مال اتار کر پھر اُس پر لادا جائے بلکہ وہی عقد اجارہ جہاز قبضہ متصور ہو گا یا نہیں ؟

جواب :- اجارہ مرکب کا درست ہے کہ مشہور بحق غیر نہیں خود مستاجر ہی کا مال اس میں ہے اور جب جہاز

---

[1] اگر کسی نے اس بات پر کسی کو مزدور ٹھہرایا کہ اس کے لئے شکار کر کے لائے یا لکڑی چن کر لائے گا اور اگر اس کے لئے کوئی وقت مقرر کیا تو جائز ہے ۔

[2] پینے کو اجرت پر ٹھہرانا صحیح نہیں ہو سکتا جب کہ یہ اُجرت چشمہ کے ختم کرنے پر واقع ہوئی ہے ۔

[3] آب پاشی کی نالی اور نہر کو اجرت پر لینا پانی کے ساتھ جائز ہے اس پر فتویٰ دیا جاتا ہے بوجہ عام بلوی کے ۔

کا کرایہ ہو کر قبضہ میں مستاجر کے آگیا تو وہی قبضہ قبضہ مبیع کا بھی ہو گیا کیونکہ تخلیہ مبیع کا مشتری کی طرف ہو گیا۔ کذا فی در المختار ثم التسلیم یکون بالتخلیۃ علی وجہ من القبض بلا مانع و لا حائل[1] انتہیٰ واللہ تعالیٰ اعلم

درخت کو کرایہ پر دینا

سوال :۔ درخت کا اجارہ جائز ہے یا نہ اس لئے کہ نصوص شبہ اجارہ عموم و اطلاق پر شاہد ہیں پر باوجود عرف عام و حاجت و رسد بلوی و اعراض اجارہ تخصیص و اتباع کی کیا حاجت ؟

جواب :۔ درخت کا اجارہ درست نہیں کیونکہ اجارہ منافع کا ہوتا ہے اعیان و زوائد کی بیع ہوتی ہے۔ پس درخت کو اگر کوئی اجارہ لیوے گا تو غرض اس کے ثمر کی تحصیل ہے سو وہ زوائد میں ہیں نہ منافع ہیں تو وہ فی الحقیقت بیع ہوئی اور بیع معدوم ناجائز ہے اور ارض زراعت کا قیاس نہیں ہو سکتا کیونکہ ارض کے منافع مقصود ہیں زراعت تخم سے نکلتی ہے پس زراعت زوائد نہ ہوئی۔ بلکہ تخم ملک مستاجر کا ہے زمین کے منافع اجارہ لئے گئے ہیں اور بس۔ پس صاف ظاہر ہوا کہ اجارہ اشجار اجارہ نہیں بلکہ بیع بلفظ اجارہ ہے اور بیع باطل ہوتی ہے بسبب معدوم ہونے مبیع کے پس دلائل و نصوص شبہ اجارہ اپنے عموم پر ہیں۔ تخصیص کی ضرورت نہیں اور بلوی خلاف نصوص قابل اعتبار نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غیر مسلم کے پاس ملازمت

سوال :۔ عام کفار کے یہاں کی عام نوکری جائز ہے یا نہیں ؟ نصاریٰ کے یہاں کی وہ نوکری کرنا کہ جس کی تنخواہ چنگی سے ملتی ہو جیسے طبیب وغیرہ تو یہ نوکری جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ کفار کی نوکری جس میں خلاف شرع نہ ہو درست ہے اور باقی ناجائز اور چنگی سے تنخواہ لینی طبیب کو درست ہے۔ فقط

سود کھانے والے کے پاس ملازمت

سوال :۔ بیاج و رشوت خور کی نوکری کرنا درست ہے یا نہیں ؟ فقط

جواب :۔ جس کے گھر کا مال حرام ہو اُس کے یہاں نوکری و دعوت وغیرہما سب حرام ہیں۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم۔

رہن شدہ چیز کا کرایہ لینا

سوال :۔ اُس مکان کو کرایہ پر لینا جو کسی کے پاس گروی ہو جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ مرتہن سے مکان کرایہ پر لینا بشرط رضامندی راہن کے درست ہے اور مستاجر کو اس میں رہنا جائز ہے مگر اجرت اس کی ملک راہن کی ہے نہ مرتہن کی۔ اگر مرتہن اس کو اپنے تصرف میں لاوے گا تو

---

[1] پھر تسلیم کرنا تخلیہ سے اس طرح پر ہوتا ہے کہ بغیر کسی مانع و حائل کے قبضہ ممکن ہو۔

وہ گناہ گار ہوگا مستاجر پر کچھ گناہ نہیں۔ البتہ اگر دین میں محسوب کرلیوے تو درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مکان کو رہن رکھ کر مالک کی اجازت سے کرایہ پر لینا

سوال :۔ مکان کو گروی رکھنا اور اس کا کرایہ لینا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ مکان کا گروی رکھنا اور اس کو بشرط رضامندی مالک کے کرایہ پر لینا جائز ہے اور کرایہ اس کا ملک مالک کی ہے نہ مرتہن کی۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

مکان کو ناجائز کاموں کے لئے کرایہ پر دینا

سوال :۔ مکان وغیرہ ایسے لوگوں کو کرایہ پر دینا کہ جو شراب و دیگر محرمات اس میں فروخت کرتے ہوں یا خود افعال خلاف شرع ممنوعات اُس میں کریں یا کفار کہ وہ اس میں بُت پرستی کریں، منع اور داخل اعانت علی المعصیت ہوگا یا نہیں ؟

جواب :۔ ایسے کو کرایہ پر دینا مکان کا درست نہیں حسب قول صاحبین کے اور امام صاحب کے قول سے جواز معلوم ہوتا ہے کہ مکان کرایہ پر دینا گناہ نہیں گناہ بفعل اختیاری مستاجر کے ہے مگر فتویٰ اسی پر ہے کہ نہ دیوے کہ یہ اعانت گناہ کی ہے۔ لا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ناجائز اشیاء بیچنے والوں کو مکان و دوکان کرایہ پر دینا

سوال :۔ نشہ فروش کو واسطے فروخت منکرات کے مکان یا دوکان کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں اور اس میں حنفیہ کا مذہب اصح کیا ہے ؟

جواب :۔ اصح اور فتویٰ اس پر ہے کہ نہ دیوے۔ فقط

زمین کو کرایہ پر دینا

سوال :۔ زمین کرایہ پر دینا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ زمین کو کرایہ پر دینا درست ہے خواہ نقد سے دیا جاوے خواہ غلّہ سے مگر غلّہ اس زمین کا نہ ٹھہرانا چاہیئے بلکہ مطلق ہونا چاہیئے جس جگہ کا چاہے ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کھیت کی عملداری کرنا

سوال :۔ اگر عملداری زمین دار نے کھیت کی کردی بعدہ جبکہ اناج تیار ہُوا تو اتنا ہوا کہ جتنی زمیندار نے عملداری کی تھی اور اس نے وہ اناج اپنے حصہ کا لے لیا اور جو حصہ کاشت کار کا تھا اس کو کچھ بھی نہ بچا کیونکہ کاشت کار کی رضامندی سے عملداری ہوئی تھی تو یہ اناج زمیندار کو لینا جائز ہے یا نہیں یا کاشت کار کو کس قدر دینے سے جواز ہوگا اور اگر اتنا اناج پیدا ہُوا کہ نہ حصہ زمیندار کے موافق ہے یعنی بعد ہونے عملداری کے و رضامندی فریقین کے

---

[1] مدد نہ کرو گناہ اور ظلم پر۔

اناج جو وزن کیا تو دونوں فریق کے حصہ سے کم ہے جب کہ ایک کا حصہ بھی پورا نہ ہُوا تو اس اناج کا کیا کیا جائے؟ کہ جو عندالشرع جائز ہو۔

جواب :- عملداری کے معنی کیا ہیں اگر اجارہ کے ہیں تو یہ اجارہ درست ہے اور جس قدر پر ہو گیا ہے اُس قدر زمیندار لے سکتا ہے کاشت کار کو کچھ بچے یا نہ بچے اور اجارہ کی زمین میں کچھ بھی پیدا نہ ہو تب بھی کاشت کار کے ذمہ اس کا پورا کرنا ضروری ہے جہاں سے چاہے پورا کرے۔ اگر مطلقاً کچھ پیدا نہ ہو تب بھی کاشت کار اپنے پاس سے وہ اجارہ پورا کرے گا۔ ہاں اگر زمین بٹائی پر دی گئی ہے تب حسبِ حصہ اس کی پیداوار سے لے سکتا ہے نہ زیادہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

فرائض پورے ادا نہ کر کے تنخواہ لینا

سوال :- عالم اگر نماز میں سستی کرتا ہو اور ترک جماعت بھی کرتا ہو اور کام متعلقہ خواندگی مدرسہ کا تین بجے شام سے کرے اور چار بجے مدرسہ بند کر دے اور سات آٹھ بجے صبح سے کام شروع کرے اور دس بجے مدرسہ بند کر دے اور مہتمم مدرسہ و نیز طلباء بھی شاکی ہوں کہ خواندگی نہیں ہوتی تو ایسے عالم کو باعمل کہا جاوے یا بے عمل ؟

جواب :- خلاف قاعدہ مقررہ ایسا کرنا خیانت ہے اور اجرت میں کراہت ہووے گی بلکہ دفعات مقررہ مدرسہ کے موافق کرنا واجب ہے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

اجرت میں فاسد شرط نہ کرنی چاہیئے

سوال :- یہ شرط اگر چند روز پہلے نوکری کے اطلاع نہ دو گے تو اس قدر جرمانہ دینا ہوگا متممات عقد سے ہے اور لازم ؟

جواب :- اجارہ شرط فاسد سے فاسد ہو جاتا ہے اور یہ شرط خلاف مقتضائے عقد کی ہے۔ لہٰذا عقد کو فاسد کر دیوے گی اس کا ذکر نہ کرنا چاہیئے۔ تفسد الاجارۃ بالشروط المخالفۃ لمقتضی العقد[1] - در مختار[2] - اور یہ شرط ظاہر ہے کہ اجیر کو مضر اور مستاجر کو نافع ہے اور عقد کے خلاف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کسی کو مال دے کر مقررہ قیمت سے کم و زیادہ لینے کی اجازت دینا

سوال :- زید نے بکر کو کچھ مال دیا کہ بیچے اور قیمت قرار دادہ سے جو کم و بیش ہو وہ بکر کا ہے اور بکر ہلاک و استہلاک میں ضامن ہے اور زید و بکر دونوں کو اختیار ہے کہ جب چاہیں مال واپس کریں۔

جواب :- یہ صورت اجارہ فاسدہ کی ہے بکر اجیر ہے اور قیمت مقررہ سے جو زیادہ فروخت کر کے اس کی اجرت ہووے گی وہ زیادہ مجہول ہے اور سب کتب میں مذکور ہے کہ اجارہ اجرت مجہولہ کا فاسدہ ہے

---

[1] اجارہ فاسد ہو جاتا ہے ان شروط سے جو مقتضی عقد کے خلاف ہوں۔

[2] اسی طرح کہا ہے۔

اجیر امین ہے امانت میں شرط ضمان باطل کذا قالوا۔ پس اگر بکر نے وہ شے فروخت کردی سب ثمن زید لیوے اور اجرت مثل بکر کو دیوے اور ہلاک کی صورت میں ضمان باطل ہے استہلاک میں البتہ سبب تعدی کے ضمان ہووے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ملازمین کا ایام رخصت کی تنخواہ بلا مالک کی اجازت کے لینا

سوال:۔ ایک نوکر اپنے گھر بضرورت دس بارہ روز کی رخصت پر آیا تھا نہ اُس کا ارادہ نوکری چھوڑنے کا تھا نہ آقا نے حساب کر کے بیباق کیا جس سے علیحدگی سمجھی جاتی اور وہ شخص گھر آتے ہی بیمار ہوگیا اور قریب ایک ماہ کے بیمار رہا اور ایسی صورت میں اتنی رعایتی رخصت مل جانے کا قاعدہ بھی تھا۔ پس صورت مرقومہ بالا میں بلا کٹے کام ایام مرض کے نوکری لے سکتا ہے یا نہیں ؟

جواب:۔ جس دن وہاں سے آیا ہے اُس دن سے تنخواہ بلا رضامندی آقا نہیں لے سکتا۔ فقط

ملفوظ

قرآن شریف پڑھنے کی اجرت لینی درست ہے مگر رمضان شریف میں جو قرآن شریف تراویح و نوافل میں سنایا جاتا ہے اس کی اجرت لینی دینی دونوں حرام ہیں اور آمدنی مسجد سے یہ خرچ اور بھی زیادہ بُرا ہے بلکہ متولی پر اُس کا ضمان آوے گا۔ یعنی جس قدر اس کام میں مال مسجد سے صَرف کر دیا ہے اس کے ذمہ ہے کہ پھر اپنے پاس سے وہ روپیہ مسجد میں دے۔ ایسے ہی ختم قرآن میں شیرینی وغیرہ اپنے پاس سے دے تو درست ہے اگر اس کو ضروری نہ خیال کریں مگر مال مسجد سے یہ اخراجات ہرگز روا نہیں ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فیصلہ اور حکم حاصل کرنے کے مسائل

حَکَم کے حُکم سے کب پھر سکتے ہیں

سوال:۔ جب کسی شخص کو کسی معاملہ میں پنچ اور حَکَم کر دیا ہو بعد اُس کی تجویز کے اور پنچایت کے پھر جانے کا اختیار کسی کو شرعاً ثابت ہے یا نہیں ؟

جواب:۔ حُکم، حَکَم سے پہلے پھر جانا ایک جانب کا یا دونوں کا درست ہے مگر بعد حکم کر دینے کے نہیں پھر سکتا۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم۔

رہن کے مسائل

رہن شدہ چیز سے نفع اُٹھانا

سوال :۔ جو لوگ زمین رہن رکھتے ہیں اور اس کا نفع کھاتے ہیں شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ جو شخص اس شرط پر رہن رکھتے ہیں کہ اس کا نفع خود حاصل کریں اور قرض میں وضع نہ کریں وہ ربوا خور کے حکم میں ہیں ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

رہن شدہ چیز سے نفع اُٹھانا

سوال :۔ مکان گروی رکھنا اور خود اس گھر میں رہنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ مرہون مکان کو اپنے تصرف میں لانا اور اس میں رہنا درست نہیں ۔ فقط

مکان رہن رکھ کر اس میں رہنا

سوال :۔ ایک صاحب یہ کہتے ہیں کہ مکان گروی رکھ کر خود رہنا جائز ہے کیونکہ مشارق الانوار[1] میں ایک حدیث شریف آئی ہے کہ گھوڑا یا گائے و بکری و بیل وغیرہ کا گروی رکھنا اور جانوروں کو دانہ گھاس کھلا کر گھوڑے بیل کی سواری کرنا اور گائے بکری کا دودھ پینا جائز ہے ۔ پس اسی طرح پر اگر مکان گروی رکھا اور خود اس کی مرمت ٹوٹی پھوٹی کی کرتا رہا یا صرف لسائی پوتائی کرتا رہا تو اس کو رہنا جائز ہے اگرچہ اس کی مرمت میں تھوڑا ہی صرف ہو بندہ کی عرض ہے کہ یہ حدیث شریف آئی ہے یا نہیں اور کہنا ان صاحب کا صحیح ہے یا غلط ؟

جواب :۔ اُن صاحب کا قول غلط ہے اور مطلب حدیث کا یہ ہے کہ اگر راہن خود اپنے تصرف میں لاوے تو بشرط رضامندی مرتہن درست ہے یا یہ معنی ہیں کہ جس وقت راہن نے رہن رکھا اس وقت ان کے خیال میں بجز رہن کرنے کے اور کچھ نہ تھا بالکل کسی قسم کے تصرف کے شرط وغیرہ سے رہن معرا تھی پھر بعد تمام ہونے رہن کے اگر مرتہن باجازت راہن اس کو کام میں لاوے تو جائز ہے اور یہاں جو رہن ہوتی ہیں ان کا قیاس اُس رہن پر جو حدیث شریف میں مذکور ہے درست نہیں کیونکہ یہاں انتفاع مرتہن معروف ہے اور معروف کالمشروط ہوتا ہے اور انتفاع مرتہن کو شے مرہون سے حرام اور داخل ربوا ہے کیونکہ یہ منفعت خالی عن العوض اور قرض جر نفعاً سے ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

---

[1] رہن رکھنے والا اپنے خرچہ سے سواری کرے اور دُودھ پئے جب کہ وہ جانور رہن ہو اور اس کا خرچ اس پر ہوگا جو سواری کرے اور پئے ۔

مسکونہ مکان کو رہن دخلی لینے کا مطلب

سوال:۔ مکان مسکونہ کو رہن دخلی لینا اور اس میں سکونت اختیار کرنا بلا کرایہ جائز ہے یا حکم سود میں ہے یا مکروہ تنزیہی یا تحریمی ہے اور گناہ اس کا کبیرہ ہے یا صغیرہ۔ بعض فقہاء کہتے ہیں کہ مکان کو دخلی رہن لینا جائز ہے سود نہیں اس سبب سے کہ رہن کے بعد مرہونہ پر قبضہ کرنا جائز ہے اور سکونت و قیام کے معاوضہ میں مرمت مرتہن کرتا ہے اگرچہ مکان لیاقت پانچ روپیہ ماہوار کرایہ کی رکھتا ہے اور مرمت میں چار آنہ ماہوار خرچ ہوتا ہے تاہم جائز ہے بدیں وجہ کہ راہن نے فقط مرمت پر قناعت کی اسی کو کرایہ تصوّر کیا۔ فقط

جواب:۔ انتفاع رہن سے حرام مثل ربوٰی کے ہے۔ کسی فقیہہ نے یہ نہیں لکھا کہ سکونت حلال ہے بلکہ قبض کہا ہے۔ قبض کو سکونت لازم نہیں اور یہ سب صورت ناجائز اور حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

چیز رہن رکھتے وقت رہن رکھانیوالے کو اداۓ خراج کا ذمہ دار بنانا

سوال:۔ راہن جب زمین رہن کرتا ہے تو حاکم وقت خراج مرتہن سے لیتا ہے اگر مرتہن خراج دینے میں کچھ عذر کرے تو مرتہن کا مال نیلام کر کے خراج وصول کیا جاتا ہے۔ اگر مال نہ ہو تو زمین چھین لی جاتی ہے راہن سے کچھ مواخذہ نہیں ہوتا اور اگر زمین لیتے وقت راہن سے یہ کہا جاوے کہ اس کا خراج تمہارے ذمہ رہے گا تو وہ ہرگز ذمہ دار نہیں ہوتا بلکہ یہ شرط قرار پاتی ہے کہ نفع نقصان بذمہ مرتہن ہیں اور در مختار اور طحطاوی میں لکھا ہے کہ راہن کی اجازت سے مرتہن کو نفع جائز ہے اس قول پر فتوٰی ہے اور نفع نہ لینا اجازت سے بھی تقویٰ ہے اور یہ قول تقویٰ بعض کا قول لکھا ہے اور زمین جب رہن لی جاوے ویران ہوتی ہے جب اس میں مشقت کی جاتی ہے جب اس میں پیدا ہوتا ہے اور بعض دفعہ نقصان بھی رہتا ہے اس لئے نفع جائز ہے یا نہیں؟ اور قول کتاب کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

جواب:۔ رہن کا انتفاع مرتہن کو جائز نہیں اگرچہ اس کا خراج بھی دیتا ہے اور طحطاوی میں جو لکھا ہے مسئلہ وہ نہیں ہے جو مسئول عنہا ہے بلکہ وہ ہے کہ جس وقت رہن رکھا ہے اس وقت راہن اور مرتہن کی نیت انتفاع کی نہ تھی پھر بعد کو اجازت دی گئی اور اگر وقت رہن رکھنے کے ارادہ انتفاع کا ہو یا شرط کر لی ہو یا عرف اس طرح ہو تو حرام ہے المعروف کالمشروط[1] رہن بشرط انتفاع بالاتفاق حرام ہے اس میں کسی کو خلاف نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مکان رہن لے کر رہنا یا کرایہ سے دینا

سوال:۔ مکان رہن لے کر اس میں رہنا یا کرایہ کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ مکان رہن میں رہنا حرام ہے۔ فقط

---

[1] مشہور بات مشروط کے مثل ہوتی ہے۔

بخشش کے مسائل

ملفوظ

(۱) تملیک اور ہبہ میں بہت بڑا فرق ہے اور جو ہبہ کہ لفظ تملیک سے کیا جاوے اُس کا حکم مثل ہبہ کے ہے۔
(۲) ۔ راہ کے معنی ہیں کہ جس وقت اس پر عمل کرے اُس کو حق اور صحیح جانے۔ غلط جان کر اور ناحق اعتقاد کر کے اُس پر عمل نہیں کر سکتا۔ پھر یہ کہ مقلد کے مذہب غیر پر عمل کرنے میں روایتیں مختلف ہیں اور ہر دو کی تصحیح کی گئی ہے ۔
(۳) ۔ جس سے غلبہ ظن حاصل ہے وہ معتبر ہے۔ پس اگرچہ اخبار اور خطوط کا اعتبار نہیں ہے مگر بوجہ کثرت و تواتر خطوط و رجسٹری ہا کے اگر غلبہ ظن حاصل ہو جائے تو اس پر عمل جائز ہونا چاہیئے۔ چنانچہ خبر فاسق پر بعد تحری کے عمل درست ہے۔ کیونکہ بعد تحری کے عمل مضاف بجانب تحری ہوگا۔ نہ خبر فاسق کی طرف البتہ اگر کثرت سے خطوط و رجسٹری ہا میں بھی یہ احتمال ہو کہ کسی شخص دیگر غیر مکتوب منہ کی ہے اُس کی کارروائی ہو سکتی ہے تو اس پر عمل درست نہیں اور یہی وجہ ہے کہ خط پر عمل نہیں کیا گیا کیونکہ اس کا نوشتہ مکتوب الیہ کو ہونا یقین نہیں ہے بلکہ احتمال تزویر اور گمان غلط بھی ہے ۔

باب قرض کے مسائل

اس شرط پر روپیہ قرض لینا کہ منافع فی روپیہ دے گا

سوال :۔کسی کا روپیہ اس شرط پر لینا کہ اس روپیہ کا خرید کردہ مال فروخت ہو گیا تو فی روپیہ ایک آنہ یا دو آنہ نفع دیں گے درست ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں درست ہے تو جواز کی کوئی صورت ہے یا نہیں ؟

جواب :۔اس طرح قرض لینا اور یہ نفع دینا حرام ہے ۔ فقط

کوشش کے باوجود قرضہ ادا نہ کر سکنا

سوال :۔اگر قرض باوجود قصد و فکر و کوشش کے بوجہ افلاس ادا نہ ہو سکے اور انتقال کر جاوے تو اس پر حق العباد رہے گا یا بوجہ مجبوری ماخوذ نہ ہوگا ۔

جواب :۔ایسی حالت میں اس کے ورثاء کے چاہیئے کہ دین اس کا دیویں کہ وہ وارث مالک ہو گئے اور جو دینے کی طاقت نہ ہوئی اور عزم دینے کا رکھتا ہے تو خدا تعالیٰ چاہے معاف کرا دیوے یا اعمال اُس کے دلا دیوے گا۔ اس کی مشیت میں ہے خالص نیت والے کے واسطے معافی کا حکم حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

اُدھار ایک قسم کی جنس لے کر دوسری جنس دینا

سوال :۔ جوار یا جَو یا دیگر کم قیمت والا اس اقرار پر ادھار دینا کہ جب فصل ربیع چل پڑے گی جب جوار یا جَو تم نے مجھ سے ادھار لئے ہیں اس قدر وزن میں گندم تم سے لے لوں گا۔ چنانچہ ادھار لینے والا شرط کو منظور کر لیتا ہے۔ یہ معاملہ جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ کوئی غلّہ اُدھار پر دینا کہ اس کے عوض اور جنس کا غلّہ فصل پر لیا جاوے درست نہیں۔ فقط

ایک جنس قرض لے کر دوسری جنس فصل پر ادا کرنیکا وعدہ

سوال :۔ پیاز اور آلو خوردنی بطور قرض دے دینا کہ بر وقت آنے فصل کے ایک من پیاز کے ایک من دھان دے دوں گا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ یہ درست نہیں ۔

ایک قسم کی جنس کے بدلے دوسری قسم کی جنس کے وعدہ پر ادھار لینا

سوال :۔ ایک شخص ایک من گندم یا باجرا بطور قرض لے گیا اور یہ وعدہ کر گیا کہ بعد دو مہینے کے ایک من گیہوں یا باجرا دوں گا ایسا معاملہ درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ جو شخص کوئی جنس قرض میں دیوے اور اسی جنس کا ادا کرنا بعد ایک ماہ کے مقرر کر دے تو درست ہے اگرچہ مدت مقرر نہیں ہوتی اس سے پہلے بھی لے سکتا ہے۔ فقط

باب جُوئے کا بیان

اپنی حقیقت کو مقدمّہ لڑنے پر فروخت کرنا

سوال :۔ زید نے عمرو سے کہا کہ اپنی حقیقت جو فلاں شخص کے قبضہ اور تصرف میں ہے اور غیر منقسمہ ہے اس شرط پر میرے ہاتھ بیع کر دے کہ اگر میں اس حقیقت کو شخص قابض سے مقدمہ لڑا کر اپنے قبضہ میں لے آؤں تو اس میں ہم تم دونوں آدھو آدھ کے شریک ہیں اور جو مقدمہ نہ پاؤں تو روپیہ میرا گیا تجھ سے کچھ تعلق نہیں بایں وجہ اس شخص نے اپنا حق اُس کے ہاتھ فروخت کر دیا اور بیع نامہ لکھ دیا سو ایسا معاملہ کرنا جائز ہے کہ یا نہیں ؟ فقط

جواب :۔ یہ معاملہ شرعاً درست نہیں کہ قمار کی قسم ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد ۱۳۰۱

الجواب صحیح ۔ محمد عبد اللطیف عفی عنہ

لاٹری ڈالنا

سوال :۔ چٹھی ڈالنا کسی چیز کی بیع و شراء کے واسطے جائز ہے یا ناجائز۔ چٹھی ڈالنا اصطلاح میں اس کو کہتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص کو تلوار یا اسپ وغیرہ کوئی چیز بیع کرنا منظور ہے تو اُس نے چند آدمیوں سے دس یا بیس سے مثلاً ایک روپیہ وصول کر لیا بطور قیمت بیع کے اور پھر اُن خریداروں کی جنہوں نے ایک ایک روپیہ دیا ہے نام تحریر ایک ایک پرچہ پر علیحدہ کریں۔ پھر بطور قرعہ جس کے نام کی چٹھی برآمد ہوئی اُسی کو وہ شئے مبیعہ ملے گی باقی سب کا ایک ایک روپیہ ضائع ہو گیا۔ ایک شخص ہی ایک روپیہ میں مالک شئے مبیعہ کا ہو گیا۔

جواب :۔ صورت چٹھی پھینکنے کی جو سوال میں درج ہے بالکل قمار و ناجائز ہے۔

باب رشوت کا بیان

حوالدار کا گاؤں سے دودھ یا گنّے لانا

سوال :۔ حوالدار جو اپنے گاؤں سے گنے وغیرہ یا عید کو دودھ وغیرہ لاتے ہیں اور وہ اس ترکیب سے وصول کرتے ہیں کہ ہر کاشت کار کے گھر سے بخوشی اس کے دودھ تھوڑا تھوڑا یا ہر ایک کھیت میں سے پانچ پانچ گنے وصول کرتے ہیں کاشت کار کو ناگوار ہوتا ہے بوجہ اس کی ملازمت کے اور اگر زمیندار جو اُس کا آتا ہے وہ بھی آکر اشیاء مذکورہ حوالدار کو لاتے ہوئے دیکھ لے تو وہ زمیندار بھی منع نہیں کرتا نہ صراحت اجازت ہے تو ایسے مال کا کھانا شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ یہ مال حرام ہے اس کا کھانا بھی حرام رشوت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مقررہ تنخواہ کے علاوہ ملازمین سرکار کا زائد لینا

سوال :۔ حوالدار کی نسبت تحریر ہے کہ دودھ گنّے وغیرہ رشوت ہیں جب کہ مالک زمین کہ جس کا یہ نوکر ہے وہ بھی منع نہیں کرتا تو کیوں ناجائز ہے اور بعض حقوق متعین شدہ ہیں وہ بھی ناجائز ہیں یا نہیں یا زمینداری کا مسئلہ یہ ہے کہ سوائے آمدنی اناج یا ٹھیکہ زمین کے مالک زمین یعنی زمیندار کو بھی اور کچھ وصول کرنا برضامندی بھی جائز نہیں اور اگر اس کو جائز ہے تو حوالدار کو جو ملازم اس کا ہے اور اس کے سامنے ہی وہ کاشتکاروں سے برضامندی لیتا ہے یا شاید وہ دل میں ناراض ہوتے ہوں تو کیوں ناجائز ہوتا ہے بلکہ بعض زمیندار کاشت کار کے ساتھ یہ احسان کرتے ہیں کہ اس کے مویشی چرانے کو جنگل بلا محصول دیتے ہیں اس کے عوض میں بھی جائز ہے یا نہیں ؟ مگر زمیندار سب نہیں دیتے ہیں اور آمدنی حسب مذکورہ بالا سب کرتے ہیں۔ فقط

جواب :۔ جس حق کی مالک زمین کی طرف سے اجازت ہے اور داخل تنخواہ سمجھی جاتی ہے وہ درست ہے اور آپ نے مسئلہ تھانہ دار حوالدار ملازمان سرکاری کا پوچھا تھا تو سرکار کی طرف سے اگر کسی شئے کی اجازت ہے وہ درست ہے اگر دینے والا جو شئے دے یا پہلے سے اُس شئے کا دینا اس کے ذمّہ لازم ہو۔ فقط

ملازمین پولیس کا عام لوگوں سے مانگنا

سوال :۔ ملازمین پولیس جو چیز کہ عام لوگ لوگوں سے مانگ کر لے آتے ہوں اگر وہ بھی مانگ لیں تو یہ رشوت ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ جو شئے ہر ایک شخص حسب العادت مانگ لاتا ہے اور دباؤ وغیرہ اُس میں کچھ نہیں ہے یا اس شئے کا لینا دینا اس ملازمت سے پہلے ہے یا غیر لوگ جو اس سے واقف نہ ہوں یا اس کے قصبہ کے نہ ہوں ان سے لینا درست ہے اور جو تعلقات صرف ملازمت سے پیدا ہوئے ہیں اُن کی وجہ سے لینا درست نہیں ہے۔

بادشاہ، نواب، پیر، ولی کو نذر دینا

سوال :۔ بادشاہ یا نواب کو نذر دینا کیسا ہے اور جو پیر یا ولی کو نذر کی جاتی ہے وہ کیسی ہے ؟

جواب :۔ بادشاہ یا نواب کو جو ہدیہ دیا کرتے ہیں اگر رشوت یا بوجہ معصیت کے نہیں بلکہ محض اخلاص مندی ہے تو درست ہے اور بزرگوں کو بھی جو دیتے ہیں وہ ہدیہ ہے درست ہے اور جو اموات اولیاء کی نذر ہے تو اس کے اگر یہ معنی ہیں کہ اس کا ثواب اُن کی روح کو پہنچے تو صدقہ ہے درست ہے اور جو نذر بمعنی تقرب کے اُن کے نام پر ہے تو حرام ہے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم۔

اہلِ عملہ ملازمین کو خوشی سے دینا

سوال :۔ رشوت وغیرہ حاکم کو لینا حسب التحریر مفصلاً معلوم ہوا کہ حرام ہے علاوہ حاکم کے دیگر اہل عملہ کہ کچہری میں نوکر ہیں مثلاً سررشتہ دار ناظر سپاہی وغیرہ کو اگر اہلِ مقدمہ یا علاوہ اُن کے کوئی شخص بلا طلب محض اپنی خوشی سے اگر دیوے تو جائز ہے یا حرام یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی یہ مسئلہ مفصلاً معلوم ہونا ضروری ہے۔

جواب :۔ سب اہلِ خدمت سپاہی تک کو رشوت حرام ہے بطلب ہو یا بلا طلب مقدمہ ہو یا نہ ہو۔ فقط

ظلم سے بچنے کے لئے رشوت دینا

سوال :۔ دفع ظلم کی غرض سے رشوت دینا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ دفع ظلم کے واسطے رشوت دینا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کسی کام کی کوشش کا عوض

سوال :۔ ایسے کام میں سعی کرنے کا عوض لینا جو اس پر لازم ہے نہ اس میں کسی مستحق کی حق تلفی ہے اور نہ ہی دروغ و فریب ہے رشوت ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ اگر مباح میں سعی کی اور کچھ لیا بشرطیکہ کسی وجہ سے ساعی کے ذمّہ پر واجب نہ ہووے تو درست

ہے اور رشوت نہیں ۔ سعی لہ عند السلطان واتم امرہ لا باس بقبول ھدیتہ بعدہ و قبلہ بطلبہ سحت وبدونہ مختلف فیہ و مشائخنا علی انہ لا باس بہ[1] انتہیٰ ردمحتار ۔ مگر دفع ظلم اور اعانت ملہوف ہر مسلمان پر واجب ہے حاکم عاقل ہو یا عامی ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

زمینداروں کا قصاب سے گوشت سستا لینا

سوال :۔ قصاب جو گوشت مثلاً چھ پیسہ سیر فروخت کرتے ہیں زمیندار چار پیسے کے نرخ سے ان سے بباعث رعایا ہونے کے لیتے ہیں مگر وہ خوشی سے نہیں دیتے یہ لینا زمینداروں کو درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ ناجائز ہے ۔ فقط

ملفوظات

۱ ۔ جس چیز کا لینا دینا پہلے سے معروف نہ تھا اس کا لینا دینا بعد ملازمت نادرست ہے اور جو کچھ لینا دینا پہلے سے معروف تھا وہ بعد ملازمت بھی درست ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲ ۔ وہ شیرینی جو اسسٹنٹ صاحب کو ملتی ہے اگرچہ اہلِ علمہ دیویں یا رعایا بلا مقدمہ وہ سب رشوت ہے تم اس کو مت کھانا ۔ گیارھویں کی شیرینی صدقہ ہوتی ہے مساکین کو اس کا کھانا درست ہے اور جو شیرینی تبعنتہ کہ اس کو خود رکھتے ہیں اس میں یہ صدقہ بھی نہیں ہوتا وہ سب کو درست ہے اگرچہ غنی ہو کیونکہ وہ ملک اسسٹنٹ کی ہے اسی طرح جواب طعام پنج شنبہ و محرم کا ہے ۔ غرض یہ طعام نہ صدقہ نہ امانت قلب اس میں ہووے گا ۔ مکان جو کرایتاً رعایا سے لیا تو مکان کا قیام درست ہو گیا کرایہ جو نہ دیا وہ رشوت رہا تم رہو خیر حیلہ ہے ۔

۳ ۔ حکام کو جو دیا جاتا ہے وہ رشوت سے خالی نہیں ہے ۔ ایسے ہی حکام بالا کو جو کچھ بھی دیا جاوے وہ اصل رشوت ہے ۔

---

[1] اگر بادشاہ کے پاس کوشش کرے اور اس کا کام پورا ہو گیا تو کام پورا ہونے کے بعد ہدیہ قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں اور پہلے لینا سود ہے اور بغیر سعی کام کے لینے میں اختلاف ہے اور ہمارے مشائخ کا یہ قول ہے کہ اس میں کچھ حرج نہیں ہے ۔

کتاب امانت کے مسائل

رقم امانت کی تبدیلی

سوال :۔ اگر امانت خواہ مسجد یا مدرسہ یا دیگر کسی کی ہو مبادلہ یعنی روپیہ کے پیسے اور پیسوں کے روپیہ کر لیوے ضرورتاً درست ہے یا خیانت میں داخل ہے۔

جواب :۔ امین کو تصرف کرنا درست نہیں خواہ مال مسجد و مدرسہ ہو خواہ کسی شخص کا۔ اگر ایسا کرے گا تو ضامن ہو جاوے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امانت کو اپنے ذاتی خرچ میں لاکر دوسری رقم دینا

سوال :۔ اگر کسی کا روپیہ امانت ہو یا چندہ مسجد کا کسی کے پاس جمع ہو اور وہ خاص روپیہ امین اپنے صرف میں کر کے اس کے عوض دوسرا روپیہ مالک کو دیدے یا مسجد کے صرف میں کر دے تو یہ شخص کچھ گنہگار ہو گا یا نہیں ؟

جواب :۔ یہ تصرف نادرست ہے مگر اگر اس نے اجازت لے لی تو درست ہے اور مال وقف میں کسی طرح بھی ایسا تصرف نادرست ہے۔

کسی کے پاس رقم امانت جمع کرا کر کسی کو دلانے کا صحیح طریقہ

سوال :۔ زید شہر آگرہ میں مقیم ہے اور ہزار روپیہ مثلاً یا کم و بیش شہر دہلی میں ایک شخص کے پاس امانتاً جمع کر دیا ہے۔ زید یہ چاہتا ہے کہ اپنے اس روپیہ کا مالک اپنی زوجہ کو بنا دیوے۔ اندریں صورت شرعاً کوئی طریقہ ایسا ہو سکتا ہے کہ بغیر اس روپیہ کی موجودگی کے فقط زبان کے اقرار سے یا کاغذ تحریر کرنے سے وہ روپیہ مذکور زید کے ملک سے خارج ہو کر اس کی زوجہ کی ملکیت میں داخل ہو جائے یا اس روپیہ کو زید حاضر کر کے زوجہ کو دست بدست دیوے تب ہی زوجہ اس روپیہ کی مالک بنے۔ اس روپیہ کے حاضر کرنے کی ضرورت ہے یا فقط زبانی اقرار بطور ایجاب و قبول کافی ہے۔

جواب :۔ ملک زوجہ کی خاص اس روپیہ میں بغیر قبضہ کے نہیں ہو سکتی۔ فقط

گری پڑی چیز کے مسائل

مسجد میں گری ہوئی رقم خادم کھالے تو کس طرح ادا کرے

سوال :۔ ایک شخص کچھ روپیہ مسجد میں بھول گیا پانے والے نے خادم مسجد کو دید یئے کہ جو شخص تلاش کرنے کو آوے دیدینا۔ جب وہ روپیہ والا آیا خادم مسجد نے اُس سے کہا یہاں روپیہ نہیں ہے وہ مایوس ہو کر چلا گیا۔ یہ روپیہ خادم مذکور نے اپنے صَرف میں خرچ کئے۔ بعد مدت کے اس کو خوف آیا کہ صاحب روپیہ سے معاف کرانے چاہئیں۔ اب نہ تو وہ موجود ہے کہ معاف کرائے جاویں اور نہ روپیہ ہے کہ اُس کو دیا جاوے اور یہ غریب آدمی ہے کہ کسی طرح ادا نہیں کر سکتا ہے۔ اب وہ کیا کرے۔

جواب :۔ یا تو اُس شخص سے معاف کرایا جاوے اور اگر وہ مر گیا ہے تو اُس کے وارثوں سے معاف کرایا جاوے۔ دونوں امر نہ ہو سکیں تو اُس کو ثواب پہنچانے کی نیت سے اس قدر مال صدقہ کرایا جاوے۔ اگر ان صورتوں میں سے کوئی بھی نہ ہو تو پھر آخرت کا مواخذہ بظاہر یقینی ہے مگر اللہ تعالیٰ جل شانہٗ سے اس شخص کا معاملہ صاف ہو تو وہ اپنے فضل و کرم سے صاحبِ حق کو کوئی نعمت دے کر معاف کرا دیوے۔ فقط

کوئی شخص دوکان پر کوئی چیز بھول جائے تو کیا کرے

سوال :۔ اگر کوئی شخص دوکان پر کوئی چیز اپنی بھول جاوے تو دوکاندار کو اس چیز کا رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور کب تک وہ اس کا انتظار کرے اور وہ چیز اگر کھانے کی ہو اُس کو کیا کرنا چاہیئے اور در صورت نہ آنے مالک کے اُس کو کب خیرات کرے ؟

جواب :۔ جب تک امید اُس کے ملنے کی ہو احتیاط سے رکھے اور تحقیق کرتا رہے۔ جب نا امید ہو جاوے صدقہ کر دیوے۔ مگر بعد صدقہ کے اگر آ گیا تو دینا پڑے گا اور اگر بگڑنے کی شئے ہے تو جب اندیشہ فساد ہو اُس وقت صدقہ کرے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کسی کو مجبور کرنے کے مسائل

حرام کھانے اور کفر کے کام کرنے پر کسی کو مجبور کرنا

سوال :۔ اگر حاکم ظالم کسی کو کفر و شرک یا حرام شئے کھانے کو مجبور کرے ایسے موقع پر جان دے دے یا اس کے جبر کو مان لے ؟

جواب :۔ ایسی حالت میں جب کہ اپنی جان کا واقعی اندیشہ ہو جاوے اور وہ حاکم اس کے مار ڈالنے پر قادر ہو تو حرام کام کے فعل پر اور حرام شئے کے کھانے پر مواخذہ نہیں ہے۔ مگر کفر و شرک ایسے حال میں بھی نہ کرے اور مر جاوے تو زیادہ ثواب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب الغصب زبردستی چھیننے کے مسائل

دریا سے مچھلی پکڑنے والوں سے دریا کے مالک کا مچھلیاں لینا

سوال :۔ ماہی گیر جو ماہی دریا سے پکڑتے ہیں مالک دریا اُن سے کسی قدر مچھلی لے لیتا ہے کہ ہمارے دریا سے پکڑی ہیں یہ لینا درست ہے یا نہیں ؟ اور مالک دریا مالک مچھلیوں کا ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ مالک دریا کا مالک مچھلیوں کا نہیں ہے اور اُس کو لینا درست نہیں۔ فقط

حاکم کا کسی چیز کو کسی سے زبردستی لے کر کسی کو بخش دینا

سوال :۔ اگر اس زمانہ میں حاکمِ وقت کسی کو کوئی شئے کسی کی خود غصب کر کے دیدے تو یہ شئے مغصوبہ بلا رضامندی مالک کے درست ہو جاوے گی یا نہیں ؟

جواب :۔ اگر ظلماً دلا دیوے تو حرام ہے اور جو اول خود غصب کر لیا حاکم کافر نے اور پھر بعد اپنی مِلک سے دوسرے کو دیا تو مباح ہے۔ فقط

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وقف کے مسائل

واقف کی اجازت کے بغیر موقوف شئے میں تصرّف

سوال :۔ چندہ دہندگان مسجد بہت شخص تھے اور سب کا روپیہ ایک ہی جگہ صرف اور جمع ہوا اور باقی شدہ روپیہ کسی کا علیحدہ نہیں۔ دو شخصوں سے کہا کہ روپیہ باقی ہیں آپ اجازت دیتے ہیں کہ مسجد میں گھنٹہ خرید لیں کیونکہ اوقات جماعت پر جھگڑا رہتا ہے۔ ایک شخص نے کہا خرید لو اور ایک شخص نے منع کیا اور کہا کہ میرا روپیہ تو مسجد میں صرف کرنا حضور نے نوازش نامہ سابق میں اجازت خرید نے گھنٹہ کی دے دی ہے۔ لہٰذا ایسی حالت میں حضور کا کیا ارشاد ہے؟ اور اجازت لینا غیر ممکن ہے۔ بعضوں سے یوں کہہ سکتے ہیں کہ روپیہ باقی ہیں اگر آپ اجازت دیں تو کسی کارِ خیر میں صرف کر دیں گھڑی کا ذکر نہ کریں تو ایسی اجازت کا کیا مطلب ہے ؟

جواب :۔ جن لوگوں کی اجازت خرید گھنٹہ کی ہو اس کے حصہ میں خرید سکتے ہیں بعد کارِ خیر سے اگر اجازت ہو گئی تو اس سے گھنٹہ خرید نا درست ہے بشرطیکہ تصریحًا وہ گھنٹہ کو منع نہ کر چکے ہوں ۔ فقط

وقف کے بعد بیع

سوال :۔ مدعی مذکور کہتے ہیں کہ یہ جگہ ہمارے آباد اجداد نے اپنے آرام کے لئے چھوڑی ہے کیونکہ ہمارے مکان اُس سے ملحق ہیں اور ہم کو اپنے مکانوں میں تنگی ہے اس لئے ہم یہ چاہتے ہیں کہ کل جگہ مسجد میں کر لو مگر غسلخانوں کی جگہ ہم کو قیمتًا دے دو۔ چونکہ ہم متولی مسجد ہیں ہم فلاں فلاں شخص کو متولی کرتے ہیں وہ ہم کو یہ زمین غسل خانوں کی بیع کر دے تو ہم کو بھی فراخی مکان کی ہو جاوے گی ، ورنہ ہم عدالت انگریزی میں اپنے بیع نامہ کے ذریعہ سے نالش کر کے کل جگہ لے لیں گے۔ لہٰذا اب نمازیانِ مسجد کی یہ رائے ہے کہ نالش میں چند قسم کا نقصان ہے۔ پھر نہ معلوم کہ حاکم کیا فیصلہ کرے گا اس سے یہی بہتر ہے کہ غسل خانوں کو فروخت کر کے اسی مسجد کے لئے چاہ بنوا لیا جاوے کیونکہ پانی کی بھی نمازیوں کو تکلیف ہے اور اس رضامندی سے بھی کل جائے باقیماندہ وہ مسجد کو دیتے ہیں پھر نہ معلوم عدالت سے کیا حکم ہو۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جو روپیہ ہم عدالت میں خرچ کریں گے اس روپیہ سے غسل خانوں کی جگہ خرید لیں گے اور اس جگہ کی بیع سے مسجد میں کچھ تکلیف نہیں لہٰذا حضور تحریر فرماویں کہ اس جگہ کا فروخت کرنا اور غسل خانوں کی بیع جائز ہے یا نہیں ؟ اور کس طرح سے شرعًا فروخت کئے جاویں۔ کیونکہ اس سے رفع شر بھی ہے اور روپیہ مسجد کو ملتا ہے ۔

جواب :۔ جو جگہ وقف ہو چکی ہے وہ اب بیع نہیں ہو سکتی ۔ پس غسل خانوں کی جگہ بھی بیع نہیں ہو سکتی ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسجد کی موقوفہ زمین پر مکان بنانا

سوال :۔ زمین نام نہاد عیدگاہ و مسجد جس پر مدت تک نماز عیدین وغیرہ ہوئی ہو کھیتی و تعمیر مکان وغیرہ کے کام میں لائی جاوے یا نہیں درصورتیکہ عیدگاہ کے واسطے اُس زمین سے عمدہ جگہ دی جائے۔

جواب :۔ جو زمین مسجد کے لئے وقف ہو چکی ہے اُس میں مکان بنانا یا کھیتی کرنا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

واقف کی اجازت کے بغیر ایک مسجد کا مال دوسری مسجد میں صَرف کرنا

سوال :۔ مسجد کا فرش لوٹے وغیرہ دیگر مسجد میں ضرورتاً لے جانا اور بعد رفع ضرورت واپس کر دینا جائز ہے یا نہیں ؟ ارقام فرماویں۔

جواب :۔ ایک مسجد کا مال دوسری مسجد میں لے جانا درست نہیں مگر جو دینے والا دیتے وقت اجازت دیدے تو مضائقہ نہیں کہ وہاں حاجت روائی کر کے واپس کر دیوے مگر جو زائد اشیاء ہوویں اور خراب ہونے کا احتمال ہو تو بہ قیمت دوسری مسجد میں دے دیویں تو درست ہے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

متولی کی اجازت کے بغیر مسجد کی آمدنی صَرف کرنا

سوال :۔ زید مرحوم نے ایک مسجد بنائی اور عمرو اُس کا متولی ہے اور بکر اُس کا امام ہے اور خالد اُس کا خادم ہے اور اس مسجد کی آمدنی اخراجات مسجد سے بہت زیادہ ہے اور بعض ایسے خرچ ہوتے ہیں کہ ان کو متولی مسجد مذکور سے امام مذکور ہر چند کہتا ہے لیکن متولی بباعث کفایت شعاری بالکل خیال نہیں کرتا مثلاً پنکھا یا گھڑی یا خادم مسجد کی تنخواہ کی قلت یا مثل اُس کے تو ایسی حالت میں امام مذکور بعض آمدنی مسجد سے بطور خود بلا اطلاع متولی کچھ وصول کر کے صَرف ہائے مذکور میں خرچ کرے جائز ہے یا نہیں ؟ دراں حالیکہ متولی مذکور کو اگر خبر ہو گئی تو اندیشہ ہے کہ وہ خفا ہوگا کہ تم نے ہماری بلا اجازت کیوں تحصیل کی اور کیوں خرچ کیا۔

جواب :۔ امام کو بدوں رضا متولی کے کہیں صَرف کرنا آمدنی مسجد کا درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کا مال اپنے مال میں ملا لینا

سوال :۔ اگر متولی و مہتمم مسجد آمدنی مسجد کو دیگر مال میں خلط کر لیوے یا خرچ کر لیوے کہ ضرورت مسجد میں وقت پر صَرف کر دوں گا تو یہ تصرف جائز ہے یا خیانت میں داخل ہوگا۔ ارقام فرماویں۔

جواب :۔ یہ تصرف ناجائز ہے اور خیانت میں داخل ہے۔ ضمان اس کا متولی کے ذمہ واجب رہے گا اور گناہ گار بھی ہووے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کے بوریہ اور تیل کا بیچنا

سوال :۔ اشیاء مسجد فرش وغیرہ بعد خراب ہو جانے کے یا بوجہ زائد ہونے کے دوسری مسجد میں صَرف کرنا قیمتاً یا بلا قیمت جائز ہے یا نہیں ؟ اور تیل مسجد حجرہ مسجد میں جلانا جائز ہے یا نہیں ؟ کیونکہ دینے والا کچھ تصریح

حجرہ کی نہیں کرتا ہے۔

جواب:۔ فرش بوریہ وغیرہ مسجد کا جب مسجد میں اُس کی حاجت نہ رہے یا ٹوٹ کر خراب بیکار ہو جاوے تو مالک کا ہو جاتا ہے۔ مالک جس نے اول ڈالا تھا تو وہ چاہے تو فروخت کر کے اس مسجد میں صرف کر دیوے یا دوسری مسجد میں دے دیوے خواہ خود کام میں لاوے اس پر فتویٰ بعض علماء نے دیا ہے اور تیل مسجد کا حجرہ میں جلانا درست نہیں۔ عام لوگوں کی نیت مسجد میں جلانے کی خاصۃً ہوتی ہے۔ اگر دینے والا تصریح حجرہ میں جلانے کی کر دیوے تو درست ہے ورنہ دراصل عرفاً خاص مسجد میں دینا غرض ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کا مال اپنے ذاتی استعمال میں لانا

سوال:۔ مسجد کی کوئی چیز اپنے صرف کے لئے لانا بعد کو رکھ آنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب:۔ مسجد کا مال اپنی حاجت میں لا کر صرف کرنا درست نہیں۔ اس میں گناہ گار ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مدرسہ کے چندہ کا خرچ

سوال:۔ جب کہ چندہ لوگوں نے ایک مدرس کے واسطے دیا ہو بعد معزولی اُس کے پچھلے مدرس کو دینا دلانا کیسا ہے یعنی وہ روپیہ کہ لوگوں نے پہلے کے واسطے دیا تھا۔

جواب:۔ اُس خاص مدرس کی کچھ تعیین نہیں ہے بلکہ جو وہاں مدرس ہو وہ تنخواہ پاوے گا۔ فقط

قبرستان میں مسجد بنانا

سوال:۔ مسجد بنانا قبرستان میں یا دیگر کوئی مکان حجرہ وغیرہ برائے راحت رسانی درست ہے یا نہیں ؟

جواب:۔ جو قبرستان وقف قبور کے واسطے ہوا ہے اُس میں مکان یا مسجد بنانا درست نہیں کہ وہ سب زمین قبور کے واسطے وقف ہوئی ہے۔ خلاف شرط واقف کے کوئی تصرف درست نہیں ہے۔ کذا فی عالمگیریہ[1] فقط واللہ تعالےٰ اعلم۔

قبرستان کی زمین کا حکم

سوال:۔ قبرستان کی جو زمین خریدی جاتی ہے اگر بیع ہے تو تصرف و قبضہ نہیں اور اگر اجارہ ہے تو تعیین مدت نہیں پھر یہ کیا ہے ؟

جواب:۔ قبرستان وقف ہوتا ہے اور اس کی خرید و فروخت اور اجارہ دفن میّت کا دونوں ناروا ہے ہمارے ملک میں دستور نہیں اگر وہاں یہ امر ہوتا ہے تو ظلم ہے۔ گورستان جب وقف ہوا ہر عام اس میں مُردہ کو دفن کر سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] عالمگیریہ میں ایسا ہی ہے۔

رقم چندہ محصّل چندہ یا مہتمم کے ذاتی اخراجات میں صَرف کرنا

سوال:۔ مہتمم مدرسہ یا محصّل چندہ کو اپنے صَرف میں لانا رقم چندہ میں سے درست ہے یا نہیں ؟
جواب:۔ مہتمم کو خرچ ضروری کرایہ وغیرہ اس میں سے لینا جائز ہے ۔ فقط

مسجد کا تیل

سوال:۔ روغن مسجد کا فروخت کر کے بلا اجازت واقف کے مؤذن اس مسجد کے صَرف میں لانا جائز ہے یا نہیں ؟
جواب:۔ اگر مسجد کا تیل مسجد کی حاجت سے زائد ہو تو اس کو فروخت کر کے مسجد کے خرچ میں لانا درست ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کی خراب اشیاء کا مسئلہ

سوال:۔ مسجد کی اشیاء جو بالکل خراب قابل پھینکنے کے ہوں ان کو اپنے کام میں لے آوے یا نہیں ؟
جواب:۔ مسجد کی کسی شئے کو اپنے ذاتی کام میں نہ لاوے نہ اپنے گھر لے جاوے البتہ اگر وہ بے کار ہوگئی ہوں تو اُس کی قیمت کرلے اور متولی مسجد سے خرید کر پھر اپنے کام میں لے آوے ۔ فقط

ملفوظات

۱۔ جس مسجد کے لئے چندہ فراہم کیا گیا ہے اُسی میں صَرف کرنا چاہیئے ۔ دوسری مسجد میں بلا اجازت چندہ دہندگان صَرف کرنا درست نہیں ہے البتہ اُس مسجد کے جس مصارف ضروریہ میں صَرف کریں درست ہے ۔
۲۔ جب کسی شخص نے چندہ مسجد اور روپیہ میں ملا لیا تو گناہ گار اور غاصب ہُوا پھر جب وہ روپیہ مسجد میں لگا دیا گناہ گار نہ رہا گناہ معاف ہوگیا ۔ اب کسی سے اجازت کی حاجت نہیں ہے ۔
۳۔ چندہ مسجد سے زمین واسطے مسجد کے خریدنا اسی وقت درست ہے کہ چندہ دہندگان کی اجازت ہو ۔

مساجد کے احکام کا بیان

مسلمان بھنگی کا مال مساجد میں لگانا

سوال:۔ بھنگی مسلمان کہ جس کا پیشہ پاخانہ اُٹھانے کا ہے اور اُس کی بیع نہیں ہوتی ہے اُس کے یہاں کا کھانا اور اُس کا مال تعمیر مساجد میں صَرف کرنا منع ہے یا نہیں ؟
جواب:۔ پاخانہ اُٹھانے کی اُجرت مباح ہے وہ مال بھی حلال ہے اگر کوئی فساد عقد میں نہ ہو لہٰذا تعمیر مساجد میں صَرف کرنا بھی درست ہے اس کی اُجرت صفائی مکان کی ہے پاخانہ کی قیمت نہیں جو شبہ کراہت کا ہو ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

شیعہ کی بنوائی ہوئی مسجد

سوال :۔ اگر کوئی شیعہ مسجد اپنے مال سے بنادے تو اُس میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس میں نماز پڑھنے سے مسجد کے برابر ثواب ہوگا یا نہیں اور اس مسجد کو حکم مسجد کا ہے یا مثل دیگر مکانات کے ہے۔

جواب :۔ شیعہ مسجد لوجہ اللہ تعالیٰ بنادے تو وہ مسجد ہے ثواب مسجد کا اس میں ہوگا۔ فقط

تعمیر مسجد کے لئے کافر سے چندہ وصول کرنا

سوال :۔ ایک مسجد کسی مسلمان نے تعمیر کی تھی وہ ناتمام ہے اُس کی تعمیر کے واسطے چندہ شیعہ یا ہندو سے لینا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ تعمیر و مرمت مسجد میں شیعہ و کافر کا روپیہ لگانا درست ہے۔ فقط

کافر کی بنوائی ہوئی مسجد

سوال :۔ کوئی کافر نصرانی یا ہندو وغیرہ مسجد بنادے تو اس میں نماز کا کیا حکم ہے؟ آیا ثواب مسجد کا حاصل ہوگا یا نہیں اور اس مسجد کو حکم مسجد کا ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ جس کافر کے نزدیک مسجد بنانا عمدہ عبادت کا کام ہے اس کے مسجد بنانے کو حکم مسجد کا ہوگا فقط واللہ تعالیٰ اعلم

طوائف کی بنوائی ہوئی مسجد

سوال :۔ مسجد طوائف نے بنائی اب کوئی شخص یہ نہیں کہتا کہ قرض سے بنائی ہے یا خود مال حرام سے بعینہ پرانی مسجد ہے۔ نماز اس میں کیا حکم رکھتی ہے ؟

جواب :۔ ہرگز نہ پڑھے۔ فقط

مسجد کے لئے کافر کا چندہ

سوال :۔ شیعہ یا ہندو یا نصاریٰ یا یہود مسجد بنادے یا اس کی مرمت کرے یا چندہ مسجد وغیرہ میں شریک ہو تو جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے مسجد ان لوگوں کی بنائی ہوئی بحکم مسجد ہے اگر یہ لوگ مسجد میں روپیہ لگانا ثواب جانتے ہیں تو اُن کا وقف درست ہے ایسے ہی اوپر کی عمارت میں شریک ہوں تب بھی درست ہے۔ فقط

مراثی و طوائف کی بنوائی ہوئی مسجد

سوال :۔ مراثی یا طوائف اگر مسجد بناویں اسی مال بعینہ سے بغیر حیلہ قرض کے نماز اس میں مکروہ ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ اس مسجد میں نماز مکروہ تحریمہ ہوگی وہ مسجد نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد و مدرسہ میں کافر کا روپیہ لگانا

سوال :۔ تعمیر مسجد و اجراء مدرسہ میں ہنود کا روپیہ لگانا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ مدرسہ و مسجد میں ہنود کا روپیہ لگانا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد میں کافر کا روپیہ لگانا

سوال :۔ ہندو کا مسجد میں روپیہ لگانا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ ہندو کا دیا ہوا چندہ مسجد میں صرف کرنا درست ہے جبکہ وہ بہ نیت ثواب دیتا ہو۔

کافر کی بنوائی ہوئی مسجد

سوال :۔ کافر کی تعمیر کردہ مسجد میں ثواب مسجد کا ملے گا یا نہیں ؟

جواب :۔ اگر کافر لوجہ اللہ مسجد بنادے تو اس میں نماز کا ثواب مثل اور مساجد کے ہوگا۔ فقط

رمضان شریف میں مساجد میں زیادہ روشنی کرنا

سوال :۔ رمضان شریف میں مسجدوں کو آراستہ کرنا اور تراویح کے وقت اور دنوں کی بہ نسبت زیادہ روشنی کرنا کیسا ہے ؟

جواب :۔ مساجد کا صاف کرنا تو بہتر ہے مگر روشنی انداز سے زیادہ کرنا اسراف ہے اور اگر زیادہ روشنی بسبب کثرت آدمیوں کے ہے کہ حاجت ہے تو درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد میں رمضان میں ضرورت سے زیادہ روشنی

سوال :۔ روشنی کرنا رمضان کی شب ختم قرآن میں حاجت سے زائد جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ حاجت سے زیادہ روشنی ہر روز ہر وقت حرام اسراف ہے اور ایسی برکت کے وقت میں زیادہ موجب خسران کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد میں ضرورت سے زیادہ روشنی

سوال :۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے اور وہ مسجد قندیل سے روشن تھی، آپ نے حضرت عمرؓ کو دعا دی، تو تراویح کی شب میں ہر روز یا ختم قرآن شریف میں اگر کوئی بنظر اس روایت کے چند قنادیل روشن کرے جائز ہے یا نہیں یا مسجد کے تیل کو اپنے پاس سے صرف کرے یا وعظ وغیرہ اگر کسی عالم سے کہلاوے اس میں بنظر ارب وعظ کے چند قندیل روشن کرے جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جو روشنی کرنا چراغوں کا مسجد میں منقول ہے کسی جگہ سے کسی روایت سے یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ وہ حاجت سے زائد تھی بلکہ قدر حاجت تھی کہ اگر اُس سے کم ہو جاتی تو بعض مسجد میں روشنی نہ رہتی اور اگر حاجت سے زیادہ ہوتی تو اسراف میں داخل ہوتا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر کیونکر گمان ہو سکتا ہے کہ وہ خلاف قول اللہ تعالیٰ ولا تسرفوا ان اللہ لا یحب المسرفین[1] کے کرتے اور فقہاء کی کتب میں روشنی زیادہ از حد ضرورت کو اسراف میں داخل کیا ہے کیونکر مظنون ہو سکتا ہے کہ یہ فعل حضرت عمرؓ کا فقہاء کو معلوم

---

[1] اور حاجت سے زیادہ خرچ نہ کرو اللہ تعالیٰ حاجت سے زیادہ خرچ کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

نہ ہوا۔ الحاصل نہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس قدر روشنی ثابت ہوئی جو حاجت سے زیادہ اور داخلِ اسراف ہو اور اصل یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وقت میں مسجد میں چراغ نہ جلتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت میں وسعت ہوئی بعض صحابی بیت المقدس کا حال دیکھ کر آئے۔ حضرت عمرؓ نے بھی بسبب وسعت کے مسجد میں روشنی قدر حاجت کرائی۔ کیونکہ مسجد بہت طول طویل تھی دو چار چراغوں سے وہاں تمام مسجد میں روشنی نہ ہو سکتی تھی لہٰذا متعدد چراغ روشن کرائے مگر وہ کثرت قدرِ حاجت سے زیادہ نہ تھی۔ پس اس سے اگر کوئی جاہل یہ سمجھ جاوے کہ بکثرت چراغ جلانے جائز ہیں تو سراسر جہل اس کا ہے۔ بدوں فہم کلام علماء اپنے قیاسِ فاسد کو دخل دے کر اسراف کا مرتکب ہونا ہے۔ لہٰذا ہرگز جائز نہیں کہ تراویح میں یا ختم قرآن میں یا وعظ میں قدر حاجت سے زیادہ روشنی کی جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مساجد میں مٹی کا تیل یا دیا سلائی جلانا

سوال:۔ مٹی کا تیل مسجدوں میں جلانا یا دیا سلائی مسجد میں سلگانا جائز ہے یا نہیں کہ ان دونوں میں بدبو ہے اور اگر لیمپ میں مٹی کا تیل ہو کہ اُس میں بدبو روشنی کے وقت نہ آتی ہو مسجد میں یا حدیث شریف پڑھاتے ہوئے یا قرآن شریف پڑھتے ہوئے اپنے مکان میں درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ مٹی کا تیل جلانا اور دیا سلائی مسجد میں حرام ہے اور جگہ جہاں ذکر ہو اولیٰ نہیں ہے اور اگر لیمپ میں کہ اُس کی بُو باہر نہ نکلے تو غیر مسجد میں جلانا مباح ہے مگر مسجد میں حرام ہے فرشتوں کو اذیت ہوتی ہے۔ فقط

مسجد میں دیا سلائی جلانا

سوال:۔ مسجد میں دیا سلائی جلانا یا طاق مسجد میں بیٹھ کر جلانا کہ جو خارج سے ہو جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ مسجد میں بدبو دار شئے لانا حرام ہے ایسے ہی دیا سلائی بھی جلانا حرام ہے۔ طاق مسجد بھی داخل مسجد ہی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مساجد میں مٹی کا تیل جلانا

سوال:۔ مٹی کا تیل مسجد میں روشن کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟

جواب:۔ مٹی کا تیل مسجد میں جلانا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس میں بدبو ہوتی ہے اور ہر بدبو دار شئے کا مسجد میں داخل کرنا ممنوع ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو کوئی پیاز، لہسن خام کھاوے مسجد میں داخل نہ ہوئے اور علیٰ ہذا کپڑے اور بدن کی بدبو کے ساتھ مسجد میں آنے کو منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ ملائکہ اذیت پاتے ہیں اُس چیز سے جس سے اذیت پاتے ہیں انسان۔ لہٰذا اس تیل کے جلانے میں بھی چونکہ جن وانس و ملائکہ کو اذیت ہے اُس کا جلانا حرام ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ الجواب صحیح عنایت الٰہی۔ الجواب صحیح ابوالحسن عفی عنہ۔ اس تیل کا جلانا البتہ مساجد میں مکروہ ہے۔ ابوالحسنات حبیب الرحمٰن عفی عنہ۔ الجواب صحیح والمجیب نجیح ابو القاسم محمد عبدالرشید انصاری سہارنپوری۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مساجد میں زیب وزینت کرنا

سوال :۔ مساجد کے بلند کرنے اور زیب وزینت ونقش ونگار طلائی ونقرئی وغیرہ جو کچھ عوام کرتے ہیں احادیث صحیحہ کثیرہ میں اُس کی ممانعت وارد ہے اور فعل یہود سے مشابہت دی گئی ہے ، چنانچہ ابو داؤد میں ہے :۔ امرت بتشیید المساجد قال ابن عباس لتزخرفنها کما زخرفت الیھود والنصاری[1]۔ لہٰذا حسب احادیث امور مذکور ممنوع وحرام ہوں گے۔ پھر اگر جواز یا استحباب جیسا کہ معمول زمانہ ہے اگر ہو تو ارقام فرماویں۔

جواب :۔ فخر وریاء سے مساجد کا اُونچا کرنا حرام ہے اور جو شوکت وزینت اسلام کے واسطے کرے مباح ہے جیسا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا کہ کسی صحابی نے اُن پر انکار ورد نہ فرمایا اگرچہ آثار سابق کی بقاء کو مستحسن جانتے تھے۔ یہی دلیل جواز کی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کے اُس گوشہ کی توقیر جو خارج از مسجد ہو

سوال :۔ جو جگہ مسجد کے ایک کونہ کی کسی وجہ سے چھوڑ دی گئی ہو اور نالی اور دیوار اور فرش اُس کو محیط ہو یعنی یہ جگہ فرش کے ایک جانب کو ہو ایسی جگہ پر وضو کر لینا درست ہے یا نادرست ؟

جواب :۔ جو کونہ مسجد کا خارج رہا وہ مسجد ہی ہے تا قیامت اُس پر وضو وغیرہ کرنا درست نہیں بلکہ اُس کی عظمت ویسے ہی رکھنا چاہیئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

صحن مسجد میں قبور قدیمہ پر مسجد کے لئے حوض بنوانا

سوال :۔ قبور قدیمہ کہ مرور دہور سے ہموار ہو گئی ہوں اور صحن مسجد میں واقع ہوں اُن پر حوض یا دوسری شئے مصالح مسجد کے واسطے بنانا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ اگر قبرستان وقف ہے تو یہ امر درست نہیں اور جو ایسا ہی دفن واقع ہوا تھا اور استخوان مردگان معدوم ہو گئی تو درست ہے اور فرش مسجد میں ادخال ایسی زمین کا بعد ہمواری زمین کے بھی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سُود کے مال سے مسجد کا بنانا

سوال :۔ بیاج کے روپیہ سے مسجد یا چاہ کا بنانا درست ہے یا نہیں ؟ یا دو شریک ہو کر بنادیں جس میں ایک کا روپیہ بیاج کا ہے دوسرے کا مال طیّب ہے۔

جواب :۔ جو مسجد کہ اُس میں حرام روپیہ لگا اُس میں نماز مکروہ تحریمہ ہوتی ہے اور ثواب مسجد کا نہیں ملتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] مجھ کو مساجد کے مضبوط و بلند بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تم اس کو ضرور مزین کرو گے جس طرح کہ یہود ونصاریٰ نے مزین کیا ہے۔

مسجد میں خرید و فروخت کرنا

سوال :- مسجد میں خرید و فروخت کر لینا اور قیمت باہر جا کر لے دے لے تو جائز ہے یا نہیں ؟
جواب :- مسجد میں کوئی سودا خرید لے تو درست ہے مگر اسباب وہاں نہ ہو اور اس کام میں کثرت اور اس میں زیادہ مشغولی وہاں نہ چاہیئے کہ مسجد کی بے حرمتی ہے احیاناً کسی سے ایسی بات چیت کر لی جاوے تو درست ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم -

مسجد کو فروخت کرنا

سوال :- ایک مسجد تعداد دو گز کی طویل ہے اور ایک گز کی عریض ہے اور ویران ہے نماز اور اذان کبھی اُس میں کچھ نہیں ہوتی ہے تو اگر اس کو متولی مسجد فروخت کر کے دوسری مسجد کہنہ کلاں میں قیمت اس کی لگا دیں یا اینٹیں اس کی لگا دیں اور زمین میں اس کی دوکان واسطے صرف مسجد کہنہ کے بنوا دیں تو یہ جائز ہے یا نہیں یا تحریر فرمائیے کہ اس کی زمین کو کیا کیا جاوے جبکہ اینٹیں وغیرہ کی اجازت حضور کی دوسری مسجد کو ہو جاوے -
جواب :- مسجد کی بیع حرام اور باطل ہے کسی حال میں بیع نہیں کر سکتے خواہ وہاں اذان و نماز ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو اور آباد ہو یا ویران ہو - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حرام مال سے بنائے ہوئے مکان میں نماز

سوال :- اگر مال حرام سے ایک مکان بنایا گیا لیکن زمین اس کی پاک ہے وہ مال حرام سے نہیں خریدی گئی بلکہ وہ مکان سرکاری زمین کے اندر باجازت سرکار بنایا گیا ہے - اندریں صورت مکان مذکور میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور قیام و سکونت کرنا اُس میں کیا حکم رکھتا ہے اُس مکان کے صحن و کوٹھا ہر دو میں نماز مکروہ ہے یا فقط جہاں تک تعمیر ہو مکروہ ہے باقی صحن میں نماز بلا کراہت جائز ہے -
جواب :- جس مکان کی زمین حلال ہو اور بناء حرام ہو اُس میں نماز مکروہ ہوتی ہے مگر ایسی جگہ کہ اثر بناء کا نہ ہو اُس میں کراہت نہ ہو گی - فقط

رشید احمد ۱۳۰۱

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

علی ہذا القیاس سکونت و قیام اُس مکان میں مکروہ تحریمی ہے - فقط محمد روشن عفی عنہ - حضرت مولانا سلمہٗ سے تحقیق کر لیا ہے - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حرام مال سے مسجد کا غسل خانہ بنوانا

سوال :- جن لوگوں کے پاس روپیہ حرام سے اکٹھا ہوتا ہے اگر اُن کے روپیہ سے غسلخانہ یا پاخانہ مسجد کے متعلق بنایا جائے جائز ہے نیز مسجد میں روشنی وغیرہ ان کے روپیہ سے کرنا فقط -
جواب :- سب ناجائز ہے اور استعمال اُس کا نادرست ہے - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

طوائف کی بنوائی ہوئی مسجد کی تعظیم

سوال :- مال طوائف کی مسجد تعمیر شدہ میں نماز تو جائز نہیں لیکن تعظیم اُس کی مسجد کی سی چاہیئے یا مثل دیگر مکانات کے ہے حتیٰ کہ بول و غائط بھی اُس میں درست ہے یا نہیں ؟

جواب :- نماز اس میں مکروہ ہے مگر چونکہ اُس نے اس کو مسجد بنایا ہے لہٰذا تعظیم اُس مکان کی رعایت رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کا روپیہ کنویں کی مرمت میں لگانا

سوال :- جس مسجد کے واسطے چندہ جمع کیا تھا اُس کے قریب جو کنواں ہے اور اُس سے اہل محلہ بھی پانی بھرتے ہیں اور اس میں سے مسجد میں پانی آتا ہے اور یہ وہی کنواں ہے کہ جس کو لکھا تھا کہ کتے کا جھوٹا پانی اس کے اندر گیا تو اس روپیہ کو اس کنویں کی مرمت میں لگانا بغیر اجازت چندہ دہندگان کہ جو مسجد کے نام سے وصول کیا تھا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- مسجد کا روپیہ اس کنویں میں لگانا درست نہیں ۔

مسجد کے پھلدار درختوں کا مسئلہ

سوال :- اگر مسجد میں امرود کا درخت ہو اس کو نمازی استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں ؟

جواب :- جو درخت کسی نے نمازیوں کے کھانے کو لگایا ہو اُس میں سے کھانا درست ہے ۔

مسجد کا بچا ہوا تیل

سوال :- خادم مسجد بچے ہوئے تیل یا لکڑی وغیرہ اپنے صرف میں کر سکتا ہے یا نہیں ؟

جواب :- مسجد کا بچا ہوا تیل لکڑی وغیرہ اپنے کام میں نہیں لا سکتا البتہ اُجرت خدمت لینا چاہے تو اپنی اُجرت ٹھہرالے اور متولی سے وصول کر لیا کرے ۔ فقط

مسجد کا حجرہ بنوانے کی جہت

سوال :- ایک مسجد میں نمازیوں کو وضو کی سخت تکلیف گرما میں رہتی تھی کہ کوئی جگہ سایہ وغیرہ کی نہیں تھی ایک شخص نے ایک سہ دری بنوانی شروع کی اور مسجد میں کسی طرف کو حجرہ مسجد کے اسباب کے واسطے بنوانا چاہتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں بنوا تو جروا

جواب :- مسجد کے متعلق غسلخانہ و حجرہ و سہ دری وغیرہ اگر بنوایا جاوے تو مسجد کے فرش سے بالکل علیحدہ اور ایک طرف کو ہو حتیٰ کہ اگر کوئی کڑی یا ستون مسجد پر رکھا جاوے گا تو جائز نہ ہوگا اور جو ستون بنایا گیا ہو تو اُس کو تڑوا دینا چاہیئے علیٰ ہذا یہ تعمیر جس میں مسجد کا فرش کام میں آوے گا اس کا لینا جائز ہرگز نہ ہوگا اور اگر کچھ بنایا گیا ہو اور اس میں مسجد کا فرش کچھ آگیا ہو تو اس کو تڑوا دینا چاہیئے ۔

مسجد کی زمین میں حجرہ بنانا

سوال :- مسجد بوجہ چھوٹی ہونے کے بڑھائی گئی کسی قدر زمین کہنہ مسجد کی بچ رہی اس میں حجرہ وغیرہ بنا سکتے ہیں یا نہیں ؟

جواب :- یہ جگہ مسجد کی بچی ہوئی کسی دوسرے کام میں نہیں آسکتی۔ نہ یہاں حجرہ بنانا درست ہے نہ غسل خانہ وغیرہ جس طرح ہو مسجد میں شامل کر دیں نہ ہو سکے تو احاطہ بنا کر ویسے ہی پڑا رہنے دیں۔ فقط

مسجد کی افتادہ زمین کا مسئلہ

سوال :- ایک مسجد کے صحن کے آگے کچھ جگہ عرصہ دراز سے پڑی ہوئی ہے اور اس میں ایک جانب غسل خانے بنے ہوئے ہیں اور ایک جانب کو اس جگہ میں آمد و رفت کو دروازہ مسجد کا ہے اور ایک دروازہ آمد و رفت کا دوسری طرف کو بھی ہے۔ بعض اہلِ محلہ کہتے ہیں کہ یہ جگہ ہماری مِلک ہے اور دیگر اشخاص بلکہ اکثر اشخاص شہر کہتے ہیں کہ یہ جائے افتادہ متعلق مسجد کے ہے اور ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے مگر قبضہ اہلِ محلہ کا بھی رہا جیسے کہ جائے افتادہ میں گاڑی کھڑی کر دی کباڑ رکھ دیا اور ایسا تصرف جائے افتادہ میں اکثر کر لیا کرتے ہیں۔ مدعی مذکور کہتے ہیں کہ یہ جگہ ہمارے بیع نامہ میں ہے اور غسل خانے ہم نے رعایتاً بنا دیئے تھے مگر بیع نامہ دکھلاتے نہیں ہیں توحضور جائے مذکور عند اللہ مسجد کی قرار دی جائے یا کسی کی اور مسجد ہو سکتی ہے یا نہیں؟ مولوی اشرف علی صاحب نے یہ جواب لکھا ہے کہ وقف میں تسامع و شہرت حجت ہے اگر بعینانہ دکھلاویں تب بھی یہ جگہ متعلق مسجد کے ہے۔

جواب :- جب تک وہ لوگ اپنی مِلک کا کوئی ثبوت معتبر اور کافی نہ دیں گے اس وقت تک وہ جگہ مسجد کی ہی سمجھی جاوے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد میں چارپائی بچھانا

سوال :- مسجد میں چارپائی بچھانی درست ہے یا نہیں ؟

جواب :- چارپائی مسجد میں بچھانی درست[1] ہے۔ فقط

مساجد میں ذکر جہری

سوال :- صوفیاء کرام جو بعد نماز مغرب مساجد میں حلقہ کرتے ہیں اور کودتے چلاتے اور ہو حق کرتے ہیں کہ جس سے لوگ جمع ہو جاتے ہیں اور مسجد میں شور و غل پڑ جاتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں اور اشعار وغیرہ توحید اور ذوق و شوق کے پڑھے جاتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- بعض علماء نے مسجد میں رفع صوت کو اگرچہ بذکر ہو مکروہ لکھا ہے لہٰذا مسجد میں اس کا نہ ہونا مستحسن ہے خصوصاً ایسی صورت میں کہ تماشا گاہ عوام ہو جاوے یا بحد کا نقصان ہو اگرچہ ذکر بجہر یا بکاء اور نالہ مسجد میں جائز بھی ہو۔ فقط

---

[1] علمائے دین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ مسجد میں چارپائی پر سونا جائز ہے یا منع حکم شریعت کے مطابق تحریر فرما دیں۔ ھو المصوب۔ جائز ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مسجد میں ایک تخت رکھا جاتا تھا اور آپ بزمانہ اعتکاف اس پر آرام فرمایا کرتے تھے جیسا کہ سفر السعادت میں ہے اور ابن ماجہ نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف فرمایا کرتے تو آپ کے لئے بچھونا بچھایا جاتا یا ستون توبہ کے ساتھ آپ کا تخت ڈال دیا جاتا واللہ اعلم۔ اس کو محمد عبدالحی عفی عنہ نے لکھا ہے۔ ۱۲

مسجد میں راستہ داخل کرنا

سوال :- راستہ میں سے بوجہ ضرورت کے کچھ مسجد میں ڈال دینا کیا حکم رکھتا ہے اور اس کا عکس بھی ہو سکتا ہے اور اس سے کیا مراد ہے کہ جائے مسجد کا تا قیام قیامت یکساں حال ہے ؟

جواب :- راہ کو مسجد میں لانا بشرطیکہ چلنے والوں کو تنگی نہ ہو درست ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس کے عکس کو بھی بعض علماء نے درست کہا ہے مگر بے تعظیمی مسجد کی درست نہیں لہٰذا اس سے اجتناب کرنا چاہیئے ۔ فقط

مسجد کے لئے جبراً جگہ لینا

سوال :- ایک مسجد کا صحن کم ہے اور نمازی کثرت سے آتے ہیں اور باہر مسجد کے جگہ ہے ایک مسلمان کی وہ شخص بہ قیمت بھی جگہ نہیں دیتا ہے اس صورت میں زبردستی جگہ لے کر بہ قیمت اگر مسجد میں شامل کریں تو درست ہے یا نہیں ؟

جواب :- درحالت تنگی و ضرورت جبراً جگہ لے کر مسجد میں بڑھانا درست ہے۔ فقط

مسجد کی حفاظت کے لئے جہاد

سوال :- یہاں چار کوس پر ایک موضع میں ایک مسجد خام کہنہ ہے اس کو ایک کافر شہید کرا کر بت خانہ بنوانا چاہتا ہے تو حضور مسلمانوں پر اس کا روکنا فرض ہے یا مستحب ہے اور اس کافر کا مقابلہ کرنا اور یا اس میں لڑ کر شہید ہو جانا فرض ہے یا مستحب۔ غرض یہ ہے کہ کس درجہ مسلمان اُس کافر خبیث ظالم کا مقابلہ کریں یا خاموش رہیں اگر مارنا اور مرنا ضروری ہے تو خاص اُس موضع مسجد کے مسلمانوں پر ضرور ہے یا جو مسلمان کہ اس قصہ کو سُنے ؟

جواب :- اس مسجد کی صیانت سب مسلمانوں پر فرض ہے مگر لڑنا ہرگز درست نہیں ہے حسب قاعدہ سرکاری طور سے سرکار کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ فقط

مسجد میں زیادتی کے لئے تغیّر

سوال :- مسجد کو بعد انہدام قبلہ کی جانب اور زیادہ کر لینا اور اندرونِ مسجد کو فرش میں داخل کر دینا کیسا ہے ؟

جواب :- زیادۃ فی المسجد اور اس طرح تغیّر جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کا ثواب اندر و باہر

سوال :- مسجد کے اندر باہر نماز کا ثواب برابر ہے یا کم و بیش ؟

جواب :- اندر باہر مسجد کا ثواب برابر ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کے اندر وضو کرنا

سوال :- مسجد کے اندر بباعث دھوپ یا بارش بیٹھ کر وضو کرنا درآنحالیکہ پانی بھی وضو کا صحن مسجد میں پھیلے جائز ہے یا نہیں اور مسجد کے اندر بیٹھ کر مسجد کی دیوار سے تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- مسجد کے اندر وضو کرنا کہ غسالہ مسجد میں گرے حنفیہ کے نزدیک منع اور گناہ ہے اور تیمم دیوار مسجد سے کرنے کو بھی بعض کتب فقہ میں مکروہ لکھا ہے۔ فقط

مسجد کی رقم سے گھنٹہ وغیرہ خریدنا

سوال :- مسجد کا روپیہ جو مرمت سے باقی رہ گیا ہے اگر اس روپیہ کو بہ اجازت چندہ دہندگان اُس مسجد میں واسطے جھگڑے جماعت اور پابندی جماعت کے اس روپیہ جمع شدہ چندہ سے جو بنام مرمت مسجد کے سابق میں جمع کیا تھا اور اس مرمت سے روپیہ باقی رہ گیا اگر اس روپیہ کی گھڑی یا گھنٹہ خرید کیا جاوے تو حضور کیا حکم دیتے ہیں؟

جواب :- جو روپیہ مرمت مسجد کے لئے آیا ہے اُس میں امام یا مؤذن مقرر کر لینا درست ہے اور گھنٹہ خریدنا بھی درست ہے۔ فقط

جنگل میں عیدگاہ بنانا

سوال :- اگر غیر موقوفہ اراضی صحرائی میں باجازت زمیندار نماز عید پڑھیں تو ثواب عیدگاہ کا ملے گا یا نہیں جبکہ عیدگاہ کہنہ کا امام بدعتی ہو۔

جواب :- عیدگاہ کا ثواب جنگل میں نہیں ہے۔ فقط

مسجد میں ختم قرآن کی رات ضرورت سے زیادہ روشنی

سوال :- ختم قرآن کی رات کو روشنی حد سے زیادہ کرنا یعنی صدہا چراغ جلانا اسراف میں داخل ہے یا نہیں ؟

جواب :- روشنی زائد از حد ضرورت داخل اسراف اور حرام ہے خواہ ختم قرآن میں ہو یا اور کسی مجلس میں اور ایسی جگہ جانا درست ہے۔ فقط

مسجد میں دیاسلائی جلانا

سوال :- دیاسلائی گندھک کی جس سے چراغ روشن کرتے ہیں اور بوقت روشن کرنے کے اُس سے بدبو نکلتی ہے مسجد میں جلانا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :- جس شئے میں بدبو ہو اُس کو مسجد میں لے جانا اور بدبو کا مسجد میں پیدا کرنا منع ہے یہاں تک کہ پیاز کھا کر بدبودار دہن کے ساتھ دخول مسجد کو حرام لکھا ہے۔ پھر گندھک کی بدبو مسجد میں پھیلانا کس طرح درست ہوگا۔ چراغ خارج مسجد روشن کر کے لے جاوے یا موم کی دیاسلائی سے روشن کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسجد میں چارپائی بچھانا

سوال :- مسجد میں واسطے سونے کے مسافر یا مقیم کو چارپائی بچھانا کیسا ہے ؟

جواب :- مسجد میں چارپائی بچھانا مسافر اور مقیم کو دونوں کو درست ہے۔ فقط

باب نذر اور قسم کا بیان

نذر کا پورا کرنا کب واجب ہے

سوال :- اگر کسی شخص نے نذر کی تو قبل حصول منذور کے ایفاء نذر کا واجب ہو جاتا ہے یا بعد میں ؟

جواب :- قبل حصول مراد ایفاء نذر درست ہے مگر واجب نہیں ہوتا وجوب بعد حصول کے ہوتا ہے۔ فقط

نذر اللہ کا کھانا کون کھا سکتے ہیں

سوال :- ایک غریب حاجتمند و بے روزگار نہایت مایوس ہے اور ایک متمول نے کہا کہ چند روپیہ واسطے نذر کے مقرر کر کے ہم کو دو ہم نذر اللہ کریں گے۔ شخص حاجتمند نے حسب فرمائش عمل کیا اور حاجت پوری ہوگئی۔ روپیہ مذکور حق مساکین ہے یا آشنایان و دوستان۔ صاحب متمول مذکور اور صاحب متمول درصورت خورد و نوش مواخذہ دار ہوتے یا نہیں ؟

جواب :- نذر کا مال فقراء کو دینا واجب ہے اگر دوست آشنا مالداروں شہدوں کو دے گا تو اُن کو اُس کا کھانا حرام ہے اور نذر کرنے والے کے ذمہ سے ادا نہیں ہوتا۔

نذر کا کھانا نذر کرنے والا کھا سکتا ہے یا نہیں

سوال :- یہ کہا کہ اگر میرا فلاں عزیز اچھا ہو جاوے تو کھانا یا جانور ذبح کر کے للہ دے دوں گا۔ اب یہ نذر ماننے والا خود بھی کھا سکتا ہے یا نہیں ؟

جواب :- ایسے نذر و منت کی جو شئے ہو اُس میں سے کھانا حرام ہے اور کسی غنی کو نہ دینا چاہیئے نہ نذر کنندہ کے ماں باپ اور بیٹا بیٹی کو اس میں سے کھانا درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نذر کا روپیہ اغنیا یا اعزہ کو کھلانے کا حکم

سوال :- ایک شخص نے نذر آٹھ آنہ کی شیرینی مسجد میں دینے کی مانی اب اُس نے نصف مسجد میں دی اور نصف اہلِ خانہ اپنے میں تقسیم کی یہ درست ہے یا نہیں ؟

جواب :- یہ نذر اُس کے ذمہ واجب ہو گی اب آٹھ آنہ نقد یا اُس کی کوئی شئے لِلّٰہ فقراء کو دینی چاہیئے مسجد میں اغنیاء کو دینا یا اپنے گھر اپنے ماں باپ اولاد کو یا میاں بیوی کو یا ایسے لوگوں کو دینا جو غنی ہوں ہرگز کافی نہیں ہو سکتا[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد میں کھانا بھیجنا

سوال :- کوئی شخص کھانا پکا کر واسطے نمازیوں کے مسجد میں بھیجے اس کھانے کو مؤذن مسجد اپنا حق جان کر اوروں کو نہ دے۔ یہ کیسا ہے کہ بعض نمازی مؤذن کو دینا چاہیں بعض خود لینا بخیال نذر ناذر کے۔ پس ثواب کس صورت میں زیادہ ہے ایک کے کھانے میں یا تقسیم میں ؟

جواب :- اس کا مدار دینے والے کی نیت پر ہے جس کو دینے کی نیت ہو اور اگر وہ کھانا نذر کا ہے تو فقراء کو جائز اغنیاء کو حرام۔ فقط

---

[1] مائۃ مسائل کا اٹھائیسواں مسئلہ دیکھو [2] مائۃ مسائل میں تفصیل سے لکھا ہوا ہے۔

کسی کے نام پر مرغا یا بکرا ذبح کرنا

سوال :- کسی کے نام کا بکرا یا مرغا ذبح کرنا کیسا ہے۔ زید کہتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کے نام پر ہو حرام ہے۔ عمرو کہتا ہے کہ جو ذبح کے وقت اللہ کے نام کے سوا کسی اور کا نام لیا جاوے تو حرام ہو جاتا ہے اور وقت میں نام لینے سے حرام نہیں ہوتا ہے۔ اگر غیر وقت میں نام لینے سے حرام ہو جایا کرے تو سب بیل بکری حرام ذبح ہوتے ہیں اس لئے کہ جو کوئی بکرا پالتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ فلاں کا بکرا اس پر بھی اللہ تعالیٰ کے سوا غیر کا نام آگیا اس کا جواب صحیح کس طرح پر ہے ؟

جواب :- جو جانور غیر کے نام کا ہو اُس کو اُسی نیت سے ذبح کرنا بسم اللہ کہہ کر بھی حرام ہے اور جانور حرام ہی رہتا ہے ایسے جانور کو ذبح نہ کرے اور کسی کا بکرا کہنا بوجہ مالک ہونے کے درست ہے مگر کسی کی تعظیم و قربت کا کہنا حرام ہے اگر یہ نیت ہو کہ اس کا ثواب لوجہ اللہ کسی کو پہنچے اُس میں کچھ حرج نہیں تعظیم غیر پر ذبح سے حرام ہوتا ہے نہ مالک ہونے سے کسی بشر کے دونوں میں فرق ہے۔ فقط

ناجائز اشیاء بیچ کر نذر اللہ کرنا

سوال :- ایک شخص زمانۂ سابق میں تعزیہ بناتا تھا پھر اُس نے تعزیہ بنانے سے توبہ کی اور اُس کے متعلق جو ڈھول تاشے اور طبل وغیرہ تھے اُس کو تعزیہ داروں کے ہاتھ فروخت کر کے اُس کی قیمت سے اللہ کے نام کی نذر کی تو اس نذر و نیاز کا کھانا درست ہے یا نہیں اور ایسے مال کی نیاز شرعاً جائز ہے یا نہیں اور ایسی نذر و نیاز سے امید ثواب رکھنا کیسا ہے ؟

جواب :- جس شئے سے گناہ کرتے ہوں اُس کی بیع حرام ہے اور ڈھول تاشا معصیت کا آلہ ہے اُس کی بیع بھی حرام ہے اور قیمت اُس کی بھی حرام اُس سے نذر و نیاز بھی کرنا حرام ہے اور اُس کھانے کا کھانا بھی مکروہ تحریمہ ہے اور توقع ثواب بھی ایسے کھلانے کا گناہ اور اندیشہ کفر ہے مگر کفر نہیں کہہ سکتے۔ واجب تھا کہ آلات کو توڑ کر جلا دیتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اللہ کے سوا کسی کی نذر کرنا

سوال :- کسی بزرگ اور ولی کی زیارت کو جانا اور مدد و حاجت روائی چاہنا اور نذر کرنی کہ اگر یہ کار و حاجت میری برآوے گی تو دس روپیہ مثلاً خیرات و صدقہ کروں گا روا ہے یا نہیں ؟

جواب :- زیارت بزرگوں کی درست ہے مگر بطریق سنت جاوے اور مدد[1] مانگنا اولیاء سے حرام ہے

---

[1] ابو حامد غزالیؒ احیاء میں فرماتے ہیں کہ دیکھا جاتا ہے کہ قبروں کا چومنا یہود و نصاریٰ کی عادت ہے اور زعفرانی نے فرمایا ہے کہ قبر پر ہاتھ رکھنا اور اُس کو چھونا اور اس کو چومنا ان بدعتوں میں سے ہے جو منکر ہیں شرعاً اور یہ بھی روایت ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر رکھے ہوئے ہے تو انہوں نے اسکو منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم اس بات کو نہیں جانتے تھے اور امام مالک و شافعی و احمد رحمہم اللہ نے ان باتوں کو برا کہا ہے اور مناوی نے شرح جامع صغیر میں کہا ہے کہ قبر کو نہ چھوا (بقیہ ص ۴۴۹ پر)

مدد حق تعالیٰ سے مانگنی چاہیئے۔ سوائے حق تعالیٰ کے کوئی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا سو غیر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا اگرچہ ولی ہو یا نبی شرک ہے اور یہ نذر کرنا کہ اگر حق تعالیٰ میرا کام کر دیوے تو دس روپیہ حق تعالیٰ کے نام پر صدقہ کروں گا درست ہے اور جو یوں کہے کہ اگر میرا کام ہو گیا تو ولی کے نام دس روپیہ دوں گا تو یہ نذر حرام اور ناجائز ہے۔ کیونکہ نذر عبادت ہوتی ہے اور عبادت سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کی درست نہیں۔ ہاں اگر یوں کہے کہ اگر حق تعالیٰ میرا کام کر دیوے تو دس روپیہ کا ثواب حق تعالیٰ کے واسطے فلاں بزرگ کو پہنچاؤں گا تو مضائقہ نہیں ہے کہ اس میں نذر غیر اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے ثواب پہنچانا ہے نذر حق تعالیٰ ہی کی ہے۔

ملفوظ

جس شخص نے التزام فی جوڑہ ایک فلوس کا کیا ہے وہ اس کا محض احسان و صدقہ ہے اس پر جبر نہیں۔ اگر فی الحال اُس نے انکار کر دیا خیرات و صدقہ ترک کیا اس میں جبر نہیں ہو سکتا اور اگر اُس نے نذر کر لی ہے تاہم اداء نذر پر کسی کو جبر نہیں پہنچتا۔

(بقیہ حاشیہ ص۴۴۸ سے آگے) جائے اور نہ اُس کو چومے کیونکہ یہ نصاریٰ کی عادت ہے اور مضمرات میں کہا ہے کہ قبروں کو نہ چوما جائے کیونکہ یہ نصاریٰ کی عبادت ہے اور تاتارخانیہ میں لکھا ہے کہ قبروں کو نہ چوما جائے کیونکہ یہ نصاریٰ کی عادت ہے اور فتاویٰ کبریٰ اور مفید المستفیدہ میں ہے کہ قبروں کو نہ چوما جائے کیونکہ یہ عادت نصاریٰ کی ہے۔ (صواعق الٰہیہ)

شکار اور ذبح کے مسائل

دریائی جانور اود بلاؤ کے انڈے

سوال :۔ ایک جانور دریائی اود بلاؤ ہوتا ہے اُس کے انڈے خوشبودار ہوتے ہیں اور مشک کے مشابہ اُن کا استعمال درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ اگر وہ جانور دریائی ہے تو اُس کے اجزاء پاک ہیں[۱] ۔ فقط

جھینگوں کا کھانا

سوال :۔ جگری اور جھینگوں کا کھانا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ جھینگا خشکی کا حشرات میں سے حرام ہے اور دریائی غیر ماہی کا ہے سوائے ماہی کے سب دریائی جانور حنفیہ رحمہم اللہ کے نزدیک ناجائز ہیں اور جگری کو بندہ نہیں جانتا کہ کیا شے ہے ۔ فقط

خرگوش کا حکم

سوال :۔ خرگوش دو قسم ہیں دونوں قسم کے گوشت کھانا درست ہیں یا نہیں ؟ بعض کے کان بلّی کی طرح کے ہیں اور بعض کے بکری کی طرح ۔ فقط

جواب :۔ خرگوش دونوں قسم مباح ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بگلے کا حکم

سوال :۔ بگلا حلال ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ بگلا حلال ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اوجھڑی کا کھانا

سوال :۔ اوجھڑی کھانا کیسا ہے ؟

جواب :۔ اوجھڑی کا کھانا حلال ہے ۔ فقط

اوجھڑی یعنی آنت یا جگری کھانا

سوال :۔ اوجھڑی یعنی آنت اور اُس کو جگری بھی کہتے ہیں کہ پیٹ میں ہوتی ہے اور اس میں پیشاب وگوبر

---

[۱] فتاویٰ رشیدیہ میں بتفصیل دریائی جانور غیر ماہی کی علت اور طہارت مرقوم ہے اور اصل دلیل اس پر احل لکم صید البحر (تمہارے لئے دریا کی شکار حلال ہے ۔ آیت) ۱۲

رہتا ہے اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ اوجھڑی کھانی درست ہے۔ فقط

حلال جانور کی حرام اشیاء

سوال :۔ حلال جانور کے گوشت مثل بکری و گاؤ وطیور وغیرہ میں کون کون سی چیز حلال ہے اور کون کون سی چیز حرام ہے ؟

جواب :۔ سات چیز حلال جانور کی کھانی منع ہیں ذکر۔ فرج مادہ۔ مثانہ۔ غدود۔ حرام مغز جو پُشت کے مہرہ میں ہوتا ہے۔ خصیہ۔ پتہ مرارہ جو کلیجی میں تلخ پانی کا ظرف ہے اور خون سائل[1] قطعی حرام ہے۔ باقی سب اشیاء کو حلال لکھا ہے مگر بعض روایات میں گردہ کی کراہت لکھتے ہیں اور کراہت تنزیہہ پر عمل کرتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ملفوظات

۱۔ بوم حلال نہیں ہے اور جن فقہاء نے اس کو حلال لکھا ہے ان کو اس کے حال کی خبر نہیں ہوئی۔ فقط واللہ اعلم۔ مورخہ ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۲۱ ہجری۔

۲۔ ہندو کی اور کافر کے گھر کی شئے اگر بظن غالب حلال ہے تو کھانا اس کا درست ہے مگر قول حل وحرمت میں کافر کا معتبر نہیں تو ذبیحہ میں قول کافر کہ ذبح کردہ مسلم ہے لغو ہوا اور اُس کے گھر میں طعام میں جو بظن غالب و یقین حلال ہے حلت ہوئی نہ بقول کافر بلکہ بعلم خود اگر ذبیحہ میں بھی یہی کیفیت پیش آوے کہ وہ کافر کچھ نہیں کہتا۔ بلکہ مسلمان اپنے علم وتحقیق پر ذبیحہ مسلم جانتا ہے تو حلال ہوتا ہے پس فرق واضح ہے کہ مسئلہ کی بناء قول کافر کے غیر معتبر ہونے میں ہے اور بس فقط ورنہ کفار کے گھر کا گوشت خود فخرِ عالم علیہ السلام نے بھی کھایا تھا۔ فقط والسلام

---

[1] بہتا خون ۔

قربانی اور عقیقہ کے مسائل

قربانی کب واجب ہوتی ہے

سوال :۔ جس شخص کے پاس بغیر زمین زیور وغیرہا نصاب زکوٰۃ نہ ہو قربانی اس کے حق میں واجب ہے یا مستحب ؟

جواب :۔ اگر کسی کے پاس زمین اس قدر ہے کہ سال بھر روٹی اُس کی اور اُس کے عیال کی اُس سے چلتی ہو اور بقدر پچاس روپیہ کے پھر ہو تو ان دونوں پر قربانی واجب ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قربانی کا جانور کس عمر کا ہو

سوال :۔ قربانی اور عقیقہ کے بکری یا بھیڑ کا بچہ فربہ چھ ماہ یا سات ماہ کا قربانی کرنی درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ بکری سال سے کم کی درست نہیں مگر بھیڑ دُنبہ چھ مہینہ کا اگر خوب فربہ ہو تو درست ہے ۔

میّت کی طرف سے قربانی کرنے پر گوشت کی تقسیم کیسے ہو ؟

سوال :۔ قربانی اگر میّت کی طرف سے کی جاوے بموجب اُس کی وصیّت کے یا بغیر وصیّت کے اس گوشت کو اپنے صرف میں لانا اور اقرباء کو تقسیم کرنا چاہیئے یا صرف فقراء و مساکین کو ہی تقسیم کر دینا چاہیئے ۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کرے تو اُس میں سے اپنے صَرف میں لانا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ قربانی کسی میت کی طرف سے یا فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یا کسی شیخ و مقرب کی طرف سے کرنا درست ہے ۔ مگر جو بوصیّت ہو اُس کا گوشت سب کا سب فقراء کو تقسیم کرنا لازم ہے اور جو خود اپنی طرف سے کرتا ہے اُس کا حال مثل اپنی قربانی کے ہے خود کھاوے چاہے ہدیہ دیوے چاہے مساکین کو دیوے ۔ کذا فی کتب الفقہ[1] واللہ تعالیٰ اعلم

میّت کی طرف سے قربانی کرنا اُس کا گوشت کھانا

سوال :۔ میّت کی طرف سے قربانی کرنے میں خود کھا سکتا ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ میت کی طرف سے بغیر اُس کی وصیّت کے اپنے پاس سے بطور تنفل جو قربانی کی جاوے اس میں سے جس قدر کھاوے یا کسی کو دے درست ہے اور جو قربانی نذر مان کر کی جاوے اُس سے کھانا نادرست ہے ۔ فقط

---

[1] کتب فقہ میں اسی طرح ہے ۔

قربانی کی کھال کے دام مسجد میں صَرف کرنا یا مؤذن کو دینا

سوال :۔ قربانی کی کھال کے دام مسجد کے صرف میں جیساکہ پانی بھروانا پانی گرم کرانا یا ڈول رسّی لینا جائز ہے یا نہیں یا اُس کی قیمت مؤذن کو دینا اس لئے کہ مؤذن کہتا ہے کہ میرا حق ہے اگر مؤذن کو نہ دے تو خفا ہوتا ہے مؤذن کو ہی حق جان کر دیا جاوے یا اور مساکین کو دیا جاوے۔

جواب :۔ قربانی کی کھال اُجرت میں مؤذن کو دینی جائز نہیں اور نہ اُس کی قیمت؛ قربانی کی کھال کے دام فقیر پر صدقہ کرنا واجب ہے اور کسی جگہ صَرف جائز نہیں۔ فقط

قربانی کی کھال مہتمم مدرسہ کو دے دینا

سوال :۔ اگر قربانی والے مہتمم مدرسہ کو کھالوں کا مالک بنا دیویں پھر وہ تنخواہ مدرسین میں یہ روپیہ دے دے یا نہیں اور مدرس کو لینا کیسا ہے ؟

جواب :۔ درست ہے۔ فقط

عقیقہ مباح ہونے کا مطلب

سوال :۔ عقیقہ کو مباح لکھا ہے تو اس اباحت سے ثواب نکلتا ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت ہے کہ عقیقہ مباح ہے۔ پس مباح میں ثواب جب ہوتا ہے کہ وہ عبادت کی نیت سے کیا جاوے۔ پس امام صاحب کے قول سے مراد یہ ہے کہ جیسا واجب میں ثواب ہوتا ہے وہ اس میں نہیں رہا اور سب ائمہ کے نزدیک عقیقہ مستحب ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جواز وحرمت کے مسائل

اولیاء اللہ کے مزارات پر جانا

سوال :- کتاب حارق الاشرار صفحہ ۱۰۵ حاشیہ تذکیر الاخوان مجتبائی دہلی میں لکھا ہے کہ سفر کرنا واسطے زیارت بزرگانِ دین کے یعنی بجائے مکہ و مدینہ شریف کے جائز نہیں ہے۔ زید کہتا ہے کہ جبکہ زیارت کرنا سنت مقررہ ہوا تو سفر دور دراز کرنے میں کیا نقصان ہے۔ قول حارق الاشرار والے کا ضعیف معلوم ہوتا ہے یہ کہنا زید کا کیسا ہے ؟

جواب :- قبور بزرگان کی زیارت کو سفر کر کے جانا مختلف فیہ ہے بعض علماء درست لکھتے ہیں اور بعض منع کرتے ہیں یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اس میں نزاع وتکرار نہیں چاہیئے۔ مگر ہاں عرس کے دن زیارت کو جانا حرام ہے۔

بزرگوں کے مزارات پر جانا

سوال :- اپنے گھر سے مدینہ منورہ کو یا بغداد یا گنگوہ کو یا اجمیر کو یا پیرانِ کلیر کو خاص زیارت کے واسطے جانا جائز ہے یا نہیں ؟ اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جس وقت مدینہ منورہ کو جاوے تو مسجد نبوی کا قصد کر کے زیارت شریف کا قصد کر کے نہ جاوے آیا یہ بات اُس کی سچ ہے یا خلاف اور یہ لوگ کس مذہب اور کس دین کے ہیں اور علمائے سنت والجماعت کا اس میں کیا حکم ہے ؟

جواب :- زیارت بزرگان کے واسطے سفر کر کے جانا علمائے اہل سنت میں مختلف ہے۔ بعض درست کہتے ہیں اور بعض ناجائز دونوں اہل سنت کے علماء ہیں۔ مسئلہ مختلفہ ہے اس میں تکرار درست نہیں فقط۔ اور فیصلہ بھی ہم مقلدوں سے محال ہے۔ فقط

میلوں اور بازاروں میں وعظ کہنا

سوال :- میلوں اور بازاروں میں وعظ کہنا جائز ہے یا نہیں ؟ یہ طریقہ سنت ہے یا بدعت ؟

جواب :- وعظ کہنا میلے اور بازار میں درست ہے آپؐ کا مجامع میں جا کر اشاعت وتبلیغ کرنا ثابت ہے مگر میلے میں ایسے شخص کو جانا درست نہیں ہے کہ جس سے اور بھی میلے کو رونق اور میلے والوں کی کثرت ہو جائے۔

اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کو جانا

سوال :- زیارت قبور اولیاء اللہ پر سفر کر کے جانا بشرطیکہ کوئی خلافِ شرع کام نہ کرے درست ہے یا نہیں ؟

جواب :- محض زیارت کے لئے سفر کر کے جانا جائز ہے اگرچہ اس میں اختلاف ہے مگر عرس وغیرہ کے دنوں میں ہرگز نہ جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مُسلمانوں کے میلوں میں سوداگری کے لئے جانا

سوال :۔ مسلمانوں کے میلوں میں جیسے پیرانِ کلیر وغیرہ میں واسطے سوداگری یا خریداری کے لئے جانا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ درست نہیں۔ فقط

ملازمین سرکار کا بغرض انتظام کفار کے میلوں میں جانا

سوال :۔ مجمع اہلِ ہنود میں شریک ہونا اہلِ پیشہ خواہ نوکرانِ سرکار کو جیسے آج کل بباعث انتظام سب انسپکٹران وغیرہ تماشائی محرم یا ہولی و دیوالی میں مقرر کر دیئے جاتے ہیں جائز ہے یا نہیں مکروہ تحریمی یا تنزیہی حرام ہے یا غیر حرام۔ فقط

جواب :۔ مجمع میلہ کفار و فساق و روافض میں جانا خواہ تجارت کی وجہ سے ہو خواہ انتظام کے واسطے ہو۔ خواہ تماشے کے واسطے سب حرام کہ تکثیر و رونق اس میلہ کی ہوتی ہے۔

کفار کے میلوں میں بغرض تجارت جانا

سوال :۔ کفار کے میلوں میں مثل گنگا دہر دوار وغیرہ میں جاکر مال فروخت کرنا درست ہے یا نہیں ؟ اگر قرضدار ہو اور امید فروختگی مال کی ہو کہ قرض ادا ہو جاوے گا تو کیا کرے ؟

جواب :۔ ہرگز جانا درست نہیں گناہ کبیرہ ہے اگرچہ قرضدار ہو اور امید فروخت مال اور نفع کی کثیر ہو مطلقاً شرکت ایسے مواقع کی گناہ اور حرام ہے۔

میلوں اور عرسوں میں تجارت کے لئے جانا

سوال :۔ میلہ ہنود و عُرس مسلمانوں میں جیسا ہردوار و پیرانِ کلیر و اجمیر ہے واسطے سوداگری یا خریدنے کسی شَے ضرورت کے خاص و عام کو جانا کیسا ہے ؟

جواب :۔ میلوں میں ہنود و مسلمانوں کے جانا تجارت کے واسطے بھی حرام ہے اگرچہ جو مال فروخت ہو اُس میں حُرمت نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

نفع لینے کی شرعی حد

سوال :۔ نفع لینا شرع میں کہاں تک جائز ہے ؟

جواب :۔ نفع جہاں تک چاہے لے لیکن کسی کو دھوکہ نہ دے فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نفع لینے کی شریعت میں مقررہ حد

سوال :۔ نفع لینے کی تحدید شرعاً تو نہیں ہے مثلاً ایک فلوس کی شَے دو فلوس کو دینے لگے اور حالانکہ اس کی دوکان کے قریب دوسری دوکان پر وہی شئے ایک فلوس کو ملتی ہو تو اس صورت میں بائع کا مشتری کو خبردار کر دینا کہ مَیں اتنے کو دیتا ہوں اور فلاں آدمی اتنے کو دیتا ہے ضروری ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ نفع کی کچھ حد نہیں مگر اس کو اطلاع دینا چاہیئے ورنہ دھوکہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دلالی کا مسئلہ

سوال :۔ ایک شخص کو بازار سے سودا خرید نے بھیجا سودا خریدنے کے بعد اُس نے دوکاندار سے دلالی دستوری دُوکن لی یہ درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ نہ دستوری دلالی رو کن لے سکتا ہے۔

کمیشن کا مسئلہ

سوال :۔ ایک شخص نے مال منگایا ہم نے اس کو مال اپنے یہاں سے اور دوسرے دوکاندار سے خرید کر روانہ کردیا اور اپنا نفع کمیشن لگا لیا مگر منگانے والے نے کمیشن یا نفع کی اجازت نہیں دی تھی لہٰذا یہ درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ اگر اس منگانے والے نے اس کو وکیل نہیں بنایا ہے اور اُس سے خرید نا منظور ہے تب تو یہ شخص اپنا نفع لگا سکتا ہے اور اگر اس کو وکیل بنایا ہے کہ خرید کر بھیج دو تو نفع نہیں لے سکتا۔ فقط

دلالی کب طے کرنا چاہیئے

سوال :۔ اگر پہلے خریدنے سے دلالی طے کر لی جاوے تو درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ اگر یہ اشیاء لے گا تو اسی کے پاس بھیجی جاوے گی جس نے شئے منگوائی ہے۔ فقط

مشتبہ چیز کا خریدنا

سوال :۔ بازار میں کوئی چیز کوئی شخص فروخت کرتا ہو اور وہ چیز روپیہ کی آٹھ آنہ پر بیچتا ہو اور گمان اس امر کا ہو کہ چوری کی نہ ہو اُس کا خریدنا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ اگر اُس چیز کی ملک اُس شخص کی نسبت محتمل ہو اور ظن غالب اس کی اصلاح کا ہو خریدنا درست ہے اور جو قابل اس کے نہیں ہے کہ ایک چمار مفلس ہزار روپیہ کی گھڑی فروخت کرے تو نہ لیوے کہ بظاہر چوری کی ہے۔ فقط

حکیم کا عطّار سے حصّہ لینا

سوال :۔ جو حکیم عطاروں سے حصہ معین لیتے ہیں تو عطار کافر کہتے ہیں کہ مریض سے بھی ہم قیمت نسخہ کی زیادہ لیتے ہیں ورنہ کم لیتے ہیں اور تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر طرح قیمت زیادہ لیتے ہیں تو ایسے اقرار زبانی عطار کافر سے طبیب کو حصّہ چہارم عطار سے لینا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ حکیم کو عطار سے لینے کی نسبت پہلے بھی لکھا گیا ہے کہ یہ نادرست ہے ہرگز لینا درست نہیں اب عطار سچ کہے تب بھی نادرست ہے اور جھوٹ بولے تب بھی نادرست ہے۔ فقط

طبیب کا نذرانہ

سوال :۔ جو شخص کہ طبیب کو نذر اس نیت سے دے کہ طبیب مریض کو مکرر سہ کرر دیکھنے آوے اور طبیب

بھی قیاس سے یہ ہی سمجھ لے کہ پھر بھی بلانا اس اجرت میں چاہتا ہے اور باعلان ظاہر نہ کیا اور طبیب نے اُسی وقت یہ سمجھ لیا کہ اس اُجرت میں پھر نہیں آؤں گا یہ نذرانہ طبیب کو لینا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- جو کچھ طبیب کو دے چکا ہے وہ بظاہر حال ایک دفعہ کی اجرت ہے ۔

بے بیاہی عورت کا حمل گرانا

سوال :- ایک بے بیاہی عورت کو حمل رہ گیا اب بوجہ بے عزتی کے خفیہ کرنا اور ساقط کرنا چاہتی ہے ایسی صورت میں علاج اسقاط کرنا اور کرانا گناہ ہوگا یا نہیں ؟

جواب :- اگر اس میں جان پڑ گئی ہے تو پھر اسقاط میں سعی کرنا بے شک سخت گناہ اور بحکم قتل ہے ہرگز ایسی دوا درست نہیں ہے ۔

کسی شخص کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا اور پاؤں چُومنا

سوال :- کسی شخص کی تعظیم کو کھڑا ہو جانا اور پاؤں پکڑنا اور چومنا تعظیماً درست ہے یا نہیں ؟

جواب :- تعظیم دیندار کو کھڑا ہونا درست ہے اور پاؤں چومنا ایسے ہی شخص کا بھی درست ہے اور حدیث سے ثابت ہے ۔ فقط

پیشہ وکالت

سوال :- وکیل اور آج کل کے وکیل کہ جو اپنے موکل کی ایمانداری اور سچ ہونے پر کچھ لحاظ نہیں کرتے بلکہ محض اپنا محنتانہ مقدم سمجھتے ہیں چاہے فریقین کی بے ایمانی ہو چاہے فریق ثانی کی حق تلفی ہو جھوٹی گواہی دیں اور دلوائیں صرف اپنے محنتانہ کی غرض سے جیسے کہ آجکل کے وکیل ہیں تو فرمائیے کہ اُن کے یہاں کا کھانا اور اُن سے محبت رکھنا جائز ہے یا نہیں ۔

جواب :- اس زمانہ کی وکالت اور محنتانہ حلال نہیں اُن کا کھانا بھی اچھا نہیں مگر بتاویل فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کسی مُسلمان کی عزّت بچانے کے لئے جھوٹ بولنا

سوال :- اگر کوئی شخص گرفتار ہوتا ہو اور وہ گرفتاری ناحق ہو یا اُسکی بے عزتی ہوتی ہو تو اسکو جھوٹ بول کر چھڑا لینا جائز ہے یا نہیں عند اللہ مواخذہ ہوگا یا نہیں ؟

جواب :- اس کا بھی یہی جواب ہے اور احیاء العلوم میں ایسے موقع پر کہ قتل مسلم ناحق ہوتا ہو اور بدوں کذب کے نجات نہ ہو تو کذب کو فرض لکھ دیا ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کچہری میں جھوٹ بولنا

سوال :- ایک مقدمہ امر واقعی اور سچا ہے اور رقاعدہ قانون انگریزی کے خلاف ہے اس میں اپنے استیفائے حق کے واسطے اگر تھوڑا سا کذب ملایا جاوے تو جائز ہے یا نہیں ۔

جواب :- احیاء حق کے واسطے کذب درست ہے مگر تا امکان تعریض سے کام لے اگر ناچار ہو تو کذب صریح بولے ورنہ احتراز رکھے ۔ فقط

اپنا حق ثابت کرنے کے لئے جھوٹ کہنا یا کسی سے کہلوانا

سوال :- اپنا حق ثابت کرنے کے واسطے خود جھوٹ بولنا یا دوسروں سے جھوٹ بلوانا درست ہے یا نہیں ۔

جواب :- اگر راستی سے حق تلف ہوتا ہو تو تعریض سے جھوٹ بول کر احیاء حق کرنا مباح ہے مگر صریح کذب سے بچے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

برادری کے قوانین کا مسئلہ

سوال :- ایک قوم میں چند چودھری مقرر ہوئے۔ برادری میں یہ بند وبست کیا گیا کہ جو کوئی غیر قوم کی عورت لادے یا ایک عورت کے اُوپر دوسرا نکاح کرے تو اُس کے اوپر پچیس روپیہ جرمانہ ہو دیگر جو بھاجی تقسیم ہو برادرانہ اُس کو جو واپس کرے سوا روپیہ جرمانہ دے دیگر جو دوبارہ بھاجی اُس کی کیا چاہیے چودھری یا اور کوئی برادری کا سوا روپیہ جرمانہ دے۔ جرمانہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ کھانا سب کے پاس تقسیم نہ ہونے پاوے تھا جو پہلے سے بعض آدمی کھانا شروع کر دیتے تھے تو ایک طرح کی بدانتظامی تھی کھڑے ہو کر مانگنے لگا کرتے تھے اور بعض آدمی پہلی بیویوں کو کسی رنج کے باعث نہیں لے جاتے ہیں۔ اس باعث سے یہ قید جرمانہ کی لگائی گئی ہے جب سے یہ قید لگی ہے برادری کا اچھا انتظام ہو گیا ہے اور جرمانہ کرکے بعد دس یا پانچ روز کے جرمانہ واپس بھی کر دیا ہے تو اس صورت میں جرمانہ کرنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں ؟ دیگر ایک جگہ بھاجی تقسیم ہوئی چند جگہ سے واپس آئی عورتوں نے واپس کر دی مرد اُن کے موجود نہ تھے۔ بعدازاں ایک چودھری نے مکرر بھاجی بھیجی یہ بات قائم ہو چکی تھی کہ جو بھاجی دوبارہ بھیجے گا سوا روپیہ جرمانہ دے گا۔ بعدازاں ان چند آدمیوں کو چودھریوں نے پنچایت کے روبرو بُلا کر دریافت کیا کہ تمہارے یہاں سے بھاجی کیوں واپس آئی ؟ انہوں نے حلف سے بیان کیا کہ بروقت پنچایت کے ہم موجود نہیں تھے صبح کو ہم کو خبر ہوئی باہر باہر بازار چلے گئے بعد میں بھاجی تقسیم ہوئی گھر میں انہوں نے لاعلمی سے واپس کر دی ہمارا کچھ قصور نہیں ہے اور بھائی اگر قصور مند فرماتے ہیں تو اللہ کے واسطے ہمارا قصور معاف فرماؤ آئندہ انشاء اللہ ایسا نہ ہو گا۔ اس کے اوپر چودھریوں نے کچھ غور نہ فرمایا۔ عمرو نے اُن کی طرف سے عرض کیا کہ بھائیو جب اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطا معاف فرما دیتے ہیں تو بھائی بھی اُن کی خطا اللہ کے واسطے معاف کر دیں تو اُس کے اُوپر تمام برادری کے سامنے ایک چودھری نے یہ فرمایا کہ بے شک اللہ و رسول معاف کر دیتے ہیں مگر پنچ معاف نہیں کرتے ہیں۔ عمرو یہ کلمہ سُن کر خاموش ہو رہا اُس وقت اُن آدمیوں پر فی کس سوا روپیہ جرمانہ کر دیا اور جس چودھری نے دوبارہ بھاجی بھیجی تھی اُس سے چشم پوشی اختیار کی تو اس صورت میں ان کو ظالم یا ناانصاف کوئی کہہ دے تو آیا جائز ہے یا نہیں ؟ اور اگر کسی نے کہہ دیا ہو تو اس پر جرمانہ کرنا یا اس کو جرمانہ دینا جائز ہے یا نہیں از روئے شرع شریف۔

جواب :- یہ چودھریوں کے قواعد ہی خلاف شرع ہیں۔ چودھری اور سب لوگ اس کے قبول کرنے والے بے انصاف اور ظالم ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد ۱۳۰۱

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

الجواب صحیح حکیم ابوالقاسم محمد عبدالرشید انصاری سہارنپوری عفی عنہ   الجواب صحیح ابوالحسن عفی عنہ

جواب جو حضرت مولانا مخدوم زماں حضرت مولانا رشید احمد صاحب نے تحریر فرمایا ہے درست ہے اور یہ واضح ہو کہ ایک جماعت اہلِ اسلام کی متفق ہو کر قواعد خلاف شرع شریف کے تجویز کرے اور برادری کا دستور العمل اس کو قرار دے نہایت مذموم ہے اور اُس گناہ سے زائد ہے کہ ایک شخص اس حرکت کا مرتکب ہو اہلِ اسلام کا خطاوار

ہونا کسی امر میں اور بات ہے اور قواعد مخالف شرع شریف ایجاد کرنا اور امر ہے۔ سرکار نے قانون خلافِ اسلام ایجاد کیا وہ جائے تعجب نہیں کیونکہ وہ اسلام کی پابند نہیں۔ مگر اہلِ اسلام کی شان سے خلاف شرع قانون ایجاد کرنا بہت بعید ہے۔ احمد علی عفی عنہ

فاسق کی تعریف کرنا

سوال :۔ فاسق کی تعریف کرنی جائز ہے یا نہیں اور وہ کون سا فسق ہے کہ جس سے فاسق کی اقتداء درست نہیں اور فاسق معلن کی تعریف کرنے والا گناہ گار ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ فاسق کی تعریف درست نہیں مگر جو اُس کے کسی خاص امر کی مدح کرے جو فسق سے تعلق نہیں رکھتی اور اُس کے فسق کی موید بھی نہیں تو مضائقہ نہیں اور مطلقاً فاسق کی امامت مکروہ ہے اور فاسق کی ایسی تعریف کہ اُس کے فسق کی مدح ہووے گناہ اور حرام ہے۔ فقط

کافر و فاسق کی تعریف کرنا

سوال :۔ کافر یا فاسق کی مدح اگر اس کی صفاتِ حمیدہ مثل حسنِ خلق و صدق حیا وغیرہ کے کہ حدیث شریف میں وارد ہے الحیاء شعبۃ من الایمان[1]۔ درست ہے یا ممنوع و حرام بوجہ حدیث شریف اذا مدح الفاسق غضب الرب تعالیٰ واھتز لہ العرش[2]۔

جواب :۔ بہ تخصیص یہ کہنا کہ فلاں شخص میں یہ صفت اچھی ہے اگرچہ وہ کافر ہے تو بظاہر جائز معلوم ہوتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ البتہ مدح مطلق کرنا گناہ ہے کہ اس میں تعظیم فاسق کافر کی ہوتی ہے اور ہم کو حکم ان کی توہین کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

فاسق فاجر کی غیبت

سوال :۔ فاسق فاجر کی غیبت کرنا جائز ہے یا نہیں مکروہ ہے تحریمی یا تنزیہی حرام ہے غیر حرام ؟

جواب :۔ فاسق کی غیبت لوجہ اللہ تعالیٰ اور تحذیر مسلمانوں کے واسطے درست ہے یا وہ کہ اس فعل کو ہنر جانتا ہو جیسے مرتشی رشوت کو کمال جانتے ہیں۔ فقط

مَردوں کو ہنڈولے میں جھُولنا

سوال :۔ واسطے فرحت طبع کے ہنڈولے میں جھُولنا مَردوں کو کیسا ہے ؟

جواب :۔ تھوڑی سے دیر کو جھولنا مباح ہے زیادہ مشغولی ناجائز ہے۔ فقط

قرآن یا قل ھو اللہ یا تبت وغیرہ نام رکھنا

سوال :۔ اگر زید اپنے بیٹے کا نام قرآن یا قل ھو اللہ یا اپنی دختر کا نام تبت یا الحمد رکھ دیوے تو کچھ نقصان اس نام کے رکھنے سے ہوگا یا نہیں ؟

---

[1] حیا ایمان کی شاخ ہے [2] جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ غصہ میں آتا ہے اور اس کے لئے عرش حرکت کرنے لگتا ہے۔

جواب :۔ نام رکھنا قرآن یا اسمائے سوائے قرآن کے بھی مکروہ ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مغرب کے بعد سو جانا

سوال :۔ درمیان مغرب و عشاء کے سونا کیسا ہے ؟

جواب :۔ اگر نماز جماعت کے فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو کسی طرح اس کا انتظام کرلے تو پھر مابین مغرب و عشاء سونا گناہ نہیں ہے ۔

امام مسجد کا مغرب کے بعد سو جانا

سوال :۔ اگر امام مسجد ہر روز مغرب و عشاء کے درمیان سو جایا کرے اور اذان بھی ہو جایا کرے حجرہ مسجد میں رہتا ہو اور بغیر اٹھائے نماز کو نہ آتا ہو تو یہ فعل امام کو درست ہے یا نہیں یا کہ امام کو پہلے مقتدیوں سے آجانا مسجد میں بہتر ہے ۔

جواب :۔ اگر سونے سے امام کے حرج مقتدیوں کا نہیں تو کچھ حرج نہیں ۔

مغرب کے بعد اور عشاء کے پہلے سونا

سوال :۔ درمیان مغرب و عشاء کے سونا کیسا ہے ؟

جواب :۔ مغرب و عشاء کے درمیان سونا درست ہے ۔ اگر جماعت عشاء فوت نہ ہو اگر اندیشہ فوت ہونیکا ہو تو مکروہ ہے ۔

اونچا مکان بنانے کی حد

سوال :۔ مکان بنوانا کس قدر اونچا درست ہے زید کہتا ہے کہ چھ گز سے زیادہ مکان بنوانا نہ چاہیئے ۔

جواب :۔ قدر گز اور ضرورت سے زیادہ تعمیر ناپسند ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل بناء وبال الا ما لابد منہ ۔ یعنی جو تعمیر ہے وہ سب وبال اور خرابی ہے مگر جس قدر کہ ضروری ہو مگر پانچ چھ گز کی کچھ قید نہیں ہے ہر شخص کی ضرورت مختلف ہے ۔ فقط

انسان کے اجزاء کا استعمال کرنا

سوال :۔ آدمی کی ہڈی یا سر کے بال جلا کر استعمال دوا میں کرنا یعنی لیپ کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ انسان کے اجزاء کا استعمال درست نہیں کہ آدمی معظم ہے اور استعمال میں اس کا ابتذال ہے ۔

ضرورت کے لئے غلہ روکنا

سوال :۔ بیج کی نیت سے کہ وقت تخم ریزی کے فروخت کروں گا غلہ بیج کا بند کرنا کیسا ہے ؟

جواب :۔ اپنی ضرورت کے واسطے غلہ روکنا درست ہے ۔ فقط

کسی مقام کو شریف کہنا

سوال :۔ لفظ شریف کا سوائے حرمین کے اور جگہ کے ساتھ ضم کرنا درست ہے یا نہیں ؟ مثلاً اجمیر شریف یا دہلی شریف لکھنا کیسا ہے ؟

جواب :۔ سب جگہ درست ہے جہاں کچھ شرافت ہو ۔

مالک کی اجازت کے بغیر کسی چیز کا استعمال کرنا

سوال :۔ زید کسی غیر وطن میں اپنے عزیزوں کے یہاں شادی میں گیا وہاں نہایت ہی معززانہ سامان تھے اور کھانے عمدہ پکتے تھے مگر سامان فرش وغیرہ بلا اجازت مالک کے نوکروں سے لاکر بچھایا تھا اور دودھ وغیرہ بطریق رشوت لایا گیا تھا اور چاول وغیرہ بھی لہٰذا زید کو اس دعوت کا کھانا جائز ہے یا نہیں جب کہ معلوم ہو کہ جو کھانا کھاتا ہوں اُس میں حلال زیادہ ہے اور حرام کم اور فرش پر بیٹھنا جائز ہوا یا نہیں ؟

جواب :۔ ان اشیاء کا استعمال نادرست ہے جبکہ اُن کے آقا کی اجازت نہیں ہے اور ان کھانوں کا کھانا بھی نادرست ہے اور کثرت قلت کا اعتبار وہاں ہے کہ جہاں خاص کھانے کی نسبت یہ تحقیق نہ ہو کہ یہ حلال ہے یا حرام ؟ اور جب یہ بات تحقیق ہے کہ اس کھانے میں دودھ مثلاً حرام کا ہے یا گھی حرام کا ہے یا مٹھائی حرام کی ہے تو وہ کھانا کسی طرح درست نہیں ہے اس میں حلال گو کتنا ہی تھوڑا ہو ۔

پیتل کے بلاقلعی برتن میں کھانا

سوال :۔ پیتل کے برتن میں کہ جو بلاقلعی کا ہو کھانا پینا بمذہب امام ابو حنیفہؒ جائز ہے یا نہیں اور کپڑے میں ندی سونے کے بٹن لگا کر استعمال کرنا حنفیہ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ پیتل کے ظروف میں کھانا درست ہے مگر اولیٰ نہیں اور اگر مشابہت کفار ہنود سے ہو تو بسبب ہت کے منع ہے ۔ فقط

برہمنی برتنوں میں کھانا کھانا

سوال :۔ ظروف برہمنی میں کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ کھانا سب ظروف میں درست ہے مگر وہ ظروف کہ کافر و مشرک کا خاصہ ہو ۔ فقط

حُقّہ پینا

سوال :۔ حُقّہ پینا مکروہ ہے یا مکروہ تحریمہ ؟

جواب :۔ حُقّہ پینا مباح ہے مگر اُس کی بدبو سے مسجد میں آنا نادرست ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حُقّہ پینے والے کا درود شریف

سوال :۔ زید کہتا ہے کہ جو شخص حُقّہ پیوے اُس کا درود شریف قبول نہیں ہوتا صحیح ہے یا غلط ہے ؟

جواب :۔ زید غلط کہتا ہے حقّہ نوش کی نماز اور درود سب مقبول ہوتا ہے البتہ اس حقّہ کی بو کا ازالہ نہ کرنا اور منہ میں رکھنا مکروہ ہے ۔

تمباکو کھانا ، سُونگھنا یا حُقّہ پینا

سوال :۔ حقّہ پینا ، تمباکو کا کھانا یا سُونگھنا کیسا ہے ؟ حرام ہے یا مکروہ تحریمہ یا مکروہ تنزیہہ ہے اور تمباکو فروش اور میچے بند کے گھر کا کھانا کیسا ہے ؟

جواب :۔ حُقّہ پینا، تمباکو کھانا مکروہ تنزیہہ ہے اگر بو آوے ورنہ کچھ حرج نہیں اور حُقّہ تمباکو فروش کا مال حلال ہے ضیافت بھی اُس کے گھر کھانا درست ہے ۔

حُقّہ نوش کا درود شریف

سوال :۔ حقہ نوش جو درود شریف پڑھتا ہے وہ مقبول ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ حُقہ کی وجہ سے کوئی عبادت رد نہیں ہوتی البتہ جس وقت حقہ پینے والے کے منہ میں بدبو ہو اور درود شریف پڑھے تو گناہ گار ہوگا ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

پان میں تمباکو کھانا اور حُقّہ پینا

سوال :۔ حقہ پینا کیسا ہے اور پان میں تمباکو کھانا کیسا ہے اور حُقّہ پینا اور تمباکو کھانا دونوں مساوی ہیں یا کچھ کم و بیش ہیں ؟

جواب :۔ حقہ پینا و تمباکو کھانا درست ہے مگر بدبو سے مسجد میں آنا حرام ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نمبردار کے حقوق تلف ہونا

سوال :۔ مسئلہ ۔ یہاں قاعدہ ہے کہ نمبردار جمع سرکاری اپنے پٹہ کی سرکار میں داخل کرتا ہے اگر کوئی اپنی زمین کی باقی کا روپیہ یعنی جمع سرکار نمبردار کو نہ دیوے تو اُس کا مواخذہ قیامت میں ہوگا یا نہیں ؟

جواب :۔ نمبردار جب اُس کی طرف سے خود سرکاری روپیہ دیتا ہے تو اُس کو رکھنا درست نہیں کیونکہ اس میں حق تلفی نمبردار کی لازم آوے گی ۔ فقط

حکام دریا وجنگل کا اشیاء جنگل و دریا پر محصول لگانا

سوال :۔ حکام دریا جنگل کا اہتمام کریں اور اس کے مخارج پر محصول ٹھہراویں تو جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ جنگل پہاڑ کی اشیاء مباحہ ملک عامہ ہیں اس پر محصول لگانا حاکم کا ظلم ہے حرام واللہ اعلم والحطب ان کان فی غیر ملک فلا باس به ولا یضر نسبۃ الی قریۃ او جماعۃ مالم یعلم ان ذلک ملک لهم[1] (رد المحتار) واللہ تعالیٰ اعلم ۔

پولیس کا باغ بہاری کو لوٹنا

سوال :۔ پولیس کے ملازمان ہنود کی برات میں باغ بہاری لوٹنے پر متعین ہوتے ہیں ان کو وہاں جانا اور لوٹنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ جب ایسے کام میں حسب ضرورت انتظام سرکار شرکت ہو جاوے اُس پر گناہ نہیں ہے اور جس

---

[1] لکڑی اگر غیر مُلک میں ہے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے اور کسی گاؤں یا جماعت کی طرف نسبت کوئی نقصان نہیں کرتی ہے جب تک کہ یہ نہ جانے کہ یہ ان کی ملک ہے ۔

شئے کے لوٹنے کی سرکار سے اور مالک کی طرف سے اجازت ہے اُس کا لوٹنا درست ہے۔ فقط

ریل میں بلا اجازت سامان زیادہ لے جانا

سوال:۔ ریل میں بلا اجازت زیادہ اسباب رکھ لینا درست ہے یا نہیں ؟ علیٰ ہذا چنگی سے چھپا کر مال لے جانا درست ہے یا نہیں ؟

جواب:۔ سامان اجازت سے زیادہ لے جانا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مقدمہ میں سچی گواہی کو چھپانا

سوال:۔ ایک شخص نے اپنے مقدمہ میں شاہد گردانا اُس شخص نے اس وجہ سے شہادت سے انکار کیا کہ آج کل کچہریوں میں وکلاء لوگ شاہدوں سے جرح اور قدح کے سوال کر کے اپنی تیز بیانی سے شاہدوں پر شہادت کو مختلط اور ملتبس کرتے ہیں اُس وقت اُس کو تمیز حق و باطل میں نہیں رہتی ہے اور اس مقدمہ میں اس شاہد کے سوا اور بھی بہت سے شاہد ہیں مگر یہ شخص احتیاطاً ادائے شہادت سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں کچہری میں شاہد نہیں بن سکتا مجھ کو وکلاء کے سوال و جواب کی طاقت نہیں۔ سو اس صورت میں یہ شخص مرتکب کتمان شہادت کا تو نہیں علیٰ ہذا القیاس ایک عالم اختلاف مسائل کی وجہ سے فتویٰ پر مہر نہیں کرتا یہ گناہگار تو نہیں ؟

جواب:۔ درصورتیکہ اس مقدمہ کے شاہد موجود ہیں تو اس شخص کا تم پر حق نہ ہوگا البتہ اگر احیاء حق اس کی ہی شہادت پر موقوف ہو تو اس وقت حق بات کہنی اور جرح و قدح وکلاء پر نظر نہ کرنا ضرور ہے اُس وقت میں ہو سکتا ہے ایسا ہی حال عالم کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بزرگوں کو قبلہ و کعبہ وغیرہ لکھنا

سوال:۔ قبلہ و کعبہ یا قبلۂ دارین و کعبۂ کونین یا قبلۂ دینی و کعبۂ دنیوی یا قبلۂ آمال و حاجات یا قبلۂ مرادات یا قبلۂ صوری و کعبۂ معنوی یا دیگر مثل ان الفاظ کے القاب آداب میں والد یا عموی کو یا اخوی کو یا اور کسی کو تحریر کرنے جائز ہیں یا نہیں حرام ہے یا غیر حرام مکروہ ہے تحریمی یا تنزیہی معہ عبارت و دلائل تفصیلی ارقام فرمائیں۔

جواب:۔ ایسے کلمات مدح کے کسی کی نسبت کہنے اور لکھنے مکروہ تحریمی ہیں لقولہ علیہ السلام لا تطروني[1] جب زیادہ حد شان نبوی سے کلمات آپ کے واسطے ممنوع ہوئے تو کسی دوسرے کے واسطے کس طرح درست ہو سکتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم

وعدہ کو پورا نہ کرنا

سوال:۔ ایفائے وعدہ نہ کرنا کیسا ہے اس مسئلہ کو بہ ثبوت حدیث شریف اور فقہ کے زیب قلم فرما کر بہت جلد مرحمت فرمادیں اور کوئی دقیقہ باقی نہ رہ جاوے۔ فقط

جواب:۔ ایفائے وعدہ ضرور ہے اگر عذر سے وفا نہ ہو تو معاف ہے اور جو وعدہ کے وقت سے ہی ارادہ عدم ایفاء کا ہے تو مکروہ تحریمہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] میرے لئے زیادہ بڑائی کے الفاظ استعمال نہ کرو۔ ۱۲ بخاری و مسلم

خط میں القاب قبلہ وکعبہ کا لکھنا

سوال :۔ خط میں القاب قبلہ وکعبہ لکھنا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ قبلہ وکعبہ کسی کو لکھنا درست نہیں ہے۔

معافی طلب کرنے والے کو معاف نہ کرنا

سوال :۔ اگر زید بکر کو یہ بہتان لگاوے اور انبوہ کثیر میں یہ کہتا پھرے کہ مجھ کو بکر نے ایسے الفاظ کہے ہیں کہ میں بیان بباعث شرم کے نہیں کر سکتا ہوں اور بکر زید سے دریافت کرے کہ اگر میں نے کوئی کلمہ ناشائستہ ایسا کہا ہو تو مجھ کو مطلع کرو تاکہ میں معافی ساتھ توبہ کے چاہوں مگر زید بباعث کسی وجہ معقول یا غیر معقول کے نہ کہے تو اس صورت میں خطاوار کون ہے ؟

جواب :۔ اگر معافی چاہنے والے کو معاف نہ کرے تو یہ معاف نہ کرنے والا خاطی ہے۔

وعظ کے بعد واعظ سے مصافحہ

سوال :۔ واعظ سے بعد وعظ کے مصافحہ کرنا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ واعظ سے بعد وعظ کے مصافحہ کرنا جائز ہے ۔ التزام کرنا اور ضروری سمجھنا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

شادی میں نکاح کے وقت کھجور لٹانا

سوال :۔ شادی میں وقت نکاح کے خرموں کا لٹانا اور لوٹنا جائز ہے یا نہیں ؟ اور حدیث انس رضی اللہ عنہ کی جو کہ مؤید لوٹنے چھواروں کی ہے معتمد ہے یا نہیں اور فقہاء کا اس میں کیا مذہب ہے ارقام فرمائیے ؟

جواب :۔ ایسے جزئی عمل کو کرنا کچھ ضروری نہیں اگرچہ ایسا لوٹنا درست ہو مگر یہ روایت چنداں معتمد نہیں اور اس کے فعل سے اکثر چوٹ آجاتی ہے۔ اگر مسجد میں نکاح ہو تو بے تعظیمی مسجد کی بھی ہوتی ہے۔ لہٰذا حدیث ضعیف پر عمل کر کے موجب اذیت مسلم کا ہونا ہے اور مسجد کی شان کے خلاف فعل ہونا مناسب نہیں اور اس روایت کو لوگوں نے ضعیف لکھا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

نکاح کے وقت کھجور لٹانا

سوال :۔ بروقت نکاح چھوارے لٹانا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ چھوارے لٹانے وقت نکاح کے مباح ہیں مگر اس وقت میں نہ چاہیئے کہ تکلیف ہوتی ہے حاضرین کو۔

رسم بسم اللہ کا مسئلہ

سوال :۔ ابتدائے مکتب میں بسم اللہ بچوں کی خاص چار سال اور چار ماہ اور چار ہی روز میں کرنا ثابت اور جائز ہے یا نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سن شریف ابتدا انشراح صدر کیا تھا ارقام فرمادیں۔

جواب :۔ ابتداء مکتب کی کوئی قید نہیں اور شرح صدر اول چار سال کی عمر میں تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بچوں کی سالگرہ منانا

سوال :۔ سالگرہ بچوں کی اور اس کی خوشی میں اطعام الطعام کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ سالگرہ یادداشت عمر اطفال کے واسطے کچھ حرج نہیں معلوم ہوتا اور بعد چند سال کے کھانا لوجہ اللہ تعالےٰ کھلانا بھی درست ہے ۔

ڈوم کے گھر کا کھانا

سوال :۔ ڈوم وغیرہ کے گھر کا کھانا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ ڈوم وغیرہ کے گھر کی دعوت بھی درست نہیں ۔ فقط

طلبہ کے ساتھ کھانے میں شریک ہونا

سوال :۔ طلباء کا کھانا جو کسی جگہ مقرر ہوتا ہے اور وہ وہاں سے لاتے ہیں صاحب نصاب کو وہ کھانا بسبب رغبت طلباء جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ طلبا کا کھانا جو مقرر ہوتا ہے اگر وہ واجب مثل کفارہ اور عشر اور نذر اور زکوٰۃ نہیں ہے تو طلبہ کے ساتھ اُن کی اجازت سے غنی بھی کھا سکتا ہے اور اگر ان میں سے کسی میں کھانا مقرر ہوا ہے تو جب وہ طالب علم کسی کو مالک بنا دے اس وقت غنی اُس کھانے کو کھا سکتا ہے صرف ساتھ کھلانے سے کھانا اُس کا درست نہیں ہے ۔ فقط

شادی کے پہلے کا کھانا کھانا

سوال :۔ شادی سے پہلے کھانا کرنا جیسا رواج ہے اور اس کو چوتی کا کھانا کہتے ہیں کیسا ہے اور اس کھانے کی دعوت قبول کرنا کیسا ہے ؟

جواب :۔ خوشی میں عزیزوں دوستوں کو کھانا کھلانا درست ہے جب تک فخر وریا نہ ہو اور نہ اُس کو رسم واجب جیسی جانے ۔

گانے والی کی دعوت

سوال :۔ مولوی عبدالحی صاحب اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ مغنیہ کی دعوت قبول کرے اور کھاوے جب کہ اُس نے قرض لے کر وہ مال تیار کیا ہو خواہ پھر وہ رنڈی اپنے کسب حرام سے وہ قرض ادا کرے تو حضور فرمادیں کہ ڈوم رنڈی وغیرہ کا مال لیکر اپنے قرضدار کو دینا یا وہ قرض لے کر ہی دے اور وہ مال پھر اُسے لینا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ اگر کوئی شخص قرض لے کر کسی کار خیر میں لگا دے یا کسی کو صدقہ اور ہدیہ دے تو وہ کام بھی ہو جاوے اور اس موہوب لہٗ کو یہ صدقہ اور ہدیہ بھی لینا درست ہے مگر جب وہ صاحب مدیون اپنا قرض حرام مال سے ادا کرے گا تو سخت گناہ گار ہو گا اور اصل مالک کا دیندار رہے گا ۔ ایسے ہی یہ حرام مال کا قرضہ لینے والا یعنی اگر مسلمان ہے تو سخت گناہ گار رہے گا ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

لے کھانا کھلانا

نعت یا حمد کے اشعار بلند آواز سے پڑھنا

سوال :۔ نعت یا حمد کی غزل عاشقانہ کہ جس میں کوئی کذب اور لغو نہ ہو بلند آواز سے کہ جس میں نشیب وفراز بھی ہو طبعی یا کسبی پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ ایسے اشعار کا پڑھنا بحسن صوت درست ہے اگر اس سے کوئی مفسدہ پیدا نہ ہو۔

بغیر باجے کے راگ وغیرہ سُننا

سوال :۔ سمع اور غنا اور راگ یہ تینوں ایک ہی چیز ہیں یا غیر اور یہ تینوں چیزیں بلا مزامیر کے سُننا جائز ہیں یا نہیں؟ در آنحالیکہ گانے والا ان کا موافق قواعد موسیقی کے گاوے۔

جواب :۔ یہ ہر سہ الفاظ ایک معنی رکھتے ہیں بلا مزامیر راگ کا سُننا جائز ہے اگر گانے والا محل فساد نہ ہو اور مضمون راگ کا خلافِ شرع نہ ہو اور موافق موسیقی کے ہونا کچھ حرج نہیں۔

راگ کے مسئلے

سوال :۔ راگ کس کو کہتے ہیں اور مکروہ ہے یا حرام اگر اشعار مثل مولانا جامیؒ ومولانا نظامیؒ ومولانا سعدیؒ ومولانا رومؒ وغیرہ کے پڑھے جاویں تو کس طور سے راگ میں ہو جاویں اور کس طور پر بلا راگ؟ ارقام فرمادیں۔

جواب :۔ راگ کہتے ہیں اچھی آواز کے ساتھ کچھ کہنے کو خواہ شعر ہو جامی و نظامی وغیرہما علیہم الرحمۃ کا خواہ اور کوئی کلام ہو۔ یہ ترجمہ غناء کا ہے۔ اردو میں اور لوگوں کے نزدیک راگ جب ہوتا ہے کہ آواز کو بے موقعہ گھٹا بڑھا کر کچھ کہیں سو اس طرح کہ لفظ اپنے موقعہ پر رہیں اور خوش صورت ہو قرآن وحدیث کا بھی پڑھنا درست بلکہ مستحب ہے اور ایسا کہ لفظ کم زیادہ کھینچے جاویں درست نہیں مگر اشعار میں کچھ حرج نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چنگ ورباب وساز کا مسئلہ

سوال :۔ مزامیر معازف کی حرمت عام خاص تمام کے حق میں ہے یا اہلہ حلال ولغیرہ حرام قول مشہور درست ہے اگر کسی شخص کو بجز محبوب حقیقی کے اور کسی شئے سے محبت نہ ہو اور اُس کو مزامیر ومعازف سے ترقی حالت کرنا ہو قضاءً تو ظاہر جائز نہیں ہو سکتا مگر دیانتہً بھی جائز ہے یا نہیں؟ اگر ایسے موقع سے کہ شریعت میں کوئی فتنہ رخنہ نہ ہو۔ مثلاً کسی علیحدہ مکان میں سُن لیوے تو رخصت ہے یا نہیں؟ اور لوگ کہتے ہیں کہ بزرگوں سے منقول ہے کہ انہوں نے سُنا ہے اس مسئلہ کی حقیقت معلوم کرنا چاہتا ہوں یہ نہیں کہ لوگوں سے اُس کی تشہیر کی جاوے۔ میرا گمان یہ ہے کہ شاید ایسے شخص کو کسی وقت کسی حالت خاص میں رخصت ہو حاشا وکلا اپنے گمان کو صحیح نہیں سمجھتا۔

جواب :۔ سب خاص وعام کو حرام ہے کسی کو حلال نہیں ایسی حالت میں بھی ہرگز جائز نہیں اور نہ بزرگوں نے سُنا مگر بشریت سے اگر سُنا تو وہ نہ معصوم تھے نہ اُن کے قول کی حجت ہے شریعت اور طریقت میں۔

ڈومنیوں کو بیاہ میں گوانا

سوال :۔ ڈومنیوں سے بیاہ میں گوانا بشرطیکہ خلاف شرع نہ گاویں درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ عورتوں کے مجمع میں اگر عورتوں کا گانا موجب فتنہ کا نہ ہو تو درست ہے ورنہ ناجائز ہے مگر فقہاء کو چونکہ فتنہ کا ہونا اکثر معلوم ہوا ہے وہ مطلقاً منع فرماتے ہیں اور مناسب بھی یہی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عیدین میں بانسری تاشہ باجا وغیرہ بجانا

سوال :۔ بروز عیدین تاشہ باجا یا فوج پیدل خواہ سوار سلاح بند اپنے ہمراہ لے کر نماز عید گاہ میں جانا جیسا کہ ریاست بھوپال وغیرہ میں دستور ہے خصوصاً ریاست گوالیار میں کہ والی اُس ریاست کا اہلِ ہنود ہے اور وہاں تاشہ وغیرہ بھی ان کی طرف سے مقرر ہے اور اگر ان کا تہوار ہوتا ہے تو بڑی شان و شوکت سے اپنے بتوں کو نکالتے ہیں تو یہ امر بڑے شوکت دین اسلام جائز ہے یا نہیں مکروہ ہے تحریمی یا تنزیہی حرام ہے یا غیر حرام اور اگر نہیں کرتے ہیں تو اہلِ ہنود کی آنکھوں میں حقیر معلوم ہوتے ہیں اور وہ لوگ حقیر جاننے لگتے ہیں۔

جواب :۔ معازف و مزامیر سب حرام ہیں چنانچہ احادیث و فقہ اس سے مملو ہے پس عید کے تزک میں حرام ہی ہوویں گے البتہ فوج پیدل و سوار سلاح بند کا جانا مباح ہے شوکت اسلام اس سے کافی ہے ڈھول تاشہ سے شوکت نہیں ہوتی اور نہ ترک محرمات شرعی سے کچھ حرج ہوتا ہے۔

ہندوؤں کے تہوار میں خوشی کے گیت گانا

سوال :۔ ہندوؤں کے لڑکوں کو اُن کے تہوار ہولی یا دیوالی میں بطور عیدی اُن کے تہوار کی تعریف میں کچھ اشعار بنا کر جس طور کہ میانجی لوگ پڑھایا کرتے ہیں پڑھنا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ یہ درست نہیں۔

آواز ملا کر چند لوگوں کا مناجات پڑھنا

سوال :۔ باہم آواز ملا کر چند آدمیوں کو خدا کی یا حضرت کی شان میں غزلیں پڑھنا درست ہے یا منع

جواب :۔ اس طریق سے مناجات یا مدح پڑھنا بشرطیکہ کوئی فتنہ کا خوف نہ ہو نہ تقید کسی وقت خاص کی ہو نہ مضمون خلاف شرع ہو نہ کسی دوسرے کی نماز یا ذکر میں حرج ہوتا ہو نہ پڑھنے والے کی نماز قضاء ہو جانے یا جماعت رہ جانے کا خوف ہو الغرض تمام مفاسد شرعیہ سے خالی ہو تو مباح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حرام مال سے بنائے ہوئے مکان میں رہنا

سوال :۔ مولانا اس جگہ مکان کی نہایت درجہ تکلیف ہے چھپر کے مکانات اکثر ہیں آج کل موسم بارش میں کمال تکلیف ہے کتابیں و جامہائے پوشیدنی ضائع ہونے کا اندیشہ قوی ہے اس نظر سے ایک مکان تعمیر شدہ طوائف میں چند روز سے قیام کیا ہے پس سکونت و اذکار و اشغال و تلاوت قرآن مجید و نماز نفل وغیرہ اس مکان میں حرام ہے یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی اور طعام طوائف اور قیام و سکون مکان تعمیر شدہ طوائف مساوی ہیں گناہ و حرمت میں یا فرق ہے ؟

جواب :۔ جو مکان حرام مال سے بنایا گیا اُس کا قیام و سکونت بھی مکروہ تحریمہ بلکہ حرام ہووے گا جد اطعام خرید از حرام کا حال ہے کچھ فرق نہیں۔

حرام مال سے کنواں بنوانا

سوال :۔ اگر طوائف مال حرام سے چاہ پختہ یا خام بنوا دے تو اُس کا پانی پینا اور وضو غسل کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ اُس کنوئیں سے وضو و غسل کرنا باعتبار فتویٰ درست ہے اور باعتبار تقویٰ نادرست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حرام مال والے کا ہدیہ قبول کرنا

سوال :۔ جس شخص کے ہاں مال حلال و حرام ہر قسم کا ہو تو اُس کے یہاں سے ہدیہ وغیرہ اگر لیوے یا روپیہ پیسہ بطور اُجرت تو اُس سے گیرندہ کو استفسار واجب ہے یا لَا تَجَسَّسُوْا[1] پر عمل کرنا لائق ہے۔

جواب :۔ استفسار کر لیوے مہمل نہ چھوڑے یہ تجسس نہیں بلکہ تحقیق ہے۔ فقط

حرام مال سے بنا ہوا مکان خریدنا

سوال :۔ نیز مکان مذکور کسی حیلہ شرعی سے خریدنا یا مستعار یا کرایہ پر لینا درست ہے یا نہیں ؟ ارادہ احقر ہے کہ اہل و عیال کو بُلا کر اس میں قیام کیا جاوے بشرطیکہ گناہ نہ ہو۔

جواب :۔ اس کا کچھ حیلہ مجھ کو معلوم نہیں جو لکھوں۔

حرام میراث

سوال :۔ اگر ورثاء کو بعد انتقال مورث کے علم ہوا کہ فلاں شئے ہماری میراث ہمارے مورث نے حرام طور سے حاصل کی تھی اب اُن کے حق میں حلال ہو سکتی ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ ورثہ حرام ہے صدقہ کریں یا معلوم ہو تو مالک کو دیویں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حرام پیشے والے کی دعوت قبول کرنا

سوال :۔ جن کے پیشے حرام ہیں اگر قرض لے کر کسی کو کھانا کھلا دے یا اور کوئی حیلہ امر خیر کرے تو ثواب حاصل ہوتا ہے یا نہیں ؟ اور کھانا اُس کا حرام ہے یا مکروہ وغیرہ ؟

جواب :۔ اس حیلہ کو بعض کتب میں جائز لکھا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں۔

حرام آمدنی والے کا ہدیہ

سوال :۔ ایک شخص مواضعات کا حوالدار ہے تنخواہ تین روپیہ ماہوار ہے اور خرچ چھ روپیہ ماہوار کا دوسرے شخص کو چار روپیہ ماہوار آمدنی اور خرچ پانچ روپیہ ماہوار تو خرچ زائد جو علاوہ تنخواہ سے ہے یہ آمدنی ناجائز سے ہے کہ جس میں کچھ آمدنی باجازت مالک ہے اور کچھ بلا اجازت اور سب روپیہ مشترکہ خرچ ہوتا ہے۔ کچھ تمیز نہیں کہ کونسا روپیہ آمدنی جائز کا ہے اور کونسا ناجائز کا تو ایسے شخص کا روپیہ مسجد میں لگانا یا حق اُجرت میں لینا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ جس کا غالب مال حلال ہے اُس کے مال میں سے لے لینا درست ہے اور جس کا غالب مال حرام

---

[1] تجسس نہ کیا کرو (حکم قرآن ہے)

ہے اُس میں سے لینا نادرست ہے اور جس کا مال جس قدر حلال ہے اُسی قدر حرام بھی ہے اُس کا مال نہ لینا چاہیئے مگر یہ سب اُس وقت تک ہے کہ جب خاص اُس شئے کا حال معلوم ہو جو اُس نے دی ہے اور اگر جو شئے اُس نے دی ہے وہ معلوم ہو کہ مال حرام سے ہے تو اُس کا لینا کسی حال میں بھی درست نہیں ہے اگرچہ دہندہ کا اور سب مال حلال کی کمائی کا ہو۔ فقط

سود کی آمدنی والے کا ہدیہ

سوال :۔ ایک شخص کا دار و مدار بسر اوقات کا آمدنی سود پر ہے اگر ایسے شخص کے یہاں سے کچھ ہدیہ وغیرہ آوے تو لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر لے لیا اور واپس بھی نہ ہو سکے تو کس کو اُس مال کا لینا درست ہے۔

جواب :۔ ذکر جہر سے اگر ریا پیدا ہوتا ہو تو اُس کے دفع کے واسطے لاحول بکثرت پڑھا کریں مگر اس کے لئے ترک جہر مناسب نہیں ہے البتہ عذر مرض کی وجہ سے تا زوال مرض ترک رکھنا اور اخفا پر اکتفا کرنا مناسب ہے جس شخص کی کل آمدنی یا اکثر آمدنی حرام [illegible] سے نہیں اس کی ضیافت و ہدیہ لینا درست نہیں ہے تا وقتیکہ تحقیق نہ ہو جاوے کہ یہ شئے خاص حرام کمائی سے نہیں ہے اگر لے لیا اور اب کوئی صورت اُس کی واپسی کی [illegible] ہے تو فقرا پر [illegible] دیوے۔ فقط

تھانیدار کا ہدیہ

سوال :۔ جو تھانیدار وغیرہ مرتشی ہو اور وہ کوئی ہدیہ دے یا کوئی چیز فرمائش دے اور وہ چیز کم [illegible] باعث ان کی حکومت و افسری کے ہو کیونکہ ہر ایک شخص کو ان کا لحاظ ہوتا ہے ان کا فرمان پورا کرتے ہیں تو ایسے شخص کے یہاں کا مال لینا کیسا ہے یا یہ کہ جو کچھ وہ دیں اُس کی تحقیق کرنا چاہیئے یا بلاتحقیق ہی استعمال کرے یا یہ کہ ایسا شخص دعوت کرے اور ظاہر ہے کہ گوشت ان کے یہاں بازار کے نرخِ عام سے دو پیسے کم کو آتا ہے تو اُن کی دعوت کھاویں یا نہیں؟

جواب :۔ یہی حکم تھانیدار کی کمائی کا ہے کہ اگر خاص اس شئے کا حال نہ معلوم ہو تو اعتبار کا ہے اور جب وہ نرخ کم لگاتے ہیں تو اس شئے کا کھانا درست نہیں ہے۔ فقط

دوا میں شراب کا استعمال

سوال :۔ اگر کسی قسم کی شراب استعمال میں دوائی کے کی جاوے تو درست ہے یا نہیں؟

جواب :۔ شراب کا استعمال حرام ہے اور کسی قسم کی شراب کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

حرام کسب والے کا ہدیہ

سوال :۔ حرام کسب کرنے والے نے بطور ہدیہ کچھ دیا اگر اُس کی ناراضگی کے باعث لے لیوے تو اُس کا کیا کرے؟

جواب :۔ جس کی کمائی حرام ہے اُس کا تحفہ ہدیہ نہ لینا چاہیئے اگرچہ اُس کا دل بُرا ہوتا ہو۔ فقط

انگریزی پڑیا کا رنگ

سوال :۔ رنگ انگریزی پڑیا کا جو بکس میں آتا ہے رنگنا کپڑے کا اس سے درست ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو بوجہ رنگت کے یا کسی اور وجہ سے ارقام فرماویں۔

جواب :۔ رنگ انگریزی میں شراب پڑتی ہے للہٰذا اس رنگ کا استعمال درست نہیں اور یہ امر واقف لوگوں سے معلوم ہُوا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

سُرخ پڑیا کا حُکم

سوال :۔ سُرخ پڑیا کے رنگ کا کپڑا اور سُرخ ٹول کا استر لگانا درست ہے یا نہیں ؟ اور اس کپڑے سے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ پُڑیا کا رنگ تو بسبب نجاست شراب کے مرد و عورت دونوں کو درست نہیں اور مرد کے واسطے سُرخ رنگ سوائے معصفر کے مختلف فیہ علماء حنفیہ میں ہے۔ احتیاط ترک ہے مگر فتویٰ بعض علماء کا جواز پر ہے اگر اس پر عمل کرے تو بھی درست ہے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

انگریزی پڑھنا پڑھانا

سوال :۔ انگریزی پڑھنا اور پڑھانا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ انگریزی زبان سیکھنا درست ہے بشرطیکہ کوئی معصیت کا مرتکب نہ ہو اور نقصان دین میں اُس سے نہ آوے ۔

کفار کو سلام کرنا

سوال :۔ کفار کو سلام کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ اگر کسی ضرورت کے سبب ہو ؟

جواب :۔ کفار سے سلام نہ کہرے مگر بضرورت مباح ہے ۔

آریہ سماج کا لکچر سُننا

سوال :۔ آریہ سماج کا لکچر سُننا اور اُس موقع پر کہ سڑک پر ہو رہا ہو ایک کُھلے مکان میں کھڑا ہو جاوے تو گناہ تو نہیں ہے ۔

جواب :۔ آریہ کے وعظ کو نہ سُنے کہ احتمال فساد دین کا ہے مگر جو عالم ہے اور رد کرے تو کھڑا ہونا جائز ہے ورنہ منع ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

اِنگریزی ادویہ

سوال :۔ اکثر ادویات انگریزی مثل عرق وغیرہ جو تیار ہو کر آتا ہے بظاہر اس میں اختلاط شراب جو بوجہ سرعت نفوذ تاثیر کے باوصف قلت مقدار جو خصائص شراب سے ہے اور بعض واقف لوگوں سے بعض عرق و بسکٹ وغیرہ میں اختلاط شراب معلوم ہوا بھی ہے ایسی حالت میں استعمال اس کا منع ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ جس میں خلط شراب یا نجس شئے کا ہے اس کا استعمال باوجود علم کے حرام ہے اور لاعلمی میں معذور ہے ۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بسکٹ نان پاؤ کا مسئلہ

سوال :- جو نان پاؤ یا بسکٹ وغیرہ خمیر تاڑی ہو جو منجملہ مسکرات ہے کھانا اس کا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- یہ مسئلہ مختلفہ ہے امام محمد کی روایت نجاست و حرمت کی ہے اور شیخین کی جواز کی تحقیق اور فتویٰ دونوں جانب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ہندوؤں کا ہدیہ قبول کرنا

سوال :- ہندو تہوار ہولی یا دیوالی میں اپنے استاذ یا حاکم یا نوکر کو کھیلیں یا پوری یا اور کچھ کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں ان چیزوں کا لینا اور کھانا استاد و حاکم و نوکر مسلمان کو درست ہے یا نہیں ؟

جواب :- درست ہے۔

ہندوؤں کی شادی میں جانا

سوال :- ہندوؤں کی شادی برات میں جانا جائز ہے یا نہیں ؟ ۲ مسمریزم سے جو حالات معلوم ہوتے ہیں ان کو ٹھیک جاننا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :- یہ دونوں امر نادرست اور حرام ہیں مرتکب ان کا فاسق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ولایتی قند اور تر و خشک مٹھائی کا حکم

سوال :- ولایتی قند اور مٹھائی تر یا خشک کھانی درست ہے یا نہیں ؟

جواب :- جس کی نجاست یا حرمت تحقیق ہو یا غالب گمان ہو وہ نہ کھاوے اور جس کا حال معلوم نہ ہو اُس کا کھا لینا درست ہے۔ فقط

ہندوؤں کے پیاؤ کا پانی پینا

سوال :- ہندو جو پیاؤ پانی کی لگاتے ہیں سود کی روپیہ صرف کر کے مسلمانوں کو اس کا پانی پینا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :- اس پیاؤ سے پانی پینا مضائقہ نہیں۔

حضرت حسین رضؓ کی مجلسِ غم منانا

سوال :- مجلس غم مقرر کرنا جیسے شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یا وفات نامہ وغیرہ خاص کر روز عاشورہ میں بوجہ غم کے مجلس مقرر کرنا جائز ہے یا نہیں ارقام فرماویں۔

جواب :- غم کی مجلس تو کسی کے واسطے درست نہیں کہ حکم صبر کرنے کا اور غم کے رفع کرنے کا ہے تعزیہ و تسلیہ اسی واسطے کیا جاتا ہے تو اس کے خلاف غم پیدا کرنا خود معصیت ہوگا اور شہادت حسین کا ذکر مجمع کر کے سوائے اس کے مشابہت روافض کی بھی ہے اور تشبہ اُن کا حرام ہے لہٰذا عقد مجلس غم کسی کا درست نہیں۔

فقط واللہ تعالےٰ اعلم

رافضیوں سے مراسم رکھنا

سوال :- روافض سے اُنس رکھنا اور اتحاد رکھنا اور رسم دوستی ادا کرنا اور اُس کی دعوت کرنا اور اُس کے یہاں دعوت کھانا باوجودیکہ اُس سے دین و دنیا کا کوئی مطلب نہ ہو جائز ہے یا نہیں ؟ اور جو شخص بلا ضرورت روافض سے اتحاد رکھے وہ کیسا ہے اور ثقات کو اُس کی معیت میں اکل و شرب بلا کراہت جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- روافض خوارج اور سب فساق سے ربط ضبط مودت کا حرام ہے مگر بسبب معاملہ ناچاری کے معذور ہے اور ان سے مودت کرنے والا مداہن فی الدین عاصی ہے ۔

حسینؓ کی تصویر گھر میں رکھنا

سوال :- مورتیوں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا گھر میں رکھنا کیسا ہے ؟ اور اُن کا فروخت کرنا اچھا ہے یا نہیں اور آگ میں جلا دینا مناسب ہے یا نہیں ؟

جواب :- کسی نبی یا ولی کے نام کی صورت گھر میں رکھنی حرام ہے اُس کو جلا دے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حسینؓ کا غم کرنا

سوال :- غم کرنا حسین رضی اللہ عنہ کا شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- غم اُس وقت تھا جب آپ شہید ہوئے مادام غم کرنا کسی کے واسطے شرع میں حلال نہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ   رشید احمد ۱۳۰۱

الجواب صحیح ۔ محمد عبداللطیف عفی عنہ ۔

تعزیہ داری

سوال :- ریاست گوالیار میں والی ریاست و سرداران ریاست و جملہ حاکمان و افسران ریاست ماہ محرم میں تعزیہ داری کرتے ہیں اور چالیس روز تک بڑی خیر خیرات کرتے ہیں اور اس سبب سے جملہ مساکین کو بڑی مدد پہنچتی ہے اور فقیر فقراء کا گزارا ہو جاتا ہے اور مسلمان بھی اس شرک میں مُبتلا ہیں ۔ اگر ان مسلمانوں کو منع کیا جاتا ہے اور وہ لوگ چھوڑ جاتے ہیں تو یقیناً تمام اہلِ ہنود چھوڑ دیں گے تو یہ خیر خیرات موقوف ہو جائے گی تو تمام فقراء کا روزینہ جاتا رہے گا اور ان تمام مساکین کو کامل تکلیف ہو گی ۔ اس صورت میں اُن کا منع کرنے والا عنداللہ ماجور ہو گا یا نہیں ؟

جواب :- رزق حلال طرح سے حاصل ہونا ضروری ہے اور تلوث معصیت ہر حال حرام ۔ پس معرکہ تعزیہ داری گوالیار وغیرہ کا حرام ہے اور ایسی خیر خیرات بھی حرام ہے کہ یہ خیر خیرات نہیں بلکہ رسم ہے اور جو خیرات بھی ہو تو بھی مرکب حرام و حلال سے حرام ہوتا ہے ، سو یہ سب معرکہ حرام ہے اور سب حیلہ خرافات غیر مسموع ہے جہاں یہ واہیات نہیں ہوتی وہاں کے فقیر بھی بھوکے ہو کر نہیں مر گئے ۔

مرثیوں کی کتابوں کا جلانا

سوال :- مرثیہ جو تعزیہ وغیرہ میں شہیدانِ کربلا کے پڑھتے ہیں اگر کسی شخص کے پاس ہوں وہ دور کرنا چاہیئے

توان کو جلا دینا مناسب ہے یا فروخت کرنا۔ فقط

جواب:۔ ان کو جلا دینا یا زمین میں دفن کرنا ضروری ہے۔

شیعہ کا ہدیہ قبول کرنا

سوال:۔ رافضی کا ہدیہ دعوت اور جنازہ کی نماز میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ رافضی کا ہدیہ دعوت کھانا گو درست ہے مگر حضور نماز جنازہ اور ان سے محبت نادرست ہے اس لئے دعوت وغیرہ بھی نہ کھانی چاہیئے کہ اس سے محبت بڑھتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مالدار آدمی کا سوال کرنا

سوال:۔ جو لوگ تندرست توانا کھاتے پیتے ہیں اور انہوں نے اپنا پیشہ گدائی اور فقیری اور محتاجگی کا اختیار کر لیا ہے اور در بدر شہر بشہر بھیک مانگتے پھرتے ہیں اور ہرگز محنت و مزدوری وغیرہ نہیں کرتے اگرچہ مالدار ہیں لہٰذا ایسے لوگوں کو بھیک مانگنا اور سوال کرتے پھرنا حلال ہے یا حرام اور اگر حرام ہے تو اُن کو دینا بھی بوجہ اعانت علی الحرمت حرام اور ممنوع ہے یا نہیں؟ جیسے کہ مسجد میں سوال اور اُس کی عطاء کو کتب فقہ میں حرام و مکروہ فرمایا ہے۔ چنانچہ در مختار میں مرقوم ہے ویحرم فیہ السوال ویکرہ الاعطاء[1]

جواب:۔ جس کے پاس ایک روز و شب کی خوراک موجود ہو یا وہ شخص صحیح و تندرست کمانے کے قابل ہو تو اُن کو سوال کرنا اور دینا دونوں حرام ہیں اور دینے والے اگر اُن کی حالت سے واقف ہو کر پھر دیں تو وہ گناہ گار ہوں گے خصوصاً اُن فقیروں کو دینا جو طبل وغیرہ بجا بجا کر سوال کرتے پھرتے ہیں اُن کو تو بالکل نہ دینا چاہیئے۔ لقولہ علیہ السلام من سال الناس ولہ ما یغنیہ جاء یوم القیامۃ ومسألتہ فی وجہہ خموش او خدوش او کدوح وقال علیہ السلام من سأل الناس وعندہ ما یغنیہ فانما یستکثر من النار۔ قال النفیلی وما الغنی الذی لا ینبغی معہ المسألۃ قال قدر ما یغدیہ ویعشیہ وقال یکون لہ شبع یوم او لیلۃ ویوم رواہ ابوداؤد وفی حاشیۃ المشکوٰۃ لا ینبغی للانسان ان یسأل وعندہ قوت یومہ کذا فی التاتارخانیۃ (وفیہا ایضاً) ومن ملک قوت یومہ یحرم علیہ السوال وفی ردالمحتار لا یحل ان یسأل شیئاً من لہ قوت یومہ بالفعل او بالقوۃ کالصحیح المکتسب ویاثم معطیہ ان علم بحالہ لاعانتہ علی المحرم[2]۔ اھ

---

[1] اس میں سوال کرنا بھی حرام اور دینا بھی مکروہ ہے۔

[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کی وجہ سے کہ جس نے لوگوں سے سوال کیا اور اس کے پاس اس قدر موجود ہے جس کی بناء پر وہ لوگوں سے مستغنی رہ سکتا ہے تو قیامت کے دن وہ اس طرح آئے گا کہ اس کا سوال اس کے چہرہ میں چھریا ہو گی اور یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگوں سے سوال کرے اور اس کے پاس اسقدر ہے جو اس کو غنی کرتی ہے تو وہ آگ کی زیادتی کر رہا ہے نفیلی نے عرض کیا کہ وہ غنا کس قدر ہے جس کی موجودگی میں اس کو سوال نہ کرنا چاہیئے تو ارشاد فرمایا کہ اس قدر جو اس کو صبح و شام کھلا دے اور یہ بھی ارشاد فرمایا جس سے وہ ایک دن یا ایک دن و رات پیٹ بھر کر کھالے اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور مشکوٰۃ کے حاشیہ میں ہے کہ کسی انسان کو جائز نہیں کہ اس کے پاس ایک دن کی غذا ہو اور وہ سوال کرے اور ردمحتار میں ہے کہ جائز نہیں اُس شخص کو جس کے پاس ایک دن کی غذا بالفعل موجود ہو یا بالقوۃ جیسے تندرست کمانیوالا کہ وہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال کرے اور اس کو دینے والا اگر اسکے حال کو جان کر دے تو گنہگار ہوگا کہ اس نے حرام کی اعانت کی۔

وفی جلد سوم مجموعۃ الفتاوی للمولوی عبدالحی المرحوم[1] - سوال سائلیکہ طبل زدہ بردرہا سوال میکنند ایں کسب جائزست یا نہ ؟

جواب :- جائز نیست در مدارج النبوۃ می آرد و نباید داد سائل راکہ طبل زدہ بردرہا میگردد و مطرب از ہمہ افحش ست انتہی۔ وفی الکنز ولا یسئل من لہ قوت یومٍ اھ وفی حاشیۃ الکنز قولہ ولا یسأل لقول صلی اللہ علیہ وسلم من سأل وعندہ مایغنیہ فانما یستکثر جمر جھنم قالوا یا رسول اللہ مایغنیہ قال ما یغدیہ ویعشیہ فالقدرۃ علی الغداء والعشاء تحرم سوال الغداء والعشاء اھ وفی فتح المبین قولہ من لہ قوت یومہ ای بالفعل او بالقوۃ کالصحیح المکتسب ویاثم معطیہ ان علم بحالہ لاعانتہ علی المحرم انتہی مختصرا بقدر الحاجۃ۔[1]

غرض کہ بلا ضرورت شرعیہ سوال جائز نہیں اور بوقت ضرورت میں جائز ہے بلا کراہت وحرمت ہکذا حکم الکتاب[2]۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب حررہ العبد المسکین

محمد علیم الدین غفرلہ المعین - آمین

محمد علیم الدین عفا عنہ المعین

فی الواقع جس شخص کے پاس ایک دن کا قوت ہو یا قوت کے کسب کی طاقت ہو اُس کو سوال کرنا شرعاً حرام ہے اور دینے والے کو جو اُس کے حال سے بخوبی واقف ہو اُس کو دینا بھی ناروا ہے لیکن ناواقف ہونے کی حالت میں دینا حرام نہیں اور نیز زبان درازی اور بدگوئی کے دفع کے خیال سے دینا جائز ہے۔ چنانچہ درمختار اور اس کے ترجمہ میں مذکور ہے۔ والنبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعطی الشعراء ولمن یخاف لسانہ وکفی بسھم المولفۃ من الصدقات دلیلا علی امثالہ - (ترجمہ) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاعروں کو اور جس کی زبان درازی اور بدگوئی سے خوف کرتے تھے اُس کو مال عطا فرماتے تھے اور مؤلفۃ القلوب کا حصہ مقرر ہونا اموال زکوٰۃ سے ایسے مسائل کی دلیل ہونے کے واسطے کفایت کرتا ہے۔ مؤلفۃ القلوب رؤساء کفار تھے جن کو حصہ تالیف قلوب کے واسطے دیا جاتا تھا۔ ابتداء اسلام میں حاشیہ شامیہ میں لکھا ہے۔

(کان یعطی الشعراء) فقد روی الخطابی فی الغریب عن عکرمۃ مرسلا قال اتی شاعر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

---

[1] اور مولوی عبدالحی مرحوم کے مجموعہ فتاویٰ جلد سوم میں ہے۔

سوال - جو سائل کہ نقارہ بجاکر دروازوں پر سوال کرتا رہتا ہے یہ کمائی جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- جائز نہیں مدارج النبوۃ میں ہے کہ اس سائل کو نہ دینا چاہیئے جو نقارہ بجاتے ہوئے دروازوں پر پھرتا ہے اور گانے والا توان تمام میں فحش ترین ہے اور کنز میں ہے کہ وہ شخص سوال نہ کرے جس کے پاس ایک دن کا کھانا ہو اور کنز کے حاشیہ میں ہے اور نہ سوال کرے بوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے کہ جس نے سوال کیا اور اس کے پاس اس قدر ہے کہ جو اس کو بے فکر رکھ سکتا ہے تو وہ جہنم کی چنگاریوں کو زیادہ کر رہا ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی کیا مقدار ہے جو اس کو بے فکر کردے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا جس سے وہ صبح اور شام کا کھانا کھالے تو دن اور رات کے کھانے کی قدرت دن اور رات کے کھانے کے سوال سے بیفکر بنادیتی ہے اور فتح المبین میں ہے کہ آپؐ کا یہ ارشاد کہ جس کے پاس ایک دن کی غذا ہو اس کا مطلب بالفعل یا بالقوۃ ہے جیسے تندرست کمانیوالا اور اُس کو دینے والا اگر اس کی حالت کو جانتا ہو تو گنہگار ہے بوجہ حرام پر اعانت کے (مختصر بقدر ضرورت نقل کیا گیا ہے) [2] یہ کتاب کا حکم ہے۔

فقال یا بلال اقطع لسانہ عنی فاعطاہ اربعین درہمًا[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب نمقہ العبد المذنب محمد لطف اللہ عفی عنہ

مفتی محمد لطف اللہ خادم شریعت رسول اللہ ۱۲۹۸ ہجری	مفتی ریاست رامپور ابن مفتی مولانا محمد سعد اللہ المرحوم	الجواب صواب نظام الدین الجواب والتصحیح کلاہما صحیحان	الجواب صواب والمجیب مثاب احمد امین عفی عنہ خان محمد معز اللہ

سوال مذکور پر مولوی احمد رضا خاں صاحب کا علیحدہ جواب

(جواب) جو اپنی ضروریاتِ شرعیہ کے لائق مال رکھتا ہو یا اس کے کسب پر قادر ہے اُسے سوال حرام ہے اور جو اس حال سے آگاہ ہو اُسے دینا حرام اور لینے والا اور دینے والا دونوں گنہگار و مُبتلائے آثام۔ صحاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لاتحل الصدقۃ لغنی ولا لذی مرۃ سوی حلال نہیں ہے صدقہ کسی غنی کے لئے نہ کسی قوی تندرست کے لئے رواہ الائمۃ احمد والدارمی والاربعۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ[2]۔ نیز صحاح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من سأل الناس ولہ ما یغنیہ جاء یوم القیٰمۃ ومسئلتہ فی وجھہ خموش۔ جو لوگوں سے سوال کرے اور اُس کے پاس وہ شئے ہو جو اُسے بے نیاز کرتی ہو روز قیامت اس حال پر آئے گا کہ اُس کا وہ سوال اُس کے چہرہ پر خراش و زخم ہو رواہ الدارمی والاربعۃ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ[3] نیز فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم من سأل الناس اموالھم تکثرا فانما یسأل جمر جھنم فلیستقل منہ ویستکثر۔ جو اپنا مال بڑھانے کو لوگوں سے اُن کے مال کا سوال کرتا ہے وہ جہنم کی آگ کے ٹکڑے مانگتا ہے اب چاہے تھوڑی لے یا بہت۔ رواہ احمد ومسلم وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ[4]

نیز فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم

من سأل من غیر فقر فانما یاکل الجمر۔ جو بے حاجت و ضرورت شرعیہ سوال کرے وہ جہنم کی آگ کھاتا ہے۔

رواہ احمد وابن خزیمۃ وایضاً فی المختارۃ عن حبش خبادۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہ بسند صحیح[5]

تنویر الابصار و درمختار ہے۔

لا یحل ان یسأل شیئا من القوت من لہ قوت یومہ بالفعل او بالقوۃ کالصحیح المکتسب ویاثم معطیہ

---

[1] (اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم) شعراء کو عطا فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ خطابی نے روایت کیا ہے غریب احادیث میں عکرمہؓ سے بطور مرسل کہ ایک شاعر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے بلال میری طرف سے اس کی زبان کاٹ دے تو انھوں نے اس کو چالیس درہم دے دیئے۔

[2] اس کو احمد و دارمی و چاروں اصحاب حدیث نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔

[3] اس کو دارمی اور چاروں اصحاب حدیث نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے [4] اسکو احمد و مسلم اور ابن ماجہ نے ابی ہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔

[5] اسکو احمد اور ابن خزیمہ اور ضیائی نے مختارہ میں حبش خبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

ان علم بحالہ لاعانتہ علی المحرم[1] اھ وتمام الکلام فی ھذا المقام مع دفع الاوھام فی فتاوٰنا وقد ذکرنا شیئاً منہ فیما علقنا علی رد المحتار واللہ تعالیٰ یقول جد مجدہ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واللہ تعالیٰ اعلم[2]

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا بریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم۔

جناب مولوی صاحب نے صحیح لکھا ہے کہ بلاضرورت شرعیہ سوال کرنا حرام ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ضرورت سے زیادہ سوال کرنا شرعاً درست نہیں۔

محمد نعیم الدین عفی عنہ۔ [بے نظیر ... ۱۳۰۰ شگفتہ محمد کل]

ما قال المجیب فھو الصواب محمد قاسم علی عفی عنہ مفتی وامام شہر مراد آباد [خلعت مولانا محمد عالم علی محمد قاسم علی ۱۲۹۶]

الجواب صحیح محمد حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ شاہی مسجد مراد آباد و مدرس اول حال ریاست بھوپال۔

الجواب صحیح بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ [رشید احمد ۱۳۰۱]

گھوڑے سوار سائل کا سوال کرنا

سوال :- ایک سائل مالدار ہے اور گھوڑے پر سوار ہے اُس کو دینا چاہیئے یا نہیں ؟

جواب :- سوال کرنا مالدار کو حرام ہے اس کو دینا بھی درمختار میں حرام لکھا ہے کہ اعانت حرام پر ہے اگر کوئی گھوڑے پر سوار ہو اور مال اُس کا سفر میں تلف ہو گیا گھر سے دور ہے اور گھوڑا فروخت سردست نہیں ہو سکتا ناچار ہو کر جان بچانے کو سوال کرے تو درست ہے اُس کو دینا بھی درست ہے ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال کرنا کس کو جائز ہے

سوال :- ایک شخص سائل ہے اور کہتا ہے کہ میرا مال چوری ہو گیا تنگ دست ہوں میرا کچھ پیشہ یہ نہیں ہے لہٰذا اس کے لئے بازار سے چندہ کرا دیا جاوے تو کچھ گناہ نہیں ہے۔

جواب :- اگر اُس شخص کے کہنے کا یقین اور اعتبار ہو تو اُس کے لئے چندہ کر دینا درست ہے اور ایسے ضرورت والے کو سوال بھی درست ہے اور اس کو دینا بھی درست ہے اور جس سائل کو دینا حرام ہے وہ وہ ہے کہ جس کو وسعت ہو اور روپیہ موجود ہو اور سوال کرے یا اس میں کمانے کی استطاعت ہو اور پیٹ بھرنے کے لئے مانگتا پھرتا ہے اُس کو

---

[1] جس کے پاس ایک دن کی غذا بالفعل یا بالقوۃ (جیسے تندرست کمانے والا ہے) موجود ہو اس کو جائز نہیں کہ کسی چیز کا سوال کرے اور اس کو دینے والا اگر اس کی حالت سے واقف ہے تو گناہ گار ہوگا بوجہ امر حرام پر اعانت کے۔

[2] اور اس مقام میں مکمل کلام مع دفع اوہام کے جو ہمارے فتاویٰ سے پیدا ہوئی ہے اور ہم نے اس میں سے ان تعلیقات میں ذکر کر دیا ہے جو ردالمحتار میں لکھی گئی ہیں اور اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کا ارشاد ہے کہ " اور گناہ اور ظلم کے کاموں پر مدد نہ کرو " اور اللہ تعالیٰ بہت جاننے والا ہے۔

سوال بھی حرام ہے اور دینا بھی حرام ہے اور ایسی ضرورت کے لئے مانگنا اور دینا درست ہے جیسے درج سوال ہے۔

مَردوں کا سُرخ رنگ کا کپڑا پہننا

سوال:۔ لباس سُرخ کا استعمال مَردوں کو کرنا سوائے کُسم کے خواہ کسی قسم کا ہو مثلاً ٹول و مخمل وغیرہ کے جائز ہے یا نہیں اور نماز میں اس کے کوئی نقصان واقع ہوگا یا نہیں؟ محقق مذہب اس میں کیا ہے اور حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحبؒ نے اربعین میں تحریر فرمایا ہے کہ حمادیہ میں لکھا ہے روایت کی حسن نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے فرمایا کہ دُور رہو رنگ سُرخ سے کہ رنگ سرخ زینت سلطان ہے اور تذکیر الاخوان حصہ دوسرے تقویۃ الایمان میں حدیث نقل فرماتے ہیں۔ اخرج الترمذی و ابوداؤد عن عبد اللہ بن عمر قال مر رجل وعلیہ ثوبان احمران فسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یرد علیہ[1] اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ رنگ سُرخ بالکل ممنوع ہے کہ آپ نے اُس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ اس میں صحیح مذہب کیا ہے۔ مدلل ارقام فرمائیے۔

جواب:۔ سرخ غیر معصفر میں روایات مختلفہ ہیں اور ہر ایک جانب دلائل مذکور ہیں احوط مطلقاً سُرخ کا ترک ہے اور رخصت جواز استعمال سوائے معصفر کا ہے جو مسئلہ اول قرن سے مختلف ہو اُس کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ اس حدیث میں جو ثوبان احمران وارد ہے اس کو مجوزین معصفر پر حمل کرتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دولہا کو گوٹہ لچکا لگا ہوا کپڑا پہننا

سوال:۔ نوشہ کو خسرال کی طرف سے جو جوڑا ملتا ہے اس میں گوٹا لچکا بھی لگا ہوتا ہے اس کو پہننا درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر گوٹہ لچکا چار انگشت ہے تو یہ لباس مرد کو درست ہے اگر زیادہ ہے تو ناجائز گوٹہ لچکا ٹھپہ پہننا مرد کو مطلقاً چار انگشت تک جائز ہے نکاح ہو یا بغیر نکاح۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرد کا گوٹے کناری لگا ہوا کپڑا پہننا

سوال:۔ گوٹہ کناری جس کو عورت کپڑوں پر لگاتی ہیں اُس کا استعمال مَردوں کو بھی بقدر چار انگشت یا دو انگشت کے کپڑوں پر درست ہے یا نہیں اگر اس کا کپڑا بنا ہُوا پہنے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ گوٹہ کناری چار انگشت تک مَردوں کو جائز ہے خواہ کپڑے کے ساتھ بنا ہو خواہ ٹانک دیا ہو خواہ بدوں سینے کے کپڑے سے متصل کر دیا ہو اس میں وزن کا اعتبار نہیں بلکہ مساحت کا اعتبار ہے۔ چار انگشت درست اور زائد ممنوع ہے خالص چاندی کا پترہ بھی یہی حکم رکھتا ہے۔

سرخ رنگ ٹول یا پڑیا کا حکم

سوال:۔ سُرخ رنگ ٹول یا پڑیہ پختہ کا ہو کوئی مباح کوئی حرام کہتا ہے تو ایسی صورت میں مفتیٰ بہ کیا ہے؟

---

[1] ترمذی و ابوداؤد نے عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص گزرا جس پر دو سرخ کپڑے تھے اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ نے اُس کا جواب نہ دیا۔

جواب :۔ کسنبہ کا سرخ اور زرد اور گلابی مرد کو حرام ہے اور سوائے اس کے سرخ خام یا پختہ اکثر علماء کے نزدیک درست ہے اگر پہنے درست ہے احتیاط اولیٰ ہے ۔

عالم کا سُرخ کپڑے پہننا

سوال :۔ اگر عالم کپڑے مطلق سُرخ پہنا کرے اس واسطے کہ درست و مباح ہے اور یہ ضرور ہے کہ عام آدمی اُس عالم کی دیکھا دیکھی کریں گے۔ پس اس صورت میں استعمال کپڑے سرخ کا خاص عالم کے واسطے کیسا ہے ؟

جواب :۔ اگر معصفر ہے تو گناہ گار ہے ورنہ کچھ حرج نہیں کہ اس کے جواز پر فتویٰ اکثر علماء کا ہے ۔

مَردوں کو سُرخ رنگ کا کپڑا استعمال کرنا

سوال :۔ زید کہتا ہے کہ مطلق سُرخ رنگ کسم کا ہو یا غیر اُس کا پختہ ہو یا خام ابرہ میں ہو یا استر میں علمائے محققین کے نزدیک مکروہ تحریمہ ہے اور جو علماء جواز کہتے ہیں ایک اُن میں شیخ ابوالمکارم کہ وہ فقہاء کے نزدیک ایک آدمی مجہول اور حاطب اللیل ہے اور دوسرے فقیہ زاہدی کہ وہ معتزلہ ہے پس قول اُن کے معتبر نہ ہوں گے یہ مسئلہ صحیح کس طور پر ہے ؟

جواب :۔ سُرخ معصفر بالاتفاق حرام ہے اور سوا معصفر کے علماء کا اختلاف ہے دونوں جانب محققین ہیں عبداللہ بن عمر اور اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما دونوں جواز کے قائل ہیں۔ صاحب درمختار کی رائے بھی جواز کی طرف ہے اور مولانا مولوی شاہ رفیع الدین صاحب نے بھی اپنے رسالہ میں جائز لکھا ہے۔ لہٰذا التقویٰ ترک میں ہے اگر کوئی اس کا استعمال کرے تو جائز ہے اور دونوں[1] قول قوی ہیں ۔

بغیر کسم کا رنگا ہوا کپڑا مردوں کو پہننا

سوال :۔ لباس احمر بغیر معصفر خواہ ٹول وخمل وغیرہ مردوں کو درست ہے[1] چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب رح مصفیٰ شرح مؤطا میں فرماتے ہیں ومکروہ نیست لباس مصبوغ بمشق ونحوآن درحق مردان و درحق زنان[2] واللہ اعلم یا نہیں ؟

---

[1] ترجمہ۔ اور ابی حنیفہ رح سے مروی ہے کہ سرخ اور سیاہ رنگنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور قاضی خان میں ہے سُرخ کپڑا پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے اور مکروہ ہے مَردوں کو زعفران وورس وکسم کے رنگ میں رنگا ہوا کپڑا پہننا ۔ اور شاہ محمد اسحاق صاحب فرماتے ہیں :۔" اور جو لباس کہ سُرخ رنگ کا بجز گل کسم کے ہو مختلف فیہ ہے اس کا چھوڑ دینا بہتر ہے اور مولانا نواب سید صدیق حسن صاحب فرماتے ہیں :۔

"اور کسم کپڑے کو سرخ رنگ رنگ دیتا ہے جو ایک خاص قسم کا ہوتا ہے جس کو وہ حدیث معارض نہیں ہوتی ہے جو مطلق سرخ رنگ کے کپڑے میں وارد ہوئی ہے جیسا کہ صحیحین میں ہے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میانہ قد تھے آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان کشادگی تھی آپ کے سر کے بال کانوں کی لَو تک تھے۔ میں نے آپ کو سُرخ لباس میں دیکھا کہ اس سے بہتر دنیا میں مَیں نے کوئی چیز نہیں دیکھی اور اس باب میں کئی احادیث ہیں جو اس بات کو جمع کرتے ہیں کہ ممنوع وہ سُرخ ہے جو کسم سے رنگا ہوا ہو اور مباح وہ سرخ ہے جو اس سے نہ رنگا گیا ہو ۔

[2] اور گلاب کے پھول میں یا اسی قسم کے پھول میں رنگے ہوئے کپڑے کو پہننا مَردوں اور عورتوں کو مکروہ نہیں ہے ۔

سوال :۔ باقات سرخ ادر کھاروا اور رنگ سنگرفی اور پیازی کا استعمال درست ہے یا نہیں؟ جواب :۔ درست ہے۔ اس لئے کہ ہر سُرخ رنگ حرام نہیں ہے بلکہ کسم کے رنگ میں رنگا ہوا حرام ہے۔ فتویٰ مولانا عبدالحی صاحب ۔

جواب :۔ لباس احمر غیر معصفر مرد کو پہننا جائز ہے علی سبیل الفتویٰ اور ترک اولیٰ ہے بنا بر تقویٰ اور معصفر مرد کو مکروہ تحریمی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مردوں کا رنگین کپڑے پہننا وغیرہ

سوال :۔ رنگین کپڑے پہننا نیلا تہمد باندھنا موٹی تسبیح رکھنا، بال سر کے بڑھانا اس خیال سے کہ اگلے پیشواؤں کا یہ فعل ہے تو اس میں بھی کوئی قباحت ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ ان ہئیات میں کوئی معصیت نہیں بری نیت سے برا بھلی نیت سے بھلا ہے۔

سوائے زعفران کے زرد رنگ کا کپڑا مردوں کو پہننا

سوال :۔ رنگ زرد زعفران سوائے زعفران کے مثل تُن وغیرہ کے استعمال کرنا بالخصوص مردوں کو جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ علی ہذا زرد رنگ سوائے مزعفر کے مردوں کو مختلف فیہ ہے راجح اس میں جواز ہے اور سرخ و زرد کی بحث مردوں کے ہی واسطے ہے عورتوں کو سب درست ہے۔ لہٰذا علی الخصوص مردوں کو جو درج سوال ہے یہ زائد ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مردوں کو ٹول رنگ کا کپڑا استعمال کرنا

سوال :۔ ٹول کا رنگ مرد کو کیسا ہے اس کا استر رضائی کے نیچے لگانے سے نماز میں نقصان ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب :۔ ٹول کا رنگ پختہ ہے مرد کو جائز ہے مگر بہتر ہے کہ مرد نہ پہنے۔ فقط

ٹول اور پڑیہ کا رنگ مردوں کو استعمال کرنا

سوال :۔ ٹول اور پڑیا کا رنگ مرد کے واسطے درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ ٹول اور پختہ سرخ رنگ مرد کے حق میں مختلف فیہ ہے۔ بعض علماء سوائے معصفر کے سب کو مباح لکھتے ہیں اور بعض مطلق سرخ کو منع لکھتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مردوں کو تُن اور کسم کا رنگ ملا کر استعمال کرنا

سوال :۔ تُن اور کسم کا رنگ ملا کر مرد کے واسطے جائز ہے یا نہیں؟ بشرطیکہ تُن کا رنگ کسم پر غالب ہو ؟

جواب :۔ اگر تُن کے رنگ میں گل معصفر کا رنگ دب جاوے تو پھر درست ہے جس کے نزدیک تُن کا رنگ درست ہے مرد کو اور جو لوگ کہ تُن کو بھی منع کرتے ہیں وہ اجازت نہ دیویں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

گیرو میں رنگے ہوئے کپڑے پہننا

سوال :۔ کپڑے گیرو میں رنگنا جیسے صوفی لوگ رنگتے ہیں کیسا ہے ؟

جواب :۔ گیرو میں کپڑے رنگنا درست ہے بشرطیکہ ریا نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مہر: رشید احمد ۱۳۰۱)

الجواب صحیح۔ محمد عبداللطیف عفی عنہ

(مہر: محمد عبداللطیف)

مَردوں کو چاندی کی لیس کا پہننا

سوال :۔ لیس نقرئی جس پر سونے کا ملمع ہو اور نیز کلاہ ترکی وغیرہ پہننا جائز ہے یا نہیں ؟ اور لیس کس اندازے چاہیئے ؟

جواب :۔ لیس سونے کا ہو یا چاندی کا اگر چار انگشت کی قدر ہو یا اُس سے کم تو جائز ہے اور اگر اُس سے زیادہ ہو تو ناجائز ہے۔ کلاہ ترکی کا استعمال اس جگہ میں جہاں شعار کسی خاص قوم کا اقوام غیر اہل اسلام یا اہل ہوا میں سے نہ ہو جائز ہے اور جس جگہ شعار کسی خاص قوم یا فرقۂ باطلہ کا ہو ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ترکی ٹوپی پہننا

سوال :۔ ترکی ٹوپی کا اوڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ ٹوپی ترکی اصل شعار نیچریوں کا ہے۔ مگر جب دوسرے لوگوں میں بھی شائع ہو جاوے تو مضائقہ نہیں ہے۔

گول ٹوپی

سوال :۔ گول ٹوپی اوڑھنا کہ جس پر دوپٹہ باعث دب جانے ٹوپی کے نہ باندھ سکتا ہو اور درمیان میں خلا رہے یعنی سر پر درمیان میں نہ لگے تو اُس کا استعمال کیا ہے ؟

جواب :۔ گول ٹوپی درست ہے مگر جس میں مشابہت کسی قوم بے دین کی ہو وہ درست نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جُبّہ کی مقدار

سوال :۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جُبّہ شریف کس قدر نیچا تھا۔ زید کہتا ہے کہ زمین پر گھسٹتا تھا۔ یعنی ٹخنوں سے نیچا تھا قول زید صحیح ہے یا غلط ؟

جواب :۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹخنے سے نیچا کپڑا لٹکانے کو مَردوں کو منع فرمایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ جو ٹخنوں سے نیچے ہے وہ آگ میں ہے پس آپ خود ایسا کپڑا ہرگز نہ پہنتے تھے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ آپ کا جُبّہ زمین پر گھسٹا کرتا تھا وہ کوئی بڑا جاہل ہے اور ناواقف۔

کرتہ کی گھنڈی یا بٹن کھلا رکھنا

سوال :۔ کُرتہ کی گھنڈی یا بٹن کھلا رکھنا کہ جس سے سینہ بھی کُھلا رہے سُنّت ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ درست ہے احیاناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھولے رکھے ہیں۔

مردوں کو چاندی کے بوتام

سوال :۔ بوتام چاندی کے درست ہیں یا نہیں اگر درست ہیں تو کس وجہ سے اور جیب گھڑی چاندی کی جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ بوتام چاندی سونے کے درمختار میں درست لکھے ہیں اور قاعدہ شرع سے جواز ثابت ہے اور گھڑی چاندی کی درست نہیں گھڑی ایک ظرف مستقل ہے اور بوتام تابع کپڑے کے ہیں مثل گوٹہ ٹھپّہ کے۔ فقط

چاندی کے بٹن کا مسئلہ

سوال :۔ بوتام چاندی کے ایک یہ کہ کپڑے پر ٹانک دیئے جاویں دوسرے یہ کہ سوراخ کرکے مع زنجیروں کے داخل کپڑے میں کئے جاویں کہ ہر وقت نکال اور ڈال سکتے ہیں یہ دونوں صورتیں جواز میں یکساں ہیں یا نہیں ؟

جواب :۔ بوتام چاندی کے دونوں طرح درست ہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

چاندی سونے کے بٹن استعمال کرنا

سوال :۔ چاندی سونے کے بٹن انگرکھا یا کرتہ میں لگانا اور یہ امر یقینی ہے کہ وزن کئی تولہ ہوتا ہے جبکہ زنجیر بھی ایک اس میں ہوتی ہے لگانے جائز ہیں یا نہیں حرام ہے یا غیر حرام مکروہ ہے تنزیہی یا تحریمی معہ عبارت کتاب نقل فرمادیں۔

جواب :۔ چاندی سونے کے بٹن درست ہیں اس میں مساحت کا اعتبار ہے نہ وزن کا وزن خاتم میں معتبر ہے اور بٹن تابع ثوب کا ہے مثل ٹھپّہ گوٹہ کے کہ اُس میں مساحت کو لکھتے ہیں نہ وزن کو انہ سرار الذهب[1] درمختار کے باب الحظر والکراھۃ[2] میں جائز لکھتے ہیں ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چاندی کے بٹن

سوال :۔ چاندی کے بٹن انگرکھے میں لگانا جائز ہے یا منع ہے ؟

جواب :۔ جائز ہے جیسے کہ گوٹہ بقدر مشروع جائز ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

لکڑی کی کھڑاؤں پہننا

سوال :۔ کیا پہننا کھڑاؤں چوبیں کا بدعت ہے ؟

جواب :۔ کھڑاؤں چوبیں کا پہننا بدعت نہیں بلکہ بسبب نفع کے اور اس کی اصل ہونے کے کہ جوتہ اور موزہ بھی درست ہے البتہ بسبب مشابہت جوگیہ کے کسی وقت منع لکھا تھا مگر اب یہ کافر و مسلم میں شائع ہو گئی ہے اب مشابہت اس میں ممنوع نہیں رہی ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کھڑاؤں کا مسئلہ

سوال :۔ نعلین چوبی کو مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے بدعت لکھا ہے اتخاذ النعل من الخشب بدعة کما فی القنیۃ والحمادیۃ[3] اس کا وہی مطلب ہے جو حضور نے فرمایا ہے یا یہ کتب غیر معتبر سے ہیں یا اس عبارت کی اور کوئی تاویل ہو سکتی ہے ؟

جواب :۔ کسی وقت میں ناجائز تھی اب درست ہو گئی کہ عام استعمال اس کا ہو گیا ۔

فقط ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] سونے کے بٹن [2] حرمت و جواز کا باب [3] لکڑی کی نعلین بنانا بدعت ہے جیسا کہ قنیہ اور حمادیہ میں ہے ۔

کمر میں سُوت باندھنا

سوال :۔ کمر میں سوت باندھنا جیساکہ بعض ملک میں باندھتے ہیں درست ہے یانہیں ؟

جواب :۔ سوت اگر کسی غرض کے واسطے باندھیں تو درست ہے اور اگر کچھ اثر اعتقاد کر کے باندھے تو درست نہیں اور اگر بلا کسی وجہ کے باندھے تو فضول ہے اس لئے چھوڑنا چاہیئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مَردوں کو مہندی لگانا

سوال :۔ ایک شخص بایں قیاس کہ حدیث میں پھوڑے پھنسی میں مہندی کا استعمال جائز ہے گرمی اور خشکی کی حالت میں اپنے ہاتھ پاؤں میں مہندی لگالیتا ہے کبھی خالی کبھی کیکر کے پتے ملاکر اُس کو مہندی کے استعمال سے آرام ہوجاتا ہے اس صورت میں اُس کو مہندی لگانا جائز ہے یانہیں ؟

جواب :۔ حنا پاؤں کو لگانے میں تشابہ عورت کے ساتھ ہوتا ہے لہٰذا درست نہیں دوسرا علاج کرے اور پھوڑے پر رکھنا موجب مشابہت نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بالوں کو سیاہ کرنا

سوال :۔ کلف سر اور ڈاڑھی کو لگاکر بالوں کو سیاہ کرنا کیسا ہے اور کتم کس چیز کو کہتے ہیں یہ جو آیا ہے کہ بڑھاپے کو ڈھانپو ساتھ کتم اور حنا کے اس کا کیا مطلب ہے ؟

جواب :۔ بالوں کو خضاب کرنا کسی چیز سے سوائے سیاہ کے سب قسم درست ہے اور کتم ایک بُوٹی ہے بعضوں نے کہا نیل ہے اُس کا خضاب چونکہ سبز ہوتا ہے لہٰذا بعد کسی چیز کے ملانے کے استعمال میں لاوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اچکن وانگرکھا پہننا

سوال :۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحابِ رسولِ خدا کا لباس کیسا ہوتا تھا اور اب اس زمانہ میں جو انگرکھ کرتہ پاجامہ واچکن وکوٹ سادہ وانگریزی وغیرہ پہننا اور کاج کرتے ہیں لگانا درست ہے یانہیں ؟

جواب :۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا لباس قمیص تھا اور اب اس زمانہ کے اچکن وانگرکھ وغیرہ کا حکم یہ ہے کہ جو لباس کسی غیر قوم کے ساتھ مخصوص اور اس کا شعار ہو ناجائز ہے وہ ورنہ جائز ہے۔ لباس کے بارہ میں کلیہ ہے سب کا حکم اسی سے نکل آوے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اچکن انگرکھے کا حکم

سوال :۔ اچکن کا انگرکھ پہننا کیسا ہے ؟

جواب :۔ اچکن پہننا درست ہے۔

ڈاڑھی کے بالوں کا کتروانا

سوال :۔ ڈاڑھی کے بال برابر ہوجانے کی غرض سے کچھ تھوڑے کتروادینا باوجودیکہ ڈاڑھی بھی ایک مشت سے کم ہو جائز ہے یانہیں ؟

جواب :- مجموعہ ڈاڑھی ایک مشت سے کم نہ ہو اگر بعض بال کم ہوں حرج نہیں ۔ فقط

ڈاڑھی کی شرعی مقدار

سوال :- ڈاڑھی رکھنا کہاں تک جائز ہے اور کہاں تک منع ہے ؟

جواب :- ڈاڑھی ایک مشت سے کم رکھنا منع ہے اور ایک مشت سے زائد کو اگر کاٹ دیوے درست ہے ۔

ننگے سر ننگے پیر رہنا

سوال :- سر برہنہ اور پا برہنہ رہنا سنت ہے یا نہیں ؟ اور بعض صوفی ان افعال کو سنّت جان کر کرتے ہیں سو یہ افعال فی الحقیقت سنت ہیں یا نہیں ؟

جواب :- احیاناً پا برہنہ ہونا مضائقہ نہیں ورنہ آپ علیہ السّلام اکثر اوقات نعلین یا موزہ پہنتے تھے اور سر برہنہ ہونا احرام میں ثابت ہے سوائے احرام کے بھی احیاناً ہو گئے ہیں نہ دائماً چلتے پھرتے ۔

بوجہ گرمی سر میں پان کھلوانا

سوال :- سر کے بالوں میں بوجہ گرمی پان کھلوانا جائز ہے یا نہیں ؟ اس واسطے کہ بالوں میں گرمی معلوم ہوتی ہے اس کے کھلوانے سے گرمی نکل جاتی ہے ۔

جواب :- سارے سر کے بال منڈا دے یا سارے سر کے رکھے بعض کا رکھنا اور بعض کا منڈانا منع ہے ۔ فقط

سر میں پان بنوانا

سوال :- درمیان سر کا منڈوانا جس کو عرف عام میں پان کہتے ہیں بوجہ بیماری کے جائز ہے یا نہیں اور جس کے سر پر پان ہو اُس کے پیچھے نماز پڑھنی کیسی ہے ؟

جواب :- پان سر میں رکھوانا یعنی کچھ سر بیچ میں سے منڈوانا باقی بال رکھ لینا درست نہیں بلکہ گناہ ہے ایسے کی امامت مکروہ ہے ۔ فقط

بیماری کے عذر سے بیچ سے سر منڈانا

سوال :- بیماری کے عذر سے بیچ میں سر منڈوانا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :- بیچ میں سر منڈانا کسی حالت میں درست نہیں ۔

گردن کے بال منڈوانا

سوال :- گردن کے بال منڈانا درست ہیں یا نہیں اور یہ سر میں شامل ہے یا الگ ہے ۔ اگر الگ ہے تو کس مقام سے اور ڈاڑھی کا خط بنوانا جائز اور ثابت ہے یا نہیں اور پنڈلی اور ران کے بالوں کا مونڈنا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :- گردن جُدا عضو ہے اور سر جُدا لہٰذا گردن کے بال منڈانا درست ہے سر کا جوڑ علیحدہ کان کی لَو کے پیچھے معلوم ہوتا ہے اس سے نیچے گردن ہے ریش کا خط درست کرنا درست ہے ۔ اگر کسی کے بال رخسارہ پر بے موقع ہوں اور نہ منڈانا اولیٰ ہے اور پنڈلی اور ران کے بال کا دور کرنا درست ہے کہ آپ علیہ السلام تمام بدن پر سوائے چہرہ

کے نورہ کرتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

گردن کے بال منڈوانا

سوال:۔ گردن کے بال کانوں سے جو نیچے ہیں منڈوانا جائز ہیں یا نہیں؟ مکروہ تحریمی ہیں یا تنزیہی مع عبارات کتب تحریر فرمادیں۔

جواب:۔ گردن دوسرا عضو ہے سر کی حد سے نیچے کے بال گردن کے منڈوانے درست ہیں بعض سر کے بال لینے اور بعض چھوڑنے مکروہ ہیں تحریماً لقولہ علیہ السلام نہی عن القزعۃ الحدیث[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

صرف گردن کے بال منڈوانا

سوال:۔ اگر سر کے بال نہ منڈوائے جائیں اور گردن کے بال منڈوائے جائیں تو درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ گردن کے بال منڈوانے اگرچہ سر کے نہ منڈوائے درست ہیں البتہ بہتر نہیں ہے۔

کاکلوں کا مسئلہ

سوال:۔ بال سر کے گردن کے نیچے لٹکا لینا جن کو کاکلین بھی کہتے ہیں جائز ہے یا نہیں اور کاکلوں کو جو فعل یہود اور منع حدیث میں فرمایا ہے اس کے کیا معنی ہیں اور بال کانوں سے نیچے رکھنا جو سنت سے ثابت ہیں اس کے کیا معنی ہیں اور کاکل بمعنی فعل یہود اور مشابہت عورات سے ہیں یا نہیں؟

جواب:۔ بال سر کے جہاں تک چاہے بڑھالے درست ہے مگر بعض سر کا منڈانا اور بعض کا رکھنا مشابہت یہود ہے یہ مکروہ ہے اور تمام سر کے بال بڑھانا نہ یہ کاکل ہے اور نہ یہ ممنوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کاکل بمعنی حلق بعض و ترک بعض[2] فعل یہود کا اور منع ہے اور بال بڑھانا جو سنت سے ثابت ہے وہ منع نہیں ہے ان کو کاکل کہنا اصطلاح جدید ہے اور مشابہت عورتوں کی جب ہووے گی کہ عورتوں کی طرح چوٹی گوندھے ورنہ کوئی مشابہت نہیں نہ کراہت۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قینچی سے زیر ناف کے بال لینا

سوال:۔ موئے زیر ناف کو مقراض سے لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو عدم جواز کی کیا دلیل ہے اور اگر جائز ہے تو مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کیوں منع فرماتے ہیں۔ یعنی کمالاتِ عزیزی میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے برا خواب دیکھا اُس پر حضرت مولانا نے فرمایا کہ تیری عورت مقراض لیتی ہے منع کردے۔

جواب:۔ یہ قصہ غلط ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیز کا منع فرمانا غلط ہے اُس کی دوسری صورت ہے اور بالوں کا دفعیہ مقراض سے جائز ہے مگر چونکہ استیصال اچھی طرح نہیں ہوتا اس واسطے مستحسن نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی وجہ سے آپ نے قزع سے منع فرمایا ہے۔ نوٹ:۔ قزع کہتے ہیں سر کے کچھ بال لینا کچھ چھوڑ دینا۔

[2] بعض بال منڈوانا بعض کا چھوڑ دینا۔

خط بنوانا

سوال :- رخسار کے بال منڈوانا جس کو خط کہتے ہیں جائز ہے یا ناجائز ؟

جواب :- رخساروں کے بال منڈوانا جائز ہیں مگر خلافِ اولیٰ ہے ۔ فقط

سینہ اور پیٹ کے بال منڈوانا

سوال :- سینہ اور پیٹ پر کے بال اور رخساروں کے بال منڈوانا درست ہے یا نہیں ؟

جواب :- سینہ اور شکم کے بال منڈانا درست ہیں اور رخسار کے بال دفع کرنا ترکِ اولیٰ ہے ۔

عورتوں کو قبروں پر جانا

سوال :- قبور پر عورات کو جانا محض حرام مگر مکہ شریف اور مدینہ منورہ میں کل زیارات پر عورات جاتی ہیں اس کی کیا وجہ ہے ؟

جواب :- عورتوں کو قبور پر جانا مختلف فیہ ہے اکثر علماء منع کرتے ہیں بسبب فساد کے اور جو فساد نہ ہو تو اکثر کے نزدیک جائز ہے حرمین میں اُس پر ہی عمل ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شرعی پردہ

سوال :- اگر حجاب شرعی موجب بدگمانی و شر فساد کے نہ ہو سکے تو اُن اجنبیوں سے جو اُس کے چچا تایا زاد بھائی یا دیور جیٹھ یا بہنوئی ہیں یا بہنوئی یا جیٹھ دیوار زاد بھتیجے وعلیٰ ھذا القیاس اور رشتہ دار ہوں تو اُن سے فقط ستر پر کفایت کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- حجاب شرعی کا ترک کرنا ہر حال میں موجب گناہ ہے شر و فساد کے اندیشہ سے ترک کرنا حجاب کا جائز نہیں ہو سکتا البتہ چہرے کا ڈھکنا اگر بوجہ اندیشۂ شر ترک کر دیا جائے بشرطیکہ ترک میں فتنہ نہ ہو تو کچھ حرج نہیں کیونکہ یہ حجاب بوجہ مصلحت وقوع فتنہ ہے اور وہ اعضاء جن کا ستر واجب ہے اُن کا کھولنا کسی حال میں جائز نہیں ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بلا قصد غیر محرم کا دیکھنا

سوال :- بازار میں ایک عورت آرہی ہے یک بیک اُس پر نگاہ پڑ جاوے تو گناہ تو نہیں ہے ؟

جواب :- فوراً نگاہ کو روک لیوے تو گناہ نہیں اگر دوبارہ قصداً دیکھے گا تو گناہ ہے ۔

عورتوں کا پیر کے سامنے آنا

سوال :- مستورات کو اپنے پیر و مرشد کے سامنے آنا کیسا ہے اور سلام کرنا کیسا ہے ؟ فقط

جواب :- سامنے آنا پیر و مرشد کے مستورات کو حرام ہے ہرگز ہرگز کسی صورت میں جائز نہیں کلام کرنا اگر خوف فتنہ نہ ہو تو جائز ہے اگر خوف فتنہ ہو تو حرام و ممنوع ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ہندوستان کی کافرات کا حکم

سوال :- ملک ہندوستان مملوکہ نصاریٰ اور ممالک محروسہ نوابانِ ہند اور راجگانِ دار حرب ہے یا دار اسلام اور کافران ملکوں کے حاکم ہوں یا محکوم حربی ہیں یا ذمی خواہ ہندو ہوں وہ کافر یا غیر ہندو اور کافرات حربیات ہیں یا ذمیات

مثلاً درباب ستر مسلمہ کافرہ سے لکھا ہے فی روضۃ النووی فی نظر الذمیۃ الی المسلمۃ وجہان اصحہما عند الغزالی الجواز کالمسلمۃ واصحہما عند البغوی المنع حاشیۃ بیضاوی شریف[۱] جلد ثانی فی ص۹ ۔ پس ہندوستان کی کافرات کو حربیات سمجھنا چاہیئے یا ذمیات اور نیز اور بہت احکام ہیں تو ان احکام میں یہاں کی کافرات کو ذمیات سمجھنا چاہیئے یا حربیات اور مسئلہ ستر مسلمہ کافرہ سے بھی تحریر فرمائیے کہ یہ ستر ضروری ہے یا نہیں اور حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس یہودیہ آئی تھی اور عذاب قبر کی گفتگو ہوئی تھی ۔

جواب[۲] :۔ سب ہندوستان بندہ کے نزدیک دارالحرب ہے اور یہاں کی کافرات حربیہ ہیں اور ستر کرنا مسلمات کو ان سے ضروری ہے اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں جو یہودیات حاضر ہوتی تھیں تو بدن مستور اُس وقت میں آپ کا ہوتا تھا یہ حاضر ہونا ستر کے خلاف نہیں ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عورتوں کا ناک کان چھدوانا

سوال :۔ عورتوں کے ناک کان چھدوائیں یا نہیں ؟

جواب :۔ عورتوں کے کان چھدوانے درست ہیں اور ناک چھدوانے میں بعض علماء نے کلام کیا ہے ۔ فقط

عورتوں کو تعزیت کے لئے جانا

سوال :۔ عورتوں کو تعزیت وعیادت درست ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ عورت کو عورت کی یا اپنے محرم کی عیادت وتعزیت درست[۳] ہے ۔ فقط

عورتوں کو اُونچی ایڑی کی مردانی جُوتی پہننا

سوال :۔ ایڑی والی جوتی مثل مَردوں کے عورت پہن لیوے تو درست ہے یا نہیں ؟ کیونکہ زنانی جوتی بیٹھویں سے مردانی جوتی نمازی عورت کے واسطے پاؤں کو نجاست سے بچانے کے واسطے بہت خوب ہے ۔ جیسا حکم ہو تحریر فرماویں ۔

جواب :۔ جو جوتی کہ مردانی ہے اُس کا پہننا عورت کو حرام ہے قال علیہ السلام لعن اللہ المشبہات بالرجال رواہ ابوداؤد[۴] اور چونکہ مردانی جوتی پہننے میں عورت کو تشبہ مَردوں سے پیدا ہوتا ہے ۔ لہٰذا اس کا پہننا حرام ہوگا ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

---

[۱] روضۃ النووی میں ہے کہ ذمیہ کا مسلمان عورت کو دیکھنے میں دو حکم ہیں ان دونوں میں زیادہ صحیح غزالیؒ کے پاس جواز ہے جیسے مسلمان عورت کا اور بغوی کے پاس ان دونوں میں سے صحیح منع ہے ۔ حاشیہ بیضاوی شریف جلد ثانی ص۹ ۔

[۲] مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ اپنے رسالہ قاسم العلوم جلد ۳، ۳۵ میں فرماتے ہیں اس ناکارہ کے نزدیک یہی راجح ہے کہ ہندوستان دارالحرب ہے ۔

[۳] (ترجمہ فتویٰ حمادیہ میں اسی طرح ہے واقعات حسامیہ اربعین سے نقل کرتے ہوئے ۔

[۴] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن عورتوں پر لعنت کی ہے جو مردوں سے مشابہت کریں ۔

کانچ کی چوڑیاں عورتوں کو پہننا

سوال: کانچ کی چوڑیاں جو عورتیں پہنتی ہیں جائز ہیں یا نہیں؟

جواب: درست ہیں قل من حرم زینۃ اللّٰہ[1] الآیۃ۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

نامحرم مرد جس جگہ نہ ہو وہاں عورت کو باجہ والا زیور پہننا

سوال: جس گھر میں مرد نامحرم نہیں ہے باجہ دار زیور یا زیب پائل عورتوں کو پہننا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جس جگہ نامحرم نہ ہوں وہاں آواز کا زیور پہننا درست ہے اور ستر عورت نماز میں شرط ہے سر سے پاؤں تک ڈھکنا فرض ہے نامحرم موجود ہو یا شوہر۔ فقط

عورتوں کو پیتل تانبہ کے زیور پہننا

سوال: زیور پیتل تانبہ وغیرہ کا عورتوں کو پہننا درست ہے یا نہیں؟

جواب: زیور سب قسم کا عورتوں کو درست ہے۔ فقط

عورتوں کو چاندی سونے کے علاوہ زیورات کا پہننا

سوال: عورتوں کو سوائے سونے چاندی کے اور دوسری چیزوں کے زیورات پہننا جائز ہیں یا نہیں؟

جواب: عورتوں کو سب قسم کا زیور پہننا جائز ہے بشرطیکہ اس میں مشابہت کسی بد دین کی نہ ہو۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

زیور کے لئے کلمہ کا روپیہ تڑوانا

سوال: کلمہ کے روپیہ کا تڑوانا زیور کے واسطے درست ہے یا نہیں؟

جواب: کلمہ کے روپیہ کا تڑوانا زیور کے واسطے جائز ہے۔

عورتوں کو کانچ کی چوڑیاں پہننا

سوال: عورتوں کو چوڑیاں کانچ وگلٹ کی پہننا درست ہیں یا نہیں؟

جواب: عورتوں کو ہر قسم کی چوڑیاں پہننا جائز ہیں۔

چیتے وغیرہ جانوروں کی کھالوں کا مسئلہ

سوال: چیتے وغیرہ سباع جانوروں کے چمڑے پر بیٹھنے اور سوار ہونے سے جو احادیثِ کثیرہ میں ممانعت فرمائی گئی ہے چنانچہ ترمذی شریف میں ہے ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نہی عن جلود السباع ان تفترش[2] انتہیٰ۔ اور ابو داؤد میں ہے نہی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن میاثر النمور ونہی عن جلود السباع[3]۔ انتہیٰ ان احادیث کا مطلب کیا ہے کیونکہ بالعموم عوام وخواص

---

[1] (ترجمہ آیت) کہہ دیجئے کہ کس نے اللہ کی بنائی ہوئی زینتوں کو حرام کیا ہے۔

[2] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں کی کھالوں کو بچھانے سے منع فرمایا ہے۔

[3] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چیتوں کی کھالوں اور درندے جانور کی کھالوں سے منع فرمایا ہے۔

اس کو مصلی بنانے میں و دیگر ضروریات بستر فرش وغیرہ میں استعمال کرتے ہیں بالخصوص اہلِ علم و فضل اور کوئی کراہت تک بھی نہیں خیال کرتا لہٰذا وجہ عدم کراہت درصورت جواز استعمال کیا ہے ۔

جواب :۔ استعمال غیر مدبوغ جلد سباع کا تو حرام ہے اور بعد دباغت کے استعمال اس کا مکروہ تنزیہی ہے بوجہ عادت متکبرین کے اور اثر بد جانور کے اور استعمال اُن کا جائز ہے حرام نہیں اگرچہ ترک اولیٰ ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مچھلی کا شکار کرنے کے لئے گھینسے کو کام میں لانا

سوال :۔ ایک کیڑے کو جس کا نام گھینسا ہے اُس کو توڑ توڑ کر اور کانٹے میں لگا کر شکار ماہی کا کرتے ہیں پس ایسا شکار کرنا اور اس مچھلی کا کھانا کیسا ہے ؟

جواب :۔ اول اس کو مار کر پھر ٹکڑے کر کے کانٹے میں لگانا درست ہے اور زندہ کو لگانا منع ہے کہ اذیت ذی روح کی مکروہ تحریمہ ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کھیتی کی حفاظت کے لئے کتّا پالنا

سوال :۔ کتا کھیتی کی حفاظت کے لئے پالنا چاہیئے یا مطلق حفاظت کے لئے ۔

جواب :۔ مطلق حفاظت کے لئے کتا پالنا جائز ہے خواہ جان ہو یا مال ۔ فقط

دوا میں بحری جانور کا استعمال کرنا

سوال :۔ بقول اطباء حیوان بحری کا کھانے کی دوا میں استعمال جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ استعمال اس کا جائز ہے اور وہ پاک ہے اگرچہ وہ غیر ماہی ہو کہ دیگر ائمہ کے نزدیک وہ جائز ہے اور ضرورتاً احناف کے نزدیک بھی جائز ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قاضی کو عیدین میں ہاتھی پر سوار کرنا

سوال :۔ قاضی کو ہاتھی پر سوار ہو کر بروز عیدین نماز کو جانا برائے تزکِ دین متین خصوصاً ریاست مذکور میں جائز ہے یا نہیں ؟ مکروہ تحریمی یا تنزیہی حرام ہے یا غیر حرام ؟

جواب :۔ قاضی اگر فیل پر سوار ہو کر جاوے درست ہے کہ سواری فیل کی جائز ہے ۔ مباح امر سے شوکت حاصل کرنا جائز ہے بشرط عدم خلط کسی محذور شرعی کے ۔

بیل کو خصی کرنا

سوال :۔ بیل کو بدھیا کرنا یعنی نر سے مادہ کرنا کیسا ہے ؟

جواب :۔ بیل کو بدھیا کرنا بسبب ضرورت کے جائز ہے کہ بدوں بدھیا کئے کام نہیں دیتا ۔

خچر پیدا کرنے کا طریقہ استعمال کرنا

سوال :۔ بعض آدمی گھوڑی کو گدھے سے بار دار کراتے ہیں اُس سے جو بچہ ہوتا ہے اس کو خچر کہتے ہیں ۔ یہ فعل اس طرح پر کرنا جائز ہے یا نہیں اور اُس بچہ کا جو اس طرح پیدا ہوا ہے فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ گھوڑی پر گدھے کا ڈلوانا درست ہے اور اس کا فروخت کرنا بھی درست ہے ۔

گھوڑوں کو خصی کرانا

سوال :۔ گھوڑوں کا آختہ کرنا یعنی بدھیا کرنا بباعث کہنے شوخی کے جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ گھوڑے اور بکرے وغیرہ کو آختہ کرنا درست ہے ۔

جُوں کو گرم پانی یا دھوپ میں مارنا

سوال :۔ جوں کا مارنا گرم پانی میں یا دھوپ میں جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ جوں کا مارنا گرم پانی میں یا دھوپ میں جائز ہے کچھ حرج نہیں ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حلال کوّا کھانا

سوال :۔ جس جگہ زاغ معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والے کو بُرا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کوّا کھانے والے کو کچھ ثواب ہوگا یا نہ ثواب ہوگا نہ عذاب ؟

جواب :۔ ثواب ہوگا ۔

بھڑوں کا جلانا

سوال :۔ بھڑوں کا جلانا منع ہے مگر بعض جگہ کہ جہاں بکثرت آدمی آتے جاتے ہیں اور یہ کاٹتی ہیں اور بغیر جلائے کسی تدبیر سے دُور نہ ہوں تو ایسے موقع پر جلانا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ اور تدبیر نہ ہو تو جلانا درست ہے ۔

ملفوظات

(۱) بھاگلپوری کپڑے ریشمی ہی ہیں ان کا حکم ریشمی کا ہی ہے مگر یہ موٹا ریشم ہے اور معروف ریشم، ریشم کی عمدہ قسم ہے پس اگر تانا بانا دونوں ریشم کے یا بندہ کے ہوں خواہ صرف بانا ریشم کا ہو تو دونوں صورتوں میں نادرست ہے اور اگر دونوں ریشمی نہ ہوں بلکہ صرف تانا ریشمی ہو تو درست ہے۔ جیسا ریشم کا بھی یہی حکم ہے، حاصل یہ کہ بندہ ریشم ہے چھال نہیں ہے ۔ فقط واللہ اعلم

(۲) مجھے کوئی وظیفہ ایسا معلوم نہیں کہ جس سے ذوق و شوق پیدا ہو ہاں دنیا سے بے رغبتی اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا اُس کے لئے مفید ہے جس شئے کی ماں باپ کی طرف سے بہ صراحت یا بہ دلالت اجازت ہو اُس کا لینا مضائقہ نہیں ہے اور بلا مرضی اُن کے مال میں تصرف درست نہیں ۔

(۳) ایسے ظروف جن کا استعمال سب زن و مرد کو حرام ہے بنانے نہیں چاہئیں کہ بالآخر سبب معصیت ہو جاتا ہے اور جو انگوٹھی زن و مرد دونوں پہنتے ہیں وہ بیچنا اور بنانا درست ہے اور جو مردوں کو درست ہے یا عورتوں کو درست ہے اس کا بنانا اور بیچنا بھی درست ہے ۔

(۴) سیاہ خضاب مرد کو درست نہیں ہے کسی وجہ سے بھی اور عورتوں کو نماز میں پشت پا کا ڈھکنا اور پشت دست

کاڈھکنا فرض نہیں ۔ فقط والسّلام

(۵) فقراء[1] کو غلہ تقسیم کرنا درست ہے مگر پابندی رسم و رواج اور نام و نمود کا خیال کرنا گناہ ہے۔ ایسے ہی مقبرہ میں غلہ لے جانا بھی نادرست ہے ہاں تقسیم کر دینا البتہ ثواب ہے جب کہ اس میں کوئی شائبہ پابندی رسم و رواج اور نام و نمود کا نہ ہو۔ پس نقد دے دینا بہتر ہے ۔

(۶) سارے سر پر بال ہوں اور مرض ہو تو سارے منڈوا لے۔ بعض کا حلق کرنا ناجائز ہے اور کتروانا اگر ایسا ہو کہ پست کرا دیوے تو حلق کے حکم میں نہیں اور جو جڑ سے کتروا دے تو حلق کے حکم میں ہے ۔ فقط ۔ اگر بتحقیق معلوم ہو کہ وہی گوشت ہے کہ مسلمان نے ذبح کیا تھا تو کھانا درست ہے اور جو کافر کے قول سے یہ امر دریافت ہوا تو درست نہیں ۔ پس دونوں مسئلہ کا جواب اس سے حاصل ہو گیا ۔ فقط ٹھوڑی کے نیچے سے اعتبار ہووے گا اور ہر چہار طرف سے بھی چار انگشت سے کم کو نہ کاٹے فقط ۔ دلیل اس کی اعفوا اللحی (ترجمہ) بڑھاؤ ڈاڑھیوں کو الخ پس زائد انگشت کو لینا بھی درست جو ہوا دوسری روایت سے ہوا ورنہ اس میں تو مطلقاً اعفاء کا حکم ہے فقط اور مجوس کی اور مخنثوں کی مخالفت بھی ضروری ہے ۔ فقط والسّلام

(۷) پیر جیو محمد بخش صاحب کو بیعت میں قبول کرتا ہوں مگر مناسب ہو تو تم توبہ کرا دینا اور شغلِ نفی اثبات چندے

---

[1] فتاویٰ اربعین مولانا محمد اسحٰق صاحب محدث دہلوی مسئلہ ۲۹ جو چیز کہ از قسم نقد و غلہ اور پکی ہوئی روٹی سے جنازہ کے ہمراہ میت کے بعد محتاجوں کی تقسیم کے لئے لے جانا جائز ہے یا نہیں؟ جواب :۔ نقد اور غلہ کا تقسیم کرنا محتاجوں کو میت کے بعد اس کے ترکہ سے ثواب کے لئے جائز ہے بشرطیکہ اس کے وارث بڑے ہوں راضی ہوں اس کے دینے سے اور اگر ورثاء میت چھوٹے ہوں تو بغیر تقسیم ترکہ کے خیرات جائز نہیں اور ان چیزوں کا جنازہ کے ساتھ لے جانا جہالت کی رسم ہے شرع سے ثابت نہیں ہے جس کی نظیر اصل شریعت میں نہ پائی جاتی ہو اُس کا کرنا مکروہ ہے یا حرام؟ لیکن فقیروں اور مسکینوں کو میت کے ثواب کے لئے جنازہ کے ساتھ لے گئے بغیر خیرات کرنا جائز ہے۔ اس لئے کہ جو چیز میت کے ثواب کے لئے محتاجوں کو دیں مستحب یہ ہے کہ بغیر ریا، اور بغیر تعین وقت اوروں کے ہو ورنہ بدعت ہو جاتا ہے اس صورت میں اس کا دینا کراہت سے خالی نہ ہو گا اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے ۔ فقط علامہ طحطاوی ۔

اور حاشیہ مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ ابن الحاج نے مدخل کی دوسری جلد میں لکھا ہے کہ

" جنازہ کے سامنے روٹی اور بکری کے بچے رکھے جاتے ہیں اور اس کا نام " قبر کی معافی " رکھتے ہیں۔ جب قبر کے پاس پہنچتے ہیں تو دفن کے بعد اس کو ذبح کرتے ہیں اور اس کو جزوہ کے ساتھ تقسیم کرتے ہیں اور اسی کے مثل مناوی نے اربعین کی شرح میں اس حدیث کے سلسلہ میں ذکر کیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے ہمارے اس معاملے میں کوئی ایسی نئی چیز پیدا کی جو اس سے نہیں ہے تو وہ رد ہے اور اس کا نام کفارہ رکھتے ہیں اور یہ بہت بڑی بدعت ہے۔ ابن امیر حاج نے کہا ہے کہ اس کو گھر میں خفیہ تقسیم کر دیں تو عمل صالح ہوتا اور اگر وہ بدعت سے بچ جاتا یعنی یہ کہ لوگ اس کو سنت یا عادت بنالیں اس لئے کہ وہ ان لوگوں کے افعال سے نہیں ہے جو گزر چکے اور پوری بھلائی اُن کے اتباع میں ہے۔ عینی شرح ہدایہ اور در محتار شرح در مختار میں اسی طرح ہے ۔

کرا کے جب اثر جہر آجاوے پاس انفاس تلقین کرا دینا اور دیگر اوراد صبح شام کے بتلا دینا جیسا احادیث میں آیا ہے اور آپ کو مولوی صاحب مرحوم نے بتایا ہوگا فقط۔ جو مکان حرام مال سے بنا اُس میں رہنا مکروہ ہے اگرچہ طبعاً ہو مگر جو کچھ مقرر نہ ہو نا چاری ہے۔ کافر جو غائبانہ گوشت بیع کرتا ہے اُس سے نہ لینا چاہیئے مردار ملا دیوے۔ فقط والسلام

(۸) عورتوں کو چوڑیاں ہر قسم کی پہننا درست ہے خواہ کنچ کی ہوں خواہ سونے چاندی لوہے تانبے پیتل کی ہوں جو شئے زینت کی ہے خواہ لباس ہو یا زیور وہ عورتوں کو حالتِ عدت میں نادرست ہے اس لئے بوقتِ عدت چوڑیاں وغیرہ توڑ پھوڑ دی جاتی ہیں بعد عدت اگر کوئی عورت پہنے تو مضائقہ نہیں جس کی آمدنی نو روپیہ حلال ہو دس روپیہ حرام خواہ برعکس یا دونوں مساوی ہوں اس کا ہدیہ وغیرہ دعوت ضیافت سب نادرست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۹) لوہے اور پیتل کی انگوٹھی میں مرد وعورت یکساں ہیں اور کراہت ان کے پہننے کی تنزیہی ہے نہ تحریمی کہ مسئلہ مجتہد فیہا ہے اور شافعی صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک مردوں کو بھی درست ہے۔ فقط

(۱۰) اگر پیر نامحرم اور عورت بہت بڑھیا نہ ہو تو اُس کو پیر کے سامنے آنا اور اُس کے ہاتھ سے ہاتھ مس کرنا اور کسی جزوِ بدن کو ہاتھ لگانا ہرگز درست نہیں ہے البتہ زبان سے بیعت ہو جانا اور پس پردہ اور اشخاص کی موجودگی میں زبانی بات چیت کر لینا درست ہے خلوت اجنبیہ کے ساتھ حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۱) اگر ہمزاد سے اس طرح کہنا مفید ہوتا ہے تو شرعاً اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(۱۲) جس ہنسی میں آواز نہ نکلے اگرچہ بدن کا لرزہ اچھی طرح محسوس ہوا ہو وہ قہقہہ نہیں ہے نہ ضحک ہے۔

(۱۳) ناخن آپ کاٹے یا دوسرے سے کٹوالے دونوں حال سُنّت ادا ہوگی۔ ع۲ چوہڑے چمار کے گھر کی روٹی میں حرج نہیں ہے اگر پاک ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۴) خچر بنانا حنفیہ کے نزدیک بکراہت تنزیہ درست ہے تجارت کرے خواہ خود رکھے کذا فی کتب الفقہ[۱]۔ واللہ اعلم

ع۲ خصی کرنا سب بہائم کا نفع کے واسطے یا دفع ضرر کے واسطے درست ہے سوائے آدمی کے کہ حرام ہے اور گھوڑے میں خلاف ہے راجح یہ ہے کہ دفع ضرر ناس کے واسطے جائز ہے ورنہ ناجائز کذا فی کتب الفقہ[۲]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۵) جس گھڑی کا کیس چاندی کا یا سونے کا ہو یا چاندی سونا اس میں غالب ہو اُس گھڑی کا استعمال چلانا کوکنا اس میں ساعت کا دیکھنا منع ہے اگر ہاتھ نہ لگا دے جیسے آئینہ چاندی سے منہ دیکھنا چاندی کی دوات میں سے قلم سے سیاہی لے کر لکھنا اور جو جیب میں رکھے اور پھر چلا دے نہیں کچھ حرج نہیں جیسا روپیہ جیب میں رکھنا درست ہے۔ فقط ان دو نظیر سے آپ کو معلوم ہو جاویگا کہ ظرف ساعت سے مراد اس کے کیس ہیں اور جو گھڑی کے اوپر کا خانہ چاندی کا ہو اس کا بھی یہ حکم ہے۔ فقط والسلام

---

[۱]، [۲] کتب فقہ میں اسی طرح ہے۔

وراثت کے مسائل

پوتوں کا حصہ

سوال :۔ ایک عورت فوت ہوئی ایک بھتیجا یعنی بھائی کا بیٹا اور چار پوتے اُس نے چھوڑے ترکہ کس کو پہنچے گا ؟

جواب :۔ سب ترکہ چاروں پوتوں کو ملے گا اور برادر زادہ کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وصیت کے مسائل

سوال :۔ پہلے ایک امر ضروری لکھنا ضرور ہے بعد اس کے جواب دفعات مسائل کا دیا جاوے گا۔ اگرچہ سوال میں اور بھی امور قابلِ استفسار ہیں مگر چونکہ سائل نے اسی قدر کو دریافت کیا ہے لہٰذا طویل مناسب نہیں۔ زید نے وقت موت عمرو اپنے پسر کلاں کو وصی ترکہ اور اپنی اولاد صغار و دیگر ورثہ پر بنایا ہے۔ چنانچہ عبارت سوال سے ظاہر ہے کہ تربیت اولاد کی اور خدمت گذاری ازواج کی اور محافظت اموال کی سپرد عمرو کے کی ہے۔ انت وصیی او سلمت الیک الاولاد بعد موتی او تعهد اولادی بعد موتی او ماجری مجری هذه الالفاظ یکون وصیا انتهی۔ رد محتار[1] عقارات کے باب میں اگرچہ کچھ نہیں کہا مگر جب ایک امر کا وصی بنایا تو سب امور کا وصی ہو جاتا ہے۔ ولو جعل رجلا وصیا فی نوع صار وصیا فی الانواع کلها۔ انتہٰی۔ رد محتار[2] پس عمرو وصی اپنے پدر کا مکانات و جاگیر میں اور اموال منقولہ میں اور اولاد و دیگر ورثہ کے باب میں ہو گیا۔ سو اب تصرف عمرو کا سب امور میں اپنے حصہ میں مالکانہ ہو گا اور حصص دیگر ورثہ زید میں وصی ہونے کی وجہ سے چنانچہ ظاہر ہے پس بعد اس کے جواب دفعات مسائل کا یہ ہے۔

دفعہ (۱) جو اراضیات عمرو نے اپنے تعویذ گنڈہ اور مریدین اور غیر مریدین سے اور فروختِ زیورات اہلیہ اپنے سے خریدیں یا رہن کرائی ہیں اور جو اس کو بطریق ہبہ مرید یا غیر مرید سے اور جو مویشی اور پارچہ وغیرہ بطور شراء یا ہبہ اس کو پیدا ہوئی ہیں باقی ورثاء بھی اس میں شریک ہیں یا نہیں ؟

جواب :۔ جو کچھ عمرو کو خاص اُس کے مریدین نے دیا اُس نے اپنے زیور یا مال خاص سے خرید کیا یا مریدانِ پدر نے بالخصوص عمرو کو ہی دیا عقارات یا روپیہ یا دواب یا کوئی شئے وہ سب خاص ملک عمرو کی ہے اُس میں کسی وارث زید کا کچھ دخل نہیں من اعطی شیئا فهو له[3] پس وہ خاص عمرو کی ہے۔

---

[1] تو میرا وصی ہے یا یہ میں نے اولاد کو میری موت کے بعد تیرے حوالہ کیا یا میری موت کے بعد میری اولاد کی نگرانی کرنا۔ ایسے الفاظ کہے جو اُن الفاظ کے قائم مقام ہیں تو وصی ہو جائے گا۔

[2] اور اگر اس نے کسی شخص کو ایک قسم میں وصی بنایا تو تمام اقسام میں وصی ہو گا۔

[3] جس کو کوئی چیز دی جائے وہ اسی کی ہو گی۔

دفعہ (۲) حویلی پختہ کلاں دوبارہ تعمیر شدہ جس طرح زید نے ہر ایک وارث کو دی ہوئی تھی چنانچہ والدۂ خالد نے کہا کہ ہمارا حصہ تعمیر نہ کراؤ اسی طرح پر رہنے دو۔ آیا یہ اسی طرح پر منقسم رہے گی یا اور دوسری تقسیم جاری ہوگی۔

جواب:۔ حویلی پختہ جس کو زید نے تعمیر کیا تھا اور سب وُرثہ اس میں رہتے تھے وہ بظاہر مِلک سب ورثاء میں ہے اور میراث میں داخل ہے کیونکہ مسکن زید کے ذمہ پر ازواج اور اولاد صغار کا واجب تھا جس مکان میں جس کو چاہا رکھا، اس سکنیٰ سے ہبہ ثابت نہیں ہوسکتا جب تک الفاظ ہبہ کے ثابت نہ ہوویں یا قرائن دالہ بر ہبہ ثابت نہ ہوں معہذا مشاع کا ہبہ موجب ملک نہیں ہوتا سو حویلی مذکور بہ سبب مشاع ہونے کے اُس کے درجات مشترکہ ملک موہوب لہم کے نہیں ہوسکتی شرائط صحتها فی الموهوب ان یکون مقبوضا غیر مشاع ممیزا غیر مشغول و رکنها الایجاب والقبول[1] انتہیٰ ۔ درمختار اور عبارت سوال سے کوئی صورت ہبہ حویلی کی ثابت نہیں ہوتی لہٰذا میراث کی طرح منجملہ میراث تقسیم ہووے گی اور والدۂ خالد کا یہ کہنا کہ ہمارا حصۂ تعمیر مت کرو مفید تقسیم اور ہبہ کا نہیں ہوسکتا۔ فرض کرو کہ وہ اپنے ذہن میں مِلک ہی جان رہی تھی مگر شرعاً اس کی مِلک جب ہووے گی ثبوت ہبہ غیر مشاع مفرغ کا ہوجاوے لہٰذا میراث ہی رہے گی باقی تعمیر کرنا عمرو وصی کا سو اگر عمرو نے ترکہ کی آمدنی سے تعمیر کیا ہے تو کچھ کلام ہی نہیں اور جو اپنے مال خاص سے تعمیر کیا ہے تو رجوع ورثہ پر کرے گا اگر نیت رجوع ورثہ کی تھی انفق الوصی من مال نفسہ علی الصبی وللصبی مال غائب فهو متطوع فی الانفاق استحسانا الا ان یشهد انه ترجع علیه لان قول الوصی لا یقبل فی المرجوع فیشهد لذلک[2] فی العنایة ویکفیه النیة فیما بینه وبین الله تعالیٰ انتہیٰ اشہاد کی ضرورت قضاءً ہے مفتی کو یہی کافی ہے کہ نیت رجوع ہووے تو صورت سوال سے بھی نیت رجوع حصہ ورثہ میں معلوم ہوتی ہیں لہٰذا رجوع عمرو کا تعمیر کے خرچ میں ورثاء پر درست ہوگا اور مکان میراث کی طرح تقسیم ہوگا۔

دفعہ (۳) حویلی خورد متصل حویلی کلاں اور دیگر مکانات جو عمرو نے زمین مشترکہ میں تیار کرائے ہیں اُن کی تقسیم کس طرح کی جاوے گی۔

جواب:۔ علیٰ ہذا حویلی خورد عمرو نے زمین مشترکہ میں بنائی وہ سب ورثاء کی ہے میراث اس میں جاری ہووے گی اور جواب زیرِ تعمیر کا اوپر کی دفعہ سے واضح ہُوا کہ اگر ترکہ سے دیا ہے تو کچھ رجوع نہیں اور جو عمرو کا مال خالص خرچ ہوا بشرط نیت رجوع کی رجوع ورثہ پر حصص ورثہ میں کرے گا۔

دفعہ (۴) خدمت مریدین اولاد پیر کو جو سجادہ نشین ہو یا غیر اس کا یا آمدنی تعویذ گنڈہ یا دیگر اشخاص جس کی کریں اسی

---

[1] موہوب میں اس کی صحت کے شرائط یہ ہیں کہ مقبوض ہوں غیر مشترک ہو ممیز ہو اور مشغول نہ ہو اور اس کا رکن ایجاب و قبول ہے۔

[2] اگر وصی نے لڑکے پر اپنا ذاتی مال خرچ کیا اور لڑکے کا مال غائب ہے تو وہ وصی کا خرچ کرنا استحساناً خیرات ہوگا الا اینکہ وہ اس بات پر گواہ کرے کہ وہ اس مال پر رجوع کرے گا کیونکہ وصی کا قول رجوع کے بارے میں قبول نہیں کیا جائے گا تو اس کے لئے وہ گواہ کر لے اور عنایہ میں ہے کہ اس کے لئے وہ نیت کافی ہے جو اس کے اور اللہ کے درمیان ہوگی۔

کی ہوتی ہے یا دوسری اولاد کو بھی اس میں اشتراک ہے۔

جواب:۔ مریدانِ پیر جو خدمت سجادہ نشینی کی کرتے ہیں اُس میں نیت خدمت کرنے والوں کی دیکھنی چاہیئے کہ کیا ہے اگر سب ورثاء کی نیت ہے تو سب ورثاء بحصہ برابر مالک ہوویں گے میراث کے سہام اس میں نہ ہوویں گے۔ کیونکہ یہ میراث نہیں بلکہ ہبہ مشترکہ ہے اور جو فقط سجادہ نشین کو خاص کر دیا۔ ہے تو وہی مالک ہے اور اگر نیت کی تحقیق نہیں ہوسکتی تو عرف کا اعتبار ہووے گا۔ وضعوا ھدایا الختان بین یدی الصبی فما یصلح للصبی کالثیاب فالھدیۃ لہ والا فان کان المھدی من اقرباء الاب او معارفہ فللاب او من معارف الام فللام قال ھذا للصبی اولا ولو قال اھدیت للاب او للام فالقول لہ[1] انتہی درمختار۔ اس سے صاف معلوم ہُوا کہ اول اعتبار نیت کا جو معلوم ہو جاوے گا ورنہ عرف و قرینہ ظاہر پر مدار ہے۔ سو مریدین پر اولاد پیر کی بظاہر سب کی ہی خدمت چاہیئے ہے مگر چونکہ سجادہ نشین وصی اور سب کا کارگزار ہے اس کو ہی دیتے ہیں۔

دفعہ (۵) خدمت مریدین اولاد پیر کو یا آمدنی تعویذ گنڈہ اور دیگر اشخاص جو خدمت سجادہ نشین کی کرتے ہیں شرع شریف اس کو کیا مقرر کرتی ہے۔

جواب:۔ خدمت مریدین اولاد پیر کو شرع ہبہ کا حکم دیتی ہے اور اجرت تعویذ گنڈہ کی اجرت کے حکم میں ہے پس اجرت خاص اُس شخص کو ہووے گی جو تعویذ لکھتا ہے اور نذرانہ کی شرح اوپر کے سوال سے واضح ہوئی کہ نیت دینے والوں کی دیکھو ورنہ عرف پر رہے گا اور عرف میں سب اولاد پیر کی خدمت کرنا منظور ہوتا ہے اگرچہ پیش کش سجادہ نشین کے کیا جاتا ہے اور جو اُس مُلک کا دوسرا عرف ہو تو ویسا حکم ہووے گا المعروف کالمشروط[2] قاعدہ مقررہ شرع کا ہے۔

دفعہ (۶) جو کچھ جائداد مثل زیورات اور پارچات اور برتن مسی اور مال مویشی جس وارث کے پاس بطور قبضہ حین حیات زید میں تھا اسی کا ہوگا کہ جس کا مقبوضہ تھا یا تقسیم ہونا چاہیئے۔

جواب:۔ جو کچھ زیور پارچہ وغیرہ اشیاء منقولہ کسی وارث کے پاس زید کی وقت کی مقبوض ہے وہ اس قابض کی ہی مملوکہ ہووے گی کیونکہ ایسی اشیاء عرف میں مِلک کر کے دیتے ہیں نہ عاریت معہذا الفاظ زید کی بھی دلیل صریح مِلک پر ہیں چنانچہ سوال مذکور میں ہے کہ زید نے کہا کہ ہر ایک وارث کا حصّہ ادا کر کے راضی کیا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ زید نے یہ اشیاء بطور مِلک ہی دیا تھا اتخذ لولدہ ثیابا ثم اراد دفعھا لغیرہ لیس لہ ذلک مالم یلق وقت الاتخاذ انما عاریۃ۔ درمختار وفی ردالمحتار ای لولدہ الصغیر

---

[1] ختنہ کے ہدیے جو بچے کے سامنے رکھے جاتے ہیں تو جو بچے کے لائق ہیں جیسے کپڑے تو یہ تو اسی کے لئے تحفہ ہوا ورنہ اگر ہدیہ دینے والا باپ کے اقرباء یا اُس کے دوستوں میں سے ہے تو ہدیے باپ کے ہوئے اور اگر ماں کے جاننے والوں کے ہوئے تو ماں کے ہوئے خواہ اس نے کہا ہو یا نہ کہا ہو کہ یہ بچہ کے لئے ہے اور اگر کہا کہ یہ ہدیہ باپ کے لئے ہے یا ماں کے لئے ہے تو اسی کا قول معتبر ہوگا۔

[2] معروف چیز مشروط کے مثل ہے۔

اما الکبیر فلا بد من التسلیم[1] انتہیٰ پس بعد قبض کبیر کے اور نیت صغیر کے وہ اشیاء مِلک موہوب لہ کی ہوگئی اب اس میں میراث نہیں ہوسکتی اور نہ میراث میں محسوب ہوسکے اگرچہ زید کی یہ مراد ہو کہ ہر ایک کا حصہ دیدیا ہے باقی سب عمرو کا ہوویگا کیونکہ ترکہ مال باقی کو کہتے ہیں۔ کما قال التركة ما تركه الميت من الاموال صافیاً عن تعلق حق الغير بعين من الاموال[2] انتہیٰ اور ترکہ میں اضطراراً حصص سب ورثاء کے جاویں گے تخصیص کسی کی لغو ہے غیر معتبر شرعاً پس جو منقول متاع کسی وارث کی مقبوض ہے وہ خاص اُس کی ہی ہے اُس میں میراث کا کچھ دخل نہیں۔

دفعہ (۷) کتب خانہ جو کچھ عمرو کا بعد انتقال زید کے خرید کیا ہوا ہے اور کچھ زید کے وقت کا ہے اور خراس جو واسطے آٹا پیسنے مسافرخانہ اور خانگی کے زید کے وقت سے ہے اور حمام کہ وہ بھی زید کے وقت کا ہے تقسیم ہونا چاہیئے یا نہیں؟ اگر ہو تو کتابیں جو عمرو نے اور بعد انتقال زید کے خرید کری ہیں تقسیم سے علاوہ ہوں گی یا نہیں؟

جواب:۔ خراس اور حمام اور کتب متروکہ زید منجملہ میراث ہیں تقسیم ہوویں گی التركة ما تركه الميت[3] الخ پس یہ بھی داخل ترکہ ہوویں گی اور جو کتب عمرو نے اپنے خاص مال سے خریدکیں وہ خالص مِلک عمرو کی ہیں اور جو مال ترکہ سے خریدیں وہ داخل ترکہ ہوویں گی۔ کما ہو ظاہر

دفعہ (۸) جو باغ اور اشجار مثمرہ وغیر مثمرہ نصب کردہ عمرو زمین مشترکہ میں ہیں ان کی تقسیم کس طرح ہونی چاہیئے۔

جواب:۔ اشجار نصب کردۂ عمرو زمین مشترکہ میں بھی مشترک سب ورثاء کے ہیں کیونکہ عمرو نے اپنے حصہ میں مالک ہو کر تصرف کیا اور دیگر ورثاء کے حصص میں وصی ہو کر اور تصرف نافع وصی کا سب کی طرف سے ہوتا ہے جیسا حویلی کے جواب میں گزرا ہاں خرچ باغ کا اگر اپنے مال سے کیا ہے تو رجوع کرسکتا ہے بشرطِ نیت رجوع کے چنانچہ اوپر واضح لکھا گیا پس بطور میراث تقسیم ہوویں گے۔

دفعہ (۹) معافیات جو منجانب سرکار معاف ہیں واسطے مصارف فقراء کے متعلق مکان کے رہنی چاہیئے یا تقسیم ہونی چاہیئے۔

جواب:۔ جو معافی صرف فقراء کے واسطے بنام مکان وقف ہے اس میں میراث جاری نہ ہووے گی فاذا تم ولزم الوقف لا يملك ولا يملك ولا يعار ولا يرهن ولا يقسم[4]۔ انتہیٰ درمختار

دفعہ (۱۰) جو زمین زید کو ہبہ ہوئی اور کاغذات اس کے عمرو نے مرتب کرادیئے ہیں اور بعض جگہ قبضہ بھی اسی نے کیا اس کی کس طرح تقسیم ہونی چاہیئے۔

جواب:۔ جو زمین زید کو ہبہ ہوئی اور کاغذات اس کے عمرو نے مرتب کرادیئے زید کی حیات میں کاغذ مرتب

---

[1] اپنے لڑکے کے لئے کپڑا بنایا پھر وہ اور کسی کو دینا چاہا تو اس کو اس کا حق نہیں۔

[2] جیسا کہ کہا ترکہ وہ ہے جس کو میت نے ان مالوں سے چھوڑا ہو جو غیر کے حق سے بعینہٖ مال کا تعلق نہ رہے۔

[3] ترکہ وہ ہے جس کو میت نے چھوڑ دیا ہو۔ [4] پس جب پورا ہوجائے اور وقف لازم ہوجائے تو نہ کوئی اس کا مالک ہوسکتا ہے اور نہ ہی وہ چیز کسی کی مِلک ہوسکتی ہے اور نہ ہی عاریت دیجاسکتی ہے نہ رہن ہوسکتی ہے اور نہ تقسیم ہوسکتی ہے۔

نہ ہوئے تھے اور جو زمین کہ قبض زید بھی نہیں ہوا تھا عمرو نے ہی قبضہ لیا یہ سب اراضی میراث میں داخل ہو کر تقسیم ہووین گی اس واسطے کہ تمامی ہبہ کی ایجاب قبول اور قبض تام پر ہے تحریر وثیقہ پر کچھ موقوف نہیں وثیقہ یادداشت اور انکار کے دفع کر دینے کے واسطے ہوتا ہے اور بس قال فی الدر المختار وتصح الھبۃ بایجاب وقبول و قبض۔ انتھیٰ ملخصاً ۔

پس اول قسم میں تو عمرو نے وثیقہ ہی بنوایا ہے اور وصی کا یہ کام ہی ہے کہ تعاہد ترکہ میت کی کرے کما مر اور قبض کرنے کی قسم میں اس واسطے کہ جو شے زید کو ہبہ ہوئی تھی اور بدونِ قبض زید کے ہبہ ناتمام رہا تھا تو اب ظاہراً واہب نے اُس ہی نیت سے ہبہ کیا ہے کہ عمرو جانشین زید کا ہے گویا ورثاء زید کو ہبہ کیا ہے خصوصاً عمرو کو ہبہ نہیں ہوا جیسا اوپر مذکور ہو چکا مگر ہاں اگر صراحتہً واہب نے یہ ہبہ خاص عمرو کو کیا ہو تو اس وقت بشرط ثبوت اس امر کی مِلک خاص عمرو کا قرار دیا جاوے گا ورنہ عمرو نائب زید کا ہے جو اس کو واہب نے قبض کرایا۔ یہ سابق کی نیت سے ہی قبض کرایا چنانچہ معروف ہے اگرچہ شرعاً یہ سابق ناتمام ہو کر لغو ہو گیا تھا اور یہ سب حالات معافی وقف اور معافی بنام زید اور ہبات کے کاغذات سے دریافت ہو سکتے ہیں۔

دفعہ (۱۱) برتن دیوان خانہ مسافرین کے تقسیم ہوں یا نہیں ؟

جواب :- ظروف دیوان خانہ جو مسافرین کے کام میں آتے تھے اُن کی تقسیم ہو گی۔

دفعہ (۱۲) حویلی خام جو زید نے مسافروں اور درویشوں کے لئے بنا کرائی تھی تقسیم ہونی چاہیئے یا نہیں ؟

جواب :- خام حویلی جس میں مسافر قیام کرتے تھے وہ سب مِلک زید کی تھی اب ان کی تقسیم کی جاوے گی۔ فقط کسی کے استعمال کے واسطے بنانے سے وقف نہیں ہو سکتا لہٰذا ترکہ میں داخل و تقسیم ہو گا۔ رکن الوقف الالفاظ الخاصۃ کارضی ھذہ صدقۃ موقوفۃ موبدۃ علی المساکین ونحوہ من الالفاظ[۲] انتہیٰ درمختار۔

دفعہ (۱۳) جو چیز اولادِ عمرو کو ہبہ ہوئی ہو یا اُس نے خرید کری ہو اس سے عمرو کو یا دیگر ورثاء اولادِ زید کو حیات ان کی میں تعلق ہے یا نہیں ؟

جواب :- جو شئے اولادِ عمرو کو خصوصاً ہبہ ہوئی یا انہوں نے خریدی اس میں کسی وارث زید کا علاقہ نہیں ہو سکتا ہے۔ کما مر۔

دفعہ (۱۴) حسبِ اقرار ورثاء وقت چہلم کہ نہ ہم حصہ لیتے ہیں نہ قرضہ دیتے ہیں ان کو اس جائداد سے لا دعویٰ ہے یا نہیں ؟ اگر دعویٰ کے مستحق ہیں تو مبلغات ادا کردۂ عمرو بابت قرضہ ان کو دینے ہوں گے یا نہیں اور قول عمرو کا کہ کل کو اگر میں تنگ دست ہو گیا اور تم مالدار ہو گئے تو پھر یہ نہیں ہو سکتا کہ تم قرضہ کا روپیہ دو اور خواستگار حصہ

---

[۱] درمختار میں کہا اور ہبہ صحیح ہوتا ہے ایجاب و قبول اور قبضہ سے ۔

[۲] وقف کے الفاظ خاص ہوتے ہیں جیسے میری یہ زمین صدقہ موقوفہ ہے ہمیشہ کے لئے مساکین پر ہے اور اسی قسم کے الفاظ ۔

کے ہو عدم تحقیق استحقاق دعویٰ ان کی میں مؤثر ہے یا نہیں ؟

جواب :- ورثاء کا وقت جہلم کے یہ کہنا کہ نہ ہم حصّہ لیویں اور نہ قرضہ دیویں لغو ہے کچھ معتبر نہیں قرضہ دیویں گے اور حصہ لیویں گے۔ کیونکہ یہ انکار اپنی حصّہ لینے سے ہے نہ ابراء اور انکار سے ابراء لازم نہیں آتا اور اگر ابراء تصوّر کیا جاوے تاہم باطل ہے لان الابراء عن الاعیان باطل (ھدایۃ ۔)

پس اس انکار سے حصّہ ساقط نہ ہووے گا اور حصّہ قرض مورث کا دینا واجب ہووے گا۔ علیٰ ھذا عمرو کا قول موجب عدم استحقاق کا نہیں ہو سکتا۔ حصّہ لیوں گے اور قرض اپنے حصّہ کا دلویں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم و احکم ۔

بیوی بھائی لڑکی کے حصّے

سوال :- ہمارے دادا صاحب کے پاس کچھ جائداد مکان اور دکان تھی اور اُن کے امیرؔ علی ، فرزندؔ علی ، امدادؔ علی تین لڑکے ہیں اور امداد علی کے ایک لڑکی تھی وہ فرزند علی کے لڑکے سے منسوب تھی اُس لڑکی کا انتقال ہوگیا ۔ صرف امداد علی کی زوجہ حیات ہیں اور امیر علی کا ایک لڑکا وہ زندہ ہے اور امیر علی اور امداد علی کا انتقال ہوگیا اور فرزند علی زندہ سلامت ہیں۔ اب امیر علی کے لڑکے کو کس قدر حصّہ پہنچتا ہے اور امداد علی مرحوم کی زوجہ کو کس قدر پہنچتا ہے۔ اگر مہر معاف کردیا ہو تو کس قدر اور اگر معاف نہیں کیا تو کس قدر اور جب سے امداد علی کا انتقال ہوگیا تب سے فرزند علی اُن کی زوجہ کا خرچ اٹھاتے ہیں ۔ اب معلوم ہونا چاہیئے کہ امداد علی کی زوجہ کو کس قدر حصہ ملے گا اور امیر علی مرحوم کے لڑکے کو کس قدر حصّہ شرعًا ملنا چاہیئے اور فرزند علی کو جو زندہ ہیں کس قدر ملنا چاہیئے۔ فقط

جواب :- اگر مہر زوجہ امداد علی کا معاف ہو چکا ہے اور امداد علی سے پہلے امیر علی کا انتقال ہو چکا تھا تو امداد علی کے ترکہ میں آٹھ حصّہ کریں گے بعدہ اس میں سے ایک حصّہ زوجہ کو اور سات حصّہ میں سے برادر کو تین سہام اور چار سہام دختر کو ملیں گے اور اگر دونوں بھائی امداد علی کی موت کے وقت زندہ تھے تو کُل ترکہ سولہ سہام پر تقسیم ہو کر دو سہام زوجہ کے اور آٹھ دختر کے اور تین تین دونوں بھائیوں کو ملیں گے اور اگر مہر زوجہ نے معاف نہیں کیا تو اول ترکہ امداد علی سے اُس کا مہر دیا جاوے گا۔ بعد ازاں جو کچھ باقی رہے اُس میں سے تقسیم ہوگی ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

لاولد میّت کا وارث

سوال :- ایک شخص متوفی محض لاولد نے صرف چھوٹا بھائی اور اسی بھائی کا بیٹا چھوڑا ترکہ کس طور پر تقسیم ہو گا ؟

جواب :- چھوٹا بھائی وارث ہو گا۔ فقط

ملفوظ

ماں	بیوی	بھائی	بہن	بیٹی	بیٹی
۴/۱۲	۳/۹	۲	۱	۸/۲۴	۸/۲۴

باپ	زوجہ	اخوات	دختر	پسر
۴/۲۰	۳/۱۵	۴ محروم	۲/۱۷	۲ ۶۸/ ۳۴ ۳۴

شرعاً صورت مندرجہ مسئلہ اولیٰ میں ترکہ متوفی بعد تقدیم ماحقہ التقدیم از اداے دیون و تنفیذ وصایا بشرط حصر ورثہ وغیرہ کے بہتر سہام پر اور ترکہ متوفی مسئلہ دوم میں ایک سوبیس اسہام پر منقسم ہو کر اس میں سے بہ تفصیل مندرجہ حصص نوشتہ آسامی دیئے جاویں گے یعنی ۱۲ سہام ماں کو اور ۹ بیوی کو اور ۲ دو بھائی اور ایک بہن کو اور ۲۴-۲۴ سہام ہر دو دختران کو مسئلہ اولیٰ میں دیئے جاویں گے اور مسئلہ ثانیہ میں ۲۰ بیس سہام باپ کو اور ۱۵ پندرہ زوجہ کو اور ۱۷ سترہ دختر کو اور ۳۴-۳۴ ہر دو پسران کو دیئے جاویں گے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ رشید احمد عفی عنہ

رشید احمد ۱۳۰۱

(بنام حافظ عبدالرحیم صاحب مراد آبادی)

سبیل الرشاد

از تصانیف: حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہٗ

تمہید

حامدًا ومصلیًا۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد متدینان اہلِ علم وانصاف کی خدمت میں التماس ہے کہ ایک تحریر مشتمل بر چند استفسارات از جانب غیر مقلدین منشی کرم خاں صاحب نائب محافظ دفتر صدر ضلع انبالہ کی طرف سے حضرت مخدوم عالم حامی شریعت و ہادی طریقت میزاب رحمت ورہنمائے طریقت سُنت سیدنا ومولانا مولوی رشید احمد صاحب متع اللہ الاسلام والمسلمین بفیوضہ وطول بقائہ کی خدمت بابرکت میں بنظر جواب پہنچی جس میں سائل نے چند استفسارات اپنے اطمینان وواقفیت کی غرض سے اور چند سوالات غیر مقلدین کے جواب کی غرض سے مندرج کئے ہیں۔ چنانچہ حضرت ممدوح نے جملہ امور کا جواب باصواب تحقیق وانصاف کے ساتھ تحریر فرمایا۔ جہاں تک خیال کیا جاتا ہے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ علمائے باانصاف نہایت محظوظ ہوں گے اور دل سے پسند فرمائیں گے۔ البتہ جو صاحب بوجہ قلتِ فہم یا شدتِ تعصب ان جوابات کی خوبی وعمدگی میں متامل ہوں تو یہ کوئی نئی اور عجیب بات نہیں نہ اُن کی کچھ شکایت۔ حضرت مولانا کی غرض اصلی ان تحقیقات سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ مسائل فرعیہ اختلافیہ میں اکابر اہل سنت ومجتہدین امت پر کسی قسم کی زبان درازی یا طعن وتشنیع کرنا بوجہ جہالت ونا واقفیت ہے جو عوام کو کسی طرح جائز نہیں بلکہ اقوال مجتہدین کا ماخذ نصوصِ شرعیہ ہیں اور مسائل اختلافیہ میں ہر ایک مجتہد نے اپنا مدعا قرآن وحدیث سے مستنبط فرمایا ہے۔ نصوص کے مقابلہ میں ہرگز ہرگز ان مسائل میں حضرات مجتہدین نے اپنے قیاس سے کام نہیں لیا۔ جو ائمہ مجتہدین کی نسبت ایسا خیال کرے سراسر اس کی غباوت وجہالت ہے۔ چنانچہ بہت سے آج کل کے نام کے علماء ان مسائل جزئیہ میں اکابر امت کو الفاظ نا ملائم سے یاد کر کے اپنی جہالت ظاہر کرتے ہیں۔

بالجملہ مولانا کی یہ غرض ہے کہ ابنائے زمانہ کا مقلدین ائمہ پر ان مسائل میں زبان درازی کرنا بالکل بیجا ہے بلکہ یہ جملہ مسائل عبارت ودلالت واشارہ نصوص سے ماخوذ ہیں۔ چنانچہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہٗ نے میزان میں مسائل اختلافیہ میں ہر ایک امام کے قول کے لئے ماخذ شرعی بیان فرمایا ہے۔ راجح مرجوح کا بیان کرنا اور دلائل ترجیح بالتفصیل بیان فرمانے ہرگز اس موقع میں مقصود نہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا نے چند مواقع میں اس کی طرف اشارہ بھی فرما دیا ہے۔ اس لئے غرض ہے کہ کوئی صاحب بلا تدبر کسی افراط یا تفریط میں مبتلا نہ ہو جاویں۔ وما علینا الا البلاغ بنظر اصلاح ومنفعت واظہار حق یہ امر مناسب معلوم ہوا کہ یہ تحریر طبع کرا کر مشتہر کی جائے۔ سائل نے اول چند استفسارات اپنے اطمینان کے لئے لکھے ہیں اس کے بعد چند مسائل غیر مقلدین کے نقل کئے ہیں۔ اول استفسارات کے جواب بیان کئے جاتے ہیں۔ محمود حسن عفی عنہ

استفسارِ اوّل:- صحابی اور تابعی کی تعریف کیا ہے اور لقا ورویت میں کیا فرق ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہوتے ہیں یا نہیں اور زمانہ خیر القرون کس مدت تک رہا۔ فقط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب

الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نؤمن بہ و نتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیّئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مُضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ و نشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و نشھد ان سیدنا و مولانا محمدًا عبدہ و رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم و اٰلہ و اصحابہ و اتباعہ الیٰ یوم الدین - اما بعد الہ بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ آپ کا خط آیا آپ نے چند امور کو دریافت کیا ہے اُن کا جواب لکھتا ہوں :-

صحابی اس کو کہتے ہیں کہ حالتِ اسلام میں فخرِ عالم علیہ السّلام کی زیارت سے مشرف ہووے اگرچہ دُور ہی سے زیارت کی ہو اور رویت کے معنی دیکھنے کے ہیں اور لقاء ملاقات کو کہتے ہیں کہ خدمت میں حاضر ہو جائے ۔ فرق یہ ہے کہ اندھے کو زیارت نہیں ہو سکتی لقا ہوتی ہے تو اندھے کو صحابی کی حد میں داخل ہونے کے واسطے لقاء کا لفظ اختیار کرتے ہیں اور اخذ حدیث آپ کے کلام سننے سے مراد ہے اگر فقط رویت یا لقا ہو اور روایت نہ ہو تو بھی صحابی ہوتا ہے یہ مسئلہ سب محدثین کا مُسلّم ہے کسی کو اس میں خلاف نہیں ۔

علیٰ ہذا **تابعی** وہ ہے جو صحابی سے اس کو لقا ہو یا زیارت ہو اخذ حدیث ہو یا نہ ہو اور تبع تابعی وہ ہے کہ تابعی سے اس کا لقا یا زیارت ہو

پس امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں ۔ سیوطی نے اس باب میں رسالہ لکھا ہے اور بہت لوگوں سے تابعی ہونا آپ کا نقل کیا ہے ۔ دو روایت اس میں سے نقل کرتا ہوں قال حمزۃ السھمی سمعت الدارقطنی یقول لم یلق ابو حنیفۃؒ احدًا من الصحابۃؓ الا انہ رائ انسًا بعینہ و لم یسمع منہ انتھی (ترجمہ ۔ حمزۃ السھمی کہتے ہیں کہ میں نے امام دارقطنی کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ صحابہ کرام میں سے کسی سے نہیں ملے ہاں اُنہوں نے صحابی حضرت انسؓ کو دیکھا ہے اگرچہ اُن سے سنا نہیں ۱۲)

اور حافظ ابن حجر عسقلانی سے نقل کیا ہے ادرک الامام ابو حنیفۃؒ جماعۃ من الصحابۃ لانہ ولد بالکوفۃ سنۃ ثمانین من الھجرۃ و بھا یومئذٍ من الصّحابۃ عبد اللہ بن ابی اوفیٰ فانہ مات بعد ذلک بالاتفاق و بالبصرۃ یومئذٍ انس بن مالکؓ و مات سنۃ تسعین او بعدھا انتھیٰ (ترجمہ ۔ امام ابو حنیفہؒ نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو اپنے دَور میں پایا ہے کیونکہ وہ کوفہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور اس وقت کوفہ کے اندر صحابہ کرام میں سے حضرت عبد اللہ بن اوفیٰ موجود تھے جن کی وفات بالاتفاق اُس کے بعد ہوئی ہے اور بصرہ میں اس وقت حضرت انسؓ بن مالک تھے جن کی وفات ۹۰ھ یا اس کے بھی بعد ہوئی ہے)

اور سوائے اس کے بہت سے اقوال علماء کے ہیں ۔ بہرحال طبقہ تابعین میں آپ کا ہونا اگرچہ رویت ہی سے سہی ثابت ہے اور تبع تابعی ہونے میں تو کسی ادنیٰ عاقل کو بھی شبہ نہیں ۔ قال علیہ السلام خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم

ثم الذین یلونھم ۔

پس اس حدیث خیر القرون میں تابعی اور تبع تابعی دونوں داخل ہیں اور تبع تابعین کا عہد دو سو سال بعد تک رہا چنانچہ امام شافعیؒ نے جو تبع تابعی ہیں دو سو چار میں وفات پائی ہے اور جناب امام ابو حنیفہؒ نے ڈیڑھ سو سال میں وفات پائی ہے اور بہرحال خیر القرون میں ہونا امام صاحبؒ کا محقق ہے اور تابعی ہونا بھی محقق ہے اگرچہ کوئی انکار کرے عناد سے یا ناواقفیت سے ۔ واللہ اعلم

استفسار دوم :۔ حدیث اصحابی کالنجوم کس کتاب حدیث میں ہے اور عند المحدثین کس درجہ میں ہے ؟

جواب :۔ حدیث اصحابی کالنجوم الخ مشکوٰۃ المصابیح میں منقول ہے رزین کی روایت سے مگر صحاح ستہ میں یہ حدیث نہیں صاحب مشکوٰۃ نے اس پر کچھ کلام نہیں کی مگر ابن حجر وغیرہ نے اس کی تضعیف کی ہے اور اس کا شاہد بھی ہے۔ حدیث "اختلاف امتی رحمۃ" اور " اختلاف صحابی رحمتہ" پس یہ طرق سب جمع ہو کر یہ حدیث حسن لغیرہ ہوگئی ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

استفسار سوم :۔ شرط بخاری یا شرط مسلم یا شرط الشیخین سے یہ مراد ہے کہ اس حدیث کے راوی کل ثقہ مثل راویان شیخین ہیں یا یہ راوی شیخین کے بھی راوی ہیں یا کیا مراد ہے ؟ کیونکہ بعض احادیث جو دیگر کتب میں ہیں اُن کے واسطے ایسا لکھا ہُوا ہوتا ہے ۔

جواب :۔ شرط شیخین کے یہ معنی ہیں کہ اُس کے راوی وہ ہیں جن سے شیخین روایت اپنی کتابوں میں کرتے ہیں اس کو حافظ ابن حجر نے اور نووی رحمہما اللہ نے معتبر رکھا ہے اور بعض دیگر نے مراد یہ رکھی ہے کہ صفات رواۃ اس حدیث کی مثل رواۃ شیخین کی ہوں۔ شیخ عبدالحق قدس سرہٗ اور سخاوی قدس سرہٗ اس معنی کو معتبر رکھتے ہیں اور متبادر الفاظ سے بھی یہی معنی ہوتے ہیں ۔ واللہ اعلم

چونکہ یہ فقرہ محدثین کا قدیم ہے اور ان کے معنی میں اختلاف تھا اس لئے دونوں قول نقل کئے ہیں جو علماء متاخرین نے اس سے مُراد سمجھی ۔

استفسار چہارم :۔ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ بمقابلہ نص وحدیث کے قیاس کرنا ناجائز ہے آیا کسی صحابی نے بمقابلہ نص کے قیاس کیا ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ یہ قول کہ بمقابلہ نص کے قیاس ناجائز ہے صحیح ہے اور تمام علماء عام وخاص کا اس پر اتفاق ہے اور کوئی ادنیٰ مومن بھی اس کو جائز نہ کہے گا چہ جائیکہ کوئی عالم یا فقیہ یا مجتہد کہے یا ایسا کرے۔ معاذ اللہ تعالےٰ ۔ مگر باوجود ظہور مراد کے یہ لوگ ھَدَاھُمُ اللّٰہُ تَعَالےٰ (اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے) اس فقرہ کے معنی سے ہزاروں کوس دُور ہو کر مطلب کو نہ سمجھے اور ذریعۂ ابطال حق کا اور طعن امۃ مقبولہ کا بنا کر ضلالت میں خود پڑ گئے۔ افسوس صد افسوس ایسی ہی سمجھ نے اُن کو خراب کیا ہے ۔

سو اس کے معنی سنو کہ اس سے یہ مُراد ہے کہ باوجود حکم نص کے اس کے مقابلہ میں اور مخالفت میں اپنی

رائے سے حکم مخالف نص کے دیا جائے اور اپنے قیاس فاسد کو معارض و مقابل حکم شریعت کا بنایا جائے کہ کوئی نص صریح یا خفی کسی طرح اُس کے موافق نہ ہو بلکہ محض مخالف جملہ نصوص کے کرے اور کوئی امر قیاس فاسد سے نکال کر سب نصوص کو رد کر دے تو یہ امر باطل و حرام کار شیطان لعین کا ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے اس کو حکم سجدہ کا آدم علیہ السلام کی طرف فرمایا اور اس میں کوئی خفا نہ تھا۔ حق تعالیٰ نے جان کر جن ناری اور ملائکہ نوری اور آدم خاکی سے سجدہ چاہا۔ مگر اس پلید نے اپنے خیال فاسد سے یہ نکال کر کہ نار اعلیٰ و افضل ہے خاک کے سجدہ کو خلافِ مصلحت جانا تو صریح نص اور نصوص کے خلاف بمقابلہ حق تعالیٰ کے حکم کے یہ قیاس باطل کیا۔ پس ایسا کرنے والا ہمدم شیطان کا ہے اسی واسطے کہا گیا ہے کہ "اوّل من قاس ابلیس" یعنی قیاس فاسد خلاف نص کے اوّل ابلیس نے کیا جس کی وجہ سے قوم غیر مقلدین نے اپنی خوش فہمی و مطلق قیاس کو اگر چہ صحیح ہو ابلیس کا فعل قرار دے کر جملہ مجتہدین و علماء کو صحابہ سے لے کر آج تک گمراہ ٹھہرایا۔ معاذاللہ

اس قدر ہر اہلِ فہم پر واضح ہے کہ مقابل ضدشی کو کہتے ہیں پس قیاس مقابل نص کا وہی ہو گا کہ کسی نص کے موافق نہ ہو ورنہ اگر ایک نص کے مقابل اور دوسرے نص کے موافق ہُوا تو مقابل نص کسی طرح نہیں کہہ سکتے اور بسبب تعارض احادیث و نصوص کے یہ بالضرور صحابہ سے لے کر آخر تک سب کو واقع ہُوا ہے تو اس فرقہ کے نزدیک تمام اُمت گمراہ ہوئی اور "لا تجتمع امتی علی الضلالۃ" (الحدیث) ترجمہ میری اُمت گمراہی پر جمع نہ ہو گی) بالکل غلط ہُوا العظمۃ للّٰہ تعالیٰ۔ کیا جہل نے جہلا کو خوار کیا ہے۔

اب بغور سنو کہ اگر کسی حادثہ میں حکم کی حاجت ہوتی ہے تو اگر وہاں کوئی نص آیت یا حدیث مثلاً موجود ہے صریح کہ دوسرے معنی کی محتمل نہیں اور غیر منسوخ وغیر معارض تو وہاں کوئی قیاس نہیں کرتا کہ وہاں کوئی حاجت قیاس کی نہیں یہ معنی ہیں کہ محل نص میں قیاس درست نہیں کہ جب خود شارع کا حکم موجود ہے تو کسی کے قیاس کی کیا ضرورت ہے؟ کیونکہ اگر خلاف حکم نص کے قیاس ثابت کرے گا تو وہ فعل ابلیس کا ہے اور حرام ہو گا اور جو موافق نص کے ثابت ہو گا تو لاحاصل ہو گا۔ مگر ہاں اگر یہ بات ثابت کرے کہ یہ حکم نص کا موافق عقلِ سلیم کے ہے تو یہ موجب قوتِ یقین کا ہو جاتا ہے اور تسلیم حکم نص کو نہایت معین ہوتا ہے کہ حکم نص بدیہی مثل مشاہدہ کے ہو جاتا ہے اور یہ قیاس نہیں بلکہ علّت حکم کا ادراک ہے یہ امر باتفاق امت درست و اعلیٰ درجہ کا ہے۔

مثلاً خروج بول و مذی ناقض وضو ہے اور خروج منی موجب غسل ہے۔ اگر کوئی یہاں اپنے قیاس فاسد سے خروج منی کو موجب غسل نہ کہے تو مخالفِ نص کے قیاس سے لعین ہو گا اور جو اپنی قوتِ ذہنی سے اس کی وجہ اور سبب تفرقہ کا بول و منی میں پیدا کرے خواہ عقل سے خواہ دوسری نص کے حکم سے تو عین علم ہے اس میں کوئی عیب نہیں بلکہ باعث مدح کا ہے۔ مگر اثبات حکم غسل کے واسطے تکلیف کرنا فضول ہے۔ لیکن واضح ہو کہ یہ علم علماء مجتہدین اور اولیاء کاملین کو حاصل ہوتا ہے اور یہ قیاس نہیں۔

اب اس تقریر سے تفرقہ دلیل عقلی بیان کرنے کا اور بمقابلہ نص کے قیاس کرنے کا اہلِ فہم پر واضح ہو جائیگا اگر بغور علم اس میں فکر صائب کرے گا اور اگر وہاں اس نص میں دو احتمال ہوں حقیقت مجاز کے سبب یا اشتراکِ

معنی کے سبب یا بنظر ظاہر الفاظ اور بنظر علت نص کی وجہ سے تو البتہ وہاں مجتہد کسی جانب کو ترجیح دے کر ایک جانب کو مقرر کر دیتا ہے اور دوسری جہت کو متروک العمل کرتا ہے سو یہ ترجیح ایک معنی نص کی ہے اور نص پر عمل کرتا ہے اور یہ عین سنت اور فعل صحابہ علیہم الرضوان اور تقریر فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور ایسے ہی موقع پر جہلاء زمانہ کو مجتہدین پر خصوصًا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر اعتراضاتِ جہالت آیات و مطاعن بے موقعہ ہیں کہ اس ترجیح کو قیاس بمقابلہ نص تجویز کرتے ہیں حالانکہ یہ عین عمل بالنص ہے اور سنت وصحابہ سے ثابت ہے۔

بخاری و مسلم میں یہ حدیث ہے کہ جب آپ بنو قریظہ پر تشریف لے گئے تو یہ فرمایا کہ لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظۃ (ترجمہ) ہرگز کوئی عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ میں) پس لشکر بنی قریظہ کو روانہ ہوا۔ جب غروب شمس قریب آیا تو بعض صحابہ نے کہا کہ ہم کو حکم بنو قریظہ سے ورے نماز کا نہیں ہوا بلکہ منع فرمایا ہے تو اگرچہ نماز قضا ہو جائے۔ مگر ہم راہ میں نماز نہ پڑھیں گے وہ نہ ٹھہرے اور بعض صحابہ نے کہا کہ غرض آپ کی جلد چلنے اور جلد پہنچنے کی ہے نماز کا قضا کرنا نہ چاہیئے انہوں نے راہ میں نماز ادا کی۔ جب آپؐ کو خبر ملی تو دونوں جماعت کو کچھ نہ فرمایا۔ غرض دونوں کی تقریر فرمائی۔ اب دیکھو ایک نص ہے اور معنی ظاہر اور حقیقی اس کے قبل بنو قریظہ پہنچنے کے نماز نہ پڑھنے کے ہیں۔ ایک جماعت نے اس پر عمل کیا کہ حقیقی اور ظاہر معنی احق ہوتے ہیں اور اس وجہ سے اس کو ترجیح دی اگرچہ پہلے سے آپ نے جان کر تاخیر صلوٰۃ و قضا کرنے کو منع فرمایا تھا۔ مگر اس جماعت نے اس روز حکم شارع پر بسبب نہی کے عمل کیا اور مصیب ہوئے اور یہ سمجھے کہ اس نص صریح سے آج کی عصر اس کلیہ سے مخصوص ہوئی ہے اور دوسری وجہ کو متروک العمل کیا اور دوسرے معنی اس کے جو مجازی ہیں کہ نہ پڑھنے نماز سے راہ میں غرض جلدی پہنچنا ہے نہ فوت کرنا نماز کا کہ جو حقیقی معنی ہیں۔

پس دوسری جماعت نے اس ہی نص کے معنی مجازی قرار دیئے بسبب کلیۂ شرع کے کہ قرآن میں صلوٰۃ کو کِتَابًا مَّوْقُوْتًا " فرمایا ہے اور ترک صلوٰۃ کو حرام فرمایا ہے تو اس کلیہ دین کو اصل قرار دے کر اسی نص کو اس کے تابع کیا اور معنی مجازی لے کر راہ میں نماز پڑھی اور علتِ نص پر عمل کیا کہ وجہ ارشاد راہ میں نماز نہ پڑھنے کی جلد پہنچنا ہے نہ ترک نماز اور یہ جماعت بھی مصیب ہوئی۔

پس سُنت سے اور عمل صحابہ سے ظاہر نص پر عمل کرنا اور علت نص پر عمل کرنا اور ظاہر کو چھوڑنا جو فقہاء کرتے ہیں مشروع ہو گیا اور آپ نے اس کی تقریر فرما دی جو قیامت تک معمول رہے گی اور دونوں طرح کا عمل مجتہدین میں موجود ہے اور اختلاف فروع میں اسی وجہ سے ہُوا ہے۔ اب یہ قیاس بمقابلہ نص نہیں بلکہ اجتہاد فی مراد النص ہے اور جائز ہے اور سنت سے ثابت ہے۔

پس جو اس پر طعن کرتا ہے وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تقریر پر طعن کرتا ہے اور اپنا دین برباد کر دیتا ہے اور سنو کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ فلاں کو قتل کر دو کہ اس پر تہمتِ زنا تھی۔ آپ اُس کی تلاش کو نکلے تو وہ چاہ میں نہاتا تھا آپ نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر نکالا تو وہ مقطوع الذکر تھا۔ بس آپ نے قتل نہ کیا آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے تصویب فرمائی۔ اب دیکھو حالانکہ حکم قتل کا دیا تھا اور نص صریح ظاہر تھی مگر

مع ہذا جب وجہ قتل کی اُس شخص میں جس پر حکم قتل ہُوا تھا نہ پائی تو اس پر عمل نہ کیا اور بوجہ رفعِ علتِ حکم کے توقف کیا اور مصیب ہوئے تو یہ شرع مقرر ہو گئی کہ اگر نص کی علت مرتفع ہو جائے تو اس پر عمل نہ کرنا چاہیئے مجتہدین نے اس سے یہ قاعدہ کلیہ سیکھ کر عمل کیا۔

تو یہ قیاس و حکم بمقابلہ نص نہیں بلکہ عمل بحکم نص ہے کہ اس پر عمل واجب جب تک تھا کہ علت موجود تھی اگر علت رفع ہو جائے تو پھر ظاہر الفاظ پر عمل نہ ہو گا تو یہ خود اقتضائے نص ہے اس کو ترک نص اور قیاس بمقابلہ نص اہلِ فہم ہرگز نہ کہیں گے علیٰ ہذا۔ بہت وقائع ہیں کہ اہلِ حدیث و فقہ جانتے ہیں گو خود رائے جہال ناواقف ہو کر طعن کرتے ہیں۔ اس تحقیق سے بہت سے اشکال اہلِ فہم کے حل ہو جائیں گے۔ اگر بغور و فکر اس کو دیکھیں گے اب گویا مخالفت نصوص کا طعن ہی ہباءً منثورا ہو جائے گا۔

الحاصل جیسا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نص صریح واجب العمل کو ترک کیا بسبب اس کے کہ علتِ قتل کو جانتے تھے۔ بارشاد فخر عالم علیہ السلام کے اور مرتفع ہونا علت کا معلوم کیا تھا بمشاہدہ اور اس ترک نص کی تصویب شارع علیہ السلام سے ثابت ہوئی۔ ایسے ہی جب مجتہد علتِ نص کو دریافت کرتا ہے کسی وجہ سے خواہ اشارۃ النص ہو یا عبارۃ و دلالت ہو خواہ استنباط ذہنی سے جو فحوائے کلیاتِ شرع سے معلوم ہوا اور پھر بسبب اُس علت کے مرتفع ہونے کے نص پر عمل نہیں کرتا تو ظاہر بین جانتا ہے کہ اپنی رائے پر عمل کیا اور نص کو چھوڑا اور اس کا نام قیاس بمقابلہ نص رکھتا ہے مگر یہ غلط ہے بلکہ ترک نص کا دوسری نصوص کلیہ کے حکم سے کیا ہے نہ اپنے قیاس فاسد سے بلکہ نصوص سے لہٰذا یہ عین عمل بالنصوص ہے نہ ترک نص اور یہ عمل حضرت علیؓ کا اور تصویب فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حجۃ شرعیہ ہے اس پر طعن جاہل کا خود شارع علیہ السلام پر طعن ہوتا ہے۔ مجتہد و مقلد ہر حال میں بری اس عیب سے ہیں اور عین حکم و شرع شارع علیہ السّلام کے عامل ہیں۔ ہرگز اس کو کوئی عمل بمقابلہ نص نہ سمجھے اور نہ عمل بالرائے تصور کرے بلکہ یہ عمل بالنص حکم شارع ہے ورنہ یہ طعن صحابہ علیہم الرضوان بلکہ خود شارع علیہ السلام پہنچے گا۔ معاذ اللہ

اور اگر کہیں دو نص متعارض جمع ہو جائیں تو وہاں مجتہد بالضرور یا دونوں نص کو جمع کرتے ہیں کسی طریق وجوہ جمع سے جو معمول و مقرر ہیں یا اگر ناسخ منسوخ ہونا قطعًا یا بظن غالب بقرائن معلوم ہُوا تو ناسخ پر عمل کرتا ہے یا قوت و ضعف ثبوت کی وجہ سے قوی پر عمل کرتا ہے یا رواۃ کے فقیہ و غیر فقیہ ہونے کے سبب فقیہ کی روایت پر عمل کرنا اختیار کرتا ہے یا ایک روایت کو قواعد کلیہ نصوص و شرع سے مرجح کرتا ہے مثلاً تو ان جملہ صورتوں میں ہرگز بمقابلہ نص کے قیاس نہیں ہوتا بلکہ دونوں نص پر یا ایک نص پر عمل ہوتا ہے۔ پس اس کو بھی نہ عمل بالرائے کوئی عاقل کہے نہ بمقابلہ نص کے قیاس کہہ سکے بلکہ یہ خود نص پر عمل و حکم کرتا ہے۔

اور یہ سب امور صحابہ رضی اللہ عنہم کے معمول ہیں اور اُن سے ہی مجتہدین نے لئے ہیں مثلاً کسی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ قرآن میں دو آیت متعارض ہیں" واقبل بعضهم علی بعض یتساءلون۔" دوسری جگہ" فلا انساب بینهم یومئذ ولا یتساءلون۔ پہلی سے ثابت ہے کہ ایک دوسرے سے سوال کریگا

اور دوسری سے ثابت ہوتا ہے کہ ہرگز سوال نہ ہو گا۔ آپ نے جواب دیا کہ عدم سوال نفخہ اولیٰ میں ہوگا اور سوال باہم بعد نفخہ ثانیہ کے ہو گا۔ پس دونوں آیت کو جمع کر دیا یہ بھی ایک طریق جمع کا منجملہ طرق کے ہے۔

اسی طرح جزئیات علمی میں جمع کیا جاتا ہے تو دونوں نص معمول رہتی ہیں جیسا حدیث عصر کے فوات کی ممانعت کی اور عصر کی نماز قریظہ سے ورے نہ پڑھنے کو مجاز پر حمل کر کے جمع کر دیا ہے یہی نظیر اس کی ہے اور ناسخ منسوخ اور قوت ضعف کا انکار حضرات غیر مقلدین بھی نہیں کرتے لہٰذا اس کی نظیر کی ضرورت نہیں اور فقیہ کے قول و روایت کا معتبر ہونا اس سے ثابت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ الوضوء مما مست النار" یعنی جو آگ سے طعام پختہ ہُوا اس کے کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ تجدید وضو کرنی چاہیئے تو ابن عباس نے جواب دیا کہ گرم پانی سے وضو نہ کرنا چاہیئے۔ یعنی اگر مس نار موجب نقض وضو کا ہے تو گرم پانی سے وضو درست نہ ہوگا کہ وہ بھی آگ کا گرم کیا ہوا ہے۔ اگر گرم پانی کا استعمال متوضی کرے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

اب دیکھو کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو ابن عباسؓ نے رد کر دیا نہ بایں وجہ کہ تم غلط روایت کرتے ہو ورنہ اُن کو روایت کذب کی وعید سے ڈراتے بلکہ بایں وجہ کہ تم نے معنی حقیقی ظاہر سے خود مطلب سمجھ لیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مطلب ہرگز نہیں تم کو فقہ حدیث کا حاصل نہیں ہُوا کہ وضو سے نظافت کے لغوی معنی مراد ہیں نہ وضو اصطلاحی شرعی لہٰذا وہ روایت فقہاء صحابہ کی جس سے ترکِ وضو ثابت ہوتا ہے معمول ہوئی اور یہ روایت غیر فقیہ کی ترک کی۔

اس کے بہت نظائر ہیں چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فاطمہؓ بنت قیس کی روایت کو رد کر دیا کہ وہ کہتی تھی کہ مطلقہ ثلاث کو نفقہ و سکنیٰ نہیں ملتا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم کتاب و سنتہ کو ایک عورت کے قول و روایت سے رد نہیں کر سکتے معلوم نہیں کہ اس کو یاد رہا یا بھول گئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سکنیٰ نہ دینے کی وجہ خاص بیان کر دی جس کو فاطمہؓ نہ سمجھی تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب خبر ملی کہ حضرت عمر و عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما اہل میت کے رونے سے میت کو معذب ہونا روایت کرتے ہیں تو آیت قرآن سے جو مثل قاعدہ کلیہ کے ہے " وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ "۔ رد کیا اور کہا کہ قرآن تم کو بس ہے اور سماع موتیٰ کے باب میں آیت "انک لا تسمع الموتیٰ" کو پیش کر کے روایت حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو تاویل کر دیا اور کہا کہ وہ سمجھے نہیں آپ کی یہ مراد نہ تھی۔

تو دیکھو ایسے بڑوں کے قول کو بسبب کلیہ شرعیہ کے معتبر نہ رکھا بلکہ بروئے تفقہ دونوں کو جمع کیا کہ روایت سماع کو ماول بنایا اور معذب ہونے کو دوسری طرح بیان کیا جو کتب میں مذکور ہے۔ پس یہ سب معمولات صحابہ علیہم الرضوان کے ہیں جن کو مجتہدین دین میں جاری کر گئے ہیں اور یہی تفقہ فی الدین ہے" قال علیہ السلام من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین "۔ سبحان اللہ فضل مجتہدین فقہاء کا غور کرنا ہے اور اُن پر طاعنین کی جہل و ضلالت کو قیاس کرنا بہرحال نہ یہ ترک نص اور عمل بالقیاس ہے اور نہ یہ منع ہے بلکہ عینِ تفقہ و عینِ کمال علم موروثِ فخر عالم

علیہ السلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ہے اور تمام خلاصہ روایات فقہاء کا اور اختلاف باہمی کا اور وجہ اُس کی اس سے واضح ہوسکتی ہے اور ان ہی وجوہ اختلاف سے اختلاف فروع پیدا ہوا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

اس جواب کے بعد نہ کسی جواب کی اب حاجت ہے نہ آئندہ کسی شبہ کا محل خطور باقی رہا مگر فہم شرط ہے اس ہی واسطے اس میں اس قدر بسط کیا گیا۔ فقط

استفسار پنجم: غیر مقلد کہتے ہیں کہ فقہ کے مسائل میں بہت اختلاف ہے احادیث میں کہیں اختلاف نہیں آیا۔ یہ سچ ہے کیا بخاری شریف ومسلم شریف ودیگر کتب صحاح میں استنباط وترتیب وغیرہ میں بھی اختلاف ہے یا نہ اور مضامین میں بھی اختلاف ہے یا نہیں ؟

جواب: قول غیر مقلدین کا کہ فقہ میں بہت اختلاف ہے اور احادیث میں نہیں یہ بالکل غلط ہے۔ شاید ان لوگوں نے مشکوٰۃ بھی نہیں دیکھی محض نام حدیث کا سُن لیا ہے۔ احادیث میں اس قدر تعارض ہے کہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے یہ کلام محض دھوکہ دہی ہے جس کا دل چاہے دیکھ لیوے کہ احادیث بخاری کی خود باہم متعارض ہیں اور یہی سبب اختلاف فقہاء ومجتہدین کا ہُوا ہے۔ اللہ اکبر کیسا غلط قول ہے کہ آفتاب پر خاک ڈالنا اس کو ہی کہتے ہیں۔ پس معلوم ہُوا کہ فقہاء کا اختلاف بسبب اختلاف احادیث کے ہوا ہے اور عمل فقہ پر کرنا بعینہٖ احادیث پر عمل کرنا ہے۔

استفسار ششم: غیر مقلدین کہتے ہیں کہ اکثر ائمہ خصوصاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی جس قدر احادیث لی ہوئی ہیں وہ اکثر عند المحدثین ضعیف ہیں اور بخاری اور مسلم میں ایک بھی حدیث ضعیف بلا راوی مجروح نہیں ہے۔

جواب: امام صاحب کی حدیث ہرگز ضعاف نہیں۔ امام صاحب تابعین وتبع تابعین سے روایت نہایت تحقیق کے ساتھ کرتے ہیں اور علم اہل کوفہ کا نہایت وسیع تھا کہ پندرہ سو صحابہ وہاں تشریف رکھتے تھے اور اس وقت بخاری ومسلم پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ سو امام صاحبؒ کے اُستادوں سے لے کر صحابہؓ تک چند واسطے ہوتے ہیں وہ سب معتمد وثقہ تھے تو اُن صحاح احادیث سے استنباط مسائل کا فرماتے تھے۔ پھر بعد امام صاحب کے جو اُن احادیث کی نقل ہوئی ہے تو نیچے کے درجہ میں آکر بعض روایات میں بسبب ضعف راوی تحتانی کے ضعف روایات کا ہُوا۔

پس اس ضعف سے امام صاحب کی سند میں ضعف جاننا سخت کم فہمی ہے مثلاً بخاری سے لے کر صحابی تک رواۃ ثقہ ہیں۔ اگر یہ روایت بخاری سے نیچے یا بخاری کے اُستاد سے نقل ہوکر نیچے درجہ میں ضعیف ہوگئی تو بخاری کی حدیث ضعیف نہ ہوگی اگرچہ نیچے کیسا ہی راوی ہو۔ لہٰذا امام صاحب کی سند میں ہرگز ضعف نہیں یہ کم فہمی ابناء زمانہ کی ہے۔ اگر ترمذی کی سند میں ضعف ہوا وہ روایت امام صاحب اگر روایت کریں تو وہ بھی ضعیف ہو۔

بہرحال یہ گماں غلط ہے کہ عدم علم حقیقت الحال سے پیدا ہوا ہے اور دیگر ائمہ مجتہدین۔ امام مالکؒ و امام شافعیؒ اور امام احمدؒ تو تمام عالم میں محدث مشہور ہیں اور خود صحیحین اُن کی روایات سے پر ہیں۔ ان کی احادیث کو ضعیف کہنا تو سراسر حمق ہے۔ ورنہ صحیحین بھی ضعیف ہو جاویں گی۔ بہرحال آئمہ اربعہ کی نسبت یہ اُن کا گمان فاسد وغلط ہے۔

استفسار ھفتم :- غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ظاہر حدیث واجب العمل ہے کسی مجتہد یا فقیہ سے معنی سمجھنے کی حاجت نہیں خواہ عالم ہو یا جاہل ہو فوراً عمل کرے اس کا کیا حکم ہے آیا زمانۂ آنحضرت سے یہ عمل جاری چلا آیا ہے یا عوام کو کبھی روکا گیا ہے کہ وہ مجتہد یا فقیہ یا متبحر عالم سے بلا دریافت عمل نہ کریں بلکہ فتویٰ لیں۔

جواب :- ظاہر حدیث پر عمل واجب ہونے سے اگر یہ مراد ہے کہ جو کچھ ترجمہ لفظی حدیث کا ہے اس پر عمل کرنا سب جگہ واجب ہے خواہ وہ دیگر آیات اور احادیث کے اور اجماع امت کے موافق ہو یا مخالف ہو تو یہ عقیدہ اور قول سراسر غلط اور نادانی ہے کیونکہ بہت سی احادیث کا ظاہر متروک ہے بسبب نسخ کے یا مخالفت صحاح نصوص کے یا اجماع امت کے مثلاً یہ حدیث ترمذی کی سحور کے باب میں ہے "كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَعْتَرِضَ لَكُمُ الْاَحْمَرُ- ترجمہ۔ کھاؤ اور پیو تم جب تک پیش آدے صبح سرخ۔

پس ظاہر اس کا یہ ہے کہ جب تک سرخی ظاہر نہ ہو تو کھائے جاؤ حالانکہ سرخی جب ظاہر ہوتی ہے کہ صبح صادق تمام عالم میں پھیل جاوے اور قدر پون گھنٹہ کے گزر جاوے اور اسفار کا وقت خوب آجاوے۔ اب اس وقت میں سحور کا کھانا چاہیئے کہ اِن اہلِ ظاہر کے نزدیک جائز ہو۔ پس اگر اس میں کسی فقیہ عالم سے نہ پوچھے گا تو روزہ فاسد ہو کر گمراہ رہے گا یا نہیں؟ اور اگر کچھ اس کی تاویل کی یا معنی درست کئے یا منسوخ کہا اور یہی تفقہ ہے اور یہ عوام کا کام نہیں بلکہ علمائے متبحرین کا کام ہے تو پھر ظاہر حدیث کے خلاف ہوا اور ترک واجب ہو کر حرام ہو گا۔ حسب زعم اُن غیر مقلدین کے کیونکہ واجب کا ترک حرام ہوتا ہے۔

اب دیکھو کہ کیا مآل اس عقل و سمجھ کا ہو گا اور اگر یہ غرض ہے کہ حدیث سے ایک ظاہر لفظ سے مطلب صحیح معلوم ہوتا ہے اور دوسرا بطور علت اور تفقہ کے تو فقط ظاہر لفظی مطلب پر عمل واجب ہے تو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ غلط ہے۔ کیونکہ قصۂ صلوٰۃ عصر بنو قریظہ میں جماعت صحابہ نے ظاہر مطلب کو چھوڑ کر علت پر عمل کیا اور مصیب ہوئی۔ اگر ظاہر ہی پر عمل واجب ہوتا تو ایک گروہ گناہِ کبیرہ میں مبتلا ہو کر مرزنش شارع علیہ السلام کا مورد ہوتا۔ پس وجوب عمل محض ظاہر حدیث پر خود باطل ہوا۔ پس اس قوم کی یہ جہالت کے کلام خود گمراہی کے آثار ہیں۔

کیا خوب فرماتے ہیں مولوی محمد حسین بٹالوی رئیس قوم غیر مقلد کے اپنے "اشاعت السنۃ" میں اور انصاف کرتے ہیں کہ لکھتے ہیں نمبر۱ جلد ۱۱ صفحہ ۳۱ میں کہ غیر مجتہدین مطلق کے لئے مجتہدین سے فرار و انکار کی گنجائش نہیں۔

اور نمبر ۲ جلد ۱۱ کے صفحہ ۵۳ میں لکھتے ہیں کہ پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں اُن میں بعض عیسائی ہو جاتے ہیں اور بعض لامذہب جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے اور احکام شریعت سے فسق و خروج تو اُس آزادی کا ادنیٰ نتیجہ ہے۔ انتہیٰ

دیکھو کیا خرابی اس قاعدہ کی اُن کو معلوم ہوئی کہ عامی کسی مجتہد کا کہیں محتاج نہیں ظاہر پر اُس کو عمل واجب ہے اور اصل وجہ مغالطہ کی نادانوں کو یہ ہوئی کہ خود فقہاء کا یہ قاعدہ مقرر ہے کہ ظاہر نص پر عمل واجب ہے جب تک کہ

وہ کسی اپنے سے قوی دلیل کے معارض نہ ہو اور عند التعارض اُس کی تاویل کرنی چاہیئے جیسا موقع اس کا ہو جو اصول میں مقرر ہیں۔

پس یہ قاعدہ اُن جاہلوں نے سُن کر اول فقرہ تو پلے باندھ لیا اور مجتہد بن گئے اور آخر فقرہ کو علم کی بات اور مشکل سمجھ کر چھوڑ کر حرام ٹھہرا دیا کہ اس میں ترک واجب ہے اور اس اوچھی بات کے عقیدے سے صحابہ تک کو تارک واجب بنا کر گمراہ بنا دیا حالانکہ شارع علیہ السلام نے ہر عامی کو ایسے مواقع مشکلہ میں رجوع بہ علماء کا حکم فرمایا ہے چنانچہ ابوداؤد میں روایت ہے کہ ایک غزوہ میں ایک صحابی کے سر میں چوٹ لگی سر پھوٹ گیا اُن کو شب کو احتلام ہو گیا۔ اُنہوں نے لوگوں سے پوچھا کہ میں تیمم کر لوں۔ لوگوں نے کہا کہ پانی کے ہوتے تیمم درست نہیں تو ظاہر آیت پر عمل کر کے فتویٰ دیا۔ جب غسل کیا تو وہ مر گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا کہ مفتیوں نے اس کو قتل کیا خدا تعالیٰ اُن کو قتل کرے کیوں نہ پوچھا اس مسئلہ کو یعنی علماء صحابہ حاضرین سفر سے دریافت کرنا واجب تھا۔

اب غور کرنا چاہیئے کہ عامہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان آج کل کے مدعیانِ اجتہاد سے صدہا درجہ زیادہ عالم تھے اور ظاہر قرآن پر اور حدیث پر اُنہوں نے فتویٰ دیا تو وہ اُن کا فتویٰ مردود کیا گیا اور حکم تحقیق مسئلہ کا علماء سے فرمایا اور ان جہلاء کی طرح تصویب نہ فرمائی۔ تو اب بحکم شرع ایسے مواقع میں جہاں حاجت تفقہ کی ہے کس طرح ہر عامی کو ظاہر حدیث پر فقط ترجمہ دیکھ کر عمل و فتویٰ درست ہو گا بالضرور ایسے مفتی جاہل ارشاد "قَتَلَهُمُ اللهُ" کے مورد ہوں گے۔

الحاصل ہر محل میں ہر عامی کو ظاہر حدیث پر عمل درست نہیں البتہ جو مواقع اجتہاد کے نہیں وہاں مضائقہ نہیں جو صاف صاف حکم ہیں۔ پس زعم ان مدعیانِ اتباع سُنت کا خود حدیث سے باطل ہو گیا۔

الحمد للہ کہ جملہ استفسارات سائل کا جواب تو پُورا ہو چکا اس کے بعد جو سائل نے چند مسائلِ جزیہ مختلف فیہا کہ جن کی وجہ سے غیر مقلدین زمانۂ حال مقلدین پر اکثر مواقع میں زبان درازی کرتے ہیں نقل کر کے جواب طلب کیا ہے ان کا جواب لکھا جاتا ہے۔ واللہ الموفق

قول اوّل :۔ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ امام اور مقتدی دونوں پر واجب ہے کہ بدوں اس کے نماز نہیں ہوتی ؟

جواب :۔ قرأت فاتحہ خلف امام میں صحابہ کے وقت سے اختلاف ہے اور عہد حیات فخر عالم علیہ السلام میں ہی اس مسئلہ میں صحابہ دو فریق ہو گئے تھے کہ بعض اجل فقہاء صحابہ مثل عبد اللہ بن مسعودؓ اور ابن عمرؓ اور زید بن ثابت رضؓ وغیرہم رضی اللہ عنہم مانع تھے اور بعض صحابہ مجوز تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں فریق میں سے کسی کو رد نہ کیا اور بحال خود رکھا۔ اگر کسی ادنیٰ امر کے باب میں وحی نہ آوے تو عجب نہیں مگر نماز جیسی اعظم عبادت جزو ایمان میں کہ مدار دین کا گویا اس پر ہے اور جماعت صحابہ میں ایسا امر واقع ہو کہ مفسد صلوٰۃ ہو اور ایک مدت اس پر عامل رہے اور وحی اُس میں نہ آوے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا اسی واسطے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جواز عزل میں۔ کنا

نعل علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"۔ کیونکہ اگر یہ حرام ہوتا تو بالضرور آپ کو بذریعہ وحی اطلاع دی جاتی اور منع کیا جاتا اور اسی واسطے اہل اصول حدیث ایسے قول و فعل کو مرفوع حدیث میں شمار کرتے ہیں ۔

غرض قطعاً فریق مانع قرأت فاتحہ خلف امام آپ کے عہد میں اس پر معتقد اور عامل ہی تھے۔ اگر یہ عمل مفسد صلوٰۃ کا ہوتا جیسا زعم غیر مقلدین کا ہے تو اُن کو منع کیا جاتا تاکہ جماعت کثیر صحابہ اس کی عامل تھی۔ پس نفی وجوب کو یہ دلیل کافی ہے پس یہ واقعہ بھی مثل واقعہ" لا یصلین احدٌ العصر الافی بنی قریظۃ "کے ہے لہٰذا کسی کو کسی پر سرزنش درست نہیں کہ دونوں فعل بتقریر ثابت ہو چکے ہیں اور خود بیّن ہے کہ یہ اختلاف اس مسئلہ کا بعد وفات فخر عالم علیہ السلام کے حادث نہیں ہُوا بلکہ آپ کی حیات کے وقت سے ہی اس میں یہ اختلاف چلا آتا ہے ۔

اب اس کی کچھ تفصیل کا سننا ضرور ہے۔ سنو کہ مکّہ میں ابتداءِ اسلام میں نماز تہجّد کی فرض ہوتی تھی جس کی خبر سورۂ مزمل ابتدا بعثت میں نازل ہوئی کہ حسب تحریر سیوطی کے اتقان میں اوّل سورۂ اقراء ثانیاً سورۂ ن، ثالثاً ابتدا سورت مزمل کا نزول ہے اور سب امام مقتدی فاتحہ وسورت دونوں کو پڑھتے تھے۔ پھر بعد ایک سال کے حسب روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مکہ ہی میں آخر سورہ مزمل کا نزول ہوا جس میں" فاقرءوا ما تیسر من القرآن "ہے تو اس آیت میں وہ صلوٰۃ تہجد طویل منسوخ ہوکر قدر ماتیسر باقی رہ گئی اور اس وقت بھی مقتدی ومنفرد امام سب پر قرأت فرض رہی بعد اس کے معراج میں صلوات خمسہ فرض ہوکر صلوٰۃ تہجّد کی فرضیت منسوخ ہوگئی اور صلوٰۃ خمسہ پردہ ومکان میں بجماعت پڑھی جاتی تھیں اور مقتدی بھی قرأت پڑھتے تھے حسب حکم قدیم کے ۔ پس ایک مدت کے بعد سورہ اعراف نازل ہوئی اور اس میں آیت" واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہٗ وانصتوا " نازل ہوئی تو اس سے قرأۃ مقتدی کی بالکل منسوخ کی گئی ۔ اس پر بہت شواہد احادیث مرفوعہ وموقوفہ صحیح وضعیف موجود ہیں جو مولوی عبدالحی صاحب مرحوم نے اپنے رسالہ امام الکلام میں نقل کئے ہیں ۔ از اں جملہ تین روایتیں نقل کرتا ہوں ۔

۱۔ اخرج ابن ابی حاتم وابوشیخ وابن مردویہ والبیہقی فی القراءۃ عن عبداللہ بن مغفل انہ سئل اکل من سمع القرآن وجب علیہ الاستماع قال لا انما نزلت ھذہ الایۃ فاستمعوا لہ وانصتوا فی قرأۃ الامام اذا قرء الامام فاسمع لہ وانصت ۔

۲۔ واخرج عبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتم وابوشیخ والبیہقی عن ابن مسعود انہ صلی باصحابہ فسمع ناساً یقرءون خلفہ فلما انصرف قال اما آن لکم ان تفھموا ان تعقلوا واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ ۔

۳۔ واخرج سعید بن منصور وابن ابی حاتم والبیہقی فی القراءۃ عن محمد بن کعب القرظی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قرأ فی الصلوٰۃ اجابہ من وراءہ اذا قال بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قالوا مثل ذٰلک حتی تنقضی الفاتحۃ والسورۃ فلبث ماشاء اللہ ان یلبث ثم نزلت واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا

غرض میری نقل ان احادیث سے یہ ہے کہ آخر حدیث سے ثابت ہو گیا کہ فاتحہ و سورت دونوں قبل نزول اس آیت کے نماز میں پڑھتے تھے اور مطلق حکم آیت سے دونوں کا پڑھنا منسوخ ہوا ہے اور آپ نے بھی اس مطلق حکم کو مقید بسورت نہیں فرمایا بلکہ عام فاتحہ و سورت میں رکھا ہے اور ہمارے زمانہ کے لوگ جو اس آیت کا نزول خطبہ میں بیان کر کے اس حکم کو مقصور خطبہ پر رکھتے ہیں ۔ یہ سراسر اُن کی غلطی ہے کیونکہ اول صریح احادیث سے ثابت ہو گیا کہ اس کا نزول قراءۃ مقتدی مطلقاً میں ہے ۔

دوسرے یہ کہ جمعہ فرض مدینہ میں ہوا ہے اکثر علماء کے نزدیک اور جو علماء مکہ میں فرضیت جمعہ کی بیان کرتے ہیں تو آپ کو اُن کے نزدیک بھی جمعہ کی ادا کا محل مکہ میں کبھی نہیں ملا تو آپ نے کب مکہ میں ادا کیا اور کب لوگوں نے کلام خطبہ میں کیا تھا جو یہ آیت نازل ہوئی کیونکہ اعراف باتفاق محدثین و مفسرین کے مکی ہے اور یہ آیت بھی مکیہ ہے کسی نے اُس کو مکیہ ہونے سے استثناء نہیں کیا نہ کسی نے اس کو مدنیہ لکھا اور پھر بعد تسلیم محال کے حکم عموم الفاظ پر ہوتا ہے نہ خصوص مورد پر اور یہ قاعدہ مسلمہ تمام امت کا ہے۔ اس میں کسی کو خلاف نہیں تو اگر یہ آیت خطبہ میں بھی نازل ہوتی تاہم مقتدی کو عام ہوتی اور بخاری اپنی جزء القرأۃ میں تصریح کرتے ہیں کہ یہ آیت نماز و خطبہ دونوں میں نازل ہوئی اُس کے یہی معنی ہیں کہ اُس کا حکم دونوں کو شامل ہے ۔ چنانچہ یہ اصطلاح محدثین کی ہے ورنہ مکہ مکرمہ میں خطبہ کہاں تھا ۔

پس حاصل یہ ہے کہ قرأۃ مقتدی کی مطلقاً مکہ میں قبل ہجرت منسوخ ہو چکی تھی اور عبد اللہ بن مسعود صحابی فقیہ و قدیم اور دیگر صحابہ حاضرین کو نسخ محقق ہو چکا تھا بے شک کہ ہر وقت کے حاضر باش تھے اور علیٰ ہذا دیگر اصحاب حاضرین مکہ کو معلوم تھا کہ اول قرأۃ مقتدی کی فرض تھی اس آیت سے ممنوع ہو گئی اور مدینہ طیبہ میں بھی یہ حکم پہنچ گیا تھا۔ گویا ایک کلیہ دین کا مقرر ہو گیا تھا کہ مقتدی کچھ نہ پڑھے حسب حکم آیت کے اور آیت " فاقرءوا ما تیسر " چونکہ اس سے پہلے نازل ہوئی تھی بحق مقتدی منسوخ ہو گئی تھی اور امام و منفرد کے حق میں ویسی ہے قطعی اُس کا حکم باقی تھا کیونکہ منسوخ البعض قطعی ہی رہتی ہے خلاف مخصوص البعض کے ۔ چنانچہ اس قاعدہ کو سب اہل علم جانتے ہیں پس مقتدی کے حق میں اس آیت مزمل سے استدلال لانا ابناء زمانہ کا ہرگز درست نہیں کیونکہ آیت مزمل کی سابق نزول میں ہے اور یہ آیت اعراف کے بعد نازل ہوئی اور آخر اول کا ناسخ ہوتا ہے حکم بقدر تعارض میں ۔

اور آیت فاقرءوا کے مدنیہ ہونے کو جو بعض نے لکھا ہے اُس کو محققین نے رد کر دیا ہے ۔ فتح الباری وغیرہ کتب مطالعہ فرمالیں ۔ پس جب آپ مدینہ طیبہ کو ہجرت کر کے تشریف لائے اور علی الاعلان مسجد میں جماعت ہونے لگی تو یہ قاعدہ سکوت مقتدی کا برابر جاری تھا اور خود آپ بھی یہی جانتے تھے کہ یہ مسئلہ سب پر حسب حکم آیت اعراف کے واضح ہو گیا ہے کیونکہ بعد نزول اس آیت اعراف کے نہ کوئی آیت اس کی ناسخ نازل ہوئی اور نہ آپ نے حکم قراءۃ مقتدی کا خلاف حکم آیت کے فرمایا تھا اور دلیل اس پر یہ ہے کہ حدیث عبادہ جو عمدہ دلیل مجوزین فاتحہ کی ہے اس کے یہ الفاظ ہیں " صلی رسول اللہ [illegible] فثقلت علیہ القرأۃ [illegible] قال

انی اراکم تقرؤن وراء امامکم الخ اور ابوداؤد نے ایک روایت میں کہا لعلکم تقرؤن اور ایک روایت میں کہا هل تقرؤن ۔ پس ان جملہ روایات میں آپ کا بایں کلمات دریافت فرمانا دلیل ہے کہ آپ نے حکم قرأۃ کا مقتدی کو نہیں دیا تھا۔ کیونکہ اگر آپ کے حکم سے پڑھتے تو "لعلکم تقرؤن ، هل تقرؤن " فرما کر کیوں استفسار فرماتے کہ درصورت اذن کے یہ فعل صحابہ کا بحکم آپ کے تھا۔ پس اس طرح استفسار فرمانا ظاہر ہے کہ یہ قراءۃ مقتدی آپ کی اجازت و حکم سے نہ تھی اور نہ اس کی آپ کو خبر تھی۔ جب آپ پر قرأۃ کی دشواری ہوئی تو آپ نے پوچھا تو معلوم ہوا اور صحابہ نے بعض نے اقرار اپنے پڑھنے کا کیا اور یہ عرض نہ کیا کہ آپ کے حکم کے موافق ہماری تعمیل ہے ۔

بہرحال اس استفہام سے ظاہر ہے کہ یہ قرأت آپ کے حکم سے نہ تھی اور یہ واقعہ بھی ابتدا ہجرت کا ہے ظاہراً واللہ اعلم کیونکہ بعد ہجرت کے نماز جماعات مسجد میں کثرت سے ہوتی تھی اور ہر طرح کے آدمی حاضر ہوتے تھے تو ایسی حالت میں دیر تک مخفی رہنا قرأۃ مقتدی کا آپ پر مستبعد معلوم ہوتا تھا۔ بہرحال یہ واقعہ خواہ کبھی تھا مگر اس واقعہ مذکورہ حدیث عبادہؓ بن ثابت تک یہی قاعدہ کلیہ صلوٰۃ کا مقرر تھا فاتحہ سورت کچھ نہ پڑھے اور آپ کو کسی کے پڑھنے کی خبر نہ تھی بعد اس واقعہ کے اور آپ کے مطلع ہونے کے ہُوا جو کچھ ہُوا ۔

باقی رہی یہ بات کہ جب آیت قرآن کی منع قرأۃ مقتدی میں نازل ہوچکی تھی اور فخر عالم علیہ السلام کا حکم اس میں خلاف آیت کے نہ ہُوا تھا اور یہ اصل صلوٰۃ کی مقرر ہوچکی تھی تو پھر صحابہ کرام کیوں حالت اقتداء میں قرأۃ پڑھتے تھے ۔ تو اس کا جواب ہے کہ سب صحابہ تو ظاہر ہے کہ نہیں پڑھتے تھے کیونکہ جو مانع قرأۃ کے رہے آخر حیات تک وہ اول سے ہی عدم جواز کے مقر تھے کہ ان کا متمسک آیت تھا اور اُن کی تعداد اسّی نفر تک کی گئی ہے اور باقی معلوم نہیں کس قدر ہوں گے ۔

اور علماء صحابہ اور جن کو خبر نزول آیت کی تھی وہ بھی یقین ہوتا ہے کہ نہ پڑھتے تھے کہ باوجود حکم منع کے اور عدم ارشاد حضرت علیہ السّلام کے کس طرح گمان ہو سکتا ہے کہ پڑھتے ہوں۔ البتہ بعض صحابہ جن کو خبر نزول آیت کی نہ ہوئی تھی وہ پڑھتے تھے۔ اسی واسطے ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے" فقال بعضنا انا نصنع ذلك "، تو بظاہر یہ بعض ہی پڑھنے والے تھے۔ اگر سب یا اکثر پڑھتے تو پہلے دوسری جماعت میں ہی خبر غالباً خبر ہو جاتی کہ مجمع کا کھس کھسا مخفی نہیں رہتا۔ پس اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پڑھنے والے بعض وہ لوگ تھے جن کو خبر نسخ کی نہ تھی کہ وہ اپنی قدیم تلقین صلوٰۃ کے موافق پڑھتے تھے ۔

اور مثل عبادہ کے علماء صحابہؓ جو مجوز ہوئے ہیں بعد صدور حکم اس واقعہ کے جو حدیث عبادہ سے معلوم ہوا مجوز ہوئے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ قرأۃ اُن بعض کی باوجود خبر نزول آیت کے ہوئی ہو کہ وہ سکتات میں پڑھتے ہوں نظر بعلت حکم آیت کے کہ عین حالت قرأت میں منع کیا گیا ہے کہ استماع قرآن میں حرج واقع نہ ہو ۔

اگر سکتات میں پڑھا جاوے تو مضائقہ نہیں چنانچہ بعض روایات میں آیا ہے" ھذًّا نقرًا "، یعنی جلدی جلدی پڑھتے ہیں۔ آپ کی شروع قراءۃ سے پہلے اور سکتات میں تاکہ خلط آپ کی قراءۃ سے نہ ہو اور وجہ جلدی کی یہی تھی مگر

یہ بھی اگر ہوا ہے تو بعض کا ہی فعل واجتہاد ہے نہ جملہ صحابہ کا۔ کیونکہ اگر اکثر کا عمل ہوتا تو غالب یہی ہے کہ پہلی ہی دوسری جماعت میں حضرت علیہ السلام کو خبر ہو جاتی کہ اگرچہ مجمع میں کیسا ہی اخفا کیا جاوے مگر کثرت رجال میں صوت مرتفع ہو جاتی ہے اس کو تجربہ سے ہر شخص مشاہدہ کر سکتا ہے خصوصاً سکوت کی حالت میں۔

الحاصل جب آپ کو قرأت میں منازعت وثقل واقع ہوا اور لوگوں کا پڑھنا معلوم ہوا تو آپ نے حکم فرمایا "لا تفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب فانہ لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب" یعنی اگر جلدی جلدی سکتات امام میں ہی پڑھتے ہو تاہم مت پڑھو۔

اس سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ فاتحہ وسورت دونوں پڑھتے تھے جیسا کہ قبل نزول آیت کے سب صحابہ پڑھتے تھے مگر اب سکتات میں پڑھتے تھے اور پہلے رعایت سکتات کی نہ تھی۔ پس جب یہ حکم صادر ہوا تو اب صحابہ دو فریق ہو گئے۔

جماعت مجوزین نے تو ظاہر الفاظ حدیث سے یہ سمجھ لیا کہ آپ نے ایجاب قرأۃ فاتحہ کا فرمایا ہے اور عموم آیت کو خاص فرمادیا بقرینہ" انہ لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب "کے مگر مع ہذا دوسرے فریق کی نماز کو فاسد نہیں جانتے تھے کہ دوسرا فریق بھی مصاب ہو گیا تھا تو اُن کا اس پر عمل ہوا کہ خلف امام فاتحہ پڑھنا چاہیئے سر یہ ہو یا کہ جہر یہ سکتات میں ہر حال میں اور وہ فریق اس پر ہی قائم ومستقر رہے اور فخر عالم علیہ السلام نے بھی ان کو رد نہ کیا اور نہ وحی سے اس میں اصلاح کی گئی اور جو لوگ مانع ہیں انہوں نے اس حکم کو ناسخ ومخصص آیت کا جانا۔ بلکہ جانا کہ یہ رخصت قرأۃ فاتحہ کی سکتات میں ہے کہ جلدی جلدی ادا کر لیوے کہ بعد شروع قرأۃ امام کے پڑھنا منع ہے اور جملہ فانہ لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب "، کو وجہ رخصت کے جانا کہ باوجود اس قدر ممانعت کے کہ آیت سے ثابت ہے پھر خاص فاتحہ کی رخصت کیوں فرمائی حالانکہ سب قرآن یکساں ہے اس کی کیا خصوصیت ہوئی ورنہ سکتات میں سورت بھی جائز رہتی تو اس کی وجہ رخصت کی آپ نے یہ فرمائی کہ فاتحہ کو صلوٰۃ سے بہت مناسبت ہے اور صلوٰۃ کے ساتھ اُس کو ایسی خصوصیت ہے کہ دوسری کسی سورت کو اس قدر نہیں یہاں تک کہ سورۃ فاتحہ کا نام صلوٰۃ سے تعبیر کیا گیا۔

ارشاد خداوندی ہیں جو حدیث قدسی میں واقع ہے "قسمت الصلوٰۃ بینی و بین عبدی نصفین"۔ پس جب اس کو اس قدر خصوصیت بالصلوٰۃ ہے تو اگر سکتات میں اس کو پڑھ لو تو رخصت ہے اور یہ قدر قلیل آیات ہیں محل ثنا میں ختم بھی ہو سکتی ہیں اور خلط قرأۃ امام کی نوبت نہیں آتی۔ پس یہ جملہ بیان خصوصیت رخصت کے لئے ہے نہ بیان وجوب قرأۃ فاتحہ کے واسطے مقتدی کے حق میں اور وجوب قرأۃ فاتحہ کا اس حدیث میں بھی منفرد اور امام کے واسطے ہے۔ پس یہ معنی ہوئے کہ تم سکتہ میں اگر فاتحہ پڑھو تو میں اُس کی نہی نہیں کرتا جیسا تم اب کرتے ہو اس واسطے کہ فاتحہ بہت موکد واجب صلوٰۃ منفرد وامام میں ہے مگر اور سورت کو ہرگز نہ پڑھو نہ سکتات میں اور نہ امام کی قرأت کی حالت میں اور دلیل رخصت فاتحہ کی سکتات میں نہ حالت قرأت میں آپ نے خود اس حدیث

میں بیان فرمادی ہے بقولہ "وانا اقول ومالی ینازعنی القرآن"، جو بعض روایات میں اس حدیث عبادہ میں وارد ہے جس سے صاف معلوم ہوگیا کہ وجہ حرمت کی منازعت تھی اور پیدا ہے کہ منازعت فاتحہ میں بھی موجود ہے جیسا سورت میں ہے مگر فاتحہ کی بہت قلیل آیات ہیں سکتہ ثنا وغیرہ میں بعذا بلا منازعت قرآن کے پڑھ سکتے ہیں۔ لہٰذا رخصت کی گنجائش ہے بخلافِ دیگر سورت کے مگر معہذا ترک اولیٰ کی طرف اشارہ ہے کہ نہی سے جو استثناء کیا جاتا ہے اس میں وجوب مثل امر کے نہیں ہوتا بلکہ اباحت ہوتی ہے سو یہاں بھی اباحت و رخصت ہے۔

پس حکم آیت کا مثل سابق اپنے عموم پر ہے کوئی تخصیص اس میں نہیں ہوئی۔ پس اس فریق کے اس فہم و عقیدہ و عمل کو بھی تا آخر حیات خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ردّ نہ فرمایا اور تقریر ہی فرمادی اور نہ وحی آئی کہ اس امر کی اصلاح کی جاتی تو یہ فریق بھی صائب و محق ٹھہرایا گیا۔ لہٰذا یہ واقعہ مثل واقعہ صلوٰۃ عصر بنی قریظہ کے ہوگیا بلا تفاوت کہ دونوں فریق کی تصویب ہوئی اور دونوں کا عمل عند اللہ تعالےٰ کامل ہے کچھ فساد کسی میں نہیں اور نہ کراہت اور بعد اس کے جس قدر روایات ہیں کہ جن سے وجوب فاتحہ معلوم ہوتا ہے فریق مجوزان کو عام رکھتے ہیں مقتدی کو بھی اور مانعین خاص کرتے ہیں ان کو امام و منفرد کے ساتھ۔ مثلاً عبادہ کی روایت جو بدون اس قصہ کی ہے کہ اس میں بھی فریق مانع کے نزدیک مقتدی پر حکم وجوب فاتحہ کا نہیں اور یہ دوسری روایت مطلق مستقل جو امام و منفرد کے واسطے ہے نہ مقتدی کے کیونکہ اس روایت عبادہ میں معمر نے زہری سے لفظ "فَصَاعِدًا" زیادہ کیا ہے بقولہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب فصاعدًا۔

اور سفیان نے بھی زہری سے یہ زیادتی فصاعدًا" کی روایت کی ہے اور یہ بھی مقرر ہے کہ زیادت ثقہ کی حجت ہے سو بوجہ اس زیادت کے صاف ظاہر ہے کہ یہ حکم مقتدی کی نسبت نہیں کیونکہ مقتدی کو آپ پہلے سے فاتحہ سے زیادہ پڑھنے کو منع فرماچکے ہیں تو بالضرور یہ حکم مقتدی پر نہ ہوگا علیٰ ہذا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی منادی میں لفظ "فما زاد"، موجود ہے۔ پس یہ منادی بھی مقتدی کے حق میں نہیں ہوسکتی۔

علیٰ ہذا ابوسعید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت میں ہے امرنا ان نقرء بفاتحۃ الکتاب وماتیسر"۔ تو وہ بھی بحق مقتدی نہ ہوگی۔

اور جن روایات مرفوع یا موقوف میں اجازت مقتدی کو فاتحہ کی ہے وہ بطور رخصت کے ہے خواص کے واسطے جو رعایت سکتات کی کرسکتے ہیں اور جو انہی رواۃ سے ممانعت ہے وہ عام کے لئے ہے بسبب عدم رعایت سکتہ کے۔ پس یہ اماتے اس فریق کی تقریراً خود شارع علیہ السلام سے ثابت ہے لہٰذا ہرگز تارک قرآت خلف الامام کی صلوٰۃ فاسد و ناقص نہ ہوگی جیسا کہ قاری کی نماز میں نقصان نہیں کہ مسئلہ مجتہد فیہا ہے اور ہر ایک رائے و تاویل صحابہ اور تقریر فخر عالم علیہ السلام پر عامل ہے کسی کو دوسرے پر گنجائش طعن کی نہیں۔ البتہ مجتہد اور تبعاً اُن کے علماء اگر ترجیح ایک جانب میں کلام کریں تو مضائقہ نہیں مگر عوام کو اس میں کلام کرنا ہرگز جائز نہیں اور وجہ ترجیح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مرجح ہے مگر یہ محل اُس کے بیان کا نہیں یہاں زعم غیر مقلدین کا رد مقصود ہے کہ

تارک قرأت فاتحہ کی نماز کے بطلان کا حکم دیتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم

قول دوم وسوم وچہارم

غیر مقلدین[۲] کہتے ہیں کہ رفع یدین کرنا رکوع جانے اور رکوع سے اُٹھنے میں سنت غیر موکدہ مستحب ہے۔
اور[۳] آمین جہراً خفیہ سے اولیٰ ہے بوجہ حدیث صحیح کے جہر میں۔
اور[۴] ہاتھ سینہ پر باندھنے کی حدیث ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے ؟

جواب :۔ یہ مسائل ثلثہ بھی مثل مسئلہ فاتحہ کے مختلف فیہا صحابہ سے ہیں کہ رفع یدین رکوع میں جانے اور اُٹھنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائماً نہیں بلکہ گاہ کیا اور گاہ ترک کیا اسی واسطے اس میں صحابہ علیہم الرضوان دو فریق ہو گئے۔ ایک فریق نے اس کو مستحب جانا اور آپ کا ترک فرمانا بیان استحباب پر حمل کیا کہ دوام سے سنت موکدہ واجب نہ ہو جائے۔

اور دوسرے فریق نے ترک کو آخر فعل و ناسخ سمجھا اور ہر دو فریق اپنی اپنی فہم اور عمل پر آخر عمر تک قائم رہے۔ چنانچہ ترمذی نے اپنی جامع میں ایک باب رفع یدین کا لکھا اور دوسرا باب ترک رفع یدین کا لکھا اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی جو حجت ترک رفع کی ہے ذکر کر کے کہا۔

قال ابو عیسیٰ حدیث ابن مسعود حدیث حسن و بہ یقول غیر واحد من اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین وھو قول سفیان الثوری و اھل الکوفۃ[۱]

پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ مذہب ترک رفع کا بھی بہت صحابہ کا ہے اگر ان کو عدم نسخ مع الفعل احیاناً معلوم ہوتا تو کس طرح اس فعل کے ترک کو مذہب ٹھہراتے۔ لہٰذا معلوم ہو گیا کہ دونوں فریق کا عمل وعلم زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقرر ہو کر جاری ہے اور دونوں کی تقریر شروع سے ہو چکی۔

پس مثل قرأۃ فاتحہ کے یہ مسئلہ بھی مختلف فیہا ہے ایک فریق مستحب کہتا ہے اور دوسرا ترک کو اولیٰ کہتا ہے اور پھر مجتہدین میں بھی وہی اختلاف رہا۔ ہر ایک مذہب کو ایک مجتہد نے مرجح ٹھہرا کر اپنا معمول کیا ہے دونوں طرف احادیث صحاح ہیں اور ہر دو جانب معمول صحابہ علیہم الرضوان ہیں۔ بس اب کیا محل طعن و کلام کا کسی کو ہے۔
فقط واللہ تعالےٰ اعلم۔

علیٰ ہذا آمین کے باب میں دونوں طرف حدیث صحیح موجود ہے اس میں بھی دو فریق ہیں۔ ایک جہر کو اولیٰ کہتے دوسرے خفیہ کو اولیٰ کہتے ہیں اور اصل آمین کہنے کی سنت ہونے میں اتفاق ہے۔ اس میں بھی وہی جواب ہے کہ

---

[۱] ترجمہ :۔ فرمایا ابو عیسیٰ نے کہ ابن مسعودؓ کی حدیث حسن ہے اور اسی کے قائل ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے اہل علم صحابہؓ اور تابعین اور یہی قول ہے سفیان ثوریؒ اور کوفہ والوں کا۔

آمین کے جہر و اخفاء میں صحابہ علیہم الرضوان مختلف ہیں اور روایات حدیث کی مختلف ہیں۔ حضرت عمرؓ، علیؓ، ابن مسعودؓ و ابی بن کعبؓ و سمرہ رضی اللہ عنہم اخفاء کی جانب ہیں۔

پس مجتہدین نے کسی ایک قول کو مرجع بنا کر اپنا معمول بنایا ہے اور اس جانب کو اولیٰ قرار دیا ہے لہٰذا دونوں قول صحیح ہیں کہ دونوں تقریر فخر عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے اور عمل صحابہ سے ثابت ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

علیٰ ہذا ہاتھ سینہ پر باندھنا یا زیر ناف دونوں میں یکساں احادیث ہیں اور صحابہ کا بھی عمل مختلف ہے بعض کا تحت سرۂ پر اور بعض کا فوق سرہ پر۔

قال الترمذی ورای بعضهم ان یضعهما فوق السرة ورای بعضهم ان یضعهما تحت السرة وکل ذٰلک واسع عندهم۔ انتهیٰ [1]

پس ہر ایک مجتہد نے ایک ایک جانب کو اولیٰ کہا۔ امام احمدؒ نے دونوں کو مخیر فرمایا پس اب تقلیداً جس پر چاہے عمل کرے اور اولیٰ جانب کوئی گنجائش ردو قدح کی نہیں۔ البتہ ان جملہ مسائل میں بندہ کے نزدیک رائے امام ابوحنیفہؒ کی راجح ہے مگر یہاں ذکر اس کا ضروری نہیں کہ اس میں طول ہے اور غرض ان جوابات سے غیر مقلدین کا طعن دفع کرنا مجتہدین پر سے ہے کہ وہ سب صحابہ کے طریق پر ہیں اور شارع علیہ السلام کے ارشاد پر عامل ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قول پنجم

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ فرقہ ناجیہ اہل حدیث ہیں اور وہی سنت و جماعت ہیں۔ لہٰذا جو جو مسئلہ فقہ کا خلاف حدیث کے ہو اس کو ترک کرنا واجب ہے اور چار مصلّے جو مکہ معظمہ میں بناتے ہیں وہ سب بدعت ہیں پس اپنا لقب محمدی و موحد رکھنا چاہیئے نہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی۔ فقط

جواب:۔ ان سب جوابوں سے جو لکھے گئے ہیں سب عام و خاص کو معلوم ہو چکا کہ جملہ فقہاء مجتہدین اور تمام ان کے مقلدین عامل بقرآن و حدیث ہیں کسی نے کوئی روایت حدیث کی محل اختلاف میں مرجع فرمائی اور اس پر عمل کیا کسی نے دوسری روایت پر عمل کیا مگر سب عامل بقرآن و حدیث ہیں اور سب خلاف قرآن و حدیث کو مردود فرماتے ہیں۔ پس جملہ محدثین و فقہاء عامل کتاب اللہ تعالیٰ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں اور وہ سب فرقہ ناجیہ و سنت و جماعت سے ہیں کہ حدیث صحیح میں وارد ہو گیا ہے۔ بیان فرقہ ناجیہ میں کہ جب پوچھا صحابہ علیہم الرضوان نے کہ وہ کون ہیں فرمایا آپ نے "ما انا علیه واصحابی [2]" (الحدیث)

پس صحابہ کا طریق اور اُن کا اتباع راہ نجات ہے اور وہی فرقہ ناجیہ۔ لہٰذا جملہ مجتہدین اور اُن کے اتباع اور

---

[1] ترجمہ:۔ امام ترمذیؒ نے فرمایا: بعض کی رائے یہ ہے کہ دونوں ہاتھ ناف کے اوپر رکھے اور بعض کی رائے ہے کہ دونوں ہاتھ ناف کے نیچے رکھے اور سب کے نزدیک اس معاملہ میں وسعت ہے۔

[2] ترجمہ:۔ جس طریقہ پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں۔

جملہ محدثین فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت ہوگئے بحکم حدیث صحیح ۔ البتہ جو جُہال کہ محدثین مقبولین کو اپنی تقلید کے جوشِ تعصب میں طعن وتشنیع کرتے ہیں یا جو عامل بحدیث بزعم خود ہو کر فقہاء ومجتہدین راسخین پر سب وشتم کرتے ہیں اور فقہ کے مسائل مستنبط عن النصوص کو بنظر حقارت دیکھ کر زشت وزبوں جانتے ہیں وہ لوگ خارج از فرقہ ناجیہ اہل سنت اور متبع ہوائے نفسانی اور داخل گروہ اہل اہواء کے ہیں ۔ فقط

اور لاریب جو مسئلہ خلاف نصوص کے ہے وہ باطل اور ترک اُس کا واجب ہے اور اس کی بحث جواب قیاس بمقابلہ نص میں گزر چکی ہے کہ ایسا مسئلہ کہ جُملہ نصوص کے مخالف ہو اور کسی نص کی عبارت یا دلالت یا اشارت سے ثابت نہ ہو اور کلیاتِ دین کے خلاف ہو وہ باطل ہوتا ہے نہ یہ کہ کسی ایک دو حدیث کے مخالف جہلاء کو معلوم ہوتا ہو اور فی الواقع دوسری نص کے موافق اور مستنبط کلیہ دین سے ہو وہ واجب الترک ہو معاذ اللہ نہیں بلکہ وہ عین نص کے حکم میں ہوتا ہے ۔

پس ایسا مسئلہ کتب فقہ متاخرین میں کوئی شاذ ونادر ہو گا کہ جملہ نصوص کے مخالف ہو ورنہ بہت مسائل ارشاد صحابہ علیہم الرضوان کے ۔ جہال کے نزدیک مخالف نص ہو کر مردود ٹھہریں گے جیسا مسئلہ عدم نقض الوضو مما مست النار کا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بمقابلہ حدیث مروی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے فرمایا تھا رد ہو گا معاذ اللہ اور یہ کام ہر حیوان لایعقل کا نہیں کہ مشکوٰۃ کا ترجمہ دیکھ کر مسائل فقہ پر حکم مخالف نص کا کیا کرے جیسا اس زمانہ پر آشوب میں داء عضال شائع ہوا ہے کہ ہر بے علم دو، چار حدیث سیکھ کر مجتہد بن گیا ہے اور علماء پر طعن کرتا ہے پس ایسے ہی موقع پر قول مولوی محمد حسین صاحب پیشِ نظر ہو جاتا ہے کہ فرماتے ہیں :-

> "پچیس برس کے تجربہ سے معلوم ہوا کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد بن بیٹھتے ہیں آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں " انتھیٰ

سچ ہے ایسے نادانوں کا یہ حکم ہے ۔ اعاذنا اللہ وجمیع المسلمین ۔ آمین

اور حنفی اور شافعی وغیرہ القاب میں کوئی گناہ یا کراہت نہیں کیونکہ یہ سب مجتہدین محمدی ہیں کہ متبع سنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں ۔ سو جو حنفی ہے مثلاً وہ موحد بھی ہے اور محمدی بھی ہے اور حنفی کے یہ معنی کہ امام ابوحنیفہؒ کو وہ اعلم وافضل جانتا ہے اور دیگر ائمہ کو بھی علی الحق عقیدہ رکھتا ہے ۔

اور علیٰ ہذا شافعی وغیرہ اور یہ لقب برابر علمائے اہلِ حق میں قدیم سے شائع ہو رہا ہے ۔ بلانکیر کہ کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا اور خیر القرون میں بھی بایں معنی تلقب ثابت ہوا ہے کہ علوی اس شخص کو بولتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو افضل جانتا تھا اور عثمانی اُس کو کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو افضل جانتا تھا ۔ چنانچہ صحیح بخاری میں یہ لقب بایں معنی موجود ہے ۔

پس جب نظیر اس کی موجود ہے تو اُس پر اعتراض کرنا اور اس کو بدعت جاننا کام اہل علم کا نہیں البتہ عوام نادان اپنے جہل کے سبب ایسے کلام کیا کرتے ہیں ۔ آخر لقب محمدی کرنا بھی تو خود اسی فرقہ کا ایجاد ہے کس حدیث سے

اس کا حکم جواز استخراج کر سکتے ہیں اور اگر وہ اس لفظ کو بوجہ اتباع فخر عالم علیہ السلام کے بتاتے ہیں تو چونکہ صحابہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال مختلفہ سے ابو حنیفہؒ و شافعی وغیرہما مجتہدین علیہم الرحمۃ نے اپنا مذہب حق مقرر کیا ہے تو حنفی ہونے کا لقب بھی اس پر قیاس کر لیجئے کہ بوجہ اتباع ابو حنیفہؒ و شافعیؒ کے ٹھہرا ہے اور اتباع ائمہ نہیں مگر اتباع صحابہ و فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پھر اس تلقب میں کیا عجب ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

البتہ چار مصلی جو مکہ معظمہ میں مقرر کئے ہیں لاریب یہ امر زبوں ہے کہ تکرار جماعات و افتراق اس سے لازم آگیا کہ ایک جماعت ہونے میں دوسرے مذہب کی جماعت بیٹھی رہتی ہے اور شریک جماعت نہیں ہوتی اور مرتکب حرمت ہوتے ہیں۔

مگر یہ تفرقہ نہ ائمہ دین حضرات مجتہدین سے نہ علمائے متقدمین سے بلکہ کسی وقت میں سلطنت میں کسی وجہ سے یہ امر حادث ہوا ہے کہ اس کو کوئی اہل علم اہل حق پسند نہیں کرتا۔ پس یہ طعن نہ علمائے اہل حق مذاہب اربعہ پر ہے بلکہ سلاطین پر ہے کہ مرتکب اس بدعت کے ہوئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قول ششم

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ تقلید ایک امام کی باطل ہے اور تقلید شخصی ایک امام کی واجب ماننا شرک ہے آیا یہ قول اُن کا حق ہے یا باطل ؟ بینوا توجروا

جواب :۔ اول جاننا چاہیئے کہ تقلید اس کو کہتے ہیں کہ کسی کے قول کا بدوں اس کی دلیل سمجھنے کے قبول و معمول کر لیوے۔ تو سنو کہ تقلید کی دو نوع ہیں۔

ایک نوع یہ ہے کہ مقلد کے قول پر کوئی حجت شرعیہ ہرگز نہ ہو بلکہ مخالف حکم حق تعالیٰ کے ہو محض ظن و تخمین مقلد کا ہو اور اس کو قبول کر لیوے باوجود مخالفت کے جیسا رسوم جاہلیت پر مشرکینِ عرب جمے ہوئے تھے اور سوائے "ھذا ما وجدنا علیہ آباء نا" کے کوئی دلیل نہ رکھتے تھے اور بمقابلہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی آبائی رسوم کو ضروری جانتے تھے سو یہ نوع تو شرک ہے باتفاق جملہ علمائے امت کے اور جہاں قرآن و حدیث و اقوالِ علماء میں تقلید کا شرک ہونا وارد ہے یہی نوع مراد ہے۔

دوسری نوع یہ ہے کہ مومن ناواقف کسی مسئلہ شرعیہ سے اس مسئلہ کو کسی عالم معتبر سے پوچھے اور عالم اُس کا جواب خواہ صریح نص سے یا اشارت یا دلالت سے استنباط کر کے دیوے اور دلیل اس مسئلہ کی سائل کو نہ بتاوے اور وہ سائل بدوں دلیل سمجھنے کے اس کو قبول کر کے عامل ہو۔

پس یہاں ہر اہلِ عقل پر روشن ہے کہ مسلم نے جو مسئلہ عالم معتبر سے پوچھا ہے تو وجہ یہی ہے کہ وہ یقین رکھتا ہے کہ یہ عالم حکم حق تعالے سے جو اس واقعہ میں ہے ماہر ہے اور مجھ کو اس حکم حق تعالیٰ ہی سے مطلع کرتا ہے ہرگز کوئی حکم خلاف حکم شرع کے نہ بتاوے گا ورنہ اگر اس کو معلوم ہو جاوے کہ یہ عالم خلاف شرع حکم بتاتا ہے تو ہرگز اس کے پاس بھی نہ جاوے اور نہ اُس کے جواب کو کچھ اصل جانے۔ چنانچہ عوام کا حال مشاہد ہے کہ

جس عالم کو صاحب غرض نفسانی جانتے ہیں اس سے مسئلہ ہرگز نہیں پوچھتے اور اس کے حق مسئلہ کا بھی اعتبار نہیں کرتے۔
تو نہ اس سائل کی غرض سوائے حکم حق تعالےٰ کے دریافت کرنے کی ہے اور نہ عالم بجز حق تعالیٰ کے اپنے نزدیک بتاتا ہے تو یہ تقلید حق ہے اور زمانۂ صحابہ علیہم الرضوان سے لے کر آج تک اہلِ علم و ایمان میں شائع ذائع ہے اور یہ نوع تقلید بحکم کتاب اللہ تعالیٰ و سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض ہے۔ قال اللہ تعالیٰ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون[1]" اس آیت میں لفظ فاسئلوا صیغہ عام ہے کہ تمام افرادِ امت کو جس کو علم نہ ہو سوال کرنے کا عالم سے حکم بصیغۂ امر ہوا ہے جو فرضیت کا ثبوت کرتا ہے۔

اور لفظ اھل الذکر کا اسم جنس ہے کہ واحد اور جمع پر اس کا اطلاق لغت میں ہوتا ہے تو یہ حکم سب کو ہُوا جس اہل ذکر سے چاہو پوچھ لو خواہ وہ تمہارا مسئول عنہ واحد ہو ہر ہر مسئلہ میں خواہ متعدد ہوں کہ کوئی مسئلہ کسی سے پوچھ لو اور کوئی مسئلہ کسی سے۔

پہلی صورت کو تقلید شخصی کہتے ہیں کہ ایک شخص واحد کا مقلد ہو کر سب ضروریاتِ دین اس سے ہی حل کرے۔

اور دوسری صورت کو تقلید غیر شخصی کہتے ہیں کہ اپنی حل مشکلات دینی کو ایک شخص پر منحصر نہیں کیا بلکہ جس سے چاہا پوچھ لیا۔

دونوں فرد تقلید کے داخل مطلق تقلید میں ہیں جو آیت " فاسئلوا " سے فرض ہوئی ہے کہ مطلق کے سب افراد فرضیت میں متساوی ہوتے ہیں اور جس کسی فرد پر عمل کرے دوسرے فرد پر عمل کرنا واجب نہیں رہتا بلکہ امتثال امر سے فارغ ہو جاتا ہے۔

پس آیت نے مطلق تقلید کو فرض کیا اور عمل کرنے کا دونوں فرد پر جس پر چاہے مختار فرما دیا۔ علیٰ ہذا حدیث صحیح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم " انما شفاء العی السوال[2] " الحدیث بمطلق سوال کو شفا ناواقف کے فرماتے ہیں خواہ سوال تمام ضروریات کا ایک عالم سے ہو یا متعدد علماء سے جس سے دونوں نوع تقلید مطلق مفروض کی معمول و مفروض ہوتی ہیں اور سوائے اس کے سب آیات و احادیث سے یہی اطلاق معلوم ہو کر ہر دو قسم تقلید کی مامور و مفروض ہیں کہ جس پر چاہے عامل ہو کوئی فرد ممنوع نہیں ہو سکتے کیونکہ کوئی عاقل ادنیٰ فہم و عقل والا بھی نہیں کہہ سکتا کہ مفروض مطلق کی کوئی فرد بدعت و شرک و حرام ہو یہ کام تو مجنون و لایعقل کا ہے کہ مامور کے افراد کو حرام بتا دے کیونکہ شرک ضد فرض کی ہے پھر فرض کے تحت شرک کس طرح مندرج ہو سکتا ہے کہ یہ محال ہے عقلاً و نقلاً۔

اور بعض بے علم جو کہتے ہیں کہ یہ آیت اہلِ کتاب سے پوچھنے کے باب میں نازل ہوئی لہٰذا اھل الذکر سے

---

[1] ترجمہ۔ اگر تمہیں معلوم نہیں تو اہلِ علم سے پوچھ لو۔

[2] ناواقف کی شفا ر پوچھنا ہے۔

وہی مراد ہیں نہ دیگر علماء تو یہ قول اُن کا محض جہالت ہے قاعدۂ دین سے کہ باتفاق تمام امت کے اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے نہ خصوص مورد کا۔ تو اگرچہ نزول اُس کا سوال اہلِ کتاب کے باب میں ہے مگر الفاظ بعموم سوال جملہ علماء کو واجب کرتے ہیں اسی واسطے کسی محدث و مفسر و عالم و فقیہ وغیر فقیہ نے اس آیت کو مقصور سوال اہلِ کتاب پر نہیں کیا۔ بیضاوی میں ہے۔

وفی الاٰیۃ دلالۃ علی وجوب المراجعۃ الی العلماء فیمالا یعلم[1] " انتہیٰ

پس ان جہال کا قول قابلِ تعویل نہیں کہ محض جہالت ہے اور جاہل کو عالم سے پوچھنا الی قیام القیامۃ فرض اس آیت سے ہوگیا ہے۔

علیٰ ہذا دوسری آیت یاایہا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم[2]۔ الخ تقلید و اطاعت علماء کو فرض کرتی ہے کہ لفظ " اولی الامر" کا بعموم خلفاء و علماء و فقہاء سب کو شامل ہے۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عطاء اور مجاہد اور ضحاک اور ابوالعالیہ اور حسن بصری وغیرہم صحابہ و تابعین و تبع تابعین نے اولوالامر فقہاء و علماء کو ہی فرمایا ہے۔

اور مولوی صدیق حسن خان مرحوم رئیس عاملین بالحدیث اپنی تفسیر میں اور قاضی شوکانی اور ابن کثیر اور بیضاوی اور مدارک وغیرہا تفسیر میں یہ معنی اولوالامر کے قبول کرتے ہیں۔ پس یہ آیت بھی بعموم مطلق تقلید کو فرض کرتی ہے۔

بہرحال اتباع علماء کا غیر عالم پر فرض ہے اور اتباع و تقلید کے معنی واحد ہیں قال اللہ تعالیٰ اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء[3] الخ۔ کتاب اللہ منزل من اللہ تعالیٰ ہے اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی منزل من اللہ تعالیٰ ہے۔ حکماً لقولہ تعالیٰ " ماینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ[4] " وقال تعالیٰ مااتکم الرسول فخذوہ ومانھٰکم عنہ فانتھوا[5] "

اور استنباطات مجتہدین علیہم الرحمۃ کے بھی منزل من اللہ تعالیٰ ہیں۔ کیونکہ جو کچھ اشارات و دلالات نصوص سے مستخرج ہیں وہ عین حکم نص کا ہوتا ہے کہ یہ امر مقرر ہے کہ قیاس مظہر حکم کا ہوتا ہے نہ مثبت حکم کا۔ پس جو کچھ مجتہد نے استنباط فرمایا وہ عین حکم حق تعالیٰ کا ہے۔ پس اس آیت نے سب افراد امت کو حکم کتاب و سنت کا جو صریح معلوم ہو یا باستنباط ہو قبول کرنا فرض کر دیا ہے۔ لہٰذا اس سے کسی اہلِ ایمان کو انحراف نہیں ہو سکتا اور ظاہر ہے کہ ظاہر کتاب و سنت سے سب مسائل معلوم نہیں ہو سکتے۔ ہزارہا جزئیات مسائل ہیں کہ قیامت تک واقع ہوتے چلے جاتے ہیں۔

---

[1] آیت میں اس بات پر دلالت موجود ہے کہ علماء کی طرف رجوع کرنا واجب ہے اُن مسائل میں جو معلوم نہ ہوں۔ [2] اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے اولوالامر لوگوں کی۔ [3] اتباع کرو اس حکم کا جو نازل کیا گیا تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اور اللہ کے سوا دوسرے رفیقوں کا اتباع مت کرو۔ [4] رسول اپنی مرضی اور خواہش سے بولتے نہیں ان کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔ [5] رسول جو چیز تمہیں دے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ۔

اگر حکم قیاس و اجتہاد کا نہ ہوتا تو کیونکر جواب واقعات کا دریافت ہو سکتا تھا۔ یہ کام ہر ایک عامی کا تو نہیں اسی واسطے حق تعالیٰ فرماتا ہے :۔

ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم الخ قال المفسرون اولوالامر ھم اھل العلم والبصر والعقول الراجحۃ [۱]

قال الشوکانی والنواب صدیق حسن خان وفی ھذہ الایۃ اشارۃ الی جواز القیاس و ان فی العلم ما یدرک بالنص ومنہ ما یدرک بالاستنباط وھو القیاس علی الکتاب والسنۃ۔ انتھیٰ

اور بخاری نے اپنی کتاب میں باب ضبط کیا ہے باین ترجمہ "من شبہ اصلا معلوما باصل مبین "، پس یہی قیاس اور استخراج مسائل ہے کہ تعلیم اُمت کے واسطے شارع علیہ السلام نے کیا ہے اور ان مسائل کا قبول خود تقلید مجتہد کی ہے۔

پس تقلید مامور مفروض کو شرک کہنا خود مشرک بننا ہوتا ہے کہ بمقابلہ حکم قطعی کے اپنی رائے فاسد سے حکم لگاتا ہے کہ حق تعالیٰ جس کو فرض فرمادے یہ لوگ اس کو شرک کہتے ہیں معاذ اللہ۔ اور وہ جو ذم قیاس میں مشہور ہے کہ " اول من قاس ابلیس "، تو پہلے جواب میں اس کا جواب لکھا گیا ہے۔ مگر اب مکرر لکھتا ہوں کہ خوب مستحضر رہے وہ قیاس مذموم ابلیس کا خلاف حکم نص قطعی اور معارض حکم حق تعالیٰ کے تھا کہ جب حق تعالیٰ نے خلق آدم علیہ السلام کی خبر دی بقولہ " انی جاعل فی الارض خلیفۃ "، اور ملائکہ نے اس پر اپنے شبہات عرض کئے اور جواب حاصل کر کے مطمئن ہو گئے تو قطعاً معلوم ہو چکا تھا کہ خلیفہ کامل زمین میں پیدا ہوگا اور وہ افضل خلق ہووے گا اور بعد پیدا ہونے کے تعلیم اسماء فرما کر ملائکہ پر صاف واضح کر دیا تھا کہ وہ اعلم سب سے ہے۔ پس جب حکم فرمایا کہ " آدم کو سجدہ کرو تو یہ حکم محکم قطعی الثبوت قطعی الدلالت تھا کہ کوئی گنجائش مجاز تاویل کی اس میں باقی نہ تھی۔ قال تعالیٰ واذ قلنا للملٰئکۃ اسجدو الادم " الخ لہٰذا جملہ ملائکہ فوراً سجدہ میں گر گئے۔ مگر ابلیس پلید نے اپنی رائے فاسد سے قیاس باطل بنایا کہ انا خیر منہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین۔ اور افضل کا سجدہ کرنا ادون کو لائق حکمت نہیں۔

پس یہ قیاس باطل بمقابلہ نص تھا اور ایسا قیاس ہر دور میں قیاس شیطانی اور شرک ہوتا ہے اور ایسے ہی قیاسات کی تقلید شرک ہے نہ وہ قیاس کہ موافق قواعد شرعیہ کے ہو اور استنباط اس کا نصوص سے کیا جاوے تو وہ عین محمود و مامور ہے۔ لہٰذا قیاس علماء کو قیاس شیطانی کے مساوی کرنا خود قیاس ابلیس کا ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں

---

[۱] اور اگر یہ لوگ اس کو رسول کے اور جو اُن میں ایسے امور کو سمجھتے ہیں اُن کے اوپر حوالہ رکھتے تو اس کو وہ حضرات تو پہچان ہی لیتے جو اُن میں اس کی تحقیق کر لیا کرتے ہیں۔ (سورۃ النساء)

کہ تقلید مفروض کو شرک کہنا قیاس ابلیس کی قسم سے ہے اور یہ قیاس علماء مجتہدین کا قیاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نوع میں داخل ہے۔

جیسا حدیث میں وارد ہے کہ کسی عورت نے پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ میری بہن مرگئی اور اس پر دو ماہ کے صیام ہیں۔ پس آپؐ نے فرمایا۔

ارأیت لوکان علیٰ اختک دین اکنت تقضینہ قالت نعم قال فحق اللہ احق[۱] الحدیث

کہ دین حق تعالیٰ کو دین عباد پر قیاس کر کے فہمائش کر دیا اور قیاس کرنے کا طریق علمائے امت کو تعلیم فرمادیا۔

پس قیاس علماء کا حق اور قیاس ابلیس کا باطل اور تقلید قیاس علماء کی فرض اور تقلید قیاس ابلیس کی شرک ہے۔ پس جو محض قیاس علماء کو قیاس ابلیس کہے وہ خود ابلیس ہے اور جو قیاس علماء کی تقلید کو حرام و شرک کہے وہ خود مشرک ہے اور مخالف ہے حکم حق تعالیٰ کا اور اگر عالم نے سعی اجتہاد میں کی اور خطا ہو گئی تاہم مثاب ہوتا ہے۔ قال علیہ السلام

فان اصاب فلہ اجران وان اخطاء فلہ اجر واحد[۲]۔ الحدیث

پس ہر چند عند اللہ محل اختلاف میں حق واحد ہوتا ہے مگر عمل میں سب حق ہوتے ہیں جس پر چاہے عمل کرے اور جس عالم سے چاہے پوچھے ایک سے یا متعدد سے دونوں حق ہیں اور مسئلہ بتانا بدوں دلیل کے اور اس پر عمل کرنا صحابہ سے آج تک شائع ہے بلا نکیر کہ وہ عین تقلید ہے۔ چند نظیر اس کی بخاری سے لکھتا ہوں۔

فی البخاری[۳] قال جابر بن عبد اللہؓ اذا ضحک فی الصلوٰۃ اعاد الصلوٰۃ ولم یعد الوضوء۔ وعصر ابن عمر بثرۃ فخرج منہا دم فلم یتوضاء وقال الحسن ان اخذ من شعرہ واظفارہ او خلع خفیہ فلا وضوء علیہ وقال طاؤس و محمد بن علی و عطاء واھل الحجاز لیس فی الدم وضوء۔

اور دیگر مسائل بہت اس قسم کے ہیں کہ محض قول و فعل علماء کے بلا دلیل منقول ہیں اور وہ برابر علماء محدثین کے نزدیک مقبول و معمول ہیں کوئی اس پر طعن و انکار نہیں کرتا۔

پس اس وقت کے مدعیان عمل بالحدیث پر افسوس ہے کہ تمام امت کو کافر و مشرک بنا کر خود مشرک کافر بنتے ہیں اور کچھ خبر نہیں ہوتی۔ ایسے ہی لوگوں پر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا قول چسپاں ہوتا ہے کہ ان کو خوب مشاہدہ و تجربہ ان جہلاء کا ہوا ہے۔

۱؎ مجھے بتلاؤ اگر تمہاری بہن پر قرض ہوتا تو کیا تُو اسے ادا کرتی؟ عورت نے کہا جی ہاں! حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ کا حق تو احق ہے۔

۲؎ اگر مجتہد اجتہاد کر کے حق کو پہنچے تو اس کو دو اجر ملیں گے اور اگر خطا ہو جائے تو ایک اجر پھر بھی ملے گا۔

۳؎

الحاصل وہ تقلید شرک نوع اول جو قیاس ابلیس کی قسم ہے وہ خواہ شخصی ہو خواہ غیر شخصی بہر دو قسم حرام و شرک ہے بلا ریب ۔ اور یہ تقلید نوع ثانی مفروض جو مامور شارع علیہ السلام ہے بہر دو قسم خود کہ شخصی و غیر شخصی ہے فرض و مامور ہے۔ شرک کو فرض سے تمیز نہ کرنا کام لایعقل کا ہے اور دونوں کا حکم یکساں جاننا جہل عن الشرع ہے اور کسی نص میں وارد نہیں ہُوا کہ مسئول عنہ سے با دلیل مسئلہ پوچھو بلکہ مطلق سوال کا حکم ہے سب آیات و احادیث کو دیکھ لیں۔ پس قید بدلیل پوچھنے کی اپنی طرف سے اضافہ کرنا حکم مطلق حق تعالےٰ کو مقید کرنا بالرائے اور بعض افراد کو منسوخ کرنا بقیاس فاسد ہے جو سراسر باطل ہے ۔

بعض قاصرین کو یہ شبہ آیت فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون بالبينت والزبر" سے ہُوا ہے کہ "بالبینات" کو "فاسئلوا سے تعلق کا خطرہ اس کو واقع ہُوا ہے مگر یہ فی الواقع تحریف معنوی ہے اور اصل مراد کا بدلنا ہے جس کے بیان میں طُول ہے اور یہ موقع اس کا نہیں اسی واسطے کسی مفسّر نے بالبینات کو فاسئلوا کے متعلق ہونا نہیں لکھا ہے حالانکہ جملہ احتمالات تعلق کے ظاہر کئے ہیں۔ چنانچہ اہلِ علم پر کتبِ تفسیر کو دیکھ کر واضح ہو جائے گا ۔

اور یہ قول امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر ائمہ علیہم الرحمۃ سے جو مشہور ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ ہمارے قول کو بوجہ مخالفت حدیث کے ترک کر دیا کرو اور اس قول سے غیر مقلدین رد تقلید پر دلیل لاتے ہیں تو واضح ہو کہ یہ نہایت کم فہمی ان لوگوں کی ہے۔ کیونکہ اول بندہ لکھ چکا ہے کہ جو قیاس مخالف جملہ نصوص کا ہوتا ہے وہ باتفاق فاسد ہے تمام امت کے علماء کے نزدیک ۔ پس ائمہ علیہم الرحمۃ نے اپنے تلامذہ کو جو بڑے عالم متبحر و محدث کامل تھے فرمایا تھا کہ اگر تم کو ہمارے قیاس کا فساد و مخالفت نصوص سے معلوم ہو تو اُس کو رَدّ کر دینا ہمارا ادب و خیال مت کرنا تو یہ وجہ تھی کہ مجتہد سے خطا بھی ہو جاتی ہے اور اگر بعد سعی و جہد کے خطا ہو گئی تو پھر اس کو ایک اجر ملتا ہے۔ چنانچہ حدیث سے ثابت ہو چکا اور مجتہد سے خطا بھی اسی طرح ہوتی ہے ورنہ معاذ اللہ جان بوجھ کر کون متدین خلاف حدیث سے کہتا ہے ۔

پس اگر خطا بتحقیق معلوم ہو جائے تو اس کو رد کرنا ضرور ہے۔ پس اُن کے اس قول سے یہی ثابت ہُوا کہ جس قول میں ہماری خطا معلوم ہو جائے اُس کی تقلید مت کرنا اور جس میں ہماری خطا ثابت نہ ہو اس کی تقلید ضرور ہے کیونکہ وہ عین حکم اللہ تعالیٰ کا ہے عند المجتهد اور نزدیک اس کے مقلد کے مگر یہ نہیں فرمایا کسی ایک عالم نے بھی کہ اگرچہ ہمارا قول ایک دو حدیث کے موافق ہو اور ایک حدیث کے مخالف ہو جب بھی ترک کر دینا کہ یہ تو ہرگز حلال نہیں ۔ اسی واسطے کہ مجتہد وقت اختلاف احادیث کے کسی وجہ ترجیح سے ایک جانب کو مرجح کر کے حکم فرماتا ہے ۔ پس اس نے جب ایک حدیث کو کسی وجہ مرجح کر کے موافق فرمایا تو اس کو رد کرنا عین حدیث کا رد کرنا ہوتا ہے اور یہ کسی متدین کے نزدیک حلال نہیں ۔ پس ان لوگوں کا اس قول سے کیا مطلب حاصل ہوتا ہے اس واسطے کہ اقوال مفتی بہا امام ابوحنیفہؒ کے مثلاً یا دیگر ائمہ علیہم الرحمۃ کے سب ایسے ہی ہیں کہ اگر ایک حدیث کے مخالف بظاہر معلوم ہوتے ہیں تو دوسری نص کے مطابق ہیں تو کسی کو کب گنجائش اس کے رَدّ کی ہے کہ اُس کا رد تو عین قول خدا تعالیٰ یا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رد ہو گا ۔

لہٰذا یہ لوگ محض کم فہمی کی بات کرتے ہیں کہ نہ اُن کو سلیقہ جمیع کا نہ اُن کو نظر جملہ نصوص پر محض سُنی سنائی احادیث یا ترجمہ مشکوٰۃ کو دیکھ کر عالم بالحدیث ہو گئے تو ایسے جُہال کو تو جرأت اپنے قول کے رد کی نہیں اُنہوں نے دی تھی کہ نہ تمیز ناسخ و منسوخ کی رکھتے ہیں نہ صحیح سقیم کی نہ وجہ مخالفت کی عزنہ وجوہ ترجیحات سے مطلع نہ وجوہ دلالت سے واقف نہ علل نص سے آشنا نہ محاورات کلام عرب کی فہم کیا جملہ نہ جملہ مرویات کا احاطہ نہ فہم کتاب و حدیث کا سلیقہ جو عمل بالحدیث کے واسطے ضروری ہے کہ بدوں اس کے تقلید واجب ہے کسی عالم کی۔

پس قیامت ہے کہ ایسے جہلِ ائمہ کے قول کو اپنی فہم سے ترک کر کے عامل بالحدیث ہوں ایسی حالت میں تو خود قرآن و حدیث کے ہی ضمن میں رادّ و مکذب ہو جاتے ہیں اور عناد ائمہ اور اپنے اجتہاد ناصواب کے زعم میں اپنے ایمان ہی کو سلام کر بیٹھے ہیں۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب کے کلام سے پہلے ہم نقل کر چکے ہیں۔

الحاصل یہ فرمانا ائمہ کا اپنے وقت کے علمائے متبحرین حاضرین کو تھا یا بعد کے بھی علماء کو مگر اُن کو ہی کہ احاطہ اخبار اور درجہ اجتہاد و ترجیح رکھتے تھے نہ جہلاء کو کہ علم و فہم سے عاری ہوں سو اس قول کو حجت عدم جواز تقلید کے لانا کمال سفاہت ہے بلکہ یہ تو حکم تقلید کا ہے فرمایا تھا کہ ہمارے اقوال کی تقلید کرنا کہ ہم نے عین نصوص کا ہی مطلب ظاہر کیا ہے مگر اہلِ اجتہاد عالم کو اگر خطا ہماری معلوم ہو جاوے اس کی تقلید نہ کرے نہ یہ کہ جہلاء بھی اپنے فہم ناصواب سے زبان درازی کریں۔ پھر وہ کون سا مسئلہ ہے کہ اس پر کسی نص سے کوئی صراحت دلالت اشارہ نہیں الا ماشاء اللہ بلکہ سب مسائل پر علماء مقلدین نے بحث و کلام کر کے محقق فرمایا ہے۔ اگرچہ جہلا کو خبر نہیں۔ بہرحال اس قول سے رد تقلید نہیں ہوتا بلکہ اثبات تقلید کا ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ ہدایت فرماوے ایسے کم فہموں کو۔

الحاصل تقلید مطلق جو شخصی و غیر شخصی دونوں کو شامل ہے کتاب و سنت سے ثابت ہوئی اور کہیں کتاب و سنت میں حکم نہیں فرمایا ہے کہ عالم سے سوال کا جواب بلا دلیل قبول و معمول نہ کریں اور صحابہ علیہم الرضوان کے عہد میں عملدرآمد رہا کہ سائل نے سوال کیا اور اُس کا جواب حسبِ حال سائل کے بادلیل یا بلا دلیل دیا گیا اور سائل نے اُس پر عمل کیا ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ میں شیخ شیوخنا شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

”وکان ابن عباس بعد عصر الاولین فنا قضهم فی کثیر من الاحکام واتبعه فی ذلک اصحابه من اهل مکة ولم یاخذ بما تفرد جمهور اهل الاسلام۔ انتهی“

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جب مکہ میں اقامت فرمائی تو بہت سے مسائل میں دیگر بعض صحابہ سے خلاف فرمایا اور ان کے فتاویٰ کو اہل مکہ نے قبول کر کے عمل کیا تو محل خلاف صحابہ میں ایک ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول پر عمل کرنا نہ دیگر اقوال پر تقلید شخصی ہے کہ محل اختلاف میں فقط ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کو معمول رکھا۔

اور فرماتے ہیں کہ :-

"ثم انہم تفرقوا فی البلاد وصار کل واحد مقتدی ناحیۃ من النواحی وکثرت الوقائع ودارت المسائل فاستفتوا فیہا فاجاب کل واحد حسب ما حفظہ او استنبط ما یصلح للجواب اجتہد برائہ الخ -

اس عبارت سے بھی واضح ہوا کہ صحابہ نے جس موضع میں اقامت فرمائی اور کثرت وقائع میں سوال اُن سے کیا گیا تو محفوظ یا مستنبط سے جواب دیا ورنہ اپنے اجتہاد سے حکم دیا تو یہ جوابات اجتہادیہ مستنبط کا فرمانا اور سائلین کا قبول کرنا تقلید ہے اور اُسی صحابی مقیم بلد سے سب کا اپنی وقائع کا پوچھنا اور قانع ہونا تقلید شخصی ہے اور فرماتے ہیں :-

" وکان ابراھیم واصحابہ یرون ان ابن مسعود واصحابہ اثبت الناس فی الفقہ کما قال علقمۃ لمسروق هل احد منہم اثبت من عبد اللہ - انتہیٰ

اس سے صاف ظاہر ہوا کہ ابراہیم واصحاب اُن کے عبداللہ بن مسعود اور ان کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو محل اختلاف میں مرجع رکھتے تھے اور اُن کی فقہ کے مقابل دوسرے کو نہ مانتے تھے یہ تقلید شخصی نہیں تو کیا ہے کہ ایک عالم کو اعلم اور افقہ جان کر اُس کے مقابلہ میں دوسرے کے حکم کو معمول نہ کرے جیسا حنفیہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو اور شوافع شافعی علیہ الرحمہ کو مثلاً جانتے ہیں۔ اور یہ بھی کتب احادیث سے واضح ہے کہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نقل حدیث سے بہت احتیاط و اجتناب کرتے تھے مگر بحکم من سئل عن علم علمہ ثم کتمہ الجم یوم القیمۃ بلجام من النار الحدیث - جواب مسئلہ سے انکار نہ کرتے تھے تو بالضرور جواب اُن کے محض جواب سوال کے ہوتے تھے بلا دلیل جس کو تقلید کہتے ہیں اور بابیان حجت نہیں ہوتے تھے اکثر کیونکہ نقل حدیث سے وہ خود ڈرتے تھے۔ سنن ابن ماجہ میں منقول ہے۔

"عن عمرو بن میمون قال ما اخطانی ابن مسعود عشیۃ خمیس الا اتیتہ فیہ فقال فما سمعتہ یقول لشئی قط قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"۔ الحدیث

اور زید بن ارقم سے نقل ہے کہ فرمایا :-

"کبرنا و نسینا والحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شدید "

اور شعبی فرماتے ہیں :-

جالست ابن عمر سنۃ فما سمعتہ یحدث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شئیا - الحدیث

ان احادیث سے صحابہؓ کا فتویٰ دینا واقعات میں اور نہ نقل کرنا احادیث کی روایات کو ہر ہر جواب میں جب معلوم ہو گیا تو اب تقلید صحابہ کے قول کی کرنا اور صحابہ کا اس کو جائز رکھنا اور ہر ہر اہل بلد کا اپنے اپنے صحابی مقیم بلد سے ہی پوچھ کر قناعت کرنا اگر تقلید شخصی نہیں تو کوئی عاقل کہے کہ کیا ہے۔

پھر تقلید شخصی خیر القرون میں نہ ہونے کی نہ معلوم جہال زمانہ کے نزدیک کیا معنی ہوں گے مگر ہاں اُس وقت میں جیسے شخصی جاری تھی غیر شخصی بھی معمول تھی اس کا انکار کوئی نہیں کر سکتا کہ وہ زمانہ خیر وصلاح کا تھا اور ہولڑے نفس سے وہ قرون خالی تھے۔ اس غیر شخصی سے نہ کوئی فساد تھا نہ اندیشۂ فساد اور بسبب ہر دو نوع تقلید کے ماموز من اللہ تعالیٰ ہونے کی ایک کو مغنی دوسرے سے جانا جاتا تھا کسی کو کسی پر اعتراض نہ تھا۔

پھر بعد اس کے طبقۂ تابعین اور تبع تابعین میں قیاس و اجتہاد کا زور شور و شیوع خود مثل روزِ روشن کے سب کو معلوم ہے کہ امام صاحب علیہ الرحمۃ تابعی ہیں علی التحقیق اُن کی ولادت سن اَسّی ہجری میں اور انتقال صدو پنجاہ سال ۱۵۰ھ میں ہُوا۔ اس اثنا میں اُن کے استنباطات اور ہزارہا آدمی کا اقتدار اُن کے مسائل کا معلوم ہر خاص و عام کو ہے۔ اور امام مالک علیہ الرحمۃ سن نوّے میں پیدا ہوئے اور ایک سو اُناسی میں انتقال فرمایا اور درمیان اُن کے اجتہاد کا چرچا رہا اور ہزارہا لوگوں نے اُن کی تقلید کی۔ اور امام شافعیؒ ایک سو پچاس میں پیدا ہوئے اور دو سو چار میں انتقال فرمایا۔ اس کے درمیان اُن کے اجتہاد کا چرچا رہا اور ہزارہا لوگوں نے ان کی تقلید کی۔

اور امام احمد علیہ الرحمۃ ایک سو چونسٹھ میں پیدا ہوئے اور دو سو اکتالیس میں انتقال فرمایا۔ اُن کی تقلید ہزارہا آدمیوں نے کی اور سوائے اس کے سفیان ثوری اور ابن ابی لیلی اور اوزاعی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی مجتہد ہوئے اور ہزارہا آدمی اُن کے مقلد ہوئے۔ مگر بالآخر سب مذاہب مندرس ہو کر یہ چار مذہب عالم میں شائع ہوئے اور آج تک جاری ہیں اور کروڑوں علماء فقہاء و محدثین اُن کی تقلید کرتے تھے۔

پس ہر کور بصیرت پر روشن ہو جاتا ہے کہ خیر القرون میں تقلید شخصی اور غیر شخصی دونوں بلا نکیر جاری رہیں اور صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے طبقات میں کسی نے شخصی کو حرام یا شرک یا مکروہ یا بدعت نہیں کہا اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ جس امر کو کتاب و سنت فرض و واجب فرما دے اس کو کوئی اہلِ حق رد کرے۔ یہ کام بددین بد دین جاہل کے کوئی نہیں کر سکتا۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ فرماتے ہیں:۔

ان هٰذه المذاهب الاربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الامة ومن يعتد به منها على جواز تقليدها يومنا هٰذا وفى ذٰلك مصالح مالا يخفى لاسيما فى هٰذه الايام التى قصرت الهمم جدلوا شربت النفوس الهوىٰ واعجب كل ذى رائى برائه انتهىٰ بلفظه۔

اس تحریر شاہ صاحب قدس سرہٗ سے مذاہب اربعہ کی حقانیت باجماع امت ثابت ہوگئی اور جواہل ظاہر کہ ان مذاہب کے عدم جواز کے قائل ہوتے ہیں اُن کا غیر معتدبہ ہونا بھی ظاہر ہُوا اور تقلید شخصی ایک مذہب کی ان اربعہ سے موجب مصالح کثیرہ کا ہونا بھی واضح ہُوا اور ترک تقلید شخصی سے اس زمانہ میں بسبب اشراب ہوائے نفسانی کے قلوب عوام میں اور بسبب اعجاب ہر شخص عوام کے اپنی رائے ناقص پر باعث مفاسد و تخریب دین کا ظاہر ہوگیا کیونکہ جیسا کہ عدم تقلید مطلق سے لاأبالی ہونا اور تتبع ہوائے نفسانی کا ہونا ہوتا ہے ایسا ہی اربعہ سے ایک معین کو اختیار نہ کرنے میں لازم ہے۔ چنانچہ ابناء زمانہ کا حال مشاہد ہے حاجت تحریر کی نہیں اور تقلید ایک مذہب کی ان اربعہ سے موجب سدِّ باب فساد اور صلاح دین حق کا ہے کما لایخفی ۔

اور شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ نے یہ جو لکھا ہے کہ چار سو سال تک ہجرت سے پابندی ایک مذہب معین کی نہ تھی تو وہ یہ فرماتے ہیں کہ اس وقت جملہ ناس کا اجتماع ایک معین مذہب پر تمام مسائل میں ہُوا نہ تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں :-

اعلم ان الناس کانوا قبل المائۃ الرابعۃ عین غیر مجتمعین علی التقلید الخاص مذھب واحد بعینہ ۔الخ

تو اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ تقلید بھی تھی اور ایک مذہب کی بھی تقلید کو جائز و معمول کرتے تھے مع ہذا کہ دوسرے مذہب والے سے بھی مسئلہ دریافت کر لیتے تھے کہ ہر دو قسم کو جائز و معمول رکھتے تھے اس عبارت سے عدم جواز تقلید شخصی کا ہرگز معلوم نہیں ہو سکتا ۔

مع ہذا ہم کہتے ہیں کہ اگر غیر شخصی کا عملدرآمد ہو تو عدم جواز شخصی کا اُن کے نزدیک کہاں سے ثابت ہو سکتا ہے۔ بہرحال چونکہ وہ زمانہ خیر کا تھا اور نفوس اس وقت مسلمانوں کے ہوائے نفسانی اور اعجاب برایہ سے مزکی تھے تو غیر شخصی پر عمل درآمد کرنے میں کوئی حرج نہ تھا اور علماء کی کثرت ہر ہر جگہ اور عوام کی بھی معلومات اس وقت کے اکثر علماء سے زیادہ تھی۔ لہٰذا وہ چنداں محتاج تقلید کے ہر ہر جزئیہ میں نہ ہوتے تھے بلکہ اپنے آباء و اجداد سے ہی اکثر مسائل سمجھے بُوجھے ہوتے تھے اور شیوع مجتہدات مسائل کا بھی اس قدر نہ تھا جس قدر اب ہے۔ تو ایسی حالت میں اس وقت اگر اجتماع جملہ عوام و خاص کا ایک مذہب پر نہ ہو تو یہ کچھ حرج نہیں لاتا ہے اور نہ اندیشہ فتنہ و نزاع کا ہے۔ معہذا سہولت حصول جواب بھی ہر ہر مفتی سے دریافت کرنے میں تھی اور شخصی سے کچھ انکار بھی نہ تھا کہ ہر دو نوع تقلید پر عمل برابر جانا جاتا تھا اور باوجود اس کے عند الاختلاف اعلم و افقہ کی طرف توجہ زیادہ ہوتی تھی ۔

پس اس کلام سے عدم جواز شخصی کا ہرگز مفہوم نہیں ہوتا حالانکہ خود شاہ صاحب پس و پیش اس کلام کی تقلید شخصی کا اثبات اور اُس کے متضمن مصالح ہونے کے مقر ہوتے ہیں۔ پس اس سے عدم جواز تقلید شخصی کا سمجھنا نہایت (یعنی حماقت ہے) ۔

الغرض بعد ثبوت اس امر کے کہ یہ مسئلہ اپنے امام کا خلاف کتاب وسنت کے ہے ترک کرنا ہر مومن کو لازم ہے اور کوئی عامی بعد وضوح اس امر کے کہ اس کا منکر نہیں مگر عوام کو یہ تحقیق ہی کیونکر ہو سکتا ہے سوائے اس کے کہ اپنے جہل پر اعتماد کر کے ترجمہ دیکھ کر عالم بن کر معترض ہوں یا کسی عالم زمانہ سے جس کو معتبر جانتا ہے سُن کر جان لیوے تو پھر یہ وہی تقلید ہو گئی جو بزعم ان کے شرک ہے۔ پس خلاصہ جواب یہ ہُوا کہ تقلید بہر دو نوع کتاب وسنت و فعل صحابہ و تابعین و تبع تابعین سے ثابت ہے اور بدوں ہوائے نفسانی کے خاص لوجہ اللہ تعالیٰ خواص کو عمل ہر دو پر درست ہے۔

اور عوام اہل اعجاب پر غیر شخصی موجب اُن کے اضلال کا ہے بسبب اُن کے فساد طینت کے نہ فی حد ذاتہ کہ وہ مامور ہے لہٰذا شخصی کا ارتکاب اولیٰ ہے اور مصالح عدیدہ پر مشتمل ہے اور طعن کرنا تقلید مطلق پر یا نوع شخصی پر جہل وضلال ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك
رحمة انك انت الوهاب۔ وصلى الله تعالىٰ على سيدنا
ومولانا محمد وآله واصحابه واتباعه ومن رجع وتاب
عن زيغه وضلاله الى الحق والصواب۔

فقط

تقلیدِ شخصی

کے متعلق قطب عالم فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدّس سرّہٗ کا ایک مکتوب گرامی مشتمل بر تحقیق انیق

" ذیل کا مکتوب قطب عالم حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے کاغذات سے عرصہ ہوا برآمد ہُوا تھا اور صاحبزادہ حضرت حکیم مسعود احمد صاحب مرحوم سے احقر نے حاصل کر لیا تھا۔ کیونکہ وہ بہت سے علمی جواہرات پر مشتمل ہے۔ یہ مکتوب اُس زمانہ کے ایک صاحبِ تصنیف بڑے عالم کے شبہات کے جواب میں ہے۔ افسوس کہ اصل خط جس کے جواب میں یہ والانامہ تحریر فرمایا گیا ہے دستیاب نہیں ہوا ہے جس سے جواب کا مضمون پوری طرح واضح ہوتا۔ لیکن اہلِ علم کے لئے اب بھی مطلب سمجھنے میں کوئی اُلجھن نہیں ہوسکتی۔ افادہ اہلِ علم کے لئے اس کو شائع کیا جاتا ہے "۔ واللہ الموفق والمعین

از بندہ رشید احمد

مولوی صاحب سلمہٗ ! بعد سلام مسنون مطالعہ فرمائید آپ کا خط دیکھ کر بے ساختہ شعر یاد آیا ؎

مراد خواندی و خود بدام آمدی
نظر پختہ تر کن کہ خام آمدی

آپ نے خوب مباحثہ کیا ہے کہ خود ہی فریفتہ ہوگئے۔ بندہ آج کل نہایت عدیم الفرصت ہے لکھنا دشوار ہے۔ کاش! تم حاضر ہوتے تو اچھی طرح تقریر ہو جاتی۔ قولکم تقلید شخصی کو واجب سمجھنا بدعت سئیہ ہے۔ اقول آپ کے نزدیک تقلید شخصی مباح ہے۔ چنانچہ آپ اوپر مُقِر ہوئے ہو۔ مگر مباح ہونے کے آپ معنی نہیں سمجھے کہ کیا ہیں ؟ سُنو تو سہی تم نے تو منقول اور معقول دونوں کو دھو دیا ہے۔ نفس تقلید مطلق تو فرض۔ لقولہ تعالیٰ فاسئلوا الخ اور حدیث انما شفاء العی اور خود بدیہی بھی کہ دین بدون سیکھے نہیں آتا۔ عقل وحس کو اس میں دخل ہی نہیں۔

پس مطلق تقلید تو فرض ہے یقین ہے کہ آپ بھی قبول کرلیں گے ورنہ اثبات اس کا کردیا جائے گا اور اس کے دو فرد ہوویں گے تقلید شخصی اور تقلید غیر شخصی کیونکہ دونوں حصّے ایک جنس کے ہیں۔ خواہ اس کو جنس اور دو نوع کہو یا مطلق اور دو فرد مقید کہو۔ خواہ کلی اور دو جزئی کہو جس طرح چاہو مقرر کرو۔ بہرحال ہر دو نوع تقلید تحت تقلید مطلق کے ہوویں گے جو فرض ہے۔ بھلا آپ سے پوچھتا ہوں کہ فرض کے نوع یا فرد مباح کس طرح ہوئے۔ مرد خدا فرض اور

مباح تو مبائن دو نوع ہیں کہ تحت جنس حکم کے ہیں۔ پھر ایک نوع مبائن دوسری نوع کی فرد کس طرح ہوگئی ذرا تو سوچو کہ تقلید مطلق تو فرض اور شخصی مباح اور حالانکہ یہ فرد ہے تقلید فرض کی۔

پس تمام آپ کا خدشہ اسی خطاء فہم پر مبنی ہے۔ پس ہوش کرو کہ تقلید بہر دو قسم فرض ہے کوئی مباح نہیں۔ مگر چونکہ امتثال امر تقلید میں تخییر ہے کہ جس فرد کو چاہو ادا کرو دوسرے کی ضرورت نہیں اور جو دونوں نہ کرو گے تو عاصی ہوگے۔ اس تخییر کو مباح کہہ دیا ہے مجازاً نہ یہ کہ خود شخصی بذاتہ مباح ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ کفارہ یمین حلف کے مثلاً نفس کفارہ فرض ہے اور اطعام اور کسوۃ اور رقبہ میں تخییر جس کو ادا کر دیا مطلق کفارہ سے برأت ہوگئی۔ اور جو کسی کو نہ کیا عاصی رہا۔ علی ہذا مطلق اضحیہ واجب اور بکرا اور شبح بقر و ابل اور پھر نر یا مادہ وغیرہا جزئیات میں خیار جس فرد کا آتی ہوا۔ آتی فرض ہی کا ہوا مباح کوئی بھی نہیں سب فرض ہیں مگر ایک کے اتیان سے سب سے بری ہو جاتا ہے۔ یہی حال جملہ کلیات کا ہے کہ مطلق شرعی فرض ہوتا ہے اور مباح کہنا اُن کا باعتبار اباحت اختیار کسی فرد کے ہے نہ مباح مقابل فرض کہ آپ نے شبہ فرض ہو جانے مباح کا بے موقعہ کیا۔ ورنہ اگر یہی شبہ ہے تو شخصی والے اسی آپ کی تقریر سے غیر شخصی کو بدعت سئیہ کہہ دیویں گے۔ کیونکہ غیر شخصی کس طرح فرض ہوتی ہے وہ بھی تو مباح بہمیں معنی ہے جو مذکور ہوا۔ اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہاں کہا ہے کہ غیر شخصی کے وجوب پر اجماع منعقد ہوا تاکہ مقابل نوع اُس کے حرام ہو۔ کیونکہ وجوب کا مقابلہ حرمت سے ہوتا ہے۔ اگر فرضاً یہ کہا ہے تو شخصی مباح کس طرح ہوگی بلکہ حرام ہوئی۔ اور یہی کوتاہ فہمی غیر مقلدین جہال کو ہوئی ہے بلکہ (شاہ صاحب نے) یہ فرمایا ہے کہ قرون ثلثہ میں باجماع جائز رہی ہے۔

پس جواز سے دوسری نوع مقابل کی کراہت کس طرح ثابت ہوگی امکان خاص تو پڑھا ہی ہوگا اور شرع میں ایک فرد کلی کے جواز سے دوسرے فرد کی کراہت کہاں ثابت ہے۔ جواز اضحیہ شاۃ سے جو صحابہ میں شائع رہا۔ شبح بقر حرام کیونکر ہوا بلکہ کلی کے حکم سے سب افراد جائز ہیں اور تعامل فرد واحد سے دیگر افراد مرتفع نہیں ہوتے۔ مساوی الاقدام رہتے ہیں۔ پس اگر یہ قاعدہ ذہن نشین ہوگیا ہے تو سوچو کہ جیسے آپ کے نزدیک شخصی مباح ہے ایسے ہی غیر شخصی بھی مباح ہے اور جیسا کہ غیر شخصی مرادف اُس کی ہے آپ کے نزدیک واجب ہے ویسے ہی معین کہ شخصی اُس کی مرادف ہے واجب ہی ہے اور حق یہی ہے کہ دونوں واجب ہیں اور اباحت دونوں میں بمعنی تخییر ارتکاب احد ہما ہے اور بس۔ اپنی ذات میں دونوں فرض ہیں تو آپ کا شبہ تو گاؤ خورد ہوا۔ اب دوسرے جملہ کو بیان کرنا بھی بطور اعتراض کے ضرور ہے۔

قولکم۔ اور جو آمین بالجہر و رفع یدین الخ لاریب اگر موافق مسلک علماء کے یہ امور بوجہ عمل بالحدیث کے کرے گا اُس سے لڑنا حرام ہے مگر جو بوجہ تلہی و ہوائے نفسانی کرے گا اور جو فتنہ اندازی کی وجہ سے تو اس سے لڑنا عین دین ہے کہ رفع فساد واجب ہے۔ یہ بھی بدیہی ہے اگر اس میں شبہ ہوا تو پس واضح کیا جائے گا۔ اب حاجت نہیں سمجھی گئی۔

قولکم۔ پھر تفرد عوام کے خوف سے تقلید شخصی کو الخ عزیزا بدعت سیئہ جب ہوتا کہ شخصی بذاتہ مباح ہوتی وہ بذاتہ حق تعالیٰ اور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرض بنائی ہے مثل غیر معین کے اگر بوجہ سہولت کے یا عدم تقرر مذاہب کے شیوع غیر مذاہب کے شیوع غیر معین کا نہ ہا تو عملدرآمد قرون ثلثہ سے منصوص فرض سماج کس طرح بن گیا اور کس طرح اُس کا التزام بدعت ہو گیا اور کیوں خود التزام قرون ثلثہ کا خلاف تخییر نص کے ایک فرد کو بدعت نہ ہو اگر غیر معین کا التزام بدعت نہیں تو معین کا کیسے بدعت ہوا۔ اور جو معین کا بدعت ہے تو غیر معین کا کیا وجہ کہ بدعت نہ ہو۔ نص میں دونوں برابر فرضیت میں دونوں مساوی عمل میں ہر دو یکساں۔ عجب العجاب ہے۔ اگر وجوب عمل غیر معین پر اجماع ہوا ہے تو کہیں ہم کو بھی مطلع کر دو۔ ہم نے آج تک نہ دیکھا نہ سُنا نہ عقل قبول کرے کہ اللہ تعالیٰ کسی کلی حکم کے ایک فرد کو التزام امت بفرد دیگر حرام کر دیوے اور عوام جو خداتعالیٰ کے ایک حکم کلی کے ایک فرد کا التزام کریں کہ ملتزم قرون سابقہ کے وہ نہ تھے بلکہ دوسرے فرد کے ملتزم تھے تو عوام بے چارے مبتدع ہو گئے کہ کیوں خلافِ عمل قرون سابقہ کے خدائے تعالیٰ کے حکم پر عمل کیا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ بھائی اس کو اگر کوئی تم سے پوچھے کہ قرون ثلثہ کا عمل خدائے تعالیٰ کے حکم فرض کا ناسخ ہے اور یہ شرک ہے یا نہیں تو کیا جواب دو گے؟ ایسی حماقت سے مقلدمعین کو غیر مقلدین مشرک بنا کر خود مشرک ہوئے اور خبر نہیں ہوئی کہ الٹا وہ طوق شرک اپنی ہی گردن پر آپڑا۔ ذرا سنبھل کر دیکھنا۔

قولکم۔ پس اس صورت میں عوام کو تنبیہ الخ اقول:۔ بے شک تنبیہ چاہیئے کہ ایسا عقیدہ فاسد نہ کریں بلکہ دونوں کو فرض مساوی الاقدام جان کر جس کو چاہیں عمل کریں بشرط عدم تلہی و عدم فتنہ وفساد اگر ممکن ہو۔ مگر بے شک ظاہر ہے کہ فساد سے خالی نہ ہو گا خواص تو کر سکتے ہیں مگر عوام فساد سے ہرگز خالی نہ رہیں گے۔ اپنے مزے کو آج جو رو حلال اور کل حرام۔ ایک روز ضب حلال اور دوسرے روز ناپاک خبیث۔ خوب قہقہے ہوں گے کہ ہمارا دین خوب دہریوں کا مذہب ہے۔ اب بھی نصاریٰ ہندو اعتراض کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے مذہب کا ٹھکانہ نہیں۔ پھر خود اہلِ اسلام عوام بھی ایسا کہا کریں گے ذرا جزئیات کو سوچ کر دیکھنا۔ اگر شبہ رہے تو پھر لکھنا دو چار صورت لکھ دوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

قولکم۔ جیسے اور رسوم شادی غمی کی الخ اقول۔ مثال غلط ہے رسوم فی ذاتہ مباح تھی نہ فرض مخیر اس کو دوسرے سے کیا مناسبت ہے؟ یہ آپ کی بناء فاسد علی الفاسد ہے مباح کو واجب بنانا حرام اور حرام سے منع کرنا واجب ہیں۔ فساد کا خوف درست نہیں اور نکاح خواہ اوّل ہو یا ثانی یا ثالث عندالتوقان واجب اور بخدشۂ زنا فرض اُس کا ترک حرام باوجود قدرت کے تو نکاح ثانی کا اجرا بھی واجب ہے اور واجب کا ترک بخدشۂ عوام درست نہیں اور تاکید نکاح ثانی رفع فساد کے واسطے ہے کہ زنا ہے اور وہ مشہود ہے۔

پس آپ کی نظر بالکل بے محل نفسِ غرض و بحث کو دیکھ لیا اُس کے ثمرۂ لازم کو نہ دیکھا۔ اگر نکاح میں بھی کوئی دوسرا

قائم مقام نکاح ثانی کے ہو کر دافع زنا ہو جاتا تو اُس کی بھی وہی صورت ہوتی ۔ مگر یہاں تو سوائے نکاح کے کوئی چارہ ہی نہیں ۔ لہٰذا نکاح کی ہر فرد واجب ہوئی ۔ تقلید میں غیر معین کو چھوڑ کر دوسری فرد خود فرض کے عمل کو موجود ہے کہ فرض بھی ادا ہو اور فرض رفع فساد کا بھی ادا ہو ۔ ہم سیخ و ہم کباب سالم و بجا رہی نکاح کے مقابل قائم مقام بتاؤ ۔ سوائے قطع اعضاء تناسل کے کہ وہ حرام ہی ہے ۔ فافہم

قولکم ۔ البتہ کوئی مثال ایسی ہو قرونِ خیر میں الخ

اقول :۔ یہ کلام آپ کی تو بس عجب در عجب ہے ۔ سُنو خاتم بائیں ہاتھ میں صحابہ کے قرن میں مباح تھی ، پیچھے بوجہ مشابہت روافض کے کہ یہ بھی فتنہ ہے ۔ لقولہ من تشبہ بقوم فھو منھم مکروہ تحریمہ ہوئی ۔ ہدایہ دیکھ لو ۔ پس یسارہ کا تختم اور یمین کا تختم دونوں جائز اور قرون ثلثہ میں یمین کا مباح رہا اور پھر یسارہ کا مکروہ ہُوا تو ترک تختم یسارہ کا مکروہ ہُوا تو ترک تختم یسارہ واجب ہُوا کہ ترک مکروہ واجب ہے ۔ بحق فلاں کہنا اوّل مباح تھا فقہاء نے ترک کو اس کے واجب کیا بسبب فتنہ عوام اور شیوع مذہب معتزلہ کے کہ اُن کے نزدیک حق علی اللہ ہے ثواب مطیع وعذاب عاصی دو مثال سے اگر تسلی نہ ہو تو پھر دیکھا جائے گا اور تم تو خود ہی بول رہے ہو کہ رسوم مباح اور اب بسبب فتنہ کے حرام اور نکاح ثانی مباح اور اب بسبب خوفِ زنا واجب ہُوا ۔ مجھ سے کیا پوچھتے ہو تمام دنیا کے عالم تو فعل و قول رسول کو حجۃ گردانتے ہیں کہ اصل مقیس علیہ وہی ہے اور آپ لکھتے ہیں کہ وہ خود شارع تھے ماشاء اللہ ۔ اگر شارع کے فعل پر قیاس نہ ہو گا تو قیاس کی اصل کہاں سے آوے گی ۔ یہ تو تم نے ایسی کہی کہ دنیا میں کوئی نہیں کہہ سکتا ۔

قیاس قرآن و حدیث پر اول ہے اس کے بعد کوئی امر دلیل ہوتا ہے تو اب بولو کہ یہ کیا تم نے لکھ دیا ہے ۔ اور صحابہ کا قول بھی خود حجت ہے ۔ جیسا صحابہ مامور باتباع ہیں تبتع بالکسر رسول کے اور متبع بالفتح من بعد کے ۔ ایسا ہی دیگر قرون میں ہے نہ معلوم یہ فرق کہاں سے نقل کیا ہے ۔ صحابہ کا فعل حجت اور مقیس علیہ ہوتا ہے ۔ اگر قیاس صحابہ کا نہ ہو اصول کو دیکھ لو ۔ فخر عالم علیہ السلام نے غیر قریش کی زبان میں قرآن کو مباح کیا ۔ حضرت عثمان نے اس کو حرام اور ترک کرنا اُس کا واجب کر دیا ۔ شورش کی وجہ سے یہ عین حجت ہے نہ یہ کہ اس کو مقیس علیہ بنانا درست نہیں کہ یہ قول محض غلط و خطا ہے ۔

اب دوسری قسم کی مثال آپ کی محض خلاف فہم ہے کیونکہ قرونِ ثلثہ میں عمل نہ ہونے سے فرض منصوص بدعت نہیں ہو سکتا اور جو بدعت ہے وہ جائز نہیں ہو سکتی ۔ یہ آپ کی غلط فہم سے پیدا ہوا ہے ۔

فاسئلوا اھل الذکر میں مجتہدین بھی داخل ہیں نہ جانیں تو دوسرے سے پوچھیں حکم عام ہے کوئی مخصوص نہیں ۔ احادیث صحیحہ و غیر منسوخہ کا جاننا ہی تو مشکل ہے اس کے لئے ہی تقلید کی جاتی ہے اگر کسی کو معلوم ہو جاوے تو حاجت تقلید نہ ہو مگر کیونکر معلوم ہو خود یہ بھی تقلید ہی ہے ۔ دو حدیث صحیح متعارض کہ نسخ کسی کا معلوم نہیں پھر کسی

سے پوچھ کر کسی کو مرجح کرے گا ورنہ تذبذب میں رہے گا اور احتمال ائمہ کے حدیث نہ ملنے کا ایک لغو امر ہے جب مصرح اُس کی تحقیق موجود ہے پھر یہ احتمال محض ہوائے نفسانی ہے ۔

جیسا احادیث جہر آمین و رفع یدین وغیرہ میں صحیح ہیں دوسری جانب بھی احادیث ہیں ۔ ترجیح معارضہ کے وقت ہوتی ہے یہاں معارضہ ہی نہیں ۔ امام صاحب بھی وجود ان افعال کے مقر ہیں مگر آخر فعل ہونا ثابت نہیں ہوتا ۔ تعارض میں وحدت زمان شرط ہے ۔ دو وقت میں دو فعل کئے ناسخ کا حال اور منسوخ کا محقق نہیں ۔ ہر ایک نے ترجیح ایک جانب کو اجتہاد سے دی ہے جس کو چاہے قبول کر لیوے ۔

اگر سمجھ جاؤ تو مطلع کر دینا ورنہ پھر لکھنا تمہاری اصلاح ضروری ہے ۔ تم تو ایک ہی بحث میں بہک کر آل پتال کہنے لگے اور شرم مت کرنا ۔ صاف صاف لکھنا کہ دین کی بات ہے ۔ لغزش عالم کی خلق کو تباہ کرتی ہے ۔ غیر مقلدین ان ہی دو تین قاعدہ کے خبط سے خراب ہو گئے ہیں ۔ براہین قاطعہ کو سمجھ لیتے تو ان خدشات سے محفوظ رہتے مگر سرسری نظر سے دیکھا ہے ۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ رشید احمد
از گنگوہ

ہدایۃ الشیعہ[1]

(از حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ)

دیباچہ

الحمد للہ الذی خلق السموٰت والارض وجعل الظلمت والنور ثم الذین کفروا بربھم یعدلون والصلوٰۃ والسلام علی من ھدانا و دعانا الی صراط المستقیم۔ وحذرنا و بصرنا سوء عواقب البدع والاھواء والشرور ثم الذین ظلموا عن الصراط لناکبون۔ وعلیٰ آلہ واصحابہ الذین بذلوا اموالھم وانفسھم فی اعلاء کلمۃ الحق و ترویج الدین المتین۔ و فازوا و صعدوا درجات القرب والحظوٰ ولو عض علیھم الا نامل الذین ھم فی غباوتھم وضلالتھم یھیمون۔

امابعد۔ بندۂ ناچیز عاجز نابود ابو محمود کتب فروش عفا عنہ الرب المعبود کہ کچھ چنداں علم نہیں رکھتا مگر صحبتِ علمائے اہلِ حق سے بہرہ ور رہا ہے اور مکائد اہلِ باطل شیعہ سے بخوبی واقف ہُوا عرض کرتا ہے کہ دریں ایام ایک رسالہ متضمن دس سوالات ہفواتِ شیعہ نظر سے گزرا کہ مؤلف اس کا بزعم اپنے علم کے حسب عادات اپنے اسلاف کے کوس لمن الملکی بجاتا ہے اور انہی اعتراضاتِ قدیمہ کو بطرز دیگر لباس دے کر مدعی ہے کہ اگر کوئی مجھ کو سمجھا دیوے تو اپنا مذہب ترک کر دوں اور یہ ایک دھوکہ عوام اہلِ سنت کو دیتا ہے۔ کیونکہ اس کے اسلاف صدہا بار ساکت ہوئے تو کون راہ پر آیا؟ مگر یہ ایک شوشہ ہے جانتا ہے کہ علمائے اہلِ سنت اپنی فکرِ معاش سے خالی نہیں نہ کوئی آپ تک آئے گا نہ آپ کو روزِ سیاہ مناظرہ نظر آئے گا۔ نہ نوبت ترکِ مذہب کی پہنچے گی۔

اگر آپ کو ایسا شوقِ مناظرہ ہے تو ہم ہی عرض کرتے ہیں کہ آپ سہارنپور تشریف لائیں، علماء تو ایک طرف یہ عاجز ہی آپ سے نبٹ لے گا۔ مگر کیا تعجب ہے کہ آپ ثالثی نصاریٰ اور ہنود پر عقدِ مجلسِ مناظرہ کرتے ہیں اور ان دونوں گروہوں کا حال بخوبی واضح ہے کہ ان کے اعمال اور عقائد میں کیا کیا خرافات اور محالات ہیں۔ پھر جن کی رائے اور فہم کا حال اپنے دین میں یہ کچھ ہو غیر مذہب کو کیا سمجھیں گے؟ مگر بقول کلّ شیءٍ یرجع الی اصلہٖ شاید آپ کو ان کی راہ و رسم کچھ پسند آئی ہے۔

خیر غرض یہ سب آپ کے افسانہ ایک زمانہ سازی عوام کا بہکانا ہے ورنہ علمائے شیعہ سے بقول آپ کے (رسوائے) کاغذ سیاہ کئے اور کیا کبھی ہو سکا ہے؟ یہ کتب مناظرہ تحریری موجود ہیں۔ اگر تم میں سے کسی کو فہم و فراست صحیح ہو تو دیکھو۔

اور معرکہ میں علماء تو ایک طرف کبھی عوام سے بھی آپ لوگوں نے میدان پایا ہے جو آپ آپ حوصلہ کرتے ہیں؟ مولوی حامد حسین لکھنوی باایں دعویٰ علم کہ عالم ملک و ملکوت میں بزعم شیعہ نظیر نہیں رکھتے میرٹھ میں با وصفِ

---

[1] عنوان از مولانا محمد اسلم صاحب [illegible]

اصرار و تکرارِ خاص و عام مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ دوام فیوضہ کے مقابلہ میں نہ آئے اور گھر سے باہر نہ نکلے۔ اور خلوت میں بھی مولانا نے شیعۂ مخلص بن کر بابِ فدک میں پوچھا تو دم چُرا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ البتہ اب آپ کچھ یکتائے دوراں اپنے قدماء سے بڑھ کر بھی ہوئے ہوں گے جو یہ دعوائے لاحاصل ہے۔ سو آپ تشریف لائیں اور میدانِ مناظرہ دیکھیں۔ مگر آپ کی تحریر سے آپ کا علم و فضل معلوم و مفہوم نہیں ہوتا۔ نہ معلوم کہ کس لیاقت پر یہ زور و شور ہے، شاید مناظرہ کے لئے کچھ دم محفوظ کر رکھا ہوگا۔ خیر یہ جواب تو آپ کے اشتہار کا ہے۔ اب جواب سوالات کا بہ نہایت اختصار لکھتا ہوں اور آپ کے کلام لایعنی کا جواب یکسر ترک کرتا ہوں۔ الّا ماشاء اللہ کہ آپ کی گستاخیٔ تحریر پر کچھ لکھا جائے۔ سو بفحوائے جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا محمل حسن پر حمل کیا جاوے ورنہ حتی الامکان وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِى الْجٰهِلِيْنَ ۝ پر عمل ہوگا۔

وَسَمَّيْتُهٗ بِهِدَايَةِ الشيعة واللہ یہدی من یشآء الیٰ

صراطٍ مستقیم

اشتہار[1] ضروری[2]

بعد حمد و صلوٰۃ کے عرض کرتا ہے یہ حقیر محمد ہادی ابن مرزا علی صالح باشندۂ لکھنو تمامی علماء اہلِ سنت کی خدمت میں یہ کہ اکثر سماعت میں آیا ہے کہ آپ حضرات جب کہیں ضعفائے شیعہ کو تنہا پاتے ہیں تو انواع واقسام کے دلائل اپنے مذہب کی حقیقت کے اور فضائل محاربان اور مخالفانِ پیغمبرؐ کی عترت کے بیان فرما کر بہایت افتخار فرماتے ہیں گویا در پردہ علمائے امامیہ کو چھیڑتے ہیں۔ اگر ادھر سے جواب نہ دیا جائے تو اور اپنے دعوے پر اصرار کرتے ہیں۔ چنانچہ مولوی میر سید حسن کامل نے میرزا میر خاں صاحب سے ناحق بحث شروع کی اور گفتگو یہاں تک بڑھ گئی کہ فرمایا کیا ہوا جناب فاطمہؓ ناخوش ہو گئیں۔ اور اسی طرح میر حامد حسین صاحب نے کلمات ناشائستہ شانِ اہل بیت میں اور سخنانِ ناشائستہ علماء امامیہ کے حق میں سنائے اور مظفر حسین ناظر ایڈیشنل جج ساکن محلہ اسلام پور نے خادم حسن کو پریشان کیا۔ قطع نظر اس کے صفدر علی نے مجھے لکھ بھیجا کہ پیغمبر خدا شیعہ تھے یا سُنّی؟ اور دو چار مہینہ کے عرصہ میں مقام ٹکاری سے دو دو قطعہ کر کے سوالات آئے جن کے لئے دو رسالے لکھنے کا اتفاق ہوا اور چار سوال ایک دفعہ اور ایک صاحب نے حاجی بکائی صاحب کی معرفت بھیجے تھے کہ میں نے ان کا جواب "تنبیہ السائل" لکھا ہے۔

میں پوچھتا ہوں کہ یہ صاحب میرے پاس کیوں نہیں آتے کہ میں ان کی اچھی طرح تسکین کر دوں۔ مگر معلوم ہوا کہ یہ لوگ گھر بیٹھے بیٹھے نہ کتاب فریقین دیکھتے ہیں نہ تحقیق کا شوق ہے۔ بعض تو سُنی سنائی اور بہت تحفہ کے سوالات سے ایک دو سوال جن کا جواب صدہا طریق سے ہو چکا ہے تفریحاً لکھ بھیجتے ہیں اور یہاں ان کے جواب میں تختے کے تختے سیاہ کرنے پڑتے ہیں۔ اگر جواب ان کے پاس جاتا ہے تو اُس کو دیکھتے تک نہیں اور نہ قائل ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں کہاں تک کاغذ سیاہ کیا جائے اور کب تک جواب تحریری دیا جائے۔ جب وہ خود چھیڑتے ہیں اور واقعی سمجھتے ہیں اور تسکین کے طالب ہیں تو مجھے بھی ضروری ہوا کہ اس طرح اُن کی تسکین کر دوں کہ جمیع علمائے اہلِ سنت کو اطلاع دوں کہ تحریر تو صدہا برس سے ہوتی آئی ہے اب تقریر سے صفائی ہو جائے تو بہت اچھی بات ہے۔ اگر آپ لوگ اپنے دعویٰ پر صادق اور اپنی سمجھ پر واثق ہیں تو ایک کام کیجئے کہ ایک اقرار نامہ کامل پر رجسٹری کرا کر چار ثالث دو انگریز اور دو ہندو ذی علم و ذی فہم مقرر کر کے باہم مباحثہ کریں۔ جو اپنے مذہب کی حقیقت اور

---

[1] یہ اشتہار روافض کی طرف سے ہے جس کا ذکر دیباچہ میں کیا گیا ہے۔ ۱۲ (ناشر)

[2] یہ اشتہار جو روافض کی طرف سے ہے اصل کتاب میں کتاب کے آخر میں درج تھا لیکن اب ناظرین کی سہولت کے لئے دیباچہ کے بعد اور اصل کتاب کے پہلے درج کیا جاتا ہے۔ ۱۲ (ناشر)

ناجی ہونا اپنا، دوسرے کی کتاب سے ثابت کر دے وہ حق پر ہے۔ پھر دوسرا ایمان لانے میں حجت و تکرار نہ کرے اور خرچ ثالثوں اور انجمن کا وہی دے اور جو اس سے نکل جاوے تو پھر اپنے مذہب کی حقیقت کو اپنی صحبت کیا دل میں بھی خیال نہ کرے۔

چنانچہ میں نے ٹکاری کے سوالات کے جواب میں بھی پہلے جھگڑا چکانے کو یہی درخواست کی تھی کہ ایک سے ہزار تک ان شرائط پر موجود ہوں اور جو لوگ ضعفائے شیعہ کو چھیڑتے ہیں وہ میرے سامنے آئیں اور دیکھیں معجزات ائمہ اثنا عشر کو اور حقیقت عترتِ پیغمبرؐ کو۔ و باللہ التوفیق و بس

قطعہ

ہر ایک طرح پر لپو بارہ اپنے ہوئے   ہم اللہ والوں سے چھکے چھوٹے
اوڑا کر سرِ زور تاریخ لکھ!   دو خمسہ سوالوں سے چھکے چھوٹے

فقط

تحریر ہشتم ماہ جمادی الآخر روز شنبہ قریب نصف النہار ۱۲۸۸ھ سمت اختتام پذیر رفت۔

لہ اشتہار جاری ہے ملاحظہ ہو اگلا صفحہ نمبر ۵۳

بقیہ اشتہار[1]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ خالق الشمس والقمر وصلی اللہ علی حبیبہ وعلی آلہ خیر البشر سیما وصیہ و خلیفتہ علی بن ابی طالب قاطع باب خیبر والسلام علی اصحابہ الذین لم یتخلفوا من ثقل الاصغر والاکبر۔

اما بعد! عرض کرتا ہے بندۂ اصغر خداوند اکبر محمد ہادی بن مرزا علی صالح باشندۂ لکھنؤ کہ جمادی الآخر کی اوّل تاریخ سے تا روز عید قربان برابر ہر سال مظفر پور میں ضرور ہوتا ہوں کہ جناب نواب سید محمد تقی خاں صاحب بہادر دام اقبالہ کا ملازم ہوں، اشتہار سے واضح ہوا ہو گا کہ مَیں نے حضرات علمائے اہلِ سنت سے طلب مناظرہ کیا ہے معہ اقرار نامہ اختیار مذہب اور اب پھر عرض کرتا ہوں کہ جس کا جی چاہے شرائط مندرجہ اشتہار کا عامل ہو کر تشریف ارزانی فرمائے اور ضعفائے اہلِ سنت کی خدمت میں یہ گذارش ہے کہ امر دین میں جس کو شک ہو وہ بے تکلف تشریف لائے انشاء اللہ تعالیٰ کوئی کلمہ ان کے مزاج مبارک کے خلاف میری زبان سے نہ نکلے گا اور آیاتِ قرآنی اور احادیث حبیب سُبحانی کتب اہلِ سنت سے نکال کر ان کا کحل البصر دور کر دوں گا انشاء اللہ المستعان تاکہ حق کو بے نقاب دیکھ لیں۔ اے مسلمانو! جانو کہ دریافتِ حق زندگی میں واجب ہے۔ جب سفرِ آخرت کا سامان ہُوا تو کچھ مفید نہیں نہ عذرِ طریقۂ آبائی سنا جائے گا نہ تقلید علماء کام آئے گی۔

پس خدا تعالےٰ نے عقل دی ہے اور غافل نہ رہو کہ اہلِ اُمت کلمہ گو میں تہتر[2] فرقوں میں سے ایک[3] ہی فرقہ جہنم سے نجات پائے گا۔ کس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول لغو نہیں ہے اور بغیر اس فرقۂ ناجی کے اختیار کئے سب عبادت بے کار ہے۔ کیوں کہ اگر فقط عبادت سے نجات ہوتی تو پھر نجات کو عبادت ہی کی قید کافی تھی۔

اب آؤ ہم تمہیں راہِ ہدایت دکھائیں۔ اگر حق پہچان گئے فہو المراد۔ اور اگر شک رہے تو اپنے علماء سے تسکین چاہو۔ اگر وہ تمہاری کتب سے تسکین کر دیں تو بھلا ہم ہی تمہاری بدولت ہدایت پائیں۔ یہ احسان ہو گا کہ باطل کو چھوڑ کر راہ پر آ جائیں گے ورنہ آپ لوگوں کو ملتِ پیغمبر ملے گی اور تمسک ثقلین سے ہو گا۔ یعنی

---

[1] یہ عبارت اصل اشتہار کی عبارت کی اشاعت کے بعد مصنف اشتہار یعنی مرزا محمد ہادی شیعہ نے تصدیقاً تحریر کی ہو گی جس کو بقیہ اشتہار کا عنوان دیا گیا ہے۔

(ناشر)

کتاب اللہ اور عترتِ رسول اللہ سے کہ بغیر اطاعتِ ثقلین نجات محال ہے۔

پس اب تشریف کے لانے میں کسی طرح کا نقصان نہیں ہے فائدہ ہی فائدہ ہے۔ فسمیتہ بداعی المسلمین الی الحق والیقین واللہ الہادی والمعین وبہ نستعین۔

پس چند سوالات کہ جادۂ حق دکھانے والے ہیں بیان کرتا ہوں تاکہ اُن کے وسیلہ سے آپ لوگوں کی ملاقات سے مشرف ہوں کہ پہلے اپنے علماء سے پوچھیں پھر مجھے سرفراز کریں تاکہ میں سُرمہ حق بیں آپ کی چشمِ حق جو میں لگاؤں۔

(مضمون اشتہار از شیعہ تمام شُد)

مقدّمہ

تقیہ کی بے بنیادی

شیعیت کی دعوت ناجائز ہے

اوّل قبلِ جواب یہ لکھنا ضروری ہے کہ آپ ضعفائے اہلِ سنت کو اپنے مذہب کی طرف دعوت کرتے ہیں اور رغبت دلاتے ہیں۔ سو خیر کوئی شامت کا مارا سُنی آپ کے فریب میں آوے یا نہ آوے گا۔ مگر آپ تو اس دعوت کرنے سے خود مخالفِ معصوم ہو کر فاسق بن گئے کیونکہ آپ کے مذہب میں بقول امام محمد جعفر صادق رضؓ دعوت غیر مذہب والوں کو اپنے مذہب میں حرام ہے۔ کلینی کی روایت ہے :-

قَالَ الْاِمَامُ اَبُوْعَبْدُ اللّٰہِ جَعْفَرُ كُفُّوْا عَنِ النَّاسِ وَلَا تَدْعُوْا اَحَدًا اِلٰی اَمْرِكُمْ ھٰذَا۔

(ترجمہ) "باز رہو لوگوں سے اور مت بلاؤ اپنے امر مذہب کی طرف کسی کو"

سو فرمائیے کہ اس دعوتِ حرام کا کرنے والا کون ہُوا ؟ اور پھر اس کو جو حلال جانے اور تقرب پہچانے تو وہ بحسبِ عقائدِ شیعہ مسلمان ہے یا کافر ؟

تقیہ اور امام جعفر صادق رضؓ

اور اگر عذر کرو کہ یہ حضرت امام نے بطور تقیہ فرمایا ہے تو یہ عذر بالکل بے ہودہ ہے کیونکہ حضرت امام جعفر رضؓ کو تقیہ ہرگز درست نہیں تھا۔ چنانچہ کلینی وصیت نامہ نجباء میں وصیت امام جعفر رضؓ کی یوں روایت کرتا ہے کہ :-

حَدِّثِ النَّاسَ وَ اَفْتِہِمْ وَلَا تَخَافَنَّ اَحَدًا اِلَّا اللّٰہَ وَ اَنْشُرْ عُلُوْمَ اَھْلِ بَیْتِكَ وَ صَدِّقْ اٰبَاءَكَ الصَّالِحِیْنَ فَاِنَّكَ فِیْ حِرْزٍ وَ اَمَانٍ۔

(ترجمہ) حدیث بیان کر لوگوں سے اور فتویٰ دے ان کو اور مت ہرگز خوف کر کسی سے سوائے اللہ تعالیٰ کے اور منتشر کر علومِ اہلِ بیت اپنے کا اور تصدیق کر اپنے باپ دادوں صالحین کی، پس بیشک تو پناہ و امن میں ہے "

اور ایک روایت میں ہے :-

قُلِ الْحَقَّ فِی الْاَمْنِ وَالْخَوْفِ وَلَا تَخْشَ اِلَّا اللّٰہَ ۔

(ترجمہ) کہہ سچی بات امن اور خوف میں اور مت ڈر سوائے اللہ کے کسی سے "

اور مع ہذا بڑی حیرت اور افسوس کی بات ہے کہ یہ قول حضرت کا اپنے خواص کو تھا۔ اگر حضرت خواص سے بھی تقیہ کرتے تھے تو پھر آپ کی ساری روایات غیر معتبر واجب الترک ہوئیں اور بنائے مذہب شیعہ ہی منقطع ہو گئی ۔

تقیہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اب جو ذکر تقیہ کا آیا تو کچھ مختصر بطور تمہید کے لکھتا ہوں کہ سب جوابات میں کام آوے گا۔ علمائے شیعہ کو تقیہ کی آڑ نہایت عمدہ ملی ہے۔ اس ذریعہ سے اپنے مذہب کو تھام رکھا ہے اور تقیہ کو اول تو ائمہ پر واجب کر رکھا ہے مگر فی الحقیقت یہ نہایت چر پوز عذر ہے۔ کیونکہ اگر تقیہ واجب ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ اظہار اسلام و اظہار حق میں تکالیف اٹھائیں کسی شیعہ پر مخفی نہیں۔ سو چاہیئے کہ معاذ اللہ حسب قاعدہ اہل تشیع خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی عاصی و فاسق ہوویں کہ تیرہ سال تک مکہ میں کس قدر جور و جفا اٹھائی اور کبھی کفار کے ساتھ بتقیہ موافقت نہ کی۔ اگرچہ یہاں گنجائش تحریر بہت ہے مگر بہ نظر اختصار مختصر کلام ہے۔ عاقل کو یہی بس ہے اور علی ہذا حال حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا مشہور ہے کہ جان و آبرو سب دی مگر تقیہ نہ کیا، سو وہ بھی شیعہ کے نزدیک حرام موت مرے۔ معاذ اللہ

تقیہ اور قرآن مجید

اور خود حق تعالےٰ قرآن شریف میں اس تقیہ ساختہ پرداختہ شیعہ کو حرام فرماتا ہے :-

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولَئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيرًا۔

(ترجمہ) بے شک وہ لوگ کہ قبض ارواح کی ان کی فرشتوں نے اس حال میں کہ ظلم کر رہے تھے وہ اپنی جانوں پر (یعنی ظاہر میں مسلمان نہیں ہوتے تھے بخوف کفار منہ) تو کہا فرشتوں نے تم کس حال میں تھے، کہا انہوں نے ضعیف تھے دنیا میں کمزور کہا فرشتوں نے کیا اللہ کی زمین میں گنجائش نہیں تھی کہ تم ہجرت کر جاتے وہاں سے کہیں اور ؟ پس وہ لوگ ٹھکانہ اُن کا جہنم ہے اور بُرا ٹھکانہ ہے "

اور یہی بات ہے کہ ائمہ کوئی بڑھیا عورت یا بوڑھے مرد ہپ ہپ کرتے نہیں تھے اور نہ بچے معصوم کہ راہ چلنا اور گھر سے نکلنا ان کو محال تھا تاکہ معذور ہوتے۔ لہٰذا اس آیت کے بعد جو دوسری آیت مذکور ہے ائمہ کے حق میں اس سے رخصت نہیں نکل سکتی۔

دوسری جگہ قرآن شریف میں ہے :-

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ ۔

(ترجمہ) کیا گمان کیا تم نے کہ داخل ہو جاؤ گے تم جنت میں اور نہ آئی مثل تم پر مثل پہلوں کے کہ لگی ان کو تکالیف اور مشقتیں اور [illegible] یہاں تک کہ کہہ پڑے رسول اور اُس کے ساتھ مومن، کب آوے گی نصرت اللہ کی، ہوشیار ہو جاؤ کہ نصرت اللہ کی قریب آتی ہے "

اور فرماتا ہے :-

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ۔

(ترجمہ) کیا گمان کرتے ہو تم کہ جنت میں جاؤ گے تم ؟ اور نہ ظاہر جان لے مجاہد تم میں سے اللہ اور ظاہر جان لے صابروں کو "

سوائے اس کے بہت آیات ہیں اگر عقل اور آنکھ ہو تو قرآن شریف ہر ہر شخص کے پاس موجود ہے دیکھ لیوے مومن کو تو یہی تین آیات بس ہیں۔

تقیہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور نہج البلاغہ میں حضرت امیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے منقول ہے :-

انی واللہ لو لقیتھم واحداً وھم طلاع الارض کلھا مابالیت ولا استوحشت -

(ترجمہ) بے شک قسم اللہ کی اگر ملوں میں تنہا ان لوگوں سے اور وہ بھری ہوئی زمین کے قدر ہوں تو کچھ پرواہ نہ کروں اور وحشت نہ کروں "

اور بحر المناقب میں ہے :-

خطبھم عمر بن الخطابؓ قال لو صرفنا کم عما تعرفون الی ماتنکرون ما کنتم تصنعون قال فسکتوا۔ قال ذلک ثلثاً فقام علی فقال اذاً کنا نستتیبک فان تبت قبلناک قال، وان لم اتب قال اذاً نضرب الذی فیہ عیناک -

(ترجمہ) خطبہ پڑھا حضرت عمرؓ نے پس کہا کہ اگر میں پھیر دوں تم کو امر معروف اور خیر سے امر منکر کی طرف تو تم کیا کرو؟ کہا راوی نے کہ سب چپ رہے ۔حضرت عمرؓ نے تین بار تکرار کیا اس اپنے قول کو۔ سو علیؓ کھڑے ہوئے اور کہا کہ تب تجھ سے توبہ لیں ہم اگر توبہ کرے تُو تو ہم تجھ کو قبول رکھیں ۔ کہا عمرؓ نے اگر میں توبہ نہ کروں ؟ کہا علیؓ نے کہ پھر ہم ماریں اس کو جس میں تیری آنکھیں ہیں (یعنی تیرا سر چھوڑ دیں منہ) "

اب ذرا شیعہ انصاف کریں کہ ایسا شخص جو سارے عالم سے نہ گھبراوے (اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجمع عام میں کہ وہ سب کے سب بزعم شیعہ اعداء حضرت امیرؓ تھے کیسا جواب دیا) تقیہ کر سکتا ہے ؟ اور تقیہ اس کی شان میں کسی عاقل کا کام ہے کہ تجویز کرے ؟ معاذ اللہ ۔ اور اس قسم کی روایات کتب معتبرہ شیعہ میں بہت ہیں بخوفِ اطناب ترک کی ہیں ۔ اگر شیعہ مومن ہیں اور اپنی کتابوں کو صحیح جانتے ہیں تو یہی دو روایات کافی ہیں۔

ائمہ کے لئے تقیہ کی کوئی وجہ نہ تھی

تھوڑی سی بات ہے کہ تقیہ اگر کوئی کرتا ہے تو محلِ خوف میں کرتا ہے سو ائمہ کہ اپنی موت وحیات پر قادر ہیں۔ چنانچہ کلینی نے اس بات کو بہت عمدہ روایات سے ثابت کیا ہے اور سب علماء شیعہ اس پر متفق ہیں اُن کو کس کا خوف ہو سکتا ہے اور ان کو کیا وجہ اور ضرورت تقیہ کی پڑتی ہے ہاں معاذ اللہ حَظِّ نفسانی اور تر لقمہ کھانے کے لئے اور بے حمیتی پر کمر باندھنے کو اور دین میں سُستی اور مداہنت اوامر شرعیہ میں کرنے کو اگر شیعہ تجویز کریں تو کچھ تکرار نہیں ورنہ انبیاء اور ائمہ جو رواجِ دینِ اسلام اور اظہارِ دین اور قمعِ کفر وبدعت کے لئے مبعوث ہوتے ہیں ان سے

کیوں کر یہ امر ممکن ہو سکتا ہے کہ ساری عمر کفار کے ہم پیالہ و ہم نوالہ، تابعدار، فرماں بردار، مدح خواں بنے رہیں اور صلوٰۃ و جہاد کے شریک اور گاہے حق زبان پر نہ لائیں اور نہ کہیں دوسرے ملک میں نکل کر اپنے کام کو جاری کریں۔

تقیہ اور سیرتِ انبیاء و مومنین

سیرت رُسل میں حق تعالیٰ فرماتا ہے :-
یَخْشَوْنَهٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ۔ (ترجمہ) ڈرتے ہیں وہ خدا سے اور کسی سے نہیں ڈرتے سوائے خدا کے "

بلکہ مومنین کی شان میں فرماتا ہے :-
یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ۔
(ترجمہ) جہاد کرتے ہیں اللہ کی راہ میں اور نہیں ڈرتے کسی ملامت کرنے والے سے "

اب کہو کہ اہلِ تقیہ شیعہ میں یہ صفت کہاں ہے بلکہ وہ تو برعکس خوفِ ملامت سے بزدلی کرتے ہیں اور سوائے خدا تعالےٰ کے سب سے ڈرتے ہیں۔ بلکہ خدا سے بھی بس نہیں ڈرتے کہ اگر تبلیغِ احکام میں مداہنت ہوئی تو کل خدا کو کیا منہ دکھائیں گے۔

الحمد للہ کہ اقوال ثقلین (کتاب وسنت) سے تقیہ مصطلحہ شیعہ کی جڑ اُکھڑ گئی۔ اگر اب بھی شیعہ نہ مانیں اور حضراتِ ائمہ کو جبان، بے غیرت اور نفس پرور ٹھہرائیں خدا ان کو سمجھے بس اور زیادہ کیا لکھوں۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ

سوالؔ[1] اوّل

پوچھوا اپنے علماء سے کہ آپ جو یہ فرماتے ہیں کہ شیعہ کُل صحابہ کو بُرا جانتے ہیں اور ہم سُنّی کل صحابہ کو نیک اور عادل جانتے ہیں، اگر یہ سچ ہے تو کوئی سند لاؤ۔ کس لئے کہ شیعہ تو کہتے ہیں کہ اصحاب کے دو معنی ہیں یعنی ایک تعریف عام کہ جو صحبتِ پیغمبرِ خدا میں پہنچا وہ اصحاب ہے۔ دوسری تعریف خاص ہے کہ جو آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایمان پر دُنیا سے گیا اور قرآن شریف میں بھی جیسے اصحاب کی تعریف ایمان اور عمل صالح پر آئی ہے ویسے ہی مذمت کفر و نفاق وارتداد پر آئی ہے اور اسی طرح حضرت کے دین سے اُن کے پھر جانے کی بھی جزاء ہے۔ چنانچہ ارشادِ رسولِ خدا بھی یہی ہے اور اس کے راوی آپ کے عالم مشہور شاہ عبدالحق دہلوی اور اخطب خوارزم ہیں کہ آنحضرتؐ نے رو کے فرمایا کہ اے علی! لوگوں کے دلوں میں تیری عداوت ہے اور میرے بعد ظاہر کریں گے۔ اُن پر لعنت کرے گا خدا اور ملائکہ اور جن و انس۔

اور جمع بین الصحیحین میں موجود ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ روزِ قیامت کو میرے اصحاب کے ایک گروہ کو ملائکہ جہنم کو لئے جاتے ہوں گے میں اُن کی شفاعت کروں گا تو خدا فرمائے گا کہ تو نہیں جانتا کہ تیرے بعد کیا حادثے برپا کئے، مرتد ہو گئے بعد تیرے۔

اور ایسے ہی بلکہ اس سے واضح تر حدیثیں آپ کی کتب میں بہت ہیں۔ پس جب تعریف سے ارشادِ خدا اور رسولؐ سے ثابت ہوا کہ اصحاب آنحضرتؐ کے مومن اور منافق دونوں تھے پس کل کو برا جاننے والا ملتِ اسلام سے باہر ہے اور قرآن کا منکر ہے اور کُل کو اچھا جاننے وہ بھی قرآن کا منکر ہے۔

پس دیکھو تو کہ شیعہ نے تو تمسک ثقلین اچھے بُرے میں خوب تمیز کر لی یعنی جسے عترت نے بُرا کہا اُسے بُرا کہتے ہیں اور جسے جھوٹا کہا اسے جھوٹا جانتے ہیں اور جسے اچھا کہا اُسے اچھا جانتے ہیں۔ اور اب بھی جس نے اہلِ بیت سے محبت کی اُسے مومن جانا اور جس نے عداوت کی اسے منافق۔ اس پر بھی ہم احادیثِ رسولِ خدا سند رکھتے ہیں، آپ ہی کی کتب سے۔ مگر آپ تو فرمائیے کہ آپ جو یہ فتوےٰ عام دیتے ہیں کہ کل صحابہ عادل ہیں، سوءِ ظن کسی بھی اصحاب سے نہیں کرنا چاہیئے کہ ظنِ بد کرنا کفر ہے۔ پس عجب حیرت کا مقام ہے کہ خدا تو اُن کے کفر و نفاق کی گواہی دے اور آپ اس کو نہ مانیں اور ظنِ بد کو جانبِ کل صحابہ کفر کہیں۔ پس یہ حکم آپ کا مخالفِ قرآن ہے یا نہیں اور یہ کفر ہوا یا اسلام؟

---

[1] از روافض۔ (ناشر)

اگر وہ کہہ دیں کہ ہم بھی بنا بر تعریف خاص کے انہی صحابہ کو جو اطاعتِ عترت میں تھے دوست رکھتے ہیں اور برے اصحاب کو ہم بھی بُرا جانتے ہیں۔ تو پوچھو کہ برے اصحاب سے شیعہ کو آگاہی فرمائیے۔ کس لئے کہ جنہوں نے مع اہل بیت کے گھر جلانے کا حکم دیا اور جو جلانے کو آئے اور اس واقعہ پر ہم بیس کتابیں آپ کی گواہ رکھتے ہیں یہاں تک کہ جو لڑے حتیٰ کہ معاویہ بھی آپ کے نزدیک معافی مجتہدوں میں ہے۔ یہ سب تو آپ کی تجویز میں دوستانِ خاص اہلِ بیت و عترت پیغمبرؐ ہیں وہ دشمن کون تھے؟ جن کی خبر خدا تعالےٰ اور رسولؐ نے دی ہے؟ اور پوچھو کہ جب ان امور مذکورہ بالا پر لوگ مومن اور دوست ٹھہرے تو شیعہ بے چارے کیوں کافر ہو گئے کہ ان کا قول کیا تکذیب عترت اور اُن کے حکم قتل سے زیادہ ہے۔ اس کا جواب دو۔

جوابِ سوال اوّل

مہاجرین و انصار کا ایمان و قرآن

لاریب اہلِ سنت صحابی اس کو کہتے ہیں کہ باسلام خدمتِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہُوا اور بایمان انتقال کیا اور مرتد ہو کر مرنے والے کو صحابی نہیں کہتے مگر شیعہ کہتے ہیں کہ ایسے صحابی جس کو سائل بمعنی خاص کر تعبیر کرتا ہے چار پانچ شخص تھے اور سوا ان اشخاص کے سب مہاجرین اور انصار صحابی بایں معنی نہیں تھے۔ بلکہ یا تو وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے منافق تھے یا بعد وفات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتد ہو گئے تھے معاذ اللہ اور دعویٰ شیعہ کا بالکل مردود ہے ثقلین اس کو رَد کرتے ہیں۔ کیونکہ قرآن شریف اور احادیثِ ائمہ شیعہ سے ان سب صحابی کا عادل ہونا ثابت ہے اور جو بعض ان میں سے محاربِ حضرت امیرؓ تھے عین حالتِ حرب میں بھی وہ بقول حضرت امیرؓ مسلمان تھے۔

اب سنو حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔

(ترجمہ) " اور سب سابقین اوّلین مہاجرین و انصار اور جو لوگ اُن کے تابع ہوئے نیکی کے ساتھ۔ اللہ اُن سے راضی ہُوا اور وہ اللہ سے راضی اور تیار کی ہیں اللہ نے اُن کے واسطے جنّات، بہتی نیچے اُن کے نہریں ہمیشہ رہیں گے اس میں ہمیشہ کو یہ ہے بڑی مراد پانا "

آیت میں الف لام کی وجہ سے عموم و استغراق

اور شیعہ کو معلوم ہے الف لام جمع پر معنی استغراق و عموم کے دیتا ہے تو واضح ہو گیا کہ حق تعالیٰ سب مہاجرین و انصار کو بشارت اپنی رضامندی اور جنت کی دیتا ہے ابدالآباد کو اور حق تعالیٰ علام ما فی الصدور اور ازل سے ابد تک کا عالم، جب یوں فرمادے تو اب نفاق یا ارتدادِ مہاجرین و انصار کا کیونکر احتمال ہو سکتا ہے اور صحابی اور عادل ہونا ان کا اور مقبول و مقرب ہونا کالشمس فی نصف النہار ثابت ہو گیا۔ اب اُن پر دعویٰ نفاق و ارتداد کا تکذیب خدا تعالیٰ اور رسولؐ کی ہے اور اپنا ایمان کھونا۔

بدء وعدے میں نہیں ہوتا

یہاں شیعہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں اور جو اس قسم کی آیات ہیں ان میں بدء ہُوا ہے۔ سو یہ بات نہایت حماقت کی ہے۔ کیونکہ بدء وعدے میں نہیں ہو سکتا کہ تخلفِ

ل از حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (ناشر)

وعدہ اور کذب حق تعالیٰ ثابت ہوتا ہے اور حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ۔ سو عذر بدتر از گناہ ہوا۔ مگر حیف ہے کہ شیعہ کو اپنی بات کی پچ میں کچھ پرواہ نہیں۔

کوئی آیت الحاقی نہیں ورنہ وعدۂ حفاظت غلط رہے گا

یا اس آیت پر شیعہ یوں کہیں کہ یہ آیت الحاقی ہے کہ جامع قرآن نے بڑھا دی، سو اس شبۂ واہی کا بھی حق تعالیٰ نے خود جواب فرما دیا کہ :۔

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۔

(ترجمہ) تحقیق ہم نے ہی نازل کیا قرآن کو اور بے شک ہم ہی اُس کے حافظ ہیں ۔"

سو جس کی حفاظت کا حق تعالیٰ ذمہ دار ہو اس میں کوئی الحاق و تحریف و نقصان کس طرح کر سکتا ہے۔ اگر عقل ہو تو یہ بات بہت ظاہر ہے۔

حفاظتِ قرآن کا مفہوم

اور یہ عذر شیعہ کا کہ محافظت لوحِ محفوظ میں مراد ہے تو سخت بوالعجبی ہے کیوں کہ شاید توریات اور انجیل کی تحریف لوحِ محفوظ میں پہلے ہوئی ہوگی جو حق تعالیٰ اس کتاب مبین میں اس کے عدمِ وقوع کا ذمہ کش ہوتا ہے۔ شاید شیعہ کے نزدیک کچھ تصرف اہل کتاب کا لوح محفوظ تک پہنچ سکتا ہوگا۔ معاذ اللہ۔ تو اب خدائے عالم کیا ہوا؟ عاجز ترین مخلوق ٹھہرا۔ مگر اس تقریر واہی پر یہ استعجاب اہل سنت کو ہے "شیعہ اہل عدل"، پر کہ حق تعالیٰ کے ذمہ پر لطف کو واجب کرتے ہیں کہ یہ بات لازم ہی ہے۔ خیر اس مسئلہ کو ہم نہیں چھیڑتے۔ علمائے شیعہ خود عاقل ہیں تو سمجھ لیویں گے۔ الغرض اس آیت قرآن شریف سے سب مہاجرین وانصار کا جنتی ہونا اور اصحابی بمعنی خاص ہونا اور ایمان پر انتقال کرنا بیّن ہے۔

عقائد شیعہ اور تقیہ میں بے ربطی

ہاں اگر شیعہ یہاں بھی تقیہ پر حمل کریں تو ان سے بعید نہیں۔ کیونکہ جیسا صحابہ رضؓ سے جناب ائمہ کو علم ما کان و ما یکون بھی رکھتے تھے اور قادر اپنی موت وحیات پر تھے کسی کو اُن کے ہلاک پر قدرت بھی نہیں تھی اور اپنے اعداء کے اہلاک پر ان کو دسترس بھی تھی۔ پھر ساری عمر بخوف اعداء ظاہر میں اعداء کے ساتھ رہے اور ان سے کچھ اپنا جان و مال و آبرو و ایمان وسلام نہ محفوظ ہو سکا تو حق تعالیٰ بھی با وصفِ صفاتِ کمال اگر ایسے زبردستوں سے ڈرے اور ان کی خوشامد کرے تو ہو سکتا ہے۔ بلکہ حق تعالیٰ سے سوا اس کے کچھ بن ہی نہیں آئی۔ معاذ اللہ۔ استغفر اللہ! استغفر اللہ!

دوسری آیت :۔

لَقَدۡ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ یُبَایِعُوۡنَکَ تَحۡتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ فَاَنۡزَلَ السَّکِیۡنَۃَ عَلَیۡہِمۡ ۔

(ترجمہ) البتہ راضی ہوا اللہ مؤمنین سے جب بیعت کی انھوں نے تحتِ شجرہ۔ پس جانا جو کچھ اُن کے دل میں ہے پس اُتاری سکینہ اور رحمت اُن پر۔"

اب شیعہ آنکھ کھول کر دیکھیں کہ تحتِ شجرہ بیعت کرنے والے مہاجرین اور انصار تھے یا کوئی اور لوگ تھے ؟ اور آخر سورہ تک دیکھو کہ کیا کیا وعدے مغفرت اور نصرت کے اور صفات ان کے کمالات کے مذکور ہیں۔ اگر خوفِ طوالت نہ ہوتا تو نقل کرتا مگر مومن کو ایک آیت کا حوالہ بس ہے اور بد دین کو سارا قرآن بھی سُنانا عبث ہے۔

انصار و مہاجرین کا ایمان اور حضرت علیؓ | اور حضرت امیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے "نہج البلاغۃ" میں مذکور ہے :-

لَقَدْ رَأَيْتُ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا أَرٰى أَحَدًا مِّنْكُمْ يُشْبِهُهُمْ لَقَدْ كَانُوْا يُصْبِحُوْنَ شُعْثًا غُبْرًا - بَاتُوْا سُجَّدًا وَّقِيَامًا يُرَاوِحُوْنَ بَيْنَ جِبَاهِهِمْ وَأَقْدَامِهِمْ يَقِفُوْنَ عَلٰى مِثْلِ الْجَمْرِ مِنْ ذِكْرِ مَعَادِهِمْ - كَانَ بَيْنَ أَعْيُنِهِمْ رُكَبُ مِنْ طُوْلِ سُجُوْدِهِمْ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ هَمَلَتْ أَعْيُنُهُمْ حَتّٰى بَلَّ جِبَاهُهُمْ وَمَادُوْا كَمَا يَمِيْدُ الشَّجَرُ فِي الْيَوْمِ الْعَاصِفِ خَوْفًا مِّنَ الْعِقَابِ وَرَجَآءً لِّلثَّوَابِ -

(ترجمہ) "البتہ دیکھائیں نے اصحاب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پس نہیں دیکھتا تم میں سے کسی کو کہ مشابہ ان کے ہو، البتہ وہ تھے کہ صبح کرتے پراگندہ، غبار آلودہ، رات گزارے ہوئے سجدہ و قیام میں، نوبت بہ نوبت راحت پاتے تھے۔ پیشانی و قدموں میں[1] ٹھہرتے تھے۔ گویا چنگاری آگ پر ذکرِ آخرت سے اور گٹھے تھے مثل گھٹنوں کے نشان کے اُن کی آنکھوں کے وسط میں جب ذکرِ خدا ہوتا تھا بہتی تھیں آنکھیں ان کی یہاں تک کہ تر ہو جاتے تھے چہرے اُن کے ہلتے تھے مثل درخت کے تیز ہَوا کے دن میں، خوفِ عقاب اور توقع ثواب میں "

اور فرماتے ہیں :-

لَقَدْ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْتَلُ آبَاؤُنَا وَأَبْنَاؤُنَا وَإِخْوَانُنَا وَأَخْوَالُنَا وَأَعْمَامُنَا وَمَا نَزِيْدُ بِذٰلِكَ إِلَّا إِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا - فَلَمَّا رَأَى اللّٰهُ صِدْقَنَا أَنْزَلَ بِعَدُوِّنَا الْكَبْتَ وَأَنْزَلَ عَلَيْنَا النَّصْرَ حَتّٰى اسْتَقَرَّ الْإِسْلَامُ - الخ

(ترجمہ) البتہ تھے ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ قتل کئے جاتے تھے باپ اور بیٹے اور بھائی اور ماموں اور چچا ہمارے اور نہیں بڑھتا تھا اس سے ہمارا مگر ایمان و انقیاد سو جب دیکھا اللہ نے صدق ہمارا اُتارا ہمارے دشمنوں پر ... ہم پر مدد کو، حتیٰ کہ مستقر ہو گیا اسلام "

سبحان اللہ یہ حال دیکھو سب مہاجرین اور انصار کا تھا یا آپ کے چار پانچ نفر کا۔

مہاجرین و انصار اور امام جعفر صادقؓ | کتاب خصال میں زبانی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ہے :-

---

[1] یعنی سجدہ سے تھکتے تو قیام کرتے اور قیام سے تھکتے تو سجدہ کرتے - ۱۲

كَانَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِثْنَا عَشَرَ أَلْفاً ثَمَانِيَةُ آلَافٍ مِّنَ الْمَدِيْنَةِ وَأَلْفَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْمَدِيْنَةِ وَأَلْفَيْنِ مِنَ الطُّلَقَاءِ لَمْ يُرَ فِيْهِمْ قَدَرِيٌّ وَلَا مُرْجِئٌ وَلَا مُعْتَزِلِيٌّ وَلَا صَاحِبُ رَأْيٍ. وَكَانُوْا يَبْكُوْنَ اللَّيْلَ وَيَقُوْلُوْنَ اقْبِضْ أَرْوَاحَنَا قَبْلَ أَنْ نَّأْكُلَ خُبْزَ الْخَمِيْرِ -

(ترجمہ) "تھے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ ہزار، آٹھ ہزار مدینہ کے اور دو ہزار غیر مدینہ کے اور دو ہزار جو اسیر چھوڑ دیئے گئے تھے، نہیں تھا کوئی ان میں قدری اور مرجی اور معتزلی اور صاحب رائے۔ رات بھر روتے تھے اور کہتے تھے الٰہی قبض کر لے ہماری روح پہلے خمیری روٹی کھانے سے۔"

اس روایت سے محقق ہو گیا کہ حضرت امیرؓ سب صحابہؓ کی تعریف میں فرماتے تھے جو اوپر نقل کیا گیا اور صاحب الفصول المہمہ روایت کرتا ہے:۔

عن ابی جعفر محمد بن علی الباقر علیہ السلام انّہ قال لجماعۃ خاضوا فی ابی بکر وعمر وعثمان :۔ اَمَا تُخْبِرُوْنِیْ ؟ اَنْتُمْ من المہاجرین الذین اخرجوا من دیارھم واموالھم یَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا وینصرون اللّٰہ ورسولہ ؟ قالوا لا قال فانتم من الذین تبوؤا الدار والایمان من قبلھم یحبون من ہاجر الیھم ؟ قالوا لا ۔ قال اما انتم نقد برئتم ان تکونوا احد ھٰذین الفریقین وانا اشھد انکم لستم من قال اللّٰہ والّذین جَآءُوْا من بعد ھم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمنوا ربنا اِنّکَ رؤفٌ رحیم ۔

(ترجمہ) امام ابو جعفر محمد بن باقرؒ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا اس قوم کو کہ خوض کیا تھا انہوں نے شانِ ابی بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ میں ۔ کیا خبر نہیں دیتے تم مجھ کو ؟ کہ تم مہاجرین میں سے ہو جو نکالے گئے اپنے گھروں اور مالوں سے، تلاش میں تھے وہ فضل اللہ اور رضامندی اس کی کے اور مدد کرتے تھے اللہ اور رسول اُس کے کی۔ کہا انہوں نے نہیں فرمایا پھر تم ان لوگوں میں ہو جنہوں نے ٹھکانا پڑا دار مدینہ میں اور ایمان میں ان سے پہلے (یعنی مہاجرین سے) دوست رکھتے تھے مہاجرین سے اور انصار سے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک تم نہیں ہو وہ لوگ جن کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والّذین جاؤا الخ یعنی یہ کہ جو لوگ کہ آتے ہیں بعد اُن کے کہتے ہوئے اے رب ہمارے بخش ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو کہ سابق ہوئے ہم سے ایمان میں اور مت کر دلوں میں ہمارے کینہ مومنین کا اے رب ہمارے البتہ تو رؤف الرحیم ہے۔"

اس حدیث سے صحتِ ایمان مہاجرین و انصار و خوبیٔ ابوبکرؓ اور برائی کینہ داران اُن کے کی معلوم ہر خاص و عام کو ہو گئی۔ اب عترت کے اقوال سے بھی عدالت اور قبولیت سب مہاجرین و انصار کی عند اللہ و عند الائمہ ظاہر و باہر ہو گئی۔ اور اقوالِ دیگر ائمہ بخوفِ اطناب ترک کرتا ہوں۔ جناب سائل اور ان کے ہم مشرب آنکھیں کھول کر ملاحظہ فرمائیں اور عذر تقیہ زبان پر نہ لاویں کہ اوّل ہی اس عذر کو قطع کر چکا ہوں۔ سوالِ سنت کو یہ حجت (شیعہ پر) کافی ہے۔

اخطب کا قول حجّت نہیں ہے

اور سائل جو ترجمہ حدیث کا بحوالۂ شیخ عبدالحقؒ اور اخطب خوارزم نقل کرتا ہے یہ اخطب تو زیدی، غالی، کذاب ہے۔ اس کے قول سے اہلِ سُنّت پر حجت لانی محلِ عجب ہے۔ آپ نے اپنی ہی کتب سے کیوں نہ نقل کر دیا؟ جو جی چاہے تھا اور دعویٰ الزام دہی کا کتب اہلِ سنت سے کیوں کرتے ہو؟ دیکھو ہم بجز قرآن شریف اور روایات (آپ کی کتب) کے ہرگز سند نہ دیں گے۔ اور شیخ کا جو نام لکھا ہے تو آپ نے یہ نہ لکھا کہ شیخ نے کس کتاب میں یہ حدیث نقل کی ہے تاکہ آپ کا صدق و کذب معلوم ہوتا۔ کتبِ اہلِ سنت میں بایں الفاظ کوئی حدیث نہیں۔ مگر مکائد شیعہ میں ہے کہ یہ عبارت کو تحریف کرتے ہیں یا معنی کچھ اور لکھتے ہیں۔

اہلِ سُنّت اور حضرت علیؓ کا مقام

ہماری کتب میں تو حدیث یوں ہے لَا یُحِبُّ عَلِیًّا مُنَافِقٌ وَلَا یُبْغِضُهٗ مُؤْمِنٌ۔ (ترجمہ) نہیں دوست رکھتا علیؓ کو منافق اور نہیں بغض کرتا علیؓ سے مومن)۔

یا اس کے معنوں میں مثل اس کے سو بحمداللہ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سب اہلِ سنت محبتِ علیؓ سے سینہ پُر رکھتے ہیں۔ چنانچہ کتبِ اہلِ سنت فضائل و محامدِ علیؓ سے پُر ہیں کسی پر مخفی نہیں۔ البتہ ایسی محبّت (کہ یا خدا سے زیادہ بنا دیویں یا نامردگی و بے عزّتی میں پکا کر دیویں) اہلِ سنت نہیں رکھتے یا بایں شور اشوری یا بایں بے نمکی۔ یہ حال روایاتِ شیعہ کا ہے کہ بیانِ مظلومیت میں اس قدر گھٹا دیں کہ معاذاللہ اور بیانِ فضائل میں اتنا بڑھا دیں کہ استغفراللہ۔ سو روایات اپنی کتب کو دیکھ لو تاکہ ہمارا صدق آپ پر روشن ہو جائے ؎

ہرگز نہ ہوئے مغزِ سخن سے آگاہ
لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

شیعہ کی مفروضہ حدیث

اگر بالفرض بایں معنی ہی حدیث ثابت ہو جاوے تو پھر لفظ اصحاب اس میں کہاں ہے کہ آپ کو محلِ طعن ہو۔ کیا سب لوگ بس صحابہ ملیں ہی منحصر ہو گئے ہیں؟ سبحان اللہ! آپ کے بغضِ قلبی نے دیدۂ بصیرت کو عجب روشنی دی ہے کہ حضرتؐ تو بعض لوگوں کے حال سے مطلع فرماویں۔ آپ اُس کے خلافِ تعلیمن زبردستی صحابہؓ پر حمل کریں۔ حق یہی ہے کہ یہ اشارہ نواصب کی طرف تھا صریحًا اور روافض کی طرف اشارۃً و کنایتًہ ہے کہ وہ ظاہر سب وشتم اسد اللہ الغالبؓ کو کرتے ہیں اور بہ پردۂ محبت میں دادِ بغض دیتے ہیں۔ چنانچہ کچھ معلوم ہو گیا اور کچھ آگے بیان ہو گا۔

اور حدیث صحیحین جو سائل نے نقل کی ہے کہ روزِ حشر حوض پر سے کچھ لوگ ہانکیں جائیں گے سو ان کو بھی سب مہاجرین و انصار پر حمل کرنا کمالِ بلادت ہے۔ اس واسطے کہ حدیث میں بلفظ اُصَیْحَابِیْ آیا ہے اور یہ تصغیر قلت کے واسطے ہے اور بعض جگہ (رِجَالٌ مِّنْ اُمَّتِیْ) آیا ہے اور یہ بھی عُرفِ عرب میں قلت کے لئے آتا ہے۔ سو چند فِرق (فرقے۔ ناشر) اس قسم کے مُرتد ہوں گے نہ سب صحابہؓ معاذاللہ۔ اور وہ قومِ بنی

تمیم کے لوگ اور چند اقوام دیگر تھے کہ قریب وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آکر مسلمان ہوئے پھر بعد وفات مرتد ہو گئے تھے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو روزِ محشر (چونکہ ان کو مسلمان چھوڑ کر تشریف لے گئے۔ ان کے ارتداد سے مطلع نہ تھے اس تعارف پر ان کو) اصحاب کہہ کر تعبیر فرما دیں گے اپنے علم کے موافق، نہ یہ کہ یہ لوگ اصحاب بمعنی خاص ہیں جیسا کہ تمام مہاجرین و انصار ہیں اور اہلِ سنت ہرگز اُن (چند مرتدین۔ ناشر) کو اصحاب نہیں کہتے۔ ورنہ معاذ اللہ کلام ثقلین جھوٹ ہو جاوے اور یہ محال ہے۔ مگر آپ کتنے منصفِ محبِ ثقلین ہیں کہ اس معنی کو برعکس صحابہ پر حمل کیا اور کچھ اپنی عاقبت کا اندیشہ نہ کیا۔

الحاصل قرآن شریف اور احادیثِ عترت سے ثابت ہُوا کہ سب صحابہؓ عدول مقبول تھے نہ کوئی منافق تھا نہ مرتد ہُوا۔ مگر وہی چند رجال جنہیں صحابہؓ بھی منافق پہچانتے تھے۔

خطاءِ اجتہادی صورۃً معصیت ہے حقیقتاً نہیں

اور جو کچھ بعض سے حربِ حضرت امیرؓ یا کچھ اور بشریت سے تقصیر ہوئی وہ خطاءِ اجتہادی تھی اور جو امر بخطاءِ اجتہاد سرزد ہوتا ہے وہ بصورتِ معصیت ہے نہ خود معصیت۔ چنانچہ اہلِ عقل و علم پر واضح ہے اور اگر بالفرض گناہ ہی تھا تو وہ انجام کار اس سے تائب اور نادم ہو کر پھر درجۂ عدالت کو فائز ہو گئے۔ کیونکہ وہ کچھ معصوم گناہ سے نہیں تھے۔ سوا ب صحابہؓ کا بُرا جاننے والا ملّتِ اسلامیہ سے خارج ہُوا اور قرآن کا مُنکر اور جو کل کو اچھا جانے متبع ثقلین ہے داخل ملّتِ پیغمبرؐ۔

پس دیکھو کہ اہلِ سُنّت نے خوب تمیز کی کہ جس کو ثقلین نے اچھا کہا اچھا جانا اور بُرے کو بُرا اور اب بھی جو صدقِ محبت اہلِ بیت و عترت سے رکھتے ہیں وہ اچھے ہیں جیسا اہلِ سنت اور جو مکذبِ ثقلین ہیں اور بپردۂ محبت میں تنقیص و توہینِ شانِ عترت کرتے ہیں وہ بُرے اہلِ شرارت اور اس دعویٰ پر ہم احادیثِ ثقلین کو شاہد رکھتے ہیں چنانچہ ابھی نقل ہوئیں۔ اور ہم محض حسنِ ظن پر یہ عقیدہ نہیں رکھتے بلکہ ثقلین کے ارشاد پر مدار کار ہے۔ البتہ شیعہ بدظنی کو کار فرما کر مکذبِ ثقلین ہوتے ہیں سو تعجب ہے کہ قرآن و عترت تو تعریف اُن کی کرے اور شیعہ اس کو مانیں۔ پس بولو کہ یہ فعل آپ کا مخالفِ ثقلین ہے کہ نہیں؟ اور کفر ہے یا اسلام؟ اب اگر شیعہ بُروں کو پوچھیں تو ہم کہتے ہیں کہ اصحاب میں تو کوئی بُرا نہیں تھا۔ جو لوگ نومسلم اعراب مرتد ہو گئے وہ بُرے تھے مگر وہ اصحاب نہیں تھے اور جو بعض منافق اُن میں ملے ہوئے تھے (جیسے عبد اللہ بن اُبی اور اُس کے تابع اور ذوالخویصرہ" راس الخوارج) وہ بُرے تھے مگر وہ بھی اصحاب نہیں تھے۔ اگر ان کو شیعہ باصطلاح خود صحابہ بمعنی عام کہہ کر بُرا کہیں تو ہم گلہ نہیں کرتے۔

اہلِ بیت کے گھر جلانا بُہتان ہے

اور یہ جو آپ بُہتان، طوفان افتراء کرتے ہیں کہ صحابہؓ نے خانۂ اہلِ بیت جلانے کا حکم دیا اور جو جلانے کو گئے، یہ بالکل افتراء و کذبِ اعدائے (اہلِ بیت) دوست نما کا ہے۔ اہلِ سُنّت کی ایک کتاب میں بھی اس کا کہیں کچھ ذکر نہیں۔

آپ نے آنکھ بند کر کے بیس کتاب کا ذکر لکھ دیا۔ زبان کے آگے کچھ کنواں کھائی تو ہے ہی نہیں ۔ للہ وللوصی ۔ایک کتاب کا تو نشان دیا ہوتا تاکہ آپ کا صدق و کذب سب پر روشن ہو جاتا ۔ اگرچہ واقف تو اب بھی آپ کے صدق و دیانت کے قائل ہو گئے ہیں ۔ ہاں البتہ ہمارے پاس آپ کی کتب معتبرہ حُجّت ہیں کہ وہ سب عدول اور محب اہل بیت و عترت تھے ۔ چنانچہ قرآن شریف کی آیات کا حوالہ اوپر گزرا اور اگر قرآن شریف آپ کے نزدیک کچھ معتبر نہیں تو بہرحال نہج البلاغۃ و فصول وغیرہ آپ کی کتب تو قرآن شریف سے بھی آپ کے نزدیک زیادہ معتبر اور واجب التسلیم ہیں ۔ اگر یہ لوگ بقول آپ کے دشمنِ اہل بیت ہوتے تو بزعم آپ کے کافر ہوتے ۔ پھر ائمہ کفار کی ایسی مدح کس طرح کر سکتے تھے ؟ مدح کافر کی فسق ہے اور ائمہ آپ کے نزدیک فسق سے معصوم ہیں ۔ سوا پنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو اور اس قول خسارت مآل سے نادم ہونا چاہیئے ۔

خطاء عصیان اور ایمان | اور معاویہؓ کا محاربہ حضرت امیرؓ کے ساتھ جو ہُوا تو اہل سنت اس کو کب بھلا اور جائز کہتے ہیں ۔ ذرا کوئی کتاب اہلِ سُنت کی دیکھی ہوتی ۔ اہلِ سنت ان کو اس فعل میں خاطی کہتے ہیں ۔ مگر معاویہؓ اس خطاء کے سبب ایمان سے نہیں نکل گئے جیسا تمہارا اور تمہارے اسلاف کا زعم ہے ۔ کیونکہ حق تعالیٰ خود قرآن شریف میں فرماتا ہے :

وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۔ الآیۃ

(ترجمہ) اور اگر دو طائفے مؤمنین کے آپس میں مقاتلہ کریں تو ان میں صلح کرا دو "

تو دیکھو کہ حق تعالیٰ باوصفِ مقاتلۂ باہمی ان کو مومنین کہہ کر تعبیر فرماتا ہے اور سوا اس کے صدہا آیات ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فسق و گناہِ کبیرہ سے مسلمان کافر نہیں ہوتا اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا قصہ مشہور ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ والوں کو آپ نے لعن کرنے نہیں دیا اور منع لعن سے فرمایا ۔ اگر کافر ہوتے تو کیا وجہ منع لعن کی ہوتی ۔

محاربینِ امام کا ایمان بقولِ امام | اور نہج البلاغہ میں حضرت امیرؓ کا قول شریف منقول ہے :-

" اَصْبَحْنَا نُقَاتِلُ اِخْوَانَنَا فِى الْاِسْلَامِ عَلٰى مَا دَخَلَ فِيْهِ مِنَ الزَّيْغِ وَالْاِعْوِجَاجِ وَالشُّبْهَةِ وَالتَّاوِيْلِ ۔

(ترجمہ) " صبح کی ہم نے قتال کرتے ہوئے اپنے بھائیوں مسلمانوں سے بسبب اس کے کہ داخل ہوتی اس میں کچھ کجی اور ٹیڑھاپن اور شُبہ اور تاویل "

حضرت امیر ان کو خود مسلمان بھائی فرماتے ہیں ۔ ہاں البتہ اس میں بسبب شبہ و تاویل کجی آگئی تھی اور یہ خود بیّن ہے کہ گناہ کرنے سے اسلام کامل نہیں رہتا ۔ نہ یہ کہ بالکل اسلام سے خارج ہو جائے ۔ سو اس نص سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یہ حرب (حضرت) معاویہؓ سے خطا ہوئی مگر بتاویل منقول ہے کہ حضرت معاویہؓ آخر عمر میں اس امارت اور اپنے کردار سے نادم ہوتے تھے ۔

ندامت اور توبہ ماحی کفر ہے

سو ندامت کے بعد جو کچھ گناہ ان سے ہُوا بالیقین معاف ہُوا کہ حق تعالیٰ تائب کے سب گناہ معاف کرتا ہے بلکہ کفر بھی توبہ سے معاف ہو جاتا ہے اور یہ مسئلہ متفق علیہ فریقین ہے ، حاجت سند نہیں اور عادل کے واسطے یہ ضرور نہیں کہ کبھی اس سے کوئی تقصیر نہ ہو بلکہ اس سے کوئی گناہ ہوا اور پھر توبہ کر لی تو پھر عادل ہو جاتا ہے ۔

شیعہ کے نزدیک گناہِ کبیرہ بھی منافی عصمت نہیں

اور شیعہ تو گناہِ کبیرہ سے عصمت کو بھی ساقط نہیں کرتے چہ جائے کہ عدالت ؟

رَوَى الْكُلَيْنِيُّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ إِنَّ يُونُسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَدْ أَتَى ذَنْبًا كَانَ الْمَوْتُ عَلَيْهِ هَلَاكًا ۔

(ترجمہ) حضرت یونس علیہ السلام نے ایسا گناہ کیا کہ موت اس پر موجب ہلاکت کی تھی ۔"

پھر جب عصمت انبیاءؑ کی ایسے گناہ سے ساقط نہیں ہوتی تو بے چارے معاویہؓ تو معصوم نہیں تھے اور معاویہؓ نے تو یہ گناہ خطا سے کیا ہے ۔ اب شیعہ حضرت آدمؑ کے باب میں نہ معلوم کیا حکم لگائیں گے ؟ کہ ان کی کتابوں میں صریح موجود ہے کہ یہ بلا آدمؑ پر بھی حسدِ مرتبہ علیؓ و فاطمہؓ کے سبب سے آئی تھی اور یہ عمداً تھی ۔ سو بعد توبہ آدم علیہ السلام کا قصور معاف ہُوا ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى

(ترجمہ) پھر پسند کر لیا اُس کو اُس کے رب نے اور رجوع کیا اس پر اور ہدایت کی ۔"

ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے حضرت ہارون علیہ السّلام کی داڑھی پکڑی اور مارا یہ خطا سے ہی ہُوا تھا ۔ جبکہ انبیاء سے ایسا کچھ سرزد ہو جائے ۔ معاویہؓ وغیرہ پر کیا موجبِ طعن ہے وہ تو کچھ معصوم نہ تھے ۔ علاوہ بریں اگر تقصیر حرب معاویہؓ اور چند دیگر سے ہوئی آپ نے اپنے کمالِ تبحّر اور ہمہ دانی سے سارے مہاجرینؓ اور انصارؓ (کہ بقول امام جعفرؓ بارہ ہزار تھے) ایک درجہ کر دیا ۔ بڑے افسوس اور حیرت کی جا ہے کہ صحابہؓ باوصفِ مدحِ ثقلین کے کافر ہوں اور شیعہ باوجود مخالفِ ثقلین و گستاخئ اہلِ بیت کے مومن و مخلص رہیں ؟ بڑے شرم کی بات ہے ۔ اگر آپ کو ہوش ہو ۔ وَاللهُ الْهَادِيْ ۔

سوال دوؔم[1]

پوچھو اپنے علماء سے کہ شیعہ کہتے ہیں یہ جو احادیث و آیات آپ لوگوں کی کتب میں مذکور ہیں کہ فلاں سورۃ اور فلاں آیت اور حدیث شانِ حضرت شیوخ میں وارد ہے اور ان کے فضلِ خلافت اور وجوبِ اقتداء پر دلالت کرتی ہے کیا روزِ سقیفہ یہ سب تیار نہ ہوئی تھیں ؟ یا سب صاحب فراموش کر گئے تھے ؟ ہاں جب دنیا سے تشریف لے گئے تو شاید وہاں لوح محفوظ ملاحظہ فرما کر اور رسولِ خدا سے تحقیق کر کے اپنے مطیعان مشرب کو الہام فرمایا۔ کس لئے کہ اس وقت خلافت کے روز کوئی سند بیان نہیں ہوئی سوائے قریش ہونے اور پیری کے کہ اس پر شیخ ثانی نے بیعت کر لی ۔

اب پوچھنا چاہیئے کہ اگر یہ پہلے سے بھی ہوتی تو مثل نحن معاشر الانبیاءؑ کے معرکہ میں کیا یہ بیان نہ ہوتیں۔ ان کا جواب شافی لاکر دو۔ ورنہ یہ سب ہمارے نزدیک موضوعات احباب ہیں ۔

---

[1] از روافض (ناشر)

جوابِ سوال دوم[1]

شیخین کا حقِ خلافت اور دلائل

سقیفہ میں "اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ" پیش کرنے کی وجہ روز سقیفہ انصار اس بات پر مجتمع ہوئے تھے کہ ایک امیر انصار میں ہو اور ایک مہاجرین میں اور حدیث اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ کا اُن کو کوئی خیال نہیں رہا تھا کیونکہ وہ معصوم نہیں تھے کہ نسیان وسہو اُن پر نہ ہو سکے اور فی الحقیقت سہو سے تو معصوم بھی مامون نہیں اور علم مَا کَانَ وَ مَا یَکُوْنُ بھی ان کو نہیں تھا تاکہ عیب کیا جاوے کہ یہ مسئلہ ان کو معلوم کیوں نہ تھا۔ اگر معلوم بھی نہ ہو تو بھی کچھ حرج نہیں۔ جب شیخین وہاں تشریف لے گئے اور اس حدیث کو پیش کیا اس سے ان کا وہ ارادہ فسخ ہو گیا اور سب نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

اور یہ مسئلہ کہ امامت سوائے قریش کے روا نہیں۔ قرآن میں کہیں صراحۃً مذکور نہیں اور نہ کسی مفسّر نے اس کا دعویٰ کیا۔ ہاں مفسّرین نے شانِ نزولِ آیات میں کہا ہے کہ یہ آیت فلاں حضرت کے فضل میں نازل ہوئی ہے۔ یہ فلاں حضرت کے اور ترتیب خلافت کو اشارات سے نکالتے ہیں کہ قرآن شریف میں سب کچھ صراحۃً کنایۃً مذکور ہے وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ۔ خود حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

اب سُنو کہ یہ آپ کا اعتراض ربادِ ہوائی گولہ نہیں معلوم کہ کونسی وجہ سے ہے اور وقت اعتراض آپ کا ذہن عالی کس طرف کو صعود کئے ہوئے تھا کیونکہ فضائل کی آیات کا پیش کرنا جب ضروری ہوتا کہ کسی کو فضلِ ابوبکر رضی اللہ عنہ میں تکرار اور عذر ہوتا۔ اُن کی افضلیت کے سب مقر تھے اور انصار کا مذہب شیعوں کا سا نہ تھا کہ امام سب سے افضل ہونا چاہیئے اور نہ ترتیبِ خلافت کا وہاں ذکر تھا پھر وہاں آیاتِ فضائل کا سُنانا کیا ضروری تھا کہ نہ سنانے میں آپ کا اعتراض وارد ہوتا۔ وہاں فقط مذکور اتنا تھا کہ انصار میں امیر نہیں ہو سکتا۔ سو یہ مقصد صرف حدیث کے ہی سُنانے سے حاصل ہو گیا۔ اگر بالفرض اس باب میں آیت صریح بھی ہوتی تو کچھ ضروری ہے کہ آدمی اپنے استدلال میں سارے ہی دلائل پیش کرے جب ایک دلیل سے کام نکلے اور دلیل لانا کیا ضروری ہے اور درصورتیکہ حدیث صحابی کے نزدیک مثل قرآن قطعی ہے تو قطعیتِ حدیث و قرآن میں کچھ تفاوت نہیں اثباتِ مقصود میں دونوں یکساں

---

[1] از حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ (ناشر)

ہیں تو پھر آیات پیش نہ کرنے میں یہ کچھ فضول کلامی ایک عجیب بوالفضولی ہے انصار شیعہ نہیں سمجھتے کہ صدہا آیاتِ قرآنی اور نصوص آئمہ سُن کر بھی ایمان نہیں لاتے اور آیات و احادیث عترت کو پسِ پشت ڈالتے ہیں وہ اہلِ صدق و ایمان تھے ایک ہی حدیث سُن کر تسلیم کر لیا۔

اب اس قدر جواب سے آپ کے فہم کی خوبی اور ہباءً منثورًا ہو جانا آپ کے اس کلام واہی کا تو ظاہر ہو گیا اور آپ کے ہزلیات کا جواب پھکڑ بازی ہے۔ اہلِ انصاف کے نزدیک وہ خود آپ کے منہ پر منقلب ہو گئی۔ ہم کو کاغذ سیاہ کرنا مثل آپ کے اعمالنامہ کے کیا ضرورت ہے ؟

صدیق رضؓ کی اوّلیت اور قولِ امام رضؓ

ہاں اگر قابلیت خلیفہ اوّل کی اور حقیقت امامت جناب اُن کے کی آپ کو درکار ہے تو یہ روایت کحل البصر برائے کور فہم موجود ہے مطالعہ فرمائیے کہ نہج البلاغۃ آپ کی کتاب معتبرہ میں لکھا ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے نامہ معاویہؓ کو لکھا تھا اس میں یہ عبارت ہے :-

اَمّابعد فانّ بیعتی لَزِمَتکَ یَا مُعَاوِیَةُ وَاَنتَ بِالشَّامِ لِاَنَّهٗ بَایَعَنِی الْقَوْمُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا اَبَابَکْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ عَلٰی مَا بَایَعُوْا هم فلم یکن للشاهد ان یختار ولا للغائب ان یّردّ و انّما الشّوریٰ للمهاجرین والانصار فان اجتمعوا علٰی رجلٍ وّسمّوه اِمَامًا کان للّٰه رضیً ۔

(ترجمہ) امابعد! میری بیعت تجھ کو لازم ہو گئی اے معاویہؓ! درحالیکہ تو شام میں تھا، کیونکہ مجھ سے بیعت کی ان لوگوں نے جنہوں نے بیعت کی تھی ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ سے جس شرط پر ان سے بیعت کی تھی۔ پس نہیں اب حاضر کو کچھ اختیار اور نہ غائب کو محلّ ردّ اور بس مشورہ معتبر مہاجرین و انصار کا ہی ہے۔ پس اگر وہ جمع ہو کر ایک شخص کو امام مقرر کر دیں تو ہوتا ہے وہ شخص اللہ کے نزدیک بھی مرضی و پسندیدہ "

سبحان اللہ! اس نصِ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلفائے ثلٰثہ کی امامت کو صاف صاف حق بتایا اور منکرین کو زبوں فرمایا اور معہذا اسب مہاجرین و انصار کی تعدیل فرمائی۔ یہ مسئلہ بھی حل فرمایا۔ کہ امامت بالشوریٰ ہوتی ہے۔ نہ منصوص من اللہ تعالےٰ۔ جیسا کہ شیعہ گمان کئے بیٹھے ہیں۔

اور یہاں مؤلف نہج البلاغہ کو حذفِ اسامی خلفاء میں کوئی صورت مَفَر نہیں ملی۔ بنا چاری ناچاری نام لکھ دیا ہے ورنہ ان کی دیانت سے بعید تھا کہ ان حضرات کے اسماء مبارکہ کی تصریح کریں۔

صدیق رضؓ کی خدمات اور امام رضؓ کا اعتراف

دوسری جگہ نہج البلاغہ میں ہے :-

لِلّٰهِ بِلَادُ اَبِیْ بَکْرٍ فَلَقَدْ قَوَّمَ الْاَوَدَ وَدَاوَی الْعَمَدَ وَاَقَامَ السُّنَّةَ وَخَلَّفَ الْبِدْعَةَ ۔

(ترجمہ) واسطے اللہ کے ہیں بلادِ ابی بکرؓ کے البتہ اُس نے سیدھا کیا کجیوں کو اور علاج کیا بیماری کا اور قائم کیا سنت کو اور پیچھے ڈالا بدعت کو۔"

یہاں مؤلف نے بجائے لفظ ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لفظ فلاں کا رکھا تھا اور بسبب تعصب مذہبی کے تصریح نام حضرت ابو بکرؓ کی نہ کی تھی۔ مگر شراح نے اس کی تحریف کو ظاہر کر دیا کہ مراد ابو بکرؓ ہیں۔ اب یہ دونوں شاہدِ عدل، لیاقتِ ابو بکرؓ اور حقیقتِ امامت حضرتِ ممدوح کو کیسا صاف صاف بیان کرتے ہیں کہ ہرگز اہلِ ایمان کو اس میں محلِ تردد نہیں ہو سکتا۔

بیعتِ امامؓ خلافتِ صدیقؓ کی حقانیت ہے

اور ہم سب سے درگزرے خود حضرت امیرؓ کا بیعت کرنا کتنی حجت واضح ہے کیونکہ اگر خلافت اُن کی حق نہ ہوتی تو حضرت امیر رضی اللہ عنہ معصوم، عالم ما کان و یکون، اشجع الاشجعین ہرگز بیعت نہ کرتے۔ دیکھو چھ مہینے تک آپ کو جو بیعت سے کچھ تردد رہا تو ہرگز بیعت نہ کی اور کسی سے ہراساں نہ ہوئے اور تقیہ داہیہ محرمہ کو کار نہ فرمایا۔ اگر ایسا آپ تقیہ کرنے والے ہوتے تو اول کیا وجہ انکار بیعت تھی اور اگر لیاقت خلیفۂ اول میں نہ ہوتی تو چھ مہینے کے بعد کہاں سے لیاقت آ گئی تھی؟ اور معاذ اللہ شیخینؓ اگر زبردستی بیعت لیتے ہوتے تو اول ہی زبردستی سے کون مانع ہوتا۔

خلافتِ شیخین نہ ماننے میں مفاسد

اس جگہ محبتِ عترت کے مدعیین نے تراشا ہے کہ آپ کے گلے میں رسی باندھ کر لائے اور بیعت کرائی۔ حضرت نے مجبور مقہور ہو کر اپنی جان بچانے کے لئے بیعت کر لی۔ سبحان اللہ! یہ حسنِ عقیدت شیعہ کا ہے کہ ایسے بہادر کو نامرد بتائیں اور آپ کو معلوم تھا کہ میری شہادت ابن ملجم کے ہاتھ سے ہے۔ ابو بکرؓ و عمرؓ وغیرہما ہرگز میرے قتل پر قادر نہیں ہو سکتے اور پھر بھی تحریر لوحِ محفوظ کو غلط سمجھا اور بخوفِ جان کافروں کے ہاتھ پر بیعت کر کے ساری عمر گزار دی اور اپنی دختر عمر رضی اللہ عنہ کو بیاہ دی۔ جیسے علامہ شوستری وغیرہ لکھتے ہیں تو نزدیک شیعہ کے حضرت علی رضی اللہ عنہ شیرِ خدا نہایت جبان و بے غیرت تھے؟ اور دیکھو کہ امام معصوم کی بیٹی کا نکاح کافر سے کیسے ہو سکتا ہے؟ معاذ اللہ، کلثومؓ اور علیؓ اور حسنینؓ کیا ٹھہرتے ہیں؟ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے وقت میں جو سبایا ابو حنیفہ پکڑے ہوئے آئے۔ ایک لونڈی حضرت امیرؓ کو ملی۔ آپ نے اس کو تصرف میں رکھا کہ محمدؓ اس سے پیدا ہوئے۔ تو جب امام حق نہیں تھا؟ جہاد صحیح نہیں تھا؟ غنیمت حرام تھی۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معاذ اللہ زنا کیا۔ اب کہاں تک مفاسد اس عقیدۂ باطل کے لکھوں۔

خلاصہ یہ ہے کہ موافق رائے شیعہ علیؓ میں معاذ اللہ سارے جہاں کے عیوب موجود ہوتے ہیں ہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ نے جانا ہو گا کہ اگرچہ تقدیر خداوندی میں قتل میرا ابن ملجم کے ہاتھ سے لکھا ہے مگر شیخین بسبب غلبۂ قوت کے اگر تقدیر کو پلٹ دیویں تو کیا کروں گا؟ آخر ان لوگوں نے لطفِ خداوندی کو جو در بابِ

امامت ذمۂ حق تعالےٰ کے واجب تھا نہیں چلنے دیا اور قرآن شریف کو بھی تحریف کر دیا اور ذمۂ خداوندی کچھ کام گر نہ ہُوا۔ یہاں بھی ان کا کیا ہو جائے گا خدا تعالیٰ کا لکھا نہ چلے گا۔ استغفر اللہ! استغفر اللہ۔ حق یہ ہے کہ چھ مہینے تک آپ نے بسبب اپنی شجاعت کے بیعت نہ کی اور مخالفت سے تمام مہاجرین و انصار کی کچھ گھبراہٹ نہ کی اور یہ توقف محض شکر رنجیٔ بشریت کے باعث سے تھا کہ ہم سے اس باب میں مشورہ نہ کیا کہ ہم اہلِ مشورہ میں تھے۔ بعد چھ مہینہ کے وہ رنج دفعہ ہو گیا اور خود بلا اکراہ مجمع عام میں اقرار فضائلِ ابی بکر رضی اللہ عنہ فرمایا اور بیعت کر لی اور حضرت ابو بکر رضؓ نے عذر کیا کہ وہ وقت ایسا تنگ تھا کہ فرصت مشورہ کی نہ تھی اور نہ توقف کا محل تھا۔ حضرت امیرؓ نے بھی اس عذر کو پسند و قبول فرمایا۔

اہلِ شیعہ کے لئے دو گونہ مشکلات

لیکن شیعہ کو یہاں میدانِ تنگ ہے کہ نہ بشریت کو معصوم پر لگا سکتے ہیں، (اگرچہ انبیاء معصومین سے حسد اور گناہِ کبیرہ اور غضب (ناکردہ گناہ پر) اور فضیحۃ کرنا بری عن الخطاء کو جائز ہو۔ جیسا حضرت آدم و یونس و موسیٰ علیہم السلام کے وقائع میں معلوم ہُوا۔ مگر امام معصومؓ پر کیوں کر ایسی بات لگا سکیں) اور نہ جوازِ بیعت کا اقرار کر سکتے ہیں کہ پھر بنائے مذہب شیعہ منقطع ہو جائے گی اور نہ تقیہ کو مان سکتے ہیں کہ اس میں حضرت امیرؓ کے اوپر مفاسد بے شمار متوجہ ہوتے ہیں مگر نقل مشہور ہے مَنِ ابتلیٰ ببلیتین اختار اھو نہما بناچاری تقیہ کو مانا کہ گو علیؓ پر معاذ اللہ سب کچھ ثابت ہو جاوے گا۔ مگر شیخین و صحابہ کی بُرائی اور ظلم تو ثابت ہو جائے گا۔ واہ واہ سبحان اللہ "دوستی بے خرد دشمنی ست" سو اس جواب میں شیعہ تامل کریں اور اپنی ہٹ دھرمی سے باز آویں۔

وَاللہُ الْھَادِی

سوال[1] سوم

پوچھو اپنے علماء سے کہ آپ کے بڑے عالم صاحب جامع الاصول کہ ابن اثیر ہیں کتاب ہدایہ میں لغت لمہ میں خطبۂ جناب فاطمہؓ کو نقل کرتے ہیں اور مسعودی مروج الذہب میں لکھتا ہے اور ابوبکر جوہری نے تمام وکمال لکھا ہے کہ شیخ ابن ابی الحدید نے اس سے نقل کیا ہے اس خطبہ کو۔ دیکھو ہم یہاں اس کو مختصر بیان نہیں کر سکتے کہ جُزو بھر کا ہے اگر کوئی طلب کرے تو حاضر ہے۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ لکھتے ہیں کہ جناب فاطمہؓ نے جب منع فدک پر ابوبکرؓ کا اصرار پایا تو حضرت فاطمہؓ ایک گروہِ زنانِ بنی ہاشم کو ساتھ لے کر مسجد میں آئیں اور پسِ پردہ تشریف رکھی۔ ایک خطبہ مشتمل حمد وثناءِ الٰہی اور نعتِ رسالتِ پناہی پڑھا اور حقوق اور احسانات آنحضرتؐ کے جو اصحاب پر تھے بیان کئے کہ سب رونے لگے اور پھر آیاتِ قرآنی اور اقوالِ پدر بزرگوار سے سند لا کر کوئی کلمۂ تکفیر وتفسیق وارتداد اور غصبِ خلافت اور فدک اور اپنی مدد کے ترک کا اُٹھا نہیں رکھا اور کیا کچھ نہیں فرمایا۔ ذرا دیکھو تو معلوم ہو۔

پس اب پھر اس حقیر کی طرف سے پوچھو کہ وہ حدیث وآیات فضیلتِ شیخین جو کتب میں لکھتے ہو اس وقت تھیں یا نہیں؟ اگر تھیں تو کسی نے بیان کیوں نہیں کیں کہ جناب فاطمہؓ قائل ہوتیں پھر اب لوگ اُن کے دوست اُن کی وفات کے بعد مراقبہ کر کے جو کچھ نشۂ محبت میں لوحِ محفوظ سے لائے مشت بعد از جنگ ہے اور تریاق فاروق بعد مردنِ مار گزیدہ اس سے کیا حاصل؟ ایسے تو سمجھو کہ اگر کوئی فضل ان کا واقعی ہوتا یا بَد کہنا باعثِ معصیت ٹھہرتا تو معصومہ مظلومہ اُن کے حق میں کیوں ایسے کلمات فرمائیں اور اصحابِ موجودہ سے کوئی تو مانع ہوتا یا پھر حضرت ابوبکرؓ خود رد کرتے، دلیل کافی اور جواب شافی قولِ خدا تعالیٰ اور رسولؐ سے دیتے نہ کلمات سخت خشونت کے جو قریب مذکور ہوتے ہیں مغلوبیت کی جہت سے کہنے پڑتے۔

غرض علمائے مذکورہ لکھتے ہیں کہ جب ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دلائل اور براہین جناب فاطمہؓ کے سُنے تو منبر پر تشریف لے گئے اور پہلے تو حضار پر خفگی کی استماعِ کلام جناب سیدہؓ سے کہ تم کیوں آپ کی طرف مخاطب ہو کر سُنتے ہو اور پھر جناب امیر کی طرف اشارہ کر کے کہا انما هو ثعلب شهيده ذنبه مرب لكل فتنة هو الذى يقول كروها جذعة بعد ما هرمت يستعينون بالضعفة ويستنصرون بالنساء كام طحال احب اهلها اليها البغى۔ حاصل یہ ہے کہ یعنی نہیں ہے وہ مگر مثل لومڑی کے گواہ رکھے اپنے دعوے پر اپنی دُم کو۔ وہ پالیتا ہے ہر

---

[1] الذرو افض ۔(ناشر)

فتنہ وفساد کو، وہ چاہتا ہے کہ فتنۂ پارینہ کو تازہ کرے۔ اب جو کچھ نہ ہوسکا تو مدد چاہتا ہے ضعیفوں اور عورتوں سے مانند اُمّ طحال کے کہ دوست رکھتی تھی زناکاروں کو۔"

الامان یہ کلمات عترتِ رسولِ کائنات کی شان میں کیسے ہیں کیا مودت ذوالقربیٰ اسی کا نام ہے؟ اب میں ان لوگوں سے پوچھتا ہوں جو کل صحابہ کو عادل اور دوست عترتِ رسولؐ جانتے ہیں کہ دعوےٰ جناب سیدہؓ کا اور دلائل اور براہینِ معصومہؓ کا جواب یہی تھا جو ابوبکرؓ نے دیا تھا کہ عدل میں حکومت کی خودلپسندی اور زوراور نفسانیت کا تقاضا بھی شامل ہوسکتا ہے جو حاکم مدعی کے دعویٰ کو دلائل و براہین سے ردّ نہ کرے اور اس کے عوض میں کلمات خشونت آمیز کہے۔ اس حاکم کو صاحبانِ عقلِ سلیم عادل کہیں گے یا ظالم؟ اور پھر ایسے کہنے والے کو دوست سمجھیں گے یا دشمن؟ ذرا غور تو کرو اور گریبان میں سر ڈالو اور ان کلماتِ ناشائستہ کا نتیجہ سنو کہ جب آپ کے حضرت ابوبکرؓ نے وہ کلمے بیان کئے تو ہماری سیدہؓ گریاں گھر چلی گئیں۔ انتہیٰ

اور ظاہر ہے کہ دنیا سے ان پر ایسی غضب ناک تشریف لے گئیں کہ جناب امیرؑ نے شب کو انہیں ایسا مخفی دفن کیا کہ اب تک نشانِ قبر بھی حضرت فاطمہؑ کا آپ لوگوں کو معلوم نہ ہوا کہ آج تک اہلِ مدینہ دو جگہ قبر کا نشان دیتے ہیں۔

برائے خدا اے مسلمانو! کوئی تو انصاف کرو کہ ان باتوں پر تو کافر کو تاب نہ رہے گی نہ مسلمان کو کہ عترتِ پیغمبرؐ کو کوئی بُرا کہے اور وہ سُنے اور پھر اسے مسلمان اور عترتِ پیغمبرؐ میں جانے یہی ملّت پیغمبرؐ تھی اور اسی سیرتِ شیخین پر چلنے کو کہتے ہو۔ ؎

ہرگزم باور نمی آید زروئے اعتقاد
اینہمہ ہا گفتن و دین پیغمبر داشتن

پیغمبرؐ تو ایذائے علیؑ اور فاطمہؑ پر کفر کا حکم فرمائیں اور خدا موذیانِ پیغمبرؐ پر اور حق چھپانے والوں پر با اعلان لعنت کرے اور حکم دے اور آپ اس کو خیال میں نہ لائیں۔ دیکھو قرآن کو ایسے قرآن پڑھنے سے کیا حاصل۔ پس ایسوں سے حسنِ ظن رکھنا کفر ہے یا صدیق کہنا۔ خدا تعالےٰ اور رسولؐ کو جو سچا جانتا ہو اس میں خوب تحقیق کر کے ہماری تسکین کر دے۔

جوابؒ سوال سوم

حدیث نَحْنُ مَعَاشِرُ الْاَنْبِیَآءِ اور مسئلہ فدک کی تحقیق

بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی میراث کو ترکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے فدک وغیرہ تھا، حضرت ابوبکرؓ سے طلب کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حدیث:

نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃٌ

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم گروہِ انبیاءؑ کے کسی کو وارث نہیں کرتے جو کچھ ہم چھوڑ مرتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔"

پڑھ کر سنائی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ ترکہ حضرتؐ کا درحقیقت ملک حضرتؐ کی نہیں تھا۔ اب میں اس ترکہ میں جس طرح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تصرف فرماتے تھے اسی طرح خرچ کروں گا اور واللہ قرابتِ رسول اللہ مجھ کو اپنی قرابت سے مقدم و عزیز تر ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس بات کو سُن کر ساکت ہوگئیں اور پھر اس باب میں نہیں بولیں۔

یہ حقیقت تھی اس واقعہ کی اس میں شیعہ بمقتضائے اپنی جبلت کے طعن کرتے ہیں کہ ابوبکرؓ نے فاطمہؓ پر ظلم کیا کہ حق اُن کا جو شرع سے ان کو ملتا تھا وہ غصب کر لیا اور ایک حدیث اپنی طرف سے بنا کر حکم حق تعالےٰ کو منسوخ کر دیا۔ حق تعالیٰ قرآن شریف میں دُختر کو وارث کرتا ہے اول تو یہ خبر موضوع ہے اور اگر سلّمنا خبر واحد ہے ناسخ قرآن شریف کی نہیں ہوسکتی۔

جواب اس کا ہمارے علماء نے بہت بسط کے ساتھ لکھا ہے خصوصاً مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسالہ ہدایت الشیعہ میں کہ اردو زبان میں ہے بہت عمدہ تحقیق فرمائی ہے۔

فدک فیٔ تھا اور فیٔ کا حکم مختصر یہ ہے کہ فدک وغیرہ جائدادِ ملکِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں تھی بلکہ وہ بیت المال تھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بقدرِ حاجت اس میں سے لے کر اپنے صرف میں لاتے تھے اور آیۂ سورۂ حشر:-

---

لہ از حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (ناشر)

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۔

(ترجمہ) جو کچھ کہ فیٔ کیا اللہ نے اپنے رسولؐ پر سو وہ اللہ کا ہے اور رسولؐ کا اور قرابت والوں کا اور یتیموں کا اور مسافروں کا اور مسکینوں کا تاکہ نہ ہو جائے برتاؤ دولت مندوں کا۔

دلیل ہے اس پر کیونکہ جو کچھ حق تعالےٰ نے بیان کیا مصرف بیان کیا ہے کہ اس کے مستحق یہ لوگ ہیں۔ اگر ملک ان لوگوں کی ہوتی تو حضرتؐ اُن پر تقسیم (زمین کو) کر دیتے، اور آپ نے نہیں کی تو حضرتؐ بھی مثل ابوبکرؓ غاصبِ حقوق مسلمین ہو جاویں (معاذ اللہ) اور بھی مستحق بے نہایت ہیں۔ ان کا حصہ مشخص ہونا محال۔ سو بہر حال یہ معنی استحقاق و نفع ہے کہ اس کا محصول بیت المال میں رہے اور ان مستحقوں پر صرف کیا جاوے جیسا دستور (بیت المال) کا ہے سو جب ملک ہی آپ کی اُن اشیاء میں نہ تھی پھر میراث کیونکر جاری ہو۔ اس تحقیق میں طول بہت ہے مگر مختصراً فہم عوام کے لئے لکھا گیا۔

آیتہ میراث کی مخاطب اُمّت ہے رسول نہیں

اور اگر تسلیم کیا ہم نے کہ ملک ہی حضرتؐ کی تھی اور بخاطر شیعہ اپنا یہ مسئلہ ہم نے چھوڑا تو بھی سنو کہ آیت يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ الخ جس میں مسائل میراث مذکور ہیں۔ حق تعالےٰ نے بزبانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کو خطاب کیا ہے اس میں ذات پاک حضرتؐ کی داخل نہیں۔ دیکھو کہ اوّل شروع سورۃ میں حق تعالےٰ نے ایسے ہی احکام ارشاد فرماتے ہیں جو خاص اُمت کے حق میں ہیں اور حضرت رسالت مآبؐ کو اُن میں داخل نہیں فرمایا (کہ دو یتیموں کو ان کے مال اور مت لو بھلا اُن کو اپنے بُرے کے بدلے اور مت کھا جاؤ مال ان کا اپنے مال میں ملا کر اور اگر خوف ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تم یتیموں کے حق میں تو اور عورتیں نکاح میں لاؤ دو سے چار تک) اور سوائے اس کے سب احکام کو دیکھو۔ پھر منع کرنا یتیموں کا مال کھانے سے اور چار سے زیادہ نکاح کرنے سے اور دیگر سب اُمور حضرت رسالت مآبؐ کے حق میں صحیح نہیں ہو سکتے کیونکہ حضرتؐ کو چار سے بھی زیادہ نکاح درست تھے۔ ایسا ہی حکم وصیتِ میراث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں یہ حکم نہیں۔ بایں وجہ کہ آپؐ کی کچھ ملک ہی نہ تھی جس کو ہم نے بخاطر شیعہ تسلیم کر کے چھوڑ دیا۔

یا بایں وجہ کہ آپ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں وَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ۔ اس مضمون حیات کو بھی مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسالہ "آب حیات" میں بِمَا لَا مَزِيْدَ عَلَيْهِ ثابت کیا ہے۔

اور کچھ نہ سہی مگر یہ حدیث نحن معاشر الانبیآء بہت صحابہ سے منقول ہے اور خود حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ سُنی تھی اور جو حدیث رسولؐ کی زبان سے سُنی جاوے سُننے والے کے حق میں مثلِ قرآن قطعیت میں ہوتی ہے۔ جب ابوبکرؓ نے خود سُنا تو اُن کے نزدیک یہ حدیث مثل قرآن تھی اس حدیث سے قرآنِ شریف کی آیت کو تخصیص کرنا ضروری ہے۔ اس میں شیعہ کو بھی اپنے اصول کے موافق بجز تسلیم

چارہ نہیں ہے۔

اور ہم لوگ اُمتی اوّل تو اس حدیث کو مشہور کہتے ہیں اور بہت سے راوی اس کے طبقۂ اولیٰ میں موجود ہیں از انجملہ علیؓ بھی ہیں۔ چنانچہ کتب اہلِ سنت میں موجود ہے اور پھر دوسرے طبقات میں بھی بہت بہت راوی ہیں تو حدیث ہمارے حق میں مشہور ہوئی ہم کو بھی تخصیص آیت اس خبر سے رواہے۔ اور اگر مانا کہ خبرِ واحد ہی ہے تو ہم کب کہتے ہیں کہ آیت عام و مطلق ہے بلکہ مخصوص ہے کہ قطعیات سے وراثت کافر کی اور غلام کی اور مبائن دار کی اور قاتل کی اس عام سے تخصیص ہو چکی ہے۔ پھر مخصوص البعض کی تخصیص خبرِ واحد سے روا ہے۔

ہم نے مانا کہ مخصوص بھی نہیں مگر مجمل ہے۔ حضرت رسالت مآبؐ کا حکم اس حکم میں داخل ہونا مشتبہ ہُوا بسبب احکام مخصوصہ سابق کے، اس خبر سے بیان ہو گیا کہ آپؐ داخل اس حکم میں نہیں اور بیانِ مجمل خبرِ واحد سے باتفاق روا ہے۔

حدیث مذکورہ کو موضوع کہنا سفاہت ہے

باقی شیعہ کا اس خبر کو موضوع بتانا سو کمالِ سفاہت ہے کیونکہ خود آپ کی معتبر کتاب کافی کلینی میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

اِن العلماء ورثۃ الانبیاء وذٰلک ان الانبیاء لم یورثوا درھما ولا دینارا وانما ورثوا احادیث من احادیثھم فمن اخذ بشیء منھا فقد اخذ بحظ وافر ۔

(ترجمہ) البتہ علماء وارث انبیاء کے ہیں اور یہ اس واسطے کہ انبیاء نے وارث نہیں کیا کسی کو درم و دینار کا اور جز ایں نیست کہ وارث کیا انہوں نے احادیث کا (اپنی حدیثوں سے) سو جس نے لیا کچھ اس سے، البتہ لیا اس نے بہت حصہ کامل "۔

سبحان اللہ! امام جعفرؒ اول انکار کرتے ہیں کہ انبیاء درم و دینار کا وارث ہی نہیں کرتے جب درم و دینار کا وارث نہیں کرتے زمین کا وارث کیوں کر کر سکیں گے اور پھر حصر کر دیا کہ ان کی توریث فقط علم کی ہے پھر جب توریثِ انبیاء علم میں حصر ہو گئی تو زمین و جائداد کیوں کر میراث میں آ گئی۔

وراثتِ انبیاء کا مفہوم

اور جہاں کہیں انبیاء کے بیان میں لفظ وراثت کا آیا ہے وہاں علم ہی مراد ہے خواہ قرآن میں خواہ حدیث میں۔ سو اب دیکھو کہ اس حدیث کلینی میں اور حدیث اہلِ سنت میں کچھ تفاوت معانی کا نہیں محض لفظ مختلف ہیں۔ سو شیعہ نے بغضِ اصحابؓ میں اپنی حدیث صحیح کو پس پشت ڈال دیا۔

اعتراض تو کیا مگر اپنے گھر کی خبر نہیں لی۔ اور قولِ ائمہ شیعہ کے نزدیک قرآن شریف سے زیادہ معتبر ہے۔ سو انصاف درکار ہے کہ اس جواب میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی کیا تقصیر تھی؟ اور قرآن کے خلاف حضرت ابو بکرؓ نے کب کیا ہے کہ وہ محلِ طعن ہوں۔

سیدہ کو حدیث مذکورہ کا علم نہ ہونا عیب نہیں اگر شیعہ کہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ مسئلہ عدم جریان میراث (ترکۂ رسول اللہ میں) کیوں معلوم نہ ہوا؟ تو ہم کہتے ہیں کہ اہل سنت کے نزدیک تو کچھ حرج نہیں جو بعضے مسئلے معلوم نہ ہوں۔ مگر شیعہ کے نزدیک بھی ثابت ہے کہ حضرت علی رضؓ سے بعضے مسئلے پوچھے گئے۔ فرمایا میں نہیں جانتا۔ سو جب علیؓ عالم ما کان و ما یکون کو بعض مسئلے معلوم نہ تھے تو حضرت فاطمہؓ کو بھی نہ معلوم ہو تو کیا حرج ہے اور نہج البلاغہ میں ہے کہ حضرت امیرؓ فرمایا کرتے تھے :۔

لا تکفوا عن مقالۃ بحق او مشورۃ بعدل فانی لست افوق ان اخطی ولا آمن ذلک من فعلی۔

ترجمہ:۔ حق بات کہنے اور درست مشورہ دینے سے نہ رُکا کرو کیونکہ میں بھول چوک سے بلند نہیں ہوں اور اپنے کاموں میں مجھے خطا سے امن نہیں ہے۔"

سو جب خود حضرت امیر رضی اللہ عنہ خطا سے مامون نہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بھی اگر خطا (در طلب فدک میں) ہو گئی تو کیا تعجب ہو گیا۔

بہرحال اس قصہ میں شیعوں نے اپنے سوء عقیدہ کی ترویج کے لئے اکاذیب اختراع کئے ہیں اور ان کے مکائد میں داخل ہے کہ جو کتاب غیر مشہور اہل سنت کی دیکھتے ہیں اس کی طرف اپنی موضوع روایات نسبت کر دیتے ہیں تاکہ اہل سنت کو تردد پیدا ہو جائے تو سائل بھی اس سوال میں اس اپنے بزرگوں کے طریقہ اتباع میں فرماتے ہیں کہ صاحب جامع الاصول نے خطبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے۔ معاذ اللہ! یہ قصہ واہی تباہی صاحبِ جامع کی طرف لگانا شوخ چشم ہے۔

کتب لغت سے لغت پر استدلال ہو گا نہ کہ دیگر امور پر کیوں کہ نہایہ ابن اثیر وغیرہ کتبِ لغت حدیث میں التزام فقط تصحیح الفاظِ حدیث اور شرح معانی اور مرادِ حدیث کا ہے خواہ وہ حدیث صحیح ہو یا ضعیف و موضوع اور ہرگز التزام تنقید و تعدیلِ روایات کا نہیں۔ لہٰذا الفاظ روایاتِ موضوع و مفتری کے بھی لکھ دیتے ہیں اور تصریح وضعیتِ حدیث نہیں کرتے کہ ان کو اس سے بحث نہیں کہ یہ دوسرا فن ہے اور اس کی دیگر کتب ہیں۔ مثلاً مَنْ زَارَ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا موضوع حدیث ہے اور غِبّ کے مادے میں مذکور۔ اور کچھ تعرض و بحثِ وضعیت اس حدیث سے نہیں کیا ایسا ہی اور بہت لغات میں واقع ہے۔ اگر فہم و عقل ہو تو آدمی سمجھ سکتا ہے۔ علیٰ ہذا لغت لَمّہ کو اور اس کے معانی اور محل کو بیان کیا اور تعرض بطلانِ روایت کا نہیں کیا تو پھر اس سے تصحیح روایت مؤلف کے ذمہ لگانی کس قدر حماقت ہے۔ البتہ اگر تعدیل اس روایت کا کہیں آپ نشان دیتے تو منہ سامنے کر کے بولنا تھا۔ ورنہ فقط لفظ کے نقل کرنے سے توثیق ہو جانی محض خیالِ خام جہلاء ہے۔ اہلِ علم تو ایسی بات نہیں کہہ سکتے۔

غیر موضوع لہٗ پر استدلال کے مفاسد اب ہم کو اندیشہ ہے کہ علماء شیعہ نے جو کتب لغت یا تفسیروں میں معانی لفظِ خمر و زنا و ربوٰ کے مثلاً لکھے ہیں اور فقرہ فَهُوَ حَرَامٌ کا نہیں لکھا تو آپ جیسے صاحب حوصلہ، ذی شعور، بے شک ان اشیاء کو حلال سمجھ گئے ہوں گے کیونکہ دوسری

روایات و کتب کی تحریم کا تو آپ کے نزدیک کچھ اعتبار ہی نہیں۔ معاذاللہ معاذاللہ ؎

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

اور شیخ ابن الحدید معتزلی نے اگر کچھ نقل کیا تو سنگِ زرد برادرِ شغال ہم پر کیا حجت ہے۔ جوہری نے کوئی لفظ نقل کر کے حوالہ دے دیا ہو گا کہ فلاں عبارت میں یہ لفظ بایں معنیٰ آیا ہے۔ غرض اہلِ لغت اگر کوئی نقل کر دے تو تصدیق اور صحت اُس کی ہو جانی آپ ہی کا فہم ہے۔ شرح ملا میں شارح نے (بیچ مسئلہ جواز دخولِ ما مصدریہ کے جملہ اسمیہ پر) رضی سے نہج البلاغہ کا یہ فقرہ نقل کیا ہے بقوا فی الدنیا ماالدنیا باقیۃ پس تو یہ معنی ہو گئے کہ مولوی جامی نہج البلاغہ کو تصدیق کر کے مومن ہو گئے۔

سیدہؓ اور صدیقؓ کا کوئی خطبۂ ہجو کتب اہلِ سُنّت میں نہیں ہے

الغرض یہ قصہ حضرت زہراءؓ کا نساءِ بنی ہاشم کو جمع کرنا اور خطبہ ہجو خلیفہ کا پڑھنا اور خلیفۂ اوّل کا خطبہ درباب مذمت حضرت امیرؓ کا پڑھنا محض افتراء ہے۔ اہلِ سنت کی کسی کتاب میں اس کی کچھ اصل و پتہ و نشان نہیں ہے۔ الامان۔

یہ شیعوں کا کیسا آنکھ بند کر کے طوفان بکنا ہے کہ نہ خدا سے شرماویں اور نہ رسول اہل بیت عترت سے کچھ باک کریں۔ ان کی اہانت پر کس طرح جرأت کرتے ہیں اور کیوں کر خلاف ان کے اقوال کے اعتقاد کر لیتے ہیں اور مکذّب ان کے بنتے ہیں۔ اہلِ سنت کی کتابوں میں دیکھو کہ مدائح شیخین کی بزبان امیر المؤمنین حضرت علیؓ موجود ہیں اور مدائح حضرت امیرؓ کے شیخین کی زبان سے مسطور۔ اور ایسا ہی مدائح اور مدارج حضرت فاطمہؓ کے۔ پھر اہلِ سنت کی طرف ایسے واہی طوفان اٹھانا کمال بے حیائی ہے اور اہلِ سنت کی کتابیں کچھ مخفی نہیں۔ جس کا دل چاہے مدائح حضرت امیرؓ و حضرت زہراؓ دیکھے کہ کس قدر لکھے ہوئے ہیں۔ ہم کو حاجتِ تحریر ان کی اس رسالہ میں نہیں۔ اگر نقل بھی کریں تو شیعہ کب مانتے ہیں۔ مگر اہلِ عقل کو فہم درکار ہے کہ درصورتیکہ یہ لوگ حضرات عترت کے ایسے محبّ و معتقد ہوں تو ایسی حرکت ان سے واقع ہونی کب قرینِ قیاس ہے۔

فضل صدیقؓ اور امام جعفرؓ

مگر اب کتب شیعہ کی معتبرات کو دیکھو۔ کشف الغمۃ عن معرفت الائمہ میں تحریر ہے :۔

سئل الامام ابوجعفر علیہ السلام عن حلیۃ السیف هل یجوز ؟ فقال نعم۔ قد حلی ابوبکر الصدیق سیفہ بالفضۃ فقال الراوی اتقول ھکذا فوثب الامام عن مکانہ فقال نعم الصدیق، نعم الصدیق، نعم الصدیق فمن لم یقل لہ الصدیق فلا صدق اللہ قولہ فی الدنیا والاٰخرۃ۔

(ترجمہ) پوچھے گئے امام جعفر علیہ السلام حلیۂ سیف سے کہ آیا جائز ہے یا نہیں ؟ فرمایا ہاں جائز ہے البتہ

محلّی کیا ابوبکر صدیقؓ نے اپنی تلوار کو چاندی سے۔ بولا راوی کیا تم بھی صدیق کہتے ہو ابوبکرؓ کو ؟ پس اچھل پڑے اپنی جگہ سے۔ فرمایا ہاں صدیق ہیں ہاں وہ صدیق ہیں، ہاں وہ صدیق ہیں، ہاں وہ صدیق ہیں، پس جو کوئی نہ کہے ان کو صدیق تو نہ سچا کیجیو حق تعالیٰ اس کے قول کو دنیا اور آخرت میں "۔

سبحان اللہ ! اس میں سے یہ بھی نکلا کہ جو آپ کو صدیق نہیں کہتے اُن پر حضرت امام ابوجعفرؓ نے بد دعاء کی ہے اور مقبولِ بارگاہ کی بد دعاء کا اثر اب موجود ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے۔ جھوٹ بولنا اور جھوٹ بول کر دھوکہ دینا کس کا شعار ہے۔ خیر اب دیکھو ! تقریر طویل لاحاصل لاطائل کس پر اُلٹی اور شیعوں پر اس آیت امام معصوم نے رونا ڈال دیا یا نہیں ؟ اب سائل کے کلماتِ ناشائستہ کا جواب لکھنا کیا ضروری ہے ؟ مگر ہزار حیف کہ یہ مدعیین (محبت و اتباعِ ائمہ کے) کیونکر نصوصِ ائمہ کو غلط سمجھ گئے۔ کیا اس کا ہی نام محبت ہے ؟ معاذ اللہ ! مآل کار سنو کہ کتبِ شیعہ میں کیا لکھا ہے۔ کتب اہلِ سنت میں تو سب کچھ موجود ہے مگر شیعہ کب تسلیم کریں گے ۔

سیدہ صدیقؓ سے ناراض ہو کر فوت نہیں ہوئیں

مجاج السالکین میں کہ کتاب معتبر شیعہ کی ہے لکھا ہے :۔

اِنّ ابابکر لمّا رأی فاطمةؓ انقبضت عنه وهجرته ولم تتكلم بعد ذٰلك فی امر فدك كبر ذٰلك عنده فاراد استرضاءها فاتاها - فقال لها صدقت یا ابنة رسول الله فیما ادّعیت ولٰكنی رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقسمها فیعطی الفقرآء والمساكین وابن السّبیل بعد ان یؤتی منها قوتكم و لصانعین بها - فقالت افعل كما كان ابی رسول الله یفعل فیها۔ فقال لك الله علیّ ان افعل فیها ما كان یفعل ابوك - فقالت والله لتفعلنّ فقال والله لأفعلنّ ذٰلك - فقالت اللّٰهم اشهد فرضیت بذٰلك واخذت العهد علیه فكان ابوبكر یعطیهم قوتهم و یقسم الباقی فیعطی الفقرآء والمساكین وابن السّبیل ۔

(ترجمہ) " البتہ ابوبکرؓ نے جب دیکھا کہ فاطمہؓ منقبض ہوگئیں (ابوبکرؓ سے) اور ترک کر دیا اور نہ کلام کیا بعد اس واقعہ کے (امرِ فدک میں) بھاری گزری ابوبکرؓ کے نزدیک یہ بات۔ پس ارادہ کیا راضی کرنے فاطمہؓ کا پس آیا فاطمہؓ کے پاس پس کہا سچ کہا تم نے اے بنت رسول اللہ اپنے دعویٰ میں مگر میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ تقسیم کرتے تھے اس کو اور دیتے تھے فقراء کو، مساکین کو اور مسافروں کو بعد دینے قوت تمہاری کی اور قوت کارگزاروں کی۔ پس کہا فاطمہؓ نے کہ تو بھی کیا کر جیسا کہ میرے باپ رسول اللہ کیا کرتے تھے۔ کہا ابوبکرؓ نے تمہارے لئے اللہ شاہد ہے اس بات پر کہ میں کروں اس میں وہی عمل جو کرتے تھے رسول اللہ تمہارے باپ اس میں کہا فاطمہؓ نے واللہ یونہی کرو گے ؟ پھر کہا ابوبکرؓ نے واللہ کروں گا یونہی۔ پس کہا فاطمہؓ نے الٰہی تو گواہ رہے اس کا۔ پس راضی ہوگئیں اس پر فاطمہؓ اور لیا عہد اس بات کا۔ پس تھے ابوبکر دیتے قوت ان کی، پھر تقسیم کر دیتے باقی کو۔ سو دیتے تھے فقراء و مساکین و ابن السبیل کو "۔

اب اس روایت سے رضامندی حضرت فاطمہؓ کی جب واضح ہوگئی تو قول سائل کا لغو ہو گیا۔ کچھ بھی معنی اس کے نہیں ہوسکتے ہیں۔ عجب ہے کہ آدمی آنکھ بند کر کے ایسی بات کہہ دے اور اپنی کتابوں کو بھی نہ دیکھے۔ معاذ اللہ! اس بُغض کا کیا علاج ہے ؟

اور ابوبکرؓ بہتان شیعہ سے کیسے بری ہیں۔ سبحان اللہ! اور ذرا انصاف درکار ہے کہ اگر صدیق اکبرؓ ایسا ظلم کرتے تو حضرت امیرؓ اُن کے ساتھ کیوں کر شیر و شکر کی طرح ہم پیالہ و ہم نوالہ بنے رہتے اور بحکم الٰہی اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً کہیں نہ نکل جاتے اور کیونکر ساری عمر کفر کے لباس میں بسر کرتے اور حسنینؓ اور حضرت امیرؓ کیسے اپنی بہن بیٹی کا ظالم سے نکاح کر دیتے ؟ یا دو ذرا انصاف کرو کہ ائمہ کو ایسا نامرد بنانا۔ وہ زور و بل کس دن کے لئے تھا۔ بہن بیٹی چھیننے کی غیرت نہ ہو اور دین و ایمان سب ہاتھ سے جانے کی پروا نہ رہے توبہ توبہ استغفر اللہ۔

بہرحال ظاہر ہو گیا کہ حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکرؓ سے غضب ناک نہیں گئیں جو کچھ رنج باقتضائے بشریت تھا رفع ہو گیا۔ ایسے رنجوں سے شانِ خلیفہ میں کچھ بھی نقصان نہیں آیا۔

حضرت فاطمہؓ اور امامؑ میں بھی شکر رنجی ہوتی تھی

حضرت امیرؓ اور حضرت زہراؓ کی شکر رنجی باہمی ہو جاتی تھی یہ واقعات کچھ شیعہ پر مخفی نہیں۔ پھر دونوں معصوموں میں کون ظالم تھا ؟ اور رنج رہی حضرت زہراءؓ سے حضرت امیرؓ کا کیا حال ہُوا تھا۔ شیعہ کو ایسے مطاعن کرنے اپنے پاؤں میں کلہاڑی مارنی ہے اور طرفہ یہ ہے کہ شیعہ اس مسئلہ میں خود متردد ہیں۔ اول میراث کا دعویٰ کیا جب جواب دندان شکن سُنا ہبہ کا دعویٰ کیا۔ جب جواب پایا کہ شیعہ مذہب میں (ہبہ - ناشر) بدوں قبض معتبر نہیں ہوتا اور قبضہ حضرت فاطمہؓ کا کبھی فدک وغیرہ پر ثابت نہیں ہوا ناچار وصیّت کا دعویٰ کیا۔ اور خود بیّن ہے کہ وصیّت اختِ میراث ہے جب میراث اس میں نہیں ہوسکتی وصیت بھی نہیں ہوسکتی۔

غرض کتبِ شیعہ میں ایسی ہی روایات متعارضہ ہر باب میں موجود ہیں جب کہ ان کو علمائے اہل سُنّت کی طرف سے ایسے ایسے جوابات اپنی کتابوں سے معلوم ہوئے تو آنکھیں چار ہوگئیں۔ لہٰذا حتی الامکان ہرگز اپنی کتبِ مذہب کو ظاہر نہیں کرتے۔ اصولِ مذہب ہنود و مجوس تک کی کتابیں چھپ گئیں مگر اس مذہب کی ایک کتاب نہ چھپی (باوجود اس قدرت و ثروت کے) بہرحال اس قوم کو باوجودیکہ اپنے معائب مذہبی پر اطلاع ہوئی مگر اپنی سُوءِ عقیدت سے باز نہیں آتے۔

فدک اور حضرت علیؓ اور امام باقرؒ

خیر ان سب سے درگزر کر کے ہم پوچھتے ہیں کہ اگر یہ اقوال تمہارے صادق ہیں تو حضرت امیرؓ نے اپنی خلافت میں یہ ترکہ اولادِ فاطمہؓ و عباسؓ کو کیوں نہیں دیا ؟ آیا حضرت امیرؓ بھی غاصب ہی تھے ؟ اور عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جب امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے فدک کر دیا۔ انہوں نے اپنے پاس رکھا، کیوں علیٰ فرائض اللہ تقسیم نہ کیا۔ آیا یہ بھی ظالم ہی تھے معاذ اللہ۔

سیّدہ کی تدفین

اب باوجودیکہ حضرت زہراؓ رنجیدہ (خلیفہ سے) نہیں مریں۔ پھر خفیہ دفن کرنا ان کو اس سبب سے تھا کہ حضرت فاطمہؓ بہ سبب کمال اپنے تستر وحیاء کے شرم کرتی تھیں (اس سے) کہ میرا جنازہ (مردوں کی نظر سے گزرے گا کہ اس زمانہ میں نعش جنازے پر نہیں ہوتی تھی۔ لہٰذا حضرت اسماءؓ کو وصیت کی تھی کہ تم اور حضرت علیؓ مجھ کو غسل دے کر خفیہ دفن کر دیجیو اور بالفرض اگر کوئی اور وجہ تھی مگر جب وہ ناخوش نہیں رہی تھیں تو پھر اس کا طعن حضرت ابوبکرؓ پر کیا ہے ؟

سیدہؓ کی قبر بقیع میں ہے

اب یہ طعن کہ اہلِ مدینہ کو خبر قبر حضرت فاطمہؓ کی معلوم نہیں بالکل مہمل ہے کیونکہ (اول تو) قبر ان کی بقیع میں ہے سب کو معلوم ہے اور اگر بھلا تردد اہلِ مدینہ کو ہے تو اس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ پر کیا طعن ہے ؟ مگر شیعہ مدعیانِ محبّت سے پوچھنا چاہیئے کہ آپ فرمائیں کہ قبر حضرت زہراءؓ کہاں ہے آپ کو بھی کچھ معلوم ہے۔

الغرض اے مسلمانو! ذرا انصاف کرو، اس خرافات پر تو کوئی کافر بھی تاب نہ لائے گا کہ اسلام کا دعویٰ کریں اور قرآن وعترت کو رَدّ کریں اور اپنی نفسانیت سے مقبولانِ الٰہی کو کافر ومرتد ٹھہرادیں۔ کیا اسی کا نام اسلام اور سیرتِ ثقلین پر چلنا ہے ؟ ؎

هرگزم باور نمی آید بروئے اعتقاد
ایں ہمہ ہا کردن و دینِ پیمبرؐ داشتن

پیغمبر تو مخالفینِ ثقلین پر لعنت کریں اور حق چھپانے والوں پر نفریں بھیجیں اور شیعہ کچھ خیال نہ کریں۔ اس قرآن خوانی سے سوائے لعنت کے کیا حاصل ؟ رُبَّ قَالَ لِلْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ یَلْعَنُہٗ۔ اور امام محمد باقرؒ جو صدیقؓ کو صدیق نہ کہے اُس کو بددُعا فرمادیں اور تم ان کو کافر کہو۔ آیا تم اب کافر ہو یا نہیں ؟ جو خدا تعالیٰ اور رسول کو سچا جانے اس بات میں ہماری تسلی کر دے۔ تعجب ہے کہ تم ایسی واضحات بیّنات کو دیکھ کر عبرت نہیں پکڑتے اور ائمہ کو کاذب جانتے ہو اور تقیہ کے نام سے ان کو سب کچھ بناتے ہو۔ واللہ الہادی ۔

سوال چہارم[1]

پوچھو اپنے علماء سے کہ حضرت آدمؑ سے حضرت خاتم صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی نبی یا اس کا خلیفہ بغیر تقرر خدا ہُوا ہو تو ہمیں بتائیے۔ بلکہ جس نبی اور رسول کو خدا نے بھیجا تو امت نے اُس سے معجزے طلب کئے اس پر بھی قلیل ایمان لائے۔ ان میں بھی خالص کم اور منافق زیادہ جو کہ کسی مصلحتِ دنیا سے ایمان لائے۔ دور کیوں جاؤ اسی امت کا حال دیکھو کہ جناب رسولِؐ خدا کے کیسے معجزے دیکھے اس پر ایمان نہ لائے تا آنکہ یہ ارادہ کیا کہ منزل عقبہ میں پیغمبرؐ خدا کو شہید کر ڈالیں، تفسیر کشاف اور استیعاب میں دیکھو اور صحیح بخاری میں دیکھو کہ کون کون منافق تھا۔ ان میں سے کوئی صاحب بھی ان معجزات باہرہ پر ایمان نہ لائے اور نبوت کا یقین نہ کیا۔ سب جانے دو، ان کے بیان میں طول ہے مشکوٰۃ شریف کو ملاحظہ کرو حضرت فاروقؓ کا حال کیا لکھا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ سن شریف تو بُت پرستی ہی میں کمال کو پہنچ گیا تھا۔ کلمۂ اسلام بھی کتنے معجزات دیکھ کر پڑھا اور کتنے معجزات حضرتؐ کی خدمت میں رہ کر دیکھے۔ پھر بھی جب آنحضرتؐ نے حدیبیہ میں کفار سے صلح کی تو اس وقت بطون ان کا چھپ نہ سکا آخر کُھل ہی پڑے اور بولے کہ مجھے ایسا شک نبوت میں کبھی نہ ہوا تھا جیسا آج ہُوا۔ دیکھو معجزات کے مشاہدہ پر تو ان کا یہ حال تھا۔ اب یہاں بتاؤ کہ اجماع کون سی کتاب کے حکم پر ہُوا کہ صاحب کی نبوت ہی میں شک تھا اور حضرت ابوبکرؓ میں کونسا معجزہ سب پیغمبروں سے کامل دیکھا کہ ان پر ایمان لائے اور اب حضرات اہلِ سنت نے کون سے معجزات اور دلائل اور براہین پر چند جہلاء کی خلافتِ اجماعی کو قبول کیا کہ جس کے رئیس اور بانی مبانی ہی کو نبوّت میں شک تھا اور خلافتِ اجماعی پر کیوں کر اعتقاد قائم ہُوا۔ باوجودیکہ وہ عترتِ پیغمبر صاحبِ فضل بھی موجود تھے جس کی اطاعت کو حکم خدا تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم خاص و عام ہو چکا تھا۔ وہ لوگ صاحب اولوالامر چاہتے تھے یا خواہش نفس کی، یہ سراسر مخالفتِ خدا اور رسولؐ کی ہے اسی کا نام اسلام ہے؟ سبحان اللہ! ایسوں کی اطاعت خدا اور رسولؐ کی اطاعت ہے یا اولوالامر کی کچھ تو البتہ ہوا کی اطاعت سے منہ موڑو۔

غور تو کرو کہ کیا اہلِ اجماع کا مرتبہ انبیاء سے بھی بڑھا ہُوا ہے؟ دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام بے حکمِ خدا حضرت ہارونؑ کو خلیفہ نہ کر سکے۔ اپنی کتابوں کو تو دیکھو! ثعلبی وغیرہ علمائے اہل سنت روایت کرتے ہیں اس کے بیان میں طول ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب امیر المومنین علیہ السلام نے انگوٹھی سائل کو رکوع میں دی جناب پیغمبرؐ نے بھی دعا کی مثل حضرت موسیٰؑ کے اور یہ عرض کی وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي عَلِيًّا۔ یعنی "کر دان میرا وزیر

---

[1] از روافض (ناشر)

علی کو" خدا نے اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ نازل کیا۔

یا روز غدیر کے بعد جب سب لوگ اقرار و عہد کر چکے ولایت جناب امیرؑ کا تو ایک منافق پر کہ ظاہرا اُسے حاکم ہونا حضرتؓ کا ناگوار ہوا آسمان سے پتھر گرا۔ تفسیر ثعلبی میں دیکھ لو۔ پس اخطب خوارزم نے لکھا ہے کہ جب جبرئیل علیہ السلام نے حکم دیا کہ علی کو سب لوگ امیر المؤمنین کہا کریں کوئی نام نہ لے تب آنحضرتؐ نے حکم دیا اور اپنی طرف سے حکم نہ دیا۔ دیکھو قرآن میں کہ ملائکہ کی رائے باب خلافت ملائکہ میں قبول نہ ہوئی۔ کیا اہلِ اجماع کی رائے سب پر بلند تھی؟ حالانکہ بعضے اپنے نفاق و ایمان کا حال تو حذیفہؓ سے پوچھتے تھے۔ بخاری میں دیکھ لو۔

سبحان اللہ! جو ایسے خود غلط ہوں وہ غیر کو وزیر و خلیفہ بنانے کو بیٹھیں اور امیر المؤمنین بنادیں اور اولوالامر قرار دیں۔ یہ تو بُت کا خدا قرار دینا ٹھہرا۔ پس جس نے اولوالامر اپنی خواہشِ نفس سے بنایا اُس نے دوسرا خدا ہی بنایا۔ ایسی حالت میں جو لوگ سوائے معبود برحق کے غیروں کو خدا جانتے ہیں ان پر کفر کا اطلاق اہل سنت کو نہ چاہیئے کیا امم سابقہ کا حال قرآن میں نہیں پڑھا۔

پس ان میں اور تم میں کیا فرق ہے؟ اگر تم ان حرکتوں کے ساتھ مسلمان رہے تو وہ کیوں کافر ہوئے کس لئے کہ اس میں اور اُس میں دونوں میں بندگی اِلٰہ ہوا کی ہے۔ اَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوَاہُ۔ خدا نے کس کو فرمایا ہے؟

پس بغیر حکمِ پیغمبرؐ کسی کو نائب، خلیفہ پیغمبر بنانے اور جاننے والے بندگانِ خدا سے باہر ہیں یا نہیں؟ ہمیں سمجھا دو۔ فقط

جوابِ[1] سوال چہارم

انعقادِ خلافت شوریٰ سے ہوتا ہے منصوص نہیں ہوتا

ماشاء اللہ اس سوال میں آپ نہایت زور و شور پر ہیں مگر سلیقہ و تمیز خداداد ہے۔ اصل یہ ہے کہ انبیاء تو خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے مبعوث ہوتے ہیں۔ ان کے تقرر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا کلام ہے۔ البتہ نزاع اس میں ہے کہ بعثت رسل شیعہ کے مذہب میں حق تعالیٰ کے ذمہ واجب ہے اور اہل سنت کے نزدیک حق تعالیٰ کے ذمہ پر واجب نہیں۔ جو کچھ خیر بندہ کے واسطے کرے عین احسان بندہ پروری ہے سو اس میں بحث نہیں۔ لہٰذا ہم کو اس میں کچھ لکھنا بھی ضروری نہیں اور خلفاء و ائمہ کے تقرر میں شیعہ مدعی ہیں کہ وہ منصوص من اللہ ہونا چاہیئے سنت جماعت اس کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے نص ہونی امام کے باب میں ضروری نہیں، تو آپ ہم سے پوچھتے ہیں کہ بدون تقرر خدا تعالیٰ کے کوئی ہُوا ہو تو بتاؤ؟ عجب ہے کہ آپ ایسے عالم مذہب کے ہو کر تجاہلِ عارفانہ کرتے ہو۔ خیر ہم کو اس سے کیا غرض آپ کا سوال پورا کرنا چاہیئے۔

عقدِ خلافت اور حضرتِ امام نہج البلاغہ جو آپ کی کتاب قرآن شریف سے بھی زیادہ معتبر ہے اس میں نامۂ جناب امیر رضی اللہ عنہ کہ حضرت معاویہ رضؓ کے نام پر لکھا ہے اور پہلے اس میں سے نقل بھی ہو چکا ہے۔ اس میں یوں ارشاد ہے۔ ذرا ہوش کر کے سنو:۔

انما الشوریٰ للمہاجرین والانصار فان اجتمعوا علیٰ رجلٍ وسموہ اماماً کان للہ رضیً۔

(ترجمہ) بس یوں ہی ہے کہ مشورہ معتبر حق مہاجرین و انصار کا ہے، سو وہ اگر جمع ہو جاویں ایک شخص پر اور مقرر کر کے امام بنالیں تو وہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہوتا ہے۔"

اب دیکھو کہ خود جناب امیرؓ اپنی ہی امامت کو بالشوریٰ فرماتے ہیں۔ آپ اپنے ہی گھر کو دیکھو حضرت کے حال سے کیا استفسار کر کے حاصل کرو گے۔ اگر خلافت حضرت امیرؓ کی اللہ کی طرف سے منصوص ہوتی تو شوریٰ و مہاجرین و انصار کی حجت سے حضرت معاویہؓ کو کیوں الزام دیتے؟ خود نصِ خداوندی یا نص ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کرتے۔ خدا اور رسولؐ کا اعتبار زیادہ ہوتا ہے یا اجماع کا؟ اور شوریٰ مہاجرین و انصار کو اگر معاویہؓ معتبر جانتے

---

[1] از حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (ناشر)

تو تکرار ہی کیوں کرتے ؟ باوجود اس کے یہ کہ ان لوگوں کا اجماع معتبر ہے اگرچہ تم معتبر نہ سمجھو۔ تو اب نہیں معلوم کہ آپ اس کلام حضرتِ امیرؓ کو بھی صادق جانتے ہیں یا یہ بھی کاذب محمول تقیہ پر ہی سمجھ رہے ہیں۔

صاحبِ منہاج کا انصاف یہاں صاحبِ منہاج شیعہ نے انصاف کیا اور کہا کہ قولہ انما الشوریٰ للمہاجرین والانصار الخ دلیل صحتِ مذہب اہل سُنّت ہے۔ اگر آپ بھی انصاف پر آجاویں تو لائق ہے۔

الحاصل جو نبی ہُوا حسبِ مراتب اس کے توابع ہوئے کسی کے قلیل کسی کے کثیر اور ہمارے سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لکھوکھا آدمی توابع ہوئے۔ چنانچہ بارہ ہزار کے صحابہ ہونے کی نص تو آپ کی کتاب ہی سے ثابت ہے تو اتنے تو آپ کو بھی واجب التسلیم صحابہ جاننے پڑے۔

منافقین کو صحابہ جانتے تھے اور بعض منافق بھی صحابہ میں ملے رلے تھے۔ ہرچند اُن کے نفاق کی خبر صحابہ کو تھی مگر حکم ظاہر پر تھا اور انجام کار سب متمیز ہو گئے تھے کسی کا حال مخفی نہ رہا تھا اور جو لوگ تبوک کے غزوہ میں (لیلۃ العقبہ) بے ادبی کے قصد سے آئے تھے وہ بھی بعض صحابہ کو معلوم تھے اور جو بتہ ان کی موت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ویسا ہی سب نے دیکھا اور تصدیق اُن کی ہو گئی۔ اب تفسیر کشاف جار اللہ معتزلی کی ہم کو دیکھنی یا استیعاب کا دیکھنا کچھ ضروری نہیں اور نہ اس واسطے حاجت بخاری کی ہے۔ سب اہل سنت جانتے ہیں۔ مگر استیعاب و بخاری سے تم نے یہ نہ لکھا کہ کس مقام پر ان کتابوں میں ان منافقوں کے نام درج کئے ہیں ؟ تاکہ آپ کا مافی الضمیر معلوم ہوتا۔ ایسے مہمل اشارات سے تو کچھ کام نہیں چلتا۔ چند آدمی اہلِ نفاق جن کا نام ان کتابوں میں ہے عبداللہ بن ابی اور ذوالخویصرہ اور جُد بن قیس ہیں یہ تو سب کے نزدیک منافق ہیں۔ پھر کتاب کا دیکھنا کیا ضرور۔

مگر تم نے اگر اپنے عقیدۂ فاسدہ کے معین کوئی بات اس میں گھڑی ہے تو اس کا اظہار ضروری تھا تاکہ آپ کو اس کا جواب وافی ملتا۔ مگر بخاری سے کچھ کام نہ چلتا دیکھا لہٰذا آئیں غائیں دے گئے۔ اپنے نزدیک آپ نے اَن پڑھوں کو دھوکہ دیا ہے۔

اتنا ہم بھی کہے دیتے ہیں کہ بخاری سے (مثل قرآن شریف کے اور اقوالِ عترت کے) سب مہاجرین وانصار صحابہ کا صدق و اخلاص مثل آفتاب واضح ہے۔ ایسا ہی مشکوٰۃ کے مطالعہ پر حوالہ کرتے ہو۔ سو جس قدر مضمون بخاری میں ہے وہی مشکوٰۃ میں ہے۔ اگر حوالہ مشکوٰۃ کا بنا بر تصدیق الفاظ موضوعہ (تمہارے) واقعہ حدیبیہ کے اور اپنے فسادِ عقیدہ کے لئے ہے تو کمال خیانت ہے (دور از دیانت) اور اثر اس دعائے امامؑ مقبول کا ہے کہ فلا صدّق اللہ قولہٗ فی الدّنیا والاٰخرۃ۔ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل مشکوٰۃ شریف میں بخاری سے زیادہ مذکور ہیں۔

☆

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا اسلام اور فضائل

سنو کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ سال ششم مسلمان ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی کہ الٰہی دین کو قوت دیدے ساتھ ایک کے دو میں سے یا عمر رضی اللہ عنہ یا ابو جہل۔ مگر چونکہ ابو جہل کی تقدیر میں کفر و نار تھا اس کو توفیق نہ ہوئی اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو منصبِ وزارت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ملنا تھا وہ مسلمان ہوئے اور آپ کے اسلام کے سبب اسلام ظاہر ہوا اور آپ ہمیشہ مکہ میں کفار سے مقابلہ کرتے رہے اور بعد اسلام کے جو کچھ فتوح و معاملات (سامنے حضرت کے اور بعد وفات حضرت کے) ہوئے وہ کچھ مخفی نہیں تقریباً بعد تیس سال کے آپ نے جہاد اور اعلائے کلمۃ الاسلام میں سعی فرمائی۔ بعد بلوغ کے اکثر عمر آپ کی اسلام میں گزری اور تھوڑی جاہلیت میں دیکھو کہ تمہارا یہ مقال کہ سن شریف بت پرستی میں کمال کو پہنچ گیا تھا کس قدر بے ہودہ ہے۔ اولاً جب باخلاص کوئی مسلمان ہو تو ہزار برس کی بت پرستی پر ملامت کرنا حماقت ہے۔ دوسرے یہ آپ کا طعن واہی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ پر بہت چسپاں ہے کہ ان کی عمر اکثر مجوسیت اور نصرانیت ہی میں گئی اور تھوڑی اسلام میں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو (قبل چالیس سال کی عمر کے) کوئی تینتیس سال ہی کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ کمال عمر نہیں تھا بلکہ شباب تھا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی تو ساری عمر کفر ہی میں گئی اور عمار و مقداد بھی اول بت پرست تھے اور آپ کا عبداللہ بن سبا بانئ مذہب یہودی تھا اور حسبِ عقیدہ آپ کے حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مسلمان ہوا سو یہ طعن اُلٹا تم پر ہی رجوع کرتا ہے۔

اور روز صلح حدیبیہ (کے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تھا کہ یا رسول اللہ ہم حق پر اور کفار باطل پر ہمارے قتیل جنت میں اور ان کے دوزخ میں تو پھر ایسی دبی صلح کرنی مناسب نہیں معلوم ہوتی۔ ہماری شجاعت و جانبازی دیکھی تو ہوتی اس صلح پر بار بار عرض کرتے تھے، مگر یوں نہیں کہا کہ ہم صلح نہیں کرتے یا نہیں ہونے دیں گے۔ باادب عرض کرتے تھے کہ اس میں خفتِ اہلِ اسلام ہے۔ مگر چونکہ وہ عالم مایکون نہیں تھے یہ معلوم نہیں تھا کہ انجام اس کا بہت اچھا ہے۔ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض آپ کی قبول نہ کی تسلیم کر لیا۔ اور یہ لفظ کہ "جیسا شک مجھ کو نبوتِ پیغمبر میں آج ہوا کبھی نہیں ہوا تھا" ہرگز انہوں نے نہیں فرمایا اور نہ کسی کتاب اہلِ سنت میں یہ لفظ ہے۔ معاذ اللہ! یہ جرأت آپ کی اور ایسا افتراء؟ اگر اسی لفظ کے واسطے بخاری و مشکوٰۃ و استیعاب دکھاتے ہو تو بڑی غیرت کی بات ہے۔ حیف ہے کہ کچھ بھی آپ میں بوئے دیانت نہیں ہے۔ فرمائیے کس جا کون سی کتاب میں یہ عبارت ہے۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ایسا جھوٹ باندھنا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر بھی لفظ "رسول" نہ مٹایا

ہاں! جب سہیل بن عمرو نے صلحنامہ کے لکھنے کے وقت کہا کہ اگر ہم تم کو رسول اللہ جانتے تو ہرگز تکرار نہ کرتے محمد بن عبداللہ لکھو محمد رسول اللہ مت لکھو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتب صلحنامہ جناب امیر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ یہ لفظ مٹا دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صاف جواب دیا کہ میں نہیں مٹانے کا۔ آخر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے کاغذ لے کر آپ مٹایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ عالم مایکون نے صاف انکار ارشادِ مصطفوی کیا۔ پھر جو

کچھ توجیہہ اس فعل حضرتِ امیرؓ کی ذہنِ عالی میں ہوگی وہی توجیہہ حضرت فاروقؓ کی طرف سے قبول ہو۔ جب معصوم اور عالم ماکون نے صاف انکار کر دیا تو بے چارے فاروقؓ تو نہ معصوم تھے اور نہ عواقب الامور کے واقف، اُن پر کیوں اتنا غصّہ ہے؟ حاصل یہ ہے کہ کتبِ اہلِ سنت میں تو بجز مدائح فاروقی کوئی تنقیص کی بات نہیں پھر ایسا وسوسہ عوام کو ڈالنا آپ ہی کا کام ہے۔

فضائل شیخین اور حضرت علیؓ

مگر حضور اپنی کتب کو ملاحظہ فرما کر قریر العین ہوں۔ شرح نہج البلاغہ میں مذکور ہے کہ حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ نامہ معاویہؓ میں دبعد ذکر شیخین کے) یوں ارشاد فرماتے ہیں:۔

لعمری ان مکانهما من الاسلام لعظیمٌ و ان المصاب بهما لجرحٌ فی الاسلام شدید رحمهما الله وجزاهما باحسن ما عملا۔

(ترجمہ) قسم اپنی بقاء کی تحقیق مرتبہ اُن کا اسلام میں البتہ بڑا ہے اور مصیبت اُن کے انتقال کی اسلام میں نقصان شدید ہے۔ اللہ رحم کرے ان کو اور بدلہ دیوے اُن کو بہتر ان کے اعمال سے۔"

نکاح کلثومؓ

اور نکاح کرنا حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا بھی دلیل قاطع ہے اسلام و کمال فاروقی پر۔ سئل الامام محمد بن علی عن تزویجها فقال لولا انه رآه اهلًا لها ما کان یزوجها ایاه و کانت اشرف نساء العٰلمین۔

(ترجمہ) پوچھے گئے امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ نکاح کرنے کلثومؓ سے جواب دیا کہ اگر عمرؓ کو علیؓ اہل ولائق کلثوم نہ جانتے تو ہرگز نکاح نہ کرتے کہ وہ اشرف اور بزرگ ترین عورتوں میں تھیں۔"

سبحان اللہ! آپ کے ائمہ تو یوں مدح حضرت فاروقؓ کی فرماویں اور آپ کو یہ مالیخولیا تعجب ہے اور بیعت کرنا حضرت امیرؓ و حسنینؓ کا اور شریکِ مشورہ رہنا خود دلیلِ افضلیت عمرؓ ہے۔ مگر شیعہ نے بناچاری تقیہ کر کے اپنی نوائے بیجا کو نبھایا اور حضرت امیرؓ و حسنینؓ کو معاذ اللہ بے غیرت و نامرد اور سب کچھ بنا کر اپنی نفسانیت کو پار اُتار دیا۔ نقل مشہور" بیگانی بدشگونی کو اپنی ناک کاٹنی" سچ ہے۔" دوستی بے خرد خود دشمنی ست"

خلافتِ صدیقؓ اجماعِ صحابہؓ سے منعقد ہوئی تھی

اب آپ کو افضلیتِ عمرؓ اور جملہ مہاجرین و انصار اپنی کتابوں اور قرآن شریف سے جب معلوم ہو چکی تو سمجھو کہ ان مقبولوں کا اجماع خلافتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر بحکم کتاب اللہ اعظم الثقلین کے اور حدیثِ رسول اللہ اور عترتِ رسول اللہ کے منعقد ہوا۔ آیت کتاب اللہ یہ ہے:۔

وَمن یُّشاقق الرّسول من بعد ما تبیّن له الهدیٰ و یتّبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولّیٰ ونصله جهنم وساءت مصیرًا۔

(ترجمہ) جو شخص مخالفت کرے رسول کی بعد ظاہر ہونے ہدایت کے اور تابع ہو غیر راہ سب مومنین کے ہم حوالہ کریں

گے اس کو جس کو اس نے لیا اور داخل کریں گے جہنم میں اور بُرے ٹھکانے پہنچا "۔

اجماع کی مخالفت حرام ہے

سب مومنین کی مخالفت کو حق تعالیٰ نے حرام فرمایا۔ یہ اجماع ہی ہے اور احادیث بہت ہیں۔ مگر تم کو ہماری احادیث پر کب یقین ہے لہٰذا ترک کرتا ہوں اور حدیث حضرت علیؓ وَ اِنَّمَا الشُّوْرٰی لِلْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الخ اوپر مذکور ہو چکی۔ اور حضرت امیرؓ بھی اس اجماع میں داخل ہو گئے۔ اگرچہ بعد چھ ماہ کے ہی سہی۔ اجماع میں ایک وقت جمع ہونا شرط نہیں اور عذر توقف اس قدر مدت کا سابق مذکور ہو چکا۔ نہیں معلوم کہ یہ قول و فعل حضرتِ امیرؓ آپ کے نزدیک جہل و ضلالت ہے یا علم و ہدایت؟ پس اور کیا سائل کے کلام جہنم انجام کا جواب لکھا جاوے۔

اصحاب ثلاثہ کی خلافتِ اجماعی نہ ماننے کے مفاسد

اور عذر شیعہ کہ حضرت امیرؓ کے گلو میں رسن بستہ کھینچ لا کر بیعت کرا دی۔ اول تو وہی فضیحت اس قول نامعقول پر وارد ہے جو پہلے عرض ہو چکی اور دوسرے یہ کہ حضرت عمرؓ کے وقت جو حضرت امیرؓ نے اوّل وہلہ میں بیعت کر لی جب کون سی زنجیر معاذ اللہ آپ کی گردن میں باندھی گئی تھی؟ اور ایسا ہی حضرت عثمانؓ کے ساتھ خلافتِ ابوبکرؓ میں تو چھ ماہ ہمت بھی باندھی ان اوقات میں اتنا بھی نہ ہو سکا۔ حق تعالیٰ ایسے مجنون دشمنوں کو شرماوے۔

الحاصل جب یہ اجماع خلافت ابوبکرؓ کا حسبِ ارشاد حضرت علیؓ و تصدیق فعل حضرت امیرؓ حق و موافق حکم کتاب اللہ ہُوا تو بے چارے سنت جماعت کیوں اس اجماع پر ایمان نہ لاویں۔ ہم تو ظاہر و باطن محبّ علیؓ ہیں نہ مثلِ روافض۔ اب کہو کہ تم کس کو جہلاء قرار دیتے ہو؟ "اپنے منہ پر طمانچہ مارو" معاذ اللہ اگر وہ جاہل تھے تو ان میں ایک جاہل علی بھی تھے۔ اگر عمرؓ کو شک فی النبوت تھا تو کلثومؓ کا شاک سے نکاح کیوں کر دیا تھا؟ اور اگر عترت کے واسطے حکم خلافت خدا تعالےٰ و رسولؐ کی طرف سے صادر ہُوا تھا اس ہی عترت نے کیوں بیعت کر لی تھی؟ مخالفت خدا تعالیٰ و رسولؐ کی تھی۔ زیادہ تمہاری خرافات کا جواب کچھ ضروری نہیں۔ روزِ جزا اپنے کردار کو پاؤ گے اور حضرت موسیٰؑ کا ذکر کرنا بھی محض جہالت ہے۔ انبیاء میں کلام نہیں اور بابِ امامت میں قول حضرت امیرؓ کا ہم پیش کر چکے ہیں۔ اور ثعلبی ہرگز اہلِ سنت کے نزدیک معتبر نہیں اس کی روایت اکثر روافض سے منقول ہیں۔

آیت انما ولیکم بشرط تسلیم بھی مثبت خلافت بلافصل نہیں

نہج البلاغہ کو تو چھوڑو اور ثعلبی کے قول پر اعتماد کرو۔ حیف بریں محبت عترت اور آیت اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ الآیۃ۔ میں کلام طویل ہے۔ اگر تسلیم کریں کہ خلافت حضرت امیرؓ میں نازل ہوئی تو خلافت بلافصل کہاں سے نکلتی ہے؟ اُن کے وقت میں خلافتِ حقہ حضرت علیؓ پر ہی حصر تھی۔

آیت میں اگر حصر مطلق ہو تو حضرت علیؓ کے بعد کوئی امام نہیں ہو سکتا

اور شیعہ جو حصرِ مطلق کا دعویٰ کرتے ہیں تو لازم ہے کہ حضرت امیرؓ کے بعد بھی کوئی امام حق نہ ہو سکے۔ کیونکہ جب حصر حقیقی ہُوا تو اول اور آخر یکساں ہو گا عقل درکار ہے۔ ایسی ہی روایت پتھر گرنے کی

واہی موضوع ہے اور اخطب خوارزم زیدی غالی کذاب ہے۔ اس کی روایت لکھنی بھی (الزام اہل سنت میں) جہالت ہے۔

حدیثِ غدیر مثبتِ خلافت نہیں

اور روزِ غدیر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ اہلِ سنت کے بسروچشم معتبر و مقبول۔ چنانچہ مبارکباد دینا حضرت عمرؓ کا حضرت امیرؓ کو اس بشارت پر اہل سنت کی کتب میں موجود ہے مگر بلادتِ شیعہ کا کیا علاج؟ حضرت علیؓ کے مولا ہونے کا کس کو عذر و انکار ہے؟ مولا کے معنی ناصر اور دوست کے آتے ہیں اور متصرف کے معنی بھی ہیں۔ سو یہ عبارت کہ بعد اس کے ہے اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ۔ دلیل ظاہر ہے کہ معنی مولا کے یہاں دوست کے ہیں، اگر عقل ہو، سو دوستی حضرت علی رضی اللہ تعالے عنہ کے ساتھ اہلِ سنت کو اور سب صحابہ کو ہونا ثابت ہو چکی۔

اور سلمنا کے معنی مولا کے متصرف ہی ہیں تو حضرت امیرؓ اپنے عہد خلافت میں لاریب متصرف تھے ہم کو کب انکار ہے لیکن معنی مولیٰ کے اولیٰ بالتصرف کہیں لغت میں ثابت کرو، جب خلافت بلافصل کا دعویٰ کرنا۔

بزعم شیعہ حضورؐ کو ستر بار اظہار خلافتِ علیؓ کا حکم ہوا

اور تماشہ ہے کہ حضرت سید البلغاء راس امر کو کہ بزعم شیعہ رکن دین و اسلام ہو اور حضرت خداوندی سے اس قدر تقاضا اس میں ہوا کہ :-

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔

(ترجمہ) اے رسول پہنچا دے جو کچھ اتارا گیا تیری طرف تیرے رب کی طرف سے اور جو نہ کرے گا تو، نہیں پہنچایا ہوگا تو نے اس کی رسالت کو اور اللہ نگاہ رکھے گا تجھ کو لوگوں سے "

اور یہ رسالت اظہارِ خلافتِ علیؓ کی تھی اور پھر ستر بار جب آپ کو حضور ہوا یہی تاکید ہوئی کہ امر خلافت علیؓ کو ظاہر کر دو اور لوگوں کی اذیت کا ذمہ بھی حق تعالیٰ نے کر لیا۔

آیت میں ایہام و اشتراک ہے

اس پر ایسی موہم عبارت سے فرمایا کہ اوّل تو مشترک لفظ بولے اور اس میں بھی جو کچھ بعض معانی سے مفہوم ہو سکتا ہے اس کے ساتھ بلافصل کی قید نہ فرمائی۔ پھر آخر فقرہ میں جو بلا اشتراک کچھ وہم بھی جاتا تھا اس کو بھی رلا ملا دیا۔ سبحان اللہ! خوب رسالت ادا ہوئی اور خوب (باوصف تاکید ہائے خداوندی کے) اظہار امر خلافت علیؓ کی رسالت کو ظاہر و باہر تبلیغ کیا۔ اس میں شیخین وصحابہؓ کی کیا تقصیر؟ جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ہی معاذ اللہ بزعم شیعہ عاصی ہو گئے۔ الٰہی توبہ! یوں کیوں نہ فرمایا کہ اے لوگو! بعد میرے بلافصل میرا خلیفۂ مطلق اور وصی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہے۔

حضورؐ حضرت عباسؓ کو خلیفہ نامزد کر چکے تھے

اور پھر طرفہ یہ ہے کہ باوجودیکہ حضرت رسالتؐ (بزعم شیعہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مجمع عام میں غدیر خم پر خلیفہ کر چکے تھے قطعاً، پھر بھی "حزن المومنین" میں بروایت کلینیؒ اور ابن بابویہ و شیخ طوسی و شیخ مفید باسانید معتبرہ امام زین العابدین اور امام باقرؒ اور امام جعفر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ شدتِ مرض میں حضرت علیہ السلام نے حضرت عباس کو اور حضرت امیرؓ کو طلب فرما کر بمواجہ سب مہاجرین و انصار کے ارشاد کیا کہ اے عباس! میں انتقال کہنے والا ہوں، بعد میرے خلافت میری تم قبول کر کے مجھ کو اس مہم (خلیفہ بنانے) سے سبکدوش کر دو۔" حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ اس بار خلافت کے قابل حضرت امیر رضی اللہ عنہ ہیں مجھ کو لیاقت اس عہدہ کی نہیں ہے الخ۔

سبحان اللہ! دروغ گو را حافظہ نباشد۔ اگر حضرت امیرؓ کو مجمع عام میں روزِ غدیر خم کے خلیفہؓ بلافصل کر دیا تھا تو حضرت عباسؓ کو کیوں ارشادِ خلافت تھا؟ اور حضرتِ عباسؓ کو کیا ضرورت لیاقتِ حضرت علیؓ کی جتلانے کی تھی؟ کیوں نہ فرمایا کہ آپؐ ابھی دو اڑھائی ماہ گزرے کہ علیؓ کو خلیفہ بنا چکے ہو اور نہ کوئی اور اہلبیت سے بولا؟ تو معاذ اللہ یا تو جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر شیعہ عذر ہذیان یا سہو تجویز کریں گے یا کوئی اور عذر نامعقول ہوگا۔ مرحبا عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔ مشورہ ملائکہ کا یہاں تعین نبوت میں ذکر کرنا جہالت (محل نزاع سے) ہے۔ بس زیادہ کچھ ضرورتِ جواب نہیں۔

اب بعد ازیں جو سائل بے ادب کلام بے لگام کچھ اپنے منہ سے بخدمت داماد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بکتا ہے اور ان کو منافق کہہ کر تعبیر کرتا ہے اس کا کیا جواب دیں؟ معاذ اللہ! اگر وہ منافق تھے تو علیؓ اور حسنینؓ اُن سے بیعت کر کے اور اپنی بہن بیٹی کا نکاح کر کے کون ہوں گے؟ جزاہ اللہ شر الجزاء۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بار بار پوچھنا کمالِ ایمان تھا اور اس کے دلائل

اور حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حذیفہ رضؓ سے بے شک اپنے ایمان کا ثبوت پوچھتے تھے مگر یہ کمالِ ایمان تھا جس کو اعدار نے حمل منقصہ پر کیا کیونکہ حدیث میں آچکا ہے کہ عبرت خاتمہ پر ہے۔ بہت لوگ جنّت کا عمل کرتے ہیں اور قریب موت کے کافر ہو جاتے ہیں تو فی الحقیقت ان کا ایمان ایمان نہ تھا۔ بلکہ ظاہر میں ایمان اور نفس کے اندر کفر مکنون تھا کہ اس کو جاننا سوائے علام الغیوب کے طاقت بشری میں نہیں۔ یہاں تک کہ حضرت رسالتؐ کو قرآن مجید میں یوں حکم ہوا۔

قُلْ مَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ ۔

(ترجمہ) کہہ دے نہیں جانتا میں کیا کیا جاوے میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ "

اور مومنین کی مدح میں فرمایا:-

اِنَّ الَّذِیْنَ ھُمْ مِنْ خَشْیَۃِ رَبِّھِمْ مُشْفِقُوْنَ ۔

(ترجمہ) اس میں کوئی شک نہیں کہ جو لوگ اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں۔

اور ملائکہ کے باب میں فرمایا :-

یَخَافُوْنَ رَبَّھُمْ مِّنْ فَوْقِھِمْ ۔ ترجمہ :- وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جوکہ ان پر بالادست ہے ۔

سو جب کہ حق تعالےٰ نے اپنے رسول کو باوصفیکہ اُن سے خیریتِ خاتمہ کا وعدہ اور مغفرت جمیع ذنوب کا اقرار تھا اور نعمت عصمت کی بھی عطا فرمائی تھی مطمئن نہیں کر دیا اور ملائکہ معصومین بھی خوف ناک ہیں اور مومنین باوصف ایمان و عدم شریک وصدقہ وخیرات خوف رکھتے ہیں اور اس خوف کو محل مدح میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اب دیکھو بے نیازی اللہ تعالیٰ سے عمرؓ کیوں کر مطمئن ہو جاویں اور شیعہ جب کہ عدل کو ذمہ حق تعالیٰ کے واجب جانتے ہیں اور معصومین کو جنتِ دینا اُن کے مذہب میں حق تعالیٰ پر واجب ہے پھر ان کو کس خوف نے گھیرا تھا ؟ اور ان کا خوف کیوں کر محلِ مدح ہوگیا ؟ سو اس خوف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کیا تقصیر ہے ؟ حالانکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَلَا یَامَنُ مَکْرَ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ۔

سو اب مطمئن ہو جانے والے اہلِ خسارت ہُوئے جیسا شیعوں کا شعار ہے اور ڈرنے والے اہلِ ایمان ہوئے۔ اگر در باب عمر بشاراتِ نبویؐ ہو، مگر بہرحال یہ بشارات وعدۂ خداوندی سے (جو در بارۂ رسول اللہ تھا) یہ کچھ زیادہ نہیں تھیں۔ سو جب رسولؐ مطمئن نہ ہوں تو عمرؓ عالم مایکون نہیں تھے اور نہ ہی معصوم ۔

امام سجّادؑ معصومیت کے باوجود اپنے ایمان پر مطمئن نہیں تھے

حضرت سجاد فرماتے ہیں جو صحیفہ کاملہ میں موجود ہے :-

قد ملک الشیطان عنانی فی سوء الظن وضعف الیقین وانی اشکو سوء مجاورتہ لی وطاعۃ نفسی ۔

(ترجمہ) البتہ مالک ہُوا شیطان میری باگ کا بابِ بدظنی اور ضعفِ یقین میں اور مَیں شکایت کرتا ہوں بُرائی پڑوس شیطان کی اپنے ساتھ اور فرمانبرداری نفس اپنے کی شیطان کے واسطے) ۔

اور دوسری مناجات میں فرماتے ہیں ۔

اَنَا الّذی افنت الذنوب عمرہ ۔ الخ

سبحان اللہ ! حضرت سجادؓ معصوم عالم ماکان ویکون باوصف عصمت جب اپنی باگ شیطان کے ہاتھ میں کہیں اور عمر کو گنا ہوں میں کھوتا پہچانیں اور سوءِ مجاورت شیطان کا شکوہ کریں اور اپنے ایمان پر مطمئن نہ ہوں، اگر حضرت عمرؓ بے چارے غیر معصوم اندیشۂ نفاق رکھتے ہوں تو کیا محلِ طعن ہوگیا ؟ حضرت عمرؓ تو فقط نفس کی چوری کا اندیشہ ہی رکھتے تھے اور امام سجادؓ خود اپنی باگ قطعاً (ضعفِ یقین کے باب میں) شیطان کے ہاتھ میں فرماتے ہیں ۔ للہ ذرا کلمۂ حضرت عمرؓ اور کلمۂ حضرت سجادؓ میں موازنہ کر کے دیکھو تو کس کا کلمہ بڑھ کر ہے ؟ اگر کوئی توجیہ حضرت سجاد رضی اللہ عنہ کے کلام کی ذہن میں سمائی ہے تو وہی توجیہہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کلام کی بھی ہے۔ ایسا بے ادب کلمہ بکنا سخت خسارت دارین ہے ۔

معاذ اللہ عمر رضی اللہ عنہ منافق ہوں تو حذیفہ رضی اللہ عنہ جھوٹے ہوں گے

خیر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو مقامِ خشیت میں پوچھتے تھے

مگر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جو ہمیشہ تسلی کرتے رہے۔ سو یا تو حضرت عمرؓ منافق نہیں اور ہمارا یقین یوں ہی ہے د نظر بمدح ثقلین و مصاہرتِ حضرت امیرؓ و صدق حذیفہؓ) اور جو معاذ اللہ وہ منافق تھے تو بہت سی خرابی مذہب شیعہ پر وارد ہوتی ہے اور حذیفہؓ بھی معاذ اللہ منافق، خائن، کذاب ہوں گے کہ ہر روز جھوٹ بولتے رہے اور باوجود استفسار کبھی سچ نہ بولے اور ہمیشہ دوست بنے رہے۔ مگر ہاں جب تم نے حضرت امیرؓ کو سب کچھ بنا لیا تو حضرت حذیفہؓ سے کیا باک رہ گیا ؟

اب ذرا سوچو کہ یہ غلطی کا لفظ کس کے منہ پر پھب گیا ؟ سچ ہے کہ آسمان کا تھوکا تھوکنے والے کے منہ پر آتا ہے اور حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنانا ایسا کارگر ہوا کہ تمام مہاجرین و انصار نے اور خود حضرت امیرؓ نے قبول کر کے ان کو اولوالامر بنایا۔ اب نہیں معلوم کہ آپ کے نزدیک حضرت امیرؓ نے بُت کا خدا قرار دیا تھا یا دوسرا خدا خواہش کا بنایا تھا ؟ اور اُن پر کفر کا اطلاق تم جیسے محبت کینہ پرور بدلگام کرو گے یا کچھ پاس ادب رکھو گے۔

اہلِ سنت تو اتباعِ ثقلین کا دم بھرتے ہیں اور حسبِ حکم خداوندی و عترت باجماع خلیفہ بناتے ہیں۔ اب سب روایاتِ واضح سمجھ کر ہم کو سمجھا دو کہ اپنی خواہش کا پوجنے والا کون ہے ؟ تا کہ آپ کے منہ سے حق ظاہر ہو جاوے۔ وَاللّٰہُ الْهَادِی۔

سوالِ پنجم [1]

پوچھو اپنے علماء سے کہ عترتِ پیغمبرؐ کو جھوٹا کہنے والا اور جاننے والا مسلمان ہے یا کافر اور مکذّب خدا و رسول ہے یا نہیں ؟ پس جب وہ علماء اقرار کریں کہ ہاں ایسا شخص مکذّبِ خدا و رسول ہے تو پوچھو کہ جنہوں نے بعد امور معلومہ کے آپ کو صدیق اور فاروق کہلوایا اور تم سب لوگوں نے کہا پس ایسی صورت میں مکذوب ہو کر مسلمان رہے یا نہیں؟ اس کا جواب ان سے لو۔ فقط

٭

---

[1] از روافض ۔ (ناشر)

جوابِ[1] سوال پنجم

جواب اس کا اوپر کی تحریرات سے مشرح معلوم ہو چکا ہے۔ خلاصۂ جواب یہ ہے کہ عترت کو کاذب کہنے اور جاننے والا کافر ہے اور مکذّبِ خدا و رسول (حسبِ زعم تمہارے کے) بناءً علیہ جو مہاجرین و انصار کو منافق اور مرتد جانے اور حضرت صدّیق رضؓ کو صدیق نہ کہے حالانکہ قرآن شریف میں حق تعالیٰ اُن کو جنتی فرماتا ہے اور حضرت امیرؓ ان کو مقبول و مقرب بتلاتے ہیں۔ اور حضرت محمد باقرؓ ابوبکرؓ کو صدیق اور صدیق نہ جاننے والے (ان کے) کو مکذب فی الدارین اور حضرت امیرؓ خلفاءِ ثلاثہ کی خلافت کو حق ارشاد کرتے ہیں تو وہ مکذب الثقلین ہوا اور دائرہ اسلام سے خارج اور سزاوار دار البوار جہنم۔ اب دیکھو کہ مصداق اس کا کون ہے سُنّی یا شیعہ؟ واللہ الہادی

سوالِ[2] ششم

پوچھو اپنے علماء سے کہ یہ حدیث متفق علیہ فریقین ہے کہ جو نہ پہچانے امام زماں کو وہ کافر مرتا ہے۔ پس جناب امیرالمومنینؓ مکذّبِ خلافتِ ابوبکر اور خود مدعی خلافت تھے جیساکہ کلماتِ ابوبکر سے سوال سوم میں ظاہر ہوا کہ اگر کوئی چاہے تو اس باب میں ایک کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ غرض بتاؤ کہ ان میں سے کس نے امام برحق کو نہ پہچانا اور سب تو سب جناب فاطمہؓ جو بالاتفاق ناراض ہو گئیں وہ کس کو امام جانتی تھیں۔ بھلا ان کو تو تم کاہے کو مانو گے کہ ان کی تو تم تکذیب کرتے ہو کہ مقابل کو صدیق اور فاروق کہتے ہو۔ مگر یہ بتاؤ کہ ام المومنین عائشہؓ کس کو امام پہچان کر دنیا سے گئیں کہ وہ تو تیرے خلیفہ کو نعثل کہا کیں اور لعنت کیا کیں اور چوتھے سے لڑیں۔ اس کے سوا آپ بھی سارے ائمہ اثنا عشر کے منکر کس کو امام جان کر کس دین پر مرتے ہیں کہ حدیث سے ثابت ہے کہ ہر زمانہ میں امام ہو گا اور اگر نہ ہو گا تو قولِ پیغمبرؐ لغو ٹھہرتا ہے اور یہ محال اور خلافِ دین ہے۔ اگر کوئی کہے کہ امامت بر بناءِ مذہب اہلِ سنت رکنِ ایمان نہیں ہے تو کہو کہ پھر ترکِ خلفاءِ اجماعی پر شیعہ کا کیا نقصان ہے؟ کس لئے کہ انہوں نے بارہ خلیفہ معین کردۂ خدا مانے۔ اگر ان کا مذہب حق ہے تو آپ کس دین پر گئے؟ کیونکہ ان کے نزدیک امامت رکنِ ایمان ہے۔

فقط

---

[1] از حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (ناشر) [2] از روافض (ناشر)

جوابِ سوالِ ششم

تحریفاتِ شیعہ

یہ حدیث جس کا آپ ترجمہ نقل کرتے ہیں اور اس کو حدیث متفق علیہ فریقین قرار دیتے ہیں۔ بایں معنی ہرگز کسی اہلِ سنت کی کتاب میں یہ حدیث منقول نہیں ہے۔ یہ محض آپ کا دروغ بے فروغ ہے۔ شیعہ کی عادت ہے کہ یا تحریف الفاظ میں کر دیتے ہیں۔ یا معنی میں تبدّل و تغیّر کر دیتے ہیں۔ اور مقصود مغالطہ دینا (اہلِ اسلام کا اس فعل شنیع سے) ہوتا ہے۔ اب سنو کہ یہ حدیث جو بعض کتبِ عقائد میں مسطور ہے بایں الفاظ ہے :۔

مَنْ لَّمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ فَقَدْ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً ۔

(ترجمہ) جس نے نہ پہچانا امامِ زمانہ اپنے کو تو وہ مَرا مَرنا زمانہ جاہلیت جیسا "

یعنی زمانۂ جاہلیت قبل بعثتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لوگ خود وضع تھے کسی ایک حاکم پر مجتمع نہ تھے، گھر گھر حکومت تھی، بعد بعثت ذات بابرکات کے سب ایک حاکم پر جمع ہو گئے۔ اب اگر کوئی اپنے وقت کے مقتدار کو نہ پہچانتے اور اُس سے جُدا رہے تو اس کی موت بھی اسی زمانۂ جاہلیت جیسی ہوئی ۔

امامت کا صحیح مفہوم اور لفظ امام کا خلیفہ و حاکم ظاہر پر بولتے ہیں اور مقتدار اور پیشوائے دین کو بھی کہتے ہیں۔ سو باعتبار معنی اول کے تو حاصل حدیث یہ ہُوا کہ اگر خلیفۂ وقت کوئی موجود ہووے کہ اہلِ حل وعقد نے اس کو اپنا امام مقرر کر لیا ہو اور پھر اس کو کوئی شخص نہ مانے اور جماعتِ مسلمین سے جدا رہے اور اسی حالت میں وہ مَر جائے تو اس کی موت جاہلیت کے زمانہ کی طرح کی موت ہوئی یہ معنی کہ وہ عاصی ہے نہ کافر۔ اور اگر اس زمانے میں کوئی ایسا امام المسلمین موجود ہی نہیں بلکہ زمانہ فتنہ و افتراق کا ہے تو نہ امامِ زمانہ موجود اور نہ اس کے پہچاننے کی کوئی سبیل کہ تعریفِ شَے بعد وجودِ شَے ہوتی ہے نہ قبل وجود شَے ۔

احادیث سے ظاہر ہے کہ بعض ایامِ فتن میں امام نہ ہوگا چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ حضرت رسالتؐ نے ایامِ فتنہ سے اور قتالِ فتنہ سے جب ڈرایا تو اس میں حضرت حذیفہؓ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! میں کیا کروں اگر اس زمانہ کو پاؤں ؟ فرمایا کہ جماعتِ مسلمین کے ساتھ رہیو، عرض کیا اگر نہ ہو امام و جماعتِ مسلمین ؟ فرمایا کہ یک سو ہو جا سب ان فرقوں سے "۔ تو معلوم ہُوا کہ بعض زمانہ

ؒ از حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ۔ (ناشر)

ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اس میں امام مسلمین موجود نہ ہو ایسے حال میں تعرفِ امام زمانہ کا کیونکر ہو سکتا ہے ۔

اور اگر بہ معنی ثانی ہے تو مقتدائے دین ہر زمانہ میں ہوتا ہے جو ضروریاتِ دین اور راہ و رسمِ اسلام کی تلقین کرے اور بعد ہر مدت سَو سال کے ایک شخص پیدا ہوتا ہے کہ بدعاتِ حادثہ کو قمع کرتا ہے اور (حسبِ استعداد اہلِ اس زمانہ کے) تجدید طریق تحصیلِ ظاہر دین و باطن دین کرتا ہے تو اس کا نہ جاننے والا بھی البتہ بموتِ جاہلی عصیاں میں مرتا ہے سو یہ معنی حدیث کے تھے ۔

ترجمہ حدیث میں تحریف اب سائل کی تحریفِ معنوی سب ظاہر ہو گئی کہ ترجمہ حدیث کو یوں لکھتا ہے کہ جو نہ پہچانے امام زمانہ کو وہ کافر مرتا ہے ۔ سبحان اللہ کیا جرأت ہے یا عدمِ سلیقہ اور ناواقفیتِ علم باعث اس خطا کا ہوئی ہے اور اگر شیعہ کے یہاں یہ حدیث بھی الفاظ ہے تو اہلِ سُنّت کو دعوکہ دینا کہ متفق علیہ فریقین ہے سخت بے جا بات ہے اور یہ بات ہرگز اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتی کہ ہر زمانہ میں امام ظاہر کا ہونا ضروری ہے ۔

چنانچہ واضح ہو گیا اور نہ کسی حدیث اہلِ سنت سے یہ ثابت ہُوا بلکہ اہلِ سنت کے یہاں یہ ثابت ہے کہ بعض زمانہ میں امام ظاہر نہیں ہوتا اور یہ خود بیّن بات ہے ۔ ہاں ایسے وقت میں مسلمانوں کو واجب ہے کہ اگر ممکن ہو تو اپنا امام مقرر کریں ورنہ گناہ گار ہوں گے ۔ مگر شیعہ کے یہاں ہر زمانہ میں امام ظاہر حق تعالیٰ پر ضروری ہے کہ مقرر کرے اور امام رکن اسلام ہے اور امام معصوم بھی ہونا چاہیئے ۔ سو بپاس اُن قواعد کے جب ظاہر میں خلاف اس کے مشاہدہ ہے تو طرح طرح کی واہیات امامت کے بارے میں خلافِ عقل و نقل ان کو اپنے سر پر دھرنی پڑیں ۔

بعد اس کے اب سنو کہ پہلے معلوم ہو چکا کہ نصب امام بہ مشورہ ہوتا ہے اور حضرت امیرؓ کی خلافت بہ مشورہ ہوئی اور خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو حضرت امیرؓ نے قبول کیا ۔ پہلے یہ سب نہج البلاغہ سے منقول ہو چکا ہے ۔ اور حضرت زہراؓ بھی جو کچھ ملال باقتضائے بشری رکھتی تھیں اس کو رفع کر کے بخوشی اجازت تصرف اموالِ بیت المال حضرت ابوبکرؓ کو دے کر اس رضامندی اپنی پر حق تعالیٰ کو گواہ کر گئیں اور یہ سب ہم معتبرات کتبِ شیعہ سے ثابت کر چکے ہیں تو یہ اقوال سائل کے کہ علیؓ مکذبِ امامتِ ابوبکرؓ تھے اور حضرت فاطمہؓ ناراض حضرت ابوبکرؓ سے مریں سب ہذیان محض رہ گئے ۔ چنانچہ ہر عاقل پر مخفی نہیں اور ہم مثل سائل کے بار بار ایک بات کو قلمبند کریں کیا ضرورت ہے ؟ اور جب حضرت محمد باقرؓ نے ابوبکرؓ کو صدیق کہا اور جانا تو اہلِ سنت پر کیا طعن ہے ؟ البتہ تم مکذبِ امام اور غیر مصدق القول فی الدارینؑ بہ ارشادِ امام ہو ۔

حضرت صدیقہؓ پر افتراء اور حضرت عائشہؓ نے بھی ذی النورین کو امام جانا اور یہ جو سائل لکھتا ہے کہ عائشہؓ امام ثالث کو نعثل کہتی تھیں اور لعنت کرتی تھیں معاذ اللہ یہ محض طوفان بہتان ہے ۔ روافض کا ۔ اہلِ سنت کی کسی کتاب میں یہ بات نہیں ۔ امام کے ساتھ گستاخی ہمارے مذہب میں حرام ہے ۔ البتہ شیعہ کے یہاں یہ عین دین ہے کہ اپنے ائمہ کو سب کچھ بنا رکھا ہے صریح زبان پر لانے سے رُواں کھڑا ہوتا ہے

اور کوئی اہلِ عقل باور کر سکتا ہے کہ حضرت عائشہؓ امام ثالث کو لعنت کیا کریں اور پھر اپنے بھائی سے ہی ان کا قصاص طلب کریں یہ خبر پاکر کہ قاتلِ خلیفہ میرا بھائی ہے اور بابت طلب قصاص اس قدر تکالیف اٹھائیں یہ بات خوش ہونے کی ہوتی مگر یہ خیالاتِ فاسدہ مجانین وحمقا کے ہیں کہ جن کے اصولِ دین ہی تخیلات پر مبنی ہیں۔

صدیقہؓ قاتلینِ عثمانؓ پر لعنت کرتی تھیں ابن السمان محمد بن الحنفیہ سے روایت کرتا ہے :-

اِنَّ علیاً بلغہٗ اَنَّ عائشۃؓ تلعن قتلۃ عثمان فرفع یدیہ حتّٰی بلغ بھما وجھہ فقال انا العن قتلۃ عثمان لعنھم اللہ فی السّھل والجبل مرّتین او ثلٰثاً۔

(ترجمہ) البتہ علیؓ کو خبر پہنچی کہ عائشہؓ لعنت کرتی ہیں قاتلینِ عثمانؓ کو پس اُٹھائے ہاتھ حضرت علیؓ نے یہاں تک پہنچایا دونوں ہاتھ کو منہ کے مقابلہ تک۔ پھر فرمایا کہ میں لعنت کرتا ہوں قاتلینِ عثمان کو اللہ لعنت کرے اُن پر زمین پست و پہاڑ میں۔ دو یا تین بار فرمایا۔

اس روایت سے معلوم ہُوا کہ عائشہؓ قاتلین کو لعنت کرتی تھیں اور حضرت علیؓ بھی قاتلینِ عثمان پر لعنت بھیجتے تھے۔ اس سے حق جاننا خلافتِ عثمانؓ کا حضرت عائشہؓ کی طرف سے محقق ہو گیا اور وسواس سائل کا مرتفع ہو گیا۔

صدیقہؓ علیؓ کی خلافت کو بھی حق جانتی تھی اب سنو کہ حضرت امیرؓ کی خلافت کو بھی حضرت عائشہؓ حق جانتی تھیں اور ان کی محبت کو عبادت پہچانتی تھیں :-

روی الدّیلمیُ عَنْ عائشۃ اِنّھا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم حُبُّ الْعَلیِّ عِبادَۃٌ۔

(ترجمہ) "دیلمی نے روایت کیا حضرت عائشہؓ سے کہ وہ فرماتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حُبِّ علی عبادت ہے"

صدیقہؓ اور امام کے مقاتلہ کا پُورا منظر اور یہ واقعہ شہادتِ حضرت عثمانؓ کا حضرت عائشہؓ کے پیچھے ہُوا۔ حضرت عائشہؓ حج کے واسطے مکّہ گئی تھیں اور بیعتِ حضرت امیرؓ بھی پیچھے ہی ہوئی تھی۔ طلحہؓ اور زبیرؓ اور بعض دیگر مدینہ میں قتلِ عثمانؓ پر تاسف کرتے تھے اور قصاص عثمانؓ پر حریص تھے اور قتلۂ عثمانؓ حضرت امیر پر حاوی ہو رہے تھے لہٰذا استیفائے قصاص میں جلدی کرنی مصلحت نہیں تھی۔ مفسدین کو جو یہ خبر پہنچی کہ یہ لوگ قصاص کی فکر میں ہیں انہوں نے طلحہ وغیرہ کے مارنے کا قصد کیا، یہ مدینہ سے بھاگ کر مکّہ پہنچے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا (جو کچھ واقع ہوا) اور یہ بھی کہا کہ امیر المومنین بنا بر مصلحت قصاص لینے میں ساکت ہیں اور مفسدین کی طغیانی بڑھتی جاتی ہے۔ جب تک قصاص نہ لیا جاوے گا بندوبست نہیں ہوگا۔

حضرت عائشہؓ نے تجویز کیا کہ جب تک وہ اشقیاء مدینہ میں ہیں تم وہاں نہ جاؤ اور کہیں رہو اور امیر المؤمنین کو

بہ تدبیر اُن سے جدا کر لو۔ جب وہ تمہارے ساتھ ہو جاویں تب قصاص لینا چاہیئے۔ سب نے اس صلاح کو پسند کر کے بصرہ وغیرہ کو کہ مجمع جنود مسلمین تھا ارادہ کیا اور مُصر ہُوئے کہ حضرت عائشہ رضؓ بھی ہمارے ساتھ چلیں کہ آپ کی پناہ میں ہم کو امن رہے گا ناچار حضرت عائشہ رضؓ بھی بصرہ گئیں۔

مفسدین نے یہ خبر حضرت علیؓ کو یوں دی کہ عائشہ رضؓ جنگ کے واسطے لوگوں کو جمع کرنے بصرہ گئی ہیں آپ ان کا تعاقب کریں۔ جب حسنینؓ اور عبد اللہ بن جعفر رضؓ اور ابن عباسؓ ہر چند حضرت علیؓ کو مانع ہوئے کہ آپ نہ جائیں مگر رائے اشقیاء کی غالب آئی۔ حضرت امیرؓ لشکر اپنا مع ان اشقیاء کے لے کر قریب بصرہ کے پہنچے۔ اول قعقاع کو حضرت عائشہ رضؓ کے پاس بھیجا کہ تم یہاں کیوں آئی ہو؟ حضرت عائشہ رضؓ نے جواب دیا کہ اصلاح کو اور یہی جواب زبیرؓ و طلحہ رضؓ نے دیا۔ قعقاع نے کہا پھر کیا صورتِ اصلاح ہے؟ انہوں نے کہا کہ استیفاء قصاصِ عثمانؓ۔ قعقاع نے کہا یہ تو بعد اتفاق ہو سکتا ہے۔ اول صلح کرو۔ انہوں نے کہا بہت خوب۔ قیقاع نے یہ خبر حضرت امیر رضؓ کو دی۔ آپ خوش ہوئے اور صلح پکی ہوئی۔ تیسرے روز صبح کو ملاقات ٹھہری کہ اس وقت کوئی مفسدین میں سے موجود نہ ہو۔

یہ خبر جو مفسدین کو پہنچی تو وہ گھبرائے۔ حیران ہو کر اپنے رئیس المفسدین عبد اللہ بن سبا کے پاس گئے کہ اب کیا تدبیر ہے؟ سخت بلا آئی۔ اس نے کہا کہ تم رات سے اُٹھ کر قتال شروع کر دو۔ اور مشہور کر دو کہ زبیر کی طرف سے غدر ہُوا۔

مفسدین نے ایسا ہی کیا کہ رات سے اُٹھ کر لشکرِ زبیرؓ سے آ کر قتال شروع کر دیا اور حضرت امیر رضؓ سے آ کر کہا کہ اس جانب سے غدر ہُوا۔ اور ان کو معلوم ہُوا کہ غدر حضرت امیرؓ کی طرف سے ہُوا۔ غرض حضرتِ امیرؓ جب تشریف لائے تو قتال گرم تھا۔ بناچاری بس ہُوا جو کچھ ہُوا۔ اس معرکہ میں جب طلحہؓ و زبیرؓ مواجہ حضرت امیر رضؓ کے ہُوئے اور حضرت امیرؓ نے کچھ فرمایا تو زبیرؓ نادم ہو کر ہٹے اور طلحہؓ بھی ہٹ گئے۔ اس حالتِ واپسی میں بعد ندامت و توبہ یہ شہید ہوئے۔

ندامت محلِ طعن نہیں | اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بعد اس واقعہ کے اس خطاء پر زار زار روتی تھیں اور شیعہ خود مطاعنِ عائشہ رضی اللہ عنہا میں نقل کرتے ہیں کہ آخر حال میں عائشہ رضؓ کہا کرتی تھیں :-

قاتلت علیاً ولو ددت انی کنت نسیا منسیا۔

(ترجمہ) مقاتلہ کیا میں نے علیؓ سے اور دوست رکھتی ہوں کہ ہوئی بھول بھلائی گئی۔"

سو توبہ و ندامت کو مطاعن میں شمار کرنا یہ بھی ایک بلاوت ہے۔ بہرحال عائشہؓ اور جو مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے تھے مقصود ان کا طلبِ قصاص تھا اور ہرگز قتال بارادہ مخالفت نہیں ہُوا۔ یہ محض خطا ہوئی۔ پھر بھی توبہ آپ کی ثابت ہو چکی اور یہ لوگ معصوم عالم ماکون نہیں تھے۔

زلّت انبیاء سے بھی ہوئی حضرت علیؓ بھی خطاء سے مامون نہ تھے

زلّت انبیاء سے بھی ہوئی ہے چنانچہ قصّۂ حضرت آدمؑ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مشہور ہے اور حضرت امیرؓ باوصف عصمت و علم ماکان و مایکون فرمایا کرتے تھے۔

لاتکفوا عن مقالۃٍ بحقٍّ او مشورۃٍ بعدلٍ فانی لسنت امن ان اخطئ
رواہ الکلینی۔

(ترجمہ) "مت باز رہو حق بات کہنے سے اور مشورۂ عدل دینے سے کہ بے شک میں مامون نہیں ہوں خطا کرنے سے۔"

اور معہذا ثابت ہُوا کہ شیعہ کے نزدیک ایک دو گناہِ کبیرہ سے تو عصمت بھی نہیں جاتی، چہ جائیکہ اسلام و عدالت۔ جیسا قصۂ حضرت یونس علیہ السلام میں منقول ہو چکا ہے۔ پھر یہ لوگ محاربِ علیؓ باوصفِ توبہ و ندامت کیوں ملازم ہیں؟

الحاصل ان لوگوں نے امامتِ حضرت امیرؓ کو پہچانا اور سوال سائل محض افسانۂ بے جا ہے۔ اور ہم سب اہلِ سنت ائمہ اثنا عشر کو امام اور مقتدائے دین و قطب ارشاد عقیدہ رکھتے ہیں اور امام ظاہر بجز حضرت امیرؓ اور چھ مہینے حضرت حسنؓ کے اور کسی کو نہیں جانتے۔ اگرچہ ان میں لیاقت امامت ظاہرہ کی سب معاصرین سے زیادہ تھی، مگر وقوع اس کا (بسبب اُن کے زُہد کے) تقدیرِ الٰہی سے نہ ہُوا اور یہ خود پیدا ہے (یعنی ظاہر ہے) اندھا کور باطن بھی اس بات کا انکار نہیں کر سکتا۔

امامت کے فرائض

کیونکہ امام کا کام انتظام رعایا کا اور دادِ مظلوم ظالم سے لینا اور جہاد وغیرہ امور ہوتے ہیں اور پھر اُن حضرات دہگانہ میں کبھی یہ بات ہوئی ہے جو اُن کو امام ظاہر کہا جاوے۔ ورنہ یوں تو جس کو چاہو امام نام رکھ لو۔ ہاں استحقاق و لیاقت میں کچھ کلام نہیں، مگر محض لیاقت سے تو کام نہیں چلتا۔ اگر لیاقتِ امام کا نام امام ہے تو اتنا تو ہم بھی مقر ہیں۔ ورنہ بقولِ سائل شیعہ کو وہی خواہش و ہَوا کا امام بنا کر پرستش کرنا پڑا۔ خیر یہاں ہم زیادہ کچھ نہیں لکھتے۔ جواب سائل کو شافی حاصل ہو گیا۔

ہاں البتہ حضرت امام مہدی کو زندہ تصوّر کر کے امام ٹھہرانا یہ بھی ایک مضحکہ صبیان ہے اور پابندی اپنے اصول میں ایسی ہزل پر عقیدہ کرنا محض حماقت اور خلفاءِ اجماعی مہاجرین و انصار اور حضرت امیرؓ و عترت کو جو نہ ماننے یہ تو لاریب ہے کہ مکذب و مخالف حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا ہوا اور حقیقت اس اجماع کی اور تصدیق و بیعت کرنا حضرت امیرؓ کا اُوپر آپ کی کتابوں سے ثابت ہی ہو چکا، تو اب شیعہ کا نقصان نہ ماننے میں کیوں نہیں؟ شیعہ تو اپنے اصول کے موافق کافر ہو جاویں گے۔ آپ ایسے کیوں مطمئن ہو گئے؟ اور ہر

زمانے میں امام کا ہونا ہمارے نزدیک کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ آپ کا محض دعوائے بلا دلیل ہے۔

اور ایسے ہی نص امامتِ ائمہ اثنا عشرہ اہلِ سنت کی کتابوں سے کہیں ثابت نہیں ہے۔ آپ تو مدعی تھے کہ کتبِ اہلِ سنت سے سب اپنا مذہب ثابت کر دوں گا تو وہ نصوص پیش کرو تاکہ تمہارا حوصلہ معلوم ہو اور تمہاری نہج البلاغۃ سے خود حضرت امیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ہی امامت بالشوریٰ ثابت ہوئی تو یہ دعوئ شیعہ کے مذہب کے موافق بھی بلا دلیل ہی رہا۔

سو الحمد للہ کہ شیعہ کی کتب سے ہی ثابت ہُوا کہ امامت ظاہری بالشوریٰ ہوتی ہے تو جو لوگ بمشاورت خلفاء ہوئے ان کو شیعہ امام حق نہ جان کر بلا تعرف امام زمانہ مرتے ہیں اور بزعم خود کافر ہوتے ہیں اور سُنّی امامِ حق کو حق اور ظاہر کو ظاہر، باطن کو باطن پہچان کر عامل وَاٰعْطُوْا كُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّہٗ ہو کر مؤمنین برضاء عترت مرتے ہیں۔

حق تعالےٰ شیعوں کو بھی ہدایت کرے تاکہ وہ حق کو حق جانیں اور اپنے باطل سے باز آویں۔ واللہ الہادی۔

سوؐال ہفتم

پوچھو اپنے علماء سے کہ آپ کی اُم المؤمنین جو امیر المؤمنین سے لڑیں تو امام جان کر لڑیں یا بغیر امام جانے، کہ دونوں صورتوں میں بناء بر قاعدۂ شرع کے یا کفر ہے یا ارتداد ماسوا اس کے سیرتِ پدر کی اپنے مخالفت کی کہ اُس نے حکمِ اجماع، ناسخِ حکمِ خدا و رسول قرار دیا تھا۔ سبحان اللہ! وہ تو تکذیب عترت کر کے صدیق ہوئے اور یہ جنگِ نفسِ رسول سے صدیقہ کہلائیں۔ مگر اصحاب میں حضرت سلمانؓ و ابوذرؓ و حذیفہؓ وغیرہم کو اور ازواج میں حضرت خدیجہؓ اور حضرت اُمّ سلمہؓ کو صدیق اور صدیقہ کے قابل نہ پایا۔ اس بن بیٹھنے کے کیا کہنے۔ سوائے دشمنانِ عترت کے اپنے علماء سے اس باب میں تسکین چاہو اور اگر کوئی بہکائے اور آپس کی بات کہہ کر ٹالے تو فریب میں نہ آؤ اور کہو کہ آپس کی بات اس کو کہتے ہیں جہاں مراتب علم اور کمال اور شرافتیں برابر ہوں۔ دیکھو تو کہاں عترتِ پیغمبرؐ نفسِ رسول اور کہاں ازواج، کس لئے کہ ازواجِ انبیاء کے ارتداد اور اہلِ نار ہونے کی خبر قرآن میں موجود ہے۔ دیکھو حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ کی خیانت کی خبر پہلے سورۂ تحریم میں فرما کر بعد ازاں خبر دخولِ نارِ زنِ انبیاء کیسے دی۔ سمجھو تو اس سے کیا ثابت ہُوا اور اُن کی شان میں قد صغت قلوبکما بعد حالِ خیانت کے فرمایا ہے۔ عبدالحق دہلوی نے ترجمۂ ہندی میں تصریح کی ہے یعنی دل تم دونوں کے حق سے پھر گئے۔

ا زدوانقس (ناشر)

پس کوئی عالم ان کے حق کی طرف بازگشت کرنے کو خدا کی جانب سے سُنادے تو ہم مانیں۔ ایسی صورت میں مقابلہ نفسِ پیغمبرؐ سے جس کی ایذا رسول کی ایذا ہے اور اس کی بغیر اجازت صراط پر سے کوئی نہ گزرے گا کہ فصل خطاب میں حضرت شیخ اوّل سے منقول ہے اور قبر میں سب سے اُن کی امامت کا سوال کیا جائے گا اور سدی آپ کا عالم سورۂ عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ کی تفسیر میں لکھتا ہے، دیکھو تو ایسے شخص کے منکر کس کو امام بنائیں گے ؟ پس ایسے کی مخالفت اور مقابلہ کو آپس کی بات کہیں گے اور بالفرض اگر یہی ہے تو اسی پر ثابت رہو۔ کفار قریش مثل ابولہب وغیرہ سے جو پیغمبر کو آزار پہنچے قابلِ معاف جانو یا قاتل حضرت ہابیل کو ملامت نہ کرو۔

پس اس صورت میں شیعہ کو بھی معاف فرمائیے کہ آپ کے سامنے اقرار کلمۂ شہادتین کرتے ہیں یہ مومن ہیں تعریف شیعہ کی آپ کی کتب میں بکثرت ہے۔ ان کی نجات کی خبر آپ کے پاس ہے کہ جو لاالٰہ الا اللہ کہے گا وہ داخلِ بہشت ہوگا تو ہم لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتے ہیں۔ کعبہ کو قبلہ، اسلام کو دین جانتے ہیں۔ قرآن کو کتاب اور عترت سے تمسک رکھتے ہیں۔ حلال خدا کو حلال اور حرامِ خدا کو حرام جانتے ہیں۔ تو ہم بے شک مومن ہیں اور آپ کی عائشہ ام المؤمنین ہیں یہ بھی ماں بیٹوں کی آپس کی بات ہے۔ البتہ آپ ہماری تکفیر اور تفسیق کرنے والے کون ہیں ؟ ہم جو کچھ کرتے ہیں حضرت ابراہیمؑ کی پیروی کرتے ہیں انہوں نے جو کچھ اپنے باپ سے کیا تھا وہ ہم اپنی ماں سے پیش آتے ہیں۔ پس اگر ہماری ماں کا لڑنا اور تکذیب امیرالمؤمنین کی معاف ہوگئی تو کیا اماں صاحب ہمیں وہ معاف نہ کریں گی ؟ اور اگر وہ معاف نہ کریں گی تو ہم جناب امیرؑ اور جناب فاطمہؓ سے ان کی اور بزرگواروں کی تقصیر معاف نہ ہونے دیں گے خصوصاً جو ساداتِ شیعہ ہیں ان کی تو یقینی آپس کی بات ہے۔ اُن کی تکفیر کرنے والے کو حضراتِ اہلِ سنت کافر جانیں تو آپس کی بات کہنا ٹھیک ہو۔ اس کو خوب سمجھو۔

اور بعض صاحب فرماتے ہیں چنانچہ مولوی ابوالبرکات صاحب نے رسالہ برکات الحق میں لکھا ہے کہ محاربین تین قسم پر تھے۔ ایک[۱] تابع امیرالمؤمنین، دوسرے[۲] تابع ام المؤمنین، تیسرے[۳] متوقفین ان تینوں گروہوں نے اپنے اپنے اجتہاد پر عمل کیا کسی کو بُرا بھلا کہنا جائز نہیں اور سب ماجور ہیں۔ پس غور کرو کہ حارب جناب امیرؑ اور قاتل جناب امام حسنؓ جس نے زہر دلوا کے شہید کیا وہ بھی ماجور ہوئے۔

اوّل تو ہم پوچھتے ہیں کہ ان گروہوں میں ملتِ خدا و رسول پر کون ہے کہ ایک فرقہ کو ناجی یہ خود لکھ چکے ہیں۔ دوسرے سب کے اجتہاد کہ مقابل نصوص کے تھے لائق اجر نہ ہوں گے۔

پس ہمارا اجتہاد اور استدلال و اسانید و نصوصِ کثیرہ کیوں قابلِ اجر نہ ہوگا۔ کچھ ایمان ہو تو اسے خوب سمجھو اور ہم سے کہو۔ فقط

جوابِ[1] سوال ہفتم

امام اپنے محاربین کو مسلمان مانتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضرت علیؓ سے خطاءً لڑائی ہوئی اور پھر تائب بھی ہوگئیں۔ مگر محاربہ علیؓ ہرگز کفر و ارتداد نہیں۔ یہ سائل اور اُس کے اسلاف کی کتنی جہالت (اپنی کتب اور اقوالِ ائمہ سے) ہے کہ حضرت امیرؓ کا ارشاد کہ اَصْبَحْنَا نُقَاتِلُ اِخْوَانَنَا فِی الدِّینِ سَلَامٌ ہِ پہلے نقل ہو چکا۔ اب شیعہ خلافِ حضرت امیرؓ کے جو مومنین کو کافر بتاتے ہیں مکذب حضرت امیرؓ ہو کر بزعمِ خود کافر بنتے ہیں۔ بڑی حسرت کی جا ہے کہ اپنی کتابوں کو نہیں مانتے۔

حضرت علیؓ نے بیعت کر کے خود حکمِ خداوندی کو منسوخ کیا اور ابوبکرؓ نے حکم خداوندی اور حکم رسولؐ کو ہرگز منسوخ نہیں کیا۔ امامت بلا فصل حق حضرت امیرؓ کا بحکم خداتعالے ہونا محض تمہارا ہی تخیل فاسد ہے کہیں ثابت تو کیا ہوتا اور بالفرض اگر ہے تو خود حضرت امیرؓ ہی ناسخ اس کے ہوئے کہ آپ نے بیعت کی اور پھر ہمیشہ اس خلافت کو حق کہتے رہے۔

شیعہ مفسّر طبرسی اور ابوبکرؓ کی خلافت بلا فصل بلکہ تمہاری کتب سے تو حقِ خلافت بلا فصل ابوبکر کا بھی ثابت ہے۔ طبرسی آپ کا مفسّر مجمع البیان میں لکھتا ہے :-

وَقِیْلَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَلَا یَوْمًا بِعَائِشَۃَ مَعَ جَارِیَتِہٖ الْقِبْطِیَّۃِ فَوَقَفَتْ حَفْصَۃُ عَلٰی ذٰلِکَ فَقَالَ لَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَا تُعْلِمِیْ عَائِشَۃَ بِذٰلِکَ وَحَرَّمَ مَارِیَۃَ عَلٰی نَفْسِہٖ فَاَعْلَمَتْ حَفْصَۃُ عَائِشَۃَ الْخَبَرَ وَاسْتَکْتَمَتْھَا اِیَّاہُ فَاَطْلَعَ اللّٰہُ نَبِیَّہٗ عَلٰی ذٰلِکَ وَھُوَ قَوْلُہٗ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حَدِیْثًا۔ یَعْنِیْ حَفْصَۃَ وَعَائِشَۃَ وَلَمَّا حَرَّمَ مَارِیَۃَ اَخْبَرَ حَفْصَۃَ اَنَّہٗ یَمْلِکُ مِنْ م بَعْدِہٖ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ الخ

(ترجمہ) کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلوت کی عائشہؓ کے دن میں اپنی جاریہ قبطیہ سے۔ پس حفصہ اس پر مطلع ہوگئی کہا رسول اللہؐ نے کہ عائشہ کو خبر مت کیجیو اس بات کی اور حرام کیا ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر

---

[1] از حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (ناشر)

پس جتلادی حفصہ نے عائشہ کو یہ خبر اور چھپایا حضرتؐ سے۔ پس خبر دار کیا اللہ نے، نبی اپنے کو اس بات کا اور یہی ہے مراد قول اللہ تعالیٰ کی "واذ اسر النبی الخ یعنی حفصہ اور عائشہ اور جب حرام کیا آپ نے ماریہ کو خبر دی تھی حفصہ کو کہ مالک ہوں گے بعد میرے ابوبکرؓ و عمرؓ۔

سبحان اللہ کیسا صاف خلافتِ شیخین بلا فصل مذکور ہے۔ مگر شیعہ کے تعصب نے نظرِ انصاف بند کر دی۔ اب مکذبِ حکم خداوندی اور رسولؐ شیعہ ہیں یا نہیں؟ انصاف کرو کہ کفر میں کون مبتلا ہے؟ اور صدیق ہونا حضرت ابوبکرؓ کا بہ شہادت معصوم محمد باقرؒ اور ثابت ہو گیا۔ اب ان کو صدیق نہ جاننے والا دیکھو کون ہُوا؟ باقی یہ کہ کسی کو کوئی خطاب ہو بوجہ خصوصیت اور کسی کو نہ ہو تو کیا شکایت ہے؟ حضرت علیؓ کو خطاب اسد اللہ ہُوا حسنینؓ و عمارؓ اور حذیفہؓ کو کیوں نہ ہُوا؟ یہ آپ کی سفاہت کی باتیں ہیں ان کا کیا جواب؟

ازواجِ مطہرات اور قرآنی مباحث

الحاصل ہم ثابت کر چکے کہ یہ قتال خطاء سے ہوا۔ جب انبیاء باوجود عصمتِ خطاء سے مامون نہ ہوئے تو حضرت عائشہؓ تو کچھ معصوم بھی نہیں تھیں اور تائبہ بھی ہو گئیں۔ اب آپ کی بات کا ذکر منہ پر لانا ایک جہالت ہے مگر آپ کی دانش مندی پر ہم غش ہیں کہ آپس کی بات نہ ہونے اور عترت کے برابر زوجہ کے نہ ہونے کی دلیل کیا عجیب آپ نے لکھی ہے۔ وہ یہ کہ زوجۂ انبیاء مرتد بھی ہو گئی ہیں۔ آپ کے حواس ٹھکانے نہیں رہے۔ عترت نبیؐ کی بھی مرتد ہو گئی ہے۔ پسر نوحؑ کی خبر قرآن شریف میں موجود ہے۔ شاید یہ قصہ بھی آپ کے نزدیک الحاقی ہو گا سو اس بات میں تو زوجہ و عترت برابر ہو گئی کوئی اور دلیل تلاش کرو۔

ارتدادِ ازواج کی صورت میں رسالتمآبؐ پر الزامات آئیں گے

مگر آپ کو کتنا مالیخولیا ہے کہ حضرت عائشہؓ و حفصہؓ کو مرتد کا فرقرار دیتے ہو ہم پوچھتے ہیں کہ جب اُن سے خیانت ہوئی اور وہ خیانت کوئی کفر نہیں تھی بلکہ افشائے سرِّ تحریم ماریہ تھا اور وجہ افشاء کی بھی یہ تھی کہ وہ اس امر کو امر ندب سمجھتی تھیں امر وجوب نہیں سمجھتی تھیں، تو وہ اس خیانت سے تمہارے نزدیک جب ہی مرتد ہو گئی تھیں یا بعد وفات حضرت سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے؟ اگر جب ہی معاذ اللہ مرتد ہو گئی تھیں تو پھر جو آنحضرتؐ نے ان کو گھر میں رکھا اور معاملہ زوجیت کا برتا تو حضرتؐ پر معاذ اللہ الزام لگتا ہے۔ کیونکہ مرتدہ سے نہ نکاح ہو سکتا ہے نہ مرتد عورت سے کسی اور طرح تصرف روا ہے۔ اور اگر بعد وفات حضرتؐ کے مرتد ہوئیں تو اس گناہ سے تو یہ بات ممکن نہیں کہ گناہ آج ہو اور اس کا حکم ایک مدت کے بعد ثابت ہو۔ شاید یہ بھی کوئی قاعدہ شیعہ کے مذہب میں ہو گا۔

اور اگر بعد وفات کے اور گناہ سے ارتداد ہُوا تو اس طعن کو بیچ میں لگانا کیا ہرزہ درائی ہے اس گناہ کو بیان کرو؟ اور وہ گناہ جو تمہارے دماغ میں پکا ہے یعنی محاربۂ علیؓ، تو اس کا دفع کئی بار ہو چکا۔ اگر عقل ہے تو سمجھ لو ورنہ بوجہل ہو۔

نزول آیات تخییر پر صدّیقہ و حفصہ رضؓ نے آخرت و رسولؐ کو اختیار کرلیا

اب سُنو کہ جب آیات تخییر نازل ہوئیں اور سب سے پہلے حضرتؐ نے عائشہ رضؓ پر پڑھیں تو عائشہ رضؓ نے آخرت کو پسند کیا اور حضرتؐ کی خدمت میں رہیں اور ایسا ہی حفصہ رضؓ اور سب ازواج نے کیا۔ چنانچہ تفاسیر شیعہ موجود ہیں دیکھ لو تو ذرا ہوش کرو کہ رجوع اور بازگشت اُن کی ثابت ہوئی یا نہیں؟ کیونکہ یہ آیات جب نازل ہوئی تھیں کہ جب حضرتؐ نے اس قصہ افشاء راز کے بعد عزلت کی اور بعد ایک ماہ کے تشریف گھر میں لائے اور سب ازواج سے وعدہ جو آیاتِ تخییر میں حق تعالیٰ فرماتا ہے :۔

فَاِنَّ اللّٰہَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْکُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ۔

(ترجمہ) اور اگر تم ارادہ کرتی ہو اللہ اور رسول اور آخرت کا تو اللہ تعالےٰ نے مہیا کیا ہے تمہاری نیکیوں کے لئے بڑا اجر "۔

اس وعدہ میں بسبب اختیار کرنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داخل ہوگئیں کہ نہیں ؟ ذرا آنکھ کھولو قرآن پر کیسا شیعہ کو عبور ہے جو کچھ معلوم کریں سُنتے سنائے ڈھکوسلے پیش کر دینے آتے ہیں ۔

واقعۂ ایلاء و تخییر کے بعد خدا کا حکم کہ انہی ازواج کو رکھو کوئی تبدیلی نہ کرو

اور جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہُوا اس واقعہ کے بعد کہ :۔

لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَاۤ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ الخ

(ترجمہ) نہیں حلال تجھ کو اور عورتیں آئندہ کو اور نہ یہ بات کہ بدلے تُو اُن کو عوض اور عورتوں کے "۔

اور حضرتؐ نے حسبِ اس حکم کے ان کو تا مدتِ عمر گھر میں اور نکاح میں رکھا تو کہو کہ وجہ اس کی قبول رجوع ان کی تھی ؟ یا معاذ اللہ خائنات اور مرتدات کو ہی رکھنے کا حکم ہُوا تھا ؟ آنکھ کھول کر قرآن شریف دیکھا تو ہوتا ۔

حاصل یہ کہ بعد اس واقعہ کے آیاتِ خیار نازل ہوئیں ۔ اس میں یہ حکم تھا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آخرت کو اختیار کرے اس کو تو اجر بے شمار ملے گا اور جو دُنیا کو اختیار کرے اس کو رخصت کر دو ۔ اور پھر ازواج نے آخرت کو قبول کیا اور حضرت کو حکم عدم تبدیل کا ہُوا تو رجوع ان کی عند اللہ معتبر و بہ اخلاص ثابت ہوگئی اور اجر آخرت میں داخل ہوئیں ۔

آپؐ نے ازواج کو ساری عمر ساتھ رکھا لہٰذا وہ طیبات تھیں

اور منکر اس رجوع کا کافر کہ اَلطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ حق تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے ۔ جو زوجہ کسی نبی کی مرتد ہوئی نکالی گئی اور ازواجِ مطہراتِ حضرتؐ مسلمات طیبات تھیں وہ ساری عمر نبیؐ کے ساتھ رہیں ۔ اس میں اور اُس میں جو فرق نہ جانے احمق ہے ۔ اور خود سورۂ تحریم میں اوّل گناہ بتلا کر ارشاد توبہ کیا اور پھر طرح طرح سے ڈرایا اور ارشاد کیا کہ کچھ زوجیتِ رسولؐ کے زعم میں مت آنا کہ زوجۂ نوحؑ و لوطؑ نے خود خیانت

سے باز نہ آئیں تو دنیا میں خدمتِ رسولؐ سے دُور ہوئیں اور آخرت میں دوزخ میں گئیں۔ اگر تم بھی باز نہ آؤ گی تو دنیا میں بھی نکالی جاؤ گی رسولؐ کی خدمت سے اور آخرت میں مآل بد ہوگا اور پھر ساتھ اس کے فرمایا :۔

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۔

(ترجمہ) جس دن رُسوا نہ کرے گا اللہ رسول کو اور اُس کے ساتھ کے مومنوں کو ۔"

تو بولو کہ جو زوجات حضرت کے ساتھ رہیں اور خدمت سے نہ نکالی گئیں بلکہ حکم ہُوا کہ ان کو مت بدلو، تو بوجہ رجوع الی اللہ ہی اُن کو یہ وعدہ دیا گیا تھا۔ یا معاذ اللہ حق تعالیٰ نے بھی جھوٹ فرما دیا تھا؟ کہ اگر باز نہ آؤ گی نکالی جاؤ گی کہ باوجود عدمِ رجوع نہ نکالا، بلکہ اسی آیت سے جس سے آپ اعراض کرتے ہیں رجوع ثابت ہے، کیونکہ فرمایا کہ" اگر توبہ کرو تو قبول ہو گی توبہ تمہاری۔ پس البتہ مائل ہو گئے ہیں دل تمہارے اور اگر چڑھائی کرو گی رسولؐ پر تو اللہ اُس کا ناصر ہے ۔" الخ

اور توبہ کے مقابلے میں چڑھائی کا ذکر فرمایا تو چڑھائی عدمِ توبہ ہے۔ پھر جب اللہ نے کوئی صدمہ ان کو نہ دیا بلکہ عدمِ تبدیل کی بشارت فرما دی اور نہ جبرئیل اور مومنین کی طرف سے کچھ ان کو صدمہ آیا تو رجوع صاف ظاہر ہے۔ قیاس استثنائی تو آپ نے ایسا غوجی میں بھی پڑھا ہو گا کہ رفع تالی سے رفع مقدم کا نتیجہ نکلتا ہے کچھ تو فکر کرو، بڑے افسوس کی بات ہے کہ قرآن کو بھی نہ بوجھا سمجھا، یوں ہی منہ سے جو چاہا بک دیا کچھ تو شرماؤ قرآن شریف میں تو سب کچھ موجود ہے مگر فہم خداداد ہے ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

عتابِ خداوندی ہر جگہ محلِّ طعن نہیں کیونکہ عتاب خود حضورؐ کو بھی ہُوا

اور اگر محض عتابِ خداوندی پر اکڑ اکڑ کر طعن کرتے ہو ارتداد کا لفظ بکتے ہو تو دیکھو خود شروع سورۂ تحریم میں يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ الخ جناب رسالتؐ پر عتاب ہے تو آپ کی شان میں بھی کچھ بکو اور غور کرو کہ غفور و رحیم کا لفظ خود قرینہ ہے کہ حضرتؐ سے یہ تحریم حلال موجب ناراضمندی الٰہی کا ہُوا جس کو معاف فرماتے ہیں اور حضرتؐ پر چند بار عتاب ہُوا ہے مگر یہ عتاب بطور شفقت ہے کہ اپنے مقبولوں کو تربیت فرماتے ہیں، ایسا ہی ازواج نبیؐ پر عتاب و تہدید اصلاح کے لئے ہے ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر

الحاصل رجوع ان کا قرآن سے ثابت ہُوا۔ سائل ذرا آنکھ کھول کر دیکھے اور حسبِ وعدہ اپنے تسلیم کرے اور مسلمان ہووے اور چونکہ عائشہؓ محبوبۂ رسول اللہ ہیں ان کی ایذاء بھی ایذائے رسول اللہ ہے ۔

صراط پر اور قبر میں سوال عن الامام موضوعاتِ شیعہ ہیں

اور یہ روایات سائل کی عبور صراط پر سے موقوف اجازت حضرت امیرؓ پر ہے اور قبر میں سوال امامت حضرت امیرؓ کا ہوگا روافض کی روایات ہیں۔ سدی صغیر رافضی کذاب تھا اہلِ سنت پر ان روایات سے حجت لانا جہل ہے۔ وان سلمنا۔ تو جب کہ اہلِ سنت حُبِّ علیؓ کو عبادت جانتے ہیں اور ان کو امام پہچانتے ہیں (چنانچہ حضرت عائشہؓ نے خود روایت کیا ہے) تو ہم کو کیا اندیشہ ہے۔ ہم کو تو اس سے عین راحت ہے اور منکرِ علیؓ کو اور بُرا کہنے والے (ان کے) کو ہم بُرا جانتے ہیں۔ مگر روافض کو فکر چاہیئے کہ محبت کے پردے میں کیسا کچھ حضرت امیرؓ کو بنا رکھا ہے۔

قتالِ صدیقہؓ کو ایذاء ابولہب پر قیاس کرنا حماقت ہے

اور اذیت ابولہب وغیرہ کفار کی (حضرت رسالتؐ کو) بوجہ کفر اور عداوتِ اسلام تھی اور قتال حضرت عائشہؓ کا بوجہ خطا ہُوا کہ مقصود اصلی ان کا اصلاح بین المسلمین اور استیفاء قصاص تھا کہ وہ بھی حکم اسلام ہے تو اس کو اُس پر قیاس کرنا سخت کم فہمی ہے۔ خدا جانے کہ یہ سائل کچھ علم بھی رکھتا ہے یا نہیں ؟

اور ایسا ہی قتلِ ہابیل عمداً غیر مشروع بات پر ہُوا۔ قابل نے یہاں باوجودیکہ حکم خدا تعالیٰ کو جان چکا تھا کہ اس عورت سے میرا نکاح نہیں ہوسکتا، مقتول مظلوم کو (بلاوجہ وبغیر شبہ) حسد کے سبب قتل کیا تھا اور یہاں تم کو معلوم ہوگیا کہ محض اصلاح مشروع مقصود تھی اور قتال شورانگیزی مفسدین سے ہُوا اور وہ لوگ عالمِ خفایا نہیں تھے۔ جب شروعِ قتال اس طرف سے دیکھا، جانا کہ امیرؓ کے حکم سے ہی ہُوا ہے اور پھر بھی خطا ہم اُن کی طرف سے رکھتے ہیں۔

حضرت صدیقہؓ کی خطا کے ذمہ دار بھی حضرت علیؓ ہیں

ورنہ باوجود قرارداد صلح کے حضرت علیؓ نے کہ عالم مایکون تھے کیوں تفتیش نہ کی ؟ اور شریکِ قتال بہ خبر مفسدین ہو گئے حالانکہ جانتے تھے کہ میرے لشکر میں اہلِ فساد بھی بھرے ہُوئے ہیں۔ چنانچہ نہج البلاغہ کے خطبوں سے خوبی بعض لشکریانِ جناب امیرؓ معلوم ہوسکتی ہے ایک عبارت نقل کرتا ہوں۔ مشتے نمونہ باشد از خروارے :-

قَالَ رَضِیَ اللّٰہُ الْمَغْرُوْرُ وَاللّٰہِ مَنْ غَرَرْتُمُوْہُ وَمَنْ فَازَ بِکُمْ فَانَّہٗ بِالسَّہْمِ الْاَخْیَبِ وَمَنْ رَمٰی بِکُمْ رَمٰی بِاَفْوَقِ نَاصِلٍ اصبحت لا اصدّق قولکم ولا اطمع فی نصرکم ولا اوعد کم العدوّ بکم -

(ترجمہ) "دھوکہ میں ڈالا گیا وہ ہے کہ واللہ جس کو تم نے فریب دیا اور جس کو حاصل ہوئے تم حاصل ہُوا اس کو ناقص حصہ اور جو تیر مارا گیا تمہارے ساتھ مارا گیا بُرے تیر سے، صبح کی میں نے واللہ اس حال میں کہ تصدیق نہیں کرتا تمہارے قول کو اور نہیں طمع کرتا تمہاری نصرت میں اور نہیں ڈراتا میں ساتھ تمہارے دشمن کو"

سبحان اللہ! حضرت امیرؓ کو اب بعد تجربہ خود اُن کا کذب ظاہر ہوگیا کہ آپ بھی ان کا عدمِ اعتبار قول بحلف فرماتے ہیں تو اب اگر کوئی کہے کہ وہ تو عالم ما یکون تھے، کیوں ان کے قول پر خطاء میں پڑے۔ تو حضرت علیؓ بھی خاطی ہوتے ہیں۔ سو یہ سائل مجتہد کتنا بڑا عالم ہے کہ سبحان اللہ اس واقعہ کو اس پر قیاس کرتا ہے۔ جائے انصاف و تامل ہے۔

صرف ایک آیت کا منکر و مکذّب بھی کافر ہے

اور سائل جیسا شیعہ بے ادب ہر چند کلمۂ توحید زبان سے کہے لیکن مسلمان نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر ایک آیت قرآن شریف کا کوئی کلمہ گو منکر یا مکذب ہو تو وہ کافر ہوتا ہے۔ کلمہ پڑھنے اور قبلہ کی طرف منہ کرنے سے مومن نہیں ہوتا۔ تم صدہا آیات کے مکذّب اور عترت کے اقوال کے مخالف ہو اور خود عترت کی طرف کیسے کیسے نقصان لگاتے ہو۔ خصوصاً حضرت امّ کلثومؓ کہ معاذ اللہ اَوَّلُ فَرْجٍ غُصِبَ منّا تمہارا مجتہد کہتا ہے۔ اور حضرت امیرؓ کی شان میں کیا کیا واہیات اعتقاد کئے ہوئے ہے چنانچہ اوپر کے جوابوں میں کچھ مذکور ہُوا۔ پھر دعوائے محبّت و تمسک ثقلین کس منہ سے کرتے ہو؟ کچھ شرم کرو۔ پس تم خارج از اسلام ہو اور حضرت عائشہؓ ام المومنین ہیں نہ اُمّ الکافرین تم کو اُن سے کیا علاقہ؟ اذیت محبوبہ رسولِ خدا اذیت رسول اللہ ہے اور موذی رسوؐل کا کافر اور پھر بعد تسلیم عاق پر لعنت ہے اور عاق اپنی مادر کا جنت میں نہیں جاتا۔ ام المومنین اکمل المقربین محبوبۂ رسولِ امین کا عاق قطعاً جہنمی ہے۔ ایسے شریروں کی تکفیر و تسفیق ہر مسلمان پر واجب ہے۔

حضرت ابراہیمؑ اپنے والد سے گستاخ نہ ہوئے باوجودیکہ وہ کافر تھا

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کبھی اپنے باپ کافر سے کوئی کلام گستاخی کا نہیں کیا۔ جب اُن کے باپ نے کہا کہ اگر تُو باز نہ آوے گا تو تجھ کو سنگسار کر دوں گا اور تُو مجھ سے الگ ہو جا۔ تو آپ نے فرمایا سلام علیک، 'میں تمہارے واسطے استغفار کروں گا اللہ سے'، یہ سورۂ مریم میں موجود ہے۔ دیکھو! اور پھر بعد ہجرت کے آپ نے دُعا کی۔ جب حکم ہُوا کہ وہ کافر ہے اس کے واسطے دعا مت کرو آپ اس سے بے زار ہو گئے۔ سو یہ سورۂ توبہ میں موجود ہے۔ اب آپ سیرت حضرت ابراہیم کو دیکھو کہ باوجود کفر پدر کے ملائم کلامی اور استغفار کرتے رہے اور اُن کے تشدد پر بھی سلام ہی کہا۔

حضرت عائشہؓ باوجودیکہ محبوبۂ رسول ام المومنین ہیں شیعہ نے کتنی گستاخیاں کیں؟

اور اپنی شرارت کو دیکھو کہ باوجودیکہ عائشہؓ محبوبۂ رسول اللہ ہیں اور ام المؤمنین اور ایمانِ کامل رکھتی ہیں، تم ان کو لعن کر کے اپنی عاقبت خراب کرتے ہو۔ اور پھر اپنے آپ کو متبع ابراہیمؑ بتاتے ہو لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اس ہٹ دھرمی اور بے شرمی کا کیا علاج؟ باقی سائل کی ہزلیات بھگڑ ہے۔ عاقل خود جان لے گا کہ کیسا واہیات اس کا کلام بے معنی ہے ان الفاظ بے ہُودہ کا جواب ضروری نہیں اور ویسا ہی زہر دلانے والا حضرت حسنؓ کا ناحق عمداً قاتل و

ہالک ہُوا ہے) فاسق ہے خلافِ محارب کے کہ وہ خطا سے واقع ہُوا اور بلکہ حسبِ اصولِ شیعہ حضرت امیرؓ سے سخت خطا ہوئی کہ قتالِ عائشہ میں کذاب کے قول پر باوجودیکہ ان کو کذاب جانتے تھے عمل کیا بخلاف مقابلین کے کہ وہ عالم مایکون نہیں تھے۔ اس کو اور اُس کو بُرا جاننے والا محض احمق جاہل ہے۔ حیف کہ دعوائے علم اور سر و بُن کی تمیز نہیں۔

اور ہم کہتے ہیں کہ وہ تینوں فرقے ناجی تھے۔ کیونکہ عقائد و اصول و ایمان میں سب متفق تھے نزاع فقط ایک بات میں ہے کہ وہ رکنِ دین نہیں ہے۔ مگر جس سے خطاء ہوئی وہ معاف ہے اور جس نے دیدہ و دانستہ کیا وہ گناہ گار ہے بعد توبہ کے معاف ہُوا۔ اور شیعہ محض براہِ عناد مخالف ثقلین کے ہیں۔ مخالف قرآن شریف کا جو ہُوا وہ مردود ہے۔

اور نصوص تمہاری موضوع خلاف الثقلین واجب الترک ہیں سب کا بیان سابق مشرح ہو چکا۔ تکرار کی ضرورت نہیں۔ اب اگر کچھ بھی بوئے ایمان ہے تو اس کو بُوجھو اور اپنے خبثِ عقائد سے باز آؤ اور ہم کو بشارت اپنی توبہ اور ایمان کی دو۔

وَاللّٰہُ الْھَادِیْ۔

سوالِ ہشتم[1]

پوچھو اپنے عُلماء سے کہ حسنین علیہما السّلام نے دعوائے خلافت کیا کچھ چھپا نہیں، مگر جناب امام حسنؓ نے ناصر و مددگار نہ پائے اور غلبۂ اہلِ باطل کا دیکھا۔ بعد چھ مہینے کے مثل اپنے پدر بزرگوار کے صلح کی اور جناب امام حسینؓ نے ناصر پائے شہید ہوئے جو انہیں سچا جانتا ہے وہ بتائے کہ یہ کون سے خلیفہ تھے کہ اکثر اہلِ سنت کی بناءِ دین چار خلافتوں پر ہے۔ اب انہیں کون سا خلیفہ جانتے ہو؟ دیکھو سِرِّ شہادتین امام حسین علیہ السّلام ایک یہ بھی ہے کہ اگر اعتقاد خلفاء اجماعی کا آپ رکھتے ہوتے بعد چار کے حضرت کیوں دعوائے خلافت کرتے۔ پس شہادت جناب حسین علیہ السلام نے حق کو مثل آفتاب کے روشن کر دیا۔ کس لئے کہ جس طرح ان خلافتوں کی دلیل اجماعی وغیرہ ہوئی اسی طرح اگلوں کی تھی اور عترتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ان کے منکر ویسے ان کے۔ جیسے ان کے ظلم عترتِ رسولؐ پر ہوئے اس سے زیادہ ان کے جور و ستم، کہ یزید تو دُور تھا اور وہ نزدیک۔ یزید نے وہ مراتب عترت کے کاہے کو دیکھے اور سُنے تھے۔ جو انہوں نے پیغمبر سے دیکھے سُنے۔ پس حقِ عترت آفتابِ تاباں ہے۔ تم خفاش سیرت اگر نہ دیکھو چشمۂ آفتاب را چہ گناہ۔

---

[1] از روافض (ناشر)

جواب[1] سوالِ ہشتم

امام حسنؓ نے حفاظتِ خونِ مسلمین کے لئے صُلح کی ورنہ آپ کے لاکھوں جاں نثار تھے

اللہ اکبر! یہ سائل کتنا بدحواس ہے کہ ایسی مشہور بات کو کہ زبان زد خاص وعام ہے کس طرح اُلٹا بیان کرتا ہے؟ اے شیعو! ذرا اپنے اس مجتہد قمقام کی تحقیق سنو کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ قریب ایک لاکھ آدمیوں نے جان دینے پہ بیعت کی تھی اور سب جان فدا کرنے پر مستعد تھے۔ حضرت حسنؓ نے محض محافظتِ خونِ مسلمین کے لئے صلح کی۔ نہ عجز وضعف سے۔ چنانچہ حضرت حسنؓ کا خطبہ موجود ہے کہ فرمایا :۔

إِنَّ معاوية قد نازعني حقاً لي دونه فنظرت الصلاح للأمة وقطع الفتنة وقد كنتم بايعتموني على أن تسالموا من سالمني وتحاربوا من حاربني ورأيت أن حقن دماء المسلمين خير من سفكها ولم أرد بذلك إلا صلاحكم۔

(ترجمہ) تحقیق معاویہؓ نے بے شک جھگڑا کیا مجھ سے میرے حق میں نہ اس کے حق میں سو دیکھی میں نے بہتری اصلاح اس کام میں اور قطع کرنا فتنہ کو اور البتہ بیعت کی تھی تم نے مجھ سے اس بات پر کہ صلح کرو تم میرے مصالح سے اور حرب کرو محارب میرے سے اور جانا میں نے کہ حفاظت خون مسلمین کی بہتر ہے خون ریزی سے اور نہیں ارادہ میرا اس صلح سے مگر بھلائی تمہاری ۔"

اور حضرت حسینؓ کا قول کتبِ شیعہ میں موجود ہے کہ اگر میری ناک کاٹی جاتی تو میرے نزدیک اس صلح سے (کہ بھائی میرے حسن نے کی) بہتر تھا اور ظاہر ہے کہ یہ غیرت باوجود قدرت وتوقعِ غلبہ کے آتی ہے ورنہ بے چارگی میں کیا غیرت کی بات ہے۔ سو آپ کے یہ مجتہد اے شیعو! حضرت حسنؓ کو تو بے ناصر و مددگار قرار دیتے ہیں اور مجبورانہ صلح کرنے والے (خلاف اپنی کتب کی روایات کے) ٹھہراتے ہیں۔

امام حسینؓ نے ناصر و مددگار نہ پائے (برعکس قولِ شیعہ کے)

اور حضرت حسینؓ جو محض غدارانِ کوفہ کے بھروسہ پر گھر سے نکلے اور راہ میں محصور ہوئے کہ سوائے چند نفر اہل بیتؓ کے کوئی ناصر و رفیق نہ تھا ہر چہار طرف فوجِ اعداء تھی، فقط اتنا ہی چاہتے تھے کہ بیعت کر لو اور چاہے جہاں رہو اور جو چاہو کرو۔ اتنی بات کو قبول نہ کیا اور کس بے کسی میں شجاعانہ شہید ہوئے۔ ہر

---

[1] از حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (ناشر)

شخص مرثیہ خواں عامی جانتا ہے ان کو آپ کے مجتہد العصر فرماتے ہیں کہ ناصر و مددگار پائے اور شہید ہوئے کیسا آفتاب کو خاک سے چھپاتے ہیں۔ کیا قیامت دروغ ہے۔ ہر چند سب آپ کے اقوال ایسے ہی ہیں مگر یہ قول ہر عامی بازاری بھی جان سکتا ہے کہ غلط ہے اور دیگر ان امور کے کذب کو واقف کار پہچانتے ہیں۔

امیر معاویہؓ کی خلافت امام حسنؓ کے نزدیک جائز تھی

اور یہاں سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ خلافت معاویہؓ کو حضرت حسنؓ نے بنظرِ اصلاح جائز رکھا۔ اگرچہ خلافت معاویہؓ خلافتِ نبوت نہ تھی مگر خلافتِ ملوکانہ تھی۔

حضرت علیؓ کا فرمان کہ لوگوں کے لئے امیر ضروری ہے خواہ بُرا ہو یا اچھا

اور نہج البلاغہ میں حضرت امیرؓ سے منقول ہے کہ فرمایا حضرت امیرؓ نے کہ :-

لَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ اَمِیْرٍ بَرٍّ اَوْ فَاجِرٍ۔

(ترجمہ) ضروری ہے آدمیوں کے لئے کوئی امیر نیک ہو یا گناہ گار۔"

الحمد للہ کہ اس قول حضرت امیرؓ سے اور فعلِ حضرت حسنؓ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ خلیفہ کا معصوم ہونا ضروری نہیں اور گناہ گار بھی خلیفہ اور امیر ہوتا ہے اگرچہ خلافتِ نبوّت نہ ہو مگر خلافت ہے اور یہی مذہب اہلِ سُنّت کا ہے۔

امام حسنؓ کی خلافت خلافتِ نبوّت تھی

اور اہلِ سنت کے نزدیک چار ہی خلیفہ حق ہوئے اور بنائے دین ان پر محض آپ کا طوفان ہے۔ اہلِ سنّت تو چار یہ اور پانچویں حضرت حسنؓ (چھ مہینہ کو) پانچویں کو خلیفہ بسیرتِ نبوّت جانتے ہیں اور حضرت حسنؓ سے امام مہدی تک سب کو خلافتِ ظاہرہ کا خواہ نخواہ اعتقاد نہیں کرتے۔ امام باطن سمجھتے ہیں اور ان کے دَور میں جو خلفاء رہے وہ ملوک تھے ان کو ہم کب امام نبوت کہتے ہیں البتہ اکثر ان میں جائر تھے اور بعض عادل بھی تھے۔

انعقادِ خلافت کے لئے بیعتِ خواص لازم ہے

مگر تم شیعو! ذرا اگر یبان میں منہ ڈال کر دیکھو کہ امام کس واسطے ہوتا ہے آیا گھر میں چھپ کر گمنام ہو جانے کے واسطے یا انتظام ملک و مال و رعایا و دادِ مظلوم و قمع کفر و جہاد کے واسطے؟ یوں محض اپنے خیال میں یہ پکا کر کہ میں شاہِ عالم ہوں اور سب ملک و مال و رعایا میری ہی ہے۔ حالانکہ گھر تک کا مالک نہ ہو اور جان تک پر امن نہ رکھتا ہو۔ ہر کوئی امام بن بیٹھا کرے اور شیعہ اس کو امام و بادشاہ قرار دے کر تسلیم کر لیا کریں۔ پھر بارہ میں کیا حصر کرنا ضرور ہے؟ ذرا عقل کی بات کہو۔ چنانچہ اس زمانہ میں ایک سید مجنون اپنے کو ہندوستان کا بادشاہ سمجھ رہے ہیں۔ سبحان اللہ! اپنے منہ میاں مٹھو تو یہ تو بقول آپ کے ہَوّا و بُت کا امام بنانا ہُوا۔ ایسا تو ہر ایک امام ہے کچھ کسی کی خصوصیت نہیں۔

تمام ائمہ میں استعدادِ خلافت مکمّل تھی مگر اس کا ظہور نہ ہو سکا اور ہم لکھ چکے ہیں کہ لیاقتِ امامتِ ظاہرہ بھی ان سب حضرات میں اکمل تھی مگر ظاہر میں وقوع نہیں ہُوا۔ اگر استعداد کا نام امامت ہے تو اپنی اصطلاح کے مختار ہو، پھر اہلِ سنت سے کیوں اُلجھتے ہو؟ ورنہ شرم کی بات ہے کہ ایسی بات کہو کہ عقل و نقل کے بالکل خلاف ہو۔ اور حضرت حسینؓ دعویٰ کرنے سے کوئی سے خلیفہ بھی نہیں ہوئے۔ اگر آپ کے ہاتھ پر بیعت ہو جاتی تو جب پوچھنا تھا ورنہ اوپر لیاقت کا ذکر ہو چکا ہے اور یہ کہ اُن کے دعوے سے حصر پانچ خلفاءِ خلافتِ نبوّت کا باطل ہو گیا تھا یہ جہالت ہے اگر عقل ہو تو ظاہر بات ہے دعوے کرنے سے خلیفہ تو نہیں ہو جاتا۔ اگر یہ خلیفہ ہو جاتے (بالفرض) تو ہم اُن کو گِن چھٹا لیتے مگر نہ ہوئے تو اب کیا گِن لیں۔ اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ وہ خلیفہ ظاہری ہوتے تو اب وہ خلیفہ سادس ہمارے نزدیک ہو جاویں گے۔ سو اس میں کچھ ہم پر الزام نہیں ہو سکتا۔ ذرا عقل درکار ہے اور پہلے پانچ خلفاء باجماعِ اہلِ حق امامِ حق تھے اور اجماعی ہونا اُن کا ثابت ہو چکا اوپر کے جوابوں میں دیکھو۔

یزید کی امارت اجماعی نہ تھی خواص نے ردّ کیا عوام کا اعتبار نہیں مگر اجماع جیسا پانچ پہلوں پر ہُوا تھا یزید پر کون سا اجماع اہلِ حق ہُوا تھا وہ تو متغلب بزور ہو گیا تھا اور اجماعِ عوام کچھ معتبر نہیں اس کو اس پر قیاس کرنا کمال بلادت ہے۔ اس اجماع کو حضرتِ امیرؓ نے جائز رکھا۔ اس کو حضرت حسینؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ نے رد کیا۔ کجا زمین کجا آسمان۔ ہوش درکار ہے۔ حیف صد حیف آپ کو کیا کہا جاوے۔ ایسی حجت تو کسی شیعہ سے آج تک نہیں بن آئی تھی۔ یہ آپ کا ہی علم ہے کہ حضرت حسینؓ نے اپنے وقت کے جابر و متغلب کو جو نہ مان کر دعویٰ استحقاقِ خلافت کیا تو پہلی خلافتیں جو باجماع حضرت امیرؓ و حسنؓ وغیرہم ممدوحین ثقلین ہوئی تھیں وہ سب باطل ہو گئیں، حتیٰ کہ خلافتِ حضرت امیرؓ و حسنؓ بھی۔ کیونکہ وہ بھی اجماعی ہی تھیں۔ سبحان اللہ ذکر سترِ شہادت حسینؓ نے آپ کے علم و فہم و نکتہ رسی کو خوب ظاہر کر دیا۔ اور باقی ظلم کی نسبت کرنا خلفائے ثلٰثہ کی طرف یہ سفاہت قدیمہ ہے اس کا جواب وافی اوپر کے جوابوں میں آ چکا۔ مگر حضرت حسنؓ باوجود استطاعت حضرت معاویہؓ کو اپنا حق دے بیٹھے تو البتہ اُن کی جناب میں تو کچھ بہت ہی تم گستاخی کرو گے کہ انہوں نے بڑا سخت ظلم کیا ہے معاذ اللہ۔ اب حقیقت خلفائے خمسہ کی اور تغلّب یزید پلید کا مثل آفتاب روشن ہو گیا۔ اگر کور باطن نہ سمجھے تو کسی کا کیا قصور ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ۔۔۔ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

و ﷲ الواہدی

سُوال نہم[1]

پوچھو اپنے علماء سے کہ کلمۂ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ اور بعد حکم اِنِّیْ تَارِكٌ فِیْكُمُ الثَّقَلَیْنِ کے کلمہ حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ میں کیا فرق ہے؟ اور کلمۂ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ اور وَ اِنَّهٗ لَیَهْجُرُ میں کیا تفاوت ہے؟ باوجودیکہ جس پیغمبر کی تمثال میں مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ہو۔

یعنی ایک گروہ کہتا ہے کہ ایمان لائے ہم ساتھ بعض احکام اور منکر ہوئے بعض سے۔ اور پیغمبر نے کہا کہ طاعت کرو میری عترت کی اور قرآن کی۔ کسی نے کہا ہمیں کافی ہے کتاب خدا۔ ایک گروہ نے کہا انہیں ہذیان ہے اور ایک گروہ نے حضرتؐ کو مجنون کہا۔ حالانکہ خدا نے فرمایا ہے کہ ہمارا پیغمبر بات نہیں کرتا بغیر وحی کے۔ پس ان گروہوں کے کفر و ایمان کو بتاؤ کہ اوّل کے قائل اگر کافر ہیں تو دوسرے کے مومن کیوں کر ہیں اور ثانی مومن رہے تو اوّل کیوں کافر ہوئے؟

---

[1] از روافض ۔ (ناشر)

جوابِ[۱] سوال نہم

چند آیات اور احادیث کے معانی

نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ کے معنی یہ ہیں کہ بعض کو ماننے اور بعض کو نہ ماننے۔ مثلاً جیسا آیات مدح مہاجرین و انصار کو، اور آیۂ ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ کو، اور آیۂ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا کو اور آیاتِ حرمتِ تقیہ وغیرہ آیات کو نہ مانے۔ کسی کو الحاقی کہہ دے، کسی میں تحریف معنوی کر دے، کسی کو تحریف لفظی بتا دے۔ جیسا کہ آیت اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِیَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ میں اُمَّةٍ کی جگہ اَئِمَّةٍ کا لفظ بتا دے اور علیٰ ہذا۔ اور معنی حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ کے مطابق آیہ اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ کے ہیں کہ جب اکمالِ دین کا قرآن شریف سے حضرت حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کچھ کسی دوسری شئے کی حاجت باقی نہیں رکھی تو کتاب اللہ بس ہوگئی۔

حسبنا کتاب اللہ اور تمسک بالثقلین کے معنی ایک ہی ہیں

اور حدیث اِنِّیْ تَارِكٌ فِیْكُمُ الثَّقَلَیْنِ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ اَحَدُهُمَا اَعْظَمُ مِنَ الْاٰخَرِ كِتَابُ اللّٰهِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلَ بَیْتِیْ۔ اور دوسری روایت میں فرمایا وَلَنْ یَّتَفَرَّقَا حَتّٰى یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ۔ یہ قول اس حدیث کے بھی من کل الوجوہ موافق و مطابق ہے کیونکہ دونوں ثقلین باہم مطابق ہیں نہ مخالف اور قرآنِ اعظم ہے عترت سے اور دونوں کا افتراق بھی غیر ممکن بسبب ارشاد حضرت رسالتؐ کے۔ سو تمسک باعظم الثقلین بھی (تمسک بالثقلین۔ ناشر) بالسرور ہوا۔ لہٰذا حسبنا کتاب اللہ کے معنی بعینہٖ تمسکنا بالثقلین ہوئے تو بس حسبنا کتاب اللہ قول اہلِ ایمان و اذعان کا ٹھہرا۔ وَنؤمن ببعضٍ ونکفر ببعضٍ طریقۂ اہل بطلان و خذلان کا نکلا اور دونوں میں فرق کالشمس فی نصف النہار معلوم ہوگیا۔

اِنَّہٗ لمجنونٌ کفار کا قول تھا یا عملاً شیعہ کا ہے

اور علیٰ ہذا القیاس اِنَّہٗ لَمَجْنُوْنٌ کفار بکتے تھے کہ قول حضرتؐ کا قابلِ اعتبار نہیں، اپنے جی چاہتا کرو۔ سو جو قوم نسخ جمیع احکام کا ائمہ سے بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جائز رکھتی ہے تو باوجود استقرار امر و نہی کے کہ بامر خداوندی ہوا پھر بدلنا اُن کے نزدیک معاذ اللہ کم فہمی رسولؐ اللہ اور بے عقلی حضرت رسالتؐ کا باعث

---

[۱] از حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ۔ (ناشر)

ہوگا اور سب آیاتِ مدح اصحاب و ازواج وغیرہا کا نہ ماننا بعینہٖ مثل کفارِ مکہ مجنون جاننا رسول کا ہے کہ ان کا مقصود بھی مجنون کہنے سے حکم کا نہ ماننا تھا اور خود شیخین کو وزیر مشیر بنانا اور غار میں ساتھ لینا باوصف اس کفرو دشمنی کے کہ بزعم شیعہ ہے اور ان کی بیٹیوں کو گھر میں رکھنا۔ حالانکہ وہ بھی دشمن جان کافرہ تھیں بزعم شیعہ ناہنجار یہ عین بے عقلی ہے۔ معاذ اللہ۔ سو یہ لفظ شیعہ پر البتہ خوب مطابق ہوتا ہے۔

ہذیان کا بہتان

اور لفظ للہجر جو آپ نقل کرتے ہیں اس میں خوب دادِ تعریف دیتے ہو۔ اہلِ سنت کی کسی کتاب میں اور کسی روایت میں کہیں یہ لفظ نہیں اس کو ثابت کرو۔ البتہ اَہَجَرَ بہمزۂ استفہام انکار ہے یا ہجر بحذف ہمزۂ استفہام اور معنی یہ کہ آپ کچھ بہکتے نہیں۔ خود آپ ہی سے استفسار کرلو، کیوں تکرار کرتے ہو؟ بہرحال لفظ ہجر لفظ عین ایمان ہے کہ حضرت رسالتؐ پر ہذیان نہیں ہوسکتا۔ اب ان دونوں لفظوں میں فرق بین معلوم ہوگیا ع

سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست

مگر حیف کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستر بار تاکید ہوئی بزعم شیعہ کہ علیؓ کو وصی بنادو اور خلیفہ کردو اور آپ کو ہمیشہ اس کا دھیان رہا۔ فقط ایک عمرؓ کے کہنے سے حضرتؐ اس حکم مؤکد کو کہ راسِ ایمان و دین تھا اور بزعم آپ کے فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ بھی اسی باب میں نازل ہوچکا تھا سرانجام نہ کرسکے اور مرتے دم بھی اس قدر خوف و اندیشہ عمرؓ رہا کہ اظہارِ حق نہ کرسکے۔ حالانکہ مرتے دم کیا کسی کی پرواہ تو معاذ اللہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس امر کے عدمِ انفاذ سے عاصی ہی گئے۔ بولو یہ عقیدہ تکذیب خدا تعالیٰ اور رسول اللہ اور کفر بالقرآن اور مخالفِ عترت ہے یا نہیں؟ ارے ظالمو! ذرا تو سوچ سمجھ کر پشیمان ہو ؎

ہرگز نہ ہوئے مغزِ سخن سے آگاہ
لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

وَاللّٰہُ الْھَادِی

سُوالؔ[1] دہم

پوچھو اپنے علماء سے کہ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ۔ الخ۔
حاصل یہ ہے کہ بیان کرتا ہے اللہ مثال واسطے کافروں کے تاغور کریں کہ زنِ نوحؑ و لوطؑ بسبب خیانت کے جہنم میں داخل ہوئیں۔ پس ہم پوچھتے ہیں کہ یہ کیوں کافر مخاطب اور مرادِ خداوند تعالیٰ ہیں اور یہ کن پر عتاب ہے؟ اگر اور اُمّت کے کافر مراد ہیں تو کلام لغو اور عبث ہو جاتا ہے اور یہ محال ہے۔ پس شیعہ کے نزدیک تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے کشتی نجات کو چھوڑا کہ حضرت فرما چکے تھے کہ مثال میری اہلِ بیت کی مثال کشتی نوحؑ کی ہے جو اُن سے پھر گیا وہ ناری ہے۔ سوچو تو اس سے کس چیز کی آگاہی منظور تھی کہ اس سے پھر کے بیٹا اور بی بی کوئی نہ بچے۔ اسی طرح اس کشتی سے پھر کر کوئی نہ بچے گا کس لئے کہ عترت کی اطاعت قرآن کے ساتھ برابر مقرر کی ہے۔ پس جنہوں نے عترت کو چھوڑا اور جنہوں نے اُن کی اور اُن کے ظالموں اور لڑنے والوں کی محبت میں تاویلیں کیں اور بارہ[12] خلیفہ مقرر کئے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چھوڑ کے ہوائے نفس سے چار خلیفہ قبول کئے اور خیانت عائشہؓ و حفصہؓ کو بھی ظاہر کر دیا اور حق سے اُن کے دل پھر گئے ہیں بتا دیا اور پھر وہ لڑیں بھی اور مُریدان کے پھر انہیں صدیق اور صدیقہ کہہ جاتے ہیں اور عترت کے بعد پیغمبرؐ کی تکذیب ہوتی ہے۔ پس جس کو اس کے سِوا اور کچھ معلوم ہو وہ اگر ہمیں بتا دے نہایت آسان ہو گا۔

واللہ یحب المحسنین

فقط

---

[1] از رد رافضہ (ناشر)

جواب[1] سوال دہم

اہلِ بیتؓ وازواجِ مطہراتؓ پر عتاب بسبب تعلق و شفقت کے تھا

اس کا جواب سوالِ ہفتم کے جواب میں مذکور ہولیا - یہاں پھر مختصر لکھنا پڑا۔

پنبۂ غفلتِ گوشِ ہوش سے نکال کر سنو کہ مخاطب اس حکم کے مؤمنین ہیں۔ خاصۂ خاص مومنین ، اخص الخصوص اہلِ عترت واہلِ بیت وازواج واہلِ قرابتِ رسولِ امینؐ ہیں -

خلاصۂ حکم یہ ہے کہ ہرگز کبھی کوئی بزعم اعتماد و ایمان یا تقرب یا قرابت و زوجیت رسولؐ کی نافرمانی نہ کرے ، یا گناہ پر مصر نہ ہو، عاصی کو کچھ ان وسائل میں سے عذابِ خداوندی سے نہیں بچا سکتا - زوجۂ نوحؑ و لوطؑ کا حال دیکھو کہ ان کو کچھ زوجیت نے نفع نہ دیا - جب گناہ کر کے توبہ نہ کی - اور مُصر رہیں تو دنیا میں نبی کی خدمت سے جُدا ہوئیں اور آخرت میں دوزخ میں گئیں - ایسا ہی اگر کوئی کرے گا تو وہی سزا ہوگی -

اور بعد اس عتاب کے آیاتِ تخییر میں فہمائش کی جو رسولؐ کو پسند کرے گی اس کو بڑے اجر ہیں اور پھر حکم ہُوا کہ اے رسول ان کو مت بدلو - اور حضرتؐ نے ساری عمر ان کو خدمت میں رکھا تو لاریب اجرِ عظیم ان کو آخرت میں حاصل اور معیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا و آخرت میں ان کو شامل ہوئی - اور وعدہ یوم لایخزی اللہ النبی والذین آمنوا معہ کا تاج ان کو ملا - اور دشمنانِ اہلِ بیت کو خسران و عذاب نصیب ہُوا اور اس تہدید و عتاب سے کچھ حرج اور نقصان شانِ اہلِ بیت میں نہیں ہُوا -

بندگانِ خاص کی معمولی زلّت پر فوری تنبیہ ہوتی ہے اور اہلِ اہواء کو ڈھیل دی جاتی ہے

اوّل تو سب بندے اس کے ہیں جو چاہے فرمادے عین سعادت اہلِ سعادت ہے - دوسرے یہ کہ تہدید بطور شفقتِ خداوندی اور تربیت بندگانِ خاص کے ہے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت جا قرآن شریف میں ایسے عتاب عنایت آمیز سے یاد و شاد فرمایا ہے :-

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ الخ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا وَّ اسْتَغْفِرِ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا - مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ - اور خود شروع سورۂ تحریم يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا

---

[1] از حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (ناشر)

اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

سو اب شیعہ حضرت رسالتؐ کی جناب میں بھی کچھ واہیات بول کر اپنے دین وایمان کو برباد کریں۔ معاذ اللہ الغرض اہلِ سُنّت کے نزدیک ایسے خطاب عتاب کے لائق وہ ہیں کہ تقربِ الٰہی رکھتے ہیں کہ اگر کچھ بھی خلافِ رضا ان سے سرزد ہوتا ہے معاً تنبیہ وتادیب فرماتے ہیں اور جو لوگ مثل شیعہ اپنے ہوا ومشغوف نفسانیہ ہیں اور مختوم بختم خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ اُن کے لئے وَاُمْلِیْ لَہُمْ اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ کا ارشاد ہے۔

اہلِ شیعہ متخلفین عن الثقلین ہیں اور اس کے شواہد

اب جو سائل اپنے آپ کو متمسک سفینۂ نجات اور اہلِ سُنّت کو مختلف عن سفینہ العترۃ والآل قرار دیتا ہے تو اس کے جواب میں عبارت قبقاب لآل الکذّاب کی بحذف وتغیر بعض الفاظ وعبارت تبرکاً نقل کرتا ہوں اور اس پر جواب کا اختتام کرتا ہوں۔ اگرچہ الفاظ تُند لکھنے کا قصد نہ تھا۔ مگر آپ کی کج ادائی اور ہرزہ درائی وبدلگامی باعث اس کی ہوئی۔

قال سلمہ ربہ" بارک اللہ کیا جرأت اور بے باکی اور وقاحت اور چالاکی ہے کہ متمسکین سفینۂ عترت وآل کو متخلفین اور متخلفینِ سفینۂ عترت وآل کو متمسکین بتاتے ہیں۔ عترت وآل کا آیا یہ بھی تمسک ہے کہ علم بچائیے تعزیئے بنائیے۔ حالانکہ مَنْ لَا یَحْضُرُ میں ہے کہ مَنْ جَدَّدَ قَبْرًا اَوْ مَثَّلَ مِثَالًا فَقَدْ خَرَجَ عَنِ الْاِسْلَامِ۔ اَقُوْلُ فِیْ قَوْلِہٖ مَنْ مَثَّلَ مِثَالًا اَمْ تَنَّہٗ مَنْ اَبْدَعَ بِدْعَۃً وَدَعَا اِلَیْہَا وَوَضَعَ دِیْنًا فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ وَقَوْلِیْ فِیْ ذٰلِکَ قَوْلُ الْاَئِمَّۃِ۔ یعنی جس نے کہ قبر کی نقل کی، یا کوئی تمثال بنائی یعنی بدعت نکالی اور لوگوں کو اس طرف بلایا اور ایک نیا دین ٹھہرایا تو وہ اسلام کی حد سے باہر آیا یہی ہے قول ائمہ کا۔"

آیا یہی تمسک ہے کہ دُلدُل سدھائیے، تابوت پھرائیے، حالانکہ مختار کا یہ فعل نامختار ہے کہ طفیل بن جعدہ گندھی کی دکان سے کرسی اٹھا لایا، اس کو تابوت السکینہ نام کرکر پجوایا آیا یہی تمسک ہے کہ بھُس اڑائیے اور چیچقیوں میں نوحے گائیے۔ حالانکہ کلینی میں امام سجاد سے مروی ہے کہ :-

انما تحتاج المرأۃ الی النوح حتّٰی یسیل دمعھا ولا ینبغی لہا ان تقول ھجرًا۔

(ترجمہ) عورتوں کو نوحہ میں اتنا ہی چاہیئے کہ آنسو بہ نکلے اور بے ہودہ بکنا نہ چاہیئے "

آیا یہی تمسک ہے کہ ڈھول بجائیے، مرثیہ کے پردے میں حضرت شہر بانوؓ کا رنڈاپا گائیے حالانکہ یہ فعل بالاتفاق حرام ہے۔ آیا یہی تمسک ہے کہ لوگوں کو ناحق رُلائیے ؟ کتاب حسینہ کی اوٹ میں جنابِ نرگس کا سہاگ بوڑہ دکھائیے حالانکہ یہ بذیانِ بستہ شیطان ہیں۔ آیا یہی تمسک ہے کہ شریعت کی مخالفت کیجئے ؟ تجویز مجلسی وغیرہ سلاطین کے آگے سر سجدہ میں دیجئے حالانکہ بہ نصِ قرآن ممنوع ہے :

لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ۔

وَاِلَّا جنابِ سید ابرار اور ائمۂ اطہار اس سجدہ کے زیادہ ترسزاوار تھے نہ شاہ عباس اور طہماسپ خناس۔

آیا یہی تمسک ہے کہ جناب مرتضوی کو خائف و جبان اور آپ کی اولاد کو کذاب و مغضوب اخوان ٹھہرائیے ؟ حالانکہ یہ شجاعت کے منافی ہے ۔ آیا یہی تمسک ہے کہ بتقلید مجوس بے ننگ و ناموس اعیادِ ثلٰثہ سوی العیدین احداث کیجئے ؟ حالانکہ خمِ غدیر میں کب جناب امیرؑ کو حضرتؐ نے خلیفہ کیا ؟ کہ جس پر عید غدیر مقرر ہوئی اور عید شجاع گھروں (گبروں) کا فعل ہے کہ شہادتِ فاروقیؓ سن کر خوشی میں آئے ؟ احمد بن اسحاق شیعی نے اسلام میں اس کو رواج دیا ۔ مصائب النواصب میں لکھا ہے کہ علماء نے اس عید کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا ۔ اخلاف نے پیش خود بسبیل خلاف تجویز کیا ، اور عید نوروز (سلاطینِ ایرانیہ) گبری ، سیرت مجوسی فطرت نے بطور عید اُس دن جشن کیا ۔ ان کی یادگار شیعہ اشرار نے اسلام میں داخل کی اور حیلہ کیا کہ آج کے دن جناب مرتضویؓ سریر آرائے خلافتِ مصطفویؐ ہوئے ۔ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا آبَاءَهُمْ ضَالِّيْنَ فَهُمْ عَلٰى اٰثَارِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ۔

تمسک اور تخلف ایک علمی بحث

غرض یہ مشتے نمونہ از خروارے ہے ۔ بالجملہ ہرگاہ ملازمان نے اس مقام میں تمسک اور تخلف کا ذکر کیا ، ضرور ہے کہ متمسکین اور متخلفین کا کچھ نشان دیا جاوے ۔ پس اصحاب دین اور اربابِ اعتماد پر مخفی نہیں کہ تخلف خلافِ تمسک ہے اور احادیث ماموره تمسک کہ نجات و فلاح کی نسبت وارد ہیں ۔ ازاں جملہ ایک حدیث ثقلین ہے کہ اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ اَحَدُهُمَا اَعْظَمُ مِنَ الْاٰخَرِ کِتَابُ اللّٰهِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلُ بَیْتِیْ ۔ یعنی بخطاب اُمت حضرتؐ کا ارشاد ہے کہ "میں تم میں دو چیزیں گراں بار چھوڑ جاتا ہوں کہ جب تک تم ان دونوں سے تمسک کرتے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے ۔ ایک ان دونوں میں بزرگ تر ہے دوسرے سے ، قرآن خدا اور میرے اقرباء "۔

دوسری حدیث نجوم اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ ۔ میرے اصحاب کا حال ستاروں کی طرح ہے ان میں جن کی اقتداء کرو گے راہ پاؤ گے "۔

تیسری حدیث سفینہ کی مَثَلُ اَهْلِ بَیْتِیْ فِیْکُمْ مِثْلُ سَفِیْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ ۔ ترجمہ "میرے گھر والوں کا حال کشتیِ نوحؑ کا سا ہے کہ جو اس کشتی میں سوار ہوا نجات پائی اور جس نے اس سے پیٹھ پھیری غرق ہوا ۔

ایک نکتہ

ملا یعقوب ملتانی افادہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں حدیثوں میں جو صحابہ کو نجوم اور اہلِ بیت کو سفینہ ارشاد فرمایا اس میں یہ اشارہ ہے کہ شریعت کو صحابہ سے سیکھنا چاہیئے اور طریقت اہلِ بیت سے ۔ اس واسطے کہ خوض دریائے حقیقت اور معرفت میں بدوں محافظتِ شریعت اور طریقت کے محال ہے ۔ جیسا سفرِ دریا بدوں رکوب سفن اور اہتداء بہ نجوم متعذر ہے ۔

پس وصول الی المطلوب جیسا تنہا بدوں مراعاتِ نجوم غیر متصور ہے ویسا ہی بغیر مراعات رکوب سفن بے اثر ۔

شیعہ کے نزدیک قرآن غیر معتبر ہے

بیان اول کا یہ ہے کہ خلاف محققین قوم تباسی، بعض متعصبین مستوجب اللوم اکثر شیعہ زمان جیسا آپ اور آپ کے بھائی باپ قرآن موجود کو صحت اور کمال سے معرّا اور تحریف یسیر اور فی الجملہ تغیّر و تبدل سے محشیٰ سمجھتے ہیں۔ چنانچہ بارقہ ضیغمیہ میں فرماتے ہیں۔

"کہ چوں نظم قرآنی نظم عثمانی ست، بر شیعیان احتجاج بآں نشاید، و فی موضع آخر منہا۔ علاوہ آنکہ چوں نظم قرآنی خلیفہ ثالث اند احتجاج بر آں بر شیعیان درست نمی تواند شد" انتہیٰ بعبارۃ المفضیۃ الی جسارتہ۔

شیعہ اور حضرت عباسؓ

اور بیان ثانی کا یہ ہے کہ اثنا عشریہ بالخصوص حضرت عباسؓ اور ابن عباسؓ کو کہ جناب رسالتؐ کے چچا اور چچا زاد بھائی ہیں بد کہتے ہیں اس سبب سے کہ حضرت فاروق اور حضرت کلثوم کی تزویج میں واسطہ ہوئے تھے۔ حالانکہ شوستری کی مجالس وغیرہ میں موجود ہے کہ حضرت خیر الناسؐ جناب عباسؓ کی عظمت بجالاتے تھے اور ان کے حق میں صِنْوُ اَبِی فرماتے تھے۔

اسی طرح زبیر بن العوامؓ کو کہ مادر اقدس ان کی صفیہؓ عمۂ مکرمہ جناب مصطفویؐ اور مرتضویہؓ ہیں جنگ جمل میں شرکت کے سبب دشمن بتاتے ہیں حالانکہ کشف الغمہ میں مکشوف ہے کہ جب اس جنگ میں ابن جرموز لعین نے آپ کو شربت شہادت پلایا، حضرت امیرؓ کو مژدہ سنایا کہ میں نے تیرے بدخواہ کو ٹھکانے لگایا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو خیر العباد سے یاد ہے کہ زبیر کا قاتل جہنمی ہے، غصہ میں آیا اپنے تئیں آپ خنجر سے دار بوار جہنم میں پہنچایا حضرت امیرؓ نے فرمایا۔ لَقَدْ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ بشر قَاتِلِ ابْنِ صَفِیَّۃَؓ بِالنَّارِ۔

بنات طیبات اور قرآن

اسی طرح رقیہؓ اور کلثومؓ کہ حضرت کی بنات طیبات ہیں (بجہت تحقیق علاقۂ زوجیت بینہما و بین سیدنا عثمانؓ) کہ عترت سے نکالتے ہیں۔ چنانچہ احقاق الحق میں ہے کہ "رقیہ و کلثوم نہ حضرتؐ کی دختر تھیں نہ بطن خدیجہؓ سے"۔

اور منہج الفاصلین میں ہے کہ "حضرت فاطمہؓ کے سوائے کوئی دختر آپ کی نہیں" حالانکہ قرآن میں بصیغۂ جمع ارشاد ہے یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ۔ اور ظاہر ہے کہ قرآن میں جمع ہے تو جمع کا اطلاق تین سے کمتر پر درست نہیں۔ و معہٰذا زاد المعاد میں ہے کہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی رُقَیَّۃَ بِنْتِ نَبِیِّكَ وَعَلٰی اُمِّ كُلْثُوْمٍ بِنْتِ نَبِیِّكَ۔

اکثر اولاد حسنین کو شیعہ نہیں مانتے

اسی طرح اکثر اولاد حسنینؓ کو نہیں مانتے اور امام نہیں جانتے حسن بن حسن مثنیٰ اور عبد اللہ محض اور نفس زکیہ وغیرہ کو کہ حسنی ہیں کافر مرتد بتلاتے ہیں۔ حالانکہ جامع اخبار میں ہے:۔

اَكْرِمُوْا اَوْلَادِیْ وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ عَلَی السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ۔

"میری اولاد کو گرامی رکھو اور جو مرا میری آل کی محبت پر، تو وہ مرا سنت اور جماعت پر"۔

اور امام حسینؓ کی اولاد میں جعفر بن موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ اور جعفر بن علیؓ برادر حضرت امام عسکریؓ کو کذاب بتاتے ہیں

اور سلسلہ امامت کا تا با امام حسن عسکری پہنچاتے ہیں۔ من بعد جعفریہ جعفر بن علیؓ کی امامت کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ امام عسکری لاولد تھے اور بعضے کہتے ہیں کہ آپ کے فرزند امام آخر الزمان ہیں کہ صغر سنی میں باپ کے روبرو وفات پائی اور بعضوں نے حدِ بلوغ کو پہنچایا۔

فاختلفوا فیہ فقال بعضھم مات فی الصلوٰۃ فجاءۃً وقیل قتل وقیل حیٌّ غائبٌ منتظرٌ واللہ اعلم۔

آیۂ تطہیر ازواجِ مطہراتؓ کے حق میں اتری، یہ دلائل

اور بیان ثالث کا یہ ہے کہ اہلِ بیت حقیقی یعنی ازواج مطہرات کے حق آیت تطہیر اِنَّمَا یُرِیْدُ اللہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا نازل ہوئی۔ جیسا ابن عباسؓ وغیرہ نے فرمایا اِنَّمَا اُنْزِلَتْ فِیْ نِسَآءِ النَّبِیِّ۔ خصوصاً صدیقہؓ وحفصہؓ کو راس سبب سے کہ ان کی زوجیت میں شیخین کی فضیلت اور عظمت ثابت ہوتی ہے) اہلِ بیت مجازاً بھی نہیں جانتے اور جو مجازاً داخل ہیں ان میں حقیقت کو صرف کرتے ہیں۔ حالانکہ شانِ نزول مذکور اور سباق و سیاق اسی پر دال ہے کہ یہ آیت ازواج کے حق میں نازل ہوئی۔ اس واسطے کہ ابتداءً یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ سے لفظ وَالْحِکْمَۃِ تک ازواج کی جانب خطاب ہے پس بدون انقطاع کلام سابق اور افتتاح کلام لاحق درمیان میں اور کا حال مذکور ہو مخالف نص قرآنی ہے۔

اسی واسطے ترمذی وغیرہ میں آیا ہے کہ ہر گاہ اس آیت نے نزول پایا۔ حضرت نے آلِ عباس کے حق میں دُعا کی کہ اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَآءِ اَھْلُ بَیْتِیْ فَاَذْھِبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَطَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا۔ اُمّ سلمہؓ نے عرض کیا۔ اَلَسْتُ بِاَھْلِکَ یَارَسُوْلَ اللہِ فرمایا۔ اَنْتِ عَلٰی خَیْرٍ وَّاَنْتِ عَلٰی مَکَانِکِ "یعنی تو تو بطریق اولیٰ بجائے خود اہلِ بیت ہے۔"

پس معلوم ہوا کہ یہ آیت ازواج کے حق میں ہے خصوصاً اور اولاد کے حق میں عموماً۔ و اِلّا دُعا کی کیا حاجت تھی ؟

شیعہ تمام صحابہ کو مرتد جانتے ہیں

اور بیان رابع کا یہ ہے کہ یہ فرقہ باجمعہا تمامی صحابہ کو کافر اور مرتد اعتقاد کرتا ہے اللّٰھُمَّ الا شاذ معدود منھم۔ کس نے بہ روایت امام صادق لکھا کہ کَمَا مَاتَ النَّبِیُّ اِرْتَدَّتِ الصَّحَابَۃُ کُلُّھُمْ اِلَّا اَرْبَعَۃٌ مِّنْھُمْ مقدادٌ وحذیفۃ وسلیمان وابو ذرؓ۔ حالانکہ جامع الاخبار میں ہے مَنْ سَبَّ اصحابی فقد کفر۔ اور کتاب خصال میں زبانی امام صادقؓ موجود ہے کہ :-

کَانَ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اثنی عشر الفاً ثمانیۃ الاف مِّنَ المدینۃ والفین مِنْ غیر المدینۃ والفین من الطلقاء لم یُرَ فیھم قدریٌّ ولا مُرجیٌ ولا حروریٌّ و لا معتزلیٌّ ولا صاحب رایٍ وکانوا یبکون اللیل ویقولون اقبض روحنا قبل ان تاکل خبز الخمیر۔

جنابِ شیخینؓ کہ افضل صحابہ اور یارِ غارِ سیّد الثقلینؐ ہیں ان کی عداوت اور بے زاری کو عین عبادت جانتے ہیں تا آنکہ انہیں صنمِ قریش قرار دے کر دعائے صنمیٔ قریش بنایا ہے اور اس کو دُعائے قنوت جناب مرتضویؓ بنایا ہے حالانکہ احقاق الحق میں زبانی امام صادقؒ ان کے حق میں موجود ہے :۔

هُمَا اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ كَانَا عَلَى الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَيْهِ فَعَلَيْهِمَا رَحْمَةُ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔

پس اب ان بیاناتِ اربعہ سے کالنور علیٰ قلل الجبال اتضاح حال ہُوا کہ متخلف سفینۂ عترت و آلِ روافض ہیں۔ عمومًا اور ملازمانِ مدعی تمسک خصوصًا کہ بفحوائے اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۔ اکثر قرآن و عترت کے بیشتر اصحاب و اہلِ بیت حضرتؐ کے ساتھ بغض اور کفران رکھتے ہیں نہ اہلِ سنت کہ بموداے لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۔ سائران بزرگوار اربعہ کی نسبت ان کو محبت اور ایمان ہے عمومًا اور ختنین کی نسبت خصوصًا۔ اور یہ خود ظاہر ہے حاجتِ بیان نہیں رہی ۔

بعض شُبہات اور اُن کا جواب اس مقام میں دو شبہات کہ اثنا عشریہ کی سدِّ راہ ہیں۔ ایک یہ کہ تمسک کل اہلِ بیت کی کیا حاجت، تمسکِ بعض بھی نجات کے لئے کافی ہے کیونکہ اگر کشتی کے کسی کونے پر بیٹھے تو بھی غرق سے ایمن ہے۔ دفع اس کا یہ ہے کہ اس ہنگام کیسانیہ، مختاریہ، زیدیہ، موسویہ وغیرہا فرق کو گمراہ جاننا غلط ہوگا۔ کیونکہ ہر ایک نے کشتی کا ایک کنج لیا ہے۔ بلکہ تعیین اثناء عشریہ بھی باطل ہوگی پس بنائے علیہ تمام مذہب اثناء عشریہ برہم ہوا۔

اور حلِ شبہ یہ ہے کہ ایک کونہ میں بیٹھنا اس وقت نافع ہے کہ اور کسی کونہ میں رخنہ نہ ہُوا اور ہر گاہ کسی کنج میں رخنہ کیا بے شک غرق ہوگا۔ اور شیعہ کا کوئی فرد ایسا نہیں کہ ایک کنج میں بیٹھے اور دوسرے میں رخنہ نہ ڈالے۔ ہاں اہلِ سنت ہر چند زدایائے مختلفہ میں آمد و شد رکھتے ہیں مگر ان کی کشتی کے کسی کنج میں رخنہ نہیں ۔

دوسرے یہ کہ جناب مجتہد قمقام عماد الاسلام میں فرماتے ہیں کہ حدیثِ اقتداء مجمل ہے کیونکہ اس میں مذکور نہیں کہ کس چیز میں اقتداء شیخین چاہیئے۔ گمان کیا جاتا ہے کہ سببِ ارشاد یہ ہوگا کہ کہیں تشریف لئے جاتے ہوں گے اور شیخین شریف پرے ہوں گے۔ کسی نے پوچھا ہوگا کہ میں کس راہ سے آؤں ؟ آپ نے فرمایا کہ شیخین کے پیچھے آؤ، مجھ کو پاؤ۔ اہلِ انصاف پر یہ بات ظاہر ہے کہ جنابِ مجتہد باوصفِ فہم و کیاست کیا اجتہاد کر رہے ہیں اور بحکم بنی قصرًا وَ ہَدَمَ مِصرًا تمام مسکاتِ قوم کی تار پود کو برباد کر دیا۔ ہائے اتنا بھی نہ سمجھے کہ یہ اجمال اگر منافی اقتداء شیخین ہے تو وہ اجمال و احتمال کہ احادیث متواترہ مقبولۂ قوم (مستوجب العذاب واللوم) ہیں لاسیما کہ تمسک اہلِ بیت کی نسبت وارد ہیں کہ مجوّز اقتداء ائمہ ہوں گے ۔

باعترافِ شیعہ پیدا ہے کہ حصولِ نجات کے لئے کوئی حدیث حدیثِ ثقلین سے بڑھ کر نہیں اس میں بھی وہ احتمال پیدا ہے۔ کیونکہ اصلاً اس میں مذکور نہیں کہ کس چیز میں اُن کے ساتھ تمسک کرنا چاہیئے، آیا محبت و اخلاص میں یا اتباع و پیروی میں ؟ پھر اس تقدیر پر بھی مجمل ہے کہ آیا اصول میں تمسک چاہیئے جیسا توحید باری اور امامت

ائمہ وغیرہ میں ؟ یا فروع میں جیسا عین نماز میں خصیوں یا قضیب سے کھیلنے، یا فرج کا بوسہ لینے میں یا دخول فی الدبر وغیرہ میں ؟

بعدہٗ اس میں کلام ہے کہ جمیع اہلِ بیت مراد ہیں یا بعض ؟ و برتقدیر اول حصر اثنا عشر باطل ہے اور برتقدیر ثانی ترجیح بلا مرجح مرجوع لازم مع ہذا احادیث کہ بلفظ طریق سلوک لحوقِ کشتی دریا و بیابان صحرا مروی ہیں ان میں بھی یہی احتمال ہو گا کسی نے پوچھا ہو گا کہ فلاں شہر میں کیوں کر پہنچوں اور اثناءِ راہ میں دریائے ناپید اکنار اور صحرائے دشوار گزار واقع ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ علیؓ بن ابی طالب کے ہمراہ جانا چاہیئے کہ نشیب و فراز میدانوں کا جاننے اور عمق دریا کا پہچانے ہوئے ہیں۔ الی غیر ذلک من الاحتمالات، ایں گلِ دیگر شگفت۔ فافہم و لاتکن من الغافلین۔

اب اہلِ انصاف از روئے انصاف و ایمان بلا اعتساف دیکھیں کہ متخلف یا متمسک سفینۂ عترت و آل اہل سنت ہیں یا شیعہ ضال ؟ (بڑے بول کا سر نیچا) من بعد ملا نامان اپنی ہٹ دھرمی سے اگر باز نہ آئیں اور اپنے کو متمسک بنائیں اسی بات کے مصداق ہوں گے کہ جولاہے کو مومن اور صدقہ خور کو مصلی اور حبشی کو سیدی، نجاست کش کو حلال خور کہتے ہیں۔ مشرکینِ مکہ اپنے آپ کو تابع ملتِ ابراہیمی جانتے تھے اور مسلمانوں کو صابی اور یہود و نصاریٰ اپنے آپ کو موسوی عیسوی بتاتے تھے۔ اور عبداللہ بن سلام اور نجاشی کو بے دین مغوی، لیکن سوائے ذلت اور رسوائی کے کیا حاصل ؟ نام کسی کا لینا اور خلاف اُس کے کرنا ذَلِّ دُنیا، کمال وقاحت و بے حیائی ہے۔

وَاللّٰہُ الْهَادِیْ

خاتمہ کتاب

الحمدللہ ! یہ رسالہ "ھدایۃ الشیعہ" باختصار تمام اتمام کو پہنچا۔ اب سائل مدعی خصوصاً اور سب شیعہ عموماً اس کو بنظرِ انصاف دیکھ کر اپنا کحل الجواہر بنا دیں اور اپنی غوایت کو چھوڑ کر ہدایت پر آویں تا قیامت کو خسران و عذاب سے نجات پاویں ورنہ اس دن ہرگز کچھ تقلیدِ آباؤ اجداد کا نہ گر نہ ہوگی ؎

ہمارا کام کہہ دینا ہے یارو! اب آگے چاہے تم مانو نہ مانو

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

زُبدۃُ المناسِک

از امام ربّانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للہ رب العالمین عدد خلقہٖ و رضا نفسہٖ والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا سید الخلائق والمرسلین محمد و آلہٖ واصحابہٖ واتباعہ واحبابہٖ اجمعین عدد علمہٖ و زنۃ عرشہٖ ۔

بعد حمد و صلوٰۃ کے عرض ہے کہ یہ رسالہ "زبدۃ المناسک" بفرمائش اور اصرار بعض احباب کے اور نفع مسلمان بھائیوں کے تالیف کیا گیا اور اکثر مسائل اس میں درمختار کی شرح سے کہ ردّ المحتار علی الدر المختار اس کا نام ہے اور بنام شامی مشہور ہے لکھے گئے ہیں۔ خصوصاً اختلاف روایات میں اُسی کی تحقیق پر اعتماد کیا گیا اور مقدمہ اور خاتمہ فتح القدیر اور عالمگیریہ سے مستفاد ہے تو اگر کہیں مخالفت پاویں جلدی سے غلطی پر حمل نہ فرماویں اور میں اپنے آپ کو غلطی سے بری نہیں کرتا کہ بھول چوک شیوۂ انسان ہے۔ اور یہ عاجز تو بالکل سرتاپا غلطی سے بھرا ہے اور استعداد بھی چنداں نہیں رکھتا۔ پس اگر غلطی دیکھیں للہ اصلاح فرمادیں اور حق تعالیٰ حسب نیت کے مؤلّف اور فرمائش کرنے والوں اور اصلاح دینے والوں کو اجر عطا فرماوے۔ واللہ الموفق والمعین وھو حسبی ونعم الوکیل وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

جان لے کہ حج بیت اللہ کا فرض ہے اور ایک رکن اسلام کا ہے فرضیت اس کی قرآن سے ثابت ہے۔ منکر فرضیت اُس کی کا کافر ہوتا ہے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو حج کرنا چاہے تو چاہیئے کہ جلدی ادا کر لیوے اور فرمایا کہ جو کوئی بدوں حج کئے مرجاوے اور خرچ اور سواری کا جو مکہ تک پہنچادیتا، مالک تھا اور کسی بادشاہ ظالم کی قید میں یا مرض میں کہ اُس کے سبب جانہ سکا، مبتلا نہ ہو تو وہ چاہے یہودی ہو مرے، یا چاہے نصرانی ہو مرے۔ نجّانا اللہ تعالیٰ وَجَمِیْعَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ تو بس چاہیئے کہ بعد فرض ہونے حج کے ادا کرنے میں تاخیر نہ کرے بلکہ جلد ادا کرے کہ تاخیر کرنے سے فاسق گنہگار ہوتا ہے اور حج فرض ہوتا ہے اُس مسلمان آزاد تندرست عاقل بالغ پر کہ سوائے حوائج ضروریہ کے اتنا مال رکھے کہ سوار ہوا چلا جاوے اور چلا آوے اور جس کا نفقہ اُس کے ذمہ پر ہے آنے تک کا اُس کو دے جاوے۔

سو جب ارادہ حج کا کرے تو مستحب ہے کہ اول استخارہ کرلے اس بات کا کہ کونسی راہ کن دنوں میں چلے

کرایہ کرے یا سواری خریدے۔ فلانے کی رفاقت میں جاوے یا فلانے کی اور سوائے اس کے اسی قسم کے امور میں استخارہ کرلے ورنہ حج کرنے میں ضرورت استخارہ کی نہیں ۔ چنانچہ مشہور ہے ع

درکارِ خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست

اور ایسے ہی ترک ناجائز میں استخارہ نہ کرے بلکہ اسی دم توبہ کرے اور چھوڑ دے اور طریق استخارہ کا یہ ہے کہ اول دو رکعت نفل پڑھے پہلی رکعت میں بعد الحمد کے قُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ الخ اور دوسری میں قُلْ هُوَاللہُ الخ پڑھنا اولیٰ ہے۔ بعد سلام کے تعریف حق تعالیٰ کی بیان کرکے درود شریف پڑھ کر دعا ماثورہ پڑھے وہ دعا یہ ہے :۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ. اَللّٰهُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ ۔

پھر بعد استخارہ کے سب گناہوں سے توبہ کرے اور جو کچھ کسی کا حق کسی طرح کا اُس پر ہو اُس کو ادا کرے اور دشمنوں معاملہ داروں سے معافی کراوے اور جو عبادت فوت ہوگئی ہو قضا کرے اور اگر کوئی حق والا مرگیا ہو تو اُس کے وارثوں کو دیدے ۔ اگر کوئی وارث معلوم نہ ہو تو خیرات کرے تا ذخیرہ آخرت میں رہے اور اگر حق بدنی ہو تو معاف کراوے ۔ جو وہ مرگیا ہو تو اُس کے واسطے استغفار کرے اور نفقہ حج کا مال حلال سے بہم پہنچاوے کہ حرام مال سے حج قبول نہیں ہوتا ۔

عالمگیریہ میں قاضی خان سے نقل کیا ہے کہ جو کوئی ارادہ حج کرے اور اُس کے مال میں شبہ ہو تو وہ قرض لے کر حج کرلے اور پھر اپنے اس مال سے قرض ادا کردے اور رفیق صالح پیدا کرے کہ راہ میں مددگار رہے امور دین و دُنیا کا اور رفیق اجنبی قریب سے بہتر ہے تا قطع رحم نہ ہوجاوے اور اسباب کرایہ دار کو دکھاوے ۔ زیادہ اُس سے بدوں اس کی اجازت کے نہ لادے اور جانور پر زیادہ اُس کی طاقت سے اسباب نہ رکھے اور اُس کے گھاس دانہ سے غافل نہ رہے اور سفر حج کو نیت تجارت سے اور فخر اور ریا سے خالص کرے ۔ اگر تجارت کر بھی لے تو بھی کچھ ڈر نہیں مگر ترک ادب ہے اور راہ میں امور لاعنی، بے ہودہ اور ناجائز سے اجتناب کرے اور وقار سے رہے اور غصہ سے بہت بچے اور تحمل بہت کرے اور ذکر اللہ بہت کرتا رہے اور توشہ میں شرکت نہ کرے اور خرید اسباب سفر میں بدمعاملگی اور فریب نہ کرے اور شروع سفر اول وقت روز جمعرات یا پیر کے شروع مہینے میں بہتر ہے اور اقرباء اور احباب سے رُخصت ہو اور حقوق اور قصور معاف کراوے اور اُن سے دُعائے خیر چاہے ۔ اور رُخصت ہونے کے وقت یہ پڑھے اَسْتَوْدِعُكُمُ اللہَ الَّذِیْ لَا یُضِیْعُ وَدَائِعَهٗ اور جب گھر سے نکلنے کا ارادہ کرے دو رکعت نفل پڑھے ۔ جب قریب دروازہ کے آوے اِنَّا اَنْزَلْنَا پڑھے ۔ جب گھر سے

نکلے کچھ صدقہ کرے اور آیۃ الکرسی پڑھے اور کہے :-

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَیَّ ۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَ الْخَلِيْفَةُ فِی الْاَهْلِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الضَّيْقَةِ فِی السَّفَرِ وَ كَاٰبَةِ الْمُنْقَلَبِ اَللّٰهُمَّ اقْبِضْ لَنَا الْاَرْضَ وَ هَوِّنْ عَلَيْنَا السَّفَرَ ۔

جب سوار ہو تو رکاب میں پاؤں دے کر بسم اللہ کہے۔ جب سوار ہو چکے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَ اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۔ پڑھ کر الحمدللہ تین بار اور اللہ اکبر تین بار، لاالٰہ الا اللہ ایک بار پڑھ کر کہے سُبْحَانَكَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ۔ اگر پہاڑ، ٹیلے پر اُونچے چڑھے اللہ اکبر کہے۔ جب اُونچے سے نیچے اُترے سبحان اللہ کہے۔

اگر جنگل پر گزر ہو تو لاالٰہ الا اللہ واللہ اکبر کہے اور جب کشتی میں یا سمندری جہاز پر سوار ہو تو بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَ الْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ پڑھے کہ اس کا پڑھنا امان ہے غرق سے۔ اگر جانور بدخوئی کرے اُس کے کان میں یہ پڑھے :-

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَ لَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۔

اور جب کوئی شہر نظر پڑے کہ اُس میں جانا ہو تو کہے :-

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ مَاۤ اَظْلَلْنَ وَ رَبَّ الْاَرَضِيْنَ وَ مَاۤ اَقْلَلْنَ وَ رَبَّ الشَّيٰطِيْنِ وَ مَاۤ اَضْلَلْنَ وَ رَبَّ الرِّيَاحِ وَ مَا ذَرَيْنَ فَاِنَّا نَسْئَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَ خَيْرَ اَهْلِهَا وَ نَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَ شَرِّ اَهْلِهَا وَ شَرِّ مَا فِيْهَا ۔

اور جب اس میں ارادہ داخل ہونے کا کرے تو یہ پڑھ لے :-

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهَا تین بار اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاهَا وَ حَبِّبْنَا اِلٰی اَهْلِهَا وَ حَبِّبْ صَالِحِیْ اَهْلِهَا اِلَيْنَا ۔

اور جب منزل پر ٹھہرے اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ کہے تو کوچ کرنے تک کوئی چیز ضرر نہ دے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ جب شام ہو اور رات آجاوے تو یوں کہے :-

يَا اَرْضُ رَبِّیْ وَ رَبُّكِ اللّٰهُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكِ وَ شَرِّ مَا خُلِقَ فِيْكِ وَ شَرِّ مَا يَدِبُّ عَلَيْكِ وَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ اَسَدٍ وَّ اَسْوَدَ وَ مِنَ الْحَيَّةِ وَ الْعَقْرَبِ وَ مِنْ سَاكِنِی الْبَلَدِ وَ مِنْ وَّالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ ۔ اور صبح کو کہے :- سَمِعَ سَامِعٌ بِحَمْدِ اللّٰهِ وَ حُسْنِ بَلَائِهٖ عَلَيْنَا رَبَّنَا صَاحِبْنَا وَ اَفْضِلْ عَلَيْنَا عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ ۔

اور جس جگہ خوف یا وحشت ہو سورۂ لِاِيْلٰفِ کا پڑھنا امان ہے ہر بلا سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم ۔

فائدہ جان لے کہ حج تین طرح کرتے ہیں۔ ایک تو فقط حج اور اس کو اِفراد کہتے ہیں اور اس حج کرنے والے کو مفرد، دوسرا قران کہ حج اور عمرہ دونوں کو ایک احرام میں اکٹھا باندھ کر ادا کرے اور اس حاج کو قارن بولتے ہیں۔ تیسرا تمتع ہے کہ اول عمرہ حج کے مہینوں میں ادا کرے۔ پھر اُسی سفر میں بے گھر گئے اسی سال میں احرام حج کا باندھ کر حج کرے اور اس حاج کو متمتع بولتے ہیں اور فرض ذمہ سے ادا ہو جاتا ہے خواہ تینوں میں سے کسی طرح کرے۔ مگر حنفیوں کے یہاں قران افضل ہے تمتع سے اور تمتع افضل ہے افراد سے اور یہ ہر ایک فصل علیحدہ میں لکھا جاوے گا۔ اور حج کے مہینے سارا شوال اور ذی قعد اور دس دن اول ذی الحجہ کے کہلاتے ہیں۔ اگر کوئی فعل حج کا پہلے ان مہینوں سے کرے گا تو کافی نہ ہوگا اور احرام حج کا شوال سے پہلے باندھنا مکروہ تحریمی ہے اگرچہ اعتماد رکھتا ہو کہ ممنوعات احرام کو نہ کرے گا۔

اور جو جگہ کہ اُس سے آگے بڑھنا مکہ کے جانے والے کو بغیر احرام باندھے حرام ہے اس کو میقات کہتے ہیں سو ہندوستان سے جانے والوں کو یلملم کے سیدھ سے دریا میں احرام باندھنا ہوتا ہے۔ وہ جگہ ناؤ خدا بتلا دیتے ہیں اور مدینہ منورہ سے آنے میں ذوالحلیفہ سے احرام باندھنا ہوتا ہے۔ اگر کوئی مکہ کا جانے والا میقات سے یا اُس کی سیدھ کی جائے سے بدون احرام باندھے آگے بڑھ جائے۔ حج کو جاتا ہو یا اور ضرورت کو تو گناہ گار ہوگا اور میقات سے ورے احرام باندھنا افضل ہے بشرطیکہ بسبب بہت دن گزر جانے کے محظورات احرام میں پڑ جانے کا اندیشہ نہ ہو اور محظورات احرام آئندہ بیان کیے جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور جو کوئی خود میقات پر یا میقات اور حد حرام کے بیچ میں رہتا ہے تو اُس کو مکہ میں جانا بدون احرام کے جائز ہے مگر جو عمرہ یا حج کو جاوے تو بغیر احرام جانا اس کو بھی حرام ہے اور میقات اس کے مابین میقات اور حد حرم کے ہے اور جو کوئی شہر مکہ میں یا حد حرم میں رہتا ہو اور حج کرے تو حرم میں سے احرام باندھے اور مسجد مکہ سے باندھنا مستحب ہے اور اگر عمرہ کرے تو حل سے یعنی حد حرم کے خارج سے احرام باندھ کر آوے۔

اب سمجھ لے کہ شہر مکہ کے گرد چاروں طرف حد بندی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ موقع دکھائے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان مواقع پر نشان لگا دیئے تھے پھر حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان علامات کو از سر نو بنوایا اور پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور پھر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن علامات کی تجدید کی اور یہ حد جدہ کی طرف سے دس میل ہے اور کسی طرف تین میل اور کسی طرف سات اور نو میل ہے۔ پس اس حد کے اندر شکار مارنا اور ہری گھاس، لکڑی توڑنا حرام ہے اور اس حد کے اندر کی زمین کو حرم کہتے ہیں اور ان حدوں سے باہر باہر کو حِل کہتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

فصل اِفراد کے بیان میں

جان لے کہ حج میں تین چیزیں فرض ہیں۔ ایک احرام باندھنا۔ دوسرا وقوفِ عرفہ۔ تیسرا طوافِ زیارت۔ اور واجب حج کے وقوف مزدلفہ کا ہے اور صفا مروہ کے بیچ میں دوڑنا اور رمی جمار۔ اور طواف صدر باہر والوں کو اور سر کے بال منڈوانے یا کتروانے اور قارن اور متمتع کو ذبح کرنا۔ اور سوائے ان کے جس کے چھوڑنے سے ذبح کرنا واجب ہوتا ہے وہ بھی واجب ہے۔ چنانچہ معلوم ہوگا اور سنت اور مستحب ضمن مسائل میں معلوم ہووےگے اور جس کا ترک مکروہ ہے وہ بھی سنت ہے۔ سو جب مفرد احرام باندھے تو طریق احرام کا یہ ہے کہ اوّل وضو کرے اور غسل کرے تو اولیٰ ہے اور مستحب ہے کہ ناخن اور لبیں اور بال زیر ناف بھی دُور کرے اور جو سر منڈانے کی عادت ہو تو سر بھی منڈا لے ورنہ کنگھی سے درست کر لے اور مجامعت بھی کرے اگر زوجہ ساتھ ہو اور کوئی عذر بھی نہ ہو۔ پس بعد غسل یا وضو کے تہمد، ناف سے گھٹنوں تک باندھے اور چادر اوڑھے اور چادر تہمد کو اگر رسّی یا تکمہ گھنڈی سے باندھے تو دم یا صدقہ دینا نہیں آتا۔ مگر اچھا نہیں ہے اور چادر اوڑھنا داہنا مونڈھا کھول کر اور چادر کو داہنی بغل کے نیچے کو لا کر بائیں مونڈھے پر ڈالنا کہ اس کو اضطباع کہتے ہیں، یہاں مسنون نہیں ہے بلکہ بطریق معمول اوڑھے اور سر کو نہ ڈھانکے اور سنت ہے کہ دو کپڑے نئے یا دُھلے ہوئے پاک سفید ہوں۔ اگر ایک کپڑے میں یا تین میں یا سیاہ کپڑے میں مثلاً احرام باندھ لے تو بھی جائز ہے اور مستحب ہے کہ خوشبو لگا دے بدن اور کپڑوں کو۔ مگر کپڑوں کو ایسی خوشبو کہ بعد لگانے کے تن خوشبو کا باقی رہے نہ لگا دے اور بدن کو سب قسم کی خوشبو لگانی جائز ہے۔

پھر سنت ہے کہ دو رکعت نفل پڑھے اگر وقت مکروہ نہ ہو۔ پہلی رکعت میں بعد الحمد کے قل یاایہا الکفرون دوسری میں قل ہو اللہ پڑھنا اولیٰ ہے ورنہ جو سورۃ چاہے پڑھ لے۔ بعد سلام کے کہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ۔ پھر حج کی نیت سے تلبیہ کہے اور ایک بار ذکر کہنا کوئی ذکر ہو احرام زبانی میں فرض ہے اور تلبیہ ماثورہ کہنا سنت ہے اور وہ یہ ہے:۔

لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ، لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ۔

اس میں سے کوئی لفظ کم کرنا مکروہ ہے اور زیادہ کرنا لفظ ماثور کا اول آخر میں مستحب ہے، جیسا مثلاً یہ بڑھا لے لَبَّیْكَ اِلٰهَ الْخَلْقِ لَبَّیْكَ یا یہ بڑھا دے لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ وَالْخَیْرُ بِیَدَیْكَ لَبَّیْكَ وَالرَّغْبَاءُ اِلَیْكَ وَالْعَمَلُ۔ اور اگر لفظ غیر ماثور اول آخر میں بڑھا دے تو بھی جائز ہے۔ مگر بیچ میں داخل نہ کرے اور تلبیہ باواز بلند کہنا مستحب ہے مگر بہت چیخنا نہ چاہیئے اور مسجد میں ایسا بلند نہ کہے کہ نمازیوں کو تشویش ہو اور جب کہے تین بار

پے در پے کہنا مستحب ہے کہ بیچ میں کلام نہ کرے۔ اگر کوئی سلام علیک کرے تو جواب دیدے۔ مگر اس حال میں سلام کرنا مکروہ ہے اور پھر تین بار تلبیہ کہہ کر آہستہ درود شریف پڑھ کر دعا مانگے جو چاہے۔ مگر یہ دعا ماثور ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّۃَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ غَضَبِکَ وَالنَّارِ اور وقت تغیر حالات کے جیسا کہ سوار ہونا اور اُترنا اور سواری کو پھیرنا یا اونچی جگہ چڑھنا یا نشیب میں آنا اور جب فجر ہو اور جب آنکھ کھلے اور بعد نمازوں کے فرض نماز ہو یا نفل اور جب کسی قافلہ سے ملاقات ہو اور ہر حال میں تلبیہ کہنا مستحب مؤکد ہے اور کثرت تلبیہ کی جس قدر ہو افضل ہے۔

الحاصل جب تلبیہ حج کی نیت سے کہا احرام بندھ جاتا ہے اور یہ پہلا فرض حج کا ہے جیسا تکبیر تحریمہ نماز میں اور فرض احرام میں فقط ذکر بہ نیت حج ہے اور اس کے کپڑے کا نکالنا اور دوگانہ اور خوشبو لگانا وغیرہ اشیاء سنت مستحب واجب ہیں اور اگر بچہ غیر عاقل کی طرف سے احرام باندھے تو اُس کے کپڑے اُتار کر تہمد چادر پہنا کر اُس کی طرف سے لَبَّیْکَ کہے اور محظوراتِ احرام سے بچّہ کو بچاتا رہے۔ اگر بچّہ سے کچھ محظور ہو گیا تو کچھ دینا نہیں آتا نہ بچّہ کو نہ ولی کو۔ اور یہ طریقہ احرام زبانی کا ہے اور یہ بہتر ہے۔ اور احرام فعلی کی طرز کتابوں میں لکھی ہے یہاں لکھنا کچھ ضرورت نہیں۔

الغرض جب احرام بندھ گیا تو جماع اور لوازم جیسا بوس و کنار وغیرہ اور ذکر جماع کا سامنے عورتوں کے اور نافرمانی خداوند تعالیٰ کی اور جھگڑا لڑائی اور قتل کرنا خشکی کے شکار کا اور اشارہ یا دلالت سے شکاری کو بتانا اور اعانت شکاری کی کرنی جیسا چُھری یا نیزہ پکڑا دینا اور خوشبو لگانی اور ناخن اور بال کتروانے اور سر یا منہ کو ڈھانکنا سارا یا تھوڑا یہ سب باتیں ترک کرے اور خوشبو یا خوشبودار میوہ کا سونگھنا مکروہ ہے اور اگر ناک پر ہاتھ رکھ لے تو کچھ ڈر نہیں اور تکیہ پر سر رکھنا اور رخسار کا رکھنا درست ہے۔ مگر اوندھا تکیہ پر پیشانی رکھنی مکروہ ہے اور سر پر کپڑا رکھنا ڈھانکنے کے حکم میں ہے اور گٹھڑی کپڑوں کی یا خوان سر پر رکھنا جائز ہے جو کعبہ کے پردہ کے نیچے آوے۔ اگر سر یا چہرہ کو پردہ لگے تو مکروہ ہے ورنہ کچھ ڈر نہیں اور سر اور ڈاڑھی کو خطمی سے نہ دھووے۔ صابن اور اشنان سے دھونا جائز ہے اور آنکھوں کی پڑبال چنوانی جائز ہیں اور سِلے کپڑے جیسے کُرتہ پاجامہ مثلاً اور عمامہ اور ٹوپی اور موزہ نہ پہنے اور جو سِلا کپڑا غیر معمولی طرح سے پہنے مثلاً کُرتہ کو چادر کی طرح اوڑھ لے تو جائز ہے مگر ترک اولیٰ ہے۔

اگر جوتا نہ ہو تو موزہ کو وسط قدم سے کاٹ کر پہنے اور جو کپڑا خوشبودار چیز میں رنگا ہُوا ہو اس کو پہننا جائز نہیں۔ مگر جو دھو ڈالے کہ خوشبو نہ دے تو جائز ہے اور حمام میں جانا جائز ہے مگر مستحب یہ ہے کہ میل کچیل دُور نہ کرے نہ گرم پانی سے نہ سرد پانی سے۔ اگر نہاوے تو طہارت یا خنکی کی نیت سے نہاوے اور خیمہ اور کجاوے کے نیچے سایہ میں آنا جائز ہے مگر سر اور چہرہ کو نہ لگے جو لگے گا تو مکروہ ہوگا اور ہمیان اور کمر باندھنی اور ہتھیار لگانے اور انگشتری پہننی اور سُرمہ بے خوشبو کا لگانا جائز ہے اور خوشبو کے سرمہ کے ایک دو دفعہ لگانے میں صدقہ دینا ہوتا ہے

اور زیادہ میں ذبح کرنا آتا ہے اور ختنہ اور فصد کرانے اور پچھنے لگانے اگر بال نہ مونڈنے پڑیں اور ڈاڑھ نکالنی اور شکستہ عضو کا باندھنا جائز ہے اور پچھنے میں بال مونڈے تو دم دینا ہوگا اور سر کھجلانا جائز ہے مگر جو خوف بال ٹوٹنے کا یا خون گرنے کا ہو تو بہ نرمی کھجلا دے۔ باقی تفصیل مسائل فصل جنایات میں آوے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

جب حرم میں داخل ہو تو اگر ہو سکے تو برہنہ پا ہو کر پیدل ہو لیوے کہ مستحب ہے اور سکینہ و وقار کے ساتھ کثرتِ استغفار اور دعا کرتا چلے۔ پھر جب مکہ میں داخل ہو تو دن کو داخل ہونا اور حجون یعنی گورستانِ مکہ کی راہ سے جس کو باب المعلیٰ کہتے ہیں داخل ہونا مستحب ہے اور واسطے دخولِ مکہ کے غسل کرنا سنت ہے اور نکلنا مکہ سے باب السفلیٰ سے مستحب ہے۔

پس مکہ میں داخل ہو کر اپنے اسباب کا بندوبست کر کے اول مسجد حرام میں آوے اور باب سلام سے مسجد میں داخل ہونا مستحب ہے۔ تلبیہ کہتا ہوا اور تواضع اور خشوع کے ساتھ بزرگی مکان کی دھیان کئے ہوئے داخل ہو۔ پہلے داہنا پاؤں داخل کرے اور پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَسَھِّلْ عَلَیْنَا اَبْوَابَ رِزْقِكَ ۔

اور درود شریف پڑھے۔ جب بیت اللہ پر نظر پڑے اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تین تین دفعہ کہے اور وقت دیکھنے بیت اللہ کے دعا مانگے کہ یہ وقت مستجاب ہے اور وقت مشاہدہ بیت کے ہاتھ اٹھائے۔ بعض روایاتِ حدیث سے ثابت ہیں۔ چنانچہ فتح القدیر میں منقول ہے۔ پس چاہیئے کہ رفع یدین یہاں بھی سنت ہو اور اس وقت میں ذکر درود شریف کا اور دعاء ماثورہ اولیٰ ہے وہ یہ ہے :-

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ فَحَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ اَللّٰھُمَّ زِدْ بَیْتَكَ ھٰذَا تَعْظِیْمًا وَّ تَشْرِیْفًا وَّتَکْرِیْمًا وَّمَھَابَةً وَّزِدْ مَنْ حَجَّهٗ اَوِاعْتَمَرَ تَشْرِیْفًا وَّتَکْرِیْمًا وَّتَعْظِیْمًا وَّبِرًّا ۔

چاہے اور دعا جو چاہے پڑھے کہ یہاں اور کہیں مواقع حج میں کوئی دعا موقت نہیں جس میں خوب خشوع ہو وہ پڑھے۔ پھر مسجد میں آکر اول طواف کرے جو اندیشہ قضا نماز فرض کا یا فوت جماعت کا یا وتر یا سنت مؤکدہ کا نہ ہو۔ اگر ان میں سے کسی کے فوت کا خدشہ ہو تو اس کو پہلے ادا کر لے بعد اس کے طواف کرے۔

اور طریق طواف یہ ہے کہ بیت اللہ کے سامنے جس طرف حجر اسود ہے ایسے کھڑا ہو کہ داہنا مونڈھا اس کا بائیں کنارہ حجرِ اسود کے مقابل ہو اور سارا حجر اسود داہنی طرف اس کے رہے۔ پھر نیت طواف کی کر کے داہنی طرف کو ذرا ایک چلے۔ ایسا کہ حجر اسود کے خوب مقابلہ میں ہو جاوے اور جان لے کہ طواف کی نیّت دل میں کرنی فرض ہے۔ اگر بغیر نیت طواف کے بیت اللہ کے گرد سات بار پھر جاوے تو طواف معتبر نہ ہوگا۔ پس سامنے حجرِ اسود کے کھڑا ہو کر ہاتھ اُٹھا کر جیسا نماز میں اُٹھاتے ہیں کہے :-

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِكَ وَوَفَاءً بِعَھْدِكَ وَاتِّبَاعًا لِسُنَّةِ نَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۔

اور ہاتھ اُٹھانے تکبیر سے پہلے اور پہلے استقبال حجرِ اسود سے بدعت ہیں بلکہ بعد استقبال کے تکبیر کے ساتھ اُٹھا دے۔ پھر ہاتھ چھوڑ کر استلام کرے یعنی دونوں کف دست حجرِ اسود پر رکھ کر منہ اپنا دونوں ہاتھوں کے بیچ میں رکھ کر بہ نرمی بوسہ دے۔ چٹاخے بھرنے نہ چاہئیں اور بعض کے نزدیک سر رکھنا[1] حجرِ اسود پر بعد بوسہ کے، پھر دوسرا بوسہ پھر سجدہ، پھر تیسرا بوسہ، پھر تیسرا سجدہ کرنا بھی مستحب ہے اور استلام سنت ہے۔ مگر جو بسبب ازدحام کے دھکم دھکا ہونا اور کسی کو ایذا دینا ہو تو ترک کر دے کیونکہ ترکِ ایذا واجب ہے اور جو اس طرح سے استلام نہ کر سکے تو فقط دونوں ہاتھ ہی حجرِ اسود پر رکھ دے۔ اگر دونوں ہاتھ نہ رکھ سکے تو ایک ہاتھ رکھ دے مگر ایک ہاتھ رکھنے میں داہنا ہاتھ رکھنا اولیٰ ہے۔ پھر ہاتھ اٹھا کر اپنے ہاتھ کو بوسہ دے لے جو یہ بھی نہ رکھ سکے تو لکڑی یا اور کچھ چیز سے حجرِ اسود کو چھُو کر اُس چیز کو بوسہ دے لے۔ اگر بسبب ہجوم کے یہ بھی نہ ہو سکے تو دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر کفِ دست دونوں ہاتھ کے حجرِ اسود کی طرف اور پشت ہاتھوں کی چہرہ کی طرف کرے گویا کہ حجرِ اسود پر رکھی ہیں اور تکبیر و تہلیل جو بیان ہوئی پڑھ کر پھر ہاتھوں کو بوسہ دے لے۔ بعد استلام کے واجب ہے کہ داہنی طرف کو دروازہ کی طرف چلے کہ بیت اللہ بائیں مونڈھے کی طرف رہے اور واجب ہے کہ حطیم کو بھی طواف میں لیوے۔ حطیم اور بیت اللہ کے بیچ کو نہ نکلے۔ کیونکہ حطیم بھی بیت اللہ میں داخل ہے جو بیچ میں کو نکلے گا تو کافی نہ ہوگا بلکہ اعادہ طواف کا کرنا پڑے گا۔ اگر فقط حطیم کو ہی سات بار طواف کر لے گا تو بھی جبر نقصان ہو جاوے گا۔

جب طواف کرتے ہوئے رکن یمانی پر آوے کہ جنوب کی طرف کا کونہ ہے تو اس کو بھی استلام کرے کہ مستحب ہے اور استلام رکن یمانی یہ ہے کہ فقط دونوں ہاتھ یا داہنا ہاتھ اس کو لگا دے اور بایاں ہاتھ لگانا اور بوسہ دینا اور سجدہ کرنا یہاں نہیں چاہیئے اور ہجوم میں اشارہ کرنا بھی یہاں نہیں چاہیئے اور سوائے اُس دو جگہ کے استلام اور کسی کونہ یا دیوار کا کرنا مکروہ ہے۔

پس جب گرد پھر کر حجرِ اسود پر آوے پھر استلام کرے جیسا اُوپر مذکور ہوا لیکن ہاتھ اٹھانے پہلی ہی دفعہ میں ہیں پھر ہاتھ نہ اُٹھاوے۔ چنانچہ فتح القدیر میں تحقیق کیا ہے اور اس ایک دفعہ حجرِ اسود سے حجرِ اسود تک پھر آنے کو شوط کہتے ہیں۔ اگر کوئی بائیں طرف کو طواف کرے یا طواف کرنے میں چہرہ یا پیٹھ بیت اللہ کی طرف کر کے طواف کرے یا شروع طواف سوائے حجرِ اسود سے کرے تو جب تک مکہ میں ہے اعادہ طواف کا کرنا چاہیئے۔ اگر گھر کو چلا آیا اور اعادہ نہیں کیا تو دم واجب ہوگا اور شروع طواف حجرِ اسود سے کرنا واجب ہے اگرچہ کسی جز حجرِ اسود سے ہو مگر سارا بدن حجرِ اسود پر سے گزارنا جیسا طریق طواف میں ذکر ہوا مستحب ہے۔ الحاصل اس طرح سات شوط کرے۔ اور بعد ساتویں شوط کے پھر آٹھواں استلام کرے اور استلام

---

[1] اسی سر رکھنے کو آگے "سجدہ" کہہ دیا گیا ہے۔ ۱۲

سنت مؤکدہ ہے اور اگر کوئی جان بوجھ کر آٹھواں شوط کرلے تو چھ شوط اور ملا کر سات پورے کرنے واجب ہوں گے اور جو ساتویں کے شبہ میں کیا ہو تو کچھ حرج نہیں۔ اگر طواف فرض اور طواف کرنے میں گنتی میں اشواط کے شبہ ہو جائے تو از سرِ نو شروع کرنا چاہیئے۔ بخلاف نماز کے کہ غلبۂ ظن پر بنا کرتے ہیں۔ ایسا ہی طواف سنت و نفل میں شک ہو تو غلبۂ ظن پر بنا ہوتی ہے۔ اگر طواف کرنے میں اقامت فرض نماز کی ہو جاوے۔ اگر خوف رکعت کا ہو تو طواف کو چھوڑ کر نماز پڑھ لے۔ پھر اسی جا سے آکر طواف کو پورا کر دے۔ ایسا ہی اگر وضو ٹوٹ جائے یا جنازہ کی نماز کو چلا جاوے تو پھر آکر وہیں سے تمام کرے۔ مگر چار شوط سے کم کر کے گیا ہو تو از سرِ نو شروع کرنا افضل ہے اور اگر چار شوط کے بعد گیا ہے تو وہیں سے باقی پورے کرے اور بدوں حاجت طواف کرتے ہوئے چلا جانا مکروہ ہے۔ اگر چلا گیا تو آکر باقی شوط پورے کرے اور صفا مروہ کی سعی کرتے ہوئے اگر چلا جاوے تو اس کا بھی ایسا ہی حال ہے کہ جو بضرورت نماز یا وضو یا نماز جنازہ مثلاً گیا ہو تو جائز ہے اور جو بے ضرورت گیا تو مکروہ ہے۔ مگر ہر حال باقی کو پورا کرلے اور کھانا اور بیع شراء حالت طواف میں مکروہ ہے اور پینا مباح اور سعی میں کھانا پینا مباح ہے اور بیع مکروہ اور طواف اور سعی میں ذکر اولیٰ ہے اور تذکرہ مسائل اور تلاوت قرآن جائز ہے اور طواف کرتے ہوئے تلبیہ نہ کہے۔

اور ذکر ماثور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درمیان رکن یمانی اور رکن اسود کے کیا ہے یہ ہے :۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اور درمیان رکن اسود اور حطیم کے بھی یہ ہی پڑھا ہے اور طواف میں یہ دعا بھی آئی ہے :۔

اَللّٰهُمَّ قَنِّعْنِيْ بِمَا رَزَقْتَنِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَاخْلُفْ عَلٰى كُلِّ غَائِبَةٍ لِّيْ بِخَيْرٍ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

اور حالِ طواف میں دعا قبول ہوتی ہے۔

جب ساتوں شوط طواف کے کرلے تو مقامِ ابراہیم کے پاس آکر دو رکعت نفل ادا کرے اور بعد اس کے دعاء آدم علیہ السلام مستحب ہے وہ یہ ہے :۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ سِرِّيْ وَعَلَانِيَتِيْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِيْ وَتَعْلَمُ حَاجَتِيْ فَاَعْطِنِيْ سُؤْلِيْ وَتَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا يُّبَاشِرُ قَلْبِيْ وَيَقِيْنًا صَادِقًا حَتّٰى اَعْلَمَ اَنَّهٗ لَنْ يُّصِيْبَنِيْ اِلَّا مَا كَتَبْتَهٗ عَلَيَّ فَارْضِنِيْ بِمَا قَسَمْتَهٗ لِيْ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔

اور یہ دوگانہ طواف بعد ہر طواف کے خواہ طواف فرض ہو یا نفل ہو واجب ہوتا ہے اور خلف مقام یعنی ایسی طرح پڑھنا کہ مقام ابراہیم درمیان مصلّی اور بیت کے ہو مستحب ہے اور یہ افضل مواقع ہے بعد اس کے بیت کے اندر اور پھر حطیم میں میزاب کے نیچے پھر حطیم میں قریب میزاب کے پھر اور باقی حطیم میں، پھر قریب بیت کے

اور طرف میں، پھر ساری مسجد حرام میں، پھر سارا حرام برابر ہے۔ اور حرم سے باہر مکروہ ہے مگر ادا ہو جاتا ہے۔ اور قُل یا اور قل ھُو اللہ اس دوگانہ میں پڑھنا مستحب ہے اور طواف ہر وقت جائز ہے اگرچہ وقت مکروہ ہو۔ مگر یہ دوگانہ اُس وقت نہ پڑھے بلکہ صبر کرے۔ جب وقت مکروہ نکل جاوے جب اس دوگانہ کو پڑھ لے اور اس دوگانہ کو طواف سے متصل پڑھنا چاہیئے تاخیر مکروہ ہے۔ مگر بعذرِ کراہت وقت سو جو بعد عصر کے طواف کیا ہو تو فرض مغرب کے پڑھ کر اول دوگانہ طواف پڑھ کر سنت مغرب بعد اُس کے پڑھے۔ اگر وقت مکروہ میں دوگانہ طواف پڑھ لیا تو بکراہت جائز ہو گیا۔ مگر بعد گزرنے وقت مکروہ کے اعادہ بہتر ہے اور جو عین طلوع آفتاب یا زوال میں یا غروب کے وقت پڑھے تو معتبر نہیں۔ پھر پڑھنا واجب ہے اور دو طواف کو جمع کرنا بدونِ فصلِ دوگانہ کے مکروہ ہے۔ پر جو وقت مکروہ ہو تو مضائقہ نہیں۔ پھر جب وقت مکروہ گزر لے تو بدلے ہر ہر طواف کے دو دو رکعت ادا کرے۔

پھر دوگانہ طواف کا پڑھ کر مستحب ہے کہ چاہ زمزم کے پاس جاکر آبِ زمزم پیوے اور دُعا کرے کہ یہ موضع اجابت ہے۔ پھر وہاں سے حجرِ اسود اور باب کے بیچ کی دیوار کو کہ اس کا نام ملتزم ہے لپٹ کر دُعا کرے کہ یہ بھی موضع اجابت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اوّل ملتزم کے پاس آوے۔ پھر دوگانہ طواف پڑھے۔ پھر زمزم کے پاس جاوے اور یہ طریق سہل اور افضل لکھا ہے۔ اور اس طواف کا نام طوافِ قدوم ہے کہ باہر والوں کو سُنّت ہے اور جو مکہ میں یا میقات پر رہتے ہیں اُن کو سُنّت نہیں اور جو عمرہ کرنے کو آوے اس پر بھی طواف قدوم نہیں ہے۔ جو مفرد نے آکر طواف کیا مگر طواف قدوم کی نیت نہیں کی۔ مطلق طواف کی نیت کر لی یا اور کسی طواف کی نیت کر لی تو طوافِ قدوم ہی ہو گا اُس کی نیت سے کچھ نہ ہو گا۔ اور وقت اس طواف کا مکہ میں داخل ہونے سے وقوفِ عرفہ تک ہے۔ اگر وقوفِ عرفہ شروع کر لیا تو وقت اُس کا فوت ہو گیا۔

اب جان لے کہ سعی صفا مروہ کی واجب ہے اور افضل یوں ہے کہ سعی بعد طوافِ زیارت کے کرے اور اگر طواف قدوم کے ساتھ کر لے تو بھی جائز ہے۔ سو اگر بعد طواف قدوم کے کرنی منظور ہو تو ذرا پہلے طواف قدوم شروع کرنے سے اضطباع اور پہلے تین شوط میں رمل بھی کرے اور رمل یہ ہے کہ چلنے میں جھپٹ کر جلدی اور زور سے قدم اٹھاوے اور قدم نزدیک نزدیک رکھے اور مونڈھوں کو خوب ہلاتا جاوے اور رمل اور اضطباع جس طواف کے بعد سعی کرتے ہیں۔ اس طواف میں سُنّت ہے۔ اور جس طواف کے بعد سعی نہیں اُس میں سنت نہیں اور اگر بسبب ہجوم کے رمل نہ کر سکے تو صبر کرے جب جگہ ملے جب طواف کرے۔ اور جو ایک دو شوط کرنے کے بعد انبوہ ہو جاوے تو رمل کو ترک کر دے اور بے رمل پوری کر لے تا تفریق اشواط نہ ہو۔ اگر رمل بھول گیا جو ایک شوط کے بعد یاد آوے تو دو شوط میں رمل کر لے۔ جو دو شوط کے بعد یاد آوے ایک شوط میں کر لے جو تین شوط کر چکا اور پھر یاد آیا تو رمل نہ کرے۔ کیونکہ جیسا تین شوط اول میں رمل سنت ہے چار آخر میں ترک رمل بھی سنت ہے۔ اگر کوئی ساتوں شوط میں رمل کرے تو بسبب ترک سنت مکروہ ہے۔ اور بعد فراغ طواف کے اضطباع موقوف

کرے اور دوگانہ طواف مونڈھے ڈھانک کر پڑھے کہ اضطباع سوائے اس جگہ کے اور کہیں مسنون نہیں اور جان لے کہ سعی تابع طواف ہے اور شرط صحت سعی کی مقدم ہونا طواف کا ہے۔ اگر کوئی سعی کو طواف سے پہلے کرے گا تو سعی معتبر نہ ہوگی۔ بعد طواف کے اعادہ سعی کا واجب ہے اور سعی بعد طواف کے فوراً واجب نہیں۔ مگر اتصال سعی کا طواف کے ساتھ سنت ہے۔ اگر بسبب عذر کے یا تکان کے ٹھہر جاوے تو کچھ عذر نہیں ورنہ تاخیر مکروہ ہوگی۔

الحاصل۔ جب آپ زمزم پی کر سعی کو جانا چاہے تو حجر اسود پر جاکر ایک استلام اور کرے اور اللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ جیسا مذکور ہوا کہے اور یہ استلام نواں جب مستحب ہے کہ بعد طواف کے سعی کرے جیسا رمل اور اضطباع ہے۔ پھر باب صفا سے مسجد سے باہر نکلے کہ اس باب سے فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تھے چاہے اور دروازے سے جاوے۔ پس اول صفا پر اتنا چڑھے کہ وہاں سے بیت نظر آسکے۔ پس بیت کی طرف مستقبل کھڑا ہو کر دونوں ہاتھ آسمان کی طرف کو مونڈھوں تک اٹھاوے جیسا دعا میں اٹھاتے ہیں اور تکبیر تہلیل بآواز بلند اور درود شریف آہستہ پڑھنے اور دعا میں خوب جہد کرے کہ موضع اجابت ہے اور یہ ذکر ماثور ہے :-

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ اَنْجَزَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پڑھ کر دعا کی اور پھر دوبارہ پڑھ کر دعا کی۔ پھر تیسری بار پڑھ کر دعا کی۔ اور یوں بھی روایت ہے کہ تین بار اللہ اکبر فرماکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ لَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ ایک بار فرمایا۔ اسی طرح سات بار تکرار فرمایا۔ تو کلمہ سات بار اور اللہ اکبر اکیس بار ہوا۔ اور دعا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفا پر یہ ہے :-

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قُلْتَ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ وَاِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ وَاِنِّیْٓ اَسْاَلُکَ کَمَا ھَدَیْتَنِیْ لِلْاِسْلَامِ اَنْ لَّا تَنْزِعَہٗ حَتّٰی تَتَوَفَّانِیْ وَاَنَا مُسْلِمٌ۔

اور سوائے اس کے جو چاہے کرے اور تلبیہ بھی کہتا رہے اور دیر تک ٹھہرا رہے اور پھر ذکر کرتا ہوا اپنی چال مروہ کی طرف چلے اور درمیان صفا مروہ کے یہ دعا ماثور ہے۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ۔ چاہے اور کچھ پڑھے اور یہ بھی موضع اجابت ہے۔ جب بقدر چھ گز کے فاصلہ اس میل سے رہے جو مسجد کے کونے پر لگا ہوا ہے تو نشیب میں صفا مروہ کے دوڑ کر چلے۔ مگر بیچ کی راس دوڑے۔ جب دونوں میلوں سے تجاوز کر جائے تو پھر اپنی چال چلنے لگے اور یہ دوڑنا فقط دونوں میلوں کے بیچ میں سنت ہے۔ اگر ساری راہ صفا سے مروہ دوڑ کر چلا تو واجب ادا ہوا مگر ترک سنت کیا۔ پھر مروہ پر چڑھ کر بیت کی طرف کھڑا ہو کر تھوڑا سا داہنی جانب کو مائل ہو کر تا خوب استقبال ہووے۔ وگرنہ یہاں سے بیت بسبب عمارت کے نظر نہیں آتا۔ پس جیسا صفا پر ذکر اور دعا ہاتھ اٹھا کر کیا تھا ویسا ہی مروہ پر کرے کہ یہ بھی محل اجابت ہے۔

اور صفا سے مروہ تک آنا ایک شوط ہوا۔ پھر مروہ پر سے اُتر کر اپنی چال چلے اور میلین کے درمیان دوڑے۔
پھر اپنی چال صفا پر چڑھے اور ذکر اور دُعا جیسا بیان ہوا کرے اور یہ مروہ سے صفا تک دوسرا شوط ہوا۔ اسی طرح
سات شوط کرے کہ شروع سعی کا صفا سے اور تمامی مروہ پر ہوئے۔ اور ذکر اور دُعا ہر دفعہ خوب کرتا رہے۔ اگر
کوئی شروع سعی مروہ سے کرے تو پہلا شوط مروہ سے صفا تک کا معتبر نہ ہو گا۔ بلکہ شروع صفا سے گِنا جائے گا اور
ایک شوط اور کرنا ہو گا تاکہ پورے سات شوط ہو جاویں۔ پھر بعد سعی کے دو رکعت نفل مسجد حرام میں آکر پڑھے کہ
مستحب ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کنارہ پر مطاف کے یعنی جہاں بیت اللہ کے گرد طواف کرتے ہیں۔
یہ دوگانہ پڑھا ہے۔ اور جان لے کہ بہت سے درجے صفا اور مروہ کے بسبب زمین کے چڑھ جانے کے دب گئے
ہیں اور درجے کہ اب موجود ہیں ان کے پہلے ہی درجہ پر کھڑے ہونے سے بیت اللہ کا نظر آنا ممکن ہے۔ پس
ثواب کئی کئی درجوں پر چڑھنا ضرور نہیں۔ جیسا جاہل کرتے ہیں کہ چڑھتے چڑھتے دیوار تک جا ملتے ہیں کہ یہ خلاف
طریقہ سنت کے ہے۔ پہلے ہی درجہ پر کھڑا ہونا کافی ہے۔

مسئلہ :- مسجد حرام میں نماز پڑھتے کے آگے کو جانے سے منع نہ کریں خواہ طواف والا آگے کو جاوے
یا غیر طائف۔

مسئلہ :- داخلی بیت کے اندر مستحب ہے۔ مگر جو آپ کو یا غیروں کو ایذا دینی نہ پڑے اور رشوت بھی دینی
نہ ہو جیسا دربان کو دیتے ہیں۔

الحاصل مفرد بعد فراغت کے طواف اور سعی سے احرام باندھے ہوئے مکہ میں رہے اور جس قدر
طواف نفل چاہے کیا کرے کہ باہر والوں کے حق میں طوافِ نفل، نمازِ نفل سے بہتر ہے اور مکہ والوں کو خاص موسم
حج میں نفل نماز طواف سے بہتر ہے تاکہ غرباء حجاج کو مزاحم نہ ہوں اور ان طواف نفل میں اضطباع اور رمل
اور دوگانہ کے استلام نہ کرے کہ یہ تینوں اُسی طواف میں ہیں کہ بعد اُس کے سعی ہو اور سعی بعد طواف نفل
کے نہیں ہوتی اور سعی نفل بھی نہیں ہوا کرتی بلکہ سعی ایک ہی ہے جو کہ واجب ہے اور بس۔

اور ساتویں ذی الحجہ کو بعد نماز ظہر کے امام ایک خطبہ بدون جلسہ پڑھتا ہے کہ اُس میں مسائل حج تلقین کرتا ہے
یہ خطبہ بھی مسنون ہے۔

پھر آٹھویں کو بعد طلوع آفتاب کے منیٰ میں کہ ایک فرسخ مکہ سے ہے جاوے اور رات کو منیٰ میں رہے کہ
سنت ہے۔

پھر نویں کو نماز فجر اسفار کے وقت میں منیٰ میں پڑھ کر بعد طلوع آفتاب کے ضب کی راہ سے تلبیہ اور تکبیر
کہتا ہوا عرفات کو جاوے اور ضب پہاڑی کا نام ہے کہ مسجد خیف سے جو منیٰ میں ہے متصل ہے۔ اگر آٹھویں
کو عرفات پر گیا تو ترک سنت ہو گا۔ کیونکہ پانچ نمازیں منیٰ میں پڑھنی اور رات کو وہاں رہنا سنت ہے اور
عرفات میں جہاں چاہے ٹھہرے۔ مگر لوگوں سے الگ اور راہ میں نہ ٹھہرے۔ اور جبل رحمت کے پاس ٹھہرنا افضل

ہے۔ اور عرفات تمام موقف ہے۔ مگر بطنِ عرنہ کہ یہ ایک وادی ہے۔ مسجد عرفہ سے مغرب کی طرف کہ اگر دیوار غربی مسجد کی گرے تو اُسی وادی میں پڑے اور یہ حرم کا ٹکڑا ہے حدِ عرفات سے خارج ہے۔ اگر اس وادی میں کسی نے وقوف کیا تو وقوف اُس کا معتبر نہ ہوگا۔

پس عرفہ میں جاکر دُعا اور درود اور ذکر تلبیہ بکثرت کرتا ہے۔ جب دن ڈھلے وضو کرے اور غسل افضل ہے پھر بلا تاخیر مسجد نمرہ میں جاوے اور امام کے ساتھ ظہر، عصر ایک اذان دو تکبیر کے ساتھ ظہر کے وقت میں اکٹھا پڑھے اور بیچ میں ظہر عصر کے کچھ نہ پڑھے بلکہ دو رکعت سنت ظہر بھی ترک کرے۔ مگر تکبیر تشریق کہہ لے اور بعد عصر کے بھی سنت نفل نہ پڑھے۔ مگر جو امام بعد ظہر کے عصر میں تاخیر کرے تو مقتدیوں کو نفلیں پڑھنی جائز ہیں اور اس طرح جمع کرنے ظہر عصر میں چند شرط ضرور ہیں۔ عرفات اور نویں ذی الحجہ اور امام یا نائب اس کا اور دونوں نمازوں میں احرام ہونا اور ظہر کا عصر پر مقدم ہونا۔ اگر ایک شرط ان شرائط میں سے نہ ہو تو جمع کرنا جائز نہیں۔ پھر مسجد سے نکل کر موقف میں جاوے۔ امام کو سوار ہونا اور لوگوں کو امام کے آس پاس پیادہ ہونا افضل ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اوروں کو بھی سوار ہونا اولیٰ ہے اور جبل رحمت کے پاس قریب امام کے جہاں تک قرب ہوسکے بہتر ہے۔ اور جبلِ رحمت کے پاس چڑھنا جیسا عوام کرتے ہیں کچھ اصل نہیں رکھتا اور مستقبل قبلہ کھڑا ہووے اور نیت کرنی وقوف کی اور کھڑا رہنا شرط اور واجب نہیں ہے مگر مستحب ہے اگر بیٹھا ہی رہے جب بھی وقوف ہوگیا کیونکہ موقف میں ہونا چاہیئے۔ اگرچہ سوتا ہُوا موقف میں کو چلا جاوے یا زبردستی کوئی لے جاوے۔ اگرچہ نہ جانے کہ یہ موقف ہے۔ پاک ہو یا ناپاک ہو یا دوڑتا ہُوا موقف میں کو گزر جاوے سب صورت میں وقوف معتبر ہوجاتا ہے اور فرض ادا ہوتا ہے۔

پس امام بآواز بلند غیر مفرط تلبیہ کہے اور ذکر دعا خفیہ اولیٰ ہے اور تعلیم مناسک کرے اور لوگ قریب امام کے پیچھے اُس کے مستقبل قبلہ ہوکر بخشوع سُنیں اور روویں اور دُعا خوب جہد سے کریں کہ محلِ اجابت ہے اور افطار یہاں اولیٰ ہے روزہ رکھنے سے اور تلاوت قرآن شریف اور درود شریف اور تکبیر اور تہلیل اور استغفار اور تلبیہ وغیرہا اذکار بہت کریں ہرگز ہرگز کوتاہی نہ کریں کہ پھر تدارک اس دن کا ممکن نہیں اور گریہ وزاری اور استغفار میں ہرگز قصور نہ کریں۔ بلکہ اُس دن میں کلام مباح سے بھی اجتناب اور حذر کریں اور فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں یہ پڑھا ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا اَللّٰهُمَّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَسَاوِسِ الصَّدْرِ وَشَتَاتِ الْاَمْرِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا یَلِجُ فِی اللَّیْلِ وَشَرِّ مَا یَلِجُ فِی النَّهَارِ وَشَرِّ مَا تَهُبُّ بِهِ الرِّیَاحُ لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ اِنَّمَا الْخَیْرُ خَیْرُ الْاٰخِرَةِ ۔ اور روایت ہے کہ

دستِ مبارک اٹھا کر اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ تین بار فرما کر پڑھا :-

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ بِالْھُدٰی وَنَقِّنِیْ بِالتَّقْوٰی وَاغْفِرْ لِیْ فِی الْاٰخِرَۃِ وَالْاُوْلٰی ۔

پھر ہاتھ چھوڑ دیئے۔ جتنی دیر میں الحمد پڑھیں، پھر ہاتھ اٹھا کر یہی فرمایا اور پھر ہاتھ چھوڑے بقدر الحمد کے۔ پس اسی طرح کرتے رہے اور ہاتھ اٹھانے اس جا بھی دُعا کی طرح ہیں۔ الغرض سُورج کے غروب تک وہیں رہنا واجب ہے۔ اگر قبل غروب آفتاب کے حدِ عرفہ سے نکل آوے تو دم واجب ہوگا۔ مگر جو قبل غروب آفتاب ہٹ کر چلا آوے تو دم ساقط ہوتا ہے۔ اگر بعد غروب کے ہٹا تو دم ساقط نہیں ہوتا۔

پس بعد غروب آفتاب کے اُس راہ سے کہ دو پہاڑوں کے بیچ میں کو ہے امام کے ساتھ مزدلفہ کو جاوے سکینہ اور وقار سے۔ اگر جگہ فراخ ہو تو ذرا جلد چلے تا کسی کو ایذا نہ ہو اور یہ دو پہاڑ مزدلفہ اور عرفہ کے بیچ میں ہیں۔ اور مزدلفہ مسجد عرفہ سے تین میل ہے اور امام سے پہلے عرفہ سے نہ جانا چاہیئے۔ مگر جو رات ہونے لگے اور امام نہ چلے تو لوگ انتظار امام کا نہ کریں کہ وہ تارکِ سنت ہے اور جب امام چل دے تو اگر بسبب ازدحام کے تھوڑا سا وقفہ کر لے تو کچھ ڈر نہیں۔ اگر زیادہ بے عذر ٹھہرے گا گناہ گار ہوگا۔

اور مستحب ہے کہ قریب مزدلفہ کے پیادہ پا ہو کر مزدلفہ میں داخل ہو اور راہ میں تلبیہ اور ذکر دمبدم بکثرت کرتا رہے اور مزدلفہ میں لوگوں سے الگ اور راہ میں قیام کرنا نہ چاہیئے اور پہلے اسباب اُتارنے سے مغرب اور عشاء دونوں ایک اذان اور ایک اقامت سے عشاء کے وقت میں پڑھیں اور بیچ میں سنت، نفل کچھ نہ پڑھیں بلکہ سنت مغرب اور عشاء کے اور وتر بعد نماز عشاء کے پڑھ لیں۔ اور ان دو نمازوں کی جمع کی شرط یہ ہے کہ احرام ہو اور وقوفِ عرفہ پہلے کیا ہو۔ اور دسویں شب کو مزدلفہ میں ہو اور وقت عشاء کا ہو اور جماعت یہاں شرط نہیں ہے۔ اگر مغرب یا عشاء عرفات میں یا راہ میں پڑھ کر مزدلفہ میں آیا تو اعادہ کرنا چاہیئے۔ اگر اعادہ نہ کیا اور فجر ہو گئی تو وہی نماز اب ہو گئی قضا کرنی ضرور نہیں۔ اور اگر عشاء سے پہلے مزدلفہ میں آ لیویں تو مغرب نہ پڑھیں جب تک عشاء کا وقت نہ ہو جاوے۔ جو راہ میں خوف ہو کہ مزدلفہ میں جانے تک فجر ہو جاوے گی تو راہ میں مغرب عشاء کا پڑھنا جائز ہے۔ اگر مزدلفہ میں عشاء کے وقت میں عشاء کو مغرب سے پہلے پڑھ لیا تو مغرب کو پڑھ کر عشاء کو اعادہ کر لے۔ اگر اعادہ نہ کیا اور صُبح ہو گئی تو اب عشاء بھی جائز ہو گئی اور مغرب مزدلفہ میں نیت نماز ادا کی کرے نہ قضا کی اور تمام شب جاگنا اس شب میں خواہ مزدلفہ میں ہو خواہ اور کہیں مستحب ہے کہ یہ شب بعض کے نزدیک شب جمعہ اور شب قدر سے افضل ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

پھر نماز فجر کی اندھیرے میں پڑھ کے امام کے پیچھے اور قریب جیسا عرفہ میں گزرا وقوف کرے اور وقت اس وقوف کا طلوع فجر سے طلوعِ آفتاب تک ہے اور یہ وقوف واجب ہے اگرچہ ایک لحہ بھر بطور عبور راہ کے

مزدلفہ ہیں کو ہو جاوے۔ جانے کہ یہ مزدلفہ ہے یا نہ جانے واجب ادا ہو جاوے گا جیسا عرفہ میں مذکور ہُوا۔ مگر امتداد اس وقوف کا اسفار تک سنت ہے اور مزدلفہ میں رات کو رہنا بھی سنت ہے اور یہاں موقف میں درود شریف اور تکبیر اور تہلیل اور استغفار اور تلبیہ اور اذکار خوب پڑھے اور ہاتھ دُعا میں دعا کی طرح اُٹھاوے اور مزدلفہ سب کا سب موقف ہے، مگر وادی مُحسر کہ موقف اصحاب فیل کا ہے۔ اگر وادی مُحسر میں کوئی وقوف کرے تو معتبر نہ ہو گا۔

پس جب طلوع آفتاب میں قدر دو رکعت کے باقی رہے منیٰ کو چل دے۔ تلبیہ اور اذکار کرتا ہُوا جب بطن محسر کے کنارہ پر پہنچے تو دوڑ کر نکل جاوے۔ جب بقدر پانچ سو پینتالیس گز کے آلیوے آہستہ چلنے لگے کہ یہ وادی پیمائش میں اسی قدر ہے اور یہ وادی نہ منیٰ میں داخل ہے نہ مزدلفہ میں بلکہ دونوں کے بیچ میں حدِ فاصل ہے۔ اگر کوئی وقوف مزدلفہ کو بیماری کے سبب کہ ازدحام میں اندیشہ اور حرج ہو خصوصًا عورتیں ترک کر دیں اور اندھیرے ہی میں امام سے پہلے منیٰ کو چل دے تو کچھ دینا نہیں آتا اور ایسا ہی اور کوئی واجب اگر بسبب عذر کے ترک ہو جائے تو اس پر کچھ نہیں آتا۔ مگر جو کوئی محظور بسبب عذر بیماری کے کرے گا تو جنایت اُس کی دینی واجب ہو گی اور یہ قاعدہ کلیہ ہے۔

پس جب جمرۃ العقبہ کے پاس آوے کہ حد منیٰ بر مکہ کی طرف لگا ہُوا ہے مگر منیٰ میں نہیں ہے اور جمرۃ الکبریٰ اور جمرۃ الاخریٰ بھی اس کو کہتے ہیں تو سات کنکر اُس میں ماریں۔ اور اس کنکر مارنے کو رمی کہتے ہیں اور رمی آج کے دن کی اور آئندہ دنوں کی واجب ہے اور مستحب یوں ہے کہ یہ سات کنکریں مزدلفہ سے اُٹھا لے۔ اگر کہیں اور سے اُٹھاوے یا راہ میں سے لے لے تو بھی جائز ہے۔ مگر جمرہ کے پاس کی کنکریاں نہ اٹھاوے کہ یہ کنکریں مردُود ہیں۔

حدیث میں آیا ہے کہ جس کا حج قبول ہوتا ہے اُس کی کنکریں اُٹھا لی جاتی ہیں اور جو کنکریں جمرہ کے پاس پڑی رہ جاتی ہیں غیر مقبول حج کی ہوتی ہیں۔ اگر کوئی اُن کو اُٹھا کر رمی کر بھی لے تو بکراہت تنزیہ جائز ہے اور باقی ترسیٹھ کنکریں جو اور دنوں رمی کے کام آتی ہیں ان کا مزدلفہ سے اٹھانا مستحب نہیں جہاں سے چاہے لے لے۔ مگر جمرات کے پاس سے نہ لے اور اگر ایک بڑے پتھر کو توڑ کر کنکریں بناوے تو مکروہ ہے اور وقت اس رمی کا طلوع دسویں فجر سے آخری شب گیارہویں تک ہے۔ اگر گیارہویں کی فجر ہو گئی اور رمی نہ کی تو دم دینا آوے گا اور قبل طلوع فجر دسویں کے رمی صحیح نہیں ہوتی اور وقت مسنون اس رمی کا طلوع آفتاب سے زوال تک ہے اور زوال سے غروب تک وقت مباح ہے اور غروب کے بعد مکروہ اور قبل طلوع آفتاب دسویں کے بعد فجر ہونے کے بھی مکروہ ہے۔ مگر جو ضعفاء اور مریض کہ بسبب ازدحام کے سویرے اگر کر لیں تو مکروہ نہیں اور مکروہ ہے رمی کنکر نجس یقینی سے اگر شک ہو کہ شاید نجس ہو تو کچھ وہم نہ کرے مگر مستحب ہے کہ دھو لے تاکہ یقینًا پاک ہو جاویں اور رمی پتھر اور مٹی کے ڈلے اور گارے کے گولے اور گیرو اور چونہ اور ہڑتال

اور سرمہ سے اور خاک اور ریتے سے مگر ایک مٹھی مقام ایک کنکر کے شمار ہوگی جائز ہے اور لکڑی اور عنبر اور موتی اور سونے اور چاندی اور فیروزہ اور یاقوت سے اور مینگنی سے جائز نہیں۔ اگر رمی سات کنکر سے زیادہ سے کرے تو مکروہ ہے اور اگر کم سے کرے گا تو کافی نہ ہوگا بلکہ سات پورا کرنا واجب ہوگا ورنہ جنایت دیگا اور تفصیل جنایات کی فصل علیحدہ میں آوے گا۔

اور پے درپے کنکریں مارنی مسنون ہیں واجب نہیں اور رمی نشیب میں کھڑے ہوکر کرے اوپر کی طرف سے مکروہ تنزیہی ہے اور رمی کرنے والے اور جمرہ کے بیچ میں پانچ ہاتھ سے کم فاصلہ نہ ہو زیادہ کا ڈر نہیں۔ کم اس سے مکروہ ہے۔ مگر جو ہاتھ سے کنکر جمرہ پر رکھ دے تو جائز نہیں اور مختار یہ ہے کہ کنکر مقدار دانہ باقلا کے ہونا مستحب ہے جو بقدر گٹھلی کے یا بڑی بھتری لیوے تو بھی جائز ہے اور بڑے پتھر سے مکروہ ہے۔ اور کنکر کو جس طرح پکڑ کر پھینک دے جائز ہے۔ مگر مستحب یہ ہے کہ انگوٹھے اور انگشت شہادت کے سرے سے پکڑ کر مارے اور اس طریق کو اصح اور معتاد لکھا ہے۔ اور بعض بطور عقد دس کے اور بعض مانند عقد ستر کے ناخن انگوٹھے پر کنکر رکھ کر پھینکنا مستحب کہتے ہیں۔ اور وقت رمی کے منیٰ کو داہنے اور کعبہ کو بائیں لے کر اللہ اکبر کہہ کر ایک ایک کنکر مارے اور ہر ایک کنکر کے ساتھ تکبیر کہے اور اکٹھے کنکریں پھینکے گا تو ایک کنکر شمار ہوگی اور جو بجائے تکبیر کے سُبْحَانَ اللّٰہِ یا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے تو بھی جائز ہے اور تکبیر کے ساتھ یہ دُعا حدیث میں وارد ہوئی ہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّ ذَنْبًا مَّغْفُوْرًا۔ جو کنکر قریب جمرہ کے گرے تو بھی جائز ہے۔ اگر دُور گرے تو صحیح نہیں اور تین ہاتھ دُور ہے اس سے کم قریب ہے اگر کنکر پھینکے اور کسی آدمی یا جانور کے کمر پر گرے اگر کمر پر سے خود بخود کنکر رڑک کر قریب جمرہ کے گر پڑے تو جائز ہے اور جو دُور گرے تو جائز نہیں۔ اگر کنکر آپ نہ گرے بلکہ جانور کی حرکت سے گرے تو بھی معتبر نہیں۔ اگرچہ قریب ہی گری ہو۔ اس کنکر کو پھر اعادہ کرے اور اگر شک ہو کہ خود گری ہے یا جانور کی حرکت سے گری ہے تو احتیاطاً اعادہ کرلے اور پہلے ہی کنکر کے ساتھ تلبیہ موقوف کر دے مفرد ہو یا قارن یا متمتع، حج فاسد ہو یا صحیح ہو۔

اگر کسی نے رمی سے پہلے سر منڈا لیا یا طواف کو رمی اور حلق اور ذبح سے پہلے کر لیا تو بھی تلبیہ قطع کر دے اور جو کسی نے رمی زوال تک نہ کی۔ تلبیہ قطع نہ کرے جب تک رمی نہ کرے مگر جو آفتاب غروب ہوا اور رمی نہیں کی تو قطع کر دے۔ اگر ذبح کو رمی سے پہلے کیا تو مفرد قطع تلبیہ نہ کرے۔ مگر قارن اور متمتع قطع کر دے۔

الحاصل بعد رمی کے یہاں نہ ٹھہرے بلکہ اپنے مقام پر منیٰ میں چلا آوے کہ اس دن سوائے اس جمرہ کے اور جمرات کی رمی نہیں ہے۔ پھر بعد رمی کے ذبح کرے اور ذبح کرنا مفرد کو مستحب ہے واجب نہیں۔ اضحیہ یا اور کسی طرح کا ذبح کچھ کرے بعد رمی کے کرے۔ بعد ذبح کے سر منڈوا دے۔ یا بال سر کے بقدر ایک

پُوری انگشت کے کُترے، چوتھائی سر منڈانا یا چوتھائی سر کے بال کٹوانے واجب ہیں اور سارا سر منڈانا یا کہ سر کے بال کٹوانے مستحب ہیں اور پورے سے کم نہ لے بلکہ زیادہ لے کیونکہ بعض بال بڑے بعضے چھوٹے ہوتے ہیں۔ اگر زیادہ لے گا تو چھوٹے بال بھی بقدر پُورے کے کٹ جاویں گے اور سر منڈانا بہتر ہے بال کاٹنے سے۔ اگر منڈانے سے عذر ہو یا جیسا کہ آلہ حلق کا موجود نہ ہو یا حلاق نہ ہو یا حلق مضر ہو تو قصر متعین واجب ہوگا جو قصر نہ ہو سکے جیسے بال چھوٹے ہوں مثلاً تو حلق متعین واجب ہوگا اور جو نورہ یا کسی اور چیز سے بال دُور کر دے یا اکھاڑ ڈالے یا لڑتے میں اکھڑ جاویں تو بھی کافی ہے۔ ارادہ سے زائل کرنا ضروری نہیں۔ اوّل داہنی جانب سے منڈانا مستحب ہے اور گنجے سر اور زخمی سر پر استرہ چلا دینا واجب ہے۔ اگر بسبب زخموں کے اُسترہ نہ چلا سکے تو یہ واجب ساقط ہو جاتا ہے اور مثل منڈانے والے کے حلال ہو جاوے گا۔ مگر اولیٰ یہ ہے کہ ایسا شخص آخر ایام نحر تک کہ بارہویں تاریخ ہے حلال نہ ہو۔ اور پھر بعد حلق یا قصر کے لبیں اور ناخن بھی لینے مستحب ہیں۔ اگر حلق سر سے پہلے لے گا یا خوشبو پہلے حلق سے لگاوے گا تو جزا دینی واجب ہوگی۔

اور عورت کو حلق حرام ہے۔ چوتھائی سر کا قصر بقدر ایک پورے کے کرے اور سارے سر کا قصر مستحب ہے۔ اگر جنگل میں آلہ حلق یا قصر کا مثلاً نہ ملے تو یہ عذر معتبر نہیں جب تک حلق یا قصر نہ کرے گا حلال نہ ہوگا۔ پھر جب حلق یا قصر کر لیا جو کچھ بسبب احرام کے منع ہو گیا تھا سب حلال ہو جاتا ہے مگر عورت حلال نہیں ہوتی۔

پھر طواف بیت کا مکہ جا کر کرے اور اس طواف کا نام طواف رکن اور طواف زیارت ہے اور یہ تیسرا فرض حج کا ہے۔ اور نیت طواف کی اس میں بھی فرض ہے اور چار شوط اس طواف میں فرض ہیں اور سات پورے کرنے واجب ہیں اور پیادہ کرنا اگر چل سکے۔ اور داہنی طرف سے شروع کرنا اور طہارت حدث سے اور ستر عورت اور ایام نحر میں کر لینا بھی اس میں واجب ہے اور یہ ترتیب کہ طواف کو بعد رمی اور حلق کے کرنا یہ سنت ہے اور یہ طواف خود کرنا فرض ہے اگرچہ کسی کی گود میں ہو۔ سو نیابت اس میں جائز نہیں ہے۔ مگر بے ہوش کے واسطے نیابت درست ہے اور اس طواف کا مفسد کوئی شئے نہیں اور یہ فوت بھی نہیں ہو سکتا۔ تا بموت اور نہ اُس کا بدل دے کر ادا ہو سکے۔ مگر جو بعد وقوف عرفہ کے مر جاوے اور وصیت کر جاوے کہ میرا حج تمام کر دیجو تو گائے یا اونٹ ذبح کرنا واجب ہوگا اور حج تمام ہووے گا۔ اور اول وقت اس کا بعد طلوع صبح دسویں کی ہے اور دسویں تاریخ میں ادا کرنا افضل ہے اور اس طرح ادا کرنا تا کہ ظہر دسویں کی مکہ میں آ پڑھے تو اولیٰ ہے اور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ہی کیا ہے۔ اور اگر جمعہ منیٰ میں ہوتا ہو تو جمعہ منا میں پڑھے اور یہ طواف آخر عمر تک صحیح ہوتا ہے۔ جو بدوں ادا کے مر جاوے وصیت واجب ہوگی۔ اور گناہ تاخیر کا ذمہ پر رہے گا۔

اگر سعی کو طواف قدوم کے ساتھ کر لیا ہو تو رمل اور اضطباع نہ کرے اور سعی بھی نہ کرے۔ اگر سعی کر لی تھی مگر

رمل اور اضطباع جان کر یا بھول کر چھوڑ دیا تھا تو بھی رمل اور اضطباع نہ کرے اور اگر سعی طواف قدوم کے ساتھ نہ کی ہو تو اب اس طواف میں تین شوط اول میں رمل کرے اور پھر سعی کرے لیکن اضطباع اس طواف میں مطلقاً نہیں ہے اور جو طواف قدوم میں رمل کیا تھا اور سعی نہ کی تھی تو اب اس طواف میں رمل کرنا چاہیئے۔ اگر کسی نے احرام حج باندھ کر قبل اشہر حج طواف قدوم اور سعی کر لی تو طواف قدوم بکراہت تحریمیہ معتبر ہو گیا مگر اعادہ سعی کا واجب ہے۔ اور جو کوئی طواف قدوم جنابت سے کرے وہ رمل و سعی بھی کرے تو اب اعادہ سعی کا واجب ہے اور اعادہ رمل کا سنت ہے اور اگر بے وضو کیا ہو تو اعادہ سعی کا مستحب ہے۔

الحاصل جب طواف فرض کر چکا تو عورت بھی حلال ہو جاتی ہے۔ اگر اس طواف کو سالہا سال نہ کرے گا تو عورت تا ادا اُس کے حلال نہ ہو گی اور سمجھ لے کہ محلل حلق ہے طواف نہیں ہے۔ پس اگر کوئی طواف کو حلق سے پہلے کرے گا تو کوئی چیز بھی محظورات احرام سے حلال نہ ہو گی۔ اگر طوافِ زیارت نہ کیا اور ایام نحر نکل گئے تو دم واجب ہو گا۔ اور جو عورت حیض سے پاک ہوئی اور بارہویں تاریخ کے غروب آفتاب میں اتنی دیر ہے کہ غسل کر کے مسجد میں جا کر چار شوط طواف کے کر سکے اور اس عورت نے نہ کیا تو دم دے گی اور جو اتنا وقت نہ ہو تو کچھ حرج نہیں اور کچھ دینا نہیں آتا اور جو عورت جانتی ہے کہ حیض آنے والا ہے اور شروع حیض سے پہلے وقت طواف زیارت میں چار شوط کر سکتی ہے اور نہ کیا اور پھر پاک حیض سے بعد ایام نحر کے ہوئی تو بھی اپنی کاہلی پر دم دیوے گی۔

پس بعد طوافِ زیارت کے دوگانہ طواف پڑھ کر منیٰ میں ہٹ آوے اور رات کو منیٰ میں رہے کہ یہ سنت ہے اور ترک اس کا مکروہ ہے۔ پھر گیارہویں کو بعد زوال کے تینوں جمرات کو سات سات کنکر سے رمی کرے اور سنت یوں ہے کہ اول جمرۂ اولیٰ کو کہ مسجد خیف کے قریب ہے رمی کرے پھر وسطیٰ پھر عقبہ کو اگر کوئی وسطیٰ اور عقبہ کو اول رمی کرے اور اولیٰ کو پیچھے کرے تو اعادہ رمی وسطیٰ اور عقبہ کا سنت ہے تا ترتیب مسنون حاصل ہو جاوے اور رمی میں کنکریں پیاپے مارے اور ہر کنکر کے ساتھ بسم اللہ اللہ اکبر کہے اور جمرۂ اولےٰ کو رمی کر کے ذرا آگے کو بڑھ کر نرم زمین میں مستقبل قبلہ کھڑا ہو کر ہاتھ اُٹھا کر دعا کرے اور ہاتھ اُٹھانے یہاں مثل دُعا کے ہیں۔ یا ہاتھوں کو مونڈھوں تک اُٹھا کر کف دست دونوں ہاتھ کے قبلہ کی طرف کرے اور بقدر سورۂ بقر کے یا تین ربع سیپارہ کے یا قدر بیس آیت کے جونسا ان تینوں سے ہو سکے قیام کرے اور تکبیر اور تہلیل اور تمجید اور تسبیح اور استغفار اور درود شریف اور دُعا کرتا رہے۔ پھر وسطیٰ کو اس طرح رمی کر کے ذرا بائیں طرف کو ہو کر نرم زمین میں مستقبل قبلہ کھڑا ہو کر اسی قدر قیام میں اذکار کرتا رہے۔ پھر عقبہ کو اسی طرح رمی کرے اور اس کے بعد نہ ٹھہرے اور رمی پیدل کرنا اولےٰ ہے سب جمرات کو اور یہی مذہب مختار صاحب فتح القدیر کا ہے۔

پھر بارہویں کو بعد زوال کے اسی طرح تینوں جمرات کو رمی کرے اور سب امور مذکورہ کی رعایت رکھے

پھر تیرہویں کو بھی بعد زوال کے اسی طرح تینوں کی رمی کرے۔ اگر تیرہویں تاریخ کو زوال سے پہلے رمی کرلے تو بکراہت تنزیہہ جائز ہے اور گیارہویں بارہویں کو قبل زوال جائز ہی نہیں ہے۔ اور جب سورج گیارہویں کا غروب ہو تو پھر طلوع صبح بارہویں تک وقت مکروہ ہے۔ اگر فجر بارہویں کی طلوع ہوئی تو وقت گیارہویں کی رمی کا قضا ہو گیا۔ اس رمی گیارہویں کو بھی بارہویں کی رمی کے ساتھ قضاء کرلے اور جزار دے اور ایسا ہی بارہویں کا حال ہے۔ مگر جب تیرہویں کا آفتاب غروب ہو تو اب وقت رمی کا باقی نہیں رہتا۔ نہ ادا نہ قضاء بلکہ دم واجب ہو گا۔

الغرض قبل غروب آفتاب تیرہویں کے جے روز کی رمی متروک ہوئی ہو قضاء کرلے۔ بعد غروب اس روز کے قضا نہیں ہوسکتی۔ جو کوئی بارہویں کی رمی کر کے قبل غروب آفتاب بارہویں کے منیٰ سے چلا آوے تو رمی تیرہویں کی اس کے ذمہ پر واجب نہیں ہوتی اور چلا آنا بھی جائز ہے بلا کراہت اور بعد غروب آفتاب بارہویں کے پہلے فجر ہونے تیرہویں سے آنا بکراہت جائز ہے اور رمی واجب نہیں ہوتی۔ مگر جو فجر تیرہویں کی منیٰ میں ہو گئی تو رمی تیرہویں کی واجب ہوتی ہے۔ اگر بدوں کئے چلا آوے گا تو دم واجب ہو گا اور اس میں مکہ والے اور باہر والے سب برابر ہیں۔ اگر کوئی ان دنوں میں اسباب مکہ کو بھیج دے اور آپ منیٰ میں رہے یا اسباب منیٰ میں چھوڑ کر عرفات پر جاوے تو مکروہ ہے۔ مگر صاحب بحرالرائق نے لکھا ہے کہ جو اسباب کی طرف سے امن ہو اور شغل قلب نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کراہت بہ سبب تعلق قلب کے ہے اور ایسا ہی اپنی چیز پیچھے رکھنی نماز میں یا اور عبادت میں مکروہ ہے اگر فکر اس کا لگا رہے۔ کیونکہ عبادت میں فراغ قلب چاہیئے۔ لیکن منا میں ٹھہرنا اور تیرہویں کی رمی کرنا اولیٰ ہے۔ پھر جب مکہ میں آوے تو سنت ہے کہ اول محصب میں کہ فناء مکہ ہے ٹھہر کر دُعا کرے۔ اگرچہ ایک ساعت ہی کو ٹھہرے مگر کمال سنت یہ ہے کہ ظہر مغرب عشاء وہیں پڑھے اور پھر ذرا لیٹ جاوے اور پھر مکہ میں آوے۔

پھر جب عزم سفر ہو طواف صدر کرے۔ سات شوط بلا رمل اور سعی کے مگر جو پہلے سعی نہ کی ہو تو اب رمل اور سعی بھی کرلے کہ سعی موقت نہیں ہے اور یہ طواف باہر والوں کے حق میں واجب ہے۔ اگر بدوں کئے چلا گیا تو جب تک میقات سے نہیں نکلا ہٹ کر آنا اور طواف صدر کرنا اس پر واجب ہے جو میقات سے نکل گیا تو مختار ہے، چاہے ذبح کرے اور یہ اولیٰ ہے کہ نفع فقراء ہے اور چاہے احرام عمرہ کا باندھ کر آوے اور اول عمرہ بجا لاکر پھر طواف صدر کر کے چلا جاوے اور اس تاخیر کے سبب کچھ دینا نہیں آتا۔ مگر بدوں احرام باندھے نہ آوے۔ اس واسطے کہ جب میقات سے نکل گیا تو اب مکہ میں بغیر احرام آنا حرام ہے اور اول وقت اس طواف کا بعد طواف زیارت کے ہے جو عزم سفر ہو۔

پس اگر ارادہ سفر کا تھا اور طواف صدر کر کے قیام ہو گیا تو طواف صدر ادا ہو گیا اور آخر وقت اس کا معین نہیں جب چاہے کرلے۔ اگرچہ دس روز تک مکہ میں رہے۔ مگر مستحب یوں ہے کہ جب مکہ سے چلنے

لگے۔ جب اس طواف کو کر کے چلے تا آخر عہد بیت اللہ سے ہو اور اگر طواف کر کے قیام ہوگیا تو بھی چلنے کے وقت اعادہ طواف کا مستحب ہے اور جو کوئی نیت توطن مکہ کی یا حوالی مکہ داخل میقات کی بارہویں تاریخ ذی الحجہ سے پہلے کرلے اُس کے ذمہ سے یہ طواف ساقط ہو جاتا ہے۔ اور اگر بارہویں کو یا بعد بارہویں کے نیت توطن کی کی تو ساقط نہیں ہوتا۔ لیکن اس طواف کا کر لینا اس متوطن کو اور مکی کو اور داخل میقات رہنے والوں کو بھی مستحب ہے اور اگر بعد توطن کے جانے لگے تو طواف صدر عود نہیں کرتا جیسا مکہ والا اگر کہیں جاوے تو اس پر واجب نہیں ہوتا۔ اور اگر کوئی اقامت مکہ کی نیت کرے۔ مگر نیت توطن کی نہیں ہے تو طواف صدر ساقط نہیں ہوتا اگرچہ سالہا سال رہے۔

اب سمجھ لے کہ طواف میں مطلق نیت کافی ہے۔ تعیین کرنا کہ فلاں طواف کرتا ہوں ضرور نہیں۔ سو جو کوئی وقت داخل ہونے مکہ کے طواف کرے اور طواف قدوم کی نیت نہیں ہے تو طواف قدوم ادا ہُوا۔ اور جو ایام نحر میں طواف نفل کیا تو طواف زیارت ادا ہُوا۔ اگر وقت عزم سفر کے طواف نفل کیا تو طواف صدر ادا ہوگیا۔

پس بعد طواف صدر کے دوگانہ طواف پڑھ کے مستقبل قبلہ ہو کر زمزم خوب پیٹ بھر کر کئی سانس لے کر پیوے اور ہر سانس میں بیت اللہ کی طرف دیکھے اور زمزم چہرہ اور سر اور بدن کو ملے اور ہو سکے تو بدن پر بھی ڈالے اور پھر دہلیز کو کہ زمین سے اُبھری ہوئی ہے بوسہ دے اور سینہ اور داہنا رخسار ملتزم کو لگا کر داہنا ہاتھ اوپر کو اُٹھا کر پردہ بیت کا پکڑے جیسا غلام ذلیل اپنے مولی کے کپڑے کو پکڑتا ہے اور اگر پردہ تک ہاتھ نہ پہنچے تو دونوں ہاتھ سر کے اوپر کو اُٹھا کر دیوار پر سیدھے کھڑے کر کے پھیلا دے۔ غرض جس طرح ہو سکے ایک ایک ساعت یہاں تکبیر تہلیل اور درود و استغفار کرے اور گڑگڑا کر خوب خشوع کے ساتھ دُعا بہت کوشش سے کرے اور بہت رووے۔ اگر رونا نہ آوے بتکلف رونا لاوے پھر استلام حجر کا کر کے اُلٹے پاؤں بیت اللہ کی طرف دیکھتا ہُوا اور روتا ہُوا پھرے۔ یہاں تک کہ مسجد سے باہر آوے۔ واللہ اعلم

تتمہ مسائل متفرقہ اس فصل کا

جو شخص مکہ میں نہ آیا اور اوپر اوپر عرفات پر چلا گیا۔ تو طوافِ قدوم اس پر سے ساقط ہوگا اور بسبب ترکِ سنت کے گناہ ہوگا اور وقت عرفہ کا بعد زوال نویں تاریخ کے ہے۔ دسویں تاریخ کے فجر ہونے تک اگر اس بیچ میں ایک ساعت کو بھی عرفات میں آجاوے اگرچہ سوتا ہُوا گزر جاوے یا بے ہوشی میں یا دوڑتا ہُوا تو فرض وقوف ادا ہو جائے گا۔ جو کوئی عرفات پر بے ہوش ہوگیا اور احرام نہیں باندھا تھا۔ اگر کسی نے اُس کی طرف سے احرامِ حج کر لیا تو وقوف اس کا ہو گیا اور احرام غیر کا اس کی طرف سے باندھنا اس

واسطے شرط ہے کہ وقوف بے احرام معتبر نہیں ہے اور چونکہ نیّت حج اُس سے پائی گئی ہے کہ حج کو آیا تھا نیابت
ہوسکتی ہے اور اغما والے کی طرف سے نیّت کر کے تلبیہ کہہ لے۔ پس وہ محرم ہو جاوے گا اور کپڑے اُس کے
نکالنے ضرور نہیں ہیں۔ اگر مغمی سے کوئی محظور احرام ہو گیا تو جزاء مغمی پر ہوگی اور مغمی کی طرف سے احرام ہو
سکتا ہے۔ اگرچہ اس کی طرف سے احرام کرنے والا اپنا احرام بھی باندھے ہوئے ہو۔ اور جو شخص اپنے اور مغمی
کی طرف سے محرم ہو اگر کوئی محظور اُس سے ہو جاوے تو ایک ہی جزا دینی آوے گی۔ پھر جب مغمی کو ہوش
آوے باقی افعال آپ ادا کرے اور اگر اغما برابر چلا جاوے تو اُس ہی شخص کی مباشرت جس نے اُس کی طرف
سے احرام کیا ہے کافی ہوگی۔ مغمی کو مشاہد میں یعنی طواف وغیرہ میں لے جانا ضرور نہیں۔ مگر اس کا لے جانا
اولیٰ ہے۔ مگر مباشر اپنا طواف اور سعی جدا کرے۔ ایک فعل دونوں کو کافی نہ ہوگا۔ اور جو اغماء بعد احرام
کے ہُوا تو اس کو وقوف اور طواف وغیرہما مشاہد میں لے کر پھرنا چاہیئے اور جب اُس کو اٹھا کر طواف
کریں تو اٹھانے والے کو نیت طواف کرنی شرط ہے۔ ایک طواف دونوں کی طرف سے کافی ہوگا اور اگر
بعد احرام کے مجنون ہو گیا تو رفیق اُس کے اُس کو ساتھ لے کر مباشر افعال حج ہو دیں۔ ایسا ہی اگر قبل احرام
مجنون ہو تو اس کی طرف سے احرام باندھ کر اس کو ساتھ لے کر مباشر افعال حج ہوں اور بچہ غیر ممیز کی طرف
سے ولی اس کا احرام باندھے اور لڑکا عاقل مثل بالغوں کے سب کام کرے۔

اور جس سے وقوفِ عرفہ فوت ہو گیا اس کا حج اس سال فوت ہوا۔ سو وہ شخص اگر مفرد ہے تو
طواف اور سعی کر کے سر منڈا کر حلال ہو جاوے اور اگلے سال حج ادا کرے اور اس کو دم دینا نہیں آتا اور
اگر قارن ہے سو اگر عمرہ ادا کر چکا تھا تو مثل مفرد کے طواف سعی کر کے حلال ہو جاوے اور جو عمرہ بھی ادا
نہیں کیا تو اول عمرہ ادا کرے۔ پھر دوسرا طوافِ سعی کر کے حلال ہووے اور دم قران ساقط ہو گیا اور جو
متمتع ہے تو اس کا تمتع باطل ہو گیا۔ پھر سال آئندہ حج کر لیوے۔

اور عورت مرد کی طرح حج کرے مگر سر کو نہ کھولے چہرہ کھلا رکھے اور چہرہ پر اس طرح کپڑا لٹکانا کہ
کپڑا چہرہ کو نہ لگے سو یہ اجنبی کے سامنے واجب ہے ورنہ مستحب ہے اور تلبیہ پکار کر نہ کہے بلکہ ایسا
کہے کہ آپ ہی سنے اور رمل اور اضطباع نہ کرے اور درمیان میلین کے سعی میں نہ دوڑے بلکہ اپنی چال
چلے اور حلق نہ کرے بلکہ قصر کرے اور سِلا کپڑا پہننا رہے۔ مگر زعفران اور کسنبہ کا رنگا ہُوا نہ ہو۔ اگر
ان سے رنگا ہُوا ہو تو دھو لے اور موزہ اور زیور پہنے رہے اور دستانے پہننے جائز ہیں مگر ترک اولیٰ
ہے اور ازدحام میں نزدیک حجر اسود کے اور صفا مروہ پر نہ جاوے اور دوگانہ طواف کا ازدحام میں
مقام کے پاس نہ پڑھے۔ اور خنثیٰ مشکل عورت کی طرح حج کرے اور حیض کسی فعل سے حج کے نہیں روکتا۔
مگر طواف حیض میں نہ کرے اور جو حیض کے عذر سے طواف زیارت ایامِ نحر سے مؤخر ہو گیا تو کچھ حرج نہیں
اور دم واجب نہیں ہوگا اور اگر سعی طواف قدوم کے ساتھ نہ کی ہو تو سعی کو بھی موقوف رکھے۔ بعد پاک

ہونے کے طواف کے ساتھ کرے اور جس کو احرام سے پہلے حیض آجائے وہ نہا کر احرام باندھ لے اور یہ نہانا
سُتھرائی کے واسطے ہے اور سوائے طواف اور سعی کے سب کچھ کرے۔ اور جو حیض بعد وقوف اور طواف زیارت
کے آوے تو طوافِ صدر ساقط ہو جاتا ہے اور دم بھی واجب نہیں ہوتا۔ مگر جو توقف کرے اور پاک ہو کر طوافِ
صدر کر کے جاوے تو بہتر ہے اور نفاس سب مسئلوں میں مانند حیض کے ہے۔

اور مکہ میں چند مواقع ہیں جہاں دُعا قبول ہوتی ہے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے نامہ میں
جو اہلِ مکہ کو لکھا تھا ان مواقع کو لکھا ہے وہ یہ ہیں۔ مطاف[1] میں یعنی جہاں طواف کرتے ہیں۔ ملتزم[2] کے پاس۔
اور بیت[3] کے اندر اور میزاب[4] کے نیچے اور خلف[5] مقام میں اور زمزم[6] کے پاس۔ اور صفا[7] اور مروہ[8] پر اور سعی[9] کی جگہ
اور منیٰ[10] میں اور عرفات[11] پر اور مزدلفہ[12] میں اور نزدیک[13] جمار کے۔ یہ تیرہ مواقع تو حضرت حسن بصری کے نامہ سے
ثابت ہوئے سوائے اُن کے اور بھی مواقع ہیں۔ چنانچہ وقت رویت کعبہ کے اور نزدیک رکن یمانی کے اور
مابین رکنین کے۔ واللہ اعلم بالصواب

فصل عمرہ کے بیان میں

جان لے کہ عمرہ ساری عمر میں ایک بار کرنا سنت مؤکدہ ہے اور عمرہ رمضان کا اور دنوں کے عمروں سے
افضل ہے کہ ثواب عمرہ رمضان کا برابر حج کے ہے۔ بلکہ مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ عمرہ رمضان کا برابر اُس حج کے ہے کہ میرے ساتھ کیا ہو اور نویں، دسویں، گیارھویں، بارھویں اور
تیرھویں تاریخ ذی الحجہ کو عمرہ لانا مکروہ تحریمی ہے۔ اگر پہلا احرام بندھا ہُوا ہو اور ان دنوں میں عمرہ کرے
تو مکروہ نہیں جیسا جس کا حج فوت ہُوا ہو وہ ان دنوں میں افعال عمرہ بجا لا کر حلال ہو اور مکہ والوں کو اور جو شخص
مکہ والوں کے حکم میں ہے یعنی داخل میقات رہنے والا اور جو شخص کہ پہلے اشہر حج سے مقیم مکہ ہے ان کو عمرہ
لانا اشہر حج میں مکروہ ہے۔ جو اسی سال میں حج کرنا چاہے اور اگر اس سال میں حج نہ کرے تو عمرہ اشہر حج میں ان
سب کو بھی مکروہ نہیں ہے۔ اور طریق عمرہ کا یہ ہے کہ میقات سے احرام باندھ کر رمل اور اضطباع کے ساتھ
طواف کرے اور اوّل استلام کے ساتھ تلبیہ قطع کر دے اور دوگانہ طواف ادا کر کے پھر استلام حجر اسود کا کر کے
سعی درمیان صفا مروہ کے کرے اور سر منڈاوے یا قصر کرے سو عمرہ میں احرام اور چار شوط طواف کے فرض
ہیں اور سات شوط پُورے کرنے اور سعی اور حلق واجب ہے اور باقی سنت اور آداب ہیں اور احرام اور
طواف اور سعی جیسا حج میں مذکور ہُوا ایسا ہی عمرہ میں ہے اور سب احکام ان کے فصل اول سے بعینہٖ دریافت
کر لیں۔ اور عمرہ مانند حج کے ہے۔ مگر چند امور میں کہ عمرہ فرض نہیں حج فرض ہے۔ حج موقت ہے عمرہ موقت نہیں۔
ہمیشہ ہو سکتا ہے اور عمرہ میں وقوف عرفہ اور مزدلفہ اور رمی اور جمع دو نماز اور خطبہ اور طواف قدوم اور طوافِ

صدر نہیں ہے اور عمرہ کے فاسد کرنے سے یا جنابت میں طواف کرنے سے بکری کافی ہے بخلاف حج کے۔ چنانچہ معلوم ہوگا اور بیان میقات کا فصل اول میں ہو چکا۔ واللہ اعلم

فصل قران کے بیان میں

جان لے کہ حنفیوں کے نزدیک قران تمتع سے افضل ہے اور مکی اور داخل میقات رہنے والے کو اور جو شخص قبل اشہر حج مقیم مکہ ہو اس کو قران جائز نہیں اور طریق اس کا یہ ہے کہ احرام باندھے اشہر حج میں اور بعد دوگانہ کے کہے :-

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْ هُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْهُمَا مِنِّیْ -

اور پھر بہ نیت حج اور عمرہ کے تلبیہ کہے اور باقی طرز احرام سب وہی ہے کہ مفرد میں گزرا اور اگر قبل اشہر حج احرام باندھے تو بھی بکراہت تحریمی قران ہو جاتا ہے۔ پھر جب طواف کرے تو اول طواف عمرہ کا کرے۔ رمل اور اضطباع کے ساتھ۔ پھر سعی عمرہ کی کرے اور حلق نہ کرے کہ احرام حج میں ہے۔ اگر حلق کر بھی لیا تو بھی حلال نہ ہوگا۔ اور دو دم جنایت دو احرام کے دینے واجب ہوں گے۔ اور بعد سعی عمرہ کے پھر آ کر طواف قدوم رمل اور اضطباع کے ساتھ کر کے سعی کرے اور قارن کو سعی طواف قدوم کے ساتھ کر لینی افضل ہے خلاف مفرد کے اور اگر سعی بعد طواف زیارت کے منظور ہو تو طواف قدوم میں رمل اور اضطباع نہ کرے۔ اور باقی سب مسائل کہ فصل اول میں مذکور ہوئے یہاں بھی ویسے ہی ہیں اور قارن کو اول طواف عمرہ واجب ہے۔ اگر اول طواف میں قدوم کی نیت کر لی تو بھی یہ طواف عمرہ ہی کا ہوگا۔ اور اگر کوئی اول دو طواف کر لے ایک عمرہ کا اور دوسرا قدوم کا اور پھر دو سعی کرے ایک عمرہ کی اور دوسری حج کی تو بھی قران جائز ہوتا ہے اور دم جنایت نہیں آتا مگر گناہ گار ہوتا ہے۔

پھر جب رمی جمرۃ العقبۃ کی دسویں تاریخ کو کرے تو ذبح کرنا اس پر واجب ہے اور اس دم کو دمِ قِران اور دم شکر کہتے ہیں۔ ایک بکری یا ساتواں حصہ گائے یا اونٹ کا بشرائط اضحیہ کرنا چاہیئے اور سب شریک بارادۂ قربت ذبح کریں۔ اگرچہ قربات مختلف ہوں۔ مثلاً کوئی قران کا حصہ لے کوئی اضحیہ کوئی نذر کا کوئی نفل کا۔ اگر کوئی بھی گوشت کھانے کو حصہ لیوے گا کسی کی طرف سے بھی ادا نہ ہوگا۔ جیسا اضحیہ میں ہے اور اضحیہ قائم مقام اس دم کے نہیں ہو سکتا۔ اور چاہیئے کہ اس دم میں تعیین نیت دم قِران کی کر لے تا دم جنایت دم نفل سے جدا ہو جاوے۔ مطلق ذبح کی نیت نہ کرے اور کھانا اس کا قارن کو بھی جائز ہے۔ مگر تین حصہ کر کے ایک صدقہ کرنا اور ایک ہدیۂ احباب کرنا مستحب ہے۔

اور قارن کو ان تین چیز میں ترتیب واجب ہے اول رمی، پھر ذبح، پھر حلق اور طواف میں ترتیب

واجب نہیں۔ اگر اوّل یا اخیر یا بیچ میں تینوں کے کرلے جائز ہے۔ مگر سنت یہ ہے کہ طواف بعد حلق کے کرے اور مفرد پر ذبح واجب نہیں مگر رمی اور حلق میں اس کو بھی ترتیب واجب ہے۔

اگر قارن کے پاس اتنا نفقہ نہ ہو کہ دم خرید کر اس قدر بچ رہے کہ گھر تک پہنچا دے اور اس کے ملک میں بھی نہ ہو تو روزے رکھے۔ تین روزے تو اُن میں سے دسویں سے پہلے رکھ لے۔ اگر متتابع رکھے افضل ہے اور متفرق بھی جائز ہیں۔ اگر ساتویں، آٹھویں، نویں کو رکھے تو بہتر ہے ورنہ اشہر حج میں بعد احرام عمرہ قران کے جب چاہے رکھ لے جائز ہے۔ لیکن جو خوف ہو کہ روزہ سے ضعف ہوگا اور وقوفِ عرفہ میں قصور ہوگا تو نویں سے پہلے ہی فارغ ہو لینا افضل ہے۔ بلکہ ایسے شخص کو عرفہ کا روزہ مکروہ ہے اور سات روزے باقی بعد ایام تشریق کے مکہ میں یا جہاں چاہے رکھ دے۔ ان سات میں بھی تتابع افضل ہے اور متفرق بھی جائز ہیں اور ایامِ تشریق میں جو روزے رکھے گا تو صحیح نہ ہوگا۔ اگر تین روزے اول کے فوت ہوئے اور نویں تاریخ گزر گئی تو دم متعین ہوگیا۔

اگر مقدور نہ ہو تو بعد رمی کے حلق کر کے حلال ہو وے اور دو دم اُس کے ذمہ پر واجب رہیں گے۔ ایک دم قران کا دوسرا ذبح سے پہلے حلال ہونے کا اور جو کوئی ایامِ نحر سے پہلے یا ایام نحر میں حلق سے پہلے دم پر قادر ہو وے تو حکم صوم کا باطل ہوگا اور ذبح کرنا واجب ہوگا اور اگر بعد ایام نحر کے یا ایام نحر میں بعد حلق کے قادر ہو تو باقی سات روزے ہی رکھے اور دم کو چاہے سو کرے۔ اگر کسی نے باوجود دم کے اول کے تین روزے رکھے۔ جو دم یوم نحر تک باقی رہے تو دم ہی واجب ہوگا۔ صوم کافی نہیں اور اگر قبل وقت ذبح کے دم ہلاک ہوگیا تو روزے معتبر ہیں۔ اگر کسی نے اول احرام فقط عمرہ کا باندھا۔ پھر چار شوط طواف عمرہ سے پہلے حج کا احرام باندھ لیا تو بھی قران ہوگیا اور اگر چار شوط طواف عمرہ کے کر کے احرام حج کیا ہو تو قران نہ ہوگا اور جو احرامِ حج باندھ کر پہلے طوافِ قدوم سے احرام عمرہ کا باندھا اگرچہ اس طرح کرنا اچھا نہیں ہے مگر قران ہوگیا۔ باقی تفصیل مطولات سے دریافت کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فصل تمتّع کے بیان میں

حنفیوں کے مذہب میں تمتع افراد سے اولیٰ ہے آفاقی کو اور مکّی کو اور داخل میقات رہنے والے کو اور جو کوئی پہلے اشہر حج سے مکہ میں حلال ہوکر رہتا ہے اس کو تمتع جائز نہیں اور جو کوئی مثلاً رمضان میں احرام عمرہ باندھ کر مکہ میں گیا اور عمرہ نہ کیا۔ جب شوال شروع ہوا عمرہ بجا لایا پھر اسی سال میں حج کیا تو تمتع ہو جائے گا اور یہی حیلہ ہے جو شخص پہلے اشہر حج سے مکہ میں جاوے اور تمتع کرنا چاہیئے کہ احرام باندھ جاوے۔ مگر طواف عمرہ نہ کرے جب تک اشہر حج شروع نہ ہو لیویں۔ اور تمتع کے صحیح ہونے کی چند شروط ہیں:

ایک یہ کہ عمرہ یا اکثر شوط طواف عمرہ کے اشہر حج میں کئے ہوں۔ اگرچہ احرام اشہر حج سے پہلے باندھا ہو۔ جیسے مثلاً کسی نے قریب غروب آفتاب تیسویں رمضان کے احرام عمرہ باندھا اور طواف عمرہ کا ایک دو شوط کیا تھا کہ آفتاب غروب ہوگیا تو باقی شوط عمرہ کے پہلی شب شوال میں داخل ہوئے۔ شرط دوسری یہ کہ احرام عمرہ کا حج کے احرام سے پہلے ہو۔ تیسرے پہلے احرام حج سے اکثر طواف عمرہ کر لیا ہو۔ چوتھے عمرہ یا حج کو فاسد نہ کرے۔ اگر ایک کو بھی فاسد کر دیا تمتع باطل ہوا۔ پانچویں دونوں کو ایک سال میں ادا کرے۔ چھٹے بعد عمرہ اشہر حج کے مکہ میں توطن نہ کیا ہو۔ ساتویں دونوں کو ایک سفر میں ادا کرے اور طریق تمتع کا یہ ہے کہ اول احرام عمرہ کا لاکر اشہر حج میں عمرہ بجالاوے۔ بعینہٖ جیسا فصل عمرہ میں معلوم ہوا۔ پھر حلق کر کے مکہ میں یا جہاں چاہے سوائے وطن کے حلال ہو کر رہے۔ پھر احرام حج کا اپنے میقات سے باندھ کر حج کرے اور جو مکہ میں مقیم ہو۔ آٹھویں تاریخ کو احرام باندھ کر منیٰ کو جاوے اور آٹھویں سے پہلے باندھنا افضل ہے۔ پھر جیسا افراد میں ذکر ہوا بعینہٖ اسی طرح حج کرے اور طواف زیارت میں رمل کرے اور اضطباع نہ کرے اور پھر سعی کرے اور متمتع پر طواف قدوم نہیں ہے اور جو متمتع بعد احرام کر کے طواف نفل کرے اور اس میں رمل اور سعی کر لے تو طواف زیارت میں رمل اور سعی کرے اور پھر متمتع مثل قارن کے بعد رمی کے ذبح کرے اگر قادر نہ ہو دس روزے رکھے جیسا فصل قران میں ذکر ہوا۔

اور جان لے کہ تمتع کرنے والا اگر اپنے ساتھ ہدی بھی لایا ہو اور یہ افضل ہے تو مستحب ہے کہ وہ یوں کرے کہ اول احرام عمرہ کا باندھے پھر ہدی کو ہانکے اور ساتھ لے چلے اور ہانکنا پیچھے سے بہتر ہے آگے کو کھینچنے سے۔ مگر جو ہانکنے سے نہ چلے تو مضائقہ نہیں اور ہدی کہتے ہیں اس جانور کو کہ حرم میں ذبح کرنے کے لئے بہ نیت عبادت اور ثواب لے جاتے ہیں۔ گائے ہو یا اونٹ بکری ہو یا بھیڑ۔ اور بُدنہ خاص گائے یا اونٹ ہی کو بولتے ہیں۔ سو اگر ہدی بُدنہ ہو تو قلادہ بھی اُس کے گلے میں ڈالے اور قلادہ یہ ہے کہ ٹکڑا جوتی یا زنبیل کا یا کچھ اور چیز صوف یا بالوں کی رسی میں باندھ کر جانور کے گلے میں لٹکاوے اور اشعار کرے یعنی اسفل کوہان کو بائیں طرف سے شق کرے ایسا کہ فقط کھال چیرے، گوشت تک نہ پہنچے اور خون اس میں سے نکلے اُس سے اُس جانور کا کوہان رنگ دے اور اشعار مستحب ہے۔ مگر جس کو نہ آوے تو اس کو مکروہ ہے اور پھر عمرہ ادا کرے اور بعد عمرہ کے حلال نہ ہو۔ اگر حلق یا قصر کر بھی لے گا حلال نہ ہوگا۔ دم جنایت دینا واجب ہوگا اور احرام عمرہ باقی رہے گا۔ اگر کوئی جنایت کرے گا جزا اُس کی دینی ہوگی۔ پھر احرام حج کا باندھ کر حج ادا کرے جیسا مذکور ہوا۔ اور بعد رمی کے ذبح کر کے حلق یا قصر کرے اب دونوں احراموں سے نکل آیا۔

اب جان لے کہ یہ متمتع جو ہدی لایا ہے بعد احرام کے باندھنے کے اور قارن اور جو متمتع کہ ہدی نہیں لایا مگر بعد عمرہ کے حلال نہ ہوا اور دوسرا احرام حج کا باندھ لیا۔ یہ تینوں شخص دو احرام میں ہوتے ہیں۔ اگر ان سے کوئی جنایت ہوگی تو مفرد سے دو فی جزا دیں گے۔ کیونکہ مفرد پر ایک احرام ہے اور اُن پر دو احرام ہیں اور متمتع بدوں سوق

ہدی کا جب بعد ادا ء عمرہ کے حلال ہوا اور پھر احرام حج کا باندھا تو مثل مفرد کے ایک احرام حج میں ہے جزاء جنایت ایک ہی دے گا مانند مفرد کے اور متمتع سوق ہدی والا جب حلق کر لیتا ہے تو عمرہ سے بالکل نکل آتا ہے۔ عورت کے حق میں بھی۔ مگر حج کے احرام سے حق عورت میں حلال نہیں ہوتا۔ جب تک طواف زیارت نہ کرلے اور قارن بعد حلق کے احرام عمرہ سے بھی حق عورت میں حلال نہیں ہوتا۔

پس اگر متمتع بعد حلق کے طواف سے پہلے جماع کرے ایک جزاء دے اور جو قارن کرے دو جزاء دیوے اور حلق سے پہلے دونوں دو جنایت کی جزا دیں گے۔ جس نے اشہر حج میں عمرہ کیا بدوں سوق ہدی کے اور قبل سر منڈانے کے وطن چلا گیا اور پھر حرم میں آکر سر منڈایا۔ اگر اس سال میں حج کرے گا تمتع ہوگا اور حکماً سفر واحد گنا جاوے گا اور جو وطن جاکر سر منڈا لیا تو دم دینا آوے گا کہ حلق حرم میں واجب ہے جو پھر آکر اس سال میں حج کرے گا تو تمتع نہیں ہوگا۔ ایسا ہی جو سر منڈا کر جاوے اور پھر آکر اس سال میں حج کرے تو تمتع نہیں ہوگا اور سوق ہدی کا متمتع اگر چلا جاوے اور پھر آوے تو بھی سفر واحد ہے حکماً اور متمتع ہے اور قارن اگر وطن ہو آوے گا تو قران باطل نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

فصل جنایات کے بیان میں

جان لے کہ جنایات کا فوراً ادا کرنا واجب نہیں مگر جب بظن غالب آخر عمر ہو کہ خوف فوت ہونے کا ہو تو فوراً ادا کرنا چاہیئے۔ تاخیر میں گناہ ہوگا اور وصیت جنایت کی واجب ہوگی اور بدوں وصیت کے سوائے صوم میں جو وارث بتبرع کر دیں تو بھی ادا ہو جاتا ہے۔ اور جنایت جان کر کرنا یا بھول کے یا خطا سے، مسئلہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو، نہ بردستی سے کسی کے کرے یا خواہش سے سوتے یا جاگتے یا نشہ میں یا اغماء میں تنگدستی اور فراخی میں آپ کرے یا کہہ کر کراوے سب برابر ہے۔ بہر حال جزاء واجب ہوگی اور عوام جو بعض امر جنایت کا جان کر کرتے ہیں کہ فدیہ دے لیں گے تو یہ سخت گناہ ہے اور جنایت عمد کا فدیہ دینے سے گناہ معاف نہیں ہوتا اور اُن کا حج مبرور نہیں ہوتا۔ یہ ایسا ہے جیسا کوئی کہے کہ میں زنا کرتا ہوں حد کھا کے پاک ہو جاؤں گا۔ اور جس جگہ لفظ دم کا بولا جاتا ہے تو ذبح کرنا بکرا، بھیڑ، یا ساتواں حصہ گائے، اونٹ کا بشرط اضحیہ مراد ہے اور سارا اونٹ یا ساری گائے سوائے دو جنایت کے کہیں واجب نہیں ہوتا۔ ایک تو جنابت یا حیض و نفاس میں طواف زیارت کرنا۔ دوسرا بعد وقوف عرفہ کے قبل حلق جماع کرنا اور صدقہ جہاں مطلق بولا جاتا ہے تو نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو مانند صدقہ فطر کے مراد ہوتی ہے اور جس جگہ کچھ قدر صدقہ کی ذکر ہو وہاں اسی قدر ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی ممنوع احرام عذر سے بھی کرلے گا تو جزاء دینی واجب ہوگی اور اگر کوئی واجب عذر سے ترک کیا تو جزاء دینی نہیں آتی اور جو بے عذر چھوڑ دیا تو جنایت واجب ہو

گی اور لڑکے محرم پر کفارہ نہیں ہوتا ۔

پس جو محرم بالغ اپنے پورے عضو کبیر کو جیسا ران یا پنڈلی یا چہرہ مثلاً مطیب کرے یعنی خوشبودار چیزیں جیسا کہ زعفران ساری عضو کو لگا دے ۔ اگرچہ لحہ بھر لگا رکھے تو دم دے اگر پورا عضو نہ ہوا اگرچہ اکثر ہو تو دم نہیں آتا بلکہ صدقہ دے اور ایسا ہی جو چھوٹا عضو ہو جیسا کان مثلاً تو بھی صدقہ دے اور خوشبو یا پھل خوشبو کا سونگھنا مکروہ ہے مگر کفارہ کچھ نہیں اور اگر قبل احرام عضو کو مطیب کیا اور بعد احرام کے اس عضو سے دوسرا مطیب ہو گیا تو بھی کچھ ڈر نہیں ہے اور جو محرم غیر کے عضو کو مطیب کر دے یا سیا ہوا کپڑا پہنا دے تو اس پر کچھ نہیں ۔ مگر جو شخص لگوانے والا محرم ہو گا تو وہ کفارہ دے گا ۔ اگر زعفران بغیر کسی چیز کے ملائے اور بدون پکائے جو زعفران اتنا ہو کہ اکثر اجزاء میں منہ کے لگے تو دم دے گا ورنہ صدقہ دے گا اور جو کوئی تھوڑا تھوڑا کئی عضو کو مطیب کرے اگر جمع کرنے سے اتنا ہو کہ ایک عضو ان اعضاء مطیبہ سے پورا ہو جائے تو دم دے ورنہ صدقہ دے اور جو ایک جگہ بیٹھ کر سارا بدن مطیب کیا تو ایک ہی دم دینا ہو گا اور جو کئی مجلس میں کیا تو ہر ہر مجلس کا کفارہ جدا دے گا ۔ اگرچہ ایک دفعہ کا کفارہ پہلے دے دیا ہو اور جو کوئی جنایت کر کے کفارہ دیدے اور وہ جنایت اب تک مستمر ہے موقوف نہیں کی تو دوسرا کفارہ واجب ہو گا ۔ اگر کپڑا خوشبو کی چیز میں بھرا ہوا پہنے اگر خوشبو بہت ہے مگر بالشت در بالشت سے زیادہ میں لگی ہے تو ایسے کپڑے کو جو سارے دن یا ساری رات پہنے رہے تو دم دے اور تھوڑی خوشبو جو بالشت در بالشت سے کم میں لگی ہو تو صدقہ دے اور ایک دن سے کم میں بھی صدقہ ہی ہے اور یہ کپڑا مطیب اگر سلا ہوا بھی ہو تو دوسرا دم سلائی کا دینا ہو گا ۔ اگر چادر کے یا تہمد کے کنارہ میں کافور مشک وغیرہ کوئی خوشبو کو باندھے اگر کثیر ہے تو دم دے اور قلیل ہو تو صدقہ جو سارے سر کو حنا سے خضاب کیا جو پتلا پتلا لگایا تو ایک دم دے اور جو سخت سخت لیپا تو دو دم دے ۔ ایک استعمال طیب کا دوسرا سر ڈھانکنے کا ۔ اگر سارے دن لگائے رکھے ۔ اور جو دن سے کم رکھا تو ایک دم اور ایک صدقہ ہو گا ۔

یہ مرد کا مسئلہ ہے اور عورت پر ایک ہی دم ہے کیونکہ سر ڈھانکنا اس کو جائز ہے جو زیتون کا تیل یا تل کا تیل سارے بڑے عضو کو لگا دے اگرچہ تھوڑی دیر لگایا ہو وے تو دم دے اور کم میں عضو سے صدقہ دے اور جو کھا وے یا ناک میں ٹپکا وے یا زخم میں لگایا تو کچھ نہیں نہ دم ، نہ صدقہ ، جو مشک یا عنبر یا زعفران مثلاً جو چیز خود اخوشبو ہو استعمال کرے اگرچہ دوائے تو قلیل میں صدقہ اور کثیر میں دم دے ۔ اور اعتبار قلت اور کثرت کا عرف پر ہے اور جو پکے کھانے میں ملا ہوا کھایا تو کچھ نہیں اگرچہ غالب ہو اور جو پکا ہوا نہ ہو تو اگر خوشبو کی چیز غالب ہے اگرچہ خوشبو نہ دے تو دم واجب ہے اور جو مغلوب ہو اگرچہ بو خوب دے تو کچھ نہیں نہ دم نہ صدقہ ۔ مگر مکروہ ہے اگر خوشبو پینے کی چیز میں ملا دے ۔ اگر غالب ہے تو دم دے اور اگر مغلوب ہے تو صدقہ دے ۔ مگر جو مغلوب کو مکرر استعمال کرے تو

دم واجب ہے۔

اور جو سِلا کپڑا پہنا اس کپڑے کے پہننے کی طرح یا سر ڈھکا جس سے سر ڈھکتے ہیں تو دونوں صورت میں دن کامل یا رات کامل میں دم دے اور اس سے کم میں اگرچہ گھنٹہ بھر ہو تو صدقہ دے نصف صاع اور گھنٹہ سے کم میں ایک مشت گندم دے اور دن سے زیادہ میں ایک ہی دم ہے اگرچہ کئی دن پہنے رہے اور جو رات کو نکالے اس نیت سے کہ دن کو پھر پہنوں گا اور اسی طرح نکالا کرے اور فجر کو پہنا کرے تو ایک ہی دم ہو گا جب تک کہ ترک کی نیت سے نہ نکالے۔ اگر ترک کی نیت سے نکال کر پھر پہنے تو دوسرا کفارہ ہو گا۔ پہلے کا کفارہ دے دیا ہو یا نہ دیا ہو جو پورے دن پہن کر دم دیا اور پہنے ہی رہا موقوف نہیں کیا تو دوسرا کفارہ دینا ہو گا اور بیچ میں کفارہ نہ دیا تو ایک ہی کفارہ دینا ہو گا۔ اگر کئی کپڑے جیسا کرتہ پاجامہ عمامہ پہنے۔ اگر ایک ہی سبب سے سب کو پہنا ہے، یعنی سب کو بضرورت پہنا یا سب کو بلاضرورت پہنا تو ایک ہی کفارہ ہو گا۔ ایک ہی مجلس میں پہنے یا کئی میں اور جو کوئی کپڑا ضرورت سے اور بے ضرورت پہنا تو کفارہ مکرر دے گا۔

جان لے کہ کفارہ لفظ عام ہے صدقہ اور دم پر بولتے ہیں سو پورے دن میں دم اور کم میں صدقہ ہے اس کا لحاظ کر لینا چاہیئے۔ اور جو کوئی میلے کپڑوں میں احرام باندھے تو اگر بعد احرام کے پورے دن پہنے رہے تو دم دے اور کم میں صدقہ اور جو سونے میں سر ڈھکا تو حسب قلت کثرت وقت کی کفارہ دے کیونکہ سونا جاگنا اس باب میں برابر ہے۔ مگر سونے کو گناہ نہیں ہوتا جو تپ کے واسطے مثلاً کپڑا پہنا پھر وہ تپ زائل ہوئی اور دوسری تپ ہو گئی اور کپڑا نہیں اتارا تھا تو دوسرا کفارہ دے کہ ہر مرض سبب جدا ہے جو ایک کرتے سے مثلاً ضرورت رفع ہو سکتی ہو اور دو کرتے پہنے تو کفارہ ایک ہی ہے مگر گناہ ہو گا اور جب یقین ہو کہ اب ضرورت نہیں رہی اور پھر بھی سِلا کپڑا پہنے رہے تو حسب قلت کثرت زمانہ کے کفارہ دے گا بلا تخییر اور چوتھائی سر اور چوتھائی چہرہ کا ڈھکنا، سارے سر اور سارے چہرہ کے ڈھکنے کے حکم میں ہے اور کان اور گردن کا ڈھکنا کچھ ڈر نہیں اور ہاتھ ناک پر رکھنا بدوں کپڑے کے جائز ہے اور کپڑے کے ساتھ مکروہ تحریمی ہے۔

اور بال چوتھائی سر یا چوتھائی ڈاڑھی کے دور کرے استرہ یا نورہ سے یا اکھاڑ کر کسی طرح ہو با اختیار یا بے اختیار یا کترا دے یا موضع حجامت کے بال مونڈ کر حجامت کرا دے یا ایک ساری بغل کو یا ساری زیر ناف کو یا ساری گردن کو مونڈے یا ناخن چاروں ہاتھ پاؤں کے ایک مجلس میں یا دونوں ہاتھ کے یا دونوں پاؤں کے ایک مجلس میں یا ایک ہاتھ کے یا ایک پاؤں کے کاٹے تو سب صورت میں دم واجب ہو گا اور جو موضع حجامت کو منڈایا اور حجامت نہ کی تو صدقہ دے اور جو ایک مجلس میں ایک ہاتھ کے اور دوسری مجلس میں دوسرے ہاتھ کے ناخن کاٹے تو دو دم دے گا اور اگر چوتھائی سر منڈایا اور دم دیا اور پھر چوتھائی سر منڈایا تو دوسرا دم دے گا اور اگر پہلا کفارہ نہ دیا تو ایک ہی دے۔ ایسے ہی جو سارا سر ایک جلسہ میں منڈا دے تو ایک ہی

دم ہے جو گنجہ سر کے بال لے۔ اگر بقدر چوتھائی سر کے بالوں کے ہوں تو دم دے اور جو کم ہوں تو صدقہ دے اور جو سارے سینہ یا ساری ران یا ساری پنڈلی کے بال مونڈے یا لبیں کترے یا چوتھائی سر یا چوتھائی ڈاڑھی سے کم مونڈے یا بعض گردن کو مونڈے اگرچہ اکثر گردن کو مونڈے مگر ساری گردن نہیں مونڈے تو صدقہ دے مگر چند بال میں بدلے ہر بال کے ایک مشت گندم دے اور زیادہ میں تین بال سے پورا صدقہ دے۔

سمجھ لے کہ چوتھائی سر اور چوتھائی ڈاڑھی کو حکم سارے سر اور ساری ڈاڑھی کا ہے اور باقی سب اعضاء میں پورے عضو کے مونڈنے سے دم ہوتا ہے۔ اگر پورا نہ ہو تو اگرچہ اکثر ہی ہو تو صدقہ ہوتا ہے مگر سینہ یا ران یا پنڈلی یا شانہ مثلاً جو عضو مقصود کامل مونڈنے میں نہیں ہیں اُن کے سارے مونڈنے سے بھی صدقہ ہوتا ہے اور اگر پانچ ناخن سے کم تراشے یا پانچ ناخن متفرق مثلاً دو ایک ہاتھ کے تین ایک ہاتھ کے لئے یا سولہ ناخن متفرق چار چار چاروں ہاتھ پاؤں کے لئے تو تینوں صورتوں میں بدلے ہر ناخن کے صدقہ کامل دینا ہوگا۔ مگر مجموعہ صدقات کی قیمت دم کی قدر ہو جاوے تو کچھ کم کرنا چاہیئے تاکہ قیمت دم سے کم ہو جاوے۔

اور جو محرم دوسرے محرم کا چوتھائی سر یا ساری گردن مونڈ دے تو مونڈنے والے پر صدقہ ہے اور منڈوانے والے پر دم ہے اور اگر محرم حلال کا سر مونڈے تو حلال پر کچھ نہیں۔ مگر محرم جو کچھ چاہے صدقہ دے اگرچہ تھوڑا ہی ہو۔ اور اگر حلال محرم کو مونڈے تو محرم پر دم اور حلال پر صدقہ کامل ہے۔ جس نے طواف قدوم یا طواف صدر جنابت یا حیض یا نفاس میں کیا۔ یا طواف فرض بے وضو کیا تو دم دے اور اگر بدن پر نجاست لگی ہو یا کپڑا نجس ہو تو کچھ نہیں مگر مکروہ ہے اور اگر طواف فرض جنابت یا حیض یا نفاس میں کیا۔ تو اونٹ یا گائے ساری دینی واجب ہوگی۔

اور جان لے کہ جو طواف حالت جنابت یا حیض یا نفاس میں کیا ہے اعادہ اس کا واجب ہے اور جو بے وضو کیا ہے تو اعادہ اس کا مستحب ہے اور اگر اعادہ کرلے تو کفارہ ساقط ہو جاتا ہے اور اگر سعی پہلے طواف کے ساتھ کی ہو تو اعادہ سعی کا نہ کرے کہ دوسرا طواف جابر نقصان ہے اور طواف پہلا معتبر ہے۔ اگر طواف زیارت جنابت میں کیا اور طواف صدر طہارت سے کیا تو اگر طواف صدر ایام نحر میں کیا ہے تو یہ طواف طوافِ زیارت بن جائے گا اور طواف صدر کے ترک کا دم دینا ہوگا۔ مگر جو پھر طواف کرلے تو یہ طواف صدر ہو جاوے گا اور دم ساقط ہوگا۔ اور اگر طواف صدر کو ایام نحر سے باہر کیا تو بھی یہ طواف زیارت ہوگا۔ مگر دم تاخیر دینا پڑے گا اور دوسرا دم ترک صدر کا دے گا۔ مگر جو اور طواف کرلے تو دوسرا دم کہ ترک صدر کا ہے ساقط ہوگا۔

اور جو طوافِ زیارت بے وضو کیا تو اگر طواف صدر ایام نحر میں کیا ہو تو یہ طواف زیارت بن جائے گا اور جو بعد ایام نحر کے کیا تو منتقل نہ ہوگا اور دم ذمہ پر واجب رہے گا۔ اور طواف عمرہ اگر جنابت میں یا بے وضو کرے تو دم دے اور عمرہ کے کسی واجب چھوڑنے میں بدنہ یا صدقہ نہیں ہوتا بلکہ دم ہوتا

ہے۔ ایک بکری یا ساتواں حصہ گائے یا اونٹ کا مگر احرام عمرہ میں مخظورِ احرام کرنے سے صدقہ بھی ہوتا ہے مثل احرام حج کے اور طواف قدوم یا طواف صدر اگر بے وضو کرے تو صدقہ دے۔ اور اگر طواف زیارت میں سے ایک یا دو تین شوط چھوڑ دے تو دم دے مگر جو طواف صدر ایام نحر میں کیا تو طواف صدر کے اشواط سے بھرتی دے کہ طوافِ زیارت کو پورا کریں گے اور دم ساقط ہوگا۔ مگر طواف صدر کے نقصان کے بدلے ہر شوط کے صدقہ کامل دینا ہوگا اور اگر طواف صدر ایام نحر سے خارج کیا ہو تو بھی بھرتی دیں گے۔ مگر بسبب تاخیر اشواط طواف فرض کے ایام نحر سے بدلے ہر شوط کے دوسرا صدقہ پورا دینا ہوگا اور بسبب ترک اشواط طواف صدر کے بدلے ہر شوط کے دوسرا صدقہ دینا ہوگا۔ اور اگر طواف زیارت کے چار شوط چھوڑ دیئے تو جب تک ادا نہ کرے گا ساری عمر بھی حق عورت میں احرام سے نہ نکلے گا۔ اور اسی احرام سے اگر ادا کرنا واجب ہوگا اور بدل دینا کافی نہ ہوگا۔ اور بدلے ہر جماع کے کہ جلسۂ متعدد میں کیا ہے دم واجب ہوگا۔ اور اگر ایک یا دو یا تین شوط طواف صدر کے یا طواف قدوم کے ترک کرے تو بدلے ہر شوط کے صدقہ کامل دے اور اگر چار یا زیادہ شوط صدر یا قدوم کے چھوڑ دے تو دم دے اور اگر سعی یا اکثر شوط سعی کے بے عذر ترک کیئے یا سعی کو بلا عذر سوار ہوکر کیا تو دم دے۔ پھر جو پیادہ ہوکر اعادہ کر دے تو دم ساقط ہوگا۔ اور اگر عذر سے کیا تو کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر ایک یا دو یا تین شوط سعی کے چھوڑے تو بدلے ہر شوط کے صدقہ دے۔

جو کوئی عرفہ سے قبل غروب نکلا اگرچہ اونٹ بھاگے ہوئے کو پکڑنے گیا ہو تو دم واجب ہوگا۔ اگر قبل غروب ہٹ آیا تو دم ساقط ہوگا اور جو بعد غروب کے ہٹا تو ساقط نہیں ہوتا۔ اگر وقوف مزدلفہ بے عذر ترک کیا تو دم دے اور جو رمی بالکل چاروں دن کی ترک کرے یا ایک روز کی ساری رمی ترک کی۔ اگرچہ دسویں تاریخ کی ہو یا اکثر کنکریں ایک روز کی رمی سے ترک کیں۔ جیسا مثلاً چار کنکریں دسویں کی رمی سے یا گیارہ کنکریں اور دنوں کی رمی سے تو سب صورت میں دم دے اور اگر تھوڑی کنکریں ایک دن کی رمی سے ترک کرے۔ جیسا تین یا اس سے کم دسویں کو اور دس یا اس سے کم اور دنوں میں تو بدلے ہر کنکر کے صدقۂ کامل دینا واجب ہے۔ اب جان لے کہ جس مسئلہ میں کئی صدقے جمع ہوتے ہیں۔ جیسا بدلہ ہر کنکر کا رمی میں اور بدلہ ہر شوط کا طواف اور سعی میں اور بدلہ ہر ناخن کا اور مال کا۔ تو ان سب جگہ اگر مجموعہ صدقات قیمت دم تک پہنچے تو کچھ کم کر دینا چاہیئے۔ تا دم کی قیمت سے کم ہو جاوے اور جنایت کامل اور ناقص میں فرق رہے۔ اگر حج یا عمرہ میں حرم سے باہر حلق کیا تو دم دے اور ایسا ہی جو حج میں ایام نحر کے بعد حلق کرے تو دم دے اور جو محرم حد حرم سے نکلا اور پھر حرم میں آکر حلق کیا تو کچھ ڈر نہیں۔ مگر جو حاج بعد ایام نحر کے آکر حلق کرے تو تاخیر کا دم دیگا اور جو بوسہ لیا یا ہاتھ شہوت سے لگایا، یا مباشرت فاحشہ کی یا سوائے فرج کے اور کہیں جماع کیا، انزال ہوا یا نہ ہوا دم واجب ہے۔ اور اگر ہاتھ سے حلق کرے یا چوپایہ سے جماع کرے۔ اگر انزال ہو تو دم دے

اور بدوں انزال کے کچھ دینا نہیں آتا۔ اگر طواف زیارت بعد ایام نحر کے کرے تو بلا عذر تو دم دے۔

اور جان لے کہ دسویں تاریخ میں چار نسک ہیں۔ اول رمی، پھر ذبح، پھر حلق، پھر طواف، سو طواف کو سب سے مؤخر کرنا سنت ہے اور جو سب سے پہلے یا بیچ میں کرلے تو کچھ حرج نہیں لیکن مکروہ ہے اور تین نسک میں قارن اور متمتع کو ترتیب واجب ہے اور مفرد کو فقط رمی اور حلق میں ترتیب واجب ہے کیونکہ ذبح اس پر واجب نہیں ہے۔

پس اگر اُن میں تقدیم تاخیر کرے گا تو دم واجب ہوگا۔ اور دم جنایات دم قران میں مجرا نہیں ہوتا بلکہ دُوسرا دم جدا دینا ہوتا ہے۔ اور جو کوئی کسی واجب کو بے عذر ترک کر دے تو دم دیدے اور اگر عذر سے چھوڑے تو کچھ دینا نہیں آتا اور ایسا محظور احرام اگر عذر سے کرے کہ جس کے سبب دم دینا واجب ہوتا ہے تو اختیار ہے چاہے ذبح کرے حرم میں نہ حل میں۔ اور ذابح کو کھانا اس کا جائز نہیں ہے اور چاہے چھ مسکینوں کو نصف نصف صاع گندم یا ایک ایک صاع جَو کا مالک کر دے اور مسکین مکّہ کے ہونے افضل ہیں۔ ورنہ جہاں کہیں چاہے دیدے اور ہر مسکین کو قدر فطرہ سے کم نہ دے نہیں تو جائز نہ ہوگا اور اگر زیادہ دے گا تو زیادتی محسُوب نہ ہوگی۔ مثلاً اگر تین صاع گندم سات مسکینوں کو برابر دے تو ایک مسکین بھی معتبر نہ ہوگا اور جو تین کو دے تو تین اور مسکینوں کو دینا ہوگا اور چاہے تین روزے رکھے۔ جہاں چاہے حرم ہو یا حل ہو۔ اور اگر ایسا محظور عذر سے کرے کہ اس میں صدقہ ہے تو اختیار ہے چاہے نصف صاع گندم ایک مسکین کو دے یا ایک روزہ رکھے اور تپ اور سردی اور زخم اور درد سر اور جُوئیں عذر ہے اور مرض کا ہمیشہ رہنا یا ہلاکت تک پہنچانا شرط نہیں۔ بلکہ عذر ہونے کو مشقت اور تکلیف کا ہونا کافی ہے اور خطا اور نسیان اور بے ہوشی اور نیند اور مفلسی عذر نہیں ہے۔ اگر ان حالات میں بدوں کسی عذر کے کچھ جنایت کرے گا اُس کا کفارہ دینا ہوگا اور اختیار عذر والے جیسا اس کو نہ ہووے گا۔ اگر بسبب مفلسی کے کفارہ میسر نہ آوے تو ذمہ پر واجب رہتا ہے۔ اور جو کوئی عذر سے کچھ کرے تو لازم ہے کہ موضع ضرورت سے تجاوز نہ کرے۔ مثلاً جو ٹوپی سے دفع ضرورت ہو عمامہ نہ باندھے۔ اگر عمامہ باندھے گا تو گناہ ہوگا۔ کفارہ دوسرا دینا نہیں آنے کا مگر جو عمامہ سوائے ٹوپی کے چوتھائی سر کے قدر ڈھک دے اور اُس کا کفارہ جدا واجب ہوگا۔ اور جماع قبل اور دُبر آدمی سے کہ قدر حشفہ کے غائب ہو جاوے اگرچہ انزال نہ ہو سوتے سے ہو یا باکراہ ہو۔ یا عورت نے ذکر حمار کا یا کتّا ہوا ذکر آدمی یا غیر آدمی کا اپنی فرج میں داخل کر لیا۔ اگر یہ فعل قبل وقوف عرفہ کے ہے تو حج فاسد ہوگیا۔

پس سب افعال حج کے بجالاوے جیسا صحیح حج میں کرتے ہیں اور محظورات سے بچے۔ اگر کوئی محظور کرے گا تو کفارہ اس کا دے گا اور دم فساد حج کا دینا واجب ہوگا اور اگلے سال قضا کرے۔ اگرچہ حج نفل ہی ہو کیونکہ شروع کرنے سے واجب ہوگیا ہے اور بدوں بجالانے افعال حج کے احرام سے نہیں نکلتا ہے اور

پھر قضا میں زوجہ سے جُدا ہونا واجب نہیں۔ مگر جو پھر خوف وقوع جماع کا ہو تو احرام کے وقت سے جُدا ہو لینا مستحب ہے اور جو بعد وقوف عرفہ کے یہ حرکت ہو اگر پہلے حلق اور طواف زیارت سے ہے تو بُدنہ دے۔ اگر بعد حلق کے قبل طواف ہے یا بعد طواف قبل حلق تو دم دینا واجب ہے۔ اور اگر قارن قبل طواف عمرہ اور وقوف عرفہ سے جماع کرے تو حج اور عمرہ دونوں فاسد ہو گئے۔ دم قران ساقط ہو گا اور دو دم ترک دو نسک کے دینے واجب ہوں گے اور سارے افعال بجا لا کر احرام سے باہر آ دے۔ جیسا اوپر معلوم ہُوا اور جو بعد طواف عمرہ اور وقوف عرفہ کے حلق سے پہلے کیا تو بدنہ اور دم دے گا اور دم قران بھی دینا ہو گا اور اگر بعد حلق کے کیا تو ایک دم دے گا اور دم قران بھی دے اور چار شوط طواف عمرہ سے پہلے جماع کرنا مفسد عمرہ کا ہے اور دم واجب ہو گا۔

اور افعال عمرہ کے بجا لا کر احرام سے نکلے اور عمرہ قضا کرے۔ اور اگر بعد چار شوط کے ہے تو دم دے اور عمرہ فاسد نہیں ہُوا۔ اگر محرم شکار خشکی کا جس کا توالد خشکی میں ہو اگرچہ رہتا دریا میں ہو جیسا بط ہے مثلاً قتل کرے یا دلالت اشارت سے قاتل کو بتا دے۔ اگر قاتل اُس کے کہنے کو جھٹلائے نہیں اور پہلے اُس کے بتلانے سے جانتا بھی نہ تھا اور قاتل نے اُس شکار کو قتل کیا۔ اگر اسی جگہ ہو جہاں بتایا تھا اور محرم وقت قتل کے احرام میں ہی ہو تو جزاء واجب ہو گی۔ اگر کئی بار قتل یا اشارہ کرے گا، جزاء ہر دفعہ کی جدا دے گا اور بھولنا اور خطاء وغیرہ حالات اس میں سب برابر ہیں۔ اور اگر محرم اعانت قاتل کی کرے کسی طرح جیسے مثلاً نیزہ یا چھری پکڑا دے یا حکم قتل کا قاتل کو کرے تو بھی جزاء دے گا۔ اور جو شکار دریا میں پیدا ہو اگرچہ خشکی میں رہتا ہو جیسا کتا دریائی ہے اور مینڈک اور کیکڑا اور ناکو اور کچھوا اور سوائے اس کے اگرچہ کھانا اُس کا حلال نہ ہو شکار کرنا جائز ہے اور خشکی کے شکار کے شکار کرنے میں اگرچہ حرام ہو۔ جیسا خنزیر مثلاً جزاء واجب ہوتی ہے مگر بھیڑیا اور کوّا سوائے عقعق کے اور چیل اور بچھو اور سانپ اور چوہا اور کتا اگرچہ وحشی ہو اور بلی گھریلو اور چیونٹی اور پسّو اور چیچڑی اور پروانہ اور مکھی اور چھپکلی اور بھڑ اور نیولا اور سب ہوام اور جو حیوان غیر ماکول کہ حملہ کرے اور بدوں قتل کے دفع نہ ہو سکے ان سب کے قتل میں کچھ دینا نہیں آتا۔ مگر جو چیونٹی ایذا نہ دے اور ایسا ہی جو چیز کہ ایذا نہ دیوے اس کا قتل جائز نہیں۔ اگرچہ قتل سے جزاء واجب نہ ہو اور اگر حیوان غیر ماکول نے حملہ نہ کیا یا حملہ کیا مگر بدوں قتل دفع ہو سکتا ہے اور پھر بھی مار ڈالا۔ اگر کسی کا مملوک نہ ہو تو جزاء دینی ہو گی۔ مگر بکری کی قیمت سے زیادہ دینا نہیں آتا اگرچہ ہاتھی ہو اور جو یہ جانور مملوک ہو یا اونٹ وغیرہ مملوک جانور نے حملہ کیا اور محرم نے اس کو قتل کیا تو مالک کو قیمت دلائی جاوے گی جہاں تک پہنچ جاوے اگرچہ بکری کی قیمت سے زیادہ ہو اور محرم کو ذبح کرنا بکری کا اگرچہ باپ اُس کا ہرن ہو اور گائے اور اونٹ اور مرغی اور بط اہلی کا جائز ہے اور جنگلی بط شکار ہے اُس کے شکار کرنے سے جزاء واجب ہووے گی اور اگر حلال نے شکار کیا حل کا اور حل ہی میں ذبح کیا اگرچہ محرم

کے واسطے ہی شکار کیا ہو۔ اگر محرم نے دلالت یا اعانت کسی طرح کی یا امر نہ کیا تھا تو محرم کو یہ شکار کھانا جائز ہے۔ اگر اُن میں سے کچھ کیا ہو تو محرم کو کھانا جائز نہیں، مگر حلال کو درست ہے اور ہرن وغیرہ شکار پلا ہُوا شکار ہے اس کے قتل سے جزاء اور دوسری قیمت مالک کو دینی ہو گی۔ اور اونٹ جو متوحش ہو گیا ہو شکار نہیں ہے اور قتل اگرچہ حالتِ اضطرار میں ہو، جب بھی جزاء واجب ہے۔ اور جزاءِ شکار کی یہ ہے کہ دو عادل آدمی اور اگر ایک عادل ہو تو بھی کافی ہے قیمت اُس شکار کی ٹھہراویں موافق اُس قیمت کے کہ موضع قتل میں ہوتی ہو جو وہاں قیمت نہ ہو تو اُس کے قریب موضع کی قیمت کے موافق مقرر کر دیں اور قیمت میں حسن و خوبی خلقی کا اعتبار کریں جو تعلیم کیا ہُوا ہو اُس کی قیمت جزاء میں نہ کریں۔ مگر حق مالک میں قیمت تعلیم بھی دلائی جائے گی۔ پھر قاتل کو اختیار ہے چاہے اس قیمت سے ہدی خرید کر حرم میں ذبح کرے یا طعام خرید کر ہر ہر مسکین کو بقدر فطرہ کے دے جہاں چاہے۔ کم زیادہ قدر فطرہ سے معتبر نہ ہو گا جیسا اوپر مذکور ہُوا یا بدلے طعام ہر ہر مسکین کے ایک ایک روزہ رکھ دے جہاں چاہے اور جو طعام قدر فطرہ سے کم بچے یا اصل میں ہی تھوڑا ہو جیسا مثلاً چڑیا کی جزاء تو اس کو یا تو ایک مسکین مستقل کو دیدے یا ایک روزہ رکھ لے اور یہاں بطریق اباحت طعام دینا بھی جائز ہے اور قیمت دینی بھی جائز ہے مگر ہر مسکین کو قیمت قدر فطرہ سے کم زیادہ نہ دے اور اگر ہر روز ایک مسکین کو دیا کرے تو بھی جائز ہے اور اصول اور فروع اور زوجہ اور غلام اور غنی کو نہ دے مانند صدقاتِ واجبہ کے۔

اور جو کسی نے اپنے رہنے کو خیمہ کھڑا کیا اور اس میں شکار اُلجھ کر مَر گیا تو کچھ ڈر نہیں۔ اور اگر شکار کو زخمی کیا یا پَر و بال اُس کے اُکھاڑے یا کوئی عضو اُس کا کاٹ ڈالا بشرطیکہ اُس سے یہ جانور مرا نہ ہو تو نقصان قیمت دینا ہو گا۔ مثلاً سالم شکار ایک روپے کا ہو اور یہ نقصان جو اُس نے اس میں کر دیا ہے اس نقصان کے ساتھ بارہ آنے کا ہو تو چار آنہ نقصان قیمت کے دینے واجب ہوں گے۔ مگر جو قصد اصلاح شکار ہو جیسا بلّی سے چھڑانے میں مثلاً نقصان ہُوا یا مَر گیا تو کچھ نہیں ہے۔ جو زخم کھا کر شکار غائب ہو اور حال موت و حیات کا معلوم نہ ہو تو ساری قیمت دینی ہو گی احتیاطاً۔ اور جو زخم اچھا ہو جائے کہ اثر بھی باقی نہ رہے جب بھی جزا دینی آوے گی۔ اور اگر زخم کی جزار ہنوز نہ دی تھی کہ پھر اُس جانور کو قتل بھی کر دیا تو قتل کی جزا جدا اور زخم کی جدا دینی ہو گی۔ اگر بازو یا ٹانگ شکار کی توڑ دی ایسا کہ شکار اپنے آپ کو اپنے دشمن سے بچا نہ سکے تو سارے شکار کی قیمت دینی ہو گی۔ اگرچہ مَرا نہ ہو اگر انڈہ شکار کا توڑا جو گندہ نہ ہو تو قیمت بیضہ کی دے اور جو اس میں سے بچہ نکلے کہ بسبب توڑنے کے مَر گیا ہو یا نکل کر مَر گیا تو قیمت زندہ بچہ کی دے گا۔ اور اگر بچہ بیضہ توڑنے سے پہلے ہی مردہ تھا تو انڈہ اور بچہ میں کسی کی جزار نہیں آتی۔ اور اگر معلوم نہ ہو کہ توڑنے سے مرا یا پہلا مرا ہُوا ہے تو قیمت زندہ بچہ کی دے احتیاطاً اور جو محرم دودھ شکار کا نکالے تو قیمت دُودھ کی دے گا۔

اب جان لے کہ شکار حرم کا ہو یا حل کا محرم کے حق میں سب برابر ہیں کہ سب کے قتل میں اور دلالت اور نقصان میں جزا واجب ہوگی اور اگر جوں کو مارے یا پکڑ کر دھوپ میں ڈال دے یا کپڑا دھوپ میں ڈالے تاکہ جوئیں مر جاویں تو ایک جوں میں ایک ٹکڑا روٹی کا اور دو تین میں ایک مشت گندم دے اور تین سے زیادہ میں پورا صدقہ دے۔ ایسا ہی ٹڈی میں یعنی تین سے زیادہ میں نصف صاع گندم اور تین تک جو کچھ چاہے دیدے اور اگر جوں کے قاتل کو دلالت کرے۔ صدقہ دے اور حل میں جو کوئی احرام باندھے اور اُس کی مٹھی میں صید ہو تو واجب ہے کہ یا اُس شکار کو چھوڑ دے اس طرح کہ ضائع نہ ہو یا قفص میں رکھے یا کسی حلال کے پاس امانت رکھ دے اور وقت احرام کے اگر شکار گھر میں ہو یا قفص میں ہو اگرچہ قفص ہاتھ میں یا رسی شکار کی گردن میں باندھ کر ہاتھ میں لے رہا ہو تو ان صورتوں میں چھوڑنا شکار کا واجب نہیں جو یہ شکار قبل از احرام پکڑا تھا اور اگر بعد احرام کے پکڑا ہو تو بہرحال چھوڑنا اُس کا واجب ہے۔ پھر وہ شکار کہ قبل احرام پکڑا تھا اور وقت احرام کے چھوڑ دیا۔ ملک محرم سے نہیں نکلتا۔ اگر کوئی پکڑ لے تو وہ اُس کو لے سکتا ہے۔

اور جو بعد احرام پکڑ کر چھوڑا اس کو نہیں لے سکتا کہ بسبب احرام کے اس کا مالک نہیں ہوا تھا اور اگر کوئی دوسرا محرم عاقل بالغ اس شکار کو قتل کرے تو پکڑنے والا اور مارنے والا دونوں پوری پوری جزا دیں گے اور پکڑنے والا قاتل پر رجوع کرے اور جو حلال نے قتل کیا اگر حرم کا شکار ہے تو قاتل بھی جزاء دے اور اگر حل کا ہے تو حلال قاتل پر کچھ نہیں ہے۔ مگر پکڑنے والا جزاء دے کر رجوع اُس پر کرے گا۔ اگر جزاء مالی دے جو روزہ رکھے تو رجوع نہیں ہوسکتی اور جو دو محرم ایک شکار کو قتل کریں تو دونو جزاء کامل دیں گے۔ جو محرم شکار پکڑ کے فروخت کرے بیع باطل ہے اگرچہ مشتری حلال ہو اور خرید نا محرم کا شکار کو باطل ہے اگرچہ بائع حلال ہو اور ایسے ہی اور تصرفات ہبہ وغیرہ شکار میں محرم کو باطل ہیں اور جب محرم یا حلال حرم میں داخل ہو اور اُس کے پاس شکار ہو اگرچہ قفص میں ہو تو واجب ہے کہ اس کو چھوڑ دے کہ وہ اب حرم کا شکار ہو گیا ہے جو محرم نے بعد احرام کے یا حلال نے وقت دخول حرم کے شکار کی بیع کی تو بیع رد کی جاوے گی۔ اگر صید تلف ہو یا مشتری غائب ہو گیا ہو تو بائع جزاء دے گا۔ اگر کسی کے پاس باز ہو اور وقت دخول حرم کے اُس نے اُس کو چھوڑا جو اس باز نے کبوتر حرم کا مار ڈالا تو اس شخص پر کچھ نہیں ہے۔ اگر حلال شیر صید حرم کا نکالے قیمت شیر کی دے اور جو حلال صید حرم کا ذبح کرے قیمت صید کی ذمہ پر واجب ہوگی۔ خواہ اس قیمت سے ہدی خرید کر حرم میں ذبح کرے خواہ طعام مسکینوں کو دے جیسا مذکور ہو چکا۔ اور روزہ رکھنا اس کو کافی نہیں ہے اور اگر محرم حرم کا شکار قتل کرے تو اس کو کفارہ میں روزہ رکھنا جائز ہے اور اگر حلال صید حرم کے قاتل کو دلالت کرے گنہگار ہوتا ہے مگر دینا کچھ نہیں بخلاف محرم کے کہ دلالت میں جزاء کامل دیتا ہے۔ جو دو حلال شکار حرم کا قتل کریں نصف نصف جزاء دیں۔ اگر حربی

حرم میں سے بھڑکا کر نکال دے اور ہرنی حرم سے نکل کر جنے اور دونوں مر گئے تو دونوں کا ضمان دینا ہوگا اور اگر ہرنی کا ضمان دے چکا پھر بچہ دیا تو بچہ کا ضمان نہیں آتا۔ مگر رد کرنا اس کا حرم میں واجب ہے۔ اگر کسی کی سواری کے ہاتھ یا پاؤں یا منہ سے شکار تلف ہو تو سوار جزاء دے۔ جو جانور درخت حرم کی شاخ پر ہو اگر ایسا ہو کہ جو گرے تو حل میں گرے تو وہ شکار حل کا ہے۔ اور اگر ایسا ہو کہ گرے تو حرم میں تو وہ شکار حرم کا ہے اور جو پاؤں جانور کے حرم میں ہوں اور سر حل میں تو شکار حرم کا ہوگا۔ اور جو شکار کہ محرم ذبح کرے اگرچہ حل کا ہی ہو حرام مُردے کے حکم میں ہے اور شکار حرم کا حلال ذبح کرے یا محرم حرام مُردے کے حکم میں ہے۔ مگر بعض کے نزدیک جو حلال شکار حرم کا ذبح کرے حلال ہے مگر کفارہ دینا واجب ہے۔

اگر بیضہ حرم کے شکار کا بھونا یا شیر حرم کے شکار کا نکالا اور ضمان دیدیا تو بیضہ اور شیر کا مالک ہو جاتا ہے اور کھانا اس کا حرام نہیں ہے اور بیع بکراہت جائز ہے۔ مگر مشتری کے حق میں مکروہ نہیں۔ اگر حرم کی تر گھاس کاٹے تو قیمت اُس کی ذمے واجب ہوگی۔ مگر خشک گھاس کو اور اذخر اور کھنبی کو توڑنا جائز ہے۔ اور اگر درخت حرم کا کاٹ ڈالا اگر خود بخود نکلا ہو اور اُس قسم سے بھی نہ ہو کہ جس کو لوگ لگاتے ہیں تو قیمت اُس کی واجب ہوگی، حلال کاٹے یا محرم اور قیمت گھاس اور درخت سے طعام یا ہدی خرید کر صدقہ کرے جیسا مذکور ہو چکا اور بعد ادا ضمان کے گھاس لکڑی مِلک کاٹنے والے کی ہے اور استعمال اس کا اسکو جائز ہے اور بیع مکروہ ہے۔ مگر مشتری کے حق میں مکروہ نہیں۔ اور اگر یہ درخت کسی کی مِلک میں بھی ہو جیسا کیکر مثلاً کسی کی مملوک زمین میں نکل آیا تو دوسری قیمت مالک کو بھی دینی ہوگی اور جو درخت کسی نے لگایا ہو خواہ لگانے کی قسم سے ہو جیسا انار مثلاً، یا نہ ہو کہ جیسا کیکر مثلاً کسی نے جما دیا تو اس کے کاٹنے سے جزاء نہیں آتی۔ مگر مالک کو قیمت دینی ہوگی اگر مملوک نہ ہو ایسا ہی جو خود بخود نکل آیا اور لگانے کی قسم سے ہو جیسا انار خود بخود جم گیا تو بھی جزاء نہیں۔ مگر جو مملوک ہو مالک کو ضمان دے اور پتے اُس درخت کے توڑنے کہ اُن کے توڑنے سے درخت کو نقصان نہ ہو تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے اور پھل دار درخت اگرچہ خود نکلے کاٹنا جائز ہے۔ مگر مملوک میں اجازت مالک کی شرط ہے اور جو خیمہ لگانے سے یا تنور چولہا کھودنے سے یا چلنے میں گھانس لکڑی ٹوٹے تو کچھ ڈر نہیں اور خشک لکڑی اور درخت یا ٹوٹا ہوا اُکھڑا درخت کہ ہرا نہیں ہو سکتا قطع کرنا جائز ہے اور اعتبار درخت کی جڑ کا ہے۔ اگر شاخ حرم میں اور جڑ حل میں ہو تو حل کا درخت ہے اور جو جڑ حرم میں اور شاخیں حل میں ہوں تو حرم کا درخت ہے۔ جو آدھی جڑ حل میں اور آدھی حرم میں ہو تو بھی درخت حرم کا ہے۔

اب جان لے کہ متمتع سوق ہدی کا بعد احرام حج کے اور قارن اگر کوئی محظور احرام کرے گا تو مفرد سے دو چند کفارہ دے گا جنایت دو احرام کی اور اگر کوئی واجب چھوڑے یا گھاس درخت حرم کی کاٹے تو ایک ہی جزا دے مثل مفرد کے اور جو شخص اپنے میقات سے بدون احرام تجاوز کرے اس پر دم واجب

ہوتا ہے۔ اگر ہٹا اور میقات پر آکر احرام کر لیا تو دم ساقط ہو جاتا ہے اور جو نہ ہٹا اور میقات سے بڑھ کر احرام باندھ لیا تو دم واجب ہو گیا۔ مگر جو احرام باندھ کر ہنوز شروع نسک نہ کیا تھا کہ پھر احرام باندھے ہوئے میقات پر چلا آیا اور میقات پر آکر تلبیہ کہا تو دم ساقط ہو گا اور ایک شوط طواف کرنے سے نسک شروع ہو جاتا ہے اور قبل تمامی شوط کے شروع نہیں ہوتا اور ہٹ کر آنا اس شخص پر واجب ہے۔ مگر جو ہٹنے میں خوف فوت ہونے حج کا ہو تو نہ پھرے اور جو یہ شخص نہ پھرا یا پھر کر آیا مگر میقات پر آکر تلبیہ نہ کہا یا بعد شروع نسک کے پھرا تو تینوں صورت میں دم متعین ہو گیا۔

اور جو کوئی قران کو جاتا ہے اور میقات سے بغیر احرام کے تجاوز کرے تو ایک ہی دم دے مانند مفرد کے۔ اگر کوئی خارج میقات رہنے والا حل میں کہ یا بین میقات اور حرم کے ہے کچھ کام کو جاوے۔ مثلاً کوئی بمبئی سے جدہ میں کسی ضرورت کو جاوے تو اُس شخص کو بدوں احرام جانا جائز ہے۔ جب وہاں جا چکا تو وہیں کے لوگوں اور رہنے والوں کا حکم اس کو بھی ہو گیا۔ تو بس یہ شخص اب اگر مکہ میں کسی ضرورت کو جاوے تو بدوں احرام جانا اس کو درست ہے اور اگر حج کرنا چاہے تو حل میں سے احرام باندھے جیسا وہاں کے لوگ کرتے ہیں۔

جو آفاقی یعنی میقات سے خارج رہنے والا بے احرام حرم میں جاوے تو اس کو حج یا عمرہ کرنا واجب ہوتا ہے۔ اگر کئی دفعہ گیا ہو تو بدلے ہر دفعہ بے احرام جانے کے ایک ایک حج یا عمرہ کرے۔ اگر میقات پر عود کر کے احرام باندھ لیا تو آخر دفعہ کے جانے سے کافی ہو گا اور باقی ذمہ پر واجب رہیں گے۔ اور اگر آفاقی بدوں احرام گیا اور پھر اسی سال میں حج فرض یا نذر یا عمرہ نذر ادا کیا تو بھی دخول بلا احرام کا نسک ساقط ہو گیا اور جو اگلے سال کیا تو ساقط نہیں ہوتا اُس کا احرام جدا باندھ کر ادا کرنا ہو گا۔

اگر کسی نے عمرہ کیا اور پہلے حلق یا قصر سے دوسرے عمرہ کا احرام باندھا تو دَم دے گا۔ پھر اگر دُوسرا عمرہ ادا کرنے سے پہلے حلق کرے تو دوسرا دم دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فائدہ ہدی بھیڑ بکری ہے ایک سال کی اور اونٹ پانچ سال کا اور گائے بھینس دو سال کی اور قلادہ ڈال کر شہرت دینی یا عرفات پر ساتھ لے جانا واجب نہیں۔ مگر دم قران اور تمتع کو اور نفل اور نذر کو اگر بدنہ ہو مستحب ہے کہ قلادہ ڈالے اور عرفات پر ساتھ لے جاوے اور جو بھیڑ بکری ہو تو نہیں اور ذبح کرنے والے کو دم قران اور تمتع میں سے کھانا مستحب ہے

اور دم نفل اگر حرم میں جا کر ذبح ہو تو اُس کا بھی کھانا ذابح کو جائز ہے اور دم جنایات اور دم حصار اور دم نذر اور دم نفل کہ راہ میں ذبح ہو اور حرم تک نہ پہنچے۔ ذابح کو اور اغنیاء کو جائز نہیں ہے۔ اگر کھا لے گا تو ضمان دینا ہو گا اور سب اقسام ہدی کو حرم میں ذبح کرنا ضرور ہے خارج حرم سے جائز نہیں [illegible] کچھ خصوصیت نہیں اور فقراء حرم کو دینا افضل ہے ورنہ کچھ تخصیص ان کی نہیں ہے اور دم قران اور تمتع کو

ایام نحر میں ذبح کرے جو پہلے کرے گا تو معتبر نہ ہوگا۔ اور جو بعد ایام نحر کے کرے گا تو معتبر ہوگا مگر دم تاخیر دینا ہوگا اور باقی ہدایہ میں ایام نحر شرط نہیں اور نکیل اور جھول ہدی کی بھی صدقہ کر دے۔ اور اجرت قصاب کی ہدی میں سے نہ دے۔ اگر صدقہ اور ہدیہ کے طور پر دیوے جائز ہے اور ہدی پر سوار نہ ہو اگر مضطر سواری کا ہو تو مضائقہ نہیں مگر جو سوار ہونے یا بوجھ لادنے سے کچھ نقصان ہوگا تو ضمان نقصان فقراء کو دینا ہوگا اور اغنیاء کو دینا کافی نہیں اور شیر ہدی کا نہ نکالے۔ اگر کثرت سے ٹپکنے لگے تو اگر وقت ذبح کا قریب ہے تو سرد پانی سے بند کر دے اور جو ایام ذبح بعید ہو دیں تو نکال کر فقراء پر صدقہ کر دے۔ اگر اغنیاء کو دے گا یا آپ پیوے گا تو ضمان دینا ہوگا۔

اگر ہدی میں قبل از بلوغِ محل ایسا نقصان ہو جاوے کہ قربانی اس کی نہیں ہو سکتی تو اگر ہدی واجب ہے تو اس کے بدلے میں اور قائم کرے اور نقصان دار کو چاہے سو کرے اور جو ہدی نفل ہو تو ذبح کر دے اور اس کے **قلادہ** کو اس کے خون میں بھر کے اُس کی کوہان پر دھبہ خُون کا لگا دے کہ یہ نشان ہے اس کا کہ غنی نہ کھاوے۔

تنبیہ — جو حاج مسافر ہے اس پر اضحیہ واجب نہیں ہوتا اگرچہ غنی ہے۔ مگر جو بسبب اقامت مکہ کے مسافر نہیں رہا بلکہ مقیم ہو گیا ہے تو بشرط غنی ہونے کے اس پر اضحیہ یعنی قربانی بھی واجب ہے۔ دم قِران وغیرہ۔ سے اضحیہ ساقط نہیں ہوتا بلکہ اضحیہ دوسرا واجب مستقل ہے کہ اس کا ادا کرنا بھی حجاج پر بشرط اقامت وغنا واجب ہے۔ جو محرم بسبب خوف دشمن یا درندہ کے یا غلبہ مرض کے رُک جاوے اس کو محصر کہتے ہیں۔ تو اگر یہ مفرد ہے یا معتمر تو ایک دَم یا قیمت دَم کی دے کر کسی کو حرم میں بھیجے تا وہ شخص حرم میں جا کر ذبح کرے اور تاریخ و وقت ذبح کی معین کر دے تا بعد ذبح حلال ہو اور ایامِ نحر اس ذبح میں بھی ضرور نہیں اور اگر دم یا قیمت اس کی میسر نہ ہو تو حلال نہیں ہو سکتا جب تک کہ حرم میں ذبح نہ ہو یا خود جا کر طواف سعی کر کے حلق نہ کرے اور جو محصر قارن ہے تو دو دم بھیجے۔ اگر ایک دم بھیجے گا تو ایک بھی احرام سے نہیں نکلے گا اور اگر محصر دم نہ بھیجے بلکہ صبر کرے یہاں تک کہ مانع زائل ہووے اور پھر آپ ہی جاوے تو بھی درست ہے۔ اگر زمانہ حج کا پا لیا تو بہتر ورنہ افعال عمرہ کر کے حلال ہو جاوے۔ اور محصر فقط ذبح سے حلال ہو جاتا ہے حلق کرے یا نہ کرے۔ اگر وقت ذبح سے پہلے حلال ہو لیا یا معلوم ہُوا کہ ذبح حرم میں واقع نہیں ہُوا بلکہ حل میں ہو گیا ہے تو کفارہ جنایت کا دینا واجب ہوگا۔ اگر جنایت مکرر ہوں کفارہ بھی مکرر دے گا۔

پھر جو محصر حرم میں ذبح کر کے حلال ہو لیتا ہے تو قضا اس کے ذمہ واجب ہوتی ہے۔ پس اگر احرام حج سے حلال ہُوا ہے، اگر حج نفل ہی ہو تو اگر اسی سال میں قضا کرے ایک حج کر لے اور سال آئندہ میں قضا کرے تو ایک حج اور ایک عمرہ کرے اگر قِران کر لے تو بھی جائز ہے۔ اور اگر قِران سے حلال ہُوا ہے

جواسی سال قضاء کرے تو قِران قضا کرلے اور دوسرے سال کرے تو چاہیے ایک حج دو عمرہ کرے اور چاہیے ایک قران اور ایک عمرہ اور معتمر فقط ایک عمرہ ہی قضاء کرے۔ خواہ کبھی کرے۔ اور جو محصر دم روانہ کرچکا پھر احصار بھی زائل ہوگیا۔ اگر ہدی اور حج دونوں پاسکتا ہے تو واجب ہے کہ جاکر حج ادا کرے اور ہدی کو چاہیے سو کرے اور اگر حج اور ہدی دونوں کو نہیں پاسکتا تو جانا کچھ ضرور نہیں۔ چاہیے جاوے چاہیے نہ جاوے۔ اور اگر ہدی کو نہیں مل سکتا لیکن زمانہ حج کا پاسکتا ہے تو افضل ہے کہ جاکر حج کرلے۔ اگر نہ گیا تو کچھ ڈر بھی نہیں اور جو بعد وقوف عرفہ کے احصار ہوگیا تو محصر نہیں ہوگا۔ کیونکہ وقت طواف زیارت کا ساری عمر ہے مگر جو طواف ایام نحر سے مؤخر ہوگا تو دم تاخیر دینا آوے گا۔

اگر مکہ میں دونوں رکن حج سے بند ہوگیا تو محصر ہوتا ہے جو ایک سے رُکا تو محصر نہیں۔ کیونکہ اگر وقوف عرفہ سے رُکا ہے تو افعال عمرہ کے بجالا کر حلال ہووے اور اگر طوافِ زیارت سے رُکا تو یہ طواف موقت نہیں ساری عمر میں ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

باب الحج عن الغیر

اب جان لے کہ عمرہ اور حج نیابتہً بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے ادا کر دیوے۔ سو عمرہ اور حج نفل میں تو نیابت کے واسطے کوئی شرط نہیں البتہ کرنے والے میں اہلیت ہونی چاہیئے کہ اسلام اور عقل تمیز ہے مگر ادائے فرض حج کے واسطے چند شرائط ہیں کہ بدون اُن کے فرض حج نیابت سے ادا نہیں ہو سکتا۔ اوّل یہ کہ جو شخص اپنا حج کرادے اس پر پہلے حج فرض ہُوا۔ اور وہ بعد فرض ہونے کے خود جانے سے معذور عاجز ہوگیا اور تا مرگ عاجز ہی رہا۔

پس اگر کسی نے قبل فرض ہونے کے حج کرد یا تھا اور بعد اُس کے اس پر حج فرض ہوگیا تو فرض ذمہ پر ہے اور پہلا حج نفل رہے گا۔ اور ایسا ہی اگر بعد فرض ہونے کے عاجز ہونے سے پہلے کرا دیا اور پھر عاجز ہُوا تو حج فرض ادا نہیں ہوتا۔ پھر کرانا واجب ہے اور جس عذر کے سبب عاجز ہو کر حج کرایا ہے اگر وہ عذر ایسا ہے کہ اُس کے رفع کی توقع ہے۔ مثلاً شدید بیمار تھا اور بعد حج کرانے کے وہ عذر رفع ہوگیا تو حج فرض ادا نہیں ہوتا۔ پھر خود کرنا لازم ہے اور اگر ایسا عذر تھا کہ اچھے ہونے کی اُس میں صورت نہیں ہوتی۔ مثلاً کسی کی آنکھیں جاتی رہی تھیں اور پھر بعد حج کرانے کے قدرت حق تعالیٰ سے وہ اچھی ہوگئیں تو اب اعادہ حج کا اس پر فرض نہیں ہوتا۔ حج فرض اس کا ادا ہوچکا۔

دوسری شرط یہ کہ جو عاجز ہو جاوے وہ دوسرے شخص کو امر حج کر دینے کا کرے اور خرچ راہ کا اُس کو دیوے اور جانے والا اُسی کے خرچ سے سوار ہو کر حج ادا کرے۔ اور جو مُردہ ہے اور وصیت حج

کرانے کی کر گیا ہے تو اُس کے وارث یا وصی اسی طرح دوسرے کو امر کر کے خرچ راہ دیویں۔

پس اگر کوئی زندہ کی طرف سے بدوں امر کے حج کر دیوے گا تو فرض زندہ کا ساقط نہ ہووے گا اور مُردہ بھی اگر وصیت کر مرا ہے تو بغیر امر وارث کے حج فرض مُردے کا ادا نہیں ہو سکتا۔ مگر جو مُردہ بدوں وصیت حج کے مَر گیا تو اگر کسی نے وارث ہو یا اجنبی تبرعًا اس کا حج فرض ادا کر دیا تو حج فرض مُردہ کا ادا ہو جاوے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ایسے ہی اگر آمر عاجز نے یا وارث نے مردہ کے امر تو کیا مگر روپیہ نہ دیا تو بھی حج فرض ادا نہیں ہوگا اور جو روپیہ دیا مگر مامور نے اپنے روپیہ سے حج کیا تو اگر آمر کے روپیہ میں سے مجرا لے لیا تو حج فرض ادا ہو جاوے گا ورنہ نہیں۔ اور ایسے ہی اگر راہ میں سوار نہ ہُوا بلکہ پیدل حج کر دیا تو بھی فرض آمر کا ادا نہیں ہو گا۔ روپیہ واپس دینا ہوگا۔ اور خرچ میں اور سوار چلنے میں اکثر کا اعتبار ہے۔ اگر اکثر روپیہ آمر کا خرچ کیا یا اکثر راہ سوار چلا تو فرض ادا ہو جاتا ہے اور کم میں نہیں۔ مگر ہاں جو مردہ وصیت کر مرا اور اس کے ثلث مال میں اتنی گنجائش نہیں کہ سوار ہو کر وطن سے حج ہو سکے تو جہاں سے ممکن ہو وہاں سے سوار ہو کر ادا کرے اور اور باقی پیدل تو فرض حج مُردہ کا ادا ہو جاتا ہے۔ اگر مامور نے روپیہ آمر کا اپنے روپیہ میں ملا لیا اور پھر اس مخلوط سے حج کیا۔ اگر اکثر قدر روپیہ آمر کا خرچ ہو گیا ہے تو فرض آمر کا ادا ہو جاوے گا اور ضمان سے بری ہو جاوے گا۔

تیسرے حج کرنے والا اہل حج کرنے کے ہووے۔ اعنی مسلمان اور عاقل اور ممیز ہووے۔ اعنی مجنون اور لڑکا نہ ہووے۔

چوتھے وطن آمر سے حج کرے اگر گنجائش مال میں ہے ورنہ جہاں سے قبل میقات ہو سکے کر دیوے۔

پانچویں وقت احرام کے نیت حج آمر کی کرے۔ اگر زبان سے کہے لبیک عن فلاں مثلاً تو بہتر ہے ورنہ قلب سے بھی کافی ہے۔ اگر وقت احرام کے مبہم احرام کیا کسی کی طرف سے نیت نہیں کی تو شروع افعالِ حج سے پہلے نیت کر لیوے۔ اگر افعالِ حج شروع کر لئے پھر نیت درست نہیں ہوتی مامور کا حج ہو جاوے گا اور خرچ آمر کا واپس کرنا پڑے گا اور اگر اپنی طرف سے حج کرے گا جب بھی ضمان دیوے گا اور ایسا ہی اگر کسی دوسرے شخص کی نیت ساتھ کر لیوے خواہ دوسرا شخص بھی آمر تھا یا غیر آمر۔ تو دونوں شخصوں کا حج نہیں ہووے گا۔ اس مامور یعنی کرنے والے کا ہو جاوے گا۔ خرچ دونوں کا واپس کرنا لازم ہووے گا۔ اگر کسی شخص نے تبرعًا بدوں امر کے دو اجنبی کی طرف سے یا اپنے والدین کی طرف سے ایک احرام میں نیت کی تو بعد احرام کے قبل شروع افعال کے یا بعد فراغت اگر ایک کی طرف سے مقرر کر دیوے تو درست ہے۔ کیونکہ یہ حج ادا کرنے والے کا ہُوا ہے۔ ان دونوں کی نیت لغو ہو گئی۔ اب جس کو چاہے ثواب دیدے۔ چاہے دونوں کو ثواب دیدے ہر حال میں درست ہے۔

چھٹے خود مامور حج کرے دوسرے سے نہیں کرا سکتا۔ اگر راہ میں بیمار ہوگیا اور دوسرے شخص کو بھیج دیا تو روپیہ واپس دیوے گا۔ حج آمر کا ادا نہ ہووے گا۔ مگر جو آمر نے اجازت دے دی ہو اور اُس کی رائے پر چھوڑ دیا ہو تو مضائقہ نہیں۔

ساتویں میقات آمر سے احرام حج کا باندھے اور مخالفت آمر کے حکم کی نہ کرے۔ پس اگر آمر نے حج کو کہا اور مامور نے تمتع کر دیا تو ضمان دیوے گا اور حج مامور کا ہووے گا نہ آمر کا علیٰ ہذا۔ جو افراد کی جگہ قِران کر دیا تو مخالف ہوگیا اور روپیہ واپس دیوے گا۔ مگر جو آمر نے اجازت دی ہو کہ قران کر دینا تو درست ہے مگر دم قِران اپنے مال سے دیوے آمر کے مال سے درست نہیں اور تمتع کرنا کسی حال میں درست نہیں اگرچہ آمر نے اذن دیا ہو کیونکہ میقات آمر سے حج نہ ہووے گا۔ مگر جو تمتع اذن آمر سے کیا ہے تو ضمان نہیں آتا گو حج آمر کا ادا بھی نہیں ہوتا۔

پس بعد رعایت ان امور مذکورہ کے جو مامور نے حج آمر کی طرف سے کیا۔ اگر تمام کر دیا تو بہتر اور جو حج فاسد کر دیا تو بھی مامور ضمان دیوے گا۔ اور پھر قضاء جو کرے گا وہ بھی مامور ہی کی طرف سے ہووے گی آمر کا حج ادا نہیں ہوا۔ اگر مامور بعد اداء حج آمر کے اپنی طرف سے عمرہ لاوے تو یہ درست ہے۔ حج آمر میں نقصان نہیں ہوتا۔ مگر جس قدر اپنے عمرہ میں رہے اُس کا نفقہ آمر سے نہ لیوے اور بعد ادا کر دینے حج کے بہتر یہ ہے کہ مامور وطن آمر میں جہاں سے گیا تھا لوٹ کر آ دے۔ اگر مکہ میں رہ گیا تو بھی کچھ اندیشہ نہیں کہ حج ادا کر چکا۔ مگر لوٹ آنا افضل ہے کہ اداء نائب کا مثل ادا آمر کے ہو جاوے اور اگر کسی نے کسی کو حج کر دینے کا امر کیا۔ اُس نے دوسرے تیسرے سال ادا کیا اس سال ادا نہ کیا تو کچھ حرج نہیں۔ حج آمر کا ہی ہو جاوے گا اور حج کرانے میں اجرت کے ساتھ حج نہ کراوے اور وقت امر کے ایسے الفاظ سے امر نہ کرے جس سے عقد اجارہ سمجھا جاوے۔ مگر جو اجرت پر حج کرایا جاوے گا تو حج آمر کا ہی ادا ہو گا اور اُجرت واپس کرنی ہوگی اور قدر خرچ اس کرنے والے کے روپیہ دلایا جاوے گا۔ جس شخص نے اپنا حج نہ کیا ہو۔ اگر وہ دوسرے شخص کی طرف سے حج کر دے تو حج آمر کا ادا ہو جاتا ہے۔ مگر مکروہ ہے جو عورت مرد کی طرف سے حج کرے یہ بھی جائز ہے مگر مرد سے کراویں تو اولیٰ۔ اور افضل یہ ہے کہ مامور مسائل سے واقف ہووے۔ کیونکہ عوام ناواقف اداء حج میں اکثر نقصان کرتے ہیں۔

اور اگر مامور سے حج فوت ہوگیا بسبب تقصیر مامور کے تو ضمان دیوے گا۔ مگر جو دوسرے سال اپنے روپیہ سے آمر کا حج ادا کر دیوے گا تو آمر کا حج ادا ہو جاوے گا اور ضمان سے بری ہو جاوے گا اور اگر مامور کی تقصیر نہیں ہے تو ضمان دینا نہیں آتا۔ پھر دوسرے سال منیب کی طرف سے حج کر دیوے اور حصار کا دم آمر کے مال میں سے دیوے۔ اور قِران اور تمتع کا دم مامور دیوے گا اپنے مال سے۔ اگر آمر نے اجازت قِران تمتع کی دیدی تھی اور مخالف ہی ہوگیا اور ضمان دیوے گا جیسا اوپر گزر چکا۔ اور نہ دم

جنایات بھی خود مامور اپنے مال سے دیوے گا۔ اگر کوئی وصیت کر گیا کہ میرا حج ادا کر دینا تو اُس کے ثلث مال سے حج کرایا جاوے۔ اگر ثلث میں گنجائش ہے کہ وطن سے منیب کے حج ہو سکے تو بہتر ورنہ جہاں سے ممکن ہو وہاں سے کرادیویں۔ اور جو اس قدر بھی نہیں کہ میقات سے کرایا جاوے تو وصیت باطل ہوگئی۔ نفقہ جو مامور کے واسطے حاجت ہوتی ہے روٹی، گوشت، سالن، گھی، تیل چراغ کا، اور احرام کے کپڑے، پانی پینے کا، لباس، سفر کے کپڑے دھونے کا مصالح یا مزدوری اور ضروریات راہ کی مشک، ظروف اور حجام وغیرہ کا خرچ، مکان کا کرایہ، حفاظت کا کرایہ اور جس جس شئے کی حاجت ہوتی ہے حسب عزت اور لیاقت مامور کے کرنا چاہیئے زیادہ نہ کرے اور کوتاہی بھی نہیں چاہیئے۔ مگر صدقہ اور ضیافت مال آمر سے نہ کرے اور قرض نہ دے اور وضو اور غسل جنابت اور دوا مال میت سے نہ لیوے بلکہ اپنے پاس سے کرے۔ مگر جو آمر نے اجازت دے دی ہو تو یہ سب درست ہے۔ اس واسطے چاہیئے کہ آمر سے ہر طرح کی اجازت لے لیوے تاکہ تنگی اور دشواری نہ ہووے اور راہ میں اگر مقام کیا قافلہ کے انتظار میں تو ایام قیام کا نفقہ مال آمر سے لیوے اور اپنی حاجت کو ٹھہرے تو اپنے پاس سے خرچ کرے۔ ایسا ہی بعد فراغ حج کے جو ضرورت مرکب یا قافلہ سے قیام ہوا، تو نفقہ مال آمر سے ہوگا ورنہ اپنے پاس سے خرچ کرے۔ پھر جب وہاں سے چلے تو مال آمر میں سے خرچ کرنے لگے۔ مگر جو بعد حج کے وہاں رہنے کا عزم ہو گیا اور اوپر لکھا گیا کہ یہ بات جائز ہے تو اب نفقہ مامور کا مال آمر سے منقطع ہو گیا۔ پھر اگر رجوع وطن کا قصد ہو گیا تو اب اپنے ہی پاس سے خرچ کرے۔ آمر کے مال سے خرچ کرنا درست نہ ہووے گا۔ ایسا ہی اگر مکہ میں پہلے ذی الحجہ سے پہنچ گیا تو نفقہ اپنے پاس سے خرچ کرے۔ پھر جب ذی الحجہ شروع ہو جاوے مال آمر سے خرچ کرنے لگے۔ پھر بعد حج کے جب وطن آمر میں لوٹ آیا یا مکہ میں قیام کی نیت ٹھہرائی تو جو کچھ نقد و جنس مال آمر سے باقی رہے وہ سب حوالہ آمر کے کر دے۔ اگر آمر خود تبرع کر کے دے دیوے تو لینا درست ہے۔ فقط

خاتمہ

اب جان لے کہ زیارت روضہ مطہرہ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی افضل المستحبات ہے، بلکہ بعض نے قریب واجب کے لکھا ہے اور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی میری قبر کی زیارت کرے اُس کے واسطے میری شفاعت واجب ہو گی۔ اور فرمایا ہے کہ جو کوئی میری زیارت کو آوے اور اس آنے میں اس کو محض زیارت ہی مقصود ہو اور کوئی حاجت نہ ہو تو مجھ پر حق ہو گیا کہ میں اُس کا قیامت کو شفیع ہوں۔

اور فرمایا ہے کہ جو کوئی بعد انتقال میرے کے زیارت میری قبر کی کرے تو مثل اُس کے ہے کہ جس نے حال حیات میں میری زیارت کی ہو۔ پس جس شخص پر حج فرض ہو تو اول اُس کو حج کر لینا بہتر ہے۔ ورنہ اختیار ہے چاہے حج پہلے کرے یا مدینہ منورہ پہلے ہو آوے۔

غرض جب مدینہ کا عزم ہو تو بہتر یوں ہے کہ نیت زیارت قبر مطہر کی کر کے جاوے تا مصداق اس حدیث

کا ہو جاوے کہ جو کوئی محض میری زیارت کو آوے شفاعت اُس کی مجھ پر حق ہو گئی۔ اور جب مدینہ منورہ کو چلے تو کثرت درود شریف کی راہ میں بہت کرتا رہے۔ پھر جب درخت وہاں کے نظر پڑیں تو اور زیادہ کثرت کرے۔ جب عمارت وہاں کی نظر آوے تو درود پڑھ کر کہے :-

اَللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمُ نَبِيِّكَ فَاجْعَلْهُ وِقَايَةً لِّيْ مِنَ النَّارِ وَاَمَانًا مِّنَ الْعَذَابِ وَسُوْءِ الْحِسَابِ -

اور مستحب ہے کہ غسل کرے یا وضو اور کپڑے پاک صاف اچھا لباس پہنے اور نئے کپڑے ہوں تو بہتر ہے اور خوشبو لگاوے اور پہلے سے پیادہ ہولے اور خشوع اور خضوع اور تواضع جس قدر ہو سکے فروگذاشت نہ کرے اور عظمت مکان کی خیال کئے ہوئے درود شریف پڑھتا ہوا چلے۔ جب مدینہ مطہرہ میں داخل ہو کہے :-

رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَارْزُقْنِيْ مِنْ زِيَارَةِ رَسُوْلِكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَزَقْتَ اَوْلِيَاءَكَ وَاَهْلَ طَاعَتِكَ وَاغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ يَا خَيْرَ مَسْئُوْلٍ -

اور ادب اور حضور قلب اور دعاء اور درود شریف بہت پڑھے۔ وہاں جا بجا مواقع قدم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ امام مالک رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں سوار نہیں ہوتے تھے۔ فرماتے تھے کہ مجھ کو حیا آتی ہے کہ سواری کے گھوڑوں سے اس زمین کو پامال کروں کہ جس میں حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے پھرے ہوں۔ اور پھر جب مسجد نبوی میں داخل ہو تو اوّل داہنا پاؤں داخل کرے اور دُعاء دخول مسجد اور درود شریف پڑھے اور باب جبرئیل سے داخل ہونا بہتر ہے۔ پھر روضہ مبارک میں کہ مابین قبر شریف اور منبر کی زمین کا نام ہے اور یہ قطعہ جنت کا ہے تحیۃ المسجد پڑھے۔ اس طرح کہ منبر داہنے مونڈھے کی سیدھ پر رہے اور وہ ستون جس کے نیچے صندوق ہے سامنے رہے کہ یہ مُوقف حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور بعد تحیۃ المسجد کے سجدہ کرے کہ حق تعالے نے یہ نعمت اُس کے نصیب کی اور دُعا کرے جو چاہے۔ پھر روضہ کے پاس حاضر ہو اور سر ہانے کی دیوار کے کونہ میں جو ستون ہے اُس سے تین چار ہاتھ کے فاصلہ سے کھڑا ہو اور پشت قبلہ کی طرف کرے کچھ بائیں طرف کو مائل ہو کر تا چہرہ شریف کے خوب مواجہ ہووے اور باادب تمام اور باخشوع کھڑا ہو اور زیادہ قریب نہ ہو اور دیوار کو ہاتھ نہ لگاوے کہ محل ادب اور ہیبت ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لحد شریف میں قبلہ کی طرف چہرہ مبارک کئے لیٹے ہوئے تصوّر کرے اور کہے :-

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ - اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَ خَلْقِ اللّٰهِ - اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خِيَرَةَ اللّٰهِ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ - اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ

يَا سَيِّدَ وُلْدِ آدَمَ - اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ - يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَشْهَدُ اَنَّكَ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّيْتَ الْاَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ وَكَشَفْتَ الْغُمَّةَ فَجَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا جَزَاكَ اللّٰهُ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَازٰى عَنْ نَبِيًّا عَنْ اُمَّتِهٖ - اَللّٰهُمَّ اَعْطِ لِسَيِّدِنَا عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ مُحَمَّدِنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَابْعَثْهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ وَاَنْزِلْهُ الْمُنْزَلَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ اِنَّكَ سُبْحَانَكَ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ -

اور پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دُعا کرے اور شفاعت چاہے کہے :-

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَسْاَلُكَ الشَّفَاعَةَ وَاَتَوَسَّلُ بِكَ اِلَى اللّٰهِ فِيْ اَنْ اَمُوْتَ مُسْلِمًا عَلٰى مِلَّتِكَ وَسُنَّتِكَ -

اور ان الفاظ میں جس قدر چاہے زیادہ کرے ۔ مگر ادب اور عجز کے کلمات ہوں ۔ لیکن سلف یہاں الفاظ مختصر کہنے کو جہاں تک اختصار ہو مستحسن رکھتے ہیں - اور بہت پکار کر نہ بولے بلکہ آہستہ خضوع اور ادب سے بہ نرمی عرض کرے اور جس کا سلام کہنا ہو عرض کرے اَلسَّلَامُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ يَسْتَشْفِعُ بِكَ اِلٰى رَبِّكَ - پھر بقدر ایک ہاتھ کے پیچھے کو ہٹ کر حضرت صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر سلام کہے -

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَثَانِيْهِ فِي الْغَارِ رَفِيْقَهٗ فِي الْاَسْفَارِ اَمِيْنَهٗ عَلَى الْاَسْرَارِ اَبَا بَكْرِ الصِّدِّيْقِ جَزَاكَ اللّٰهُ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ خَيْرًا -

پھر قدر ایک ہاتھ کے اور پیچھے کو ہٹ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سلام کہے :-

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ الْفَارُوْقِ الَّذِيْ اَعَزَّ اللّٰهُ بِهِ الْاِسْلَامَ اِمَامَ الْمُسْلِمِيْنَ مَرْضِيًّا حَيًّا وَمَيِّتًا جَزَاكَ اللّٰهُ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ خَيْرًا -

اور یہاں بھی کمی زیادتی الفاظ میں اختیار ہے اور جس نے کہہ دیا ہو اُس کا سلام پہنچاوے اور پھر ذرا آگے بڑھ کر کہے :-

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا ضَجِيْعَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَفِيْقَيْهِ وَوَزِيْرَيْهِ جَزَاكُمَا اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ جِئْنَا كَمَا نَتَوَسَّلُ بِكُمَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَشْفَعَ لَنَا وَيَدْعُوْ لَنَا رَبَّنَا اَنْ يُحْيِيَنَا عَلٰى

مِلَّتِہٖ وَ سُنَّتِہٖ وَ یَحْشُرَ نَا فِیْ زُمْرَتِہٖ وَ جَمِیْعَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔

پھر آگے کو بڑھ کر مقابلہ وجہ شریف کے کھڑا ہو کر جو کچھ ہو سکے دُعا کرے ۔ اپنے اور والدین اور مسلمانوں کے واسطے ۔ پھر وہاں سے نکل کر اسطوانا ابولبابہ کے پاس آکر دو رکعت پڑھ کر دُعا کرے ۔ پھر روضہ میں آکر نفلیں پڑھے ۔ اگر وقت مکروہ ہو اذکار و استغفار و دُعا کرتا رہے جب تک ہو سکے ۔ پھر منبر کے پاس رمانہ منبر پر ہاتھ رکھے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر دستِ مبارک رکھتے تھے ۔ پھر اسطوانہ حنانہ پر آوے اور سب جگہ درود شریف اور دُعا سے غافل نہ ہو ۔ جس قدر کثرت ہو سکے بہتر ہے اور جب تک مدینہ منورہ میں رہے تلاوت اور ذکر کرتا رہے اور صلوٰۃ اور سلام خوب کرتا رہے ۔ اور راتوں میں بہت جاگے اور وقت ضائع نہ کرے اور حتی الوسع نماز مسجدِ نبوی میں پڑھے اور بعد زیارت قبر مبارک کے ہر روز یا جمعہ کو زیارت مزارات بقیع کے بھی ضرور کرے کہ حضرت عثمان اور حضرت عباس اور حضرت حسن اور حضرت ابراہیم اور ازواجِ مطہرات اور اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وہاں تشریف رکھتے ہیں ۔ اور حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور شہداءِ احد رضی اللہ عنہم اجمعین کی بھی زیارت کرے اور مسجد فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں جاکر نماز پڑھے اور ہفتہ کے روز مسجد قبا میں جاکر نماز پڑھ کر دُعا کرے اور جب رخصت ہو تو دو رکعت مسجد نبوی میں پڑھ کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہو اور جس طرح مذکور ہو چکا سلام کرے اور پھر رخصت ہو کر آوے ۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَ اَحْکَمُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَعَلٰی جَمِیْعِ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَالْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ ۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا وَارْزُقْنَا رِضَاکَ حَیًّا وَ مَیِّتًا یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ اٰمِیْنَ ثُمَّ اٰمِیْنَ !

فیصلۃ الاعلام فی دار الحرب و دار الاسلام

المعروف بہ

کیا ہندوستان دار الحرب ہے؟ ۱۳۵۲ھ

—— افاضات مبارکہ ——

قطب العالم امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی قدس اللہ سرہٗ

—— مع ترجمہ وشرح اردو ——

از جناب مولانا الحاج المفتی محمد شفیع صاحب مدرس دار العلوم دیوبند

از مکتبہ دار التبلیغ دیوبند ضلع سہارنپور شائع گردید

نوٹ: یہ رسالہ ۱۳۵۲ھ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ سابق مفتی واستاذ الحدیث دار العلوم دیوبند (و مفتی اعظم پاکستان) نے اپنے مکتبہ دار التبلیغ دیوبند سے اردو ترجمہ کے ساتھ شائع کیا تھا اس کا ایک نسخہ حضرت نفیس شاہ صاحب مدظلہم (استاذ الخطاطین) کے ذریعہ ہمیں ملا جو بصد شکریہ اس مجموعہ میں شامل کیا جارہا ہے۔ ناشر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کیا ہندوستان دارُالحرب[1] ہے؟

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ سابق مفتی دارالعلوم دیوبند و مفتی اعظم پاکستان

ہندوستان چونکہ باعتبار اپنی آبادی حکومت و تسلط مسلم و غیرمسلم پر مشتمل ہے اور ان کے بدلنے کے ساتھ ساتھ بہت سے احکام اسلام میں بھی تغیر و تبدّل ہوجاتا ہے۔ اسی لئے ہندوستان کے دارالاسلام و دارالحرب ہونے کا مسئلہ ایک عرصہ سے زیر بحث چلا آتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آج قطب عالم جنید زماں ابوحنیفۂ وقت حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وہ فتویٰ شائع کیا جاتا ہے جو آپ نے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کے متعلق بعض اہل علم تلامذہ کے سوال کے جواب میں مفصّل و مکمل تحریر فرمایا ہے اور جس کی نقل حضرت ممدوح کے صاحبزادے حضرت العلامۃ مولانا حکیم مسعود احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے احقر کو عطا فرمائی تھی اور حضرت کے اقارب و تلامذہ میں دوسرے متعدد حضرات کے پاس بھی اس کی نقلیں موجود ہیں۔

اس مسئلہ کی ضرورت اور شرعی اہمیت

جو لوگ فقہ اور فتاویٰ سے مناسبت رکھتے ہیں اُن پر یہ بات مخفی نہیں کہ تقریباً فقہ کے تمام ابواب نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، نکاح، طلاق اور بالخصوص بیع و شراء، اجارہ و دیگر معاملات میں سینکڑوں مسائل شرعیہ میں دارالاسلام کے لئے کچھ ہے اور دارالحرب کے لئے دوسرا۔ اس لئے اگر یوں کہا جائے کہ احکام شرعیہ کا ایک بہت بڑا حصّہ اس پر موقوف ہے کہ ان پر عمل کرنے والے جس ملک میں آباد ہیں پہلے اس کا دارالاسلام یا دارالحرب ہونا متعین کریں تو بالکل صحیح و درست ہے اسی لئے مدت سے یہ مسئلہ علماءِ ہندوستان میں زیر بحث ہے۔ قطب عالم حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ سے بھی یہ مسئلہ دریافت کیا گیا۔ حضرت نے ضرورتِ وقت کا لحاظ فرما کر خلاف عادت اس کا جواب نہایت شرح و بسط کے ساتھ تحریر فرمایا جو الحمد للہ احقر کو دستیاب ہوگیا اور رسالہ المفتی کو اس کی اشاعت کا شرف حاصل ہُوا۔

(نوٹ) اصل فتویٰ فارسی زبان میں ہے احقر نے افادہ خاص و عام کے خیال سے اصل فتویٰ کو بعینہٖ باقی رکھنے کے ساتھ اس کا ترجمہ اردو بھی ساتھ ساتھ لکھ دیا حق تعالیٰ اس کو بھی اصل کی طرح قبول و مفید فرمائے۔ آمین اصل رسالہ پر حضرت نے کوئی نام تجویز نہیں فرمایا بغرض سہولت احقر نے اس کا نام بھی فیصلۃ الاعلام فی دارالحرب و دارالاسلام رکھ دیا۔

ناکارۂ خلائق   **بندہ محمد شفیع**   ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ

---

[1] دارالحرب فقہ کا اصطلاحی لفظ ہے جو دارالکفر وغیرہ کے مفہوم کو بھی شامل ہے۔ ۱۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال :۔ معروض بحضرت علماء کرام و مفتیان اسلام این است کہ بیشتر از احکام شرعیہ موقوف بر امتیاز دار الاسلام از دار الحرب ست چنانکہ بر حضرات علماء مخفی نیست پس چہ می فرمائید علماء عصر دریں باب کہ بلاد ہندوستان دریں ایام کہ بھمون وجہ زیر تسلط نصاری ست دار الحرب قرار دادہ خواہد شد یا دار الاسلام ۔ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ باید دانست کہ مدار بودن بلدہ و ملکے دار الاسلام و دار الحرب بر غلبہ[1] اسلام و غلبہ کفار است وبس لہٰذا ہر موضع کہ مقہور تحت حکم مسلمین است آں را بلاد اسلام گفتہ خواہد شد۔ قال فی جامع الرموز کتاب الجہاد جلد ۴ ۔

دار الاسلام ما یجری فیہ حکم امام المسلمین و دار الحرب ما یجری فیہ امور رئیس الکافرین ۔ کما فی الکافی و ذکر فی الزاھدی انہا ما غلب فیہ من المسلمین وکانوا فیہ امنین و دار الحرب ما خافوا فیہ من الکافرین ۔

سوال :۔ حضرات علماء کرام اور مفتیانِ اسلام کی خدمت میں عرض ہے کہ بہت سے احکامِ شرعیہ اس پر موقوف ہیں۔ دار الاسلام اور دار الحرب میں امتیاز کیا جاوے جیسا کہ حضرات علماء پر مخفی نہیں ۔ پس اس مسئلہ میں حضرات علماء عصر کیا فرماتے ہیں کہ بلاد ہندوستان جو آج کل ہر طرح سے نصاریٰ کے تسلط و حکومت میں ہیں احکام شرعیہ میں ان کو دار الحرب قرار دیا جائے گا یا دار الاسلام ۔ بینوا توجروا ۔

الجواب :۔ پہلے یہ بات سمجھ لینا چاہیئے کہ کسی ملک اور کسی شہر کے دار الاسلام یا دار الحرب ہونے کا مدار اس پر ہے کہ اس پر غلبہ اہلِ اسلام کا ہے یا کفار کا ۔ بناء علیہ جو شہر مسلمانوں کے زیر حکومت ہے وہ دار الاسلام کہلائے گا جیسا کہ جامع الرموز میں ہے :۔

---

[1] فتاوی عزیزی مطبوعہ مجتبائی ج اول ص۱۶ میں ہے در کافی می نویسد ۔ ان المراد ببلاد اسلام بلاد یجری فیہا حکم امام المسلمین ویکون تحت قہرہ و بدار الحرب بلاد یجری فیہا امر عظیمہا ویکون تحت قہرہ ۔ اور رد المختار جلد ۳ باب المستامن ص۲۸ المراد بالدار الاقلیم المختص بقہر ملک اسلام وکفر لا ما یشمل دار السکنی ۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد سادس کتاب الفرائض الباب الخامس فی الموانع ص۶۳۲ مطبوعہ کلکتہ میں ہے والدار انما تختلف باختلاف المنعۃ اعنی الجیش والملک لانقطاع العصمۃ فیما بینہم ۔ اور بدائع الصنائع ج ۷ ۔ کتاب السیر فصل بیان الاحکام التی تختلف ص۱۳۱ میں ہے ۔ ان المقصود من اضافۃ الدار الی الاسلام والکفر لیس ہو عین الاسلام والکفر وانما المقصود ھو الامن والخوف ومعناہ ان الامان ان کان للمسلمین علی الاطلاق والخوف للکفرۃ علی الاطلاق فہی دار الاسلام وان کان الامان فیہا للکفرۃ علی الاطلاق والخوف للمسلمین علی الاطلاق فہی دار الکفر والاحکام مبنیۃ علی الامان والخوف لا علی الاسلام والکفر ۔ مذکورہ بالا روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ دار الاسلام و غیر اسلام کا مدار اسلام و غیر اسلام کے غلبہ و قہر پر ہے ۔ جیسا کہ مصنف نے تحریر فرمایا ہے ۔

دار الاسلام ما یجری فیہ حکم امام المسلمین وکانوا فیہ آمنین ودار الحرب ما خافوا فیہ من الکفار ین۔ انتہی۔

"دار الاسلام وہ ملک ہے جس میں مسلمانوں کے امام کا حکم چلتا ہو اور مسلمان اس میں مامون ہوں اور دار الحرب وہ ہے جس میں مسلمان کفار سے اپنے جان و مال کا خوف رکھتے ہوں۔"

وقال فی الدر المختار

سئل قارئ الہدایۃ عن البحر الملح امن دار الحرب او الاسلام اجاب انہ لیس من احد القبیلتین لانہ لا قہر لاحد علیہ۔ انتہی[1]

غرض از نقل ایں عبارت ایں ست کہ مدار بودن در کفر و اسلام بر غلبہ کفر یا اسلام ست وبس۔ اگرچہ در بحر ملح قول راجح بدار الحرب بودن باشد لیکن بوجہ دیگر ہر مقامیکہ مقہور ہر دو فریق باشد۔ آں را بحکم الاسلام یعلو ولا یعلی ہم دار الاسلام خواہند گفت مگر ہمیں شرط مذکور کہ غلبہ بعض وجوہ اسلام در آں باشد نہ آنکہ نفس مقام مسلمین در آنجا بود یا اظہار بعض شعائر اسلام بحکم کفار در آنجا باشد کہ نفس کون اسلام در دارے واظہار احکام اسلام باذن کفار در بلدۃ[2] قابل اعتبار نیست وعلیٰ ہذا بودن کفار در دار الاسلام واظہار شعائر کفر باذن حکام اسلام یا بغفلت ایشاں در آنجا دار الاسلام بودن را ضرر نمی کند چہ در ہر دو شق غلبہ یافتہ نمی شود۔ وحکم غلبہ راہست نہ نفس وجود وظہور را از ہیں کہ اہل ذمہ در دار الاسلام قیام

(ترجمہ)

اور در مختار میں ہے :-

سئل قارئ الہدایۃ عن البحر الملح امن دار الحرب او الاسلام اجاب انہ لیس من احد القبیلتین لانہ لا قہر لاحد علیہ۔ انتہی۔

"قاری الہدایہ سے سمندر کے متعلق دریافت کیا گیا کہ وہ دار الحرب میں داخل ہے یا دار الاسلام میں تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ دونوں میں سے کسی میں بھی داخل نہیں کیونکہ اس پر کسی کا مکمل قبضہ نہیں ہے۔"

اس عبارت کے نقل کرنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ کسی ملک کے دار الاسلام یا دار الحرب ہونے کا مدار صرف اسلام یا کفر کے غلبہ پر ہے اور اگرچہ سمندر کے بارے میں قول راجح یہی ہو کہ وہ دار الحرب میں داخل ہے لیکن ہر ایسے مقام کو جو اہل اسلام و کفار دونوں کا (برابر درجہ میں) مقہور ہو دار الاسلام ہی کہا جائے گا۔ کیونکہ قاعدہ مشہورہ "الاسلام

---

[1] یہ عبارت رد المحتار علی الدر المختار جلد ثالث باب استیلاء الکفار مطلب یلحق بدار الحرب المفازۃ والبحر الملح ص۳۴۶ میں ہے۔ ۱۲

[2] فتاویٰ عزیزی ج اول ص۱۷ مطبوعہ مجتبائی میں ہے از روئے حدیث وتتبع سیرت صحابہ کرام وخلفاء عظام ہمیں مفہوم می شود۔ زیراکہ در عہد حضرت صدیق اکبر ملک بنی یربوع را حکم دار الحرب دادند۔ حال آنکہ جمعہ وعیدین واذان در انجا جاری بود مگر انکار حکم زکوٰۃ کردہ بودند وہمچنیں یمامہ وگرد ونواح آں را حکم دار الحرب دادند باوجودیکہ مسلمانان دراں بلاد موجود بودند وعلیٰ ہذا القیاس۔ در عہد خلفاء کرام ہمیں طریق مسلوک بود۔ بلکہ در عہد حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فدک وخیبر را حکم دار الحرب فرمودند حالانکہ درآنجا اہل اسلام بلکہ بعضے سکنہ آں جا نیز دراں مکانات در وادی قری مشرف باسلام بودند۔

باذن اہل شام می کند و شعائر خود را اظاہر مے نمانید۔ مگر دارالاسلام بحال خود می ماند۔ و مسلمین در دار کفر می روند و شعائر خود را آنجا ظاہر می کنند و این امر دار کفریت را رفع نمی کند۔

نہ بینی کہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم بجمع کثیر در عمرۂ قضا بمکہ تشریف بردند و جماعت و نماز وغیرہ شعائر اسلام و عمرہ ہمہ باعلان بجا آوردند و این قدر جمع داشتند کہ کفار را مقہور فرمانید چنانچہ ہمیں قدر لشکر در حدیبیہ عزم تاراج کردن مکہ می فرمودند۔ مگر چوں این اظہار باذن کفار بود۔ دراں سہ یوم مکہ دارالاسلام نگشت بلکہ دار الحرب بماند۔ چراکہ ایں قیام و اظہار اسلام باذن بود نہ بغلبہ۔

الحاصل این اصل کلی و قاعدہ کلیہ ہست کہ دار حرب مقہور کفر است و دار الاسلام مقہور اہل اسلام اگرچہ در یک دار دیگر فریق ہم موجود باشد بلا غلبہ و قہر۔

یعلو ولا یعلی (یعنی اسلام غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا) اسی کا مقتضیٰ ہے۔ مگر اس مقام کو دارالاسلام اسی شرط مذکور کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ بعض حکام اسلام کا قبضہ اور تسلط اس جگہ ہو ورنہ محض اس بنا پر کہ اس ملک میں مسلمان آباد ہیں یا وہ کفار کی اجازت سے شعائر اسلامیہ کو ادا کر سکتے ہیں اس ملک کو دار الاسلام نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ کسی ملک میں محض مسلمانوں کے آباد ہونے اور باذن کفار شعائر اسلامیہ کو ادا کر سکنے کا کوئی اعتبار نہیں۔ اسی طرح کسی ملک میں کفار کا آباد ہونا یا شعائر کفر کا مسلمانوں کی اجازت یا اُن کی غفلت سے وہاں ظاہر کرنا اس ملک کے دارالاسلام ہونے میں کوئی فرق پیدا نہیں کرتا۔ اس لئے کہ ان دونوں صورتوں میں غلبہ ان لوگوں کا نہیں پایا جاتا اور مدار حکم غلبہ ہی ہے محض وجود یا ظہور پر نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ کفار اہل ذمہ دارالاسلام میں مسلمانوں کی اجازت سے آباد رہتے ہیں اور اپنے شعائر کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ مگر دارالاسلام اپنے حال پر دارالاسلام ہی رہتا ہے۔ اسی طرح مسلمان دارالحرب میں جاتے ہیں اور اپنے شعائر کو بھی ظاہر کرتے ہیں۔ مگر صرف اتنی بات سے وہ ملک دارالحرب ہونے سے خارج نہیں ہو جاتا۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے پہلے جب کہ مکہ مکرمہ دارالحرب تھا۔ عمرۂ قضا میں صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور جماعت و نماز و عمرہ وغیرہ شعائر اسلام کو اعلام کے ساتھ ادا فرمایا اور اتنی بڑی جماعت آپ کے ساتھ تھی کہ کفار کو مقہور و مغلوب کر سکتی تھی۔ چنانچہ (عمرہ قضا سے پہلے) غزوہ حدیبیہ میں اسی قدر لشکر کے ساتھ یہ عزم ہو چکا تھا کہ مکہ معظمہ پر چڑھائی کر دی جائے (مگر پھر جب واقعات کی تحقیق سے حضرت عثمان غنیؓ کے قتل کی خبر غلط ثابت ہوئی تو اس عزم کو چھوڑ دیا گیا۔ الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اس قدر لشکر اپنے ساتھ رکھتے تھے جو کفار مکہ کو مغلوب کر سکتا تھا) مگر چونکہ یہ (مکہ کا داخلہ) اور شعائر اسلام کا اظہار باذن کفار تھا اس لئے ان تین روز میں مکہ معظمہ کو بحکم دارالاسلام نہیں سمجھا گیا بلکہ وہ بدستور دارالحرب رہا۔ کیونکہ یہ قیام مکہ اور اظہار اسلام اجازت کی بنا پر تھا غلبہ کی بنا پر نہ تھا۔

واں جاکہ قہر ہر دو فریق باشد آں ہم دار الاسلام خواہد بود ایں اصل را خوب ذہن نشین می باید کرد کہ جملہ مسائل از ہمیں اصل برمی آیند و ہمہ جزئیات ایں باب دائر برہمیں اصل ہستند۔

بعد ازیں امر دیگر باید شنید کہ ہر موضعیکہ دار کفر بود اہل اسلام بران غلبہ کردند و حکم اسلام دران جاری کردند۔ آں را جملہ علماء می فرمایند کہ دار الاسلام گشت۔ چراکہ غلبہ و قہر مسلمانان یافتہ شد۔ اگرچہ بعض وجوہ غلبہ کفار ہم در آنجا باقی باشد۔ تاہم بحکم الاسلام یعلو ولا یعلی باتفاق دار الاسلام شد کما وضح سابقاً۔

باز واضح کردہ می شود کہ اگر ایں دخول و اظہار اسلام بغلبہ نشدہ باشد ہیچ تغیرے در دار حربیت نخواہد شد۔ ورنہ جرمن۔ و روس۔ و فرانس و چین جملہ ممالک نصاریٰ دار الاسلام می شوند و نشانی از دار الحرب در دنیا پدید نخواہد شد چراکہ در جملہ ممالک کفار۔ اہلِ اسلام باذن کفار احکام اسلام جاری می نمایند۔ وہذا ظاہر البطلان۔

و ہر مقامیکہ دار الاسلام بود۔ کفار بر آں غلبہ کردند۔ اگر غلبہ اسلام بالکلیہ رفع شد آں را حکم دار حرب شُد

خلاصہ یہ ہے کہ قاعدہ کلیہ اس بات میں یہ ہے کہ دار الحرب وہ ہے جو مقہور کفار ہو اور دار الاسلام وہ جو مقہور اہلِ اسلام ہو۔ اگرچہ ایک دار میں دوسرے دار کے لوگ بھی بدون غلبہ و قہر کے آباد ہوں (مثلاً دار الاسلام میں کفار یا دار الحرب میں مسلمان بلا غلبہ و قہر آباد ہوں)۔

اور جس ملک پر دونوں فریق (اہلِ اسلام اور کفار) کا تسلط ہو وہ بھی دار الاسلام ہی سمجھا جائے گا۔ اس قاعدہ اور اصل کلی کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔ کیونکہ تمام مسائل متعلقہ اسی اصل سے نکلتے ہیں اور اس باب کی تمام جزئیات اسی اصل کلی پر دائر ہیں)۔

دار الحرب پر مسلمانوں کا قبضہ اس کے بعد ایک اور بات سُن لینا چاہیئے وہ یہ کہ جو ملک اصل سے دار الحرب و دار الکفر تھا۔ پھر مسلمانوں نے اُس پر غلبہ پالیا اور احکام اسلام کو وہاں جاری کر دیا۔ اُس کے متعلق تمام علماء کا اتفاق ہے کہ وہ ملک اب دار الاسلام ہو گیا۔ کیونکہ اس میں مسلمانوں

---

[۱] استاذ الاستاذ حضرت مولانا عبدالحی حاشیہ شریفیہ فصل موانع ارث ص۱۸ میں فرماتے ہیں قولہ الاسلام یعلو ولا یعلی اخرجہ الطبرانی فی الاوسط والبیہقی فی دلائل النبوۃ من حدیث عمر بن الخطاب مرفوعاً واخرجہ الدارقطنی من حدیث عائذ بن عمرو واخرجہ اسلم بن سہل فی تاریخ واسط من حدیث معاذ بن جبل کذا قال الحافظ ابن حجر العسقلانی فی الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ فی باب نکاح اہل الشرک اور بخاری شریف جلد اول جزء ۵ باب اذا اسلم الصبی فمات ص۱۰۰ مطبع مجتبائی میں حدیث تعلیقاً موجود ہے اور عینی شرح بخاری میں ہے۔ اخرجہ الدارقطنی مرفوعاً بسند صحیح۔

واگر غلبہ کفار شد مگر بعض وجوہ غلبہ اسلام ہم باقی ماندہ باشد آں را دارالاسلام خواہند داشت نہ دار حرب۔ دریں مسئلہ اتفاق ہست اما ایں کہ غلبہ اسلام بالکلیہ رفع شدن چہ حد است۔ درآں خلاف شد درمیان آئمہ ما علیہم الرحمۃ ہرچہ صاحبین علیہما رحمۃ می فرمانید کہ اجراء احکام الکفر علی الاعلان والاشتہار غلبہ اسلام را بالکلیہ رفع می کند۔ البتہ اگر ہر دو فریق احکام خود را جاری باعلان کردہ باشند غلبہ اسلام ہم باقیست۔ ورنہ درصورت اعلان احکام کفار و عدم قدرت اہل اسلام بر اجرائے احکام خود بغلبہ خود الا باذن کفار غلبہ اسلام ہیچ قدر باقی نمی ماند وہو القیاس چرا کہ ہرگاہ کفار چناں مسلط گشتند کہ احکام کفر علی الاعلان والغلبہ جاری کردند واہل اسلام آں قدر عاجز و مغلوب شدند کہ احکام خود جاری کردن نمی توانند و رد کفر را کہ شین و عار اسلام ست قدرۃ ندارند پس کدام درجہ اسلام باقیست کہ آں را دارالاسلام گفتہ شود بلکہ تسلط و غلبہ بکمال بکفار راشد۔

کا غلبہ اور قہر متحقق ہوگیا۔ اور اگرچہ کسی حیثیت سے کفار کا بھی کچھ غلبہ وہاں باقی ہو۔ تاہم بحکم الاسلام یعلو ولا یعلی یہ ملک باتفاق دارالاسلام ہوگیا۔ (جیسا کہ پہلے اس کو واضح کر دیا گیا ہے اور اس کے بعد یہ بھی ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ اگر مسلمانوں کا داخلہ اور احکام اسلامیہ کا اجراء اس ملک میں غلبہ کے ساتھ نہ ہو تو اس ملک کے دارالحرب ہونے میں کوئی فرق پیدا نہ ہوگا۔ ورنہ جرمن اور روس اور فرانس اور چین وغیرہ) جو نصاریٰ یا بت پرستوں کے قبضہ میں ہیں سب کے سب دارالاسلام کہلانے کے مستحق ہو جائیں گے اور ساری دنیا میں کہیں دارالحرب کا نام و نشان نہ رہے گا۔ کیونکہ تمام ممالک کفار میں مسلمان باذن کفار احکام اسلامیہ کو ادا کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ تمام دنیا کو بحالت موجودہ دارالاسلام قرار دینا بالکل باطل ہے۔

دارالاسلام پر کفار کا قبضہ

اور جو ملک یا شہر دارالاسلام تھا پھر اس پر کفار نے غلبہ کر لیا۔ اگر وہاں سے اسلام کا غلبہ بالکلیہ زائل ہوگیا تو وہ ملک اب دارالحرب کے حکم میں ہوگیا۔ اور اگر کفار کا غلبہ تو ہوا مگر بعض حیثیات سے اس میں اسلام کا غلبہ بھی باقی ہے تو اس کو اب بھی دارالاسلام ہی کہا جائے گا نہ کہ دارالحرب۔ اتنی بات پر سب ائمہ کا اتفاق ہے۔ البتہ اس میں کلام ہے کہ غلبہ اسلام کے بالکل زائل ہو جانے کی حد کیا ہے۔ سو اس میں صاحبین یعنی امام ابو یوسف و محمد رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ جب کفار نے علی الاعلان احکام کفر کو جاری کر دیا اور مسلمان اپنے غلبہ و قدرت سے بلا اجازت کفار احکام اسلام کو جاری نہیں کر سکتے تو غلبہ اسلام بالکل مرتفع ہوگیا اور یہ ملک بحکم دارالحرب ہوگیا۔ البتہ اگر دونوں فریق یعنی اہل اسلام و کفار اپنے اپنے احکام

لہ فتاویٰ عزیزی جلد اول صہ۱۶ مطبوعہ مجتبائی میں ہے "مراد از اجرائے احکام کفر ایں است کہ در مقدمہ ملک داری و بندوبست رعایا و اخذ خراج و باج و عشور اموال تجارت و سیاست قطاع الطریق و سراق و فیصلہ خصومات و مرافعے جنایات کفار بطور خود حاکم باشند۔"

و دار حرب گشت بالفعل بعد ازاں ہر چہ خواہد شد خواہد شد۔ مگر الحال در دار حرب و مغلوب کفار بودن بظاہر ہیچ دقیقہ باقی نماندہ و مثل دار حرب قدیم مسلط غلبہ کفار شدہ کما ہو الظاہر۔

واما ابو حنیفہؒ بنظر خفی و استحسان فرمودہ و دار اسلام را بحکم دار کفر دادن استیلا کردہ تا چیزے از آثار غلبہ یافتہ شود یا در استیلاء کفار ذہن محسوس گردد کہ رفع بر مسلمان سخت بنا ید حکم بدار کفر نباید کرد. ایں دو شرط دیگر زائد فرمود۔ یکے آں کہ آں دیہ و بلد مستولی علیہ الکفار متصل بدار کفر گردد۔ چنانچہ درمیان ایں قریہ مستولی علیہا و دار حرب موضع از دار اسلام حائل نماند کہ بایں اتصال و انقطاع از دار اسلام بآں پیدا می شود کہ باحداز کفار درآمد و غلبہ و قہر کفار بقوۃ باشد و استخلاص آں از دست کفرہ دشوار گردید و مقہوریت مسلمین سکان آنجا بکمال رسید۔ و ایں بمشابہ آنست کہ اگر کفار بر مال مسلمانان استیلاء کنند اگر باحراز اوشان بر سید بملک ایشاں می درآید و اگر احراز از ایشاں بدار خود نشدہ انقطاع ملک و مالک مسلم نمی شود۔ کما ہو مقرر فی سائر الکتب ۔

کو اپنے اپنے غلبہ اور قدرت سے علی الاعلان جاری کرتے ہوں تو ابھی تک اُس سے غلبۂ اسلام بالکلیہ زائل نہیں ہوا اور اس ملک کو دارالحرب نہیں کہہ سکتے۔ اور جب کہ کفار اپنے احکام کو غلبہ و تسلّط کے ساتھ علی الاعلان جاری کرتے ہوں اور مسلمان بلا اُن کی اجازت کے اپنے احکام علی الاعلان جاری رکھنے پر قدرت نہ رکھیں تو وہاں غلبۂ اسلام بالکل مرتفع اور زائل ہو گیا۔ اور قیاس اسی کا مقتضی ہے جو حضرات صاحبین فرماتے ہیں۔ کیونکہ جب کفار اس طرح مسلط ہو گئے کہ احکام کفر اپنے غلبہ سے علی اعلان جاری کرتے ہیں اور اہلِ اسلام اس قدر عاجز و مغلوب ہو گئے کہ اپنے احکام جاری نہیں کر سکتے اور احکام کفر کو جو کہ اسلام کے لئے عار اور ننگ ہیں دور نہیں کر سکتے۔ تو اب کون سا درجہ اسلام کا باقی ہے کہ اس ملک کو دارالاسلام کہا جائے۔ بلکہ اس صورت میں تسلّط اور غلبۂ کفار انتہا کو پہنچ گیا۔ اور یہ ملک بالفعل دارالحرب ہو گیا۔ آئندہ جو کچھ ہونا مقدر ہے وہ ہو رہے گا۔ مگر اس وقت اس کے دارالحرب اور مقہور کفار ہونے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رہا اور قدیم دارالحرب کی طرح کفار کا مغلوب و مقہور ہو گیا جیسا کہ بالکل ظاہر ہے۔ لیکن امام اعظم ابوحنیفہؒ نے نظر دقیق سے بطور استحسان کے یہ فرمایا ہے کہ جب تک غلبۂ اسلام کے آثار میں سے کوئی چیز پائی جاتی ہے یا استیلاء کفار میں ایسا ضعف محسوس ہو کہ مسلمانوں پر اس کا زائل کر دینا مشکل نہ ہو۔ اس وقت تک اس ملک پر دارالکفر ہونے کا حکم نہیں کرنا چاہیئے۔ اسی بناء پر امام اعظمؒ نے اس ملک کے دارالحرب ہونے کے لئے دو شرطیں زائد فرما دیں۔ **شرط اوّل** - ایک یہ کہ جس دارالاسلام پر کفار نے تسلّط کیا ہے وہ دارالحرب کے ساتھ متصل ہو۔ اس کے اور دارالحرب کے درمیان کوئی ملک یا شہر دارالاسلام حائل نہ ہو۔ کیونکہ اس طرح دارالحرب کے ساتھ اتصال اور دارالاسلام سے انقطاع کی وجہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اب یہ ملک پوری طرح سے کفار کے قبضہ میں چلا گیا اور تسلط اور غلبہ اُن کا مستحکم ہو گیا اور اُن کے ہاتھوں سے چھڑانا اس کا مشکل ہو گیا۔

اور یہ مسئلہ اس کی نظیر ہے کہ اگر کفار مسلمانوں کے مال پر استیلاء و تسلّط کر لیں تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک

قال فی الهدایة واذا غلبوا علی اموالنا واحرزوها بدارهم ملکوها الخ وقال[1] غیران الاستیلاء لا یتحقق الا بالاحراز بالدار لانه عبارة عن الاقتدار علی المحل حالاً ومآلاً الخ۔

پس ہمچناں اگر ارض وعقار بلدے مثلاً مستولی علیہ کفار شد اگر استیلاء تام گشت کہ محرز ببلد کفر گشت وآں احراز باتصال او ہست بدار کفر وانقطاع او از دار اسلام پس مقہور ایدی کفر گشت ورنہ ہنوز استیلاء اہل اسلام باقیست واگرچہ ضعیف باشد۔ بحکم اسلام یعلو باید کہ دار اسلام بماند۔ پس حاصل ایں شرط ہم ہموں غلبہ کفار است و مغلوبیت اہل اسلام کہ اصل کلی اولاً بیان کردہ شد۔

شرط دوم۔ شرط دوم آنکہ امانیکہ حاکم اسلام بسبب غلبہ حکومت خود مسلمانان را بسبب اسلام وکفار رعایا را بوجہ عقد ذمہ دادہ بود مرتفع گردد کہ بآں امان کس برنفس وجان خود ومال مامون نماند یعنی چنانکہ بسبب امن دادن حاکم اسلام ہمہ مامون شدہ بودند کہ کسی را بسبب خوف حاکم آں مجال نبود کہ تعرض بجان ومال مسلم وذمی نماید وایں

یہ کہ اس مال کو اپنے ملک میں لے جاکر مکمل قبضہ کرلیں۔ اس صورت میں تو یہ مال ان کی ملک میں داخل سمجھا جائے گا۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ ہنوز اس مال کو اپنے ملک میں نہیں لے گئے اور احراز و قبضہ مکمل نہیں ہُوا تو اس وقت تک اس کے مالک کی ملک اُس سے منقطع نہیں ہوئی اور کفار کی ملک میں داخل نہیں ہُوا۔ جیسا کہ تمام کتب فقہ میں یہ مسئلہ طے شدہ ہے ہدایہ میں ہے۔

واذا غلبوا علی اموالنا واحرزوھا بدارھم ملکوھا۔ انتھی	"اور جب کفار ہمارے اموال پر غالب آجائیں اور ان کو اپنے ملک میں لے جائیں تو وہ ان اموال کے مالک ہوجاتے ہیں۔"

اور فرمایا ہے:۔

غیران الاستیلاء لا یتحقق الا باحراز بالدار لانہ عبارۃ عن الاقتدار علی المحل حالاً ومآلاً۔	"مگر استیلاء کفار اس وقت تک متحقق نہیں ہوتا جب تک وہ ان اموال کو اپنے ملک میں نہ لے جائیں کیونکہ استیلاء کی حقیقت یہ ہے کہ کسی محل پر قبضہ بالفعل بھی ہو اور (بظاہر اسباب) وہ قبضہ باقی بھی رہ سکے"

پس اسی طرح اگر کسی زمین یا کسی شہر پر کفار کا استیلاء و مکمل تسلط اس طرح ہوگیا کہ اس کا احراز دارالحرب کے ساتھ ہوگیا اور احراز کی صورت زمین کے بارہ میں یہی ہوسکتی ہے کہ اس کا اتصال دارالحرب کے ساتھ ہوجاوے اور دارالاسلام سے منقطع ہوجاوے تو اس صورت میں وہ ملک بالکلیہ مقہور کفار ہوگیا اور جب تک ایسا نہ ہو تو اس پر استیلاء اہل اسلام باقی سمجھا جائے گا۔ اگرچہ یہ استیلاء وتسلط ضعیف ہی ہو اور بحکم الاسلام یعلو ولا یعلی اس کا مقتضیٰ یہ ہوگا کہ یہ ملک دارالاسلام باقی رہے۔ پس خلاصہ اس شرط کا بھی وہی غلبہ کفار اور مغلوبیت اہل

---

[1] ہدایہ اولین جلد ۲ کتاب السیر باب استیلاء الکفار ص۵۲۱ مطبوعہ مجتبائی میں یہ عبارت موجود ہے۔ ۱۲

نبود مگر بسبب غلبۂ قوت و شوکت حاکم مسلم ۔ پس ایں امان باقی نماند کہ کس بوجہ ایں امان بے خدشہ از تعرض جان و مال خود مامون نبود بلکہ ایں امان بے کار محض گردد و اما اینکہ مشرکین مستولین دہند موجب امن گردد۔ پس ظاہر است کہ تا بسبب امن حاکم مسلم خوف موذی رفع خواہد بود غلبۂ و شوکت آمن مسلم بنوعے باقی خواہد ماند ۔ کہ و ہر گاہ کہ در آں چیزے نماند بلکہ امن مشرک تسلط محط نظر گردید۔ امان اول رفع شد۔ پس نزد امام علیہ الرحمۃ ہر گاہ کہ بعد اجرائے حکم کفر علی الاشتہار ایں دو شرط ہم یافتہ شد غلبۂ کفر من کل الوجوہ ثابت شد و غلبۂ اسلام من کل الوجوہ رفع گردید۔ اکنوں بدار حرب ناچار حکم خواہد شد ۔

اہل دانش را ازیں ہم معلوم می شود کہ مدار ایں قول ہم بر قہر و غلبہ است و بس کہ اول در اصل کلی واضح کردہ شد ۔ بعد ازیں تقریر روایات فقہاء را باید شنید کہ بنقل بعض آن سند تقریر ایں بندہ حاصل خواہد شد و بذکر بعض حال کل روایات ایں باب واضح گردد ۔

اسلام ہے جو ابتداء میں بطور قاعدہ کلیہ کے بیان کر دیا گیا ہے ۔

شرط دوم ۔ امام اعظمؒ کے نزدیک یہ ہے کہ حاکم اسلام نے جو امان مسلمانوں کو بسبب اسلام کے اور کفار رعایا کو بسبب ذمی ہونے کے دے رکھا تھا وہ امان زائل ہو جاوے کہ کوئی شخص اس سابقہ امان کی وجہ سے اب اپنے جان و مال پر مامون نہ رہے ۔ یعنی جیسا کہ حاکم مسلم کے امن دے دینے کی وجہ سے سب بے خوف تھے کسی کو اس کی مجال نہ تھی کہ کسی کے جان و مال پر ظلم کرے ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ایسا امن بدوں حاکم مسلم کے غلبہ اور قوت و شوکت کے حاصل نہیں ہو سکتا ۔ پس اب یہ امان باقی نہ رہے بلکہ بے کار ہو جاوے اور باعث امن صرف وہ امان ہو جو غالب آنے والے کفار اپنے قانون کے موافق دیں ۔ پس ظاہر ہے کہ جب تک حاکم مسلم کے امن کی وجہ سے موذی کا خوف رفع ہوتا رہے تو غلبہ و شوکت اس حاکم مسلم کا باقی سمجھا جائے گا ۔ اور جب یہ کچھ باقی نہ رہے بلکہ کافر متغلب کے امن ہی پر نظر رہ جائے تو امان اول زائل ہو گیا ۔

خلاصہ ۔ یہ ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک علی الاعلان اجرائے احکام کفر کے بعد جب یہ دو شرطیں بھی پائی جائیں اس وقت من کل الوجوہ غلبۂ کفار مانا جائے گا اور غلبۂ اہل اسلام کو زائل و مرتفع سمجھا جائے گا ۔ اس وقت ناچار اس ملک پر دار الحرب ہونے کا حکم کیا جائے گا ۔

اہل عقل کو اس سے بھی معلوم ہو گیا کہ اس قول کا مدار بھی صرف قہر و غلبہ پر ہے جس کی توضیح ابتداء میں بضمن قاعدہ کلیہ کر دی گئی ہے ۔

اس کے بعد فقہاء کی روایات و عبارات سننی چاہیئے کہ ان میں سے بعض سے بندہ کی تقریر مذکور کی دلیل حاصل ہو گی اور بعض سے اس مسئلہ کے متعلق روایات کی حقیقت واضح ہو جائے گی ۔

عالمگیری میں ہے :۔

قال فی عالمگیریہ قال محمد فی الزیادات انما یصیر دار الاسلام دار الحرب عند ابی حنیفة بوجوہ احدھا اجراء احکام الکفر علی سبیل الاشتہار وان لا یحکم فیھا بحکم الاسلام - الثانی ان تکون متصلة بدار الحرب لا یتخلل بینھما بلدة من بلاد الاسلام - الثالث ان لا یبقی مسلم او ذمی امنا بامانہ الاول الذی کان ثابتا قبل استیلاء الکفار للمسلم باسلامہ وللذمی بعقد الذمة و صورة المسئلة علی ثلثة اوجہ اما ان یغلب اھل الحرب علی دار من دورنا او ارتد اھل مصر وغلبوا واجروا احکام الکفر او نقض اھل الذمة العھد وتغلبوا علی دارھم ففی کل ھذا لا تصیر دار حرب الا بثلث شرائط وقال ابویوسف و محمد بشرط واحد لا غیر وھو اظھار احکام الکفر وھو القیاس[1] انتھی -

---

قال محمد فی الزیادات انما یصیر دار الاسلام دار الحرب عند ابی حنیفة بوجوہ احدھا اجراء احکام الکفر علی سبیل الاشتہار و ان لا یحکم الاسلام - الثانی ان تکون متصلة بدار الحرب لا یتخلل بینھما بلدة من بلاد الاسلام الثالث - ان لا یبقی مسلم او ذمی آمنا بامانہ الاول الذی کان ثابتا قبل استیلاء الکفار للمسلم باسلام وللذمی بعقد الذمة - وصورة المسئلة علی ثلثة اوجہ اما ان یغلب اھل الحرب علی دار من دورنا او ارتد اھل مصر وغلبوا واجروا احکام الکفر او نقض اھل ذمة العھد و تغلبوا علی دارھم ففی کل ھذا لا تصیر دار حرب الا

"امام محمدؒ نے زیادات میں فرمایا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دار الاسلام کا دار الحرب ہونا چند وجوہ پر ہے ایک احکام کفر کا علی الاعلان جاری کرنا - احکام اسلام وہاں جاری نہ رہنا - دوسرے یہ کہ وہ دار الحرب کے ساتھ متصل ہو جاوے اُن کے درمیان کوئی شہر دار الاسلام کا حائل نہ ہو - تیسرے یہ کہ کوئی مسلمان اور کوئی ذمی کافر اپنی اُس امان سابق کے ساتھ مامون و محفوظ نہ رہ سکے جو اُس کو غلبۂ کفار سے پہلے بحیثیت مسلمان ہونے کے یا بحیثیت عہد ذمہ کے حاصل تھی اور صورت دار الحرب بننے کی تین ہیں - ایک یہ کہ اہل حرب ہمارے دار الاسلام پر غالب آجائیں - دوسرے یہ کہ (معاذ اللہ) کسی شہر کے مسلمان مرتد ہو کر شہر پر غالب آجائیں اور احکام کفر جاری کر دیں - تیسرے یہ کہ ذمی کافر جو مسلمانوں کی رعایا بن کر رہتے تھے عہد شکنی کر کے باغی ہو جاویں اور دار الاسلام پر غالب آجائیں - لیکن ان تمام صورتوں میں دار الاسلام اُس وقت

---

[1] شرح زیادات للعتابی میں اس کی تصریح ہے اس کی عبارت یہ ہے دار الاسلام انما تصیر دار الحرب بثلث شرائط احدھا اجراء احکام الکفار علی سبیل الاشتہار والثانی ان یکون متاخمہ بدار الحرب ای متصلہ لا یتخلل بینھما بلدة من بلاد الاسلام والثالث ان لا یبقی فیھا مسلم او ذمی امنا بالایمان الاول فشرط ھذہ الشرائط لیکون علماً علی تمام القھر والاستیلاء - (فتاوی مجموعہ مولانا عبد الحی ج ۲ مطبوعہ یوسفی لکھنؤ ص ۱۶۱) ۱۲ ٭

قال فی جامع الرموز[1] فاما صیرورتها دار الحرب فعنده بشرائط احدها اجراء احکام الکفر اشتهارا بان یحکم الحاکم بحکمهم ولا یرجعون الی قضاة المسلمین کما فی البحر والثانی اتصال بدار الحرب بحیث لا یکون بینهما بلدة من بلاد الاسلام ما یلحقهم[2] المدد منها الخ

ازیں روایت جامع رموز دو امر واضح شدند یکے آنکہ مراد از اجرائے حکم اسلام اظہار حکم اسلام است علی سبیل الغلبہ مطلق ادائے جماعۃ وجمعہ مثلاً چرا کہ میگوید بحکم بحکمہم ولا یرجعون الی قضاۃ المسلمین یعنی قضاۃ مسلمین را ہیچ شوکت و وقعت نماند کہ بایشان رجوع کردہ شود۔ وہمچناں از حکم مسلمین در دار حرب حکم بغلبہ کردن نہ محض ادا باظہار کما ہو الظاہر۔

بہرحال حکم اسلام وحکم کفر ہر دو علی سبیل القوۃ والغلبہ مراد است نہ محض ادا باظہار۔

بثلث شرائط۔ وقال ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ومحمد رحمۃ اللہ علیہ بشرط واحد لا غیر وھو اظہار احکام الکفر وھو القیاس۔ انتہٰی

تک دار الحرب نہ ہوگا جب تک تین شرطیں (مذکورہ) نہ پائی جاویں۔ اور امام ابو یوسفؒ ومحمدؒ فرماتے ہیں کہ صرف ایک شرط متحقق ہونے سے دار الحرب کا حکم کردیا جائے گا اور وہ شرط یہ ہے کہ احکامِ کفر کو علی اعلان جاری کردیں اور قیاس اسی کا متقضی ہے۔ انتہٰی

اور جامع الرموز میں ہے :-

فاما صیرورتها دار الحرب فعنده بشرائط احدها اجراء احکام الکفر اشتهارا بان یحکم الحاکم بحکمهم ولا یرجعون الی قضاة المسلمین کما فی البحر والثانی اتصال بدار الحرب بحیث لا یکون بینهما بلدة من بلاد الاسلام ما یلحقهم المدد منها الخ

"لیکن دار الاسلام کا دار الحرب ہوجانا سو یہ امام اعظمؒ کے نزدیک تین شرطوں پر موقوف ہے ایک اجراء احکام کفر علی الاعلان اسطرح کہ حکام وقت کفار کے حکم کو جاری کریں اور لوگ مسلمان قاضیوں کی طرف مراجعت نہ کرسکیں جیسا کہ بحر الرائق میں مذکور ہے دوسرا اس کا دار الحرب کیسا تھ ایسا متصل ہوجانا کہ کوئی شہر اسلامی شہروں میں سے درمیان میں حائل نہ رہے جس سے مسلمانوں کو مدد پہنچ سکے۔"

---

[1] شرح زیادات للعتابی میں اس کی تصریح ہے۔ اس کی عبارت یہ ہے دار الاسلام انما تصیر دار الحرب بثلاث شرائط۔ احدها اجراء احکام الکفار علی سبیل۔ مجموعہ فتاویٰ مولانا عبد الحیٔ ج ۲ مطبوعہ یوسفی لکھنؤ صد ۱۶۱

[2] مفتی سعد اللہ صاحب رامپوری اپنے فتوے میں شرح ملتقی الابحر سے نقل کرتے ہیں الاتصال الاشتہار والثانی ان لایکون متاخمة بدار الحرب ای متصلة لا یتخلل بینهما بلدة من بلاد الاسلام والثالث ان لا یبقی فیها مسلم او ذمی امنا بالامان الاول فشرط هذه الشرائط لیکون علماً علی تمام القهر والاستیلاء بدار الحرب بحیث لا یکون بینهما بلاد الاسلام یلحقها المدد۔ پس معلوم ہوا کہ فقط جامع الرموز ہی میں لحوق مدد کا ذکر نہیں بلکہ دوسری کتابوں میں بھی اس کا ذکر ہے۔ ۱۲ بیاض م جلد رابع کتاب الجہاد صد ۵۳۹ مطبوعہ نولکشور ۱۹۰۷ء میں یہ عبارت ہے۔

دوم این کہ غرض از شرط اتصال و انقطاع ہمون قوت است کہ در صورت اتصال بدار سے مدد بقریہ معلوم نمی رسد بخلاف صورت انقطاع از دار حرب ولحوق مدد می تواند پس ہنوز قوت اسلام باقیست ۔

وفی خزانۃ المفتین دار الاسلام لا یصیر دار الحرب الا باجراء احکام الشرک فیہا وان تکون متصلۃ بدار الحرب لا یکون بینہا وبین دار الحرب مصر للمسلمین وان لا یبقیٰ فیہا مسلم اوذمیٌ آمنا بالایمان الاول و ان لا یبقیٰ فیہا مسلم او ذمی آمنا علی نفسہ الا بامان المشرکین ۔ الخ

وفی بزازیہ[1] قال السید الامام والبلاد التی فی ایدی الکفرۃ الیوم لا شک انہا بلاد الاسلام بعد لانہ لم یظہر فیہا احکام الکفر بل القضاۃ المسلمون ۔ انتہی

جامع الرموز کی اس روایت سے دو امر واضح ہوئے اول یہ کہ احکام اسلام کے جاری کرنے سے مراد یہ ہے کہ غلبہ اور قوت کے ساتھ احکام اسلام جاری کئے جائیں نہ کہ مطلقاً ادائے جماعۃ وجمعہ باذنِ کفار کیونکہ جامع الرموز کی عبارت میں ہے یحکم بحکمھم ولا یرجعون الی قضاۃ المسلمین ۔ یعنی قضاۃ مسلمین کو کسی قسم کی شوکت وقعت نہ رہے کہ لوگ ان کی طرف رجوع کر سکیں ۔ اسی طرح مسلمانوں کا دار الحرب میں احکام اسلام کا جاری کرنا اسی صورت میں اس کو دار الاسلام بنا سکتا ہے جبکہ یہ اجرا اور احکام علی الاعلان اپنے غلبہ وتسلط کے ذریعہ ہو ۔ جیسا کہ بالکل ظاہر ہے ۔

بہرحال حکم اسلام اور حکم کفر دونوں بطریق غلبہ معتبر ہیں نہ کہ محض ادا بطریق اظہار ۔

دوسری بات جامع الرموز کی عبارت سے یہ مستفاد ہوئی کہ دار الحرب کے ساتھ متصل ہونے کی جو شرط امام صاحبؒ کے نزدیک ضروری ہے اس کا مطلب بھی وہی قوت وغلبہ ہے ۔ کیونکہ دار الحرب کے ساتھ متصل ہو جانے کی صورت میں مسلمانوں کو مدد نہیں پہنچ سکتی ہے ۔ بخلاف اُس صورت کے کہ دار الحرب سے انقطاع ہو تو مسلمانوں کو استخلاص دار الاسلام میں پہنچنے کا احتمال قریب ہے ۔ اس لئے ابھی تک قوت اسلام کو باقی سمجھا جائے گا ۔

اور خزانۃ المفتین میں ہے کہ کوئی دار الاسلام اُس وقت تک دار الحرب نہیں بن سکتا جب تک کہ اس میں احکام کفر علی الاعلان جاری نہ ہو جائیں اور وہ ملک دار الحرب کے ساتھ متصل نہ ہو جائے کہ اس کے اور دار الحرب کے درمیان کوئی شہر بلادِ مسلمین میں سے باقی نہ رہے اور یہ کہ کوئی مسلمان یا ذمی رعایا امان سابق کے ساتھ با مون و محفوظ نہ رہ سکے ۔ بلکہ ہر مسلمان اور ذمی کو اس ملک میں بسر کرنا بغیر امان دینے کفار کے نہ ہو سکے ۔ الخ

اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے سید امامؒ فرماتے ہیں کہ آج کل جو شہر کفار کے قبضہ میں ہے بلا شبہ وہ ابھی تک دار الاسلام ہیں کیونکہ ان میں احکامِ کفر ظاہر نہیں ہوئے بلکہ قضاۃ و حکام وہاں مسلمان ہیں ۔ تو اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ عبارت مذکورہ میں ان شہروں کے دار الاسلام ہونے پر یہ دلیل لائے ہیں کہ حکام وقضاۃ وہاں مسلمان

---

[1] کتاب السیر فصل ثالث میں یہ عبارت ہے ۔ ١٢

پس باید کہ دلیل بودن براں بلاد اسلام می آرد لقولہ بل القضاة المسلمون۔ کہ حکم احکام اسلام برطور اول باقیست ونمی گوید لان الناس یصلون ویجمعون چراکہ مراد از اجرائے حکم اجرائے حکم بطور شوکت وغلبہ است نہ ادائے مراسم دین خود برضاء حاکم غالب۔ ودر درالمختار گوید "

فی معراج الدرایہ[1] عن المبسوط البلاد التی فی ایدی الکفار بلاد الاسلام لا بلاد الحرب لانہم لم یظہروا فیہا حکم الکفر بل القضاة والولاة مسلمون یطیعونہم عن ضرورة او بدونہا وکل مصر فیہ وال من جہتہم یجوز لہ اقامة الجمعة والاعیاد والحدود وتقلید القضاة لاستیلاء المسلم علیہم فلو ولاة کفار یجوز للمسلمین اقامة الجمعة ویصیر القاضی بتراضی المسلمین ویجب علیہم ان یلتمسوا والیا مسلما۔ وفیہ ایضا قلت وبہذا[2] یظہر ان ما فی الشام من جبل ایتم اللہ وبعض البلاد التابعة لہا کلہا بلاد الاسلام لانہا وان کانت لہا حکام دروز او نصاری لکنہم تحت حکم ولاة امورنا ولہم قضاة علی دینہم وبلاد الاسلام محیطة ببلادہم من کل جانب واذا اراد اولوا الامر تنفیذ احکامنا فیہم نفذہا۔ انتہی

ہیں جس کی وجہ سے احکام اسلام ان میں بدستور سابق باقی ہیں۔ دلیل میں یہ نہیں فرمایا کہ لوگ یہاں نماز پڑھتے ہیں اور جمعہ قائم کرتے ہیں۔ کیونکہ اجرائے احکام سے مراد وہی اجراء ہے جو بطور غلبہ وشوکت کے ہو نہ یہ کہ اپنے دین کے مراسم وشعائر کو حاکم کافر کی رضا واجازت سے ادا کیا جائے۔ اور در مختار میں ہے

معراج الدرایہ میں مبسوط سے نقل کیا ہے کہ وہ شہر جو کفار کے قبضہ میں ہیں دارالاسلام ہیں دارالحرب نہیں کیونکہ انہوں نے ان شہروں میں احکام کفر جاری نہیں کئے بلکہ وہاں ایسے حکّام اور قاضی موجود ہیں جن کو مسلمانوں نے منتخب کر کے حاکم بنایا ہے اور وہ اُن کی بضرورت و بلا ضرورت اطاعت کرتے ہیں۔ اور ہر ایسا شہر جس میں مسلمانوں کی طرف سے کوئی والی مقرر ہو اُس کے لئے اقامت جمعہ وشعائر اسلامیہ اور حدود وقصاص اور احکام وقضاة کا مقرر کرنا سب جائز ہیں۔ کیونکہ ان پر امیر مسلم حاکم ہے اور اگر خود کفار ہی نے کسی مسلمان کو حاکم بنا دیا تب بھی مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ اُس کی زیر حکومت جمعہ وغیرہ قائم کریں اور مسلمانوں کے اتفاق رضامندگی سے قاضی بن سکتا ہے۔ اور (دارالحرب کے) مسلمانوں پر واجب ہے کہ کوئی والی مسلم تلاش کریں (اور اپنے معاملات کا رجوع اس کی طرف کریں) انتہی "

اور اسی معراج الدرایہ میں ہے کہ میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ ملک شام میں جو پہاڑ "ایتم اللہ"

---

[1] یہ عبارت شامی جلد اول باب الجمعہ ص ۵۹۵ میں ہے۔ ۱۲

[2] یہ عبارت شامی ج ۳ فصل فی استیمان الکافر ص ۳۹۰ مطبوعہ مصر ۱۳۱۴ھ میں ہے۔ ۱۲

ازیں ہر دو روایت واضح شد کہ برائے بقاء دار اسلامیہ بعد غلبۂ کفار بقاء قوت وشوکت احکام اسلام و انفاذ بقوت غلبہ مراد می شود وہمچناں در دار حرب اجرائے حکم اسلام اگر بقوت باشد رافع دار حربیہ می شود نہ ادائے محض شعار اسلام باذن و رضا حاکم مخالف دین۔

الحاصل غرض ازیں شروط ثلاثہ نزد امام و از یک شرط کہ اجرائے حکم اسلام است نزد صاحبین ہمون وجود غلبہ و قوت مراد است اگر ببعض وجوہ باشد۔ وہیچ اہل فقہ نمی گوید کہ در ملک کفار اگر کسے باذن ایشاں صراحتاً یا دلالتاً اظہار شعائر اسلام کند آں ملک دار الاسلام می شود۔ حاشا و کلا کہ ایں دور از تفقہ ہست چوں ایں مسئلہ محقق شد اکنوں حال ہند را خود غور فرمائید کہ اجرائے احکام کفار نصاریٰ در ایں جا چہ قوت و غلبہ ہست کہ اگر ادنیٰ کلکٹر حکم کرد کہ در مساجد جماعت ادا نکنید ہیچ کس از امیر و غریب قدرت ندارد کہ ادائے آں نماید۔

وایں ادائے جمعہ و عیدین و حکم بقواعد فقہ کہ می شود محض بقانون ایشاں است کہ در رعایا حکم جاری کردہ اند کہ ہر کس حسب دین خود است سرکار را بوئے مزاحمت نیست

اور اس کے متعلقہ بعض شہر ہیں سب کے سب بلاد اسلام ہیں کیونکہ ان کے حکام اگرچہ قوم دروز یا نصاریٰ ہیں لیکن وہ سب ہمارے مسلم حکام کے تابع ہیں اور اُن کی طرف سے قضاۃ و حکام مقرر ہیں اور چاروں طرف سے بلاد اسلام اُن کے اس طرح محیط ہیں کہ جب ہمارے حکام و اولوالعصر چاہیں تو وہاں اپنے احکام نافذ کر سکتے ہیں انتہی۔

ان دونوں روایتوں سے واضح ہوگیا کہ غلبہ کفار کے بعد کسی ملک کے دار الاسلام باقی رہنے کے لئے جو اجراء احکام اسلام شرط ہے اس سے یہی مراد ہے کہ بطریق غلبہ وشوکت احکام اسلام جاری ہو سکتے ہوں۔ اسی طرح دار الحرب میں احکام اسلام کا اجرا جب اُس کے دار الحرب ہونے کو زائل کر سکتا ہے جبکہ یہ اجرائے احکام بطریق غلبہ و قوت ہو نہ یہ کہ دار الحرب کا حاکم اپنی اجازت سے احکام اسلام جاری کرا دے۔

حاصل یہ ہے کہ امام اعظم رح کے نزدیک مذکورہ سابقہ تین شرطوں سے اور صاحبین کے نزدیک شرط واحد یعنی اجراء احکام اسلام سے مقصود ایک ہی چیز ہے یعنی وجود غلبہ و قوت اگرچہ بعض وجوہ سے ہو لیکن علماء اسلام میں کوئی شخص بھی اس کا قائل نہیں کہ کفار کے ملک میں اگر کوئی شخص اُن کی صریح اجازت سے یا اُن کی چشم پوشی کی وجہ سے شعائر اسلام کا اظہار کرے تو یہ ملک دار الاسلام ہو جائے گا۔ حاشا و کلا۔ کیونکہ ایسا خیال بالکل تفقہ سے دور ہے۔

حالت ہندوستان

اور جب یہ مسئلہ (کلی طور پر) محقق ہو چکا تو اب ہندوستان کی حالت پر خود غور کر لیں کہ اس جگہ کفار نصاریٰ کے احکام کا اجرا کس قوت و غلبہ کے ساتھ ہے کہ اگر کوئی ادنیٰ کلکٹر یہ حکم کر دے کہ مساجد میں جماعت ادا نہ کرو تو کسی امیر و غریب کی مجال نہیں کہ ادا کر سکے۔ اور یہ جو کچھ ادائے جمعہ و عیدین اور عمل (بعض) قواعد شرعیہ پر جو کچھ ہو رہا ہے محض ان کے قانون کی وجہ سے کہ انہوں نے یہ حکم جاری کر دیا ہے کہ ہر شخص اپنے اپنے مذہب میں آزاد ہے کسی کو اُس سے مزاحمت کا حق حاصل نہیں۔

و امن سلاطین اسلام کہ بود از ان نامے ونشانے نماندہ کدام عاقل خواہد گفت کہ امنے کہ شاہ عالم دادہ بود و ماکنوں بہمون امن مامون نشستہ ایم بلکہ امن جدید از کفار حاصل شدہ بہمون امن نصاریٰ جملہ رعایا قیام ہند می کنند۔ واما اتصال۔ پس آن در ممالک و اقلیم شرط نیست بلکہ در قریہ و بلد ایں شرط کردہ اند کہ مدد رسیدن از اں مراد و مقصود است و کسے می تواند گفت کہ اگر مدد کابل یا شاہ روم آید کفار را از ہند خارج کند حاشا وکلا بلکہ اخراج ایشاں بغایت صعب است جہاد و جنگ سامان کثیر می خواہد بہرحال تسلط کفار بر ہند بداں درجہ است کہ در ہیچ وقت کفار را بر دار حرب زیادہ ازیں نبود و اداے مراسم اسلام از مسلمانان محض باجازت ایشانست و از مسلمانان عاجز ترین رعایا کسے نیست۔ ہنود را ہم قدرے رسوخ است مسلمانان را نیست البتہ در ٹونک و رامپور و بھوپال کہ حکام آنجا باوجود مغلوب بودن از کفار احکام خود جاری دارند دار الاسلام توان گفت چنانچہ از روایات درمختار وغیرہ مستفاد می شود۔ فقط

جزی اللہ تعالیٰ محقق ھذا المسئلۃ و مولف ھذہ الرسالۃ خیر الجزاء بجاہ خاتم النبیین خیر الانبیاء صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

⁂

اور سلاطینِ اسلام کا دیا ہوا امن جو یہاں کے رہنے والوں کو حاصل تھا اب اُس کا کہیں نام و نشان نہیں۔ کون عقلمند کہہ سکتا ہے کہ ہمیں جو امن شاہ عالم نے دیا ہوا تھا آج بھی ہم اُسی امن کے ذریعے مامون بیٹھے ہوئے ہیں۔ بلکہ امن جدید کفار سے حاصل ہوا ہے اور اسی نصاریٰ کے دیئے ہوئے امن کے ذریعہ تمام رعایا ہندوستان میں قیام پذیر ہے۔ لیکن اتصال بدار الحرب سو یہ ممالک و اقالیم عظیمہ کے لئے شرط نہیں بلکہ گاؤں اور شہر وغیرہ کے لئے شرط ہے جس کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہاں سے مدد پہنچنا آسان ہے اور اگر کوئی کہے کہ اگر شاہ کابل یا شاہ روم کی طرف سے مدد پہنچ جائے تو کفار کو ہندوستان سے نکال سکتے ہیں مگر حاشا وکلا یہ بالکل صحیح نہیں بلکہ ان کا اخراج ہندوستان سے سخت مشکل ہے بہت بڑے جہاد اور عظیم الشان سامانِ جنگ کو چاہتا ہے۔ بہرحال تسلط کفار کا ہندوستان پر اس درجہ میں ہے کہ کسی وقت بھی کفار کا تسلط کسی دار الحرب پر اس سے زیادہ نہیں ہوتا۔ اور شعائر اسلامیہ جو مسلمان یہاں ادا کرتے ہیں وہ محض اُن کی اجازت سے ہے ورنہ مسلمانوں سے زیادہ عاجز رعایا کوئی نہیں ہے۔ ہندوؤں کو بھی ایک درجہ کا رسوخ حکومت میں حاصل ہے مسلمانوں کو وہ بھی نہیں۔ البتہ ریاست ٹونک اور رامپور اور بھوپال وغیرہ کہ وہاں کے حکام باوجود مغلوب کفار ہونے کے اپنے احکام کو جاری رکھتے ہیں ان کو دار الاسلام کہا جاسکتا ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ کی روایات سابقہ سے مستفاد ہوتا ہے۔ فقط

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

بندہ رشید احمد گنگوہی

الحمد للہ والمنۃ کہ رسالہ دار الحرب کا ترجمہ اردو تمام ہوا حق تعالیٰ اس کو بھی اصل کے ساتھ مقبول و نافع فرمائے آمین۔ والحمد للہ الذی بعزتہ و جلالہ تتم الصالحات۔

بندہ محمد شفیع دیوبندی عفا اللہ عنہ

فاذا قرأناہ فاتبع قرآنہ ۔ (القرآن)

لطائف رشیدیہ

یعنی مکاتیب بہجت اسالیب از تصنیف لطیف

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہٗ
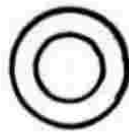
ناشر

ادارۂ اسلامیات ۱۹۰ - انارکلی لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا وَّ مُسَلِّمًا

بعد حمد و صلوٰۃ کے بندہ فقیر **محمد یحییٰ** احقر تلامذہ حضرت مولانا مدفیوضہم بعالی خدمت حضرات قدردانان تحقیقات عجیبہ و رمز شناسان تدقیقات غریبہ عرض رساں ہے کہ حضرت کی مختلف تصانیف جو بارہا چھپ چکی ہیں اور بوجہ اپنے مقبول ہونے کے ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو چکی ہیں اُن میں سے **لطائف رشیدیہ** جس میں بعض آیاتِ قرآنی کا مطلب بیان فرمایا گیا ہے اب ایک عرصہ سے دستیاب نہیں ہوتی۔ باوجودیکہ پہلی مرتبہ جو طبع ہوئی تھی اُس کا کاغذ وغیرہ بھی مرغوب طبع نہیں پڑا۔ اس لئے اب بہ تخفیف اس رسالہ کو باضافہ چند مسائل دے کہ جن میں سے ایک مسئلہ حجاب ہے دوسرا مکتوب انوار القلوب جو لبشرح حدیث آخر رجل دخل الجنۃ حضرت نے تحریر فرمایا تھا سہ بارہ طبع کراتا ہے کہ نفع عام اور فائدہ تام ہو۔

واللہ المسئول بحسن الختام۔ فقط والسلام

محمد یحییٰ تاجر کتب دینیہ و مدرس مظاہر العلوم سہارنپور

مورخہ اوّل محرم الحرام روز پنج شنبہ

سنہ ۱۳۱۸ھ

مکتوبِ اوّل در تحقیق معانی بعض آیات بنام مولوی محمد صدیق صاحب مرادآبادی

سوال :- حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے بعد نقل عبارت شیخ عربی آیت وعلی الذین یطیقونہ کے غیر منسوخ ہونے کی یہ وجہ لکھی ہے قلت عندی وجہ اٰخر وھو ان المعنے وعلی الذین یطیقون الطعام فدیۃ ھی طعام مسکین فاضمر قبل الذکر لانہ متقدم رتبۃ وذکر الضمیر لان المراد من الفدیۃ ھو الطعام والمراد منہ صدقۃ الفطر عقب اللہ تعالیٰ الامر بالصیام فی ھذہ الاٰیۃ بصدقۃ الفطرۃ کما عقب الاٰیۃ الثانیۃ بتکبیرات العید انتہیٰ اطعام - طعام سے صدقہ فطر ادا ہوتا ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں ہوتا تو اس معنے کی تقریر بتوضیح ارشاد ہو اور آیت آئندہ سے برتقدیر تسلیم اس معنے کے اس آیت شریفہ کو کیا ربط ہے -

الجواب :- مولوی محمد صدیق صاحب السّلام علیکم - شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ نے مراد فدیہ طعام مسکین سے صدقہ فطر لیا تو اب بعد کی آیت میں فرمایا کہ اگر زیادہ ایک آدمی کی خوراک سے دو تو بہتر ہے اور یہ ظاہر ہے کہ زیادہ قدر فرض سے دینا اولیٰ ہے اور یہ آیت وان تصوموا خیر لکم الاٰیہ - جدا جملہ ہے بتاکید صوم کہ ہر گاہ کہ صوم کی مشقت اور فدیہ دینی کی کلفت قلب پر گزری تو فرمایا کہ روزہ رکھنا اگرچہ گراں ہو مگر بہت اچھا ہے - اگر تم کو علم ہے تو بوجھو کہ فاقہ کرنا اور مال کا للہ دینا کس قدر مصالح دینی و دنیوی کو مشتمل ہے الیٰ آخر ما قال - رہا طعام سو اس کے معنی طعام دادن کے ہیں - یہ تملیک کے منافی نہیں فدیہ کے لفظ سے تملیک نکلتی ہے - کما ھو الظاہر

سوال :- سورۂ نساء میں جو ارشاد ہے فان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامیٰ فانکحوا - اس آیت کے کیا معنی ہیں اور فان خفتم اور فانکحوا شرط و جزا ہیں یا اور کچھ ؟

الجواب :- ان خفتم اور فانکحوا شرط و جزا ہیں اور معنی یوں ہیں اگر خوف کرتے ہو کہ عدل نہ کر سکو گے یتامیٰ سے تو نکاح کر لو اور عورتوں سے جو خوش آویں تم کو دو دو الخ یعنی اگر یتامیٰ کے نکاح سے اندیشہ ہے تو اور عورتیں کر لو کیا ضرور ہے کہ یتامیٰ کو کر کے اندیشہ میں پڑو - عورتیں بہت ہیں اور تم کو وسعت چارتک کی ہے - پھر یتامیٰ کا ہی کرنا کیا ضرور ہے اور یہ ایسی شرط جزا ہے جیسی فان لم تفعلوا فاتقوا النار الخ اول سورہ بقرہ میں ہے مع ہذا نصوص میں مفہوم مخالف کا اعتبار امام صاحب کے نزدیک نہیں ہوتا اور شافعی صاحب مفہوم جب لیتے ہیں کہ قید کا کوئی فائدہ نہیں ہو - پس اب کوئی وجہ اشکال و خفا کی نہیں ہے -

سوال :- ویوم تشقق السمآء بالغمام میں مراد غمام سے کیا ہے ؟

الجواب :- غمام کے ترجمہ کو بیضاوی جلالین نے بادل سفید لکھا ہے - بیضاوی لکھتا ہے کہ جب آسمان شق ہو وے گا تو اس میں سے

ایک غمام نکلے گا اس میں ملائکہ ہو دیں گے اور جلالین کہتا ہے کہ غمام کہ آسمانوں کو لگا ہُوا ہے مع آسمانوں کے پھٹ جاوے گا۔

سوال :۔ اور آیت شریف قل ما یعبؤ بکم ربی لو لا دعاء کم الخ مخاطب کم کے کون لوگ ہیں اگر کفار ہیں جیسا کہ کلمۂ فقد کذبتم اور سوف یکون لزاما سے مفہوم ہوتا ہے تو اُوپر کی آیات میں مومنین کا ذکر ہے۔ خطاب بعد ذکر مومنین کے مومنین کو کیوں نہیں فرمایا۔ جو ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب اور مولانا رفیع الدین صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب علیہم الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے اُن کا مطلب بھی ذہن میں خوب نہیں آیا۔ ترجمہ دکھوانے کے وقت مطلب مختلف ہر ترجمہ کا کچھ کچھ ذہن میں آتا تھا۔ حضرت کا اگر حرج اوقات نہ ہو تو ایسی تفصیل سے مطلب زیب رقم فرمائیے کہ سب ترجموں کا مطلب ذہن نشین ہو جائے۔

الجواب :۔ سورہ فرقان کی آخر کی آیت میں تو خطاب کفار کو قطعاً ہے اور قولہ ما یعبؤ بکم میں دونوں کو ہو سکتا ہے کہ اول مومنین کو خاص خطاب تھا کہ ایسی عبادات و معاملات کرنے والوں کے درجات ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ اگر عبادات نہ ہوتی تو تمہاری اے مومنو تمہارے رب کو کیا پرواہ ہوتی کہ تم بھی مثل حیوانات و کفار کے لایعبأ بہ ہوتے یا ما کو نافیہ کہو کہ اگر عبادات تمہاری نہ ہوتی تو تمہارے رب کو تمہاری کچھ پرواہ نہیں تھی فقد کذبتم اے تمہاری بعض قوم نے تکذیب کی تو دیکھو کہ اب اپنی سزا کو پہنچتے ہیں اور جو کفار کو خطاب ہو تو بھی واضح ہے کہ اول مومنین کے درجات بیان کر کے کفار کو کہا کہ تمہاری کیا پرواہ ہو بدوں عبادات کے، سو تم نے عبادت نہ کی بلکہ تکذیب کی تو سزا پاؤ گے اور مومنین کے درجات سے محروم رہو گے۔

سوال :۔ وان جاھداک علی ان تشرک بی ما لیس لک بہ علم میں قید آخر کا کیا فائدہ ہے؟

الجواب :۔ سورۂ لقمان میں قید ما لیس لک بہ علم کا یہ نفع ہے کہ شرک نہ کرنے کی تاکید ہوگئی۔ کیونکہ فرمایا کہ جو وہ شرک کراویں تجھ سے ایسی کو کہ اس کا علم و وقوف نہیں تو کمال حماقت ہے کہ محض تقلید بیہودہ سے ایسا خراب عمل کرے اگر کوئی امر سمجھ میں غلطی سے آگیا اور اس پر کسی کی تقلید سے عمل کیا تو کہہ سکتے ہیں کہ والدین کی بات قریبِ قیاس تھی مان لی مگر جب ایسی بات کہیں کہ بالکل خلافِ عقل اور محض حماقت ہو اور محض فساد ہو تو کیسے کوئی عاقل اس کو مان سکتا ہے؟ پس شرک اور سب خلاف مشروع ایسا ہی ہے تو اس کے تسلیم کی کوئی عذر و حجت ہی نہیں ہو سکتی۔ مفسرین نے اس قید کو قید واقعی لکھا ہے مگر یہ نکتہ عجیب ہے بغور سُننا۔

سوال :۔ ولو لا رجال مؤمنون و نساء مومنات لم تعلموھم ان تطاؤھم فتصیبکم الایۃ۔ اس آیت شریف کا مضمون بھی سمجھ میں نہیں آتا اور جو کسی وقت سمجھ میں آتا ہے وہ ہر وقت ذہن میں نہیں رہنا اور لیدخل اللہ کس کے متعلق؟

الجواب :۔ سورہ فتح میں کہا کہ اگر مکہ میں بعض مرد و عورت مسلمان نہ ہوتے ایسے کہ تم ان کو نہیں جانتے اور بہ سبب نادانستگی کے اُن کے پامال ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم تم کو اذن قتال دیتے مگر چونکہ ان مسلمانان مخفیہ مکہ کو بچانا اور تم کو اس معرت قتلِ مسلمانان سے بچانا تھا اذن قتال نہ دیا۔ لیدخل متعلق لا اذن لکم جواب محذوف کی ہے۔

سوال: سورہ حجرات میں آیۂ کریمہ واعلموا ان فیکم رسول اللہ الخ کلمہ ولکن سے کس وہم کو مرتفع فرمایا ہے۔

الجواب: سورہ حجرات میں جب فرمایا کہ اگر رسول اکثر بات تمہاری مانتا تو تم ہلاک ہوتے شبہ ہوا کہ بعض بات ماننے سے شاید کچھ نقصان اصحاب کا ہوا ہو کہ اشارۃً مفہوم ہوتا ہے کہ اکثر امور کی تسلیم سے ہلاکت تو بعض کی تسلیم سے مضرت ہو گئی ہووے گی تو رفع کر دیا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرماتا ہے تو تم کو محفوظ رکھا ہے جو امر ہوتا ہے فوراً اطلاع دے کر بچادیتے ہیں کیونکہ کفر و فسق و عصیان کی سب کی بہ ترتیب کراہت ارشاد فرمادی ہے۔

سوال: آیت شریف ولقد خلقنا السمٰوات والارض وما بینہما فی ستۃ ایام وما مسنا من لغوب میں چھ روز کے پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے؟ اور ما مسنا من لغوب کے ارشاد سے کیا مراد ہے اور تعارض ظاہری اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون اور ستۃ ایام کا کیا جواب ہے؟

الجواب: چھ روز میں پیدا کرنے کی مصلحت بہت ہیں بندہ بعض مصالح سے اگر واقف ہو گیا تو اس میں حصر نہیں۔ بیضاوی نے لکھا ہے کہ اس میں دلیل باختیار کرنے کی ہے یعنی بایجاب موجود ہونا جو حکماء جہلاء نے کہا ہے باطل ہے اور تعلیم تانّی کی بندوں کو ہے کہ تم بھی سمجھ سوچ کر کام کیا کرو اور ہو سکتا ہے کہ یہ اشارہ ہو کہ آدمی چھ روز کاروبار کرے اور ایک ساتواں دن عبادت کا مقرر کرے اور فراغ عن المعاش اور تعمیر معاد کے لئے مقرر کرے اور سوائے اس کے اور منافع اور عبرات بھی ہوں اور سورۂ قاف کی اس آیت وما مسنا من لغوب میں اشارہ ہے کہ ہم کو خلق السمٰوات والارض میں کوئی تکان نہیں ہوا اور جو لمحہ میں پیدا کر ڈالتے تاہم تکان نہ تھا۔ پھر باوصف عدم تکان کے چھ روز میں پیدا کیا ہے تو تمہاری تانّی اور ورنگ سکھانے کو یہ امر ہوا تو تم صبر کرو کفار کی طعن پر یہ ربط تو ما بعد سے ہے اور ما قبل سے بھی واضح ہے کہ ہم نے پہلے بہت سے امم کو ہلاک کر دیا ہے اور ان کا ہلاک کیا دشوار ہے کہ سمٰوات وارض کے خلق ستۃ ایام سے بھی ہم کو لغوب نہیں لگا اور معارضہ آیت واذا اردنا الخ کا نہایت ضعیف ہے۔ اول تو سنو کہ تمام اشیاء کا خالق حق تعالیٰ ہی ہے پھر خلق السمٰوات میں آپ کو شبہ ہوا۔ انسان کے نو ماہ میں پیدا کرنے کا کبھی شبہ نہ ہوا علیٰ ہذا۔ پس مراد یہ ہے کہ جس قدر کہ ہم پیدا کرنا چاہتے ہیں ایک کلمہ سے پیدا کرتے ہیں ذرا بھی سامان کی ضرورت نہیں۔ سو جس قدر سمٰوات سے ہم نے چاہا فوراً ہو گیا پھر جتنا چاہا فوراً ہو گیا۔ علیٰ ہذا اسی واسطے بیضاوی نے کہا فی ستۃ ایام دفعات اور جو یوم کی قدر چھ یوم کی مراد ہو جب بھی حرج نہیں کہ تھوڑا تھوڑا پیدا کرنا تھا اسی طرح پیدا کر دیا جیسا تمام دنیا میں مشاہد ہے زیادہ بسط میں طول ہے اور ذی فہم کو یہ کافی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: حضرت جبرئیل علیہ السلام کا بصورت بشر حضرت مریمؑ کے پاس آنا کس وجہ سے تھا؟

الجواب: حضرت جبرئیل علیہ السلام کا بصورت بشر تام الخلق حسین ہو کر آنا اس واسطے تھا کہ صورت مَلک سے حضرت مریمؑ کو وحشت ہوتی اور انسان کی صورت مانوس ہوتی ہے حضرت مریمؑ نے بشر جان کر تعوذ کیا کہ متقی خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور خلوت نامحرم کے ساتھ معصیت ہے۔ جب جبرئیل علیہ السلام نے حقیقۃ الامر بیان کی یہ بیان سوال بھی بصورت بشر باحسن الوجوہ حاصل ہوا بصورت مَلک بسبب وحشت و عدم اُنس کے دشوار تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اصل صورت جبرئیلؑ کو دیکھ اور جان کر کہ روح القدس ہیں ڈر گئے تھے قصۂ مدثر اور نزول وحی کا مشہور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مکتوب دوم در تحقیق معنی آیت حتی اذا بلغ مغرب الشمس الآیۃ

سوال :۔ شمس کا فلک چہارم پر ہونا احادیث سے ثابت ہے یا صرف حکماء کی رائے ہے اور اگر آسمان چہارم پر ہے تو آیت شریف حتے اذا بلغ مغرب الشمس الاٰیۃ میں جو تاویل ہے فرمائی جائے اور نیز جب کہ سورج غالباً ساٹھ حصے بڑا ہے تو زمین کی آڑ میں کیونکر چھپ جاتا ہے ؟

الجواب :۔ سب آسمان نہایت صاف شفاف ہیں کہ ساتویں آسمان کے ستارے ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا پہلے ہی آسمان پر ہیں جیسا مثلاً سات شیشے صاف آگے پیچھے رکھے جائیں اور ساتویں شیشے کے بعد چراغ رکھا جاوے تو دور اگر کوئی دیکھتا ہے تو فقط چراغ نظر آتا ہے کسی شیشے کا وجود چراغ سے ورے نظر نہیں آتا اس واسطے کہ نظر کا قرار ذی کثافت پر ہوتا ہے اور شفاف شئے پر نظر نہیں رکتی بلکہ اس سے نافذ ہوکر آگے بڑھ جاتی ہے۔ ایسا ہی چوتھے آسمان پر گو آفتاب ہے مگر آسمانوں کا جرم بسبب شفافیہ کے مانع رویت آفتاب کا نہیں اور نہ آفتاب سے جدے تین طبقے آسمان کے محسوس ہوتے ہیں بلکہ فقط آفتاب کا ہی جرم محسوس ہوتا ہے گویا کہ آفتاب پہلے ہی آسمان کی سطح زیرین پر ہے۔ پس جب آسمان حرکت کرتا ہوا عین حمئۃ کے قریب پہنچتا ہے تو وہاں کے مقیم آدمی کو یوں بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے کہ عین حمئۃ میں آفتاب ڈوبتا ہے اگرچہ آفتاب وہاں سے بہت دور ہو۔ جیسا یہاں کے باشندوں کو وقت غروب یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمین میں آفتاب پڑتا ہے اور اہل دریا کو دریا میں ڈوبتا معلوم ہوتا ہے۔ پس معنی تغرب فی عین حمئۃ کے یہ ہیں کہ ذوالقرنین کو بادی النظر میں ایسا محسوس ہوا لہٰذا فرمایا وجدھا تغرب نہ یہ کہ واقعی یہ امر تھا اور علیٰ ہذا جب آدمی کی نظر پر چار انگشت کی شئے حاجب ہو جاوے کہ انبساط نظر کو مانع ہو تو تمام عالم کو جو کہ وڑوں درجے شئے حاجب سے کلاں ہے نظر سے روک دیتی ہے زمین تو بہت بڑی شئے ہے۔ سو چونکہ اس زمین نے آدمی کی نظر کو جہاں تک نظر کا انبساط ہے روک رکھا ہے تو جو شئے زمین پر سے پرے ہووے گی وہ نظر نہ آوے گی۔ کیونکہ شعاع نظر وہاں تک نہیں پہنچتی تو آفتاب کا محجوب ہونا اس وجہ سے ہے کہ زمین نے نظر کی سب طرف کی شعاعیں آفتاب تک پہنچنے سے روک دیں۔ نہ اس وجہ سے کہ زمین کلاں ہے۔ اس امر عقلی کو تجربہ سے دیکھو کہ ادنےٰ شئے جو محیط نظر آتی ہے سارے عالم کو روک دیتی ہے۔ سو اس میں تو کچھ بھی شبہ نہیں۔ فقط

چونکہ یہ ہر دو شبہ کچھ نہ تھے اور یہ دونوں امر کالبدیہی تھے مفسرین نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

※

مکتوب سوم[۳۳] متعلق آیت وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ وتحقیق روایت جلالین شریف

سوال :۔ اذا تمنی القی الشیطان فی اُمنیتہ کے معنی مع تحقیق روایت جلالین جو اس کی تفسیر میں وارد ہے ارشاد ہو ؟

الجواب :۔ ترجمہ آیت کا نہ معلوم کون وجہ ہے کہ پوچھتے ہو اگر وجہ اشکال لکھ دیتے تو بہتر تھا خیر لکھتا ہوں۔ جس وقت پڑھتا ہے ڈالتا ہے شیطان اس کی قرآت میں. جلالین نے تو ایسی خبط روایت لکھ دی کہ عقل نقل کے خلاف ہے۔ اگر یہ ہو تو آپ کی تبلیغ ہی بے کار ہو جائے۔ اگر یوں ہو کہ بعد آپ کے وقف وسکوت کے آیت ومناۃ الثالثۃ الاخری پر شیطان نے اذن کفار میں تلک[۴] العز انیق الخ ڈال دیا اور القاء کر دیا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا ہے تو ممکن تھا اور چنداں دشوار نہ تھا گو محققین اس سے بھی انکار کرتے ہیں۔

مَیں کہتا ہوں کہ اگر یوں کہا جائے کہ قرأت میں القاء کرنے سے یہ مراد ہے کہ کفار کو جو قرأت پہنچتی ہے اُس میں مفتری لوگ کچھ افترا کر کے کم و زیادہ حسب خواہش کر کے جا سناتے ہیں کہ جس سے حضرات انبیاء علیہم السلام پر طعن کا موقع ہو جاوے تو کیا حرج ہے یہ تصور کرنا کہ عین وقت قرآت کے القاء کر دیتا ہے۔ کیا ضرورت ہوئی اور کیا قرینہ تخصیص وقت قرأت کا ہے بلکہ قرآن میں تحریف کرنا مراد ہے یا یہ تحریف فقط معنے کا بگاڑ کر بیان کرنا ہو جیسا کہ یہ ہر دو تحریف پہلی کتابوں میں موجود ہے بلکہ اگر یہ دعوی کیا جائے کہ پہلی کتب کی نسبت یہ حکم ہے نہ حضرت علیہ السلام کی نسبت تو کیا دلیل ہے کہ اس قرآن میں بھی ایسا ہُوا ہے۔ چونکہ یہ محکم غیر منسوخ بحفاظت اللہ تعالٰے ہے اس میں ہرگز یہ نہ ہُوا۔ پس اب کوئی خدشہ نہیں یا کہو کہ معنے یہ ہیں جس کو بیضاوی نے لیا۔ جب تمنے کرتا ہے تو شیطان اس کی تمنے میں القا کرتا ہے یعنی بعض امر برائے خود قبل ورود وحی فرماتے ہیں جو خواہش قلبی کے موافق ہوتا ہے چونکہ رضائے حق تعالیٰ کے خلاف ہے اس میں دخل شیطان ہے نہ یہ کہ تسلط شیطان کا آپ پر ہوا بلکہ کوئی امر تزویر شیطانی تھا اس پر مرأۃ قلب آپ کا مقابل ہو کر منعکس ہُوا بسبب خواہش قلبی کے کہ تبادیل خیر ہو جاتی ہے۔ آپ نے اس کے موافق تمنّے قرار دے کر کرنا چاہا یا کر لیا اس کو حق تعالیٰ نے رد کر دیا جیسا مشورہ اُساره بدر میں ہوا مثلاً زیادہ تقریر کی گنجائش نہیں۔ فقط

مکتوب چہارم[۴]۔ در تفسیر کریمہ وَلَا تَنکِحُوا مَا نَکَحَ آبَاؤُکُم

سوال :۔ ہرگاہ کہ حرمت مصاہرت آیت کریمہ ولا تنکحوا ما نکح اباءکم الایہ سے مستنبط ہے تو صرف نکاح پر مقصود رہنی چاہیئے۔ زنا سے حرمت مصاہرت ثابت ہونے کی کیا دلیل ہے ؟

الجواب :- از بندہ رشید احمد عفی عنہ السلام علیکم! خط آیا۔ جس نے اپنی منکوحہ کی مادر سے زنا کیا اُس کی زوجہ اُس پر حرام ہوگئی خواہ زوجہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے بوجہ جزئیت کے نہ بوجہ حرمت فعل کے دلیل اس کی آیۃ سورہ نساء کی ہے ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم نہیں خطاب صحابہ کو اور من بعد کو ہے اور ما نکح میں نکاح عام ہے کہ مشروع ہو یا غیر مشروع ہو مطلق کو مقید کرنا درست نہیں اور اس زمانے میں بعض نکاح وہ تھے کہ محض زنا ہوتے ہیں چار قسم کے نکاح تھے ایک قسم تو حلال اور تین قسم زنا۔ پس حق تعالیٰ نے فرمایا کہ جس سے تمہارے آباء نے کوئی نکاح کیا اُس سے تم نکاح مت کرو۔ پس جب یہاں نکاح غیر مشروع جو زنا تھا موجب حرمت مصاہرت ہوا سب جگہ ہووے گا اور اس حدیث میں جو زمعہ کی ام ولد سے عتبہ نے زنا کیا تھا اور حضرت علیہ السلام نے حکم دیا کہ الولد للفراش زمعہ کا ولد اس پسر کو بنایا مگر بنت زمعہ کو پردہ کا حکم دیا تھا۔ اس وجہ سے کہ شبیہ عتبہ کی اس میں تھی تو زنا گو کہ حرام فعل تھا رعایت فرما کر پردہ کا حکم دیا تھا۔ اگر زنا کا اعتبار نہ ہوتا تو پردہ محرم سے کیا وجہ تھی۔ یہ تقریر بسط طلب ہے بغور سمجھ سکتا ہے۔ فقط والسلام ۔ ۲۸ شوال دوشنبہ ۱۳۰۲ھ

مکتوب پنجم[۵] بجواب سوالات مولوی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندی

سوال : سماع موتیٰ کہ از احادیث ثابت است و آیۃ کریمہ انک لا تسمع الموتی اگر بظاہر خود وہم داشتہ آید اگرچہ محل تاملہاست یا نہ ہم تخصیص آں و احادیث چرا نمے کنند و اگر بتعمیم آیت نظر کردہ آید سماع موتیٰ سلام احیاء وغیرہ را چہ جواب است آیا حدیث متروک است یا چگونہ وجہ خرابی است دریں کہ سماع را از احادیث ثابت گویند و در آیت نفی سماع قبول و اجابت چنانچہ از سباق و سیاق آیت مفہوم میشود مراد باشد غرض تحقیق دریں مسئلہ چیست ؟

الجواب :- مسئلہ سماع موتیٰ کا قرن اول میں مختلف ہُوا ہے اب اس کا فیصلہ تو ممکن ہی نہیں مگر بتقلید اپنے مجتہد مقلد کی کوئی ترجیح کی جانب اگر میلان کرے تو مضائقہ نہیں سو مسلک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مثل طریقہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے یہ ہے کہ آیت قطعی کو اپنی حالت میں رکھ کر اور معنی حقیقی پر عمل کر کے کہ اصل موضوع یہ ہے حدیث میں کہ شرح قرآن ہے تاویل مناسب ہے جب تک قطع معنے حدیث پر حاصل نہ ہو جاوے چنانچہ اصول میں مبرہن ہے۔ پس آیت انک لا تسمع الموتی قطعی خاص اور احادیث و سماع ظنی اخبار احاد سے تخصیص کس طرح درست ہو سکتی ہے۔ پھر اس آیت میں استعارہ ہے کہ کفار کو اموات وصم سے تشبیہ دیا ہے اور مستعار منہ میں معنی وجہ شبہ کی حقیقتاً ہوتے ہیں۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ میت اور اصم میں صلاح سماعت نہیں لہٰذا معنی عدم اجابت کے جو مجاز ہے مشبہ بہ میں لینا کیسے درست ہوگا۔ البتہ مشبہ میں یہی مراد ہے۔ لہٰذا حسب قاعدہ مرجح جانب عدم سماع ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چونکہ فخر عالم کی زبان سے ما انت باسمع منہم سنا تھا تو ان کے نزدیک یہ حدیث بھی قطعی تھی سو جو کچھ معنی انہوں نے سمجھے اس فہم کی وجہ سے اگر تخصیص کریں ہو سکتا ہے ورنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے تو خود حدیث میں تاویل کی اور آیت کو بحال خود رکھا

اور جمع کر دیا الحاصل ارجح مذہب عدم سماع کا ہے حسب قواعد۔ پس احادیث سماع میں تاویل مناسب ہے ورنہ دوسری جانب بھی مذہب قوی ہے اور زیادہ بسط کی گنجائش نہیں۔ اگر بغور مطالعہ فرماؤ گے تو توقع ہے کہ اصل مراد کو آپ تصدیق فرماویں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال: ۔ اور آیت کریمہ و ان لیس للانسان الا ما سعیٰ اگر تخصیص کا قرنہ کردہ آید و لام را بمعنے علیٰ نگفتہ آید و دیگر تاویلات کہ فقہاء کردہ اند نکردہ آیند بل احادیث دالہ بر وصول اجر صدقات وغیرہ از احیاء باموات را تاویل کردہ آید چنانچہ از تعارض آیت کریمہ ولا تزر وازرۃ وزر اُخریٰ احادیث تعذیب اموات بر بکا احیاء را تاویلے کردند و عمل بعموم آیت مقدم داشتند چہ مانع است و فرق ما بین المسلکین چیست کہ یکے جائز است و دیگرنے فقط والسلام خیر ختام۔

الجواب: ۔ آیت و ان لیس للانسان الا ما سعیٰ۔ مطلقاً نفع غیر کی نفی ہے خواہ نیابتہً ہو خواہ ہبتہً ہو خواہ نسباً۔ اور دیگر آیاتِ قطعیہ سے اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً والذین اٰمنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا۔ سورۂ طور کی آیت کہ آباء کے اعمال صالحہ کی وجہ سے ترقی درجات اولاد کی منصوص ہے اور واستغفر لذنبک الخ سے بسبب استغفار کسی کے رفع سیات اور رفع درجات منصوص ہے پس قطعی کو قطعی سے یہاں مقید کرنا ہے اور وصول ثواب عبادت مالیہ کا مجمع علیہ تمام امت مقبولہ کا ہے اور اس کی اثبات میں احادیث کثیرہ کہ حد تواتر معنوی کو پہنچ گئی ہیں موجود ہیں اور وصول ثواب بدنیہ میں بھی روایات کثیرہ ہیں کہ اگر جمع کی جاویں تو تواتر کو پہنچ جاویں۔ سو ایسے موقع پر قطعی کو قطعی سے تخصیص یا نسخ کیا گیا ہے۔ آیت ہو یا حدیث متواتر و مشہور خلاف مسئلہ سماع موتیٰ کے اور مسئلہ بکاء علی المیت کی کہ وہاں بمقابلہ قطعی خاص و عام کی خبر واحد ہوئی لہٰذا وہاں خبر واحد میں تاویل کی گئی دونوں میں فرق ظاہر ہے معہذا آیت وان لیس کا ایسا ترجمہ ہو سکتا ہے کہ حاجت تقید کی نہ ہو کہ ما سعیٰ مطلق ہے اس سے کہ خود سعی ہو یا باعثِ نفع عمل غیر کا ہو یعنی اسلام و ایمان کہ اگر سعی ایمانی اسلامی ہے تو دوسرے کے عمل سے نفع ہووے گا ورنہ حالت کفر میں نہ ہووے گا۔ چنانچہ یہ ترجمہ بعض مفسرین نے لکھا ہے اور آیت یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم سے یہ واضح ہوتا ہے۔ پس جب معنے اس آیت کے یہ ہوئے تو اس آیت میں انسان سے مراد کافر ہووے گا اور ماسبق میں کافر کو بھی خطاب ہے۔ بہر حال اس آیت کا مسلک دیگر ہے اور آیت سماع اور بکاء کا طریق دیگر۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم

مکتوبِ ششم در حرمت مال محصلہ قمار بضمن تفسیر کریمہ انما الخمر والمیسر

سوال: ۔ جو جانور قمار میں حاصل ہوا ہو وہ حلال ہے یا حرام؟ علماء سے حرام سنا ہے اور استدلال ان آیت وان تستقسموا بالازلام سے ہے۔ سو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اول تو اس آیت سے حرمت استقسام کی ثابت ہے اُس جانور مستقسم علیہ کی حرمت نہیں نکلتی اس کا جواب کیا ہے یا کوئی دوسری دلیل ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ جانور اس شخص کی ملک ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اگر ہو جاتا ہے تو اس کا حال آیا مثل بیع فاسد کے ہے کہ تبدل ایدی سے خباثت زائل ہو جاتی

ہے یا اور کچھ صورت ہے اور اگر ملک نہیں ہوتی اور اس کی خباثت ہمیشہ تک متعدی ہے تو آیا اس تحقیق کی ضرورت ہے کہ یہ جانور کہاں سے حاصل ہوا یا ضرورت نہیں۔ کیونکہ گائے بھینس بیل مرتے ہیں تو بعض لوگ اس کو چماروں کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں اور وہ اس کا چمڑا جدا کر کے جفت یا پاپوش بناتے ہیں اور سب خرید کر پہنتے ہیں اس کی تفتیش واجب ہے یا نہ؟ اور اس تقدیر پر کہ ملک نہیں ہوتی بھلا اگر کفار آپس میں قمار کھیلیں اور جانور قمار سے حاصل کر کر قصاب کے ہاتھ بیچ دیں تو اول کفار کی ملک حاصل ہو جاتی ہے کہ بعد میں کفار کی ملک ہو جاوے یا کفار کی بھی ملک نہیں ہوتی اور اگر نہیں ہوتی تو کیوں نہیں ہوتی ان کے معاملات میں تو ہم مسلمان دخیل نہیں اور ان کے درمیان میں ان کا نفاذ مانتے ہیں اس قمار کا نفاذ کیوں نہیں مانتے؟ اور اگر کہیں کہ وہ معاملات نافذ ہوں گے جو اُن کے دین میں جائز ہوں تو اُس پر یہ شبہ ہے کہ بیع وشرا خنزیر کہ بالاتفاق جملہ ادیان میں حرام ہے اس میں کیوں فرمایا الخنزیر لھم کالشاۃ لنا۔ پھر مفتی کو بڑی مشکل ہوگی کہ تمام عالم کے مذہب سے واقف ہو اور جو لا مذہب ہیں جیسے ہندو کہ اہل کتاب و مذہب نہیں اُن کا کیا حکم ہوگا؟ کیونکہ ہندو دوالی کے روز قمار کو بہت ثواب سمجھتے ہیں۔ پس یہ امور کیونکر فیصل اور طے ہوں گے اور بھی شبہات تمام عقود باطلہ میں ہیں جیسے سرقہ۔ غصب۔ بیع باطل۔ ربوا رشوت۔ اُجرت زانیہ و مغنیہ و نائحہ یہ سب ملک ہوں گے اور اگر ان صورتوں میں ملک محقق ہو جاوے تو صرف اس کا مساجد وغیرہ میں جائز کیوں نہیں یا جائز ہے۔ براہ مرحمت ان شبہات کا جواب عنایت ہو مع دلائل شرعیہ کہ خلجان رفع ہو۔

الجواب :۔ جو جانور قمار سے حاصل ہوا وہ حرام ہے لقولہ تعالیٰ انما الخمر والمیسر الخ ولقولہ تعالیٰ یاایھا الذین اٰمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الخ ولقولہ تعالیٰ وان تستقسموا بالازلام الخ علی بعض التفسیر۔ اور ہر گاہ کہ قمار کو حق تعالیٰ نے حرام فرمایا تو جو مال بذریعہ قمار حاصل ہووے گا وہ سب حرام سخت خبیث ہووے گا۔ اور یہ شبہ کہ فعل استقسام کو حرام فرمایا ہے نہ مال محصل باستقسام کو یہ عجیب شبہ ہے۔ اولاً حرمت اس فعل کی بعینہٖ حرمت تحصیل مال کی اس ذریعہ سے ہے کیونکہ قمار لغتہً خود تحصیل مال باب اضاع کا نام ہے۔ پھر اس کے کیا معنی ہوئے کہ قمار مت کرو یعنی تحصیل مال اس طرح مت کرو نہی وارد ہوتی اور فعل ہی حرام رہا مال محصل حرام نہ ہوا۔ مثلاً غصب مت کرو سرقہ مت کرو تو غصب اور سرقہ حرام ہوا اور مال ماخوذ حرام نہ ہوا۔

ان ھذا الشیئ عجاب۔ ہر عاقل جانتا ہے کہ غرض اس نہی سے تحریم مغصوب و مسروق و مال کفار ہے نہ یہ کہ ایسا کھیل مت کیا کرو اور جو کر لیا تو گناہ ہووے گا مگر مال حلال طیب ہی کھایا کرو۔ یہ تو گویا ترویج و تقریر اس فعل کی ہوگئی۔ دوسرے یہ کہ نہی افعال حسیہ سے تحریم اس فعل کی ہوتی ہے اصلاً اور نہی فعل شرعی سے تقریر مشروعیت فعل کی ہوتی ہے اور نہی اس میں لامر عارض ہوتی ہے چنانچہ اس کی بحث مشبع اصول میں ہے اور قمار افعال حسیہ میں سے ہے۔ پس اس کی نہی تحریم اس کی ہے لذاتہ۔ پس جس عقد میں قمار ارکان کے مواقع میں واقع ہو جاوے گا وہ عقد باطل لذاتہ ہوگا اور کسی وجہ سے مشروعیت اس میں نہیں پائی جاوے گی ہاں اگر شرائط میں قمار ہو اور ارکان عقد کے سالم ہوں تو البتہ فساد عارضی ہووے گا بطلان نہ ہووے گا۔ جیسا بیع بالقاء حجر مثلاً اگر مبیع موجود ہو اور ثمن مقرر ہو چکا۔ پس باطل اور فاسد میں فرق ہوا باطلہ باصلہ حرام ہے اور فاسد لوصفہ اور قمار مروج باصلہ حرام اور عقد باطل ہے اور جو مال اس سے حاصل ہوویگا

وہ حرام خبیث بحکم مغصوب ہے یا امانت علی اختلاف الروایتہ بعد تحقیق اس کے دوسرے شبہ کا جواب بھی ظاہر ہو گیا کہ یہ جانور قمار کا ملک قابض کے نہیں ہوتا اور تبدل ہزار ید سے بھی خبث و حرمت اس کی زائل نہیں ہوتی۔ اور ہرگز مثل بیع فاسد کے نہیں بلکہ بیع باطل ہی رہی اور یہ بات کہ جوتے اور ہر شئے کو تحقیق کرے یہ حکم شرع کا نہیں کہ ہر ہر چیز کو پوچھا کرے ظاہر حال پر بناء حکم ہے اور حرمت علم کے ساتھ دائر ہے۔ فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے موزہ دار الحرب کو استعمال فرمایا اور کچھ نہیں پوچھا۔ پنیر کھایا اور کچھ سوال نہیں کیا لہٰذا فقہاء نے ظاہر حال پر اعتماد فرمایا ہے اور اصل شے کو اباحت قرار دیا ہے۔ ہاں جس میں شبہ ہو اس کو دریافت کر لیوے ورنہ کچھ ضرورت نہیں۔

باقی رہا کفارہ کا معاملہ سو اگر اس کی تقریر مشبع کی جاوے تو طول ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کفار اگر باہم قمار کھیلیں اور جانور قمار سے کسی کو ملے تو وہ جانور ملک کافر ہو جاتا ہے پھر اگر وہ قصاب کے ہاتھ فروخت کرے تو اس میں حرمت نہیں ہوتی۔ فقط

آگے تقریر ملک نہ ہونے کی سائل کی مخدوش ہے مگر چونکہ وہ شق خود باطل ہے اس میں کلام بھی فضول ہے اور جب یہ تقریر خوب ذہن نشین ہو جاوے گی تو حال سب عقود باطلہ کا مثل اجرت زانیہ و مغنیہ و نائحہ کی اور بیع باطل کی اور کیفیت سب مال ماخوذہ بالباطل کی مانند غصب و سرقہ و رشوت کی محقق ہو جاوے گی کہ کوئی ان میں سے بقبض مملوک نہیں ہوتا اور ہرگز تبدل ایدی سے ازالہ خباثت نہیں ہو سکتا۔ البتہ اگر فساد کی صورت ہو کہ اصل ارکان عقد درست ہیں اور فساد یا صورت قمار شرط میں عارض ہوا ہے تو اس تقدیر پر تبدل ایدی سے فساد رفع ہو جاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مکتوب ہفتم ایضاً متعلق آیت کریمہ انما الخمر والمیسر متضمن بر نجاست شراب

سوال:- ایک شخص کہتا ہے کہ خمر بے شک حرام ہے اور خمر کی حرمت قطعی ہے اور اس کی حرمت میں کسی طرح کا شک و شبہ نہیں اور دلیلیں اس کی حرمت کی کتاب و سنت سے مالامال ہیں بلکہ سورۂ مائدہ کے ملاحظہ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر تاکیدات شدیدہ خمر کی حرمت میں وارد ہیں اس قدر کمتر اور چیزوں کی حرمت میں وارد ہیں۔ لیکن خمر کی نجاست میں اس کو بہت شبہ ہے۔ اس لئے کہ اس کی نجاست کی کوئی دلیل اس کو معلوم نہیں ہوتی اور علمائے کرام سے اس شبہ کا کشف چاہتا ہے۔ یعنی اس کی نجاست کی دلیل کیا ہے اگر کتاب اللہ ہے تو کون سی آیت ہے اور اس کی وجہ دلالت کیا ہے؟ اور اگر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے تو کون سی حدیث ہے اور کیسی حدیث اور وجہ دلالت کیا ہے؟ اور اگر اجماع ہے تو کس عصر کا اجماع ہے اور اس عصر کے مجتہد کون کون ہیں اور یہ اجماع ان سب مجتہدین کا ہے یا بعض کا اور اجماع مذکور کی سند کیا ہے اور اس کے ناقلین اس عصر سے کون کون ہیں اور اگر قیاس ہے تو مقیس علیہ کیا ہے اور وصف جامع کیا اور ضرورت اس قیاس کی کیا ہے اور بعضے لوگ جو اس کی حرمت سے اس کی نجاست پر تمسک کرتے ہیں یہ ان کا تمسک صحیح نہیں ہے اس لئے کہ حرمت نجاست سے اعم ہے و ثبوت الاعم لا یستلزم ثبوت الاخص اسی طرح استدلال نجاست پر سورہ مائدہ کی آیت یا ایھا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان سے صحیح نہیں ہے اس لئے

کہ مبنی استدلال مذکور کا اس پر ہے کہ رجس کے معنی نجس کے ہیں اور یہ صفت ہے خمر اور اُس کے مابعد کی اور یہ ممنوع ہے دو وجہ سے۔ اول یہ کہ تفسیر کبیر میں ہے والرجس فی اللغۃ کل ما استقذر من عمل یقال رجس الرجل رجسا و رجس اذا عمل عملا قبیحا اصلہ من الرجس بفتح الراء وھو شدۃ الصوت یقال سحاب رجاس اذا کان شدید الصوت بالرعد فکان الرجس ھو العمل الذی یکون قوی الدرجۃ کامل المرتبۃ فی القبح انتھی اور جمل میں ہے نقلا عن السمین قال الزجاج الرجس اسم لکل ما استقذر من عمل قبیح یقال رجس ورجس بکسر الجیم وفتحھا یرجس رجسا اذا عمل عملا قبیحا و اصلہ من الرجس بفتح الراء وھو شدۃ الصوت الرعد وفرق ابن درید بین الرجس والرجز والرکس فجعل الرجس الشر والرجز العذاب والرکس العذرۃ والنتن اور قاموس میں ہے رجس کفرح وکرم رجاسۃ عمل عملا قبیحا انتھی۔ اور منتہی الارب میں ہے (س) رجس کار زشت کرد (ک) رجس رجاستہ کار رسبت نمود وپلید کرد انتھی اور یہ سب عبارات دال ہیں اس بات پر کہ رجس اوصاف معانی وحدیث سے ہے نہ اوصاف اعیان سے اور خمر ونیز انصاب و ازلام اعیان سے ہیں نہ معانی و احداث سے۔

پس رجس آیت کریمہ میں صفت خمر اور اس کے مابعد کی نہیں ہے اور نیز قولہ تعالیٰ من عمل الشیطان جو بعد میں واقع ہے اور رجس کی صفت یا مبتدا یعنی الخمر کی خبر بعد خبر ہے اس بات پر قرینہ قطعیہ ہے کہ آیۃ کریمہ میں تقدیر کسی ایسے لفظ کی جو جنس عمل سے ہو جیسے تعاطی کا لفظ کما قدرہ لبعض المفسرین یا دوسرا کوئی لفظ جو مناسب مقام ہو جیسے شرب اور لعب اور عبادت اور استقسام کا لفظ ضروری ہے والا لزم ان یکون اعیان الاشیاء المذکورۃ من عمل الشیطان واللازم باطل اذ لیس اعیان ھذہ الاشیاء من جنس العمل حتی تکون من نوع عمل الشیطان فالملزوم مثلہ وعلی ھذا یکون تقدیر الایۃ ھذا یا ایھا الذین اٰمنوا انما شرب الخمر واللعب بالمیسر وعبادۃ الانصاب والاستقسام بالازلام رجس من عمل الشیطان۔ اور جب تقدیر مذکور واجب ہوئی تو رجس آیۃ کریمہ میں صفت خمر اور اس کے مابعد کی نہ ٹھہری بلکہ صفت عمل کی ٹھہری جو کہ معانی و احداث سے ہے۔ اور جب کہ صفت خمر اور اس کے مابعد کی نہ ٹھہری تو عین خمر کا نجس ہونا آیتہ سے ثابت نہ ہُوا بلکہ اس کے شرب کا رجس یعنی محض گندا اور نہایت برا کام ہونا اور شیطانی کام ہونا ثابت ہُوا اور اس کی رُو سے اس کی حرمت اعلیٰ درجہ کی ثابت ہوئی۔ لکن لیس کلما یکون حراما یکون نجسا کما تقدم۔

دوم یہ کہ اگر اس سے خمر کی نجاست ثابت ہو گی تو اور تین چیزیں یعنی میسر اور انصاب اور ازلام بھی جو خمر پر آیت مذکورہ میں معطوف ہیں نجس ٹھہریں گے۔ واللازم باطل فالملزوم مثلہ۔ فقط

الجواب: ـ نجاست خمر کی آیت رجس من عمل الشیطان سے ثابت ہے قال فی القاموس الرجس بالکسر القذر والماثم وکلما استقذر من العمل الخ وفی الصراح رجس بالکسر پلیدی وعفونۃ وخشم و فی مجمع البحار الرجس القذر وقد یعبر بہ عن الحرام والفعل القبیح الخ اب بروئے لغت ثابت ہُوا کہ رجس کے معنے نجس ہیں اور قبیح العمل وغیرہ دیگر معانی گو اُس کے آتے ہیں مگر معنی نجس کو مزاحم نہیں کیونکہ رجس شدۃ منع و مبالغہ تحریم میں اطلاق کیا جاتا ہے اور اعلیٰ

درجہ کی حرمت وقبح اُس وقت پائی جاتی ہے کہ ضرور نجاست قوی اُس میں موجود ہو اور عند الاطلاق فرد کامل ہی مراد ہوتی ہے اور ایسے قوی الحرام کو نجاست لازم ہے تو گویا نجس معنی اصلی ہیں اور دیگر معانی بوجہ مبالغہ ومشابہت بولے جاتے ہیں چنانچہ مجمع کا اسلوب بیان اس کا شاہد ہے حیث قال الرجس القذر وقد یعبر بہ عن الحرام۔ اور قاموس اور صراح کا تقدیم ذکر معنی پلیدی اور قذر کو بھی اس پر دال ہے وعلیٰ ہذا مفسرین کی عبارت کو دیکھنا چاہیئے۔ وقال البیضاوی رجس قذر یعاف عنہ العقول وقال الجلالین رجس خبیث مستقذر اھ وقال المدارک رجس نجس او خبیث او مستقذر الخ۔ چونکہ نجاست شے کے موجب نہایت عیافۃ طبع وقباحت کا ہے تو غایت درجہ کی حرمت جو نجاست کو لازم ہے مدلول لفظ رجس کا ہوئی علی ہذا جہاں یہ لفظ مطلق ہووے گا اُس سے نجاست کا ہونا لازم ہووے گا قال اللہ تعالیٰ ولحم الخنزیر فانہ رجس الخ اور یہ امر ظاہر ہے کہ حرمت ذوات محرمہ کی جو لالکراہۃ ہوتی ہے یا تو بوجہ ضرر کے ہے یا بوجہ نجاست کے اور کامل حرمت وہ ہے جو جامع بین الشیئین ہووے یہ کلیہ شرع کا ہے۔ پس جس عین کو شارع نے بلفظ رجس یاد فرمایا وہ نجس ومضر اعلیٰ درجہ کا ہووے گا اور جو ایسے اعیان ہیں کہ عقلاً وہاں نجاست کا احتمال نہیں وہ اعلیٰ درجہ کے گناہ ہو کر موجب نہایت ضرر دینی ودنیاوی کے ہونگے۔ جیسا کہ مثلاً نصب وزلم کہ ذوات ان کی محل نجاست نہیں بلکہ ہیئت عارضہ خشب وحجر کی ہے اور محض اضافہ معصیت سے حرام ہوگیا ہے اور بس سو وہ بحکم عقل اس کلیہ سے خارج ہیں۔

پس اب واضح ہوگیا کہ رجس کا لفظ وارد قرآن شریف موجب نجاست خمر ہے اور یہ لفظ ایسا صریح لغوی تھا کہ بمجرد سماع اس کلمہ کے کسی فرد صحابہ کو اس کی نجاست میں تردد نہ ہُوا اور حاجت مراجعت از فخر عالم علیہ السلام نہ رہی۔ بمجرد سماع منادی بلا مراجعت وتامل شراب گرادی اور مٹکی توڑ ڈالی کما ورد فی الحدیث اور فخر عالم علیہ السلام نے بھی مضرت مالی کا کچھ خیال نہ فرمایا اور ارشاد باہراق الخمر وکسر الدنان فرمایا اور مثل چمڑہ میتہ کے کہ ہلا اخذتم اھابھا اس میں حکم ہُوا تھا باآنکہ حرمت علیکم المیتۃ وہاں بھی وارد قرآن تھا خمر کی کسی طرح کی اصلاح یا امر اُس کے استعمال کا طلا وغیرہ میں گاہے ارشاد نہ ہُوا تو ظاہر ہے نجاست کی ہے کہ ایسے نجس قوی کا استعمال کسی وجہ سے درست نہیں کہ من کل الوجوہ نجس اور غالب الضرر ہووے یہیں وجہ نجاست مغلظ اُس کے متفق علیہ ٹھہری اور پھر تا آخر حیوٰۃ شارع علیہ السلام نے وہ حکم عدم اقتراب خمر کا بیعاً شرًا تملکاً رکھا۔ پس یہ سنت صریح نجاست خمر کی ظاہر باہر ہے۔ اور پھر تا انقراض قرون ثلثہ اور مابعد اس کے کسی عالم معتبر کو اس کی نجاست میں خلاف نہ ہوا بالاتفاق سب اُس کو حرام نجس مغلظ فرماتے رہے اس سے زیادہ کون سا اجماع ہووے گا۔

پس نجاست اس کی نص قطعی قرآن سے بعبارت النص ثابت ہوئی اور سنت مستقرہ اور اجماع امت اُس کے مطابق ہوا اب تامل نجاست خمر میں بے محل ہے اور قرآن شریف میں رجس خبر لفظ انما الخمر کی ہے اور معطوفات کی اخبار محذوف ہیں کما قال البیضاوی وافرادہ لانہ خبر للخمر وخبر المعطوفات محذوف اھ اور یہ اصل ترکیب ہے کہ معنی حقیقی ہیں اور حذف نکالنا مجاز لغوی ہے جب تک حقیقی معنی درست ہوسکیں مجاز کو اختیار کرنا درست نہیں

کہ اصل کلام میں حقیقت ہے نہ مجاز اور یہ قاعدہ مقررہ عرب وعجم واصول کا ہے۔

پس جب معنے انما الخمر رجس کے الخمر نجس لغۃً حقیقۃً درست ہوئے اب ارتکاب دیگر تکلّفات حذف وغیرہ کا فضول ہوا اور جب اخبار معطوفات کی محذوف ہیں تو الخمر رجس میں معنی واحد حقیقی رہے عموم مشترک کا خدشہ بھی رفع ہو گیا کیونکہ اس رجس مذکور میں وہی معنی حقیقی مراد ہوئے اور اخبار محذوفہ میں دوسرے معنے اگر ہوں تو کیا حرج ہے کہ وہاں قرینہ عقلیہ موجود ہے کیونکہ میسر معانی سے ہے وہ نجس نہیں ہو سکتا اور نصب اور زلم مجروح قداح ہیں وہ بھی نجس نہیں ہو سکتی۔

اب رہا صاحبِ کبیر کا یہ کہنا والرجس فی اللغۃ کلھا استقذر من عمل یقال رجس الرجل رجسا اذا عمل عملاً قبیحاً ہرگز مضر نہیں کیونکہ لغت میں معنی رجس کے قبیح العمل کے بھی آتے ہیں جیسا نجس کے آتے ہیں۔ اگرچہ معنی نجس اصل واکمل ہیں۔ چنانچہ قاموس وغیرہ سے اوپر منقول ہو چکا اور کبیر نے حصر معنی رجس کا قبیح عملی میں نہیں کیا اگر کرتا تاہم معتبر نہ تھا کہ خلاف لغت کے ہے بلکہ وہ خود رجس کے معنے نجس ہونے کا قائل ہے قال او لحم خنزیر فانہ رجس ومعناہ وانہ تعالی انما حرم لحم الخنزیر لکونہ نجسا الخ پس ثابت ہوا کہ رجس کے معنے نجس کے اس کے نزدیک بھی محقق ہیں مگر چونکہ اُس نے یہاں اپنی تفسیر میں معنی مجازی کو لیا کہ مجاز حذف اختیار کیا لہٰذا یہ معنی بیان کئے اور پھر قوت معنی رجس کے بیان کر کے نجاست کا اثبات چاہا کہ کمال قوی الحرمت وشدید القباحت نجس ہی ہوتا ہے کما قررناہ۔ وہ خود دوسری جگہ واما الخمر فالجواب عنہ انہا نجسۃ فیکون من الرجس فللراد من تلک الاضافۃ المبالغۃ فی کمال قبحہ الخ جس سے ظاہر ہُوا کہ کمال قبح کو نجاست لازم ہے۔ مگر جس جگہ استثناء عقلی موجود ہو اور نجس بھی اس کے نزدیک رجس میں داخل ہے لقولہ فیکون من الرجس اور بالا تقریر ہو چکی رجس کامل کو لازم ہووے گا۔

پس کبیر کی یہ تفسیر کسی حال مضر نہ ہوئی۔ بیضاوی نے بھی اول یہ تفسیر کر کے دوسری توجیہ وحدت خبر کی حذف مجاز کی طرح ذکر کی ہے لقولہ اذ المضاف محذوف کانہ قال انما تعاطی الخمر الخ مگر اس احتمال سے وہ احتمال اول حقیقی رفع نہیں ہوتا بلکہ متبادر راجح وہی ہے معہذا اس صورت مجاز میں بھی باطلاق لفظ رجس وحصول شدت معنوی نجاست ثابت ہو جاتی ہے اور علی ہذا اور لوگوں کا ترجمہ لفظ رجس کا محل تامل نہیں جبکہ لغت سے ثابت ہو چکا کہ رجس بمعنی نجس ہے۔ فقط یہ دونوں اشکال سائل کے رفع ہوئے یعنی نجس معنی رجس کے ثابت ہوئے اور اطلاق لفظ رجس کا عین لفظ خمر پر صحیح ہوا اور میسر نصب زلم کا نجس نہ ہونا بھی معلوم ہو گیا اور لفظ عمل الشیطان از قسم زید عدل ہے کہ صورت نہایت مبالغہ کا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ انہ عمل غیر صالح الخ پس اغراض لفظ تعطی کی کچھ حاجت نہیں اور ہو سکتا ہے کہ اس کے اول میں حذف مبتدا کیا جاوے ای اقترابہ من عمل الشیطان اور جملہ خبر ہو جاوے اور ہو سکتا ہے کہ عمل بمعنی معمول ہووے اور شراب معمول بالقاء الشیطان ہوتی ہے تو قلوب میں اس کی لذت اور خوبی ڈال کر بنواتا ہے اور جو معمول اور مزین بالقاء الشیطان ہووے گا وہ خود اعلیٰ درجہ کا رجس ونجس ہووے گا لہٰذا بیضاوی نے کہا من عمل الشیطان مسبب من تسویلہ وتزئینہ۔ پس حمل عمل الشیطان کا عین الخمر پر بہت عمدہ اور بلیغ ہوا۔ اور تحصیل مطلب کے واسطے اعلیٰ طریقہ پیدا ہو گیا۔ پس کچھ خدشہ نہیں اور صراحت ہر طرح پر نجاست خمر کی ثابت ہو گئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مکتوبِ ہشتم در تحقیق معنی جعلا لہ شرکاء فیما آتاہما الخ

بنام حافظ عبد الغنی صاحب ساکن پھلاودہ ضلع میرٹھ

سوال:- در آیت وجعلا لہ شرکاء فیما آتٰہما تخلجان وہم شرک از حضرت ابو البشر علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بدل مے زاید توجیہش را خواستگارم کہ ہمچو شبہ را از بیخ برکند و مورث اطمینان گردد۔ فقط

الجواب:- حافظ عبد الغنی صاحب السلام علیکم! ڈیڑھ ماہ گزرا ہوگا کہ آپ کا خط بطلب تقریر آیت وجعلا لہ شرکاء الخ آیا تھا مگر جواب میں سہولت رہی دوسرا خط تقاضا آیا تو اس وقت عزم ہوا۔ فرصت سوائے جمعہ کے نہیں ہوتی معہذا بخار کا اثر ہے کہ کام کرنا مشکل ہے۔ اب لکھتا ہوں کہ بیضاوی ومدارک وغیرہ بعض مفسرین کو یہ اشکال ہوا ہے کہ حضرات انبیا علیہم السلام بالاتفاق شرک سے معصوم ہیں پھر نسبت شرک بابو البشر آدم علیہ السلام کس طرح درست ہوئے۔ لہٰذا انہوں نے نسبت شرک اولاد آدم کی طرف کی تقریر اس کی یہ ہے کہ اول حق تعالیٰ نے ھو الذی خلقکم میں خطابِ اولادِ آدم کو فرما کر اپنا غلام خانہ زاد ہونا اور ہر طرح منت و احسانِ خداوندی میں مستغرق ہونا فرمایا کیونکہ خلق ذات کے بعد کوئی درجہ منت کا باقی نہیں رہتا اور طرزِ خلق سے آباؤ اجداد الی الغایۃ عبد مخلوق ہونا ثابت فرمایا۔ خلقکم من نفس واحدۃ اور وہ نفس واحد بھی مخلوق و عبد تھا اور پھر جعل منہا زوجہا کو ثابت کر دیا اور پھر ان دونوں سے طور ظہور اولاد کو فرمایا اور کہا فلما اٰتٰہما صالحا یہاں حذف کیا کہ کر دار صالح پیدا ہوا اور اس سے آگے اولاد چلی اور خلق کثیر ہوئی کہ سب کے سب غلام ابن غلام ابن غلام ہوئے معہذا ثم غلام در غلام بچوں نے کہ مخاطب ہیں اولاد رادم جعلا لہ شرکاء ای جعل اولادہما۔ یہاں حذف مضاف کیا کہ اولاد کا لفظ تھا بقرینہ سابق کہ خطاب اولاد کو ہے اور بقرینہ لاحق کہ فرمایا عما یشرکون بلفظ جمع کہ ضمیر اولاد کی طرف جو خلقکم کی جمع ضمیر میں مذکور ہے راجع ہے ورنہ عما یشرکان فرماتے۔ اور قرینہ سابق ولاحق کی جمع سے حذف مجاز جائز ہوگیا اور اشکال رفع ہوگیا۔ اول میں خطاب بوجہ احسان کے ذکر کے مناسب ہے کہ منت و احسان حاضر پر ابلغ واشد ہوتا ہے اور آخر میں غیبت اس واسطے مناسب ہوئی کہ فتعالی کا لفظ غیبوبت کو داعی غایۃ علو مکان کو غیبوبت واجب ہے معہذا مشرک انہماک غفلت میں محسن سے غائب وغافل ہوتا ہے حضور میں شرک غیر ممکن ہے۔

پس اس تقریر سے اشکال رفع نہ کیا باقی نسبت شرک اگرچہ مجازاً آدم حوا کی طرف اس میں بھی کچھ نکتہ ہے گو مجھ کو نہ آوے یا آیا اور بیان میں طول جانا مگر اس عاجز کو تعجب ہوتا ہے کہ بیضاوی نے یہ تکلف کیوں کیا گو اس میں کچھ لطف ہو جب حدیث صحیح وحسن اس کی تفسیر میں موجود ہے۔ ترمذی کی کتاب التفسیر میں موجود ہے اور جلالین حاکم سے تصحیح اس کی کرتا ہے اور فی الواقع یہاں کچھ اشکال ہی نہیں۔ سنو کہ شرک کلی مشکک ہے اس کے افراد کبیرہ اور صغیرہ بلکہ مباح تک بھی ہیں قولہ ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا میں شرک سے مراد ریا لیتے ہیں۔ بیضاوی خود لکھتا ہے اور حدیث میں

بھی ہے اور بخاری نے کتاب الایمان میں باب کفر دون کفر اور یکفرن العشیر کو کفر بمعنی کبیرہ کے ہے داخل کیا۔ سب سے زیادہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من حلف بغیر اللہ فقد اشرک حلف بغیر اللہ کو شرک فرمایا اور خود حدیث میں حلف بغیر اللہ آپ کی کلام میں منقول ہے مثلاً وابیک لتنبان مسلم میں موجود ہے۔ سو بولو پہلے تو ابوالبشر میں تردد تھا اب لینے کے دینے پڑ گئے کہ خود فخر عالم علیہ السلام آپ ہی تو نہی فرماتے ہیں اور شرک ثابت کرتے ہیں اور خود اُس کام کو کیا اور انبیاً سب معصوم عن الشرک۔ آپ کی ذات پاک تو بہت ہی ارفع ہے۔ اگر کوئی کہے کہ آپ کی حلف قبل نہی تھی تو اول تو مسلّم نہیں مگر بعد تسلیم شرک تو ہر حال شرک ہی ہے خواہ نہی سے قبل ہو یا بعد اور انبیاء شرک سے معصوم قبل نہی اتر بھی اور بعد بھی ورنہ وہاں بھی کہہ سکتے ہیں کہ قبل نبوت آدمؑ وہ قصہ ہوا تھا کیونکہ نبوت بعد وجود امتہ و اولاد تھی نہ قبل ازاں۔ تو سنو کہ نووی وغیرہ شرح لکھتے ہیں کہ حلف بغیر اللہ عمداً تو صغیرہ ہے اور سبقت لسانی اور عادات کی طرح مباح۔ لو دیکھو کہ شرک کے فرد صغیر اور مباح نکل آئے جس سے صاف معلوم ہو گیا کہ بعض افراد شرک کے مشکک ہی ایسے ہوتے ہیں کہ اباحت کے درجہ میں آجاتے ہیں بسبب عدم تعمد کے اور وہ واقعی شرک نہیں اور نہ اُس کا سرزد ہونا انبیاء سے کچھ خلاف اُن کے شان کے ہے نہ عصمت کے خلاف ہے۔

پس حضرت آدم کا تسمیہ عبدالحارث بھی اسی قسم کا تھا۔ چنانچہ حدیث ترمذی میں وارد ہُوا۔ اس وقت تحقیق جلالین میں فرمایا جعلا لہ شرکاء بتسمیۃ عبدالحارث ولا ینبغی ان یکون عبدا الا للہ تعالیٰ ولیس باشراک فی العبودیۃ لعصمۃ آدم علیہ السلام۔ حضرت آدمؑ کو یہ خیال تھا کہ حارث نام پاک حق تعالیٰ کا ہے کہ خلق حرث و کسب سب اسی کی طرف سے ہے۔ پس بہ سبب ناواقفیت کے عبدالحارث نام رکھا اور تعمداً معصیت نہیں کی۔ خطاء اجتہادی یا زلۃ تھی مگر چونکہ حسنات الابرار سیئات المقربین اس عدم تحقیق پر عتاب فرمایا اور امت کو تنبیہ فرمادی کہ اس قدر غفلت بھی ارکان خدمت و ادب مولی تعالیٰ شانہٗ میں موجب مواخذہ مقربین ہے تمہاری تو کیا حقیقت ہے۔ پس اب معنی شرک کے بھی درست رہے اور نسبت بھی حقیقی رہی اور حضرت ابوالبشر کی عصمت میں بھی کوئی نقصان نہ آیا اور اشکال خود مرتفع ہے اور حدیث کی تفسیر بھی بموقع خود رہی اور جو کوئی خواہ مخواہ تعمد ہی کا دعوے کرے تو ہم کہتے ہیں کہ قبل نبوت کے صدور صغیرہ کا خود اہل عقائد لکھتے ہیں اور قبل اس تسمیہ کے کوئی نہی بھی حق تعالیٰ کی طرف سے صادر نہ ہوئی تھی چنانچہ شرح فقہ اکبر میں علی قاری لکھتے ہیں اور شرح عقائد نسفی میں بھی مذکور ہے۔ اما الصغائر فیجوز عمداً عند الجمہور خلافاً للجبائی واتباعہ ویجوز سہوا بالاتفاق الا ما یدل علی الخسۃ۔ انتہی شرح عقائد نسفی۔

الحاصل جب حدیث صحیح سے ثابت ہوا کہ یہ امر تسمیہ بعبدالحارث تھا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ شرک کے بعض فرد مکروہ و مباح بھی ہوتے ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ تسمیہ بھی اسی قسم مباح یا مکروہ میں داخل ہے اور یہ بھی تحقیق ہو گیا کہ انبیاء سے لاعلمی میں ایسا تسمیہ یا امر مثل اس کے ہونا خلاف عصمت نہیں اور جان کہ ایسی بات ہونا جائز ہے۔ تو اب کیا اشکال تھا کہ بیضاوی کو اس قدر تکلیف ہوئی اور بیضاوی خود ہی مقر ہے کہ لایشرک کے معنی لایرائی کے ہیں لہٰذا بندہ عاجز کہتا ہے کہ اس میں اول ہی اشکال نہیں اور جو کچھ وہم ہوتا تھا اس کو بیضاوی نے اپنے ذمہ تکلیف رکھ کر بھی زرفع کر دیا ہے۔ اب خلجان نہ

کرنا چاہیئے۔ اصول وقواعد کلامیہ وعقائد کے موافق لغت وحدیث کے مطابق ہے اور جو کچھ فعل ابوالبشر علیہ السلام کا ہے اس کی نظیر کلام پاک فخر المرسلین خاتم النبیین میں موجود ہے جیسا یہاں توجیہ وجیہ سے ساحت نبوت پر خس وخاشاک وہم واہم کا امکان نہیں وہاں بھی اسی طرز وطریق کہ سلوک مناسب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم علمہ اتم واحکم ۔

مکتوب نہم درحرمت طواف مزارات اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

بضمن آیہ "اَمَرَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ"

سوال :۔ بدانکہ داب عاشقاں شائقاں است کہ بعد آداب شوق مزارات اولیاء اللہ تعالیٰ را طواف مے نمایند حالانکہ بعض علماء ایں فعل را حرام وممنوع گفتہ اند دریں صورت تحقیق ایں مسئلہ از ضروریات است چراکہ جواز ایں فعل بموجب قاعدہ اصول کہ اصل درجملہ اشیا نزد علماء ماباحت است مادام کہ کدام دلیل قوی برائے حرمت آں وارد نشود۔ پس جواز ایں فعل محتاج دلیل نیست نعم حرمت آں محتاج سوئے دلیل است پس درحکم حرمت آوردن دلیل از ضروریات است خواہ آیت قرآنی خواہ حدیث نبوی خواہ قول مجتہد واینکہ بعض علماء معاصرین قولہ تعالیٰ ولیطوفوا بالبیت العتیق دلیل پیش کردہ دعوے حصر طواف بہ کعبہ مے نمایند درخدمت اوشاں التماس است کہ دریں ہیچ کلمہ حصر نیست پس چگونہ دعوے حصر مے نمایند۔ غایۃ مافی الباب طواف کعبہ از ارکان حج ومنجملہ عبادات است وفعل عبادت خاص بکعبہ شریف ہست وطواف مزارات اولیاء اللہ از قبیل آداب وفعل تعظیمی وتعظیم اولیاء اللہ تعالیٰ مامور بہ ہست آرے اگر کدام فعل تعظیم بحکم شارع ممنوع شود حرام شود۔ چنانچہ سجدہ تعظیم وبدون ورود حکم حرمت از شارع دعوے حرمت کردن چگونہ مسلم داشتہ شود پس بخدمت حضرات علمائے دین التماس است کہ اگر کدام دلیل حرمت از قسم آیت قرآن مجید خواہ از حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم خواہ قول مجتہد معلوم کردہ باشند ایں احقر را ازاں اطلاع فرمانید کہ تسلی شود۔ خادم العلماء عبدالرحمٰن خیرپوری ۔

الجواب :۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے واذبوأنا لابراھیم مکان البیت ان لا تشرک بی شیئاً وطھر بیتی للطآئفین والعاکفین والرکع السجود ۔ الآیہ۔ اس میں حق تعالیٰ نے ترک شرک کو مطلقاً ارشاد فرمایا کہ کوئی فرد شرک کی نہ ہونی چاہیئے اور تطہیر بیت کی طائفین کے واسطے کہ تطہیر او ناس اصنام سے یہاں مراد ہے حکم کیا چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے جس سے معلوم ہوا کہ طواف مثل سجود کے عبادت ہے ۔ اور اس کے ایقاع کے واسطے تطہیر عن الاغیار ضرور ہے ۔ پس ظاہر ہوا کہ طواف بھی مثل سجود کے ایسی شے ہے کہ باوجود غیر کے درست نہیں ۔ سو عبادت ہونا طواف کا عبارت النص سے ثابت ہوا اور اشارۃ النص سے غیر کو کرنا اس کا شرک محقق ہوا اور یہ بعد اس آیت کے دوسری آیت میں فرمایا کہ ولیطوفوا بالبیت العتیق کہ امر وایجاب طواف کا حکم ہے اور ایجاب امور تعظیمہ میں نہیں ہوتا مگر بوجہ عبادت کے ۔ پس بعبارۃ النص طواف عبادت ہوا اور اس کو صغرٰے

بنا سکتے ہیں کہ بحکم الطواف عبادت ہے اور دوسری آیت میں حکم ہے امران لا تعبدوا الا ایاہ الایہ۔ اس میں حصر کردیا
عبادت کو حق تعالیٰ کے واسطے کہ بحکم العبادۃ لا یکون الا اللہ جس کا نتیجہ شکل اول سے حاصل ہوا کہ الطواف لا یکون الا اللہ
حصر عبادت طواف کا حق تعالیٰ کے واسطے بعبارۃ النص و باشارۃ النص ثابت ہوا۔ معہذا حدیث فخر عالم علیہ السلام کی
کہ لا تقوم الساعۃ حتے تضطرب الیات نساء دوس حول ذی الخلصۃ کہ جس سے طواف غیر اللہ تعالیٰ کو کرنا شرک
ثابت ہوتا ہے اور اجماع امت کا بھی ہے کہ عبادت خاصہ حق تعالیٰ کا ہے غیر کو جائز نہیں اور علی قاری شرح مناسک میں
لکھتے ہیں ولا یطوف ای لا یدور حول البقعۃ الشریفۃ لان الطواف من مختصات الکعبۃ المنیفۃ
فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء۔ انتہیٰ۔ پس اصول اربعہ سے شرک ہونا طواف غیر کا ثابت ہوتا ہے۔

اب رہا قول سائل کا کہ طواف تعظیم اور تعظیم اولیاء کی جائز ہے اور حصر موجود نہیں اور اصل ہر شے کی حل ہے۔ ہر
چار مقدمہ ممنوع ہیں کیونکہ تعظیم اولیاء کی وہ جائز ہے کہ مخصوص حق تعالیٰ کے ساتھ نہ ہو اور حد عبادت کو نہ پہنچے اور جو
تعظیم کہ عبادت ہو وہ ہرگز غیر کو جائز نہیں۔ لقولہ تعالیٰ امران لا تعبدوا الا ایاہ۔ پس تعظیم عبادت غیر کو گرچہ انبیاء
ہوں حرام اور شرک ہوئی۔ البتہ وہ تعظیم کہ عبادت کے درجہ میں نہیں ہے وہ اولیاء کو درست ہے مگر اس کا درجہ
دریافت کرنا بھی نصوص سے ہی ہوگا۔ بہر حال جو تعظیم کہ بایجاب اللہ تعالیٰ ذات حق تعالیٰ کے واسطے فرض ہوئی
وہ خواص حق تعالیٰ سے ہوئی اور غیر کے واسطے حرام ٹھہری۔

پس طواف جو عبادت مفروضہ اللہ تعالیٰ ہے اولیاء کو حرام رہے گی اور حصر ہونا عبادت کا نص سے ثابت ہوگیا
اور یہ کہ عبادت اولیاء کی درست قطعاً باطل کیونکہ عبادت عبارت غایۃ تذلل والتعظیم سے ہے یہ ہرگز کسی کو درست
نہیں اور اصل حل ہونا اس وقت ہے کہ کوئی نص اس باب میں وارد نہ ہوئی ہو۔ چونکہ نص تحریم عبادت لغیر اللہ
یہاں موجود ہے پس یہاں اصل حرمت ہوگئی۔ اب کسی تعظیم کو درجہ عبادت سے خارج کرنا اور غیر اللہ کے واسطے
جائز کرنا خود محتاج دلیل کا ہووے گا۔ سو معاملہ علی القلب ہے۔ سائل نے یہاں نظر تحریم عبادت کی نص پر نہیں کی
ورنہ ایسی بات نہ کرتے حالانکہ یہ نص نہایت ظاہر ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ کہ ہر روز بہت دفعہ تکرار اس کا ہوتا ہے۔
الحاصل یہاں اس مسئلہ میں نص تحریم موجود ہے۔ پس اصل تعظیم غایت تعظیم کی حرمت ہے مگر جس درجہ نص قطعی مثل
نص تحریم کے مستثنیٰ فرما دیوے وہ جائز ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مکتوب ۱۰ دہم متعلق کراہت استعمال لفظ صنم و بت در مقام ثنا بضمن آیت لَا تَقُولُوا رَاعِنَا الآیہ

سوال: شاعر جو اپنے شعر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صنم یا بت یا آشوب ترک یا فتنۂ عرب باندھتے ہیں
اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب:- یہ الفاظ قبیحہ بولنے والا اگرچہ معانی حقیقیہ[1] مراد نہیں رکھتا بلکہ معنی مجازی مقصود لیتا ہے مگر تاہم ایہام گستاخی و اہانت و اذیت ذات پاک حق تعالیٰ شانہٗ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی نہیں یہی سبب ہے کہ حق تعالیٰ نے لفظ راعنا بولنے سے صحابہ کو منع فرمایا اور انظرنا کا لفظ عرض کرنا ارشاد کیا۔ حالانکہ مقصود صحابہ معاذ اللہ ہرگز وہ معنی کہ یہود لیتے تھے نہ تھے مگر ذریعہ شوخی یہود کا اور موہم اذیت و گستاخی جناب رسالت[ؐ] کا تھا لہٰذا حکم ہوا کہ لا تقولوا راعنا و قولوا انظرنا الخ اور علیٰ ہذا حضرات صحابہ کا پکار کر بولنا مجلس شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ہرگز بوجہ اذیت و گستاخی معاذ اللہ نہ تھا بلکہ حسب عادت و طبع تھا۔ مگر چونکہ اذیت و بے اعتنائی شان والا کا اس میں ایہام تھا یہ حکم ہوا یا ایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا له بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون ہ کیا صاف حکم ہے کہ اگرچہ تمہارا قصد گستاخی نہیں مگر اس فعل سے حبط اعمال تمہارے ہو جاویں گے اور تم کو خبر بھی نہ ہو گی۔ اور ایسا ہی حدیث میں تکنی بکنیۃ ابوالقاسم آپ کی حیات شریف میں منع ہو گئی تھی بوجہ اذیت ذات سرور عالم کے کوئی کسی کو اگر پکارے گا تو آپ یہ سمجھ کر کہ مجھ کو ندا کرتا ہے التفات فرماویں گے۔ حالانکہ منادی ہرگز اذیت جناب سرور کائنات کا ارادہ نہ کرتا تھا۔

اور ابن ماجہ نے روایت کیا کہ اشعث بن قیس کندی جب آئے تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ ہم میں سے نہیں ہیں اور یہ عرض والغیب عند اللہ بایں وجہ تھی کہ سب عرب از قریش تا کندہ بنو اسماعیل ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ہماری ماؤں کو تہمت زنا مت لگا اور ہمارے نسب کی نفی ہمارے باپوں سے مت کر اور ہم اولاد نضر ہیں۔ دیکھو کہ اس لفظ میں ایہام بعید کو کس قدر نفی کر کے نہی فرمایا اور ادب کلام کا تلقین فرمایا وعلی ہذا خبثت نفسی کو منع فرمایا اور لقست نفسی کی اجازت دی کہ وہ بظاہر سخت لفظ ہے گو معنی ایک ہے۔ الحاصل ان الفاظ میں گستاخی اذیت ظاہرہ ہے پس ان الفاظ کو بکنا کفر ہو گا۔

ان الذین یؤذون اللہ ورسوله لعنهم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لھم عذاباً مھینا قال فی الشفاء الوجه الثانی وھو ان یکون القائل لما قال فی جنبه صلی اللہ علیه وسلم غیر قاصد للسب والازراء ولا معتقد له ولکنه تکلم بکلمة الکفر من لعنه او سبه او تکذیبه او اضافة ما لا یجوز علیه او نفی ما یجب له مما ھو فی حقه علیه السلام نقیصة الی ان قال او یاتی بسفه من القول او قبیح من الکلام ونوع من السب وان ظھر بدلیل حاله انه لم یعمد ذمه ولم یقصد سبه اما لجھالة او لضجر او سکر او قلة مراقبة وضبط للسانه او عجز فیه وتھور فی کلامه فحکم ھذا الوجه حکم الوجه الاول القتل دون تلعثم۔ انتھی ملخصاً۔

---

[1] یعنی معنی ظاہر و متبادر ۱۲

پس ان کلمات کفر کے بکنے والے کو منع کرنا شدید چاہیئے اور مقدور ہو تو اگر باز نہ آوے قتل کرنا چاہیئے کہ موذی و گستاخ شان جناب کبریا و تعالیٰ شانہٗ اور اس کے رسول امین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم!

مکتوب یازدہم محاکمہ درباب تیمّم بالغبار مستنبط از کریمہ فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ الآیہ

سوال [1]: ـ مسئلہ تیمم بالغبار میں یہاں کے علماء مختلف البیان ہیں اور ہر فریق اپنی تائید میں روایات فقہیہ معتبرہ پیش کرتا ہے۔ چنانچہ ایک فریق کا تو یہ مسلک ہے کہ غیر جنس الارض پر اگر غبار ہو تو تیمم جائز لیکن شرط یہ ہے کہ انگلیوں کے نشان اس شئے پر محسوس ہونے لگیں۔ اگر اس پر نشان ظاہر نہیں تو اس قدر غبار کافی نہیں اور تیمم درست نہیں۔ چنانچہ ردمحتار میں بروایت اسبیجابی موجود ہے۔ وعبارۃ الاسبیجابی کما فی البحر ولو ان الحنطة او الشی الذی لا یجوز علیه التیمم اذا کان علیه التراب فضرب یدہ علیه وتیمم ینظر ان کان یستبین اثرہ بمدہ یدہ علیه جاز والا فلا انتہی بلفظہ ردمختار لفظ یستبین سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ید کا اثر جواز تیمم کے لئے شرط ہے اور ایسا ہی ردمحتار میں لفظ وقیدہ الاسبیجابی بان یستبین اثر التراب بمدہ یدہ علیه وان لم یستبین لم یجز انتہی۔ یہ بیان تو مختصر ایک فریق کا ہُوا۔ فریق ثانی جواب دیتا ہے کہ ہم کو اس میں کلام ہے کہ انگلیوں کا نشان اس شے پر محسوس ہونا جواز تیمم میں مشروط ہو بلکہ صرف غبار کا اثر ہاتھ پر ہونا چاہیئے۔ اس شے پر ہاتھ کا اثر ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ ردمحتار میں بروایت تاتارخانیہ مذکور ہے:۔

وصورۃ التیمم بالغبار ان یضرب بیدیه ثوبا او نحوہ من الاعیان الطاهرۃ التی علیها غبار فاذا رفع الغبار علی یدیه تیمم او ینفض ثوبه حتی یرتفع غبارہ فیرفع یدیه فی الغبار الهوا فاذا وقع الغبار علی یدیه تیمم۔ انتہی بلفظہ دیکھو تاتارخانیہ نے کہیں بھی غبار پر اثر ہونے کی قید لگائی ہے۔ پس جب مطلق تیمم جائز کہا تو تیمم علی الغبار بلا اثر ید بھی جائز ہُوا اور روایت اسبیجابی غیر معتبر ٹھہری۔ یہ کلام فریق ثانی کا مجملاً ہوا۔

اب ہم لوگ سخت حیرانی و پریشانی میں ہیں کہ کس کے قول پر اعتماد کریں۔ لہٰذا حضور کو حکم قرار دے کر عرض کرتے ہیں کہ تیمم بالغبار کے واسطے کیا کیا شرائط ہیں اور ان ہر دو مسلکوں میں کون سا مسلک قابلِ اخذ ہے۔ جواب اس کا بدلائل

---

[1] چونکہ عبارت سوال بعینہٖ دستیاب نہ ہوئی لہٰذا مجملاً مطلب مسائل کا درج سوال کیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے بعض بعض روایات سوال سے متروک ہوئیں۔ ۱۲

قرآن وحدیث ارقام ہو اور مسلک ثانی کا جواب موافق قواعد شرح ارشاد ہو اور مابین روایت اسبیجابی و تاتر خانیہ جو اختلاف ہے اس کو بھی دفع فرمایا جاوے۔

الجواب:۔ اقول باللہ التوفیق۔ اوّل یہ بات سُن لینی ضرور ہے کہ جواز تیمم بالغبار کے لئے یہ شرط ضروری ہے کہ غبار ہاتھوں کو یقیناً لگے۔ اگر غبار ہاتھوں کو نہ لگے گا تو تیمم کسی کے نزدیک بالاتفاق درست نہ ہوگا۔ قال اللہ تعالےٰ فامسحوا بوجوھکم وایدیکم منہ اور بدیہی امر ہے کہ مسح بالغبار بدوں مساس غبار کے یدین کو یا مواضع تیمم کو ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا تو بس غبار کا لگنا یا یدین کو اور پھر مواضع تیمم کو یا مواضع تیمم کو بلا واسطے یدین کے اور فعل تیمم کا اُس کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ چنانچہ تفصیل اس کی کتب فقہ میں مسطور ہے تاکہ فعل مسح بالغبار کہ مضمون تیمم بالصعید کا ہے۔ حاصل ہو جاوے بخلاف حجر کے مثلاً کہ اُس میں کسی جزو کا لگنا ہاتھوں کو ضرور نہیں کیونکہ مسح الیدین وہاں بہرحال حاصل ہے اور یہی امر کتب فقہ سے بھی مبرہن ہے۔ اب بعد تحقیق اس امر کے عبارات کتب اور روایت اسبیجابی میں کچھ تعارض و تخالف نہیں بلکہ دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ کیونکہ تاتر خانیہ اور محیط وغیرہما کا مقصود یہ ہے کہ غبار ہاتھوں کو لگ جاوے تب تیمم اُس سے کرے۔ کما قال فاذا وقع الغبار علی یدیہ تیمم انتھی او ضرب یدہ علی حنطۃ او شعیر فلزق التراب او الغبار بیدہ بذلک جاز انتھی۔ چنانچہ مجیب صاحب نے یہ دونوں عبارتیں نقل کی ہیں وعلیٰ ہذا دیگر روایات کا سب کا ماحصل یہی ہے اگرچہ بعض عبارت باصرح عبارت تصریح کرتی ہے اور بعض میں چنداں وضاحت سے بیان نہیں کیا اور محتاج بیان نہ جانا کہ متفق علیہ الائمہ اور بدیہی تھا حاجت تصریح نہیں جانی اور اسبیجابی کا مقصد یہ امر ہے کہ مدیدین سے اثر غبار یدین کا یدین پر ظاہر ہوجاوے اگرچہ قلیل ہی ہو مگر مس الغبار یقیناً محقق ہوجاوے اس میں تردد نہ رہے۔ اب مد کے معنی حقیقی لینے میں کچھ حرج نہیں اور مد کو بمعنے ضرب کے لینے کی کوئی ضرورت نہیں کہ مقصود واضح ہے فقولہ یستبین اثرہ ای اثر الغبار علی الیدین بمدہ یدہ ای المتیمم علیہ ای علی الشیٔ لفظ علیہ کا متعلق یہ مد ہے نہ یستبین تو معنے یہ ہوئے کہ اگر ظاہر ہوئے اثر غبار کا ہاتھوں پر بہ سبب مدیدین شے غیر جنس الارض کے تو تیمم درست ہوگا کہ التزاق غبار بالیدین جزماً حاصل ہوا اور اگر اثر غبار ہاتھوں پر ظاہر نہیں ہوا تو وجود غبار میں ہی شک ہے پھر تیمم صحیح نہ ہوگا کہ فامسحوا کا مصداق درست نہ ہوا اور یہ مراد اسبیجابی کی محیط وغیرہ کے مطابق ہے یہ مطلب نہیں کہ شے غیر جنس الارض پر بہ سبب کثرت غبار کے خط پیدا ہوجاوے۔ اور یہ ترجمہ اس سبب سے ہوا کہ قولہ علیہ کو یستبین کے متعلق کیا گیا تو ترجمہ یوں ہوگیا کہ ظاہر ہو جاوے اثر شے پر بہ سبب مدید کے۔ حاشا وکلا یہ ترجمہ نہیں بلکہ ترجمہ وہ ہے جو معروض ہوا کہ ظاہر ہو جاوے اثر ہاتھ پر بسبب مدید کے شے پر اور علیہ متعلق مد کے ہوگا کہ لفظ مد کا اقرب ہے یستبین سے اور اقرب احق بالتعلق ہوتا ہے اور یہ سب تکلفات اس لفظ علیہ کے یستبین کے ساتھ لگا لینے سے کرنی پڑی ورنہ کچھ بات نہ تھی۔

اور غرض اسبیجابی کی یہ ہے کہ عوام وقت تیمم کے چادر تکیہ کو ہاتھ مارتے ہیں اور اس میں کچھ گونا غبار مرتفع ہونا بالغور معلوم ہوتا ہے کہ جس میں شک ہے کہ ہاتھ کو غبار لگا یا نہیں بلکہ جزماً معلوم ہوتا ہے کہ غبار نہیں کیونکہ ہاتھ

تکیۂ بطن پر مارے گئے اور غبار بمزاحمت وضم اجزائے تکیہ کے اوپر کو مرتفع ہوا تو ہاتھوں کو غبار ہرگز نہیں لگا کہ ظاہر تکیہ پر اس قدر غبار نہ تھا کہ ہاتھوں کو مس کرتا تو اسبیجابی اس تیمم کو ناجائز کہتا ہے کہ ایسے وہمی غبار سے کہ التزاق بالید میں تردد کیا بلکہ تیقین عدم ہے تیمم نہیں ہوتا اور صاحب بحر محقق حنفی اس کو قبول کرکے بساط پر تیمم کرنے میں ظاہرا عدم جواز کا قائل ہوا۔

اور محشی بحر کا رملی بھی اصل مسئلہ کو قبول کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ بل الظاهر التفصيل ان استبان اثره جاز والا فلا لوجود الشرط خصوصاً فی ثیاب ذوی الاشغال اس کو نقل کرکے ردمحتار نے بھی لکھا ہے وهو حسن فلذا جزم به الشارح وفی التاترخانیۃ وصورة التیمم بالغبار ان یضرب یدیه -الخ چنانچہ یہ روایت مجیب صاحب نقل فرماتے ہیں تو غرض صاحب ردمحتار بھی اس کو قبول کرتا ہے۔ اور اس روایت اور اس عبارت تاتارخانیہ میں تعارض نہیں بتلاتا اور مجموعہ روایات سے یہ امر ظاہر ہو گیا کہ تعلق غبار کا ہاتھوں کو ہونا شرط ہے خواہ کسی طرح ہو خواہ کسی قدر ہو۔ ہاں یہ کہ التزاق غبار بالیدین اس قدر کثرت سے ہو کہ بالنظر محسوس ہو جاوے۔ البتہ یہ شرط کسی کتاب میں نہیں لکھی اور نہ یہ مراد اسبیجابی کی ہے مگر التزاق الغبار بالیدین جزما لاریب ضروری ہے جس سے مسح کا مضمون حاصل ہو جاوے اور وہی مراد اسبیجابی کہ یستبین اثرہ کے معنی ہیں اور اس امر میں وہ تمام شروح و متن اور فتاوے سے متفق ہے جہاں اس امر میں شک ہو گا تیمم بھی روا نہ ہو گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

مکتوب انوار قلوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامدًا للہ رب العٰلمین ومصلیاً علیٰ خیر الاولین والاخرین وتابعیہ اجمعین۔

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اٰخر من یدخل الجنۃ رجل فھو یمشی مرۃ ویکبو مرۃ وتسفعہ النار مرۃ فاذا جاوزھا التفت الیھا فقال تبارک الذی نجانی منک لقد اعطانی اللہ شیئاً ما اعطاہ احدا من الاولین والاخرین فترفع لہ شجرۃ فیقول ای رب ادننی من ھذہ الشجرۃ فلاستظل بظلھا واشرب من مائھا فیقول اللہ یا ابن اٰدم لعلی ان اعطیتکھا سالتنی غیرھا فیقول لا یا رب ویعاھدہ ان لا یسئلہ غیرھا وربہ یعذرہ لانہ یریٰ مالا صبر لہ علیہ فیدنیہ منھا فیستظل بظلھا ویشرب من مائھا ثم ترفع لہ شجرۃ ھی احسن من الاولی فیقول ای رب ادننی من ھذہ الشجرۃ لاشرب من مائھا واستظل بظلھا لا اسالک غیرھا فیقول یا ابن اٰدم الم تعاھدنی ان لا تسئلنی غیرھا فیقول لعلی ان ادنیتک منھا تسالنی غیرھا فیعاھدہ ان لا یسئلہ غیرھا وربہ یعذرہ لانہ یریٰ مالا صبر لہ علیہ فیدنیہ منھا فیستظل بظلھا ویشرب من مائھا ثم ترفع لہ شجرۃ عند باب الجنۃ ھی احسن من الاولیین فیقول یا ابن اٰدم الم تعاھدنی ان لا تسئلنی غیرھا قال بلیٰ یا رب ھذہ لا اسالک غیرھا وربہ یعذرہ لانہ یری مالا صبر لہ علیہ فیدنیہ منھا فاذا ادناہ منھا سمع اصوات اھل الجنۃ فیقول ای رب ادخلنیھا فیقول یا ابن اٰدم ما یصرینی منک ایرضیک ان اعطیتک الدنیا ومثلھا معھا قال ای رب اتستھزئ منی وانت رب العالمین فضحک ابن مسعود فقال الا تسالونی مم اضحک فقالوا مم تضحک فقال ھکذا ضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا مم تضحک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من ضحک رب العٰلمین حین قال اتستھزئ منی وانت رب العٰلمین فیقول انی لا استھزئ منک ولکنی علیٰ ما اشاء قدیر۔ رواہ مسلم۔

از احقر الناس بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔

گرامی خدمت بابرکت مولوی محمد حسین صاحب مدفیوضھم۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمانید گرامی نامہ آپ کا پہنچا۔ آپ نے حدیث آخر رجل دخل فی الجنۃ کے بعض مصالح کو استفسار فرمایا ہے۔ مگر ما حکم افعال حق تعالیٰ کے بجز ارشاد شارع علیہ السلام کے دریافت ہونے محال ہیں اور شراح حدیث نے اس باب میں کچھ نہیں لکھا۔ سو بندہ جو کچھ اپنے

فہم قاصر کی رسائی ہے اُس کو لکھتا ہے۔ سنو کہ اصل غرض کلی حضرت شارح علیہ السلام کے اس واقعہ کے ارشاد سے بشارت اہل صدق وایمان کی اور انذار وتخویف اہل کفر وطغیان کی اور اس طرح نجات دینا حق تعالیٰ کا بھی یہ وجہ رکھتا ہے ولا یعلمہا[1] الا اللہ تعالیٰ۔ پس اول وہ رجل جب نار سے خارج ہوا اور چہرہ اُس کا نار کی طرف رہا تو باوجود خروج عن النار محض مشاہدہ جہنم کا اس قدر مولم ومعذب تھا کہ فقط صرف وجہ کو وہ اعلیٰ درجہ فوز کا تصور کرتا تھا مگر اُس کو کچھ اختیار اس کا نہ تھا اور خروج عن النار جو حبوًا حبوًا[2] واقع ہوا تھا اُس کو بھی جانتا تھا کہ یہ محض انعام حق تعالیٰ کا ہے جس کا سزاوار میں نہ تھا۔ اسی واسطے جب خروج نار ہوا تو بشاش ہو کر بول اُٹھا تھا تبارک الذی نجانی منک لقد اعطانی اللہ شیئا ما اعطاہ احدا من العلمین[3]۔ اور سبب یہ ہے کہ وہ عالم ظہور حقائق کا ہے مغیبات وہاں مشاہدات بن جائیں گے تو تعریف ذرہ ذرہ عالم بقدرت حق تعالیٰ اور عدم حول وقدرت غیر اللہ تعالیٰ سب منکشف عام وخاص ہو جائے گا اور نیز اپنے افعال بد اور معاصی کے بمطالعہ اعمال نامہ ہویدا ہو چکا ہے۔

خروج عن النار کمال انعام حق تعالیٰ کا جان لیا ہے اور یقین کر لیا ہے کہ اس سے زیادہ تخفیف کے لائق ہرگز ہرگز میں نہیں ہوں مگر معہذا شدت الم سے مضطر ہو کر دعا اپنے رحیم وقدیر سے کر دی کہ چہرہ میرا اس طرف سے پھیرا جاوے۔ پس اس سے شدت عذاب نار اور عظم رحمۃ ارحم الراحمین خوب اہل دانش پر واضح ہے کہ خروج عن النار کو ہی وہ خود ایسی نعمت جان گیا تھا کہ کسی کو اس قدر نعمت نہیں ملی۔ اور ایسے مستحق کو کس قدر نواز دیا کہ یک لخت وہاں سے نکال دیا چہ جائے صرف وجہ۔

پس حق تعالیٰ نے اس سے میثاق لیا کہ زیادہ کچھ طلب نہ کرنا اس سے علم عدم استحقاق ہو کر اس کو خوب متحقق ہو گیا کہ صرف وجہ تو بہت ہی بڑی نعمت ہے۔ غرض جب منہ اس کا پھر گیا تو اب اُس کے سرور کو قیاس کرنا چاہیے اور نعمت غیر مترقبہ کے حصول پر سرور کو اندازہ کرنا کہ یہ امر بلا عہد[4] بیں حاصل نہ تھا اب اس رجل کو نہایت سرور اور شکر اس دولت کا ہُوا۔

اور مومنین کو اس کے سماع سے بڑی توقع اپنے رب العلمین پر ہو گئی کہ ایسا مجرم اور اس قدر اُس پر رحمت اور اس سے سابق وہ رجل نہ جانتا تھا کہ صرف وجہ سے زیادہ بھی کوئی نعمت ہے تو اس میں انعام دوم سے مالا مال اور اپنے برابر کسی کو نہیں جانتا تھا کہ یکایک اس کی نظر اول درخت پر پڑی کہ ربض ابعد جنت کا اور منتہے اُس کا اور نہایت کمتر درجہ راحت کا تھا اور گویا اہل جنت کے لئے وہ دوزخ ہی تھا جیسا سعدیؒ نے فرمایا ہے ؎

---

[1] خداوند پاک کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ ۱۲

[2] گھٹنوں گھٹنوں چل کر۔ ۱۲

[3] جس ذات پاک نے مجھ کو تجھ سے نجات دی بڑی برکت والی ہے۔ بے شک اس ذات پاک نے مجھ کو وہ عطا فرمایا ہے کہ کسی کو نہیں دیا۔ ۱۲

[4] بے وعدہ ۱۲

حوران بہشتی را دوزخ بود اعراف الخ

پس اس کے مشاہدہ سے اس قدر لذت و روح وریحان سرور حاصل ہُوا کہ تمام اجزاء وجوانب قلب کو محیط ہوگیا اور ہر رگ وریشہ میں ساری ہوگیا کہ ضبط سوال سے عاجز ہُوا اور نقض عہد پر[۱] باوجود مشاہدہ عظمت و جلال اور علم جُرم[۱] نقض عہد کے مضطر ہو کر عرض وصول شجرہ کر ہی دیا۔ لہٰذا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وربہ[۲] یعذرہ لانہ یرے ما لا صبر لہ علیہ۔ تو اب ہر عاقل اس درجہ لذت کو قیاس کرے کہ ایسے احکم الحاکمین جبار ذوالملک والملکوت کے عہد کو نقض کرنا کہ جس کی عظمت وجلال سے ملاء اعلےٰ اور عرش معلیٰ باآں عظمت خود لرزاں وہراساں ہیں اس کے حضرت وحضور میں ہو کر کس قدر غلبہ سُکر وطغیان نشۂ سرور ولذت کو چاہتا ہے کہ جس کے سُکر میں کچھ بھی لحاظ نہ رہا اور حالانکہ یہ درجہ ادنیٰ ادنیٰ بمراتب لیشمار درجہ لذت جنت سے ہے۔ پس عہد وبیثاق کرنے اور توڑنے سے یہ امر خوب واضح ہوا کہ بلا عہد ایک دفعہ عطا فرمانے میں علی ہذا دوسرے شجر کو اور تیسرے اور پھر دخول جنت کو۔ اسی طرح قیاس کرنا چاہیئے کہ ہر ہر درجہ اعلےٰ کو اپنے اسفل درجہ سے یہی نسبت ہے جیسا کہ صرف وجہ کو شجرہ اول سے ہے۔

پس اس سے عقلاء کے نزدیک کیسی شرح قولہ تعالیٰ اعددت[۳] لعبادی الصلحین ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر اور تفسیر فلا[۴] تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین خوب عمدہ ہوگئی اور مومنین حکم وشارعوا[۵] الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ الآیہ کا سنے ہوتے تھے اس بشارت سے دیوانہ و فریفتہ سعی بذل جان و مال کاراہ حق تعالیٰ میں کر دیا کہ یہ لطف ایک دفعہ بلا عہد عطا کرنے میں حاصل نہ تھا نہ اس رجل مغفور ہی کو کہ جو نعمت بعد طلب وتعب کے ملتی ہے وہ نہایت الذ ہوتی ہے اور جو دولت متمنے بعد یاس او تیقن عدم لیاقت کے ملتی ہے وہ غایت موجب شکر و سرور ولذت کے ہوتی ہے اور باعث مزید نعماء ہو جاتی ہے قال اللہ تعالےٰ لئن شکرتم لازیدنکم[۶] الآیۃ۔

اور یہ دونوں امر تدریج عطا اور عہد کرنے میں حاصل ہیں نہ یک دفعہ اعلےٰ درجہ پر پہنچانے میں اور بلا عہد دینے میں۔

دوسرے یہ کہ روح لطیفۂ عالم غیب سے تھی جب اُس کا تعلق اس جسد عنصری سفلی سے ہوا اور اس کی صحبت

---

[۱] وعدہ شکنی کا گناہ ۱۲ [۲] اور اس کو پروردگار معاف فرمائیں گے کہ اُس نے وہ دیکھا ہے کہ بے صبر ہوگیا۔

[۳] اپنے نیک بندوں کے لئے میں نے وہ تیار کیا ہے کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سُنا نہ کسی بشر کے دل میں اس کا خطرہ گزرا۔ ۱۲

[۴] جو آنکھوں کی ٹھنڈک جانوں کے لئے مخفی رکھی گئی ہے کوئی نفس اُس کو نہیں جانتا۔ ۱۲

[۵] اپنے رب کی جنت و مغفرت کی طرف جھپٹو۔ ۱۲

[۶] اگر تم قدر کرو گے تم کو میں زیادہ دوں گا۔ ۱۲

سے اُس کو غیبوبت عالم غیب سے ہوئی تو بقدر انہماک لذائذ دنیا و غفلت از ذوات اعلے کے اُس کی استعداد تحمل لذائذ نعما کی کم اور گم ہو جاتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو ہر دم مشاہدہ امور غیبیۃ اور تیقظ و حضور حق تعالے کا رہتا ہے کما قال النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلاً و لبکیتم کثیرا[1] اور فرمایا انی اریٰ ما لا ترون[2]۔ مگر معہذا روح طیب ان کی محتاج اکل و شرب وغیرہما حوائج جسمانی کی تھی تو بہت قلیل اثر یہاں کا ہوا۔ اسی واسطے روح پاک آپ کی جنت میں داخل ہوتی تھی اور جسد مطہر آپ کا معراج میں سب جگہ ظہور فرما ہوا۔ لیکن خواب طویل میں جو بخاری نے نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ آپ نے اوپر ایک مکان دیکھا جو آپ کا مکان ہونا بیان کیا گیا۔ جب آپ نے اس کے دخول کا قصد فرمایا تو ملکین نے فرمایا کہ ابھی آپ کی عمر باقی ہے بعد انتقال عالم دنیا کے یہاں تشریف لے جاؤ گے"۔

جس سے معلوم ہوا کہ کچھ توقف اس جماعت پاک کو بھی وصول اپنے درجہ میں ہوتا ہے تا تعلق روح یا جسد دردارِ دُنیا تو بظاہر یہی وجہ ہے کہ تا تعلق جسد کچھ قوت روحی میں حجاب ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے دفع پر اصلی حالت کا ظہور بوجہ اتم ہوتا ہے اور پھر خواص کو بعد انبیاء علیہم السلام کے اور عوام کو اور فساق کو اپنے اپنے درجہ تعلقات کے تبدر اور اپنے اپنے قدر انہماک فی المعاصی کے بعد عالم غیب سے ہو کر قوت روحی کم ہوتی ہے اسی واسطے عالم برزخ و قبر میں کامل حظ جنت کا نہیں ملتا بلکہ کچھ اثر حظ جنت کا بقدر مرتبہ ملتا ہے اور کمال حظ بعد حشر و حساب و عبور صراط کے حاصل ہوگا اور فساق و فجار کو بعد عذاب و تہذیب و تزکیہ کے دیا جاوے گا۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے مرتبہ کاملہ کو پہنچنا سب کے واسطے بتدریج ہی ہے۔

کوئی فرد بشر ایسا نہیں کہ ایک دفعہ وہاں پہنچے۔ اگرچہ تدریج برائے نام ہی ہو۔ جیسا جناب انبیاء علیہم السلام کے ہوتی ہیں مگر چونکہ یہ دخول تمام عالم سے اونچا تھا اس کی تدریج بہت شدت سے اور ظاہر طور سے ہوئی۔ اور ہر ہر موقع پر توقف اور دکھا کر شوق دلانا اور پھر عہد و میثاق لینا اور درجہ بدرجہ ترقی دینا ہوا کہ جیسا اس کی روح کو سب سے زیادہ فقدان استعداد ہوا تھا۔ ایسا ہی دیر میں اس کو یہ امر حاصل ہوا اور دیگر افراد میں ان کے مراتب کی قدر ہوتا ہے۔ چنانچہ اختلاف حالات حیات و برزخ و حشر و میزان و حساب و عبور صراط سے واضح ہوتا ہے۔

پس تدریج سب میں حاصل ہے اور اس دخول کی تدریج سب عالم سے بڑھ کر ہے بہ سبب ادنیٰ ہونے کے تمام مومنین سے اور کفار کے نسمہ کو بالکل مرتبت دنیا اُس عالم سے ہو جاتی ہے اُن کو کبھی بھی نجات نہ ہووے گی اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے بچہ کو وقت ولادت اول شیر مادر کے سوا کوئی شئے لائق

---

[1] جو میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو کم ہنستے اور روتے بہت۔ ۱۲

[2] تحقیق میں دیکھتا ہوں وہ شئے جو تم نہیں دیکھتے۔ ۱۲

وموافق نہیں۔ پھر بعد مدت کے شیر گاڈ ادر پھر کچھ برنج قلیل ڈال کر علی ہذا۔ عمدہ اغذیہ تک سو یہ مصلحت عامہ ہے مگر اس رحل میں اس کا ظہور بکثرت ہُوا خلاف دیگر افراد متعلقین کے۔

تیسرےف یہ کہ حق تعالیٰ رفعت شان ایمان ومؤمنین کی اس تدریج سے ظاہر فرماتا ہے۔ کیونکہ حدیث بخاری میں ہے کہ جب بشفاعت وہ لوگ بھی نار سے نکالے گئے جن کے حق میں یہ حکم تھا من قال لا الہ الا اللہ و فی قلبہ ادنی ادنی ادنی من خردل تو فخر عالم علیہ السلام بعد اس کے شفاعت اُن کی کریں گے جو فقط لا الہ الا اللہ کہنے والے تھے تو حق تعالیٰ اُن کے باب میں شفاعت قبول نہ فرما کر خود اُن کو نکال کر افواہ جنت پر ڈالیں گے اور جب ماء الحیات سے وہ جلد مثل لولو ہو کر جنت میں داخل ہوں گے۔

تو ظاہر اس حدیث سے واضح ہے کہ یہ قوم لا الہ الا اللہ کہتی تھی مگر کوئی درجہ خیر کا ان کے قلب میں نہ تھا اور تھا تو ایسا تھا کہ کسی مخلوق کو معلوم نہ ہوتا تھا تو ایسی جماعت بھی یک دفعہ در جنت پر پہنچی تو یہ رحل اس جماعت سے بھی ادنیٰ درجہ میں تھا کہ جس کو اس تدریج سے جنت پر پہنچایا اور یہ تدریج ہی دلیل اس کی کم مرتبہ کی اُس قوم آخر سے ہے تو ایمان کا وہ درجہ کہ کسی ملک اور رسول کو بھی مفہوم نہ ہو عند اللہ موجب نجات ومعتبر ہے۔ پھر کسی مومن کو قطعی ناری کہنا اور کسی درجہ خفی ایمان کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھنا چاہیئے۔ اسی واسطے فقہاء وارث نے فرمایا کہ ننوّوجوہ میں ایک وجہ بھی ایمان کی ہو سکے تو تکفیر مومن کی نہ کرنا چاہیئے۔ تو یہ سو درجہ فرمانا فقہاء کا تحدید نہیں بلکہ تکثیر ہے۔ ہزار سے ایک وجہ ہو جب بھی تکفیر نہ کرے کہ ایمان کی بہت بڑی عظمت ہے کہ تصدیق توحید حق تعالیٰ صفت خاصہ حق تعالیٰ کی ہے قل ھو اللہ احد[2] پھر جس کی جبلت میں یہ نور صفت خاصہ داخل ہے اگرچہ کسی درجہ خفیہ میں ہو وہ کسی طرح مقبول اور مستحق نہ ہو دخول نار اس کی تہذیب اور اصلاح کے واسطے ہے نہ تحقیر و تعذیب کے لئے۔ مگر بظاہر صورت عذاب ہے جیسے دشمن کا مارنا اور اپنے ولد محبوب کو تربیت کے لئے مارنا مشابہ ہے مگر دونوں میں فرق ہے[3] لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیءٍ قدیر۔ اس سے قیاس کرنا چاہیئے کہ جس کے قلب میں قرآن شریف کل یا جز ہوگا اس کا کیا مرتبہ ہے۔ لو جعل القرآن فی اھاب[4] ثم القی فی النار ما احترق۔ حدیث صحیح ہے اور جس کا قلب بحضور مشاہدہ حق تعالیٰ زندہ ہے وہ کس درجہ کا

ف۔ تقریر مولانا متعلق بایمان وکفر ہمیں جا تعلق دارد کہ بعض تلامذہ جناب آں را یاد دارند ۱۲

[1] جس نے کہا لا الہ الا اللہ اور اس کے دل میں رائی کے دانے سے ادنیٰ درجہ کا ایمان ہے ۔ ۱۲

[2] تو کہہ اللہ تعالیٰ ایک ہے ۔ ۱۲

[3] کوئی معبود برحق نہیں مگر اللہ تعالیٰ ایک ہے نہیں کوئی اس کا شریک اس کے لئے بادشاہت ہے اور اسی کے لئے کل تعریف اور ہر چیز پر وہ قادر ہے ۔ ۱۲

[4] اگر قرآن شریف چمڑے میں کیا جاوے پھر اسے آگ میں ڈالا جاوے نہیں جلے گا ۔ ۱۲

نورمعیت سے مالامال اور محفوظ اور مقرب حق تعالیٰ کا ہوگا۔ یہ حدیث تدریج اس مرتبہ کی تحصیل کا شوق دلاتی ہے۔

چوتھے اس تدریج سے شان وسعتِ رحمت اپنے کی ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حق تعالےٰ نے رحمت کو سو جز کر کے ایک جز نازل فرمایا ہے جس سے تمام خلق باہم رحمت وشفقت کرتی ہے اور قیامت کو اس حصہ کو بھی لے کر سو رحمت سے بندوں پر ترحم فرماوے گا۔ اس قصہ تدریج سے اس رجل کی اس قدر کمی درجہ ایمان کی کہ ہرگز قابلِ اعتبار نہیں معلوم ہوتی۔ پھر اس پر بھی تمام دنیا کے برابر اس کو مرحمت فرمایا تو خیال کرنا چاہیئے کہ کس قدر فضل اس ارحم الراحمین کا ہے۔

پس کسی مومن کو باوصف اپنے عصیان کے مایوس رحمت سے نہ ہونا چاہیئے۔ قال اللہ تعالیٰ[1] لا تقنطوا من رحمۃ اللہ۔ ولا تیئسوا من روح اللہ انہ لا ییئس من روح اللہ الا القوم الکفرون ہ اگرچہ خشیت بھی ایسی چاہیئے کہ دونوں بازو ایمان کے ہیں۔

پانچویں مومنین کو تنبیہ ہے کہ ایمان وعقائد کی تصحیح میں زیادہ کوشش وسعی کریں کہ اگر صحت ایمان ہے تو سب کچھ ہے اور تحسین اعمال پر غرہ نہ کرے کہ بدوں ایمان کچھ معتبر نہیں اعمال اگرچہ ذرہ بھر نہ ہوں مگر ایمان صحیح ہو تو وہ مومن ناجی ہے اگرچہ کبھی ناجی ہو اور اگر اعمال مثل جبال عظام ہوں اور ایمان کچھ نہ ہو تو وہ سب ہباءً منثوراً ہیں کہ ایمان اس رجل کا بتدریج جنت میں گیا اگرچہ محض خفی کالعدم تھا مگر صحیح تھا جس قدر تھا اور ضعف وکمی اس کی تدریج سے ظاہر ہوتی۔ آخر جنت میں داخل ہوا مگر شرک وکفر ہرگز نہ بخشا جاوے گا اگرچہ کس قدر اعمال ہوویں اور رجا بھی ایمان ہی کے ساتھ معتبر ہے ورنہ لغو ہے۔

چھٹے تاکید ہے عباد کو اعمال خیر کو بے کار نہ جانیں کہ یہ تدریج و دیررسی اس رجل کو اعمال کے نہ ہونے سے اور اُس قوم کو جو افواہ جنت پر ڈالی گئی بسبب عدم اعمال ہی کے ہوئی ہے۔ چنانچہ فرمایا فمن[2] کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا۔ لقاء کامل ایمان وعمل سے ملتا ہے اور ایمان کو اعمالِ صالحہ سے تقویت ہوتی ہے۔ الیہ[3] یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ۔ پس عمل صالحہ کو اگرچہ قلیل ہو قلیل نہ سمجھے کہ کوئی مثل ذرہ بھی عمل صالح اس رجل کے ساتھ ہوتا تو اس درجہ تدرج میں نہ ہوتا۔

---

[1] اللہ پاک کی رحمت سے مایوس مت ہو، اللہ پاک کی رحمت سے ناامید مت ہو، مایوس نہیں ہوتے مگر گروہ کافر۔ ۱۲

[2] جو امید کرے اپنے رب سے ملنے کی تو اچھے عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ ۱۲ منہ

[3] اسی کی طرف پاک کلمے چڑھتے ہیں اور اس کو عمل صالح بلند کرتا ہے۔ ۱۲

ہر چند نفس ایمان سے انجام کار ناجی ہوا مگر عاقل کو طلب ترقی و تجنب تنزل و تکالیف سے لازم ہے جیسے دنیا میں رات دن اسی فکر میں سرگرم رہے۔ سوائے اس کے اور بھی بعض اشارات مصالح اس تدریج اور واقعہ حدیث سے نکلتے ہیں۔ مگر اس پر ہی بس کرتا ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حسبنا اللہ و نعم الوکیل رب زدنی علما وادخلنی فی زمرۃ عبادک الصالحین۔ آمین[1]
وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہ و
اصحابہ الطیبین الطاہرین وعلی من تبعھم الی یوم الدین!
والسلام فقط!

مسئلہ اثبات پردہ مروجہ شرفاء ہند از کتاب و سنّت

عورتوں کے کون کون اعضاء شرعاً داخل ستر ہیں اور کون کون نہیں۔ اجنبیہ کو کون کون اعضاء اجنبی سے چھپانے چاہئیں اور کون نہیں؟ بحوالہ کتاب و تصریح فصول و ابواب مدلل و مفصل تحریر فرماویں۔

قرآن میں تو فقط وقرن فی بیوتکن سے عورتوں کے گھر میں رہنے کا حکم معلوم ہوا لیکن یہ مخصوص ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے دوسری عورتیں اس میں کیونکر شامل ہو سکتی ہیں کیونکہ کچھ ہی قبل ارشاد ہوتا ہے یانساء النبی لستن کاحد من النساء۔ علاوہ اس کے جتنی آیتیں پردہ کے بارے میں ہیں ان سے باہر نکلنے کی نفی نہیں معلوم ہوتی۔ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود عورتوں کو باہر نکلنے کی اجازت دی۔ جیسا کہ مسلم و بخاری وغیرہ میں موجود ہے۔ پناہ عورتیں نماز میں جماعت کے ساتھ شریک ہوتی تھیں اور عرب میں ابھی تک وہی دستور جاری ہے۔ فقہاء کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا چہرہ اور ہاتھ اور اوپر کے کپڑے ستر نہیں۔ پس عورت چہرہ کھول کر باہر نکل سکے گی۔ قیاس اسی کو مقتضی ہے کہ عورتیں چہرہ کھول کر باہر پھریں ورنہ اپنی حاجتوں کے پورا کرنے میں قاصر رہیں گی اور تحصیل علوم و کمال سے جو انسان کی زینت ہیں محروم رہیں گی۔ سب تو امیر ہیں نہیں کہ نوکر وغیرہ رکھیں بے چارے غریبوں کے لئے سخت مصیبت ہے۔

بس اب اس صورت میں پردہ موجودہ ہند (جس کو حبس دائمی بھی کہہ سکتے ہیں جس کی بدولت عورتیں غلاموں سے بھی بدتر ہو جاتی ہیں۔ غلام تو خدا کی قدرتی مخلوق کا نظارہ بھی کر سکتا ہے وہ بے چاریاں اس پردہ کی بدولت اس سے بھی محروم ہیں) خلاف شرع ہے یا نہیں۔ اگر یہ کہا جاوے کہ محض بنظر شر و فساد پردہ رائج کیا گیا تو یہ قابل تسلیم نہ ہوگا کیونکہ نیک اور بد آدمی ہر قرن میں ہوتے رہے ہیں کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بد آدمی تھے ہی نہیں کہ آپ نے

---

[1] اللہ پاک ہمیں بس ہے اے رب مجھ کو علم زیادہ دے اور اپنے نیک بندوں کے گروہ میں داخل فرما۔ آمین ۱۲

منع نہ فرمایا۔ اگر پردہ موجودہ ہند قرآن وحدیث واجماع اور قیاس سے ثابت ہے اور واقع میں اس کی ضرورت ہے تو بدلائل عقلی ونقلی کتب مستندہ سے حوالہ قلم فرمائیے۔ اقوال ضعیفہ اور احادیث ضعیفہ یا وہ احادیث جن کی روایات کے سلسلہ میں تفرقہ پڑگیا ہے قابلِ استدلال نہ ہوں گے۔

جبکہ پردہ موجودہ ہند خلافِ شرع سمجھا گیا تو علماء کہ جن کا فرضِ منصبی یہی ہے کہ خلافِ شرع چیزوں سے لوگوں کو ممانعت کرتے رہیں اور ممانعت تو در کنار خود ہی اُن خلاف شرع چیزوں پر عمل کرتے ہیں اور لوگ ان کے افعال سے استدلال کرتے ہیں۔ پس وہ علماء یا وہ لوگ جو کہ خلافِ شرع پر عمل کرتے ہیں عند اللہ ماخوذ ہوں گے یا نہیں؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵ حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ عورت حُرہ کا تمام بدن سر کے بالوں سے لے کر ناخن پا تک عورت ہے بدیں معنی کہ نظر کرنا اُس پر بشہوت یا جبکہ مظنہ شہوت ہو حرام ہے اور ستر اُس کا ایسی حالت میں عورت پر واجب ہے۔ مگر در محل ضرورت کہ وہ معاف کیا گیا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے سورۂ نور کے رکوع چہارم میں فرمایا ہے قل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم ویحفظوا فروجہم یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مومن مردوں سے کہہ دے کہ اپنی آنکھیں بند کریں اور روکے رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارہن ویحفظن فروجہن۔ اور مومن عورتوں سے کہہ دے کہ اپنی آنکھوں کو بند کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

اس آیت میں حق تعالیٰ نے اول مردوں کو حکم فرمایا کہ تم اپنی نظروں کو بند کرو اور شرمگاہوں کی حفاظت کرو تو اول غض بصر کو مطلق فرمایا کوئی قید کسی موضع اور عضو کی نہیں فرمائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً عورت کے کسی عضو کو مظنہ شہوت سے دیکھنا حرام ہے خصوصاً چہرہ کہ تمام حسن وجمال کا مدار اور اصل فریفتگی چہرہ ہی پر ختم ہے۔

ثانیاً اس آیت سے معلوم ہوتا ہے دیکھنا کسی عضو نامحرم کا مفضی الی الزنا ہے کہ محافظت فرج غض بصر پر مرتب فرمائی گئی ہے اور یہ اس واسطے ہے کہ مرد کو عورت کی طرف طبعی رغبت ہے اور اُس سے بچنا نہایت مشکل ہے بہمیں وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نامحرم کے ساتھ خلوت کو حرام فرمایا اور منقول ہے کہ شیطان نے موسیٰ علیہ السلام کو ایک قصہ میں یہ بات سمجھائی ہے کہ جب اجتماع مرد وعورت نامحرم کا ہوتا ہے تو میں تمام ہمت اپنی صرف کرتا ہوں کہ اُن کو معصیت میں ڈالوں علی ہذا۔ عورت کو مرد کی طرف رغبت طبعی ہے۔ پس اسی حالت میں مرد وعورت کا دور رہنا اور غض بصر ہر ہر عضو سے رکھنا صاف ظاہر ہے کہ ہر اہلِ ایمان پر واجب ہے کہ مرد کو عورت سے اور عورت کو مرد سے اور چونکہ بعض نظر جو کہ مفضی الی الفساد نہ تھی جیسا نظر محرم کی طرف اعضائے ظاہرہ کی یا نظر طبیب یا جراح کی بسبب ضرورت کے مثلاً تو اُس کی اجازت واباحت کے لئے من تبعیضیہ لایا گیا اور اس تبعیض سے جو بعض لوگوں کو شبہ گذرتا کہ بعض نظر غیر محرم کی طرف جائز بھی ہو اگرچہ مفضی الی الفساد ہو تو جملہ یحفظوا فروجہم سے اُس کو دفع فرمادیا کہ ایسی نظر اصلاً درست نہیں کہ مفضی الی الزنا ہے خواہ کسی عضو

کی طرف ہو اور یہ امر بدون مباعدہ اور پردہ کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسی واسطے حق تعالیٰ نے سورۂ احزاب کے چوتھے رکوع میں فرمایا ہے وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی۔ یعنی اپنے گھروں میں مقیم اور مستقر ہو اور جاہلیت اولیٰ کی طرح سے اظہار زینت اور خروج و بروزمت رکھو۔ سو ہرچند نزول ان آیات کا ازواج مطہرات کے بارے میں ہے مگر حکم عام ہے۔ شرح اس کی یہ ہے کہ حق جل و علی شانہ نے ازواج مطہرات کو ارشاد فرمایا تھا کہ یا نساء النبی من یات منکن بفاحشۃ مبینۃ یضاعف لھا العذاب ضعفین وکان ذلک علی اللہ یسیرا ومن یقنت منکن للہ ورسولہ وتعمل صالحا نوتھا اجرھا مرتین واعتدنا لھا رزقا کریما۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عورتو جو کوئی تم میں سے ارتکاب کرے کھلی بُرائی کا اُس کو دونا عذاب ہوگا اور یہ اللہ تعالیٰ پر سہل ہے یعنی تمہارا نساء نبی ہونا اُس کو عذاب کرنے سے روک نہیں سکتا۔ اور جو کوئی تم میں سے اطاعت کرے اللہ تعالیٰ اور رسول کی اور کام کرے اچھے اُس کو دونا ثواب ملے گا اور ہم نے اُس کے واسطے اچھا حصہ آخرت میں تیار کیا ہے انتہیٰ۔

ان ہر دو آیات میں یہ حکم ہُوا کہ اگر تم گناہ کرو گی تو دونا عذاب ہوگا اور اگر اطاعت کرو گی تو دونا ثواب ہوگا تو اس میں شبہ یہ ہوتا تھا کہ ان مقدسات کو دونا ثواب و عذاب کیوں ہوتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ نے اس شبہ کو رفع فرمایا کہ لستن کاحد من النساء یعنی تم چونکہ مقدس اور اہل بیت رسول علیہ السلام ہو تو تم کو ثواب و عذاب دونوں اوروں کی نسبت زیادہ ہونا چاہیئے کہ صدور معصیت ایسے شخص سے بہت بعید ہے اور وجود طاعت ایسے لوگوں میں مزید اخلاص سے ہوتا ہے۔ اس میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب ہم مقدس اور اہل بیت نبی اور امہات مومنین ہیں۔ چنانچہ اسی سورت کی آیت ہے وازواجہ امھاتھم تو ہم کو وسعت ملی کہ بروز و خروج اور تکلم مع الناس میں بخلاف دیگر عورتوں کے کہ ان کو احتیاط ضروری ہے اُس کو حق تعالیٰ نے رفع فرمایا کہ ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول یعنی جب کہ تم کو تقوے زیادہ ضروری ہے یا جب کہ تم عذاب حق تعالیٰ سے بچنا چاہتے ہو تو کلام ایسی طرح نہ کرو کہ مرد مخاطب کے دل میں فتنہ اور طمع پیدا ہو اور یہ کلام مقدمہ معصیت بن جائے اور اُمت پر ظاہر ہے کہ کسی عام عورت کو بھی اس طرح کی کلام جائز نہیں کہ جس سے مرد مخاطب کے دل میں رغبت اس کی طرف پیدا ہو اسی واسطے فرمایا کہ آواز عورت کی بھی عورت ہے بلکہ کلام ایسی طرح سے کہ سختی و خشونت کے ساتھ کرے کہ نہ لہجہ میں کوئی اشارۃ فتنہ و فساد ہو اور نہ مضمون کلام سے کلام فساد پیدا ہو اور یہ عامہ مؤمنات پر واجب ہے پھر فرمایا وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ جس کا ترجمہ اول ذکر ہو چکا اور تبرج جاہلیت اولیٰ ایسا ہی ہوتا ہے کہ بلاضرورت زینت کے ساتھ باہر پھرتی تھیں کہ جس سے بسبب کلام اجانب اور انتشار طیب وظہور زینت و آواز زیور وغیرہ کی فتنہ ہوتا تھا۔ اور ایسا خروج ہر عاقل جانتا ہے کہ عامہ مؤمنات پر حرام ہے خصوصیت ازواج مطہراتؓ کی اس میں کچھ نہیں ہے اور یہ امر بدوں اس کے حاصل نہیں ہوتا کہ اپنے گھروں میں رہیں اور اگر شدت ضرورت کے وقت باہر نکلیں تو بغیر

زینت کے اپنے تمام بدن کو ڈھک کر میلے کچیلے سڑے ہوئے کپڑوں میں مردوں سے الگ الگ ہو کر نکلیں پھر فرمایا۔ واقمن الصلوٰۃ و اٰتین الزکوٰۃ واطعن اللہ ورسولہ۔ یعنی نمازیں پڑھو اور زکواۃ دو اور اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو اور یہ ہر سہ حکم بھی کسی کے ساتھ خاص نہیں ہیں بلکہ عامہ مومنات پر فرض ہیں۔

پس یہ امور خمسہ مذکورہ جیسے کہ عامہ مومنات پر فرض ہیں ازواجِ مطہرات رضؓ کو بھی یہی حکم ہوا کہ تمہارے مقدسات ہونے سے تم اس سے مستثنےٰ نہیں بلکہ تمہارا تقوےٰ یہ ہے کہ مثل دیگر مومنات کے تم بھی ان امور کی پابند رہو اور ان پر عمل کرو پھر فرمایا انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ یعنی یہ احکام اس لئے فرماتا ہے کہ تاکہ تم کو ارجاس سے پاک کر دے اور تم سے ان برائیوں کو دور فرما دے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ احکام خمسہ مذکورہ کی پابندی سب مومنات کو ضروری ہے۔ قرار بیوت و ترک تبرج و ادائے نماز و زکوٰۃ و اطاعتِ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم ورنہ بصورت دیگر رجس سے تدنس وتلطخ ہوگا اور اس میں سب مومنات برابر ہیں کچھ خصوصیت ازواج مطہرات کی نہیں ہے۔

اس لئے دوسری جگہ حق تعالےٰ دوسری آیت اسی سُورۃ میں فرماتا ہے یٰایھا النبی قل لازواجکؑ وبناتکؑ ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن کہ اس آیت میں حق تعالےٰ نے محل فتنہ میں مطلقاً منہ ڈھکنے کا صاف حکم دے دیا۔ چنانچہ صاحب کشاف اس کے معنی میں لکھتے ہیں۔ یدنین علیھن من جلابیبھن یدخینما علیھا ویغطین بھا وجوھھن واعطافھن۔

پس اس سے مثل آفتاب کے روشن ہو گیا کہ قرار فی البیوت عامہ مومنات پر فرض ہے اور گھر سے نکلنا موجب معصیت و محل اندیشہ وفتنہ وفساد ہے کہ عفض بھر ایسی حالت میں سخت دشوار ہے۔ اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے المرءۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفھا الشیطان یعنی یہ کہ عورت سراپا ستر ہے جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اُس کے ساتھ منتظر اصرار معاصی رہتا ہے۔ اس حدیث میں آپ نے تمام بدنِ عورت کو عورت فرمایا اور کسی عضو کا استثنا نہیں کیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ سب بدن اس کا عورت ہے۔ اور فرمایا کہ مطلقاً اس کے خروج پر شیطان کو استشراف ہوتا ہے کہ اُس سے عورت کو اور آوارہ لوگوں کو اس کے ذریعہ سے معصیت میں ڈالے اور خروج کو مقید کسی قید کے ساتھ نہیں کیا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ نظر کرنا مرد کا عورت کی طرف اور عورت کا مرد کی طرف محل اندیشہ ہے۔

چنانچہ حدیث ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں وارد ہے قالت کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم عندہ میمونہ فاقبل ابن ام مکتوم وذلک بعد ان امرنا بالحجاب فقال احتجبا منہ فقالت یارسول اللہ الیس اعمی لایبصرنا ولا یعرفنا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم افعمیاوان انتما الستما تبصرانہ۔ یعنی حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں کہ عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (نابینا) تشریف لائے۔ آپ نے ہم سے فرمایا کہ اس سے پردہ اور آڑ میں ہو جاؤ۔ میمونہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا یہ نابینا نہیں ہے نہ ہم کو دیکھے نہ پہچانے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ اندھا ہے تم اندھی نہیں ہو۔ انتہی

بحاصلہ اس حدیث میں دیکھو کس طرح آپ نے مرد کی طرف مستورات کے نظر کرنے سے تحذیر فرمائی اور اس روایت اور نیز لفظ ادنی ان یعرفن سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف اس کا جاننا کہ یہ فلاں عورت ہے باعثِ فتنہ ہے اگرچہ چہرہ نہ دیکھے۔ چنانچہ ولا یعرفن اس پر عندہ میں پیش کرنا صاف دلیل ہے اور جب ازواجِ مطہرات کو بحضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم مرد کی طرف دیکھنے میں اندیشہ تھا اور وہ دیکھنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناجائز رکھا تو کوچہ و بازار کا نظارہ باہمی عامہ زن و مرد کا کیا کچھ موجب فساد ہوگا۔ خصوصاً جب کہ حسب عادت ہر دو فریق لباس آراستہ کے ساتھ نکلیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کل عین زانیۃ وان المرأۃ اذا استعطرت فمرت بالمجلس فھی کذا وکذا یعنی زانیۃ۔ یعنی ہر آنکھ زنا کار ہے اور جو عورت کہ خوشبو لگا کر مجلسِ رجال پر گزرے وہ بھی زانیہ ہے" اور مثل اس کے بہت سی احادیث ہیں کہ جن سے ممانعت خروج نساء کی ثابت ہوتی ہے اور پُر ظاہر ہے کہ جب خروج نساء کا بنظر سیر و تماشا ہوگا تو زینت کے ساتھ ہوگا نہ پھٹے پُرانے کپڑوں میں اور میلے سڑے لباس میں۔ چنانچہ باہر پھرنے والی عورتوں کا حال خود مشاہد ہے۔

اب رہا یہ کہ آپ نے عورتوں کو اجازت مسجد میں آنے کی اور نماز پڑھنے کی دی ہے تو اولاً خود اسی حدیث میں اشارہ فرما دیا تھا کہ ان کو مسجد میں آنا اچھا نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے گھروں میں نماز پڑھیں۔ ثانیاً اس میں یہ حکم تھا کہ اگر نکلیں تو میلے سڑے کپڑوں میں نکلا کریں اور پھر حکم خروج کا بھی اندھیرے میں تھا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تمنعوا نساءکم المساجد و بیوتھن خیر لھن۔ یعنی اپنی عورتوں کو مسجد میں آنے سے تم نہ روکو اور ان کو گھروں میں نماز پڑھنا مسجد میں آنے سے بہتر ہے۔"

جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار میں اور مسجد نبویؐ میں نماز ادا کرنے کی فضیلت کو اس مفسدہ پر جو اُن کے خروج میں موہوم ہے ترجیح نہ ہوئی اور خروج کے اوپر قرار بیوت کو ترجیح خیریت و فضیلت پر ہی تو ہے۔ اب آئمہ کے پیچھے نماز پڑھنا بغیر نماز کے ویسے ہی سیر و تماشہ کے واسطے نکلنا کیسے راجح و خیر ہو سکتا ہے؟

اور فرمایا لا تمنعوا اماء اللہ المساجد ولکن لیخرجن وھن تفلات یعنی اللہ تعالیٰ کی بندیوں کو نماز کے واسطے مسجد میں آنے سے نہ روکو مگر اُن پر ضروری ہے کہ میلے کچیلے ہو کر نکلیں۔ باوجودیکہ نماز میں جو حضوری رب العالمین کا وقت ہے غایت تطہیر و تطیب مطلوب اور مامور بہ ہے جب بھی عورتوں

کو میلا ہونا اور استہزائی نہ کرنا مامور بہ ہُوا تو خروج کوچہ و بازار میں جو عین مجالس شیطان ہیں زینت و آرائش کیسے روا ہو گی اور نیز آپ فرماتے ہیں لصلوۃ المرءۃ فی بیتھا افضل من صلوتھا فی حجرتھا وصلوتھا فی مخدعھا افضل من صلوتھا فی بیتھا - یعنی عورت کی نماز صحن دار میں پڑھنے سے اندر مکان میں پڑھنی افضل ہے اور اندر کی کوٹھڑی میں نماز پڑھنا باہر کی کوٹھڑی میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام سے صاف ظاہر ہے کہ عورت کے واسطے غایۃ تستر اور نہایت احتجاب مقصود ہے جس قدر بھی ہو سکے اُس میں سعی و کوشش لازمی ہے حالت نماز میں بھی چہ جائیکہ سیر و تماشا و کوچہ گردی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے :-

انہ لقیتہ امرءۃ وجد منھا ریح الطیب ولذیلھا اعصار فقال یا امۃ الجبار جئت من المسجد قالت نعم قال ولہ تطیبت قالت نعم قال انی سمعت حِبی ابا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تقبل صلوۃ امرءۃ تطیبت لھذا المسجد حتی ترجع فتغتسل غسلھا من الجنابۃ علی ھذا۔

اور اس قبیل سے بہت سی روایات ہیں اور وہ زمانہ خیر کا تھا کہ تمام مرد و زن اہل صلاح و تقوےٰ تھے۔ ہزاروں میں دو، چار اگر اہلِ فساد ہوں تو بجہت اہل تقوےٰ ان کو جرأت نظرِ بد کی نہ ہوتی تھی اور پھر اندیشہ تعزیر و فضیحت بھی ساتھ ہی ہوتا تھا۔

پس ایسے وقت میں اگر بضرورت اجازت دی بھی گئی تو اُس پر ایسے زمانہ کو جو فتنہ و فساد سے پُر ہے اور اہل تقوےٰ کوئی شاذ و نادر ہے ہرگز قیاس نہیں کر سکتے۔ اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندیشہ کے وقت ممانعت خروج کا اشارہ کر بھی دیا تھا جیسا کہ روایات سابقہ سے معلوم ہُوا بعد تصریح کلیات کے پھر جزئی جزئی کی تصریح ضروری نہیں ہوتی۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں لو ادرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدثت النساء لمنعھن کما منعت نساء بنی اسرائیل۔

لہٰذا آپؐ کی اُس وقت اجازت دینے کو اس وقت کی اجازت کے واسطے حجۃ بنانا ہرگز کسی طبع سلیم کو مقبول نہ ہو گا اور وہ جو فقہاء نے ستر کے بارے میں لکھا ہے کہ چہرہ عورت کا عورت نہیں ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ ادائے صلوۃ میں اس کا ڈھکنا فرض نہیں ہے یا یہ کہ جہاں کوئی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ چنانچہ بیضاویؒ نے ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا کی تفسیر میں لکھا ہے :-

والمستثنی ھو الوجہ والکفان لانھا لیست بعورۃ والاظھر ان ھذا فی الصلوۃ لا فی النظر فان کل بدن الحرۃ عورۃ لا یحل لغیر الزوج والمحرم النظر الی شئ منھا الا لضرورۃ کالمعالجۃ وتحمل الشھادۃ انتھی۔

اور کلام فقہاء کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ چہرہ کھول کر کوچہ و بازار میں پھرتی رہیں اور مَردوں کو اپنے اُوپر لبھایا

کریں۔ چنانچہ آیت یدنین من جلابیبھن میں صراحت موجود ہے اور ایسے موقع میں چہرہ کھولنا تصریحاتِ فقہاء سے ہی حرام ہے۔ چنانچہ مسائل خطر واباحت وغیرہ میں اس کی تصریحات موجود ہیں۔

الحاصل ان آیات واحادیث وروایات وروایات فقہیہ سے اہلِ دین وفہم پر واضح ہوگیا کہ عورتوں کو سیر وتماشہ کے واسطے باہر نکلنا ہرگز جائز نہیں اور اہلِ غیرت پر خود ظاہر ہے کہ اس وقت نکلنا کس قدر فتنہ وفساد کا ہے۔ چنانچہ جو بلاد کہ اُن میں پردہ اور اجانب سے احتیاط اصلاً نہیں ہے اور اختلاط زن ومرد میں بے باکی اور لاپرواہی برتی جاتی ہے تو واقفین اخبار واحوال ممالک پر یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ وہاں کس قدر مفاسد پیدا ہوتے ہیں اور کس کثرت سے وہاں زنا اور اولادِ زنا پائی جاتی ہیں اور جب امر ثابت ہوگیا کہ پردہ مروجۂ ہند شرناد اہلِ اسلام نامشروع نہیں ہے بلکہ عین صواب اور موافق مصلحت ہے اور بالکل احکامِ شرعیہ ثابت بآیات وروایات کے مطابق ہے تو معلوم ہوگیا کہ جو لوگ اس پردہ کے مسلمانوں میں سے اُٹھ جانے کی سعی کر رہے ہیں وہ سخت خطاء پر ہیں اور ان کی یہ تمام سعی اشاعت فاحشہ والی الزنا ہے اور خلافِ قانون شرع ودنیا۔ اور جو علماء کہ اس پردہ مروجہ کے حامی ومعین ہیں وہ عین حمایت واعانت حق کر رہے ہیں۔

بارک اللہ فی جمیل مساعیھم واعانھم بتکثیر

معادنھم ودوا عیھم آمین ۔ فقط

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ والسلام

رقمہ الاحقر رشید احمد گنگوھی عفاعنہ اللہ الصمد

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

از حقائق آگاہ معارف دستگاہ سید الفقہاء والمحدثین عمدۃ الحکماء والمتکلمین جامع شریعت
ہادی طریقت مقبول بارگاہ صمد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی مدظلہم العالی

ہدایۃ المعتدی

فی

قراءۃ المقتدی

جس میں عدم جواز قراۃ مقتدی کی دلائل شرعی نہایت عمدگی سے مندرج ہیں
حسب استدعاء بندہ نحیف محمد یحیےٰ کاندہلوی وطناً گنگوہی اقامتاً

در مطبع بلالی ساڈھورہ باہتمام منشی محمد جلال آل کریم بخش طبع گردید

ہدایۃ المعتدی فی قراءت المقتدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ
سیدنا محمد سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ الطیبین الطاہرین وعلی مجتہدی
ملتہ واتباعہ الی یوم الدین - امابعد

احقر العباد بندہ رشید احمد گنگوہی عفا اللہ تعالیٰ عنہ۔ بخدمت ارباب فہم و دیانت عرض کرتا ہے کہ بندہ کا مذہب حسب مسلک حق جملہ اہلِ حق و دین یہی ہے کہ جس مسئلہ میں صحابہ و مجتہدین علیہم الرحمۃ کا اختلاف ہو تو اس میں سے جس جانب کو اپنی تحقیق سے یا تقلید کسی مجتہد اہلِ حق سے راجح سمجھے اُس پر عملدرآمد رکھے اور دوسری جانب پر بھی کوئی طعن و تشنیع نہ کرے اور عند الضرورت اُس پر عمل بھی کرے اسی وجہ سے یہ بندہ عاجز کہ حنفی المذہب ہے کسی اہلِ مذہب پر طعن نہیں کرتا اور نہ اپنے مذہب کے خواہ مخواہ ترجیح کے دَرپے ہوتا ہے۔ مگر عند الضرورت جہاں کچھ دفعِ فساد یا اصلاح متصور ہوتی ہے تو اس میں کچھ لکھ دیتا ہے۔ اس زمانہ میں بعض مدعیان عمل بالحدیث نے یہ غوغا مچایا کہ حنفیہ مفسدین صلوٰۃ اور بے نماز ہیں کیونکہ فرضیت قراءت فاتحہ خلف الامام بہت نصوص قطعیۃ الثبوت اور قطعیۃ الدلالۃ سے ایسی ظاہر و باہر ہے کہ ہرگز اس میں انکار اور تاویل کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور یہ لوگ قراءت فاتحہ خلف الامام کے منکر ہیں لہٰذا ان کی نماز درست نہیں ہوتی اور اس غوغا کا یہ اثر ہُوا کہ اکثر عوام تشویش میں پڑ گئے بلکہ بعض علماء کو بھی تردد ہو گیا۔ لہٰذا بندہ کو اس بارہ میں لکھنا ضرور ہوا کہ اولاً اس میں طعن اکثر صحابہ و مجتہدین رضی اللہ عنہم پر لازم آتا ہے اور ثانیاً اندیشہ فتنہ و فساد کا ہے۔ پس بندہ انشاء اللہ یہ ثابت کر دے گا کہ وہ نصوص قطعیہ مستندہ مدعیان عمل بالحدیث کی اگرچہ بنظر سرسری موجب قراءت فاتحہ خلف الامام ہیں مگر بنظر امعان و تفقہ ہرگز وجوب قراءت فاتحہ اُن سے ثابت نہیں اور بعض میں گنجائش تاویل موجود ہے۔ پس امید اہلِ فہم و دیانت سے یہ ہے کہ اس کو بغور و انصاف ملاحظہ فرما کر اپنے تعصب و تعسف سے باز آئیں اور حق تعالیٰ سے شرمائیں اور ائمہ دین پر اس طعن و تشنیع سے باز آئیں۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراطٍ مستقیم۔

حجت اوّل اقول وباللہ التوفیق ایک استدلال موجبین قراءت فاتحہ خلف الامام کا آیت فاقرءوا ما تیسر من القرآن سے ہے کہ آیت بعمومہا مقتدی کو بھی شامل ہے لہٰذا مقتدی پر بھی قراءت فرض ہوئی۔

مگر یہ استدلال ہرگز صحیح نہیں اور اس آیت سے حجت لانا درست نہیں کیونکہ مکہ میں ابتداء اسلام میں نماز تہجد فرض ہوئی

تھی جس کی خبر سورہ مزمّل کے شروع میں موجود ہے یاایها المزمل قم اللیل الا قلیلا الایة اور سورہ مزمل ابتداء بعثت میں نازل ہوئی کہ حسب تحریر سیوطی کے اتقان میں اول سورہ اقراء ثانیاً سورہ نون ثالثاً ابتداء سورہ مزمل کا نزول ہے اور سب امام ومقتدی فاتحہ وسورۃ دونوں کو پڑھتے تھے۔ پھر بعد ایک سال کے حسب روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکہ مکرمہ میں ہی آخر سورہ مزمل کا نزول ہوا جس میں فاقرءوا ماتیسر من القرآن ہے تواس سے فرضیت صلوۃ تہجد طویل منسوخ ہوکر قدر ماتیسر کی فرضیت باقی رہ گئی تھی بعد اُس کے جب نماز پنجگانہ فرض ہوئی تو اُس وقت بھی قراءت امام ومقتدی سب پر فرض رہی۔ پھر ایک مدت کے بعد آیت اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وأنصتوا سے قراءت مقتدی منسوخ ہوئی چنانچہ بیہقی وغیرہ نے لکھا ہے عن محمد بن کعب القرظی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قرأ فی الصلوۃ اجابہ من وراءہ اذا قال بسم اللہ الرحمن الرحیم قالوا مثل ذلک حتی تنقضی الفاتحۃ والسورۃ فلبث ماشاء اللہ ان یلبث ثم نزلت و اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا انتہی - اور مفصل بحث اس کی سبیل الرشاد میں بندہ نے لکھی ہے پس حکم منسوخ کو حجت لانا ہرگز درست نہیں -

حجت دوم دوسری حجۃ موجبین قراءت فاتحہ خلف الامام کی حدیث عبادۃ بن صامت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ہے کہ جس کو بخاری نے اپنی کتاب صحیح اور جزء قراءت میں اور مسلم و ابوداؤد ونسائی وابن ماجہ وترمذی ودارقطنی وبیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے اپنی اپنی تالیفات میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں باسانید متعددہ وبنقل معنی بالفاظ مختلفہ روایت کیا ہے اور کسی نے جزء اول اس حدیث کا اور کسی نے جزء اخیر اس حدیث کا اور کسی نے تمام حدیث بحذف بعض کلمات روایت کی ہے جس کے سبب سے حسب اطلاع محدثین یہ ایک حدیث احادیث کثیرہ ہوگئی ہے۔ پس جس عالم نے بنظر سرسری ظاہران احادیث کو جو مختلف الفاظ اور کمی وزیادتی کے ساتھ مذکور تھیں ملاحظہ فرمایا اُن کو وجوب قراءت فاتحہ علی المقتدی معلوم ہوا اور جس نے مجموعہ احادیث کو جمع کرکے کہ فی الواقع وہ ایک حدیث اور ایک واقعہ ہے بامعان نظر فقیہہ غور فرمایا اُس کو محقق ہوگیا کہ اس حدیث سے وجوب قراءت فاتحہ علی المقتدی ہرگز ثابت نہیں ہوتا -

اور یہ حقہ امام ابوحنیفہ اور اُن کے موافقین کی قسمت میں تھا پس صحیحین اور بعض دیگر مسانید میں مثلاً روایت مذکورہ عبادت کو اس قدر روایت کیا کہ لاصلوۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب اور اول حدیث کو حذف کیا۔ پس اس سے ہر شخص نے یہی سمجھا کہ لاصلوۃ کی عموم میں صلوۃ مقتدی داخل ہے اور قراءت فاتحہ مقتدی پر واجب ہے مگر اُس نے تتبع نہ کیا کہ دوسرے طریق میں کسی ثقہ نے کچھ اور بھی زیادہ کیا ہے۔ اور نہ اول اس حدیث کو اس کے ساتھ ملاکر غور فرمایا۔ لہٰذا اکثر علماء اس حدیث سے وجوب قراءت علی المقتدی سمجھ گئے - اب سنو کہ حدیث منقولہ صحیحین کے قبل ترمذی وابوداؤد ونسائی وجزء قرات وغیرہا کتب میں باختلاف الفاظ و کمی و زیادتی کلمات یہ عبارت مذکور ہے عن عبادۃ بن الصامت رض قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصبح فثقلت

علیہ القراءۃ فلما انصرف قال انی اراکم تقرءون وراء امامکم قال قلنا یارسول اللہ ای واللہ قال لا تفعلوا الا بام القرآن فانہ لا صلوۃ لمن لم یقرء بہا کذا فی الترمذی۔ پس اول اس حدیث عبادہ سے دو امر ثابت و محقق ہوئے ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسبب منازعت قرآن کے مازاد علی الفاتحہ کو مقتدی پر منہی فرمادیا اور حرام کردیا اور فاتحہ کو مباح فرمایا اس واسطے کہ استثنا نہی سے مفید اباحت ہوتا ہے نہ مفید وجوب و استحباب جب تک کہ کوئی اور دلیل مفید وجوب و استحباب نہ ہو۔ چنانچہ ہر ذی علم و ذی فہم اس بات کو جانتا ہے۔ پس اس جزو حدیث سے اور جملہ احادیث عبادہ بن الصامت سے جو کہ کتب میں مروی ہیں اباحت فاتحہ کی مقتدی پر اور حرمت مازاد علی الفاتحہ کی ثابت ہو گئی اور آخر اس حدیث کا کہ جس کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے یعنی انہ لا صلوۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب بحذف کلمہ فانہ ہے کہ جس سے وہ حدیث مستقل ہوئی ہوتی ہے اور درحقیقت وہ اس ہی حدیث کا جز ہے حدیث مستقل نہیں ہے کہ خود یہ امر جزء قراءت و دیگر کتب سے واضح ہے۔ پس ظاہر بینان حدیث کے نزدیک یہ قرار پایا کہ یہ دلیل وجوب فاتحہ علی المقتدی کی ہے اور اس کے یہ معنی ہوئے کہ مازاد علی الفاتحہ کو مت پڑھو مگر فاتحہ پڑھو کہ بدوں فاتحہ کوئی نماز درست نہیں ہوتی۔ پس جب آپ نے صلوہ کو کلیتہً اور عموماً فرمایا تو صلوۃ مقتدی بھی اس میں داخل ہوئی اور اس جملہ سے اباحت فاتحہ علی المقتدی (جو مفہوم ہوتی تھی مرتفع ہو کر وجوب فاتحہ علی المقتدی ثابت ہو گیا مگر یہ فہم صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ مسلم نے معمر سے جو کہ اعلیٰ درجہ کا راوی ابن شہاب کا ہے اور بخاری و مسلم اور جملہ اہل حدیث کے نزدیک اثقہ الرواۃ ہے ابن شہاب سے اس روایت عبادہ میں لفظ فصاعدًا کا بھی روایت کیا ہے قال مسلم اخبر معمر عن الزہری بہذا الاسناد مثلہ وزاد فصاعدًا۔

اور نسائی میں بھی اس زیادت کو روایت کیا ہے اور زیادت ثقہ کی باتفاق جملہ محدثین قدیم و جدید کہ جن میں خود بخاری علیہ الرحمۃ بھی ہیں صحیح و معتبر ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے چنانچہ مسلم نے خود اس کو قبول فرمایا ہے جس کا دل چاہے مسلم کو ملاحظہ فرمائے اور ابوداؤد نے سفیان سے کہ وہ بھی اعلیٰ درجہ کے رواۃ ابن شہاب میں ہیں اور صحیحین کے راوی ہیں اور جملہ اسانید صحاح میں ان کی روایات بکثرت موجود ہیں اس زیادت فصاعدًا کو روایت کیا ہے اور بعض دیگر رواۃ نے بھی اس زیادت کو نقل کیا ہے ہم ان سے بحث نہیں کرتے اگرچہ ثقہ ہیں۔

پس جب دو راوی اثقہ اس روایت کو نقل فرماویں تو اس زیادت کی صحت میں کوئی کلام باقی نہیں۔ پس معنی اس جزو حدیث کے یہ ہوئے کہ کوئی نماز بدوں فاتحہ اور مازاد علی الفاتحہ کے درست نہیں۔ پس ہم پوچھتے ہیں کہ اگر اس عموم صلوٰۃ میں صلوٰۃ مقتدی داخل ہے تو معنی حدیث کے کس طرح درست ہوں گے؟ کیونکہ اول حدیث میں مازاد علی الفاتحہ کی تحریم مقتدی پر کی گئی ہے اور یہاں ایجاب مازاد علی الفاتحہ کا ثابت ہوتا ہے۔ پس اول حدیث آخر کے ساتھ متعارض ہو گئی اور حدیث محض بے معنی ہو گئی حاشا و کلا کہ زیادت فصاعدًا غلط ہو اور حدیث کا شروع اس کے ختم کو متعارض ہو ایسا کلام کسی عاقل کو نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ینطق

عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی ۔ پس بالضرور جملہ حدیث فانہ لا صلوٰۃ الخ دلیل اباحۃ فاتحہ علی المقتدی کی ہے نہ اثبات وجوب فاتحہ علی المقتدی کی اسی واسطے سفیان نے اس حدیث میں فرمایا کہ یہ ارشاد صلوۃ منفرد کے واسطے ہے یعنی اس حدیث میں صلوۃ مقتدی داخل نہیں ۔ چنانچہ ابوداؤد میں یہ عبارت مذکور ہے ۔

حدثنا سفیان عن الزھری عن محمد ابن الربیع عن عبادۃ بن الصامت یبلغ بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا صلوۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب فصاعداً قال سفیان لمن یصلی وحدہ ۔

پس سفیان علیہ الرحمۃ نے تصریح کر دی کہ صلوۃ مقتدی اس میں داخل نہیں ۔ پس بداہۃً سفیان و معمر کی روایت سے کالمشاہد معلوم ہو گیا کہ اس روایت عبادہ سے ہرگز وجوب قراءت فاتحہ علی المقتدی ثابت نہیں ہو سکتا اور جتنی روایات متعددہ کثیرہ بہ سبب تعدد رواۃ اور اختلاف کلمات اور نقل جزو کل سے جم غفیر کثیر ہو گئی تھیں اور فی الواقع وہ حدیث واحد تھی ۔ ان سب سے یہ بھی محقق ہو گیا کہ مقتدی پر قراءت فاتحہ ہرگز واجب نہیں ۔ پس ہر گاہ کہ یہ زیادۃ فصاعداً موجبین قراءت فاتحہ خلف الامام کے مراسم کو سخت مضر تھی لہٰذا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جزو قراءت میں اس زیادۃ فصاعداً سے انکار فرمایا ۔ مگر یہ انکار اُن کا چونکہ خلاف قاعدہ مقررہ تمام محدثین سلف و خلف کے ہے اور خود ان کے قاعدۂ مسلمہ کے بھی خلاف ہے اس لئے قابلِ التفات نہیں اور اُن کو بھی چونکہ اس زیادت سے مفر نہ ہوا لہٰذا اس زیادت کی بالآخر یہ توجیہہ کی کہ یہ لفظ فصاعداً اس حدیث میں مثل لفظ فصاعداً روایت قطع سرقہ کے ہے حیث ورد لا قطع الا فی ربع دینار فصاعداً الحدیث ۔ مگر یہ توجیہہ درست نہیں ہے اس واسطے کہ معنی حدیث لا قطع الیٰ آخرہ کے یہ ہیں کہ ربع دینار میں قطع ضرور ہے اور اگر اس سے زیادہ ہو تو یہ زیادۃ قطع کے لئے نہ ضرور ہے نہ مضر ۔

پس خلاصہ اس تقریر کا یہ ہوا کہ فاتحہ کا ہونا صلوۃ کے لئے ضرور ہے اگرچہ صلوۃ مقتدی ہو اور مازاد علی الفاتحہ ضرور نہیں اگرچہ کوئی نماز ہو ۔ پس صلوۃ مقتدی اور غیر مقتدی دونوں کو متناول ہے ۔ پس یہ توجیہہ خود حدیث ہذا ابوہریرہ کے جو مرفوعاً مروی ہے کہ لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب و ماذاد ۔ اور حدیث ابوسعید خدری کے قال امرنا نبینا ان نقرء بفاتحۃ الکتاب وما تیسر اور دیگر روایات مرفوعہ کے جن کو کہ بخاری نے جزو قراۃ میں اور دیگر اصحاب سنن و مسانید نے باب بیان فرضیت فاتحہ میں روایت کیا ہے مخالف ہے کیونکہ اُن روایات سے فرضیت مازاد کی معلوم ہوتی ہے اور اس توجیہہ میں عدم حاجت مازاد مصرح ہے ۔ لہٰذا یہ توجیہہ بخاری صاحب کی محل نظر ہے اور نیز خود عبادۃ بن الصامت کے نزدیک قراءت فاتحہ خلف الامام واجب نہ تھی بلکہ اس کو اباحۃً یا استحباباً پڑھتے تھے کیونکہ خود عبادۃ ابن الصامت اول میں اس اپنی روایت کی نسبت مازاد علی الفاتحہ لا تفعلوا روایت کرتے ہیں کہ جس سے قراءت مازاد کی تحریم ثابت ہوتی ہے ۔ اور آخر حدیث کے اندر فصاعداً روایت کرتے ہیں جیسا کہ مسلم و نسائی و ابوداؤد سے معلوم ہو گیا کہ جس سے وجوب مازاد کا مفہوم ہوتا ہے جیسا کہ اوپر ثابت ہوا ہے اور یہ امر عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ جیسے عالم سے محال ہے ۔ پس

بالعزوبان کے نزدیک بھی اس عموم کلمہ لاصلوۃ میں صلوۃ مقتدی داخل نہیں۔ پس اُن کے نزدیک بھی وجوب فاتحہ اور مازاد کا غیر مقتدی پر ہوا۔ اور اباحۃ فاتحہ کی مقتدی کے لئے خود عبادۃ بن الصامت کے نزدیک ثابت ہوئی نہ وجوب چنانچہ اوپر تقریر ہوئی۔

دوسری یہ کہ سنن ابو داؤد و جزء قراءت وغیرہ میں حدیث عبادہ کی بروایت نافع بن محمود اس طرح سے مذکور ہے قال نافع ابطأ عنا عبادۃ عن صلوۃ الصبح فاقام ابونعیم المؤذن الصلوۃ فصلی ابونعیم بالناس واقبل عبادۃ وانا معہ حتی صففنا خلف ابی نعیم وابونعیم یجہر بالقراءۃ فجعل عبادۃ یقرء بام القرآن فلما انصرف قلت لعبادۃ سمعتک تقرء بام القرآن وابونعیم یجہر بالقراءۃ قال أجل صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض الصلوۃ التی یجہر فیہا القراءۃ فالتبست علیہ القراءۃ فلما انصرف اقبل علینا بوجہہ فقال ہل تقرؤن اذا جہرت بالقراءۃ فقال بعضنا انا نصنع ذلک قال فلا وانا اقول مالی ینازعنی القرآن فلا تقرءوا بشیء من القرآن۔

اس روایت سے واضح ہے کہ نافع کے نزدیک قراءت فاتحہ مقتدی کو درست نہ تھی اور نافع نے عبادہ پر یہ اعتراض کیا تھا کہ تم بے جا کرتے ہو۔ پس عبادہ کو ثابت ہو گیا تھا کہ نافع سنے نہ خود پڑھی نہ اس کو جائز جانا تو ایسی حالت میں اگر قراءت فاتحہ عبادہ کے نزدیک واجب ہوتی تو نافع کو اس واجب کے ترک پر زجر فرماتے اور اُس پر ایجاب فاتحہ کرتے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر سب پر فرض ہے مگر عبادہ نے یہ نہ کیا بلکہ اپنے پڑھنے کی اباحۃ کا عذر سنا دیا کہ جو لاتقرؤا الا بام القرآن سے ظاہر ہے اور حدیث بالتمام مع تمام ترک قصہ کے کہ جس سے اُن کی سند وجۃ اباحۃ معلوم ہو جاوے وہ بھی سنادی اور آخر جزو حدیث لاصلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب پر اس واسطے قناعت نہ کی کہ نافع کو گمان وجوب کا نہ ہو جاوے اور اول حدیث سے اباحۃ معلوم ہو جاوے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ قراءت فاتحہ کو مباح سمجھتے تھے۔ پس جبکہ خود عبادہ راوی حدیث اس کو مباح جانتے ہوں دوسروں کو اس کا مفید وجوب جاننا حالانکہ الفاظ بھی افادہ وجوب سے آبی ہوں۔ کمال تعجب کی بات ہے۔

یہاں ایک امر اور بھی قابلِ غور ہے وہ یہ کہ نافع بن محمود طبقہ ثالثہ سے ہیں جیسا کہ تقریب وغیرہ میں مذکور ہے اور صاحب طبقہ ثالثہ کا اکثر صحابہ سے راوی اور اکثر صحابہ کے حال سے واقف ہوتا ہے چنانچہ تقریب میں مذکور ہے۔ پس جب نافع کو کسی صحابی سے جواز قراءت فاتحہ علی المقتدی معلوم نہ ہوا تھا اس واسطے نافع نے عبادہ پر اعتراض کیا۔ اگر اور صحابہ سے جو آپ کے اساتذہ تھے جواز قراءت فاتحہ کا معلوم ہوتا تو وہ عبادہ پر کیوں نقض کرتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں اکثر صحابہ قراءت فاتحہ کو مقتدی کے لئے جائز و مباح نہ جانتے تھے اور چونکہ درصورت فصاعداً اس جملہ لاصلوۃ لمن لم یقراء الخ کا ربط اول حدیث سے خوب ذہن نشین اکثر طلباء کے نہیں ہوتا اور پریشانی ہوتی ہے لہٰذا بندہ اس کی شرح کرتا ہے بگوش ہوش سننا چاہیئے

وہ یہ ہے کہ ہر گاہ قراءت مقتدی کی مکہ میں آیت واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا سے منسوخ ہو چکی تھی، توصحابہ کرام جن کو اس کے نسخ کی خبر پہنچ چکی تھی وہ تو ترک قرأت فاتحہ خلف الامام کر چکے تھے۔ مگر جب آپ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو یہاں مدینہ میں کل یا بعض صحابہ اقتداء میں قرآن پڑھتے تھے مگر یہ پڑھنا اُن کا یا تو بوجہ عموم فاقرؤا کے تھا اور عدم اطلاع نسخ کے یا بوجہ کسی رائے اجتہادی کے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر سے ہرگز نہ تھا۔ چنانچہ خود حدیث عبادہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ آیا تم میرے پیچھے قرآن پڑھتے ہو تو اگر آپ کے ارشاد اور امر سے پڑھتے ہوتے تو اس کو ذکر کرتے جب آپ کو محقق معلوم ہوا کہ یہ لوگ پڑھتے ہیں تو اُس وقت ارشاد فرمایا کہ تمہارے پڑھنے کے سبب سے مجھے قرآن کے ساتھ منازعت ہوئی اور قرآن پڑھنا مجھے گراں ہوا اور منازعت وگرانی کے معنے یہ تھے کہ آپ قرآن پڑھنے سے رکتے تھے اور قرآن آپ کے ذہن سے نکلا جاتا تھا شوق قراءت وفہم معنی میں خلل آتا تھا چنانچہ یہ امر خود شائع ہے کہ جب کوئی قاری کے پاس پڑھنے یا بولنے لگتا ہے تو قاری کو متشابہ لگنے لگتے ہیں اور یہی معنے منازعت قرآن کے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کو اپنی طرف کھینچتے تھے کہ پڑھیں اور قرآن آپ کے ذہن سے نکلا جاتا تھا بسبب مقتدیوں کی کھس کھساہٹ کے اور یہی وجہ ممانعت کی تھی لقولہ تعالےٰ و اذا قرئ القرآن الخ پس اول آپ نے علت نہی قراءت مقتدی کی ارشاد فرمائی بعد اس کے فرمایا کہ لاتفعلوا کہ جس سے ممانعت قراءت مقتدی کی ثابت ہوگئی اور علت بھی اس کی معلوم ہوگئی یعنی چونکہ مقتدیوں کا پڑھنا موجب منازعت کا ہوا اور یہ منازعت حرام ہے اس لئے مقتدیوں کو امام کے پیچھے قرآن پڑھنا حرام ہے پھر اس سے فاتحہ کو استثناء فرمایا بقول الا بفاتحۃ الکتاب چونکہ استثناء نہی سے مفید اباحت ہوتا ہے تو یہ معنی ہوئے کہ اگر مقتدی فاتحہ پڑھے تو مباح ہے اس میں شبہ ہوتا ہے کہ فاتحہ بھی قرآن ہے اور اس کے پڑھنے میں بھی منازعت ہوگی۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اس کے پڑھنے کی اجازت واباحت ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دلیل اباحت بیان فرمائی بقولہ لاصلوٰۃ الخ یعنی کوئی نماز سوائے نماز مقتدی کے دنیا میں ایسی نہیں ہے کہ جس میں فاتحہ اور ما زاد و نحو لہذا چونکہ فاتحہ سے بالخصوص کوئی رکعت خالی نہیں تو اُس کی کثرت تکرار سے مشق و مزاولت اس درجہ کو پہنچ جاتی ہے کہ اس میں گنجائش منازعت کی نہیں ہوتی ہے ۔ اس میں علت منازعت کی گویا مرتفع ہے لہذا یہ مباح ہے اور ما زاد علی الفاتحہ کی ہزارہا صورتیں ہیں کہ جن کا حصر و تعداد شمار سے باہر ہے۔

پس ان کی مشق و مزاولت بہت کم درجہ مزاولت فاتحہ سے ہے اور اُن میں منازعت موجود ہے لہذا حکم اباحت فاتحہ کا دیا گیا پس چونکہ فاتحہ ہر نماز میں پڑھی جاتی ہے تو بوجہ مزاولت کے منازعت اس میں مرتفع ہے اس لئے وہ مباح ہوئی اور ما زاد چونکہ متعین نہیں ہے اور اُس کی مزاولت بھی کم ہے بہ نسبت مزاولت فاتحہ کے تو اُس میں منازعت زیادہ ہے اس لئے وہ ممنوع رہی چنانچہ مشاہد ہے کہ فاتحہ میں کم کسی حافظ یا عامی کو متشابہ لگا ہوگا بخلاف باقی قرآن کی سور و آیات کے۔ پس یہ دلیل اباحت قراءت فاتحہ برائے مقتدی ہے اور اس عموم لاصلوٰۃ میں نماز

مقتدی داخل نہیں ہے ۔

الحمد للہ کہ معنی حدیث کے باحسن وجوہ محقق ہو گئے اور دعوئے مدعیان وجوب قرأت مقتدی اس حدیث سے اصلاً ثابت نہ ہوا اور نہ عبادۃ بن الصامت کی روایت اور عمل سے وجوب فاتحہ ثابت ہوا وھو المراد مگر یہ معاملہ ابتداء ہجرت میں ہوا تھا اس واسطے کہ صحابہ کا آپ کے پیچھے قرآن پڑھنا چند سال تک آپ پر مخفی ہرگز نہیں ہو سکتا پس اس سے واضح ہے کہ اوائل ایام ہجرت میں یہ واقع ہوا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اباحت اپنے اجتہاد سے فرمائی تھی بدیں وجہ کہ حکم نہی قرأت مقتدی معلل بعلت منازعت ہے اور چونکہ آپ کو باجتہاد خود یہ معلوم ہوا تھا کہ قراءت فاتحہ باعث منازعت نہیں ہوتی لہٰذا آپ نے اس کو بوجہ نہ پائے جانے علت منازعت کے مستثنیٰ جانا تھا۔ یہ نہ تھا کہ بعض حکم آیت کو نسخ فرمایا ہو۔ پس اس فرد حکم آیت کو روایت عبادہ سے منسوخ جاننا سخت غلطی ہے۔ نہیں نہیں بلکہ یہ حدیث تفسیر و آیت تقریر کی ہے سو ابتداءً آپ کو معلوم ہوا تھا کہ نہی قراءت معلل ہے اور قراءت فاتحہ میں علت نہی مرتفع ہے۔ پس آپ نے حکم نہی مرتفع فرما کر اس کی اباحت فرما دی تھی نہ کہ ایجاب فاتحہ مگر بالآخر بعد تجربہ یہ روشن ہو گیا کہ فاتحہ بھی منازعت سے خالی نہیں ہے اگرچہ قلیل ہی سہی خصوصاً جبکہ مقتدی کثیر ہوں کیونکہ کثرت اصوات اگرچہ خفیہ ہوں باعث منازعت ہو جاتی ہیں اور نیز بعض ناواقف جبکہ کسی عالم کو خفیہ طور پر فاتحہ پڑھتے دیکھیں گے تو اور قرآن بھی پڑھنے لگیں گے اور پھر وہی منازعت قائم ہو جائے گی تو سدًا لباب الفتنہ اس اباحۃ کا اٹھانا ضروری ہوا چنانچہ روایت عمران بن حصین سے یہ امر واضح ہے ۔

وعن عمران بن حصینؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی بھم الظھر فلما انفتل قال ایکم قرء بسبح اسم ربک الاعلی فقال رجل انا قال فقال علمت ان بعضکم خالجنیھا ۔ رواہ ابوداؤد

اس روایت سے واضح ہے کہ بعد ممانعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت مقتدی کو پھر آپ کے پیچھے کسی شخص نے ظہر میں سبح اسم پڑھی تو یہ پڑھنا بجز اس کے نہیں کہ جب بعض صحابہ کو انہوں نے سورۃ فاتحہ پڑھتے دیکھا تو انہوں نے سمجھا کہ امام کے پیچھے قرآن پڑھنا سری نماز میں درست ہے۔ سو اباحت قراءت فاتحہ موجب اس فہم کا ہوئی۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علت حرمت قراءت مقتدی کو پھر ذکر فرمایا قد علمت ان بعضکم خالجنیھا۔ سو اس ارشاد سے سریہ میں بھی قراءت مقتدی کی ممنوع کی گئی اور معلوم ہو گیا کہ منازعت نماز سریہ میں پڑھنے سے بھی حاصل ہوتی ہے اور یہ خود واضح ہے۔ اس واسطے کہ ہرگاہ امام قراءت بجہر پڑھتا ہے تو خود امام کی آواز اس کے کان میں پڑتی ہے اس وجہ سے غیر کی آواز امام کے کان میں کم پہنچتی ہے اور جب امام آہستہ پڑھے گا تو اپنی آواز کا اثر اس کے کان میں بہت کم پہنچے گا تو اس حالت میں غیروں کی آواز امام کے کان میں زیادہ اثر کرے گی اور منازعت زیادہ ہو گی۔ چنانچہ یہ خود بدیہی ہے تو سریہ میں قراءت مقتدی کی بطریق اولیٰ منہی ہوگی یہی وجہ ہے کہ فجر کی نماز میں جو مقتدی نے آپ کے پیچھے کچھ پڑھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمیز نہ ہوا کہ کیا پڑھا محض اصوات کا علم ہوا اس لئے آپ نے فرمایا ھل تقرؤن اور نماز ظہر میں صاف معلوم ہو گیا کہ سبح اسم پڑھ رہا ہے یہ اس

واسطے تھا کہ آپ کی آواز قراءت معارض آواز مقتدی قاری سبح اسم کے نہ ہوئی لہٰذا یہ قراءت سریہ میں زیادہ باعث منازعت ہے تو وہ اولیٰ بالنہی ہو گی بہ نسبت جہریہ کے اور یہ گمان کرنا کہ اس شخص نے سبح اسم پکار کر پڑھا تھا۔ یہ بہت بعید ہے کہ کسی ادنیٰ شخص سے بھی مظنون نہیں ہو سکتا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ ساکت کھڑے ہوں اور یہ شخص پکار کر پڑھنا شروع کر دے لہٰذا آخر میں آپ نے اس اباحت کو بھی اٹھا دیا بقولہ واذا قرء فانصتوا کہ جس کو سلیمان یتیمی نے قتادہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث میں روایت کیا ہے اور ابوہریرہ سے مروی ہے اور ابو موسیٰ اشعری اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما عام خیبر میں حاضر ہوئے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ یہ نہی بعد اس اباحت کے ہوئی لہٰذا قراءت فاتحہ بھی مقتدیوں کو مباح نہ رہی پس جو لوگ اقرار اباحت کا کرتے ہیں وہ نافی نسخ اباحت کے ہیں اور جو اس اباحت کے منکر ہیں وہ مثبت اس نسخ کے ہیں اور جب نافی و مثبت جمع ہوتے ہیں تو مثبت کو ترجیح ہوتی ہے کما ہو المسلم بین العلماء قاطبۃً اور زیادۃ اذا قرء فانصتوا کی نسبت جو بعض محدثین نے کلام کی ہے اس سے انشاء اللہ تعالیٰ بعد میں بحث کی جائے گی اور نیز غور کرنا چاہیئے کہ ہرچند امام کو حالت قراءت فاتحہ میں قراءت مقتدی کی موجب منازعت نہ ہو بسبب کثرت مزاولت فاتحہ کے مگر کیا ضرور ہے کہ قراءت فاتحہ مقتدیوں کی ہمیشہ حالت قراءت فاتحہ امام میں ہی واقع ہوا کرے بلکہ ہرگاہ کہ سب مقتدیوں کے لئے فاتحہ کی اجازت ہو گئی تو اکثر مقتدیوں کی فاتحہ بعد قراءت فاتحہ امام کے بھی واقع ہو جاوے گی خصوصاً ان مقتدیوں کی جو بہت ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے ہیں یا جو بعد میں آکر شریک ہوئے تو پھر وہی منازعت قائم ہو جاوے گی۔ لہٰذا سداً لباب الفتنہ اس اباحت کا دفع بھی ضرور ہوا چنانچہ حدیث ابوہریرہ جس کو ابن اکیمہ لیثی نے روایت کیا ہے سنن ابی داؤد اور نسائی میں اس کو نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے :۔

عن ابن شہاب عن ابن اکیمۃ اللیثی عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من صلوۃ جہر فیہا بالقراءۃ قال ہل قرء معی احد کم آنفاً فقال رجل نعم یا رسول اللہ قال انی اقول مالی انازع القرآن الحدیث ۔

اس حدیث میں بیہقی نے اپنی سنن کبریٰ میں اوزاعی سے بروایت زہری یہ زیادت روایت کی ہے قال قرء ناس مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صلوۃ یجہر فیہا بالقرآن اور بیہقی نے اس روایت کی اس زیادت میں کوئی کلام نہیں کی اس سے معلوم ہوا کہ سورۃ فاتحہ پڑھنے سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منازعت ہوئی۔ پس جب آپ نے سورہ فاتحہ کو بھی موجب منازعت قرار دیا تو اس کی بھی ممانعت ثابت ہو گئی اور اس حدیث کے آخر میں یہ جملہ مذکور ہے۔ فانتہی الناس عن القراءۃ فی ما جہر فیہ الامام وفی روایۃ الزہری فاتعظ المسلمون بذلک فلم یکونوا یقرؤن فیما جہر ۔ اس جملہ میں محدثین نے کلام کی ہے بعض نے اس کو قول ابوہریرہ قرار دیا ہے اور بعض نے کلام زہری۔ بہرحال اگرچہ یہ کلام زہری کی ہو مگر چونکہ زہری عادل صادق ضابطہ ثقہ مقبول تمام علماء کا ہے اس کا یہ قول ہرگز ہرگز کاذب نہیں بلکہ صحیح ہے اور صادق مطابق واقع کے

ہے خواہ حضرت ابوہریرہ سے سنا ہو خواہ کسی دوسرے ثقہ عادل سے۔ بہر حال اس سے یہ امر ثابت اور محقق ہوگیا
کہ تمام صحابہ کرام اس کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالی انازع القرآن سے ممانعت قراءت خلف الامام نماز جہریہ میں
سمجھ گئے اور سب صحابہ نے مطلق قراءت فاتحہ یا غیر فاتحہ خلف الامام نماز جہریہ میں بسبب ممنوع ہونے کے چھوڑ دی
اور اس فہم ممانعت اور ترک قراءت مطلقہ میں ابوہریرہ بھی شریک ہیں یہ کوئی عاقل نہ کہے گا کہ سب صحابہ نے چھوڑ دیا
تھا مگر حضرت ابوہریرہ نے نہ چھوڑا تھا۔

پس اس حدیث سے جیسا سب صحابہ کا قراءت فاتحہ خلف الامام کا جہریہ میں ممنوع جاننا ثابت ہوتا ہے۔
ابوہریرہ کا بھی قراءت فاتحہ وغیر فاتحہ کا ممنوع جاننا اس ہی روایت سے ظاہر ہے۔ پس اس حدیث ابوہریرہ سے
ممانعت سورہ فاتحہ بحق مقتدی صراحۃً ثابت ہوئی کہ جس سے عدم وجوب فاتحہ علی المقتدی ثابت ہوا اور یہ بھی معلوم
ہوا کہ یہ روایت ابوہریرہ کی روایت عبادہ سے غیر ہے کیونکہ اس میں اباحۃ تھی اور اس میں ممانعت ہے اور وہ
ابتداء اسلام میں تھی اور یہ بعد اسلام ابوہریرہ کے اور اس روایت سے یہ بھی محقق ہوگیا کہ وہ روایت جو ابوہریرہ
کی وجوب فاتحہ میں آتی ہے جیسا کہ آگے مذکور ہے اس میں نماز مقتدی داخل نہیں ہے اور نیز کنز العمال میں
بیہقی سے بروایت ابی ہریرہ منقول ہے۔

قال کل صلوۃ لا یقرء فیھا بام الکتاب فھی خداج الا صلوۃ خلف الامام ق فی القراءۃ
وضعفہ عن ابی ھریرۃ۔ انتھیٰ

ہر چند کہ بیہقی نے اس کی تضعیف کی ہے مگر مؤثر ہے بروایت سابق جو اوپر لکھی گئی و بحدیث واذا قرء
فانصتوا اور بروایت جابر جس کو ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے عن ابی نعیم وھب بن کیسان انہ سمع جابر
بن عبد اللہ یقول من صلی رکعۃ لم یقرء فیھا بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام انتھی۔ اور دیگر
احادیث صحاح سے اور جو حدیث ضعیف کہ مؤید باحادیث صحیحہ ہو جاوے وہ حسب قاعدہ محدثین حسن اور
معمول بہ ہو جاتی ہے۔

الحاصل یہ خوب محقق ہوگیا کہ اباحۃ قراءت فاتحہ جو حدیث عبادہ سے مفہوم ہوئی تھی وہ مرتفع ہو چکی ہے اب
ہم پھر تصریح کہتے ہیں کہ حدیث عبادہ ہرگز ناسخ واذا قری القرآن کی نہیں بلکہ مفسر اس کی ہے اور قراءت مقتدی کی
مطلقاً نہیں علۃ منازعت جیسا کہ جہریہ میں ممنوع ہے سریہ میں اس سے زیادہ مستحق منع ہے اور جو کچھ خلاف
اس کے بعض صحابہ سے منقول ہے وہ بوجہ عدم علم ان روایات کے ہے پس یہ روایت مخالف مذہب حنفی اور
مخالف آیۃ کریمہ نہ رہی و للہ الحمد۔

المرام حدیث عبادہ بتمامہ وہ ہے کہ جو ترمذی و ابوداؤد و جزء قراءت میں کہیں بحذف و تغیر بعض
کلمہ اور گاہ بذکر جملہ الفاظ مذکور ہوئی سو اس میں تین مضمون ہیں :-

جزو اول ۔ بیان واقعہ و بیان علت حرمت قراءت مقتدی کہ منازعت قرآن ہے اور **جزو ثانی** حرمت قراءت

ماذا دعلی الفاتحہ اور اباحۃ قراءت فاتحہ للمقتدی اور **جزو ثالث** بیان علۃ اباحۃ قرات فاتحہ خلف الامام اور بیان ایجاب فاتحہ وماذاد علی غیر المقتدی۔

پس اہل سنن اور صحاح نے گاہ فقط جزو اول کو بیان کیا اور گاہ فقط جزو ثانی کو اور گاہ فقط جزو ثالث کو۔ اور ان سب کے بیان میں بھی گاہ بعینہ وہی لفظ روایت کئے کہ جو الفاظ اصل حدیث کے ہیں اور گاہ بنقل معنی وتغیر الفاظ اصل حدیث کہ یہ بھی جائز ہے بیان مدعا کیا اور بعض مرتبہ نقل بالمعنی میں ایسے الفاظ ذکر کئے کہ اگرچہ بنظر فقیہ اصل مضمون حدیث میں تغیر نہیں ہوا مگر بنظر سرسری بالضرور خلاف مقصود سمجھا گیا۔ مثلاً اباحۃ کی جگہ وجوب سمجھا گیا اور عموم کلمہ لاصلوۃ میں مقتدی بھی داخل جانا گیا اور یہ ہر دو امر اصل الفاظ حدیث سے ہرگز متبادر نہیں ہوسکتے۔ بدیں وجہ ہر چند کہ حدیث کے معنے واحد ہیں مگر باعتبار الفاظ کے وہی معنی اصلی سمجھئے کہ جو اصل الفاظ حدیث میں ہیں ورنہ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ حدیث واحد اور معنی اس سے متضاد پیدا ہو جاویں۔ لہٰذا اہل علم وفہم کو اس کی رعایت ضرور ہے اگر بندہ ان سب الفاظ روایات کو جمع کرے تو بہت طول ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ہر اہل علم کو متنبہ کئے دیتا ہے کہ اصل حدیث جو تمام صحاح میں مذکور ہے اس کے معنی سمجھ کر جملہ روایات اس حدیث کو مطول ومختصر جزو کل مروی بمعناہ وبالالفاظ المختلفہ کو ایک معنی پر نازل فرماویں تاکہ اشکال اختلافات روایات میں مبتلا نہ ہو جاویں اور یہی وجہ ہوئی کہ اکثر علماء کو اصل مضمون کے فہم میں تردد وراختلاف ہوا اور یہی حال دیگر روایات میں بھی مرعی رہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تیسری دلیل موجبین قراءت فاتحہ خلف الامام کی حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہے جس کو سنن ابن ماجہ میں بایں الفاظ نقل فرمایا ہے

عن عائشۃ رضی اللہ عنہما انہا قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل صلوۃ لا یقرء فیہا بام الکتاب فہی خداج

اور بخاری نے جزو قراءت میں اس حدیث کو اسی سند سے جو ابن ماجہ میں مذکور ہے بدیں الفاظ نقل کیا ہے :-

قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من صلی صلوۃ لم یقرء فیہا بام القرآن فہی خداج ثم ھی خداج -

پس یہ ہر دو حدیث فی الحقیقۃ ایک حدیث ہیں بسبب جواز نقل الروایت بالمعنی کے دو الفاظ سے مروی ہوئے ہیں ورنہ حدیث واحد ہے۔ گو اس کو بحسب اصطلاح محدثین دو حدیثیں شمار کریں مگر اس حدیث کے عموم صلوٰۃ میں نماز مقتدی داخل نہیں -

اولاً بوجہ اس حدیث ابوہریرہ کے کہ سابقاً لکھی گئیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قراءت فاتحہ کو بھی موجب منازعت فرمایا اور سب صحابہ نے ترک کر دیا۔ سو جو امر موجب منازعت کہ علت تحریم اور صحابہ کا

ترک کیا ہوا ہے کیونکر واجب اور رکن ہو سکتا ہے۔

ثانیاً حدیث صحیح قصہ ابوبکرہ کی جس کو بخاری نے اپنے صحیح میں روایت کیا ہے اس سے صاف واضح ہے کہ فاتحہ مقتدی پر ہرگز واجب نہیں۔

روی البخاری عن الحسن عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ انتھی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف فذکر ذالک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال زادک اللہ حرصاً ولا تعد انتھی۔

اب جائے غور ہے کہ اگر مقتدی پر قراءت فاتحہ واجب ہوتی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیوں ان کو حکم اعادہ نماز نہ فرماتے اور یہ عذر جو بعض علماء نے کیا ہے کہ یہ امر خصوصیات ابی بکرہ سے ہے جائے تعجب ہے کیونکہ یہ مذہب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت اور عبداللہ بن عمرو اور عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن مسعود سے منقول ہے جیسا کہ بیہقی میں ہے۔

ان ابا بکر الصدیق و زید بن ثابت دخلا المسجد والامام راکع فرکعا ثم دبّا وھما راکعان حتی لحقا بالصف وفی البیھقی ایضاً عن زید بن ثابت قال خرجت مع عبد اللہ یعنی ابن مسعود من داره الی المسجد فلما توسطنا المسجد رکع الامام فکبر عبداللہ ورکع ورکعت معہ ثم مشینا راکعین حتی انتھینا الی الصف حین رفع القوم رؤسھم فلما قضی الامام الصلوۃ قمت وانا اری انی لم ادرک فاخذ عبداللہ بیدی واجلسنی ثم قال انک قد ادرکت ۱۲ - باب من رکع دون الصف

ثالثاً حدیث بیہقی جس کو وہ سنن کبریٰ میں روایت کرتے ہیں۔

قال شعیب عن عبدالعزیز ابن رفیع عن رجل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا جئتم والامام راکع فارکعوا وان ساجداً فاسجدوا ولا تعدوا بالسجود اذا لم یکن معہ الرکوع۔

صاف دلیل ہے کہ مدرک رکوع مع الامام مدرک رکعت ہوتا ہے عام ہے کہ فاتحہ پڑھے یا نہ پڑھے۔

رابعاً حدیث عائشہ صدیقہ میں ابن عدی نے اپنے کامل میں زیادہ لفظ آیتین کی ثابت کی ہے بدیں الفاظ کل صلوۃ لا یقرء فیھا بفاتحۃ الکتاب و آیتین فھی خداج اور ابن عساکر نے بعینہ انہی الفاظ سے روایت کیا ہے۔ پس بدیں وجوہ چہارگانہ ہرگز صلوۃ مقتدی اس عموم صلوۃ حدیث عائشہ میں داخل نہیں ہو سکتی اور پہلی حدیث عبادت بن صامت رضی اللہ عنہ میں متحقق ہو چکا ہے کہ مازاد علی الفاتحہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقتدی پر حرام فرما چکے لہٰذا اس عموم صلوۃ حدیث عائشہ میں صلوۃ مقتدی داخل نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ بیہقی نے سنن کبریٰ میں لکھا ہے۔

عن عاصم بن ذکوان عن عائشہ وعن ابی ھریرۃ انھما کانا یامران بالقراءۃ وراء الامام اذا لم یجھر وفی البیھقی عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ وعائشۃ انھما کانا یامران بالقراءۃ

فی الظھر والعصر فی الرکعتین الاولیین بفاتحۃ الکتاب -

اس سے صاف ظاہر ہے کہ جہریہ میں حضرت عائشہ صدیقہ مانع قراءت خلف الامام تھیں یا بوجہ حدیث ابن اکیمہ کے کہ اس میں فانتھی الناس عن القراءت وارد ہے کہ جملہ صحابہ میں آپ بھی داخل ہیں یا بوجہ اس کے کہ واذا قری القرآن فاستمعوا وارد ہے۔ پس بہرحال نماز جہریہ حضرت عائشہ کے نزدیک بھی اس عموم صلوۃ میں داخل نہیں اور امر قراءت سریہ میں بوجہ اس کے تھا کہ ان کے نزدیک نماز سریہ مقتدی کی عموم صلوۃ اس حدیث میں داخل ہے یا بوجہ دیگر اور یہ امر قراءت وجوباً یا استحساناً ان کی رائے ہے اگرچہ حدیث صحاح کے خلاف ہے۔ چنانچہ یہ امر تقریر حدیث عبادہ سے واضح ہے کہ قراءت سریہ میں منازعت قرآن حدیث عمران بن حصین سے صاف روشن ہے اور وقوع منازعت قراءت فاتحہ وما زاد میں دیگر روایات سے واضح ہے۔ پس اس حدیث سے بھی اثبات وجوب فاتحہ علی المقتدی پر حجت لانا بے کار اور غیر صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چوتھی دلیل۔ روایت عبداللہ بن عمرو ہے جو کہ جد عمرو بن شعیب ہیں اُس سے حجۃ لائی جاتی ہے جس کے الفاظ ابن ماجہ میں یہ ہیں :-

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کل صلوۃ لا یقرء فیھا بفاتحۃ الکتاب فھی خداج خداج -

اور جزء قراءت میں بھی ایک روایت میں اس حدیث کو بایں الفاظ نقل کیا ہے اور اس حدیث سے بھی مدعا موجبین فاتحہ علی المقتدی کا ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ متن بعینہ وہی حدیث ہے کہ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمائی لہٰذا اس کے عموم صلوۃ میں بھی صلوۃ مقتدی داخل نہیں بوجوہ مذکورہ دربیان حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اگرچہ زیادت لفظ آیتین کی اس حدیث میں نہیں مگر جبکہ یہ متن حدیث بعینہ وہی حدیث ہے کہ جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا ہے تو جیسا اس میں زیادت آیتین کی ثابت ہوگئی تو وہ زیادت اس میں بھی ثابت ہوگئی۔ کیونکہ جب ایک راوی کی بعض ثقہ تلامذہ کی زیادت معتبر ہے تو ایسا ہی ایک حدیث میں جب ایک صحابی سے کچھ زیادت ثابت ہو جاوے گی تو وہ زیادت دوسرے صحابی کی بھی روایت میں ثابت ہو جاوے گی بلا فرق۔ لہٰذا اس حدیث کو بھی معرض استدلال میں پیش کرنا بے سود ہے اور موجبین قراءت فاتحہ خلف الامام کے نزدیک تو عموماً حدیث مطلق مقید پر حمل کی جاتی ہے اگرچہ دو حدیث ہوں اور یہاں تو ہر دو ایک حدیث ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ عموم فانتھی الناس وارد حدیث ابن اکیمہ عبداللہ بن عمرو کو بھی متناول ہے کیونکہ وہ بھی صحابی تھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم -

پانچویں دلیل حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جس کے الفاظ صحیح مسلم میں یہ ہیں :-

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی صلوۃ لم یقرء فیھا بام القرآن فھی خداج ثلثا غیر تمام۔ اور جزء قراءت میں یہ روایت ان الفاظ سے بھی مذکور ہے -

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل صلوۃ لا یقرء فیھا بام القرآن فھی خداج غیر تمام۔

یہ حدیث بعینہ وہی روایت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہے اور بوجوہ اربعہ مذکورہ حدیث عائشہ نماز مقتدی اس میں داخل نہ ہوگی اور وہ زیادت آیتیں کی اس روایت ابوہریرہ میں بھی ثابت ہوگی جیسا کہ روایت عمرو بن شعیب میں ثابت ہوگئی کیونکہ یہ ہرسہ احادیث متناً ایک ہی روایت ہیں۔ پس جب اُس کے ایک طرق میں زیادت ثابت ہوگئی تو سب طرق میں ثابت ہوگئی۔ پس اس حدیث کے عموم صلوۃ میں صلوۃ مقتدی ہرگز داخل نہیں اور ابوہریرہ رضی کے نزدیک بھی نماز مقتدی اس عموم میں داخل نہیں۔

صلوۃ جہریہ کا خروج تو خود روایت ابوہریرہ سے واضح ہے کہ بوجہ مزاحمت قراءت فاتحہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مالی انازع القرآن اور سب صحابہ نے مع حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قراءت فاتحہ خلف الامام کو چھوڑ دیا تھا اور قراءت مقتدی جہریہ میں ابوہریرہ کے نزدیک ممنوع ہوگئی تو پھر اس حدیث میں حضرت ابوہریرہ اس کو کیونکر داخل سمجھ سکتے ہیں اور حدیث عائشہ رضی میں سنن کبری بیہقی سے منقول ہوگیا کہ ابوہریرہ غیر جہریہ میں قراءت فاتحہ کا امر کرتے تھے جس سے معلوم ہوا کہ جہریہ میں امر نہ کرتے تھے اور سریہ میں جو امر قراءت تھا وہ استحباباً تھا نہ وجوباً بدلیل اس حدیث کے کہ سابقاً کنز العمال سے منقول ہو چکی کل صلوۃ لا یقرء فیھا بام الکتاب فھی خداج الا صلوۃ خلف الامام کہ اس حدیث میں مطلقاً قراءت فاتحہ خلف الامام کو نفی کر دیا ہے اور سنن کبریٰ میں امام مالک سے یوں نقل کیا ہے۔

قال مالک بلغہ ان ابا ھریرۃ کان یقول من ادرک الرکعۃ فقد ادرک السجدۃ ومن فاتہ قراءۃ ام القرآن فقد فاتہ خیر کثیر۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ابوہریرہ کے نزدیک بدوں فاتحہ کے مطلق صلوۃ تمام ہو جاتی ہے مگر ہاں فاتحہ کے نہ پڑھنے سے ثواب کم ہو جاتا ہے یہ خود دلیل استحباب کی ہے۔

الحاصل ابوہریرہ کے نزدیک مطلقاً کسی صلوۃ میں فاتحہ واجب نہیں بلکہ جہریہ میں ممنوع اور سریہ میں مستحب ہے۔ ابوہریرہ اس حدیث میں صلوۃ مقتدی کو کس طرح داخل کر سکتے ہیں اور ابوہریرہ جیسے سے کیسے ثابت ہو سکتا ہے کہ کہیں قراءت فاتحہ کو ممنوع فرماویں اور کہیں واجب۔ مگر علماء حدیث نے اس حدیث کے ظاہر کو دیکھ کر یہ سمجھ لیا کہ ابوہریرہ کے نزدیک نماز مقتدی اُس میں داخل ہے اور اقوال ابوہریرہ جن سے کہ عدم وجوب ظاہر و باہر تھا اس کی طرف خیال نہ فرمایا لہٰذا جو کچھ اس حدیث سے اہل ظاہر نے سمجھا اس کی ہم تقریر کرتے ہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جس وقت یہ حدیث مرفوع پڑھی اور اس سے ثابت کیا کہ مقتدی پر قراءت فاتحہ ہر نماز میں واجب ہے تو ان سے کہا گیا کہ ہم احیاناً امام کے پیچھے بھی ہوتے ہیں تو وہاں قراءت کیسے پڑھیں تو قراءت مقتدی اس وجوب میں کیونکر داخل ہو سکتی ہے تو ابوہریرہ نے فرمایا کہ تو اپنے دل ہی دل میں فاتحہ کو پڑھ لے کیونکہ قراءت فاتحہ مقتدی پر

پر واجب ہے بدلیل اس حدیث تقسیم کے کہ اس میں لفظ صلوٰۃ کا فاتحہ پر بولا ہے جہاں فاتحہ نہ ہو گی وہاں نماز بھی نہ ہو گی۔ الخ

اب ہم عرض کرتے ہیں کہ اگر یہ معنے صحیح ہیں تو مدار اس ایجاب کا اس اطلاق لفظ صلوٰۃ پر ہے۔ سو ابو ہریرہ نے اپنے قیاس سے ادخال صلوٰۃ مقتدی کا عموم صلوٰۃ حدیث میں فرمایا مگر یہ قیاس مخالف نص صریح صحیح کے ہے اور جو قیاس مخالف نص صریح کے ہو وہ معتبر نہیں ہوتا۔ سو دیکھو حدیث ابو بکرہ میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود نہ ہونے فاتحہ کے نماز ابو بکرہ کو صحیح رکھا اور جہریہ میں قراءت فاتحہ پر مالی انازع فرمایا جس سے ممانعت صاف ظاہر ہے اور حدیث بیہقی میں باوجود نہ ہونے فاتحہ کے ادراک رکوع پر مطلقاً ادراک رکعت کا حکم فرمایا یہ سب شرح حدیث عائشہ میں گزر چکا ہے۔ اپس بمقابلہ ان احادیث کے یہ قیاس کیونکر معتبر ہو سکتا ہے بہرحال اگر رائے ابو ہریرہ کی یہی تھی جو اہل ظاہر سمجھے تو اس قیاس ابو ہریرہ سے ہرگز انکا مدعا ثابت نہیں ہوتا اور نماز مقتدی اس میں داخل نہیں ہو سکتی۔ واللہ تعالےٰ اعلم

اب بندہ عرض کرتا ہے کہ تمام ممالک اور اہل السنہ مختلفہ میں اور معاملات دین و دنیا میں شائع و ذائع ہے کہ جب کسی مجلس و مجمع میں کوئی کلام ہوتی ہے تو بعض کلام میں اگرچہ مجمل ہو یا مطول کلام ماسبق مالحق یا قرائن حال سے یا تقدم و تاخر الفاظ سے یا لب و لہجہ یا حرکت چشم و سر و دست ایسے ہوتے ہیں کہ مراد متکلم کی اُن کے ذریعہ سے بخوبی واضح ہو جاتی ہے اگرچہ الفاظ دوسرے معنی کو بھی محتمل ہوں اور پھر جب وہ کلام تحریری یا زبانی نقل کی جاتی ہے اور ان قراین میں سے بعض بالکل محذوف ہو جاتے ہیں تو اُس وقت اسی کلام سے مراد متکلم کی مخفی ہو جاتی ہے اور معنی غیر مراد متکلم متبادر ہو جاتے ہیں تو ایسے حال میں سامعین دوسری مجلس کے اُس کلام کے وہ معنے معین کر لیتے ہیں کہ جو مراد متکلم کی نہ تھی۔ مگر حاضرین مجلس اول اور وہ لوگ جو حاضرین مجلس اول سے سُنے ہوئے تھے وہ مراد متکلم اور اس کے معنے حقیقی اور واقعی جانتے ہیں اور دوسرے معنوں کو جو متبادر ہیں غلط سمجھتے ہیں بلکہ حاضرین مجلس اول بھی جن کو قراین سے ذہول ہوا ہے وہ معنے غیر مراد متکلم کو سمجھ جاتے ہیں اور یہ قاعدہ نہایت کار آمد اور نہایت صحیح ہے اور نظائر اس کے احادیث میں بہت موجود ہیں اور اس قاعدہ کے ذہول سے بہت اختلافات علماء میں پیدا ہو گئے ہیں۔

اب بندہ دو نظیریں پیش کرتا ہے اوّل خود حدیث عبادہ کہ اگر ساری حدیث کو اول سے آخر تک دیکھئے تو اس کی ایک مراد متعین معلوم ہوتی ہے کہ جس کی بندہ اول تقریر کر چکا بعد اس کے جب رواۃ حدیث نے جز و آخر حدیث کا حسب مدعائے خود جدا کر کے بحذف بعض کلمات روایت کیا قولہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب تو اُس کے دوسرے معنی متبادر ہو گئے کہ جس کی بندہ شرح کر چکا ہے اور محققین علماء جو اس روایت کو محققین سے سُنے ہوئے تھے انہوں نے بلحاظ قولہ علیہ السلام لا تفعلوا و قولہ مالی انازع القرآن اسی معنوں پر جزم رکھا کہ جو ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا اور جو کچھ معنے بحذف ماسبق و مالحق متبادر ہو گئے تھے اُس پر توجہ

نہ کی۔ دوسری نظیر اذان ابومحذورہ کی نسائی میں اس کا قصہ مذکور ہے کہ ابومحذورہ نے مع دیگر اپنے ہمراہیوں کے جب اذان کا استہزاء کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو پکڑ لیا اور سوائے ابومحذورہ کے سب کو چھوڑ دیا اور ان سے اذان کہلائی تو ابومحذورہ خود کہتے ہیں کہ چونکہ مجھ کو تکلم شہادتین سے کراہت تھی تو شہادتین کو میں نے دبی زبان سے کہا اُس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو شدت سے فرمایا کہ ارفع صوتك تو میں نے آپ کے کہنے سے رفع صوت کیا تو حاضرین واقعہ کو جو کہ اذان مقررہ سُننے ہوئے تھے معلوم ہو گیا کہ یہ تکرار برفع صوت واسطے رفع کراہیۃ قلبی ابومحذورہ کے اور واسطے رفع کفر ابومحذورہ کے تھا نہ یہ کہ تکرار کو سنت اذان مقرر فرمایا ہو مگر ابومحذورہ اس نکتہ کو نہ سمجھے اس واقعہ کو نسائی نے مشرح بیان کیا ہے کہ جس سے یہ امر واضح ہو گیا اور بعض دیگر نے مختصراً بیان کیا لہٰذا ان کے تلامذہ کو یہ معلوم ہو گیا کہ یہ تکرار شہادتین سنت اذان ہے۔ پس یہ واقعہ حدیث ابوہریرہ کا بھی ایسا ہی ہے۔

یوں معلوم ہوتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم کہ اُس مجلس ابوہریرہ میں مسئلہ قراءت فاتحہ کا مذاکرہ تھا اور ابوہریرہ رض نے اول یہ ارشاد کیا کہ کسی نے کسی وقت نماز جہریہ میں خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتحہ پڑھی تھی اور اُس پر آپ نے مالی انازع القرآن فرمایا تھا جس سے صحابہ ممانعت فاتحہ خلف الامام کی نماز جہریہ میں سمجھ گئے تھے لہٰذا جہریہ میں فاتحہ مقتدی کو ممنوع ہے بسبب منازعت کے اور سریہ میں مستحب مگر منفرد اور امام پر واجب ہے۔ لقولہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من صلی صلوۃ لم یقرء فیھا الحدیث۔ پس جب ابوہریرہ رض اپنا کلام تمام کر چکے تو ابوالسائب نے اس حدیث کے بارہ میں کوئی گفتگو نہیں کی بلکہ کلام سابق میں جو سریہ میں ابوہریرہ استحباب قراءت فاتحہ مقتدی کے قائل ہوئے تھے یا یہ کہئے کہ اس وقت یہ کلام نہ تھی بلکہ ابوالسائب اس مذہب ابوہریرہ کو پہلے سے سُنے ہوئے تھے بوقتِ ذکر اس حدیث کے اس کی تحقیق مناسب سمجھی تو ابوالسائب نے عرض کیا یا حضرت نماز سریہ میں ہم احیاناً امام کے پیچھے ہوتے ہیں اور حسب ارشاد آپ کے اگر ہم فاتحہ سریہ میں پڑھیں گے تو یہاں بھی وہی منازعت پیش آوے گی جو جہریہ میں پیش آتی ہے بلکہ جہریہ سے بھی زائد۔ تو اس کا جواب ابوہریرہ نے دیا کہ اپنے

دل میں پڑھ لے ایسی صورت سے کیوں پڑھے کہ منازعت قائم ہو اور پھر اس اشکال کو رفع کیا (کہ آپ اس میں اس قدر کنج وکاؤ کیوں فرماتے ہیں کہ استحباباً پڑھنے کی تاکید فرماتے ہیں) حالانکہ جہریہ میں آپ بھی ممانعت فرماتے ہیں کہ میں اس لئے تاکید استحباب کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ نے فاتحہ کو صلوۃ فرمایا اور اس کی تقسیم اپنے اور بندہ پر بالمناصفہ فرمائی اور اس کی شرح کی کہ یقول عبدی کذا یقول عبدی کذا جس سے صاف روشن ہے کہ فاتحہ کے پڑھنے میں خیر کثیر ہے۔ ہرچند کہ امام کے بھی پڑھنے میں نفع ہے مگر بلاواسطہ خود پڑھنے میں زیادہ منفعت ہے اور اگر جہریہ میں ممانعت صریح نہ ہوتی تو وہاں بھی استحباب ہوتا مگر بسبب مخالفت شارع علیہ السلام کے وہاں ہم جرأت نہیں کر سکتے۔ واللہ اعلم۔ یہ مراد ابوہریرہ کی ہے نہ ان کے نزدیک قراءت مقتدی کی اس حدیث میں داخل ہے اور نہ ابوالسائب نے بوجہ اس مذہب

کے اُن پر اعتراض کیا اور نہ ابوہریرہ نے نماز مقتدی کو اس میں داخل کیا بلکہ دوسرا ہی مذاکرہ تھا۔ پس اس صورت میں کوئی مخالفت نہ قول ابوہریرہؓ کی حدیث سے پیدا ہوتی ہے نہ باہم اقوال ابوہریرہ رضی اللہ عنہ متعارض ہیں۔ مگر اس طرف ہمارے علماء احناف نے توجہ نہ فرمائی کیونکہ ان کے پاس ان کے مطلب کے واسطے اور بہت سی احادیث موجود ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔

اب بغور سننا چاہیئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسب حکم واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا الخ۔ قراءت مقتدی کو مطلقاً ممنوع فرما چکے تھے اور تا آخر اسی حکم کو قائم اور برقرار رکھا۔ مدینہ طیبہ میں آکر جب مقتدیوں کا پڑھنا آپ کو معلوم ہُوا تو اس وقت سے حسب حکم آیتہ قراءت قرآن سے سب کو منع فرمادیا مگر فاتحہ کی بوجہ عدم ظن منازعت اباحت فرمادی تھی مگر پھر آخر میں اُس اباحت کو بھی اٹھا دیا تھا۔ چنانچہ حدیث عبادۃ بن الصامت میں اس کی تحقیق ہوچکی ہے مگر آپ کو اس امر کا انتظام کرنا ضروری تھا کہ آیت فاقرؤا ما تیسر من القرآن سے مبادا کسی کو یہ خیال گزرے کہ نفس قراءت قرآن کمال نماز میں کافی ہے فاتحہ ہو یا غیر فاتحہ جب مصلی نے کسی جگہ سے کوئی آیت قرآن کی پڑھ دی تو وہ امر فاقرؤا ما تیسر من القرآن کا عامل ہوگیا کوئی تخصیص تکمیل نماز میں سورہ فاتحہ کی نہیں کیونکہ آیت مطلق ہے اور جب مطلق کے کسی فرد پر عامل ہوگیا تو فرض ادا ہوگیا سو ہر چند کہ یہ فہم ادائے فرض میں صحیح ہے مگر تکمیل نماز بدون فاتحہ کے نہیں ہو گی۔ سو آپ کو اس تکمیل کا اظہار مقصود تھا۔ دوسرے یہ کہ کسی کو یہ خیال گزرے کہ نفس فاتحہ تو ضروری ہے مگر تکمیل نماز میں زاید علی الفاتحہ کی حاجت نہیں چنانچہ یہ امر امت میں پایا گیا۔ خود حضرت ابوہریرہؓ کی ہی اس روایت سے کہ جزو قراءت میں ہے۔ عن عطاء عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال یجزی بفاتحۃ الکتاب وان زاد فھو خیر۔ اور اس کے بعض طریق میں یہ الفاظ ہیں وان زاد فھو افضل۔ اس روایت سے بعض علماء کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ فاتحہ تو رکن نماز ہے مگر ما زاد علی الفاتحہ رکن نہیں حالانکہ ابوہریرہؓ کی روایات میں خلاف اس کا موجود ہے۔ چنانچہ حدیث منادی آگے آتی ہے اور سنن ابوداؤد میں جناب حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ :۔

قال کان الحسن یقرء فی الظھر والعصر اماماً وخلف امام بفاتحۃ الکتاب ویسبح ویکبر ویھلل قدر ق والذاریات (انتھی)۔

اور ظاہر یہ ہے کہ اس حدیث کے عموم صلوٰۃ کی وجہ سے کہ اس میں ما زاد کا ذکر نہیں ہے اُن کو بھی شبہ ہُوا۔ پس اس فعل حسن کے دو احتمال ہیں یا یہ کہ نفس قراءت کو تکمیل نماز کے لئے کافی سمجھتے تھے فاتحہ ہو یا غیر فاتحہ یا یہ کہ تخصیص فاتحہ کی تھی اور باقی ضرورت نہ سمجھتے تھے۔ پس اس امر کے ایجاب و اظہار کے لئے یہ ہر سہ احادیث مذکورہ اور امثال ان کے بار بار ارشاد فرماتے تھے کبھی ایک حدیث میں دونوں کا ذکر تھا اور گاہ گاہ حسب اقتضاء وقت ایک کا تھا کسی وقت میں فاتحہ اور ما زاد دونوں کا ذکر فرمایا اور کسی وقت میں فقط فاتحہ کو اور چونکہ امر فاتحہ زیادہ اہم تھا اس لئے فقط اس کو اکثر فرماتے تھے۔ لہٰذا بعض علماء کو یہ شبہ ہوگیا کہ فاتحہ کل صلوات میں واجب ہے اور

نماز مقتدی اس میں داخل ہے حالانکہ جس روایت میں مازاد کا ذکر فرمایا اس سے معلوم ہو گیا کہ اس عموم میں نماز مقتدی داخل نہیں۔

حجۃ ششم چھٹی حجۃ موجبین فاتحہ خلف الامام کی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے جس کو ابوداؤد نے اپنی سنن میں اور بخاری نے جزو قراءت میں نقل کیا ہے۔

قال ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخرج فناد فی المدینۃ انہ لا صلوۃ الا بقراءۃ بفاتحۃ الکتاب فما زاد۔

مگر اس حدیث سے بھی وجوب فاتحہ علی المقتدی ثابت نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ اس میں مازاد کو بھی واجب فرمایا ہے اور مازاد کی ممانعت مقتدیوں کو خود قرآن و احادیث سے اوپر ثابت ہو چکی ہے اور غرض اس ندا سے اسی امر کا انتظام تھا جو اوپر مذکور ہو چکا اور لاصلوۃ میں اُن کی ہی صلوۃ مراد ہے جن پر قراءت فرض ہے یعنی امام و منفرد۔ واللہ اعلم

حجۃ ہفتم ساتویں حجۃ موجبین کے روایت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ہے جو جزو قراءت و ابوداؤد وغیرہ میں ہے قال امرنا نبینا صلی اللہ علیہ وسلم أن نقراء بفاتحۃ الکتاب وما تیسر۔ ظاہر ہے کہ اس میں بھی مقتدی داخل نہیں ہے بہمیں وجوہ کہ سابقاً مذکور ہوئیں اور جب ماتیسر مقتدی پر محظور کیا گیا ہے تو یہاں مامور وہی لوگ ہیں کہ جن پر قراءت واجب ہے اعنی امام و منفرد واللہ تعالیٰ اعلم۔

حجۃ ہشتم آٹھویں حجت موجبین قراءت مقتدی کی حدیث ابوقلابہ کی محمد بن ابی عائشہ سے ہے جس کے الفاظ تلخیص الحبیر میں بسند امام احمد سے یہ ہیں۔

محمد بن ابی عائشۃ عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قال رسول اللہ صلعم لعلکم تقرؤن والامام یقرء قالوا انا لنفعل قال لا الا ان یقرء احدکم بفاتحۃ الکتاب اسنادہ حسن ورواہ ابن حبان من طریق ایوب عن ابی قلابۃ عن انس۔

اور اس کے الفاظ جزء قراءت میں یہ ہیں :۔

عن ابی قلابۃ عن محمد ابی عائشۃ عمن شهد ذالک قال صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما قضی صلوتہ قال اتقرؤن والامام یقرء قالوا انا لنفعل قال فلا تفعلوا الا ان یقرء احدکم بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ۔ انتہیٰ

اس حدیث سے (خواہ یہ واقعہ وہی ہو جو حدیث عبادہ میں مذکور ہوا یا دوسرا واقعہ ہو) ممانعت مازاد علی الفاتحہ کی اور اباحۃ فاتحہ کی ثابت ہوتی ہے کیونکہ استثنا نہی سے مفید اباحۃ ہوتا ہے نہ مفید وجوب چنانچہ اس کے تحقیق حدیث عبادہ میں ہو چکی۔

حجۃ نہم نویں حجت حدیث ابوقلابہ ہے جو انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور جُزو قراءت میں اور ابن حبان نے اس کو حدیث سابق کے ساتھ ذکر کیا ہے سو یہ دونوں حدیث واحد ہیں کہ دونوں طرق سے منقول

ہوئیں اور یہی وجہ ہے کہ صاحب تلخیص حبیر نے پہلے روایت نقل کر کے دوسری روایت کے فقط لفظ سند کے ذکر کر دیئے ہیں متن حدیث کو ذکر نہیں کیا ہے۔ الغرض باعتبار متن کے دونوں حدیث واحد ہیں اور اس کے الفاظ جزو قراءت میں یہ ہیں :-

عن ایوب عن ابی قلابہ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی باصحابہ فلما قضی صلوتہ اقبل علیہم بوجہہ فقال انقرؤن فی صلوتکم والامام یقرء فسکتوا فقالہا ثلاث مرات فقال قائل او قائلون انا لنفعل قال فلا تفعلوا ولیقرء احدکم بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ ۔

اس حدیث میں راوی نے بجائے الا کلمہ استثنائیہ کے ولیقرء بلفظ امر روایت کیا ہے جس سے بظاہر وجوب مفہوم ہوتا ہے لیکن واضح ہو کہ لفظ ولیقرء یا بمعنے امر اباحت کے ہے کہ راوی نے اباحت کو سمجھا اور اس لفظ سے بیان کر دیا اور ممکن ہے کہ راوی نے وجوب ہی سمجھا اور نقل بالمعنی میں یہ تصرف کیا اور حدیث عبادہ میں بھی مثل اس کے واقع ہوا ہے۔ چنانچہ طبرانی نے معجم کبیر میں حدیث عبادہ کو بدیں لفظ روایت کیا ہے۔

عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال من صلی خلف الامام فلیقرء بفاتحۃ الکتاب ۔

پس دیکھو کہ تمام روایات کثیرہ عبادہ میں یہ روایت بلفظ استثنا واقع ہوئی ہے اور اس جگہ بجائے اِلّا کے فلیقرء بھی ایک راوی نے کہا ہے پس ایسا ہی اس حدیث انس رضی اللہ عنہ میں اوپر کی روایت میں ابو قلابہ یا کسی اور راوی نے لفظ اِلّا کا ذکر کیا ہے اور یہاں ابو قلابہ کی روایت میں فلیقرء مذکور ہے لہٰذا اس لفظ سے ایسی حالت میں ہرگز وجوب ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ وہی اباحت جو لفظ اِلّا سے سمجھی جاتی ہے اس سے بھی سمجھی جاوے گی اور ظاہر یہ ہے کہ یہ وہی واقعہ ہے جس کو حدیث عبادہ میں بیان کیا گیا ہے۔ مگر یہاں مختصراً بیان کیا گیا ہے۔ ہر چند کہ اس روایت کو جزو قراءت میں نقل کیا گیا ہے اور ابن حبان نے دونوں طریقوں کو محفوظ کہا ہے اور بیہقی نے اس دوسرے طریق کی تضعیف کی ہے چنانچہ تلخیص حبیر میں ہے ۔

ورواہ ابن حبان من طریق ایوب عن ابی قلابۃ عن انس وزعم ان الطریقتین محفوظان وخالفہ البیہقی فقال ان طریق ابی قلابہ عن انس لیست بمحفوظۃ انتہی واللہ اعلم ۔

حجت دہم

دسویں حجت حدیث ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے جو بیہقی نے نقل کی ہے انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یقرء خلف الامام فصلاتہ خداج اور یہ حدیث عمدہ دلیل موجبین فاتحہ خلف الامام کی ہے۔ مگر واضح ہو کہ اس حدیث میں بظاہر متبادر اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ خلف الامام مطلق قراءت فرض ہے خواہ فاتحہ ہو یا غیر فاتحہ کوئی خصوصیت فاتحہ کی نہیں اگر مقتدی سوائے فاتحہ کے کوئی آیت قرآن کی پڑھ لے گا تو بھی نماز تام ہو جائے گی۔ سو اولاً یہ امر حدیث عبادہ کے مخالف ہے کہ اس میں مقتدی پر ما زاد علی الفاتحہ کو منع فرمایا ہے۔ ثانیاً یہ امر رائے موجبین کے بھی خلاف ہے کہ ان کے نزدیک بالتخصیص فاتحہ کا وجوب ہے نہ مطلق

قراءۃ کا۔ پس ان کو اس حدیث سے کوئی حجت حاصل نہیں ہو سکتی لہٰذا اس حدیث سے حجت لانا درست نہیں ہے۔ اب اصل حال اس حدیث کا سننا چاہیئے کہ اصل حدیث ابی امامہ کے وہ الفاظ ہیں کہ جو خطیب نے ابو امامہ سے نقل کئے ہیں۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل صلوٰۃ لا یقرء فیھا بفاتحۃ الکتاب فھی خداج غیر تمام۔ اور یہ وہی حدیث ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ابن ماجہ اور جزو قراءت میں منقول ہوئی ہے اور سابقاً حجت ثالثہ کے بیان میں اس کی تقریر کی گئی ہے۔ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص نے بھی اس کو روایت کیا ہے جو حجت رابعہ میں گزرا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی جو حجت خامسہ میں ذکر ہو چکا۔ پس چونکہ یہ وہی حدیث ہے کہ جس کی پہلے بحث ہو چکی ہے اور ابن عدی نے کامل میں زیادت لفظ آیتین کی نقل فرمادی ہے لہٰذا اس حدیث سے بھی یہی محقق ہو گیا کہ یہ حدیث در باب امام و منفرد ہے نماز مقتدی اس میں داخل نہیں ہے۔ چنانچہ پہلے تقریر ہو چکی مگر چونکہ بعض رواۃ ابو امامہ نے اپنے فہم سے نماز مقتدی کو اس میں داخل سمجھا تو بنقل معنے اس کو بدیں الفاظ نقل کیا ہے اور نماز مقتدی کو اس کلیہ میں داخل جان کر اور اس کا حکم اپنے فہم کے موافق اس کلیہ سے استنباط فرما کر ان الفاظ سے ادا کیا۔ لہٰذا یہ الفاظ حجت موجبین کی نہیں ہو سکتے کہ یہ فہم راوی کا ہے نہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ممکن ہے بلکہ غالب یہی ہے کہ اس حدیث میں مقتدی مسبوق مراد ہے تو یہ معنی ہوئے کہ جو مسبوق کہ بعد تمامی نماز امام کے اپنی قضا ما فات میں قراءت نہ پڑھے نہ فاتحہ نہ غیر فاتحہ تو اس کی نماز درست نہ ہوگی تو خلف الامام کے یہ معنے نہیں ہیں کہ امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہو بلکہ معنے یہ ہیں کہ خلف انقضاء صلوٰۃ الامام جب وہ اپنی نماز کو پورا کرنے کھڑا ہو تو اس میں قراءت فاتحہ و مازاد اس پر واجب ہے اور یہ حکم متفق علیہ امت کا ہے۔ بہرحال اس میں موجبین قراءت فاتحہ خلف الامام کی کوئی حجت نہیں اور اس طرح کی نقل بالمعنی بتغیر الفاظ شائع ذائع ہے۔ چنانچہ خود حدیث عبادہ میں اس قسم کے تغیرات واقع ہیں:

یہ نصوص ہیں کہ جن کو مدعیان عمل بالحدیث حجج قطعیۃ الثبوت قطعیۃ الدلالۃ فرماتے ہیں اور سوائے ان کے اور چند روایات بھی ہیں جو اُن کی ہی طرف راجع ہیں اگرچہ بسبب تعدد رواۃ صحابہ اور رواۃ ماتحت اور بسبب اختلاف الفاظ اور بسبب ذکر جزو کل وہ احادیث ان سے بحسب اصطلاح جدا ہیں مگر فی الواقع ان ہی نصوص کے تابع و ہم معنی ہیں یا چند احادیث ضعاف ہیں کہ مؤلفین سنن و مسانید نے خود اُن کی تضعیف کی ہے۔ بعد ذکر ان نصوص کے ان کی حاجت نہیں۔

اب سنو کہ ان احادیث سے یہ امر ظاہر ہو گیا کہ نماز مقتدی ان میں داخل نہیں۔ پس ان احادیث سے وجوب فاتحہ مقتدی پر ثابت نہیں ہو سکتا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ وجوب فاتحہ و مازاد علی الفاتحہ کا ان احادیث میں مساوی ہے۔ ہرگز ان احادیث سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ فاتحہ رکن نماز ہو اور مازاد رکن نہ ہو بلکہ سنت ہو۔ نہیں نہیں بلکہ دونوں وجوب میں مساوی ہیں کیونکہ حدیث عبادہ میں جب زیادۃ فصاعداً کی ثابت ہو گئی تو فاتحہ اور مازاد حکم میں مساوی ہیں خواہ کوئی حکم ہو اور علی ہذا حدیث عائشہ اور عمرو بن شعیب اور ابی ہریرہ اور ابی امامہ میں بسبب وحدت متن کے جب

سب میں لفظ آیتین کی زیادت ثابت ہوگئی تو دونوں کے نہ ہونے میں (کہ فاتحہ اور ماذاد علی الفاتحہ ہے) حکم صلوۃ کے مخدج ہونے کا مساوی ہوگا۔ پس اگر فاتحہ نہ ہو تب بھی نقصان ہے اور نماز غیر تام اور اگر ماذاد نہ ہو تب بھی نقصان ہے اور نماز غیر تام ———— ہوگی اور اگر دونوں نہ ہو تو نماز فاسد ہوگی۔ بحکم فاقرؤا ماتیسر من القرآن کیونکہ معنے خداج کے فساد کے بھی ہوتے ہیں اور نقصان کے بھی۔

کمافی الصحاح خدجت الناقۃ تخدج خداجاً فھی خادج والولد خدیج اذا القت ولدھا قبل تمام الایام وان کان تام الخلق۔ وفی الحدیث کل صلوۃ لا یقرء فیھا بام الکتاب فھی خداج ای نقصان واخدجت الناقۃ اذا جاءت بولدھا ناقص الخلق وان کانت ایامہ تامۃ فھی مخدج انتھی

اور قاموس اور مجمع البحار وغیرہ میں بھی ایسے ہی معنے لکھے ہیں۔ اسی وجہ سے امام مالک کے نزدیک بھی وجوب میں دونوں برابر ہیں اور حدیث نداء ابوہریرہ سے اور حدیث ابوسعید خدری سے مساوات وجوب خود ظاہر ہے۔ بہرحال یہ امر کہ فاتحہ رکن ہو اور ماذاد رکن نہ ہو ان احادیث سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اب بعد تقریر احادیث مرفوعہ کے جو کچھ کہ مذاہب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس بارہ میں ثابت ہوتے ہیں۔ وہ بندہ لکھتا ہے کہ بعض صحابہ کے نزدیک قراءت فاتحہ خلف الامام مطلقاً خواہ نماز سریہ ہو یا جہریہ واجب ہے مگر تحریر بالا سے معلوم ہو چکا کہ بعض احادیث سے بنظر سرسری یہ امر معلوم ہوتا ہے مگر بامعان نظر کوئی حدیث مرفوع اس قول کی معاون نہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور بعض کے نزدیک ماذاد علی الفاتحہ مطلقاً سریہ نماز ہو یا جہریہ ممنوع ہے مگر فاتحہ سب صلوٰۃ میں سریہ ہو یا جہریہ مباح یا مندوب ہے، جیسا کہ حدیث حضرت عبادہ سے واضح ہے اور یہی مذہب حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔ چنانچہ سابقاً اس کی تقریر بھی ہو چکی سو اس مذہب میں کراہتہ ماذاد علی الفاتحہ میں کچھ تامل نہیں مگر درباب اباحت فاتحہ اوپر معلوم ہو چکا کہ یہ واقعہ ابتداء اسلام کا تھا اور پھر بعد ازیں اس کی اباحت بھی حدیث مرفوعہ سے مرتفع ہو چکی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور بعض کے نزدیک فیما جہر فیہ الامام مطلقاً فاتحہ اور غیر فاتحہ ممنوع اور فیما اسر فیہ الامام فاتحہ اور غیر فاتحہ دونوں مباح یا مندوب۔ چنانچہ روایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جو کہ جزو قراءت میں نقل کی گئی ہے معلوم ہوتا ہے۔

عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال اذا لم یجھر الامام فی الصلوات فاقرء بام الکتاب وسورۃ اخری فی الاولیین من الظھر والعصر وبفاتحۃ الکتاب فی الاخریین من الظھر والعصر وفی الاخرۃ من المغرب وفی الاخریین من العشاء۔ انتھی

مگر ظاہر ہے کہ یہ قول حدیث مشہور عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ کے خلاف ہے کہ ماذاد علی الفاتحہ کی اس میں ممانعت مذکور ہے اور حدیث عمران بن حصین کی جو اوپر مذکور ہو چکی ہے اُس کے بھی خلاف ہے کہ حدیث عمران بن حصین میں آپ نے قراءت مقتدی کو سریہ میں موجب خلجان فرمایا لقولہ قد علمت ان بعضکم خالجنیھا اور

خلجان ہی علۃ ممانعت قراءت مقتدی کی ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

اور بعض کے نزدیک قراءت مقتدی فاتحہ اور ما زاد علی الفاتحہ مطلقاً صلوۃ سریہ وجہریہ میں مکروہ وممنوع ہے عبداللہ بن مسعود۔ عبداللہ بن عباس۔ عبداللہ بن عمر۔ جابر بن عبداللہ اور زید بن ثابت۔ ابو الدرداء وسعد بن ابی وقاص عثمان بن حصین وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس جماعت میں ہیں اور عینی نے اسی صحابہ کی طرف یہ مذہب نسبت کیا ہے اور یہ مذہب کسی حدیث مرفوع کے خلاف بھی نہیں۔ البتہ حدیث عبادہ سے جو اباحۃ فاتحہ معلوم ہوتی تھی یہ اس کے خلاف ہے۔ مگر معلوم ہو چکا کہ اباحت ابتداء اسلام میں تھی اور پھر آخر میں وہ اباحۃ مرتفع ہو چکی بلکہ یہ مذہب مؤید باحادیث صحیحہ مرفوعہ ہے از انجملہ حدیث اذا قرء فانصتوا حدیث ابوموسیٰ اشعری وحدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے جس کو مسلم نے اپنے صحیح میں نہایت زور شور سے تصحیح کیا ہے۔

حیث قال وفی حدیث جریر عن سلیمان عن قتادۃ من الزیادۃ واذا قرء فانصتوا ولیس فی حدیث احد منھم فان اللہ عزوجل قال علی لسان نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع اللہ لمن حمدہ الا فی روایۃ ابی کامل وحدہ عن ابی عوانۃ قال ابو اسحق قال ابوبکر ابن لہخت ابی النضر فی ھذا الحدیث فقال مسلم اترید احفظ من سلیمان فقال لہ ابوبکر فحدیث ابی ھریرۃ فقال ھو صحیح یعنی واذا قرء فانصتوا فقال وھو عندی صحیح فقال لم لم تضعہ ھھنا قال لیس کل شیء عندی صحیح وضعتہ ھھنا انما وضعت ھھنا ما اجمعوا علیہ انتھی۔

سو دیکھو کہ مسلم زیادت روایت سلیمان تیمی کو بالاتفاق صحیح کہتے ہیں اور روایت ابو ہریرہ میں اگرچہ بعض نے کلام کی ہے مگر مسلم اس کلام کو غیر معتبر ٹھہرا کر زیادۃ روایت ابو ہریرہ کو بھی صحیح کہتے ہیں۔

پس اب سنو کہ تمام ائمہ حدیث کے نزدیک مقرر ومحقق ہو چکا ہے کہ اگر کسی راوی حافظ متقن سے اس کے تلامذہ حفاظ متقنین کوئی روایت حدیث نقل کریں اور ایک راوی ان میں سے اس حدیث میں کوئی ایسی کلام روایت کرے کہ اس کو سوائے اس ایک تلمیذ کے کوئی اور تلمیذ اس شیخ کا روایت نہ کرتا ہو بلکہ فقط وہ ایک ہی تلمیذ روایت کرتا ہو تو یہ زیادت حکماً حدیث مستقل ہو گی لہٰذا اس کا حکم مثل حکم اس راوی زیادت کنندہ کے ہو گا یعنی اگر یہ راوی بھی مثل دیگر تلامذہ اس شیخ کے حافظ ومتقن ہے اور کسی وجہ سے اس پر جرح نہیں ہو سکتا تو وہ زیادۃ بالاتفاق صحیح ہو گی اور اگر وہ تلمیذ واحد کسی وجہ سے مجروح ہے تو یہ زیادت بھی مجروح ہو گی۔ اور اگر اس راوی کا جرح عند المحققین مرتفع ہے تو اس حدیث سے بھی جرح مرتفع ہو گا اور یہ زیادت صحیح ومعتبر ہو گی۔ پھر یہ زیادۃ اگر اصل حدیث مزید علیہ سے کسی وجہ سے مخالف نہیں تو یہ زیادت بالاتفاق بہر حال صحیح ومعتبر ہو گی اگر وہ راوی حافظ ومتقن ہے اور اگر مزید علیہ سے مخالف ہے تو اس میں حاجۃ ترجیح کی ہو گی گویا کہ وہ حدیثیں آپس میں متعارض ہیں۔ پس جس کو حسب قاعدہ ترجیح ہو گی وہ مرجح رہے گی دوسری مرجوح ہو جاوے گی۔ اس قاعدہ کو بالاجمال مسلم نے خطبہ مسلم میں اور نووی نے شرح مسلم میں اور مقدمہ شرح مسلم میں اور دیگر اہل اصول حدیث نے لکھا ہے سب کی عبارات کے نقل میں طول ہوتا ہے لہٰذا فقط نخبہ وشرح نخبہ سے نقل کیا جاتا ہے:۔

قال الحافظ ابن حجر فی النخبۃ وشرحہا وزیادۃ راویہما أی الحسن والصحیح مقبولۃ مالم تقع منافیۃ لروایت من ہو اوثق ممن لم یذکر تلک الزیادۃ لان الزیادۃ اما ان یکون لاتنافی بینہما وبین روایت من لم یذکرہا فہذہ تقبل مطلقاً لأنہا فی حکم الحدیث المستقل الذی یتفرد بہ الثقۃ ولا یرویہ عن شیخہ غیرہ واما ان تکون منافیۃ بحیث یلزم من قبولہا رد الروایۃ الاخری فہذہ ہی التی یقع الترجیح بینہا وبین معارضہا فیقبل الراجح ویرد المرجوح واشتہر عن جمع من العلماء القول بقبول الزیادۃ مطلقاً من غیر تفصیلٍ ولا یتاتی ذلک علی طریق المحدثین الذین یشترطون فی الصحیح ان لایکون شاذاً ثم یفسرون الشذوذ بمخالفۃ الثقۃ من ہو اوثق منہ والعجب ممن غفل عن ذلک منہم مع اعترافہ باشتراط انتفاء الشذوذ فی حد الحدیث الصحیح وکذلک الحسن والمنقول عن ائمۃ الحدیث المتقدمین کعبد الرحمن بن مہدی ویحیی القطان واحمد بن حنبل ویحیی بن معین وعلی بن المدینی والبخاری وابی زرعۃ الرازی وابی حاتم والنسائی والدارقطنی وغیرہم اعتبار الترجیح فیما یتعلق بالزیادۃ وغیرہا ولا یعرف عن احد منہم اطلاق قبول الزیادۃ۔ انتہی

دیکھو کہ یہ قاعدہ مسلمہ اور مقبولہ و معمولہ خود امام بخاری و جملہ ائمہ احادیث کا ہے اس کے خلاف کرنا کسی اہل علم کا منصب نہیں، تو اوّلاً سلیمان تیمی احفظ الناس اور ثقہ راوی بخاری و مسلم وغیرہما کا ہے کسی نے کوئی حرف وہم و تدلیس وغیرہ کا یا کوئی حرف جرح کا ان کی نسبت نہیں کہا اور باتفاق ائمہ یہ راوی مسلم و مقبول ہے اور تلمذ ان کا قتادہ سے بھی محقق و معلوم ہے۔ پھر ان کے متابع عمر بن عامر و سعید بن ابی عروبہ بھی ہیں کہ جس کو حافظ ابن حجر قبول کرتا ہے اور ان کی زیادت حدیث ابو موسیٰ اشعری میں ایسی ہی ہے کہ مزید علیہ سے ہرگز کسی لفظ و جملہ کے مخالف نہیں ہے اور نہ کسی جملہ کی مغیر و مقید ہے بلکہ مستقل ایک علیحدہ مسئلہ ہے کیونکہ الفاظ حدیث ابو موسیٰ اشعری کے یہ ہیں :-

فقال ابو موسیٰ ما تعلمون کیف تقولون فی صلوتکم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبنا فبین لنا سنتنا وعلمنا صلوتنا فقال اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین یجبکم اللہ فاذا کبر ورکع فکبروا وارکعوا فان الامام یرکع قبلکم ویرفع قبلکم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتلک بتلک واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا اللہم ربنا لک الحمد یسمع اللہ لکم فان اللہ تعالیٰ قال علی لسان نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع اللہ لمن حمدہ واذا کبر وسجد فکبروا واسجدوا فان الامام یسجد قبلکم ویرفع قبلکم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتلک بتلک واذا کان عند القعدۃ فلیکن من اول قول احدکم التحیات الطیبات الخ۔

پس یہ جملہ واذا قرء فانصتوا نہ کسی فقرہ یا لفظ کو رد کرتا ہے نہ کسی کو مقید کرتا ہے بلکہ ایک مستقل علیحدہ مسئلہ ہے۔ پس حسب قاعدہ امام بخاری رضی اللہ عنہ اور جملہ ائمہ احادیث بالاتفاق یہ فقرہ حدیث مستقل ہے اور صحیح و معتبر بلا خلاف سو اس میں کلام کرنا کسی ناواقف کا ناموزوں ہے اسی واسطے باقتضاء تعصب مذہبی امام بخاری کو ہرگاہ کہ اس فقرہ میں

گنجائش طعن نہ ملی تو جزو قراءت میں لکھتے ہیں کہ معلوم نہیں اس فقرہ کو سلیمان تیمی نے قتادہ سے سنا یا نہیں سنا سخت تعجب ہے کہ سلیمان تیمی نہ مدلس نہ متوہم اور خود امام بخاری کا راوی اور بخاری صاحب کا یہ قاعدہ مسلمہ اور روایت معنعن کے اعتبار میں محقق کہ استاد و شاگرد ایک جا۔ میں جمع ہو گئے ہوں تو اس معنعن کے قبول میں کلام نہیں اور یہاں اجتماع سلیمان اور قتادہ کا بسبب تلمذ کے معلوم اور پھر بھی امام بخاری بسبب معنعن ہونے کے سماع سلیمان میں شک فرما دیں معاذ اللہ! اگر یہی شک ہے تو صحیح بخاری کی صدہا معنعن روایتوں کا آدمی انکار کر سکتا ہے لاحول ولا قوۃ اِلّا باللہ۔ نہیں نہیں بلکہ سماع سلیمان تیمی کی حسب قاعدہ مسلمہ بخاری محقق اور یہ زیادت حسب قاعدہ مقررہ مسلمہ بخاری وجملہ ائمہ ثابت اور صحیح اور اس میں کوئی شبہ نہیں۔ اور جیسا کہ امام بخاری نے اس زیادت سلیمان تیمی میں بسبب اپنی تائید مذہب کے عدم سماع سلیمان کا وہمی لکھا ہے اس سے بھی زیادہ ہے کہ جو زیادۃ معمر پر لفظ فصاعدًا کی نسبت حدیث عبادہ میں انکار کیا ہے چنانچہ پہلے لکھا گیا پس ایسے توہمات خلاف اپنے قواعد مسلمہ کے اور خلاف ائمہ حدیث کے کس طرح معتبر اور ملتفت الیہ ہو سکتے ہیں اور جو زیادت کہ حدیث ابوہریرہ میں و اذا قرء فانصتوا کی مروی ہے وہ بھی کسی جملہ حدیث ابوہریرہ کے مخالف نہیں۔ کیونکہ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیوتم بہ فاذا کبر فکبروا و اذا قرء فانصتوا۔ و اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا اللھم ربنا لک الحمد۔

اور رواۃ اس حدیث کے بھی سب صدوق اور ثقہ ہیں۔ ایک راوی اس کے ابو خالد احمر ہیں وہ بھی ثقہ اور صدوق ہیں اور ان کی مدح میں اسی قدر کافی ہے کہ بخاری و مسلم اُس سے بکثرت روایت کرتے ہیں جس کا دل چاہے صحیحین دیکھ لے۔ مگر چونکہ بخاری نے جزو قراءت میں امام احمد سے نقل فرمایا ہے کہ وہ فرماتے ہیں اراہ کان یدلّس لہٰذا ان پر ایک وہم تدلیس کا لگایا گیا حالانکہ امام احمد بھی اُن کو قطعًا مدلس نہیں فرماتے۔ سو یہ گمان تدلیس اُن کے ثقہ و صدوق ہونے میں مضر نہیں اسی واسطے بخاری بے تکلف اُن سے اپنی کتاب میں روایت فرماتے ہیں اور درصورت مدلس ہونے کے اگر ہے تو یہی واہمہ ہے کہ اپنے اصل استاد کو انہوں نے مخفی کیا اور اس کا حال معلوم نہیں کہ کیا ہے۔ پس بخاری کے نزدیک تو سبب اس توہم کا اور انفراد ابو خالد کا اس حدیث میں یہ وجہ انکار کی ہوئی مگر درصورتیکہ ابو خالد کا دوسرا متابع ثقہ صدوق موجود ہے تو ایسی حالت میں وہم تدلیس بالکل مرتفع ہو گیا اور صحت حدیث میں کسی نوع کا تردد باقی نہیں رہا۔ چنانچہ نسائی نے اپنے سنن میں بعد نقل روایت ابو خالد احمر مذکورہ بالا کے دوسری سند ذکر کی اخبرنا محمد بن عبد اللہ بن المبارک قال حدثنا محمد بن سعد الانصاری قال حدثنی محمد بن عجلان عن زید بن اسلم الی اخر السند المذکور ثم قال کان المخرمی یقول ھو ثقۃ یعنی محمد بن سعد الانصاری۔ پس ہرگاہ کہ محمد بن سعد متابع ابو خالد احمر کے ہو گئے تو وہ واہمہ جو کسی وجہ سے ہو گیا تھا رفع ہو گیا اور ابو خالد کے جلیل القدر ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ چنانچہ جوہر نقی حاشیہ بیہقی میں ہے۔ قال اسحٰق بن ابراھیم سالتُ وکیعًا عنہ فقال ابو خالد ممن یسئل عنہ قال ابو ھشام الرفاعی ثنا ابو خالد الاحمر الثقۃ الامین الخ۔ علی اسماعیل بن ابان بھی متابع ابو خالد کا ہوا ہے۔ چنانچہ بیہقی میں بھی یہ سند مذکور ہے تو چونکہ بعض نے ابو خالد میں کلام کی تو

اس حدیث کو مسلم نے مختلف فیہ قرار دیا لیکن جب یہ کلام قابل التفات نہ تھی تو مسلم نے اس پر نظر نہ فرماکر حدیث ابوہریرہ کی تصحیح فرمائی اور بعض دیگر کو چونکہ اس کلام پر جو ابوخالد میں کی گئی ہے اطمینان نہ ہوا تو نسبت اس زیادت کی محمد بن عجلان کی طرف کی۔ حالانکہ محمد بن عجلان بھی ثقہ صدوق ہیں۔ چنانچہ بخاری اپنی تعلیقات میں اور مسلم و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ و ترمذی اپنے سنن میں ان سے روایت کرتے ہیں جوہر نقی میں ہے۔

قلت ابن عجلان وثقہ العجلی و فی الکمال لعبد الغنی ثقہ کثیر الحدیث وتابعہ علیہا خارجۃ بن مصعب ویحیٰی بن علاء کما ذکرہ البیہقی فیما بعد۔

اور نیز جوہر نقی میں ہے :-

وقد ذکر المنذری فی مختصرہ کلام ابی داؤد ورد علیہ بنحو ما قلنا وابن حزم صحح حدیث ابن عجلان وقدم ان مسلما صححہ وذکر ابن عمر فی التمہید بسندہ عن ابن حنبل انہ صحح الحدیثین یعنی حدیث ابوموسیٰ وحدیث ابی ھریرۃ ۔ انتہی ۔

اس تحریر سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اگرچہ امام احمد کو کسی وجہ سے ابوخالد احمر پر وہم تدلیس تھا مگر اس زیادت کی صحت میں اُن کو کسی طرح شبہ نہ تھا لہٰذا انہوں نے اس کی صحت کی تصریح فرمائی۔ فقط

الحاصل جو کچھ کلام حدیث ابی ہریرہ میں کسی نے کی ہے وہ بھی مضر صحت اس حدیث کو نہیں ہے چنانچہ واضح ہو گیا۔ پس صحت ہر دو حدیث میں کوئی خدشہ نہیں ہے اور جو کچھ ان دونوں میں کلام کی گئی ہے وہ خلاف قواعد مسلمہ ائمہ حدیث کے ہے کہ جس پر اہل دیانت کو کچھ توجہ نہ کرنا چاہیئے اور نیز یہ ہر دو حدیث جیسا کہ اپنے مزید علیہ کے مخالف نہیں ہیں اور کسی دوسری حدیث صحیح کے بھی معارض نہیں ہیں۔ چنانچہ اوپر کی تحقیق سے معلوم ہو چکا البتہ اباحت مفہومہ حدیث عبادہ کے خلاف ہے۔ مگر تاریخ سے معلوم ہو چکا کہ یہ حدیث بہت مؤخر حدیث عبادہ سے ہے اور رافع اس کی اباحت کو اور دیگر احادیث جو مؤید اس مذہب کی ہیں اُن کی نقل و تصحیح کی حاجت نہیں۔ اب ہر عاقل پر واضح ہو گیا کہ مذہب رابع صحابہ کرام کا ارجح المذاہب ہے اور موافق احادیث مرفوعہ کے اور آیت کلام اللہ شریف کے۔ پس اس پر طعن کرنا صحابہ کرام علیہم الرضوان پر طعن کرنا ہے اور احادیث مرفوعہ اور آیت کلام اللہ شریف پر۔ پس اس سے حذر لازم ہے اور ایسی جرأت کو سخت مضر جان کر ترک کرنا چاہیئے۔ علیٰ ہذا طعن کرنا مذاہب ثلاثہ باقیہ پر بھی دیانت سے نہایت بعید ہے۔ فقط

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم وما علینا
الا البلاغ واللہ یہدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم

القطوفُ الدّانیہ
فی
تحقیق الجماعت الثانیہ

از
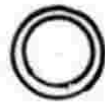
حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہٗ

یہ رسالہ مذکورہ بالا نام کے ساتھ ۱۳۲۱ھ میں حضرت مولانا محمد یحییٰ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حسبِ ذیل اطلاع کے ساتھ طبع کرایا تھا "اطلاع یہ کتاب کئی مرتبہ چھپ چکی ہے مگر اہلِ مطابع کے قلتِ اہتمام کی وجہ سے غلط بھی بہت چھپی اور خط کاغذ بھی خراب ہے اور کسی بزرگ نے خود ہی "الشمس اللامعہ" نام بھی گھڑ لیا تھا اس لئے نیازمند نے واضح خط سے اصل نسخہ حضرت مصنّف مدظلہم العالی سے مقابلہ کرا کر بہت اہتمام سے چھپوایا ہے۔"

ناشر: ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین اللّٰھم ارنی الحق حقا وارزقنی اتباعہ وارنی الباطل باطلا وارزقنی اجتنابہ

بدانکہ در مسئلہ تکرار جماعۃ بدون اذان واقامۃ در مسجد محلہ علماء اختلاف دارند وروایات مختلفہ در کتب فقہ دریں باب یافتہ می شود وبعد تامل صادق چناں معلوم میشود کہ در اصل کراہۃ کسے را خلاف نیست و آنچہ اختلاف است در تحریم وتنزیہ است۔ چنانچہ در ضمن ایں تحریر واضح گردد وایں ہم از کتب ظاہر است کہ در زمان سلف تکرار جماعۃ نبود۔ پس اگر اتفاقاً کسے از جماعۃ میماند در حق آنکس آنانکہ بمآل ومفسدۂ تکرار نظر فرمودند فتویٰ بکراہۃ تحریم تکرار دادند وکسیکہ بر انجام نظر نفرمود واتفاق شذوذ حال را مد نظر داشت لا باس گفت اگرچہ بتحریم فتویٰ نداد مگر تنزیہ تاہم مسلم داشت اما ایں طمطراق تکرار کہ در زمان ماست کہ بسا اوقات جماعۃ ثانیہ اکثر از جماعۃ اولیٰ می باشد کما لا یخفی پس ہرگز ایں فتنہ در آں وقت نبود لاریب اگر ایں فساد را آں مقتدایان مشاہدہ میکردند ایشان ہم حکم تحریم ایں تکرار میفرمودند گو در آن زمان خود تحریم نمے فرمودند وبسا افعال واوضاع است کہ باختلاف حال وزمان مختلف میگردد واز جواز بکراہۃ مبدل میشود نہ بینی کہ در زمان خیریت نشان جناب صدر الانبیاء صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ وسلامہ زنانرا حکم جواز حضور جمعہ وجماعات بود زان بعد صحابہ ودیگر علماء در زمان خود بسبب فساد زمان منع فرمودند۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمود کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حال نساء زمان مشاہدہ فرمودندی بے شک ایشان را از خروج منع می فرمودند واز ایں قسم بسیار وقائع از کتب اگر تتبع کردہ شود معلوم شوند کہ در اوائل حکمی داشتند ودر آخر زمان بسبب فساد وفتنہ حکمی دیگر گرفت وایں نہ از قسم نسخ وتبدیل است چراکہ بعد صاحب شرع علیہ الوف التحیات والتسلیمات نسخ غیر ممکن است بلکہ از قسم رفع حکم بانتفاء شرائط واسباب است چنانکہ در کتب اصول فقہ مبسوط است۔ الحاصل در کتب فقہ در باب تکرار موصوف روایات کراہۃ تحریم ہم موجود است وروایات کراہۃ تنزیہ نیز مسطور وبعض تنزیہ را صحیح گفتہ وبعض تحریم را معتمد داشتہ۔ پس دریں زمان اگر عالمی فتویٰ بکراہۃ تحریم تکرار دہد بعید نیست ومفسدہ تفریق جماعۃ وکسل اہل زمان تقاضاء آن میکند ورنہ در کراہۃ تنزیہ تردد ی نیست۔ اگر احتیاطاً تنزیل کردہ بہ تنزیہ فتویٰ دہند ہیچ گونہ محل جرح نیست۔ پس باید شنید کہ ظاہر روایۃ ائمہ حنفیہ کراہۃ تکرار است مطلقاً خواہ باذان واقامت بود خواہ بغیر آن وصاحب ظہیریہ ہم کراہۃ را گرفتہ ودر بدائع ہم بر کراہۃ اعتماد کردہ وبدلیل عقلی ونقلی اثبات کراہۃ کرد۔ چنانچہ در رد محتار ایں روایات منقول است۔

قال محمد عن عبد الرحمٰن ابن ابی بکر عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خرج من بیتہ یصلح بین الانصار فرجع وقد صلّی فی المسجد بجماعۃ فدخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی منزل بعض اہلہ فجمع اہلہ فصلّی بہم جماعۃً ولولم یکرہ تکرار الجماعۃ فی المسجد یُصلّی فیہ وروی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانوا اذا فاتتہم الجماعۃ فی المسجد صلوا فرادیٰ ولان التکرار یودّی الی تقلیل الجماعۃ لان الناس اذا علموا انہم تفوتہم الجماعۃ یتعجلون فتکثر والا تاخروا

بدایع وحینئذٍ فلو دخل جماعۃ المسجد بعد ما صلی اہلہ فیہ فانہم یصلون وحداناً وھو ظاہر الروایۃ ظہیریہ۔ انتہیٰ

پس ازیں روایات صاف معلوم شد کہ ظاہر روایۃ علماء ثلثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کراہتہ تکرار است و کراہتہ چوں مطلق بود تحریم مراد باشد۔

قال فی ردّ المحتار۔ اعلم ان المکروہ اذا اطلق فی کلامہم فالمراد منہ التحریم الا ان ینص علی التنزیہ فقد قال المص فی المصفّٰی لفظ الکراہۃ عند الاطلاق ھو التحریم قال ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ قلت لابی حنیفۃ اذا قلت فی شیئ اکرھہ فما رأیک فیہ قال التحریم۔ انتہیٰ

وچوں نظر بر دلیل کردہ شود ہم کراہتہ تحریم مقتضائے اوست چراکہ تقلیل و تفریق جماعۃ مکروہ تحریمی است و انچہ موڈّی بوئے است در حکم او باشد۔

لان للوسائل حکم المقاصد قال فی الھدایۃ لان الاصل ان سبب الحرام حرام انتہیٰ۔ قال الطحاوی صلوۃ الظہر یستلزم تفویت الجمعۃ وتفویتُہا حرام فما ادی الی الحرام حرام۔ انتہیٰ

البتہ کراہت کلی مشکک است کہ شدت وخفت او قدر مفسدہ می باشد۔ پس انچہ در تکرار مع الاذان است درغیرآں نبود فی ردالمحتار ولکن یتفاوت التنزیہ فی الشدت والقرب من التحریمہ بحسب تاکد السنتہ فان مراتب الاستحباب متفاوتتہ کمراتب السنتہ والواجب والفرض فکذا اضدادہا کما افادہ فی شرح المنیتہ۔ انتہیٰ

لہٰذا بعض افراد تکرار قریب تنزیہ می شود چنانکہ تکرار بترک اذان واقامتہ وعدول محراب خفیہ در زاویہ مسجد وہمین کراہتہ مراد ازجواز است کسیکہ جاز اجماعاً گفت چنانچہ تحقیقش بیاید و باوجود ظاہر روایت برغیرآں فتویٰ نمی شاید۔

قال فی درالمختار۔ ان ما اتفق علیہ اصحابنا فی الروایات الظاہرۃ یفتی بہ قطعاً انتہیٰ

وظاہر روایت آن مسائل باشند کہ از امام ابوحنیفہ و ابو یوسف و محمد رحمہم اللہ تعالےٰ بنقل مشہور و معتبر مروی باشد۔

قال فی ردالمختار۔ وکذا لا تخییر لوکان احدھما ظاہر الروایۃ وبہ صرح فی کتاب الرضاع من البحر حیث قال الفتوی اذا اختلفت کان الترجیح لظاہر الروایۃ وفیہ من باب المصرف اذا

اختلف التصحیح وجب الفحص عن ظاہر الروایۃ والرجوع الیہا انتہیٰ

ونیز ترک فرمودن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکرار جماعۃ را در مسجد نبوی باآنکہ خود فرمود صلوۃ فی مسجدی ہذا خیر من الف صلوۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام اھ. دلیل کراہۃ است چہ اختیار مفضول باوجود افضل از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم بلاوجہ نباشد دوجہش بظاہر والغیب عند اللہ تعالیٰ اہتمام شان جماعۃ است۔ تفصیلش اینکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم در امر جماعۃ چہا اہتمامات وتاکیدات فرمود وبرائے یک امر جماعۃ چہ قدر ترغیبات وترہیبات ارشاد کرد کہ قبل از اذان در مسجد حاضر آید ثوابش اینست وقبل دخول وقت اجرش وچنیں وخلف امام ومیامن صفوف وصف اول چناں وباز درشان متخلفین گاہے لفظ نفاق وگاہ وعید احراق بیوت ارشاد گشت وامثال اینہا۔ چنانچہ از کتب احادیث توان برآورد ومقصود اصلی ہمہ ایں وعدہ وعید ہون اجتماع مسلمین ومسارعۃ بسوی جماعۃ اولیٰ وعدم تخلف۔ ازاں بود ورنہ از شان رحمۃ للعالمین می زیبد کہ متخلفین را بوعید احراق نسوختندی بلکہ عذر شان قبول کردہ اشارۃ تکرار جماعۃ فرمودندے مگر چوں مراد تاکد وجوب حضور جماعۃ اولیٰ بود قطعاً رگ تکرار تراشیدند واشارۃ بکراہۃ تکرار تنصیص فرمودند ونظر غائر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم در باب انجام ومآل آں قدر بود کہ جز شان نبوت ممکن التصور نیست لہٰذا احتمالات فساد را ہم انسداد می فرمودند پس دریں صورت اگر خود بذات خود تکرار جماعۃ فرمودندی ہمانا تشریع تکرار کردندی وباعث تفریق جماعۃ خویشتن گردیدندی وعکس مراد اہتمام اجتماع مثمر تفریق شدندی چراکہ فعل خود را آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ تشریع دستن میدانستند نہ بینی کہ بعد دخول مکہ محزون شدند کہ امۃ خود را در حرج انداختم واز دلو کشی چاہ زمزم بسبب ہجوم مردم بریں فعل ابا فرمودند وعلیٰ ہذا القیاس۔ بسیارے ازیں قسم از کتب حدیث باید دید وہمچناں اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ترک تکرار جماعۃ را عادت می داشتند۔ پس چوں خود صاحب شرع تکرار جماعت را ترک فرمود واصحاب کرام را ہم ہموں تعامل بود باوصف حرص حضرات ایشاں بر مثوبات وجماعات وظاہر روایۃ علماء حنفیہ ہم ہمین باشد بعد ازاں کدام حجۃ قوی تر ازیں خواہد بود وچوں درایت با روایت موافق شود احق بالقبول میگردد۔

وقال شارح المنیۃ ناقلا عن ابن الہمام ولا ینبغی ان یعدل عن الدرایۃ اذا وافقتہا روایۃ انتہیٰ۔

دریں صورت اگرچہ در تکرار جماعۃ ثوابی ہم باشد تاہم ترک اواہم ومقدم خواہد بود چراکہ فرمود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترک ذرۃ مما نہی اللہ عنہ افضل من عبادۃ الثقلین کذا فی الاشباہ۔ واز ایں جا است کہ بر جلب نفع در مفسدہ را مقدم دارند۔

قال فی الاشباہ اذا تعارضت مفسدۃ ومصلحۃ قُدِّمَ دفع المفسدۃ غالباً لان اعتناء الشرع بالمنہیات اشد من اعتناءہ بالمامورات انتہی۔ قال فی فتح القدیر ترک المکروہ مقدم علی

فعل السنة - انتہی

وانچہ حدیث ترمذی باعث اشتباہ جواز تکرار می شود و آن اینکہ جاء رجل وقد صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ایکم یتجر علی ہذا فقام رجل وصلی معہ رواہ الترمذی وبہمین معنی ابوداؤد ہم در سنن خود روایت کرد۔ پس فی الحقیقت بایں حدیث استدلال بر جواز درست نمی آید چہ ازیں حدیث جواز صلوٰۃ متنفل خلف مفترض ثابت شد و ایں تکرار جماعۃ نیست بلکہ متنازع فیہ تکرار جماعۃ مفترض خلف مفترض است وانچہ ظاہر روایت حکم بکراہۃ او کردہ از فعل فخر عالم ترک او مستدل شد و تعامل صحابہ بر ترک آن شاہد است ہمیں اقتداء مفترض خلف مفترض است نہ مطلق تکرار ورنہ صلوٰۃ تراویح بجماعۃ بعد جماعۃ عشاء را ہم یحتمل کہ متمسک جواز تکرار گردانند و اقتداء متنفل خلف مفترض بالاتفاق جائز است۔

قال فی البحر اما اذا ادی الامام الفرض والقوم النفل فلا کراہۃ لقولہ علیہ السلام للرجلین اذا صلیتما فی رحالکما ثم اتیتما صلوٰۃ قوم فصلیا معہم واجعلا صلوتکما معہم سبحۃ - انتہی

قال الطحطاوی وقولہ متنفل بمفترض اشارۃ الی انہ لا یکرہ جماعۃ النفل اذا ادی الامام الفرض والمقتدی النفل انتہی۔

واگر تکرار متنازع فیہ را قیاس بریں قضیہ میکنند پس باید دانست کہ ایں حدیث قضیہ شخصیہ واقع شدہ اصل در محاورات کلامیہ ونصوص مدلول مطابقی می باشد۔ پس انچہ ازیں حدیث مستفاد شد تصدق وتجارت کسی است براں رجل مرحوم خاسر ومتخلف وبس وبر ہر متخلف وانچہ از شخصیات حکم کلی گیرند بقیاس می باشد وقیاس آنجا صحیح بود کہ نص مانع از تعدیہ حکم در آنجا نبود واینجا کہ نصوص احراق بیوت متخلفین ونفاق آنان وعلۃ تفریق وتقلیل جماعۃ وکسل مسلمین مانع از قیاس موجود اند قیاس نتوان کرد مگر در مثل ہمیں مرحوم متخلف چرا کہ حکم خلاف قیاس مقصور بر مورد خود میماند پس ہمہ قیود ایں نص مرعی ومعتبر خواہند بود یعنی اگر متخلفی از کاہلی نماندہ باشد ودر گوشۂ مسجد مطلقہ طلب احدی تنہا نماز شروع کردہ باشد وکسے متنفل۔ پس او شود البتہ ایں تکرار جائز بلا کراہۃ مطلقۃ خواہد بود و الافلا فلیتدبر وانچہ بخاری در سنن خود در ترجمۃ الباب تعلیقاً روایت کردہ۔

جاء انس بن مالک رضی اللہ عنہ الی مسجد قد صُلّی فیہ فاذن واقام وصلی جماعۃ - انتہی

جائے تردد نیست چہ ایں فعل انس رضی اللہ عنہ محمول بر مسجد طریق یا مثل آں خواہد بود وچونکہ تکرار باذان واقامۃ بالاتفاق مکروہ تحریمی است در مسجد محلہ مجوزین را ایں اثر نافع نیست ودریں صورت ایں فعل انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ معارض قول ایشاں کہ سابقاً گذشت نخواہد شد فلیتامل۔ الحاصل چوں روایت غیر مشہورہ بتوافق آثار واخبار مرجح گردد ظاہر روایۃ بسبب توافق آنہا بطریق اولیٰ راجح خواہد بود وہم ابن نجیم صاحب بحر در بحر الرائق از سراج وہاج روایت کردہ۔

وان دخل مسجد الیصلی فیہ فانہ لا یؤذن ولا یقیم وان اذن فی مسجد جماعۃ وصلوا یکرہ لغیرہم ( )

ان یوذنوا ولیعید وا الجماعة ولکن یصلون واحدانًا۔ انتہیٰ

ونقل این روایت درمحل استدلال وعدم تعاقب بران دلیل کراہتہ جماعت واختیار وحدت است از صاحب زودرکنز العباد گفتہ فی فوائد الجامع الصغیر۔

اذا دخل الرجل مسجدا قد صلی فیہ بجماعة وھو مسجد قوم معروف فانہ یصلی فیہ وحدہ بغیر اذانٍ و اقامةٍ وان صلی ــــــ واحدہ باذان واقامة یکرہ انتہی۔

دہم در درمختار گفت۔

بقی ما اذا تعددت الجماعات فی المسجد و سبقت جماعة الشافعیہ مع حضورہ نقل الطحطاوی عن رسالہ لابن نجیم ان الافضل الاقتداء بالشافعیة بل یکرہ التاخیر لان تکرار الجماعة فی مسجد واحد مکروہ عندنا علی المعتمد الا اذا کانت الجماعة الاولی غیر اھل ذلک المسجد او ادیت علی وجہ مکروہ۔ انتہیٰ

وطحطاوی این روایت در باب امامة نقل می کند ومعلوم است کہ ہر جا کہ تعدد جماعات مذاہب است بتغیر ہیئتہ اولی باختلاف مکان وبلا اذان است وکراہتہ را عندالاطلاق شنیدۂ کہ تحریم است دریں جا بیان روایت رح منیہ ضرور است۔

قال اما لوکان لہ امامٌ ومؤذن فیکرہ تکرار الجماعة باذان واقامة عندنا وعن ابی حنیفة رح لو کان الجماعة الثانیة اکثر من ثلثة یکرہ التکرار والا فلا وعن ابی یوسف رح اذا لم یکن علی ھیئة الاولی لا یکرہ والا فیکرہ وھو الصحیح وبالعدول عن المحراب یختلف الھیئة کذا فی البزازیة رد محتار بعد این روایت افزود و فی التاتارخانیة عن الولوالجی وبہ ناخذ۔ انتہیٰ

پس اولا باید دانست کہ ہیئتہ جماعت اولی بسہ چیز است یکےؐ اذان، دوّم اقامة سوّم محراب کہ مقام امام است امامدخل اذان واقامة در ہیئتہ جماعت پس در ہدایہ گوید ولوصلّی منفردا فی بیتہ اَذَّنَ واَقَامَ لیکون الاداء علی ھیئة الجماعة انتہیٰ ولیکن محراب پس آں از شرح منیہ معلوم می شود۔ قال وبالعدول عن المحراب یختلف الھیئة کذا فی البزازیہ انتہیٰ۔

وایں ہر سہ امر در جماعة اولی موجود ند پس برفع یکے ازیں ہا عدم ہیئتہ اولی خواہد گشت اگرچہ نفس ہیئتہ جماعة باقی ماند چنانچہ لفظ یختلف بہمیں اشارہ میکند وچونکہ اذان واقامت را در ہیئتہ مدخل ظاہر است شارح منیہ را حاجت اثبات اختلاف ہیئتہ بترک آن ہا نیفتاد مگر محراب از انکہ بظاہر دخل در ہیئتہ جماعة نداشت چرا کہ مسجد حبلہ یک موضع باشد محل دون محل خصوصیت ندارد ومعہذا خصوصیت محراب وقت کثرت جماعة است تا مقام امام وسط صف بود وسنّتہ او بہمین وجہ است ورنہ در ترک او حرج نیست بخلاف اذان واقامت لہذا شارح منیہ از بزازیہ سند آورد از ایں جا احتمال می شود کہ بسبب خفاء ایں امر کہ اختلاف مکان را دخل در تغیر ہیئتہ است یا نے شاید کسی منکر ایں امر شدہ باشد

لہٰذا ردمحتار از تاتارخانیہ، آوردہ بہ ناخدائے باختلاف الہیئۃ بالعدول عن المحراب ذقرینہ اوست کہ ردمحتار در باب اذان گفت نعم قد علمت ان الصحیح انہ لایکرہ تکرار الجماعۃ اذا لم یکن علی الہیئۃ الاولی بالفظ صحیح لفظ ماخوذ نگفت حالانکہ بہ ناخذ از ہو الصحیح اکد است وو درچنیں محل سند بقوی اقدم است مگر آنکہ صریح معلوم شود کہ ضمیر بہ ناخذ سوئے اختلاف ہیئۃ نیست بلکہ بسوئے عدم کراہۃ است آنگاہ سبیل او سبیل ہو الصحیح خواہد بود۔ چنانچہ بیاید۔ الغرض چوں مدخل ہر سہ امر در ہیئۃ جماعۃ اولی دریافت اگر ہر سہ امر مرتفع شوند قطعاً ہیئۃ اولی نیست اگر دو امر مرتفع شوند ہر کدام دو باشند یا اذان واقامۃ یا اذان ومحراب یا اقامت ومحراب تاہم ہیئۃ مرتفع خواہد شد لان للاکثر حکم الکل واگر یک امر مرتفع شود ہر کدام یک باشد۔ نیز ارتفاع ہیئۃ اولی خواہد شد چراکہ ارتفاع مجموع برفع یک جز ہم میگردد و بہمین ناظر است ظاہر عبارت بزازیہ منقولہ شرح منیہ کہ فقط باختلاف محراب حکم باختلاف ہیئۃ اولی کردو بہمین است کہ در حرمین شریفین بر ترک اذان ومکان اکتفاء کردند و ترک اقامت را ضرورت ندانستند وہم باید دانست کہ عدول از محراب از دو امر سابق خود کہ ترکِ اذان واقامۃ است ادنی حال دارد چراکہ سنیۃ قیام امام در محراب لغیر است کہ توسط امام است۔

قال فی ردالمحتار السنۃ ان یقوم الامام فی المحراب والظاہر ان ذلک عند کثرۃ الجماعۃ لئلا یلزم قیامہ فی غیر الوسط ولو لم یلزم ذلک لایکرہ۔ انتہی

پس معلوم شد کہ ترک محراب مکروہ تنزیہی است وقت کثرت جماعۃ ورنہ جائز وچوں بترک ادنی اختلاف ہیئۃ می شود چنانکہ بزازیہ گوید بترک اعلیٰ بطریق اولی خواہد شد چراکہ آن دو باقی از خواص جماعۃ اند خصوصاً اقامۃ درین وقت اگر تکرار جماعۃ باذان واقامۃ وقیام امام در محراب کنند کراہۃ اشد خواہد بود وبدون اذان فقط کم از ان وبدون اذان واقامۃ فقط در محراب کم از ان وبدون ہر سہ کمتر از ان چراکہ در ظاہر روایت در اطلاق کراہۃ ہیچ شق را مستثنیٰ نکرد وبہرحال افراد را اختیار کرد گو فیما بین خود در کراہۃ متفاوت باشند وصاحب بحر ورسالہ خود باوصف تبدل ہیئۃ اولی کہ از عادت مکررین جماعۃ وتعارف شان معلوم است کہ بلا تکرار اذان میکنند حکم کراہۃ تکرار جماعۃ کردو ہمون را معتمد داشت ودر بحرالرائق ہم از سراج تصریح بوحدۃ میکنند۔

پس واضح شد کہ تبدل ہیئات ثانی رافع کراہۃ مطلقہ نیست البتہ تغلیظ تحریم رفع می گردد و بالاگذشت کہ افراد کراہۃ تحریمیہ در تغلیظ وتخفیف متفاوت می باشد۔ پس انچہ یکسان قرار دادہ اند کہ جماعۃ مکررہ اگر باقامۃ باشد مکروہ واگر بارتفاع ہر سہ امر بود جائز بلا کراہۃ مطلقہ در محل خود نیست چراکہ چوں اختلاف ہیئۃ در ہر دو موجود است فرق مکابرۂ محض خواہد بود وعلی ہذا القیاس در دیگر شقوق بلکہ کراہۃ در ہمہ موجود است اگرچہ کراہۃ یکے افحش از دیگر باشد وبعد ایں تمہیدات معنی روایت شرح منیہ مذکورہ باید دریافت کہ چوں اول شارح منیہ گفت یکرہ تکرار الجماعۃ عندنا۔ پس صاف اقرار بلفظ عندنا از علماء ثلثہ حنفیہ نمودہ کراہۃ تحریمیہ ثابت کرد چراکہ تحریم تکرار باذان واقامۃ متفق علیہا است وعند الاطلاق ہموں تحریم مراد باشد چوں از ظاہر روایت کراہۃ تکرار در ہمہ

شقوق از ظهیریہ معلوم شد۔ لہٰذا مفہوم مخالفت اذان و اقامت مضر نیست چراکہ آنچہ شارح مُنیہ روایت کرد ہمون ظاہر روایت علماء ثلثہ است کمالایخفی و بتقیید شارح مُنیہ ظاہر روایۃ مقید نخواہد شد زیراکہ اولاً مفہوم اکثری است نہ کلی و معہذا مفہوم در صورت مخالفتہ منطوق روایت دیگر ہرگز معتبر نیست و صاحب ظہیریہ بتصریح اختیار وحدت از ظاہر روایۃ آوردہ غایۃ آنکہ شارح مُنیہ از بعض شقوق سکوت کرد۔ پس شارح مُنیہ بعد اثبات کراہۃ تحریم تکرار روایتی دیگر از ابویوسفؒ نقل کرد کہ رفع کراہۃ تحریم از و مستفاد شد در صورت اختلاف ہیئۃ اولیٰ فقولہ لایکرہ ای تحریمًا۔

حاصل این شد کہ از ابویوسفؒ در روایتی منقول است کہ بسبب اختلاف ہیئۃ کراہۃ تحریمیہ نمی ماند نہ آنکہ کراہۃ مطلقًا مرتفع شود اگرچہ در بعض صور اختلاف کراہۃ اخف باشد از بعض دیگر چنانکہ بترک ہر سہ امور و بیانش بالا گذشت ورنہ لازم آید کہ اگر اختلاف ہیئۃ اولیٰ فقط بترک محراب گردد و اذان و اقامت بحال خود ماند تاہم کراہۃ نبود چراکہ ہیئۃ اولیٰ نیست بسبب عدول محراب۔ چنانچہ از بزازیہ معلوم شد و این ظاہر البطلان است۔ پس شارح مُنیہ گفت کہ صحیح ہمیں است کہ تغلیظ کراہۃ در اختلاف ہیئۃ مخفف می شود چنانکہ ظاہر روایت است کہ علی الاطلاق کراہۃ تحریم تکرار از و مستفاد و متبادر است۔

لان المکروہ اذا اطلق فی کلامہم فالمراد منہ التحریم الا ان ینص علی التنزیہ۔ انتہیٰ من رد المحتار۔

پس تامل درکار است کہ ظاہر روایت و این روایت ابویوسفؒ را در اصل کراہۃ اختلاف نیست و مؤیدا ینست کہ صاحب بحر ہمیں روایت ابویوسف را بلفظ لاباس نقل کردہ۔

قال فی البحر و فی المجتبیٰ یکرہ تکرارہا فی مسجد باذان و اقامۃ و عن ابی یوسفؒ انما یکرہ تکرارہا بقوم کثیر اما اذا صلی واحد بواحد او اثنین فلا باس به مطلقا اذا صلی فی غیر مقام الامام و عن محمدؒ انما یکرہ تکرارہا علی سبیل التداعی اما اذا کان خفیۃً فی زاویۃ المسجد فلا باس به انتہیٰ۔

چراکہ لفظ لاباس کراہۃ تنزیہ را تقاضا می کند۔ قال فی رد المحتار عن النہایۃ لفظ لاباس دلیل علی ان المستحب غیرہ لان الباس الشدۃ انتہیٰ۔

و ترک مستحب و اولیٰ جائیکہ دلیل کراہۃ موجود باشد مکروہ تنزیہی میشود و ما نحن فیہ از ہمین قسم است کما لایخفی و اگر قید مفہوم اذان و اقامت در روایۃ شرح مُنیہ معتبر باشد چنانچہ بعضے گویند معنی این روایت این شد کہ تکرار باذان و اقامۃ مکروہ و بدون آنہا غیر مکروہ و دانستے کہ بترک اذان و اقامۃ تغیر ہیئۃ اولی می گردد لہٰذا معنی او بعینہ این گشت کہ بلا تغییر ہیئۃ مکروہ و بے تغییر ہیئۃ غیر مکروہ۔

پس میگوئیم کہ نقل این روایت ابی یوسفؒ لغو محض شد و اصلا فیما بین ظاہر روایت مذیلہ بلفظ عندنا و این روایت معبرہ بعن ابی یوسفؒ مقابلہ نماند و ابویوسفؒ درین روایت خود ہرگز خلاف ظاہر روایت خود نمی گفت پس نقلش بچہ معنی و مراد ضرورت افتاد و اگر از قولہ

ان لم یکن علی ہیئۃ الاولیٰ عدم ہر سہ امور مراد دارند در روایت بزازیہ با قول او بالعدول عن

المحراب قید مع ترک الاذان والاقامۃ افزایند اگرچہ ظاہر عبارت بزازیہ ازاں اباء دارد مگر تاہم لفظ لاباس بحر کراہۃ تنزیہ را مقرر میسازد حاصل آنکہ دریں روایت ابی یوسفؒ مراد عدم کراہۃ تحریم است نہ عدم کراہۃ تنزیہ فافہم و نیز تحت قولہ علیہ السلام لایصلی بعد صلوٰۃ مثلہا عینی در شرح کنز وصاحب مستخلص در شرح آں وصاحب کفایہ وعنایہ در حاشیہ ہدایہ روایت می کنند ومن مشایخنا من قال المراد بہ الزجر عن تکرار الجماعات فی المساجد وہو حسن ۔ انتہی

و در فتح القدیر گفت او محمولٌ علی تکرار الجماعۃ علی الھیئۃ الاولی انتہی ۔

و در رد المحتار تحت ہمیں خبر گفت قال فخر الاسلام لو حمل علی تکرار الجماعۃ فی مسجد لہ اھل لکان صحیحًا انہر وما ذکرہ عن فخر الاسلام نقلہ فی البحر ایضًا عن شرح الجامع الصغیر لقاضی خان ثم قال فی البحر فالحاصل ان تکرار الصلوٰۃ ان کان مع الجماعۃ فی المسجد علی الھیئۃ الاولی فمکروہ ۔ انتہی ۔ وازیں روایات ہم کراہۃ تحریم تکرار جماعۃ مستفاد شد چراکہ لفظ لایصلی کہ نفی بمعنے نہی ست زجر وتحریم را می خواہد ۔

پس اکثر علماء آں را بر اطلاق داشتہ اند مثل تعمیم ظاہر روایۃ ومماثلہ در نفس جماعۃ گرفتہ اند چراکہ مماثلہ در ہمہ اوصاف محال است مگر صاحب فتح وبحر قید ہیئتہ اولیٰ افزودہ اند وبیانش در تقریر روایت شرح منیہ گذشت کہ مراد عدم کراہۃ تحریم است اگر مفہوم قید گیرند ورنہ کلام صاحب بحر دریں روایت بحر وروایت رسالہ خود کہ طحطاوی ازاں نقل می کند وروایت سراج منقولہ مسلمہ خود در بحر متناقض خواہد بود وہو مستبعد کما لا یخفی وہم نکیر علماء بر تکرار جماعۃ حرمین شریفین باوجود تبدل ہیئتہ حجۃ کراہۃ است چراکہ گو تکرار شان بسبب تبدل ہیئتہ حسب ایں روایات مقیدہ از درجۂ تحریم برآمد مگر تاہم کراہۃ مخففہ را معمول بہا کردن لائق نیست چراکہ تفریق جماعت وکسل در آں ہم موجود است و در رد محتار بعد نقل نمودن آثار کہ از بدائع بالا نقل شد منقول است ۔

ولان فی الاطلاق ھکذا تقلیل الجماعۃ معنی فانھم لا یجتمعون اذا علموا انھم لا تفوتھم الجماعۃ و اما مسجد الشارع فالناس فیہ سواء لا اختصاص لہ بفریق دون فریق و مثلہ فی البدائع وغیرھا مقتضی ھذا الاستدلال کراھۃ التکرار فی مسجد المحلۃ ولو بدون اذان ویؤیدہ ما فی الظھیریۃ من ظاھر الروایۃ وھذا مخالف لحکایۃ الاجماع المارۃ وعن ھذا ذکر العلامۃ السندی تلمیذ المحقق ابن الھمام فی رسالۃ ان ما یفعلہ اھل الحرمین من الصلوٰت بائمۃ متعددۃ وجماعات مترتبۃ مکروہ اتفاقًا ونقل عن بعض مشایخنا انکارہ ذلک صریحًا حین حضروا الموسم منھم الشریف الغزنوی وذکر انہ افتی بعض المالکیۃ بہ بعدم جواز ذلک علی مذھب العلماء الاربعۃ ونقل انکار ذلک عن جماعۃ من الحنفیۃ

والشافعیة والمالکیة وافره الرملی فی حاشیة البحر۔ انتہیٰ

وبالجملہ ازیں روایات واضح شد کہ باوصف اختلاف ہیئتہ اولیٰ کراہت باقی میماند گو نزد بعض تنزیہ باشد وہم در کنز العباد میگوید وفی الکافی لا یجوز تکرار الجماعة عندنا وفی الجامع الصغیر رجل دخل مسجد قد صلی اہلہ فیہ فانہ یصلی بغیر اذان واقامة لان فی تکرار الجماعة تقلیلہا بان کلو احد لا یخاف فوت الجماعة فیکون مکثرا دہا۔ انتہیٰ

دریں جا بعض کسان را روایت طحطاوی در تشویش می اندازد وآں قول اوست فلا کراہة مطلقاً لہٰذا بیانش ضرورت افتاد۔

قال الطحطاوی فی باب الاذان عند قولہ بل یکرہ فعلہما ظاہرہ کالبحر انہا تحریمة۔ انتہیٰ
ثم قال فی باب الامامة تحت قولہ فی مسجد محلة ای جماعة والذی فی المجتبیٰ اطلاق ہو الاوجہ لمایلزم من الاذان التخلیط والتلبیس فربما یظن الخطاء فی الاذان الاول اما اذا کررت بغیر اذان فلا کراہة مطلقاً وعلیہ المسلمون۔ انتہیٰ

پس اولاً بشنوید کہ ظاہر عبارت طحطاوی آنست کہ فارق در کراہت تکرار وعدم آں وجود اذان است وعدم آن وبس ولہٰذا اقامت وعدول محراب را ذکر نکردہ وانچہ او دلیل کراہت آورد۔ البتہ در اذان است وعدم آن وبس ولہٰذا اقامت وعدول محراب را ذکر نکردہ وانچہ او دلیل کراہت آورد البتہ در اذان است وبس واز بیان دلیل واحد عدم ادلہ دیگر لازم نیست کما لا یخفی واقتضاء ایں دلیل تحریم است ومعہذا افشاء معصیت واظہار تقصیر وکسل خود از شمول جماعة اولیٰ درصورت اذان بدرجۂ کمال است لہٰذا طحطاوی گفت کہ صاحب درمختار قید محلہ می افزاید واز مجتبیٰ کہ عبارتش از بحر سابقاً نقل شدہ۔ اندریں رسالہ اطلاق مساجد مفہوم می شود وہمیں اوجہ معلوم می شود۔ پس درصورت تکرار جماعة باذان چنانچہ تحریم کراہت در مسجد محلہ است در دیگر مساجد ہم شاید واما اذا کررت بلا اذان فلا کراہت اے تحریماً مطلقاً اے فی جمیع المساجد از انجا کہ لفظ مطلقاً در جنب فلا کراہت افتاد تو ہم شد کہ مراد عدم کراہت مطلقہ است یعنی نہ تحریم ونہ تنزیہ وچنیں نیست بلکہ مطلقاً ہمون اطلاق ست کہ در صدر روایت گوید۔

والذی فی المجتبیٰ الاطلاق ثم قال وعلیہ المسلمون ای من بعد القرون الثلثة والسلف وکراہتہ تنزیہہ انہ قولہ وعلیہ المسلمون۔

ہم توان فہمید چرا کہ ہمہ مسلمین از خاص تا عام اتفاق دارند کہ جماعة ثانی اولیٰ نیست وعدم اولویت ہمان کراہت تنزیہ باشد جائیکہ دلیل کراہت موجود بود غایتہ آنکہ کراہت جنس مشکک است ودر تحت او دو نوع مندرج یکے کراہت تنزیہ کہ جنس او کراہت وفصل او سنیة الترک وبعض افراد او قریب تحریم وبعضے کم از اں واساءة کہ افحش از کراہت تنزیہ است وایں ہم دریں کراہت مندرج است دوم کراہت تحریم وفصل او وجوب الترک وایں ہم حسب

قلت وکثرت مفاسد درجات دارد و تواند کہ سہ نوع قرار دادہ شوند و ثالث متوسط اساءۃ باشد دریں صورت فصل اساءۃ سیئۃ الترک وفصل تنزیہ استحباب الترک خواہد بود۔ پس طحطاوی انچہ نفی کراہت کہ وہموں نوع کراہت تحریم است کہ در باب اذان اعتراف آن کردہ نہ مطلق کراہت نزدیں صورت ہیچ خلافی نیست وچگونہ باشد کہ خود طحطاوی در باب امامۃ از ابن نجیم نقل میکند بل یکرہ التاخیر لان تکرار الجماعۃ فی مسجد واحد مکروہ عندنا علی المعتمد۔ چنانچہ گذشت وایں روایت را مسلمہ داشتہ سندی آورد و پیداست کہ جماعت حنفیہ بعد شوافع بلا اذانست و اگرچناں نباشد کہ مایان تقریر کردیم طحطاوی درکلام خود متعارض خواہد بود ولیس کذلک بلکہ ناظرین بسبب قلت تدبر در تعارض افتادہ اند و نیز در ردمحتار مے آرد۔

مازالہ الحلوانی مبنی علی ما کان فی زمن السلف من صلوۃ الجماعۃ مرۃ واحدۃ وعدم تکرارھا کما ھو فی زمنہ صلی اللہ علیہ وسلم وزمن الخلفاء بعدہ وقد علمت ان تکرارھا مکروہ فی ظاھر الروایۃ الا فی روایۃ عن الامام وروایۃ عن ابی یوسفؒ کما قدمناہ وسیاتی ایضا ان الراجح عند اھل المذھب وجوب الجماعۃ وانہ یاثم بتفویتھا اتفاقاً وحینئذٍ یجب السعی بالتقدم لا لاجل الاداء فی اول الوقت او فی المسجد بل لاجل اقامۃ الجماعۃ والالزم فوتھا اصلا او تکرارھا فی مسجد واحد ان وجد جماعۃ اُخریٰ وکل منھما مکروہ۔ انتھی

دریں روایت بنظر باتقدم پیداست کہ تکرار محکوم الکراہت بلا اذان ست دانہم متحقق شد کہ در زمان صحابہ کرام وسلف عظام تکرار جماعۃ نبود۔ چنانچہ خود در ردمحتار از شرح جامع صغیر نقل کردان تکرار الجماعۃ بدعۃ انتہی۔ وعلماء ثلثہ حنفیہ قائل کراہتہ اند جزیک روایت امام ویک روایت ابی یوسفؒ کہ مفاوشی کراہۃ تحریم نیست بلکہ تنزیہ و ہمچناں روایتی از امام محمد چنانچہ از بحر نقلش در سابق کردہ شد وچنیں روایات شاذہ قادح مذہب نیستند۔ لہٰذا قول طحطاوی وعلیہ المسلمون را بقید بعد القرون الثلثۃ والسلف مقید کردہ ایم وانچہ در ردمحتار از خزاین نقل کرد قولہ یکرہ تکرار الجماعۃ فی مسجد المحلۃ باذان واقامت الا اذا صلی بھما اولاً غیر اہلہ او اہلہ لکن بمخافتۃ الاذان ولو کرر اہلہ بدونھما او کان مسجد طریق جاز اجماعاً ونحوہ فی الدرر قال فی المنبع والتقیید بالمسجد المختص احتراز من الشارع وبالاذان الثانی احتراز عما اذا صلی فی مسجد المحلۃ جماعۃ بغیر اذان حیث یباح اجماعاً۔ انتہیٰ

ونیز عبارت شرح مجمع کہ در عالمگیریہ ہم منقول است حیث قال وقید باذان ثان لانھم ان صلوا بلا اذان حیث مباح اتفاقاً۔ انتہیٰ

پس جائے خدشہ نیست چرا کہ قولہ یکرہ تکرار الجماعۃ باذان واقامۃ ظاہر است کہ کراہۃ تحریم مراد است۔ چنانچہ بالائے ہمین قول ردمحتار گفت یکرہ ای تحریماً بقول الکافی لایجوز والمجمع لایباح وشرح الجامع الصغیر انہ بدعۃ انتہیٰ پس انچہ گفت بعد اذان ولو کرر بدونھما جاز اجماعاً۔ پس برفع وصف اذان واقامۃ نفی ہمون نوع تحریم کرد نہ نفی

نوع دیگر کہ تنزیہ است ولفظ جواز منافی کراہتہ نیست چراکہ بساست کہ از جواز کراہتہ دون تحریمہ مراد دارند قال فی ردالمحتار وقد یقال اطلق الجائز وارادبہ مالیعم المکروہ ففی الحلیۃ عن اصول ابن الحاجب انہ قد یطلق ویراد بہ مالایمتنع شرعًا وہو یشمل المباح والمکروہ والمندوب والواجب لکن الظاہر ان المراد بالمکروہ تنزیہا لان المکروہ تحریمًا ممتنع شرعًا منعًا لازمًا انتہی۔

غرض انچہ کم از کم کراہتہ تحریم است بر آں گاہ لفظ جائز اطلاق کنند پس از لفظ جاز اجماعًا در خزائن ہمیں کراہتہ دون التحریم مراد است وسابق اشارہ رفت کہ افراد کراہتہ متفاوت اند وبتغیر ہیئتہ تخفیف کراہتہ می شود فلامنافاۃ ورنہ لفظ اجماعًا را معنی صحیح نخواہد آمد کما ہو الظاہر ولہذا صاحب رد محتار بر ظاہر ایں عبارت تعاقب کردہ گفت وہذا مخالف لحکایت الاجماع المارۃ۔ چنانچہ بالانقل کردہ شد ومباح آنکہ فعل وترک او یکسانست ودر فعل وترک او ثواب وعقاب نبود وگاہ باشد کہ از مباح مکروہ تنزیہ مراد گیرند ودر ردمحتار در باب اوقات مکروہہ گفت الظاہر انہ اراد بالمباح مالایمتنع فلاینافی کراہتہ التنزیہ انتہی۔

پس انچہ در شرح مجمع وغیرہ گفت یباح اتفاقًا منافی کراہتہ تنزیہ نیست ورنہ لفظ اتفاقًا را ہیچ معنی نخواہد بود چراکہ اتفاق ائمہ بر کراہتہ دریافتہ وعلی ہذا القیاس در ہر روایتہ کہ ایں قسم الفاظ باشند باعث حیرت نیستند چنانکہ لفظ لاباس ولم یر باسًا چراکہ ایں الفاظ منافی کراہتہ تنزیہ یند۔ چنانچہ در ماسبق تحقیق رفت وانچہ در بعض کتب یجوز اجماعًا بلاکراہتہ گفتہ اند۔ پس معنی آں بلاکراہتہ تحریمہ است۔ چنانچہ حلبی وطحطاوی ودر ردمحتار در شرح قول درمختار گفتند یجوز بلاکراہتہ اے تحریمیتہ اذان صبی الخ وخود معلوم شد کہ لفظ جواز بر ما دون تحریم شایع است۔ لہذا از جاز بلاکراہتہ کراہتہ تنزیہ دون تحریم مراد است ومعہذا میگویم کہ معنی عبارۃ منبع اینکہ قولہ وبالاذان الثانی احتراز عما اذا صلی اے اولا فی مسجد المحلۃ جماعۃ بغیر اذان یعنی اول جماعۃ بغیر اذان کردہ باشد۔ حیث یباح التکرار باذان اجماعًا چراکہ ایں تکرار باذان ثانی نشد بلکہ ایں اذان خود اذان اول است ودر روایت شرح مجمع در قول آں اذا کان المسجد لہ امام معلوم وجماعۃ معلومۃ فصلوا فیہ باذان واقامۃ لایباح تکرار الجماعۃ باذان واقامۃ ظاہر است کہ ضمیر صلوا راجع بسوئے امام معلوم وجماعۃ معلومہ است۔

پس از اں کہ عبارت اوست وقید باذان ثانی لانہم لوصلوا بلا اذان یباح اتفاقًا ایں ضمیر ان صلوا نیز طرف ہمون امام وجماعۃ معلومہ ہست۔ پس معنی چنیں شد لانہم اے الجماعۃ المعلومۃ ان صلوا اے اولا بلا اذان یباح اتفاقًا چراکہ ایں اذان اذان اول است نہ ثانی وہمچناں معنی عبارت عالمگیریہ است وایں ترجمہ ایں عبارات اولی واظہر است از اں ترجمہ کہ مجوزین میکنند وانتشار ضمایر بلاضرورت برسر گیرند ودر تعارض روایات می افتند وایں مسئلہ ہمون مسئلہ است کہ در خزاین گفتہ ولو صلی اہلہ بمخافتۃ الاذان الخ تامل واما عبارۃ ردمحتار نعم قد علمت ان الصحیح انہ لایکرہ تکرار الجماعۃ اذا لم یکن علی ہیئتہ الاولی انتہی۔ پس مخالف کراہتہ تکرار نیست چراکہ

صاحب ردمحتار بایں عبارت اشارہ بروایت شرح مُنیہ منقولہ خود می کند و معنی شرح مُنیہ در یافت شد و معہذا مختار صاحب ردمحتار ہمونست کہ در ظاہر روایت است دلیل بریں مدعا آنکہ او بعد نقل عبارت خزائن و پیش کردن دلائل کراہتہ تکرار بطور نقض بر ظاہر عبارت خزائن می گوید و مقتضی ہذا الاستدلال کراہتہ التکرار و لو بدون اذان ویویدہ ما فی الظہیریۃ الخ و ایں عبارت خود ردمحتار است کما لایخفی و معلوم است کہ روایتی را کہ معلل بیان کنند رجحان او را است نزد قایل قال فی ردالمحتار و کذا لو عللوا احدہما دون الآخر کان التعلیل ترجیحا للمعلل انتہی ۔

پس معلوم شد کہ صاحب ردمحتار ہمیں روایت کراہتہ را اختیار کردہ و نیز از سنن ترمذی استظہار کراہتہ می گردد حیث قال و قال آخرون من اہل العلم یصلون فرادی و بہ یقول سفیان و ابن المبارک والشافعی یختارون الصلوۃ فرادی ۔ البتہ عبارت اوّل و ہو قول غیر واحد من اہل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہم من التابعین قالوا لاباس ان یصلی القوم بجماعۃ قد صلی فیہ و بہ یقول احمد و اسحاق انتہی ۔ بظاہر متعارض است ۔ بانچہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرد کہ کان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا فاتتہم الجماعۃ یصلون فرادیٰ انتہی ۔ مگر فی الواقع تعارض نیست چرا کہ ترمذی بلفظ لاباس روایت می کند و لاباس مخالف کراہتہ تنزیہ نیست ۔ پس تواند کہ کراہتہ تنزیہ نزد ایشاں ہم محقق باشد و قول یختارون الصلوۃ فرادیٰ اسے تاکداً و اختیار منافی تاکد نیست لہٰذا لفظ باس و اختیار در ترمذی متقابل مانند و تعامل امر دیگر است و لاباس بودن امر دیگر ۔ پس اگرچہ نزد بعض ایشاں تکرار مکروہ تحریمی نبود مگر تاہم تکرار را ترک میداشتند فان ترک ذرۃ مما نہی اللہ تعالےٰ خیر من عبادت الثقلین و حضرت ایشاں رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بالطبع مائل تجربہ بودند فلا منافات ہما نا کہ ترمذی گفت کہ احمد و اسحاق وغیر واحد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین تکرار را بدرجہ کراہتہ تنزیہ می داشتند خلاف دیگران کہ ایشاں تحریم می دانستند و در میزان شعرانی گوید ۔

ومن ذلک قول ابی حنیفۃ ومالک والشافعی من دخل مسجداً قد صلی فیہ الامام قد فرغ من الصلوۃ کرہ لہ ان یستانف فیہ جماعۃ اخریٰ الا ان یکون المسجد علی ممر الناس انتہی

و مشروعیۃ صلوۃ خوف خود دلیل است واضح بر کراہتہ تکرار نزد اہل علم و فہم بشرط تامل و انصاف ۔

الحاصل ایں جملہ روایت منقولہ ناظر کراہتہ تکرار جماعۃ اند در مسجد محلہ از بعضے ازانہا کراہتہ تحریمہ مستفاد می شود مطلقاً و از بعض کراہتہ تنزیہ در صورت تغیر ہیئۃ مگر در اصل کراہتہ متفق اند و انچہ خلاف است در تحریم و تنزیہ است ۔ پس بعد ازیں در اصل کراہتہ تردد لائق نیست البتہ کراہتہ امر مطلق است در صورتے شدید و در صورتے خفیف و انہم حسب مفاسد و مقتضائے وقت و حال مختلف می شود چنانچہ در مبدء رسالہ اشارہ براں شد و بعد ازایں باید دانست کہ چوں شے واحد باعتباری و جہتی محکوم حکمی شرعی گشت حکم دیگر ضد ایں حکم ہرگز بروئے محمول نمی توان شد مگر باعتبار دیگر مثلاً ادائے صلوۃ عصر وقت اصفرار بسبب خطاب و امر واجب است و بایں جہۃ محکوم بکراہتہ ہرگز نمی تواند شد چرا کہ مامور مکروہ ہرگز نبود کہ امر حُسن را می خواہد

نہ قبح را وآنچہ کراہت دادند دلیست بسبب مجاورات کہ مشابہت کفار است کما لا یخفی علی الماہرین وعلی ہذا القیاس ہر جا کہ بریک فعل دو اثر مختلف باشند تامل باید کرد کہ لاریب بدو وجہ و اعتبار خواہد بود و درین مسئلہ ما نحن فیہ ہرگاہ کراہت ثابت شد وحکم کراہت نیست مگر بر تکرار جماعت کہ نوعیست از جماعت مطلقا کہ جنس است نہ بر جماعت مطلقہ۔

پس برین تکرار بجز کراہت کہ لازمے حکم ضد کراہت حمل نتواند شد وجوب و سنیہ و استحباب و افضلیت کہ اضداد کراہت اند ہرگز بروئے ثابت نخواہند شد و آنچہ حکم وجوب جماعت است مختص بجماعت اولی است کہ نوعی دیگرست نہ حکم مطلق جماعت جنس وعلی ہذا ہر نوع جنس را حکم دیگری بود چنانچہ حقیقت و غرض متباین می باشند مثلاً جماعت نفل بلا تداعی را حکمیست و بتداعی را حکم دیگر البتہ حکم جماعت مطلقہ جنس کہ عود برکت یکے بر دیگرے ست۔ در جملہ انواع حاصلست چرا کہ نوع از جنس خالی نمی شود اگرچہ این نفع در جنب مفاسد تکرار حکم لاشی گیرد۔ پس حکم جماعت اولی مسجد محلہ کہ نوعیست وجوب است و تضعیف اجر و وعید ترک وحکم نوع دیگر کہ جماعت مکررہ است کراہت در فعل او و ثواب در ترک او اگرچہ در بعض افراد قلیل باشد و نفع جماعت مطلقہ درین جماعت مکررہ ہم موجود است مگر بسبب اختیار قبح کراہت اثرش ہویدا نیست بلکہ غلبہ جانب معصیت را میباشد لہٰذا می گویم کہ در جماعت مکررہ متوقع ثواب و اجر مضاعف بودن و او را از انفراد افضل دانستن خیلی مستبعد است مثلاً نیم پاؤ آب شیرین خالص اگر بایک تولہ قند ممزوج گردانند اگرچہ شربت لذیذ حسب مراد نمی شود مگر گونہ ذوق خوش توان بخشید و اگر یک تولہ ایلوا ہم دران ممتزج شود ہر چند شیرینی قند از و بدر نہ رفتہ لیکن ہیچ عاقل او را شیرین نخواہد گفت با آنکہ امتزاج قند دران یقینی میداند و آن شیرینی او را لاشی محض خواہد دانست و از آب خالص غیر ممتزج بشئے ہرگز افضل نخواہد گفت ہمچناں درین جا باید فہمید و خود ظاہر است کہ اجر مضاعفہ در سنت و مشروع می باشد نہ در مکروہ و منہی و در رد محتار تحت مسئلہ جماعت نفل بتداعی و جماعت وتر خارج رمضان بعد اثبات کراہت تنزیہ می گوید۔

وهل يحصل بهذا الاقتداء فضيلة الجماعة ظاهر ما قدمناه من ان الجماعة فى التطوع ليست بسنة عدمه انتهى وايضاً فيه فى باب ادراك الفريضة الظاهر المراد انه يحصل بذلك المضاعفة بسبع وعشرين كما لو كان صلى الفريضة مقتديا لان هذه جماعة مشروعة ايضا انتهى

پس ازین ہر دو روایت صاف معلوم شد کہ حصول اجر مضاعفہ موقوف بر سنیت و مشروعیت است۔ البتہ اگر اصل جماعت مشروع بود و از خارج عروض کراہت گردد بوجہ مشروعیت اجر خواہد یافت و باعتبار امر خارجی کراہت خواہد بود چنانکہ در صلوۃ خلف فاسق۔ کما ہو مصرح فی الکتب وخود از بالا دریافت کہ ظاہر روایت درین صورت انفراد را اختیار کردہ و عبدالوہاب شعرانی از ائمہ ثلثہ اختیار انفراد روایت کردہ و ترمذی ہم از

بعض ائمہ اختیار انفراد نقل کردہ صحابہ تعامل انفراد داشتند۔ اگر ایں جماعۃ از انفراد افضل بودسے ہرگز از مقتدایان دین یکسر متروک نشدی بلکہ درچنیں امر کثیر الوقوع ضروری دین برائے بیان جواز از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم بالضرور چیزے منقول شدے چنانکہ در دیگر مثل ایں امور ثابت شد و ایں جا خلاف آن تشدیدات و تغلیظ وعید مروی اند وانچہ آن را اثبات جواز قرار دادہ اند ہرگز ازیں مبحث نیست۔ چنانچہ در ما سبق گفتہ شد وبشرط تامل وانصاف باید دید کہ دلائل کراہتہ اند یا استحباب وافضلیتہ۔ پس باید کہ انفراد افضل وفاضل باشد وجماعۃ مکررہ مکروہ تحریمًا یا تنزیہًا۔ کما مرواللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

اینست انچہ کہ در جمع وتوجیہہ روایات شتّی کہ از نظر ایں عاجز گذشت ثبت اُفتاد ازیں بعد عرض اینکہ دریں جزو زمان فاضلے تحریری در باب افضلیتہ جماعۃ مکررہ از انفراد وعدم کراہتہ مطلقہ آن مرتب فرمودہ اند بنظر احقر درآمد جوابش اگرچہ ازیں رسالہ توان فہمید مگر چونکہ آنجناب طرز ترجیح روایات اختیار فرمودہ اند بایں طور ہم انچہ در خاطر ایں ہیچمدان گذشت پیش می کند ومقصودم نہ مقابلہ آن اعلیٰ مرتبہ است۔ علام الغیوب شاہد است مگر چوں در بادی النظر ایں تحریر باعث فتنہ عوام است انسدادش بریں آورد از مبتدیان علماء واز ان فاضل توقع دارم کہ ملال خاطر پاک شان نگردد اگر خطائے کردہ باشم اصلاح فرمودہ ایں عاجز را ہدایت فرمانید بالراس والعین قبول خواہد شد واگر صواب بود قبول فرمانید یارب انچہ براہ تعصب حرفے قلم ریزہ شدہ باشد ازیں صحیفہ محو فرمائے دما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم۔

قال در باب تکرار جماعۃ در مسجد محلہ علماء را اختلاف است روایات مختلفہ دریں باب در کتب موجود اند و ظاہر از روایت متن مجمع البحرین کراہتہ تکرار جماعۃ در مسجد محلہ وقتے است کہ باذان اقامت ثانی باشد الا مکروہ نیست چنانکہ گفتند و لا نکررہا فی مسجد محلۃٍ باذانٍ ثانٍ یعنی اذا کان للمسجد امام معلوم وجماعۃ معلومۃ فصلوا فیہ بجماعۃ باذان واقامت لا یباح تکرار الجماعۃ باذان واقامۃ عندنا وقید باذان ثان لانہم ان صلوا بلا اذان یباح اتفاقًا وانما لم یذکر الاقامۃ مع الاذان اکتفاءً بذکرہ انتہیٰ وروایات متون مقدم اند بر غیر آن انتہیٰ۔

بلفظہٖ اقول سابقًا ازیں رسالہ واضح شد کہ اختلاف نہ در نفس کراہتہ بلکہ در تحریم وتنزیہ است ومعنی روایت شرح مجمع البحرین ہم بیان شد وبعد تسلیم آنکہ اختلاف در کراہتہ وعدم آنست ومعنی روایت شرح مجمع عدم کراہتہ مطلقہ در صورت عدم اذان واقامۃ است می گویم کہ اولًا ایں قاعدہ کلیہ غیر مسلم است کہ ہر روایت متن بر غیر خود مقدم باشد بلکہ ایں تقدم وقتے است کہ روایت متن وشرح مثلًا ہر دو غیر مطلق بذیل تصحیح باشند و باز معارض شوند۔

پس دریں صورت متن را ترجیح بود واگر روایت شرح مذیل تصحیح باشد وروایت متن مطلق بود دریں صورت روایت متن مقدم نیست بلکہ روایت شرح مرجح خواہد بود صرح بہ فی رد المحتار قال اما لو ذکرت مسئلۃ فی المتون

ولم لیمر حوا بتصحیحہما بل نص حوا بتصحیح مقابلہا فقد افاد العلامۃ قاسم بترجیح الثانی لانہ تصحیح صریح ومافی المتون تصحیح التزامی والتصحیح الصریح مقدم علی الالتزامی۔ انتہٰی

پس درصورتیکہ ابن نجیم تصریح کردہ باشد بقولہ مکروہ عندنا علی المعتمد چنانکہ بالا منقول این تصحیح التزامی مقابل آن نتواند شد ومرجح کراہتہ خواہد ماند ومعہذا رسالہ کہ در باب اثبات مسئلہ خاص نوشتہ شود ہم متن است چہ ترجیح متن محض بسبب التزام ماتن است روایتہ راجح را وایں امر در رسالہ ہم موجود است فلافرق۔ پس گوئیم کہ روایت متن رسالہ مذیل بتصحیح راجح خواہد بود بر شرح مجمع ومتن مجمع وثانیاً آنچہ از مجمع ظاہر می شود نہ بمنطوق عبارۃ اوست بلکہ بمفہوم مخالف کہ رفع حکم است عند رفع الوصف والقید ومفہوم آنگاہ می شود کہ منطوق خلاف او موجود نبود ورنہ مفہوم ہرگز معتبر نخواہد بود وقید ووصف بر محلی از محامل مقررہ حمل خواہد بود ومحلہ علم الاصول ودریں جا منطوق ظاہر روایت ودیگر کتب معلوم شد کہ کراہتہ است۔

پس دریں جا روایت شرح مجمع باقیماندہ نہ روایت متن البتہ اگر شارح خود ماتن باشد مضائقہ ندارد مگر دریں صورت رسالہ متن ابن نجیم مذیل بصحیح راجح خواہد ماند فلیتامل قال وفی الدر المختار ویکرہ تکرار الجماعۃ باذان واقامۃ فی مسجد محلۃ انتہٰی۔

ودر ردمحتار تحت ایں قول گفتہ ویکرہ تحریماً لقول الکافی لایجوز والمجمع لایباح وشرح الجامع الصغیر انہ بدعت۔

پس ایں جملہ عدم جواز ومکروہ تحریمی بودن ثانیہ مقید باذان واقامتہ ثانیہ است۔ چنانچہ ردمحتار محشی درمختار ہمیں کراہتہ تحریمی قرار دادہ واستدلال قول کافی ومجمع وغیرہ نقل کردہ وقول کافی وغیرہ اگرچہ مطلق باشد لیکن بسبب آنکہ در روایات قاعدہ حمل مطلق بر مقید معتبر وجاریست ہمیں مقید مراد است۔ انتہٰی بلفظہٖ **اقول** کراہتہ تحریم درصورت اذان واقامت مسلّم فریقین است وغرض از ایراد عبارت درمختار و ردمحتار دریں جا آنست کہ چوں دریں روایت درمختار وحاشیہ او کراہتہ تحریم مقید باذان واقامت واقع شد بمفہوم مخالف اوعدم کراہتہ عند عدم الاذان والاقامتہ مستفاد شد ورنہ مسئلہ متنازعہ دریں روایات ہرگز مذکور نیست۔ مگر باید شنید کہ قاعدہ مفہوم اینست کہ حکمیکہ در مقید است بعد رفع قید ہموں حکم مرتفع شود چنانچہ بر ماہرین مخفی نیست۔ پس چوں ار تفاع قید اذان واقامتہ شد عدم کراہتہ تحریمی خواہد شد نہ آنکہ دو نوع دیگر کراہتہ کہ اساءۃ وتنزیہ است ہم مرتفع شوند وایں کدام مفہوم است کہ حکمی را کہ ہنوز در منطوق نرسیدہ بود رفع کرد واگر گویند کہ شارح درمختار در قول خود یکرہ کراہتہ مطلقہ مراد گرفتہ پس بار تفاع اوبر رفع قید ہمہ انواع کراہتہ مرتفع شد چرا کہ ارتفاع مطلق بدون ارتفاع ہمہ افراد او حاصل نمی آید۔

پس گوئیم کہ قید محشی ردمحتار بقول تحریما بالکل لغو شد چرا کہ او نوع خاص را مشخص کردہ داد ویک نوع از نوع دیگر مباینتہ دارد۔ پس بار تفاع یک نوع مرتفع بودن نوع دیگر لازم نیست واگر فرمانید کہ مقصود ما

رفع کراہتہ تحریم است نہ تنزیہ۔ پس چشم ما روشن دل ما شاد مدعاء ما ہم ہمیں است کہ ترک او اولی وانفراد احسن از تکرار جماعۃ است و ہمیں است مرجع کراہتہ تنزیہ و این محقق خود در آخر ہمیں تحریر خود با فضیلت جماعۃ ثانیہ مقر شدہ اند۔ چنانچہ بیاید و لہٰذا در ماسبق قول شارح را در غرز ایں جاز اجماعاً بجواز مع الکراہتہ التنزیہ توجیہ کردہ ایم تا تہافت اقوال باو عائد نگردد فلیفہم وانچہ این محقق مطلق کافی وغیرہ را بر مقید حمل فرمودند بایں وجہ کہ روایت مطلق بر مقید محمول می شود اولاً حمل مطلق بر مقید آنجاست کہ دلیل داعی اطلاق در آنجا نبود ورنہ المطلق یجری علی اطلاقہ محقق است و ایں جا ظاہر روایت دلیل اطلاق موجود است وبعد تسلیم دلالۃ ایں روایات بر رفع کراہتہ تنزیہ بدون اذان و اقامت غیر مسلم ست کما لایخفی۔

بہرحال ازیں روایات بترجیح یک طرف اثبات عدم کراہتہ مطلقۃ ہم حاصل نمی اید۔ فلینتد بر قال و صاحب طحطاوی تحت ہمیں قول در مختار گفتہ وتصریح عدم کراہتہ بدون اذان کردہ حیث قال اما اذا کررت بغیر اذان فلاکراہتہ مطلقاً و علیہ المسلمون ولفظ علیہ المسلمون دلالۃ دارد بر آنکہ تکرار جماعۃ بدون اذان ثانی متوارث است و متوارث مکروہ نباشد قال فی رد المحتار فی باب الاذان والمتوارث لایکون مکروہا انتہی۔ اذمارآہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن انتہی۔ بلفظہ اقول تقریر کلام طحطاوی سابقاً کردہ ایم کہ از مطلقاً مراد اطلاق مساجد است نہ اطلاق کراہتہ و غرض او رفع کراہتہ تحریم است نہ تنزیہ وبعد تسلیم می گویم کہ قول طحطاوی را پیش ظاہر روایت و ابن نجیم وغیرہ اعتباری نخواہد بود و ایں خود شرح است و رسالہ ابن نجیم متن۔ پس حسب قاعدہ مسلمہ خود انصاف باید کرد و اما توارث مسلمین، پس باید دانست کہ توارث بردو قسم است۔ یکے آنکہ بعد قرون ثلثہ در قرنی بسبب مصلحتے امری حادث شدہ بے آنکہ برو حجتی شرعیہ باشد و خلف باتباع سلف خود بداں تامل کردند و شدہ شدہ بدرجہ قضایا مسلمات وضروریات رسید کہ ترک او اشد از ترک ضروریات پنداشتہ شود و ایں تعامل را رواج گویند و ہیچ گونہ حجۃ نباشد و ہرگز قابل التفات نبود اگرچہ علماء ہم بلا تردد عمل فرمودہ باشند۔

دوّم آنکہ در قرنی بعد قرون ثلثہ امری پیش آمد و علماء را بعد تحقیق حجتی شرعیہ پندارند و ہمیں مراد است در حدیث مارآہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن چراکہ رویت فعل قلب است و نسبت و نسبت او بسوی مسلمین و نسبت بمشتق علیہ مشتق منہ را می خواہد لہٰذا رویت بوجہ اسلام مراد خواہد بود و از لفظ اسلام لبسبب اطلاق فرد کامل مراد خواہند داست و کمال اسلام نیست مگر در علماء ربانیین۔

پس حاصل حدیث ایں شد کہ ہر چیزیکہ از امور دین علماء بتامل و رویت قلبی بحجۃ شرعیہ حسن دانند عند اللہ ہم حسن است چہ حسن و قبح شرعی است نزد ہمہ اہل سنۃ اگرچہ نزد بعض عقل آلہ ادراک است و لہٰذا راٰہ المسلمون فرمود راٰہ الناس یا تعامل الناس یا تعامل المسلمون نفرمود و توارث اجماعی ہم آنگاہ معتبر می شود کہ خلاف تعامل صحابہ و قرون ثلثہ نباشد و مارآہ المسلمون الخ ہمو ندم باشد کہ از صاحب شرع دروی قولی و فعلی و تقریری و از اصحاب عظام و تابعین ابرار و مجتہدین دروی چیزے بتصریح ثابت بود ورنہ ہرگز در مارآہ المسلمون آہ

داخل نخواہد بود واکنون استحسان عوام مسلمین چہ اجتہاد مجتہدین ہم معتبر نخواہد گردید۔ چنانچہ شارح منیہ گفت کہ در آیت خلاف روایت گرفتن لائق نیست ورد محتار در باب جمعہ گفت اقول کون ذلک متعارفا لایقتضی جوازہ عندالامام القائل بحرمۃ الکلام ولوامرا بمعروف او رد سلام استدلالا بما مرولاعبرۃ بالعرف الحادث اذا خالف النص لان التعارف انما یصلح دلیلا علی الحل اذا کان عاما من عند الصحابۃ والمجتہدین کما صرحوا بہ انتہی۔ وانچہ رد محتار گفت المتوارث لایکون مکروہا ہمیں متوارث است نہ مطلق توارث مسلمین وخود حال توارث جماعۃ ثانیہ در سلف صالح از عبارت رد محتار بالادیدۂ حاجت اعادہ ندارد و در شرح جامع صغیر صراحۃ حکم بدعت بودن تکرار نمودہ ودر ہر قرن علماء را بر آن انکار ماندہ۔

پس صاف روشن شد کہ ایں تعامل از رواج بیش نیست وانچہ روایات شاذہ از ابویوسف وغیرہ خلاف ظاہر مذہب اند اولاً مفاد آنہا عدم کراہۃ تحریم است نہ عدم تنزیہ چنانچہ گذشت ورنہ بیش ظاہر مذہب ہرگز قابل اعتبار نخواہند بود و مورث اجماع نمی توانند شد وتواند کہ در زمان خود بسبب عدم فساد لاباس گفتہ باشند اکنون آں حکم قابل تعویل نماندہ است۔ پس بسبب فساد اہل زمان چنانچہ در صدر رسالہ اشارہ بدان شد۔ الحاصل بایں روایت ترجیح معلوم در اثبات جواز ہنوز کلام است ودریں جا اینہم یاد باید داشت کہ تعامل قرون ثلثہ ہمونست کہ بلانکیر دراں قرون بر وعمل درآمد باشد ورنہ اگر یک دوکس برآں عمل کردہ باشد یا جماعتی کردہ مگر نکیر دیگران بران وارد شدہ آں را تعامل گفتہ نخواہد شد وایں قاعدہ نظایر بسیار دارد و نہایت کارآمدنی است فاحفظ۔

قال ودر فتاویٰ عالمگیریہ کہ در جمع آں مجمع علماء بود نوشتہ کہ المسجد اذا کان لہ امام معلوم وجماعۃ معلومۃ فصلی اہلہ فیہ بالجماعۃ لایباح تکرارہا فیہ باذان ثان اما اذا صلوا بغیر اذان یباح اجماعاً انتہی۔ مع مافیہ وفی رد المحتار ولو کرر اہلہ ای اہل مسجد محلۃ بدونہما اوکان مسجد طریق جاز اجماعاً وبعد نقل قول ظہیریہ وظاہر الروایۃ ایں عبارت نقل نمودہ عن ابی یوسف انہ اذا لم یکن الجماعۃ علی ہیئۃ الاولی لاتکرہ والا تکرہ ہو الصحیح وفی العدول عن المحراب یختلف الہیئۃ کذا فی البزازیہ وفی التاتارخانیۃ عن الولوالجی وبہ ناخذ ودر رسالہ ملاعلی قاری رحمہ اللہ ویجوز تکرار الجماعۃ بلا اذان واقامۃ ثانیۃ اتفاقاً وفی بعضہا اجماعاً بلاکراہۃ قال فی شرح الدر ہوالصحیح وقد روی عن ابی یوسف رہ لم یر باساً فی الصلوٰۃ مرۃ بعد اخری اذا لم یقم الامام فی موضع الامام الاول وہذا ہوالذی علیہ العمل فینبغی ان یکون ہوالمعمول والا ما فی رد المحتار فی باب الاذان نعم قد علمت ان الصحیح انہ لا یکرہ تکرار الجماعۃ اذا لم یکن علی الہیئۃ الاولی انتہی۔

بلفظہ اقول توجیہ وتقریر ایں ہمہ روایت سابقاً کردہ شد وبعد تسلیم انچہ ایں فاضل مراد داشتہ اند میگویم کہ روایت عالمگیریہ روایت شرح مجمع است وروایت رد محتار منقولہ از خزاین ہم روایت شرح تنویر است۔ پس حسب قاعدہ مسلمہ ایں فاضل متعارض متن ابن نجیم چگونہ تواند شد وظاہر روایت خلاف ایں روایات است

ومعلوم شد کہ خلاف ظاہر روایت بلا تصریح صریح مقابل او فتوی را نمی شاید۔ چنانچہ از درمختار و ردمحتار بالا منقول شد و آنچہ ملا علی قاری نقل کرد از بعض کتب بلا تذئیل تصحیح نقل می کند و تمام عبارت ہکذا وقد کرہ تکرار الجماعۃ عندنا وبہ قال مالک والشافعی فی الاصح خلافا لاحمد ثم اختلف علماؤنا فکرہہ بعضھم کراھۃ التحریمیۃ ففی الکافی تکرار الجماعۃ لا یجوز وفی شرح المنظومۃ والمجمع لا یباح وفی شرح الجامع الصغیر بدعۃ وفی بعض الکتب یجوز تکرار الجماعۃ بلا اذان واقامۃ ثانیۃ اتفاقا وفی بعضھا اجماعا بلا کراھۃ انتہی۔

پس این نقول پیش ظاہر روایت و رسالہ ابن نجیم چگونہ معمول خواہند شد و تامل درکار است کہ عبارت علی قاری توجیہ مارا کہ سابقاً گذشت چہ قدر معاونست پیش اہل فہم حاجت تقریر نیست۔ قولہ وقد کرہ تکرار الجماعۃ عندنا۔ بقول خود ثم اختلف علماؤنا الخ چگونہ شرح می کند فلیتامل و قولہ ہذا ہو الذی علیہ العمل را ہموں جوابست کہ در تحقیق توارث گذشت۔ بعد ازیں باید شنید کہ بر تقریر بندہ کہ سابقاً در توجیہ ایں روایات گذشت بر لفظ جائز اجماعاً و یباح اتفاقاً و روایات عالمگیریہ و خزاین وغیرہما ہیچ خدشہ نیست۔ مگر حسب رائے مجوزین تکرار اشکال عظیم در پیش می آید چرا کہ در صورتیکہ ظاہر روایت علماء ثلثہ حنفیہ کراہتہ تکرار است۔ پس اجماعاً چہ معنی دارد و اگر روایتے شاذہ از ایشاں مروی بود قادح در ظاہر روایت و اجماع کراہتہ نمیتواند شد و اجماع خلف خلاف رائے صاحب مذہب چہ پیش میرود و معہذا جمہور علماء را شنیدۂ کہ ہر روز بر تکرار جماعۃ نکیر شدید داشتہ اند و ہمیں معنی دارد قول ردمحتار و ہذا مخالف لحکایت الاجماع المارۃ چنانکہ گذشت نہ بینی کہ در ردمحتار چہ قدر اقوال در باب انکار منقول است و از علامہ سندی نقل کردہ قولہ مکروہ اتفاقاً چنانکہ سابقاً نقل شد پس معنی اجماع ندانیم کہ چہ خواہد بود و اگر اجماع عامہ مسلمین مراد است۔

پس جوابش از بحث توارث معلوم می شود۔ بہرحال طوریکہ مجوزین تقریر می فرمانید تسدید لفظ اجماع و اتفاق بر ایشاں واجبست باقی ماندہ قول شرح وہو الصحیح و روایت شرح منیہ و ایں عمدہ استدلال مجوزین است پس بیانش مفصلاً گذشت مگر چوں ایں فاضل باین روایت ترجیح جواز دادہ اند باین سلک ہم بیانش ضرور افتاد و مطلب ایں روایت چنانکہ ایشاں می فرمانید تسلیم کردہ شد تحریرش ایں کہ چنانکہ معلوم شد کہ تصحیح متون تصحیح التزامی ضمنی است و از ظاہر روایت عدول روا نیست مگر چوں تصحیح تصریح در روایت مقابل او باشد۔ چنانچہ ردمحتار تحقیق آں کرد۔ لیکن چوں در ہر دو جانب تصحیح موجود باشد آنگاہ ترجیح ظاہر روایت را باشد۔

پس دریں صورت معلوم است کہ چنانکہ شارح منیہ و درر ہو الصحیح را بایں روایت ضم کردہ اند صاحب بحر لفظ علی المعتمد را جانب ظاہر روایت ضم می کند و تسلیم طحطاوی و ردمحتار ایں تصحیح صاحب بحر را در حکم تصحیح ایں روایت کراہتہ است از ایشاں و لفظ بہ ناخذ در تاتارخانیہ اولاہنوز در خفاست و اگر فرض کردہ شود کہ بر عدم کراہتہ است افتی بعض المالکیۃ علی المذاہب الاربع در ردمحتار بسوئے کراہتہ است و لفظ انکر صریحاً گو از الفاظ فتوی

منقولہ کتب نیست، مگر در معنی افتی بکونہ مکروہا منکرا است ولفظ فتوی بہر لفظ کہ باشد آکد از صحیح واصح می باشد ۔
کذا فی رد المحتار ما قیما ندا اینکہ گویند این فتوی مالکی است نہ اہل مذہب حنفی ۔ پس بشنوید کہ معنی افتی بعض المالکیۃ اینست کہ بعض مالکی ثابت کرد کہ در ہر چہار مذہب فتوی بر کراہۃ است چرا کہ مفتی مجتہد می باشد وغیر مجتہد ناقل فتوی است نہ مفتی قال صاحب البحر فی رسالۃ رفع الغشاء عن وقتی العصر والعشاء قال ابن الہمام انہ لا یفتی الا المجتہد وقد استقرای الاصولیین ان المفتی ہو المجتہد فاما غیر المجتہد ممن یحفظ اقوال المجتہدین فلیس بمفت فعرف ان مایکون فی زماننا من فتوی المجتہدین لیس بفتوی بل نقل کلام المفتی انتہی ۔
پس معلوم شد کہ مفتی فی الحقیقۃ اہل مذہب اند وبعض مالکیہ ناقل فتویٰ اند وصاحب ردمحتار کہ ماہر مذہب حنفیہ است بریں نقل او تعاقب ونکیر نکردہ قبول داشت ۔ لہٰذا ظاہر شد کہ در مذہب حنفیہ فتوئے بر کراہۃ ثابت، است گومایانرا آں کتاب وعبارت معلوم نباشد آخر بر صحیح ومفتی بہ بودن دیگر روایات کہ جزم داریم از نقل ہمیں کتب داریم یا آنکہ بعض مالکیہ بر مذہب خود فتویٰ داد واہل مذاہب ثلثہ بر مذاہب خود فتویٰ دادہ باشند ونسبت مالکی بجہتہ باعث بودن ایشانست بریں فتوی وچنانکہ ایں مفتیان بعد طبقہ مجتہدان اند ہمچناں لفظ ہو الصحیح وبہ ناخذ گویند گان کہ شارح منیہ وولوالجی اند مثل ایشاں بعد طبقہ مجتہدان ہستند وچوں تصحیح طحطاوی ودرد محتار مادا تسلیم کردنست انچہ خود ایشاں تسلیم سازند مارا بطریق اولی بر سر نہادن خواہد افتاد ۔ الغرض دریں مسئلہ جانب کراہۃ معتمد ومفتی بہ برآمد وجانب عدم کراہۃ بزعم مجوزین مصحح ومأخوذ ۔
پس اولا ترجیح لفظ فتویٰ راست وثانیاً بظاہر الروایۃ کما مر فلیتامل وانچہ ایں فاضل در مابعد نقل فرمودند قولہ واذا ذیلت روایت فی کتاب بالتصحیح ومثلہ لم یفت بمخالفہ الخ بمراد اینکہ ظاہر روایت غیر مصحح ومذیل بلفظ فتوی است ودر روایت شرح منیہ مذیل ۔ پس ایں قول شان بر محل خود نیامد چرا کہ تصحیح درینجا بہر دو جانب موجود است بلکہ تصحیح ظاہر روایت اقوی است از مقابل خود کما لا یخفی وبباید کہ ایں تذئیلات وتصحیحات خلاف روایت امام قابل التفات نمی شود ۔
قال در حدیثی کہ ابوداؤد وترمذی از ابی سعید خدری تخریج کردہ اند کہ جاء رجل وقد صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال الا رجل یتصدق فیصلی معہ فقام رجل یتصدق فیصلی معہ فتمام رجل وصلی معہ دلالۃ است برآنکہ افضلیت در ہمراہی است نہ در تنہائی ودر فی شرح المنیۃ لا ینبغی ان یعدل عن الدرایت اذا وافقہا روایت ذکرہ فی واجبات الصلوٰۃ فی معرض ترجیح روایت الرفع فی الرکوع والسجود للادلۃ الواردۃ مع انہا خلاف الروایت المشہورۃ من الامام انہ سنت انتہی ۔
بلفظہ اقول بیان ایں حدیث در ماسبق گذشت کہ دریں حدیث ہرگز دلالۃ بر مسئلہ متنازعہ نیست ونہ قیاس ایں مسئلہ را بریں واقعہ توانند کرد اری اثر لا یصلی بعد صلوۃ مثلہا ببعض معانی خود وآثار منقولہ ردمحتار بدائع وتشدید وتاکید جماعۃ دار احادیث دلالۃ میدارند بریں کہ افضلیۃ بلکہ ضرورت در تنہائی است نہ در ہمراہی وحسب

تحقیق شرح منیہ بالضرورت تنہائی را اختیار باید کرد چراکہ موافق روایت این درایت می افتد۔ اگرچہ مشہور در عوام وعلماء وبعض کتب جواز تکرار است فلیتامل۔

قال وچوں امام ابویوسف ظاہر الروایت را ترک فرمودہ فتوئ جواز تکرار بلا اذان واقامت داند و علماء زمان سابق کابراعن کابر مسلکش داشتند وبصحتش قائل شدند بعض کسی را مجال فتوئ بر ظاہر روایت چگونہ خواہد ماند و فی وقف البحر وغیرہ متی کان فی المسئلۃ قولان مصححان جاز القضاء والافتاء باحدہما واذا ذیلت روایۃ فی کتاب معتمد بالصحیح والماخوذ او بہ یفتی او علیہ الفتوی لم یفت بمخالفہ الا اذا کان فی الہدایۃ مثلا ہو الصحیح فیختار الاقوی عندہ والالیق والاصح وبسا است کہ باوجود ظاہر الروایت بر قول صاحبین بل بر قول زفر فتوے دادہ اند۔ انتہی

بلفظہ اقول نسبت فتوی این روایت بابی یوسف کردن خیلی مستبعد است۔ اولا معلوم شد کہ مذہب ابی یوسف ظاہر الروایت است وبعد بیان مذہب مجتہدین عادت مصنفین است کہ اگر روایتے شاذہ ازان مجتہد می یابند آنرا ہم نقل می کنند ہدایہ را باید دید کہ از امثال این پُر است۔ پس این نقل را فتوی ابویوسف فہمیدن نہایت عجب است وپیش ظاہر روایت کہ حکم متواتر دارد روایت شاذہ را مفتی بہ ایشاں گفتن چہ زیبا است۔ البتہ اگر لفظ ہو الصحیح از ابویوسف منقول بودی مضائقہ نبود کہ ابویوسف مذہب مشہور خود را ترک فرمودہ روایت دیگر را صحیح کردہ داوند مگر این امر بالکل غیر مسلم است چہ در بحر این روایت را بلفظ لاباس آوردہ و ہو الصحیح باو مضموم نیست و در مضمرات ہم لفظ لم یر باسا گفتہ وہیچ تصحیح نیست و در برجندی بلفظ عن ابی یوسف این روایت منقول است و ہیچ لفظ تصحیح باو نیست و از رسالہ علی قاری خود این فاضل بلفظ روی انہ لم یر باسًا نقل کردہ اند وہیچپک لفظ فتوی بادی نیست و ہذا ہو الذی علیہ العمل از مصنف است نہ انہ امام ابویوسف کما لایخفی ہمچناں شارح منیہ بعد نقل روایت از طرف خود ہو الصحیح باو ضم میکند۔

پس نسبت آں بابی یوسف چگونہ درست خواہد بود واگر در کتابے فتوی یا تصحیح ابی یوسف منقول است اظہارش واجب ست ورنہ ولفظ لاباس وعن فلاں بعد بیان روایت مذہب آں فلاں ہرگز فتوی نمی بود کما ہو الظاہر واگر تسلیم کنیم کہ ابی یوسف بجواز تکرار مذہب داشتند تاہم بشنوید کہ ردمحتار گوید وکذا لا تخییر لو کان احدہما قول الامام والآخر قول غیرہ لانہ لما تعارض التصحیحان تساقطا فرجعنا الی الاصل الذی ہو تقدیم قول الامام بل فی شہادت الفتاوے الخیریۃ المقرر عندنا انہ لایفتی ولایعمل الا بقول الامام الاعظم ولا یعدل عنہ الی قولہما او قول احدہما الا لضرورت کمسئلۃ المزارعۃ وان صرح المشائخ بالفتوی علی قولہما لانہ صاحب المذہب والامام المقدم ومثلہ فی البحر عند الکلام علی اوقات الصلوٰۃ وفیہ من کتاب القضاء یحل الافتاء بقول الامام بل یجب وان لم یعلم من این قال انتہی۔ وایضا صاحب البحر در رسالہ رفع الغشاء گفت و استفید منہ انہ لایفتی ولایعمل الا بقول ابی حنیفۃ ولا یعدل الی قولہما الا لموجب من ضعف دلیل او ضرورت او

قائل کما قدمناہ واستفید منہ ایضاً ان بعض المشائخ وان قال الفتوی علی قولہما وکان دلیل الامام واضحاً ومذہبہ ثابتاً لا یلتفت الی فتواہ ولا یعمل بہا وان کان فی کتاب مشہور معروف انتہیٰ ۔

پس صاف روشن شد کہ اگر ایں روایت مذہب مشہور ابی یوسف ہم بود تاہم فتوی بر مذہب امام شاید لاغیر و ہرچند در کتاب مشہور مثل شرح منیہ و در رد و لوالجی مثلاً ہو الصحیح و بہ ناخذ گفتہ باشند التفات بداں نمی شاید و ترک روایۃ امام روانیست مگر یا بسبب ضعف دلیل و ایں جا قوت دلیل امام نقلاً و عقلاً دریافت کہ تعامل صحابہ و توافق حدیث است و اعتماد صاحب بحر بس است کہ از نقاد مسلم الثبوت است و یا بضرورت و مراد ضرورتیست کہ باو حرج مسلمانان بود در ینجا ضرورت جز ایں کہ تکلیف حضور جماعۃ اولی و تاکد او از عوام برداشتہ شود دیگر چہ خواہد بود و یا بسبب تعامل و از تعامل مراد تعامل سلف است نہ عوام چنانچہ بالا بیانش گذشت و دریں جا تعامل ہم ترک تکرار است ۔

پس دریں صورت چگونہ ترک ظاہر روایت جائز بودہ و فتوی بر غیر آں درست شد و علماء زمان مفتی نیستند بلکہ ناقل فتوی ۔ لہٰذا ایشاں را ہموں نقل باید کرد کہ اہل مذہب و مشائخ آں را معتمد کردہ اند و اگر تصحیح خلاف آں یابند بر آں نباید گردید و خود واضح شد کہ ترک ظاہر روایت کردہ بر مذہب صاحبین و زفر ہماں جا فتویٰ است کہ دلیل ظاہر روایت ضعف دارد یا تعامل قرون ثلثہ و اجماع سلف خلاف آں بود یا حرج باشد و ایں جا ہر سہ امر مدفوع اند و حال تسلیم علماء سلف از بالا معلوم شد کہ در ہر زمان از علماء جم غفیر بر آں نکیر داشتہ اند فلیتدبر قال غرض روایاتیکہ بالفاظ فتویٰ کہ ہو الصحیح و بہ ناخذ و علیہ الفتویٰ و علیہ المعمول و علیہ المسلمون وغیرہ مذیل باشند بر روایات دیگر ترجیح دارند کسے را از فقہائے زمان گنجائش افتاء بر مخالفش نخواہد بود و ما را نمی رسد کہ بر فتوی علماء سابقین کہ مرجع انام اند فتوی جدید را غلبہ دادہ گویم کہ فتویٰ او شان قابل فتوی نماند و حال مردم زمانہ ایں استکہ ہر کسے را توفیق شمول جماعۃ اولی ندادہ اند اگر صد نماز جماعتش فوت شود گاہے ہمت شمول جماعۃ اولی نخواہد ساخت و کسے را کہ غرض است اورا ہمیں قدر کافی است کہ جماعۃ ثانیہ مثل اول نیست در ثواب حتیٰ کہ بکراہیتش نیز قائل نشدہ اند و جائز داشتن جمعہ در شہر در مساجد متعددہ ہم موئد ایں معنی می تواند شد ۔ واللہ اعلم و علمہ احکم و اقوم انتہیٰ ۔

بلفظہٖ اقول وجہ تائید انچہ در فہم احقر آمدہ اینکہ جمعہ جامع جماعات است و اصل در جمعہ عدم تعدد است و معہذا بر جواز تعدد در یک شہر فتویٰ دادہ اند ۔ پس جامع مسجد مشابہ مسجد محلہ شد و تمام شہر مشابہ محلہ و چنانکہ وزنہ فقط در جامع مسجد اقامتہ جمعہ اولی است و اگر در مساجد متعددہ سازند ہم جائز است ہمچناں اہل محلہ را باید کہ در جماعۃ اولیٰ حاضر باشند و اگر حاضر نشدند و تکرار جماعۃ کردند باختلاف ہیئتہ اولیٰ روا باشد ۔ پس گویم کہ در مقیس علیہ و مقیس فرق بین است چراکہ مسجد محلہ کہ مقیس است حکماً یک مکانست ۔ چنانچہ اثر وحدتش در احکام سجدۂ تلاوت و اتصال صفوف پیدا است و مقیس علیہ جامع مسجد و مساجد دیگر حکماً مکانات متعددہ اند پس قیاس تکرار بر تعدد چگونہ درست

آید۔ البتہ ایں تائید آنگاہ درست بودی کہ مجموعہ مساجد در باب جمعہ حکماً یک مکان شدندے تا اگر جامع مسجد کہ مشابہ محراب است نماز جمعہ نخواند و بجائے دیگر کہ مساجد دیگر است خواند در جمعہ درست است۔ در تکرار ہم اگر محراب گذاشتہ بجائے دیگر خواند جائز گردد مگر چناں نیست بلکہ مساجد دیگر در صورت مسئلہ جمعہ در حکم مکانات و بیوت اند نہ قطعات و اجزاء مسجد جامع۔ پس قیاس مع الفارق شد آرے جامع مسجد حکماً یک مکانست اگر تعدد جمعہ دریں یک مسجد جامع در روایتے جائز باشد لاریب تائید مسلم است ورنہ اقامت جمعہ در مسجد دیگر باں ماند کہ فاقد جماعت اولی مسجد محلہ بخانۂ خود یا اہلِ خود جماعت کند و در کتب فقہ مصرح شد کہ ایں جماعت بخانہ مکروہ نیست کذا فی فتح القدیر وغیرہ مگر در مسجدِ محلہ تکرار جماعت نکند چنانکہ فاقد جمعہ جامع مسجد در جامع مسجد تکرار جمعہ نہ کند البتہ در مسجد دیگر رفتہ شریک اہلِ مسجد دیگر گردد قال فی فتح القدیر و اذا فاتتہ لایجب الطلب فی المساجد بلا خوف بل ان اتی مسجداً آخر فحسن وان صلی منفرداً فحسن وذکر القدوری یجمع اہلہ ویصلی بہم یعنی وینال بہ فضیلۃ الجماعۃ انتہی۔ وہکذا فی فتاوی قاضی خاں و شرح المنیہ و جواز تعدد جمعہ باآنکہ ظاہر روایات عدم تعدد است بسبب قوۃ دلیل جواز تعدد است وحرج مسلمین در عدم تعدد چنانچہ در فتح وغیرہ مصرح شد و ترک ظاہر روایت بسبب قوت دلیل روایت مقابلہ در حرج وضرورت مسلم الثبوت است خلاف مسئلہ تکرار جماعت کہ قوت دلیل او پیدا است و عدم حرج و ضرورت در ینجا ہویدا۔ پس ایں را ازاں چگونہ تائید آید البتہ در مشروعیۃ صلوۃ خوف تائید کراہت تکرار جماعت ظاہر و بیّن است فلیفہم۔ الغرض چوں کراہت معتمد و محقق شد اگرچہ تنزیہ باشد لاریب ترک تکرار اولی خواہد بود و تنہائی افضل و چوں نباشد کہ تعامل صحابہ کرام انفراد بود و اگر جماعت ثانیہ اولی بودی از ایشاں یکسر چگونہ متروک شدے و ظاہر روایت ہم انفراد را افضل گفت و از ائمہ ثلثہ انفراد منقول شد بلکہ از ترمذی بلفظ لاباس اولویۃ انفراد نزد امام احمد ہم ثابت می شود ہمہ روایات کراہت تکرار داعی افضلیۃ انفراد ہستند چراکہ مکروہ نیست مگر آنکہ ترک او افضل باشد و ایں ادنیٰ حال مکروہ است و اگر باوصف کراہت ہم فعل او اولی است۔ پس ایں قلب موضوع شرع شریف گردید و از مکروہ مستحب منقلب گشت ولایخفی مافیہ فافہم اکنون بفضلہ تعالی بایں مسلک ترجیح ہم محقق شد کہ راجح کراہت تکرار است و اہل مذہب و جماہیر علماء و مشائخ کرام کراہت را اصح و معتمد ساختہ اند۔

پس فقہاء زمان را لائق است کہ ظاہر روایت مفتی بہا را ترک نسازند و بروایت غیر مشہورہ فتوٰی ندہند و حال بنی نوع انسان از قدیم ہمیں است کہ موفق را اشارہ بس است و غیر موفق را ہزار بار گفتن ہم کافی نیست۔ ابوجہل را از فخرِ عالم صلوۃ اللہ وسلامہ علیہ ہدایت نشد مگر علماء را نمی زیبد کہ عوام را کاہل بنداشتہ روایات از و یاد سستی ارشاد فرمانید و برتوفیق ازلی حوالہ فرمودہ خود از امر و نہی فارغ نشینند و معہذا بتجربہ دریافتہ ایم کہ گفتہ را اثرے بسیار است از انکہ در فطرت ایشاں قابلیتی نہادہ اند بر ہر چہ آرند قبول شان می گردد پس علماء را لازم است کہ ہمتہ ایشاں چست فرمایند نہ ارشاد پست ہمتے۔

وما علینا الا البلاغ المبین واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالی علی سیدنا محمد سید الانبیاء والمرسلین وعلی الہ وصحبہ اجمعین وعلی من تبعہم الی یوم الدین

فقط

الحقّ الصریح
فی
اثبات التراویح

یعنی مکتوب فیض اسلوب ریختۂ قلم ہدایت رقم جناب مولانا زبدۃ الفقہاء والمحدثین کہف الطالبین
بقیۃ السلف الصالحین آیۃ من آیات اللہ الصمد مولانا رشید احمد صاحب مد فیوضہم گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

مکتوب حضرت مولانا رشید احمد صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خانصاحب عبدالرحیم خان سلمہ بعد سلام مسنون آنکہ نوازش نامہ
در باب تراویح آنچہ تحریر بود ظاہر و ہویدا در ازان چنین می شد کہ مقصود
استفسار مسئلہ نیست بلکہ اعلام والزام تحقیق خود است لہذا در تحریر جواب
تامل ماند آخر الامر چنان مناسب معلوم شد کہ اشارۃً چند فقرہ عرض کنم
از تسلیم و غیر تسلیم کارے نیست لہذا در تحریر جواب دیر شد بر اہل علم
پوشیدہ نیست کہ قیام رمضان و قیام لیل فی الواقع یک نماز است
کہ در رمضان برائے تیسیر مسلمین در اول شب مقرر کردہ شدہ و ہنوز
عزیمۃ در ادایش آخر شب است و در قیام لیل فخر علیہ السلام چنانکہ
یازدہ رکعت وکم ازان ثابت شدہ اند ۱۳ سیزدہ رکعۃ سوائے سنۃ فجر ہم
در صحیحین موجود اند و ۱۶ رکعۃ نقل از روایۃ ابن مسعود از قول ابن عباس
فصلی رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم
رکعتین تعداد آن نزد حنفیہ ۱۲ رکعۃ نفل و ۳ وتر آنانکہ وتر را یک رکعۃ قرار دہند
دوازدہ رکعۃ نفل ثابت اند و قضاء آنجناب دوازدہ رکعت را در روز
اگر بشب تہجد فوت می شد ہم ہمین دوازدہ رکعۃ نفل است و این ہم
در صحاح موجود است باید دید پس می بایست کہ محدثین زمان او دوازدہ
رکعۃ تردد نے شد و بسنیۃ آن یقین می بود نہ قصر بر یازدہ مع الوتر در
زمان صحابہ ہم چنانکہ یازدہ از سائب نقل می فرمایند از اعرج امام مالک
در موطا دوازدہ رکعۃ نقل روایۃ میفرمایند چنانکہ در مشکوۃ ہم موجود است
ندانم کہ چرا بر سامی مخفی ماند علماء کرام جناب را فعل صحابہ بمقابلہ سنت حضرت
فخر عالم بزعم مخالف چہ نسبت و این نیز بر اہل علم واضح است کہ نفس قیام
رمضان را آنجناب سنۃ فرمودہ اند و تحدید عدد در رکعات آن نفرمودہ
کہ کمی و زیادۃ دران روا نباشد چنانکہ در فرائض و رواتب سنن است
ورنہ اختلاف در ادای عدد آنجا واقع نشدے لہذا ہر قدر کہ زیادۃ
در عدد رکعاتش بود موجب اجر است نہ باعث گناہ و ابتداع و منع
حدیث در منع آن وارد نیست بلکہ حدیث علیک بکثرۃ السجود
مطلقاً استحسان کثرۃ رکعات نوافل روز و شب می فرماید البتہ جائیکہ

شارع تحدید فرموده چنانکه در فرائض و سنن رواتب نقصان و زیادة
دران روا نیست و معهذا اگر قبل آن یا بعد آن در محل نوافل کسے
نوافل تنفلاً خواند بدون اعتقاد سنیة آنها کسی ہست که او را منع فرماید
و بدعة گوید پس همچنان در تہجد و قیام رمضان زیادتِ رکعات را چه اندیشه
خواهد شد و آنچه در عدد رکعات تہجد فخر عالم علیه السلام تحقیق است از آن
رو است که فعل آنجناب محقق گردد که چیست نه آنکه زائد از ان بدعة است
صرح به النووی فی شرح المسلم برین قیاس است سائر سنن
که اصل آن از شارع علیه السلام سُنّت فرموده و تحدید دران نفرموده
مثلاً تسابیح رکوع و سجود که دران زیادة از قدریکه آنجناب میگفتند بدعة
نیست و قراءة قرآن که زیاده از قدر مقرر آنجناب است در فرض
و نفل بدعة نخواهد بود و علی ہذا در ہمه این قسم امور ازین ہست که علماء
قاطبة اگرچه سنة موکده همون قدر را گفته اند که بران قدر حد سنة نزد شان
صادق آید مگر زائد را دران بدعة ندانسته خصوصاً زیادتی که از صحابهؓ
ثابت شده و چنانچه روایات عدیده و مختلفه سامی دیده باشند اما تعامل عشرین
پس در زمان حضرت عمر رضی الله عنه با شاد و تقریر آنجناب معمول شد چنانکه
در موطا مالک مرویست و خدشه انقطاع بر محل خود مست چراکه یزید بن
رومان تابعی ثقه اند و ارسال ثقه مقبول میباشد مالکؒ و محدثین سلف را
همین مذهب است اگرچه شافعیؒ و احد دران کلام کرده اند کتاب ابی داؤد
بسوی اہل مکه و دیگر کتب اصول حدیث مطالعه نماید معهذا حدیث صحیح
بیهقی که صاحب فتح روایة آن فرماید مؤید اوست و مزیل شبه انقطاع
و ترمذی در جامع خود از حضرت عمر و علی و دیگر من الصحابة روایة آن میکند پس
اکنون در ثبوت عشرین از آنجناب رضی الله عنه چه تردد ماند و این زیادة
را مخالف سنة پنداشتن نهایت موجب تعجب است که هیچ اہل علم
چنان نفرماید چه بالا نوشته ام که قیام لیل محدود نیستند ورنه ہرگاه
بحدیث صحیح ثابت شد که فخر عالم علیه السلام گاہی ماه کامل غیر رمضان
صائم نبوده و هیچ ماه را از صوم خالی نگذاشته اگر کسے تمام ماه روزه دارد
تنفلاً مخالف سنة گردد و گرفتار بدعة معاذ الله باید که حضرت عمرؓ و علیؓ
و دیگر صحابهؓ و تابعینؒ باعتراف ترمذی وغیره بسبب تقریر زیادة عدد رکعات
اہل بدعة شوند استغفر الله استغفر الله و بسیار امور نفل از صلوٰة و صوم و زکوة
و حج و ذکر و تسابیح بدعة شوند تامل در کار است اہل علم را چنان فرمودن

سخت نازیباست تا بین لفظ مخالف و موافق و محدود و غیر محدود
و بدعة و سنة امتیاز واجب ہست و چونکه در حدیث علیکم بسنتی
وسنة الخلفاء الراشدین الخ ارشاد جناب رسالة علیه الصلوٰة است
که چنانکه سنة مرا التزام کردن بر شما است سنة خلفاء را ہم التزام ضرور است
و مراد از سنة خلفاء امریست که از آنجناب صدور آن نشده از خلفاء وقوع
آن شده و آن ہرگز خلاف کلیات شرع نمی تواند شد بلکه موافق سنة
و مستنبط از ان لهذا این ثابت گردید که ہم مندوب و سنة شدند و بدعة
گفتن آن سخت نازیبا که ہیچ عالمے چنین نگفته آرے آنچه خلاف است
دران است که زیادة بر آن قدر که آنجناب علیه الصلوٰة خوانده اند آیا
سنة موکده اند یا مستحب ازین بعد آنچه درین حدیث افاده فرموده اند
بلکه مراد از سنة خلفاء سنتی است که عین سنة نبویه باشد از عجائب روزگار است
چراکه اگر مراد از عینیت آنست که بعینه آن فعل را آنجناب علیه السلام
عمل در آمد فرموده مسنون کرده باشد پس می پرسم که درین صورت
خاصه تقریر خلفاء چیست آیا بعد وفات آنجناب کسے را از خلفاء
مجال تشبیب و فراز داشته یا نسخ و تبدیل آن می رسد تا شنئے که سنة
خلفاء کرام وغیر آن را ترک کنیم و اگر مراد از عین آنست که مستنبط از
سنة بود و یا نظیرش در سنة موجود باشد و موافق کلیه شرعیه بود مثل جمع
قرآن شریف و ترتیب سور آن مثلاً پس لاریب این امر مسلم صحیح است
مگر این زیادة رکعات را نمی دانم که بچه وجه مخالف سنة قرار داده خواهد شد
و آنچه از اصول قاعده اعاده معرفه تحریر ہست در تلویح این بحث را
باید دید که این قاعده کلیه نیست و خلاف این بسیار موجود است این
قاعده آنجا بود که قرینه خلاف موجود نباشد اینجا عطف لفظ سنة الخلفاء
بر لفظ سنتی مغایرة را می خواهد و مقصود جناب رسالت علیه السلام ازین
الزام سنة الخلفاء خود ہست مر امته را مثل سُنّة خویش چنانچه در حدیث دیگر
فرموده فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمرؓ
در حدیثے باقتدائی جمله صحابه فرمود اصحابی کالنجوم بایهم
اقتدیتم اهتدیتم و ہمچنان آنچه لام استغراق فهمیده اند یعنی
است که آنچه سنة مجموعه خلفاء باشد بشرط اجتماعهم علیها آن را قبول سازید
و امریکه یک دو خلیفه مثلاً کرده باشند ترک کنید درین صورت آنچه
باقتدائے شیخین حکم ہست ناتمام خواهد شد که دو خلیفه را دران ذکر

فرمودند ہمہ را و حدیث بنجوم مخالف آن خواہد شد و ترتیب مصحف عثمانی بدعت خواہد شد چہ خلیفۂ اول جمع آن کردہ بود نہ ترتیب آن و مسئلۂ عول و تحدید حد شراب و دیگر امور کہ در زمان حضرت عمرؓ قرار یافتہ اند ہمہ خلاف سنت خواہند شد معاذ اللہ الحاصل مراد آن است کہ سنت ہمہ خلفا را التزام سازید چنان نکنید کہ سنت بعض آنہا گیرید و بعض آنہا نگیرید قال اللہ تعالی **یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین** اگر معنی آن آنست کہ با جمیع کفار و منافقین جہاد باید پس حسب فہم سامی باید کہ آنجناب امر الٰہی نکردہ باشند کہ با تمام کفار عالم جہاد آنجناب واقع نشدہ و چہ ضرورت است کہ در حدیث لام لام استغراق باشد میگویم کہ لام آن لام عہد خارجی است کہ خلفاء خمسہ معہودہ را مراد داشتہ فرمودہ اند کہ طریقۂ ایشان را قبول کنید و بحثہ اجتماعیہ از حدیث فہمیدن ہمانا کہ محاورۂ کلامیہ نداشتن است پس بہر حال آنچہ در ترجمۂ حدیث نوشتہ اند ہر دو تقریر بمحل خود نیستند زیادہ بعرض کردہ آید و در بعض دیگر جا ہم در صحیفۂ سامی محل کلام است مگر بندہ را با اصل مسئلہ کار است و از تقریر زائد غرض نیست الکنون کہ بست رکعت تراویح از فعل خلفاء ثابت شدہ اند عمل بران موجب سعادت است و بدعت فہمیدنش محض بیجا البتہ زائد از ہشت رکعت را بعض مستحب دانستہ اند و بعض مؤکدہ گفتہ اند این مسئلہ خلافیہ قدما است کہ ما را درین گفتگو ضرور نیست واللہ تعالیٰ اعلم فقط **سوال اول** ہرگاہ در تعریف سنت مواظبت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع الترک احیاناً ماخوذ است و اینہم ظاہر است کہ بر تراویح مواظبت کذائی ثابت نیست پس بر سنیت آن از کدام دلیل اطمینان کردہ شود و آنقدر کہ بران مواظبت ثابت است ہمان ہشت رکعات تہجد ہستند لاغیر پس باید کہ ہمین قدر سنت باشد و زیادت بران روا نباشد فقط **سوال دوم** اینکہ این دوازدہ رکعات کہ بر ہشت رکعات سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افزودہ شدند آیا در تاکد ہمان مرتبہ ہستند کہ آن ہشت رکعات را حاصل است یا از ان مرتبہ فروتر فقط **جواب سوال اول** اینکہ ہرچہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بران مواظبت فرمودہ باشند سنت مؤکدہ می باشد لقولہ علیہ السلام **علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء**

الراشدین المہدیین نعم تاکدیکہ در مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مر چیزے می باشد در مواظبت اصحاب کرام نیست چراکہ مراتب سنت مؤکدہ در تاکد متفاوت می باشند **قال رد المحتار ناقلا عن شرح المنیۃ قال مراتب الاستحباب متفاوتۃ کمراتب السنۃ** انتہی و خود حدیث علیکم بسنتی الخ ناظر درین است چراکہ رعایات تقدم و تاخر در کلام بلغاء بلا وجہ نباشد خصوصاً کلام با انتظام سرور انبیاء تاج الفصحاء والبلغاء پس تقدم سنتی و تاخر سنۃ الخلفاء مع اشارات دقیقہ دیگر کمال تاکد اول را از ثانی می خواہد چنانچہ از آیت **ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ** خود رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استخراج فرمودند ارشاد کرد کہ ابدأ بما بدأ اللہ بہ یعنی ابتدا کنم بدانکہ بدایۂ کرد حق تعالی باو در ذکر کما ہو فی الحدیث پس اینجا تقدم زمانی ست و آنجا تقدم فی المرتبہ بہر حال از تقدم ذکر تقدم مرتبہ مستفاد میشود اما مواظبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچیزے بطور فرض اگر از خصوصیات نیست پر افتراض آن برای خود و اگر از خصوصیات باشد لیکن امت ازان ممنوع نباشد پس این مواظبت سنیت را نخواہد بلکہ استحباب مقتضای اوست چنانچہ تہجد کہ نزد بعض بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرض بود و امت را مستحب مگر چون دلیل دیگر بر تاکد این فعل برامت پیدا آید البتہ آنگاہ سنت خواہد شد مثل تراویح کہ بر جنبہ نزد ہمون قائل فرضیت تہجد بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تراویح نفس تہجد است علی التحقیق مگر چونکہ برین تہجد مختص باین ہیئت کذائیہ مواظبت صحابہ پیدا آمد بدلیل قولی تاکد پیدا کرد **وہو قولہ علیہ السلام علیکم بسنتی** و اگر نیک دیدہ آید مواظبت فعلی حکمی ہم بر تراویح از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم توان دید چراکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند روز خواندہ عذر ترک آن فرمود کہ مبادا بر امت واجب شود و در حرج افتند ہمانا کہ فعل او را گاہ گاہ و ترک او را بعذر مواظبت حکمی دارند **قال رد المحتار والمراد ایضا المواظبۃ ولو حکما لتدخل التراویح فان صلی اللہ علیہ وسلم بین العذر فی التخلف عنہا قالہ الطحطاوی عن ابی السعود** انتہی و پس حد مصورۂ سائل بر سنیت خود ماند و بر رای کسیکہ فرضیۂ تہجد را بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منسوخ گوید چنانچہ قول حضرت عائشہ است رواہ مسلم فی سننہ پس مواظبت تہجد

دلیل سنت موکده خواهد بود و دلائل قولیه ناظر استحباب مگر تهجد
رمضان که تراویح است بدلیل قول سنت موکده خواهد ماند واللہ اعلم

جواب سوال دوم آنکه بست رکعت تراویح در زمان خیریت نشان
حضرت عمر رضی اللہ عنہ قرار یافته اول یازده رکعت مع وتر خوانده شد
پس در آخر امر بست و سه مع وتر قرار یافت رواه مالک فی الموطا
بسند صحیح و آنچه سنت خلفاء باشد تاکد آن از جواب اول واضح شده
باقی ماند اینکه همه موکده باشند یا بعض پس صاحب هدایه وغیره برانند
که همه موکده اند و قدوری گفته که بعض آنچه از رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله
وسلم ثبوت یافته موکده باشد و آنچه زیاده بران در زمان عمر رضی اللہ عنہ
قرار یافته مستحب بود و ابن همام هم بهمین میل دارد هرچند ابن همام را
علماء جواب داده اند مگر از تقریر بنده جمع بهر دو قول توان کرد که مراد
قدوری از استحباب مزید کمی تاکد نسبت به هشت رکعت و مراد هدایه تسویه
در نفس تاکد است نه قدر آن چراکه تاکد کلی مشکک است و حدیث
علیکم بسنتی الخ دلیل است پس که بعد آن حاجت نقل دیگر
نیست و بعد ثبوت روایه موطا که اصح الکتب فی الحدیث و طبقه اولی
اوست و هم پله بخاری حاجت جمع روایات نیست همین معمول خواهد بود
و مذهب مالک رحمه اللہ هم همین باشد مگر تا هم آنچه زیاده رکعات از دیگر
ائمه آمده اند موجه توان شد که مثلاً بعد هر ترویحه اهل مدینه چار رکعت
می خواندند بست رکعت فرادی زائد شد و جمله چهل شدند و آنها را
هم مجازاً در تراویح شمردند و اهل مکه بعد هر ترویحه اسبوع طواف کردند
و دو رکعت طواف خواندند ده رکعت فرادی مزید شد سی رکعت را
مجازاً تراویح شمردند و بعد بست رکعت قبل وتر بعض گاه که اربع
رکعات را ترک کرده در دعوات مشغول ماندند شانزده رکعت مزید شد
سی و شش گردیدند و یک اسبوع را قبل وتر اگر کم کردند دو رکعت
کم شده بست و هشت شدند و بست رکعت خود امری است
ثبت و محقق از فعل صحابه و یازده از فعل سرور عالم
صلی اللہ تعالی علیه وآله وسلم که آکد از بست است
الحاصل ثبوت بست رکعت با جماع صحابه
در آخر زمان عمر رضی اللہ تعالی عنه
ثابت شده پس سنت باشد
و کسیکه از سنیت آن انکار دارد خطاست
واللہ تعالی اعلم واتم واحکم فقط
راجی رحمة ربه رشید احمد
گنگوهی
فقط

تمت

مَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا

الحمد للہ کہ رسالہ مُبارکہ مسمّٰی

اَلْقُطُوْفُ الدَّانِیَہ

فِی

تَحْقِیْقِ الْجَمَاعَۃِ الثَّانِیَہ

"اس سے قبل یہ رسالہ فارسی زبان میں طبع ہُوا تھا جس کی وجہ سے وہ حضرات اس کے مطالعہ سے مجبور تھے جو فارسی زبان سے ناواقف ہیں، اس لئے اس کا اُردو زبان میں ترجمہ شائع کیا جاتا ہے تاکہ عام لوگ فائدہ اُٹھا سکیں۔"

اَلقُطُوفُ الدَّانِیَہ

فی

تحقیق الجماعۃ الثانیہ

(بزبانِ اُردُو)

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الاَنبِیَاءِ وَالمُرسَلِینَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحبِہٖ اَجمَعِینَ ۔

یا اللہ العالمین ! مجھے راہِ حق دکھا اور اس پر چلنا نصیب کر اور باطل کی حقیقت کو واضح کر اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ واضح ہو کہ اذان و اقامت کے بغیر محلہ کی مسجد میں تکرار جماعت کے متعلق علماء کا اختلاف ہے اور اس مسئلہ کے متعلق علماء کا اختلاف ہے اور اس مسئلہ کے متعلق کتب فقہ میں مختلف روایتیں پائی جاتی ہیں لیکن صحیح تامل کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اصل کراہت میں کسی کو اختلاف نہیں۔ اگر ہے تو کراہتہ تحریمیہ و تنزیہیہ میں ہے۔ جیسا کہ ضمناً اس رسالہ میں واضح ہو گا اور یہ بھی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ سابق میں تکرارِ جماعت کی رسم نہ تھی۔ اگر اتفاقاً کوئی شخص جماعت سے رہ جاتا تھا تو وہ دوراندیش علماء جو تکرارِ جماعت کے انجام اور خرابیوں کو سمجھتے تھے اس کے متعلق مکروہ تحریمی کا فتویٰ دیتے تھے۔ اور جن علماء نے ان باتوں پر غور نہ کر کے اور اتفاق وقتی کا خیال کیا انہوں نے لاباس (کوئی مضائقہ نہیں) فرما کر اگرچہ تحریمی کا فتویٰ تو نہ دیا لیکن تنزیہیہ کو مسلم رکھا لیکن تکرار کا یہ زور شور جو ہمارے زمانہ میں ہے کہ اکثر جماعت ثانیہ جماعت اولیٰ سے زیادہ ہوتی ہے، یہ فتنہ اس زمانہ میں نہ تھا۔ اور اگر وہ بزرگ اس فتنہ کو مشاہدہ کرتے تو یقیناً مکروہ تحریمی کا فتویٰ دیتے۔ کیونکہ بہت سے احکام حالاتِ زمانہ کے تغیر سے بدل جاتے ہیں اور ان کا فتویٰ جواز سے کراہت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدس میں عورتوں کو نمازِ جمعہ اور پنجگانہ جماعتوں میں شمولیت جائز تھی۔ لیکن آنحضرت ؐ کے بعد صحابۂ کرام اور دیگر علماء نے اپنے اپنے زمانہ میں فسادِ زمانہ کی وجہ سے منع فرما دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے زمانہ کی عورتوں کا حال مشاہدہ فرماتے تو یقیناً ان کو باہر نکلنے سے

منع فرماتے اور اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں کہ شروع میں اُن کا حکم کچھ اور تھا اور بعد میں فتنہ و فساد کی وجہ سے کچھ اور ہو گیا اور اس کو تبدیل یا منسوخ کرنا نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد نسخ غیر ممکن ہے۔ بلکہ یہ شرائط و اسباب کی وجہ سے رفع حکم کے مترادف ہے جیسا کہ کتب اصول میں مفصّل مذکور ہے۔ غرضیکہ کتب فقہ میں جماعت ثانیہ کے متعلق کراہتہ تحریمی کی روایتیں بھی ہیں اور کراہتہ تنزیہی کی بھی۔ اور بعض نے تحریم کو صحیح کہا ہے اور بعض نے تنزیہہ کو۔ پس اس زمانہ میں اگر کوئی عالم ترکِ جماعت کی عادتِ بد اور عوام کی سُستی کو دیکھ کر کراہتہ تحریم کا فتویٰ دے تو کچھ بعید نہیں اور کراہتہ تنزیہہ میں تو کچھ کلام ہی نہیں۔ اگر کسی احتیاط کی وجہ سے تنزیہہ کا فتویٰ دیا جائے تو کوئی بحث نہ کی جائے گی۔ پس جاننا چاہیئے کہ ائمہ حنفیہ کی ظاہری روایت سے مطلق تکرار کی کراہتہ معلوم ہوئی ہے۔ خواہ اذان و اقامت کے ساتھ ہو خواہ بلا اذان و اقامت اور صاحب ظہیریہ نے بھی کراہتہ کو ہی لیا ہے اور بدائع میں بھی کراہتہ کو ہی مسلّم رکھا ہے اور عقلی و نقلی دلیل کو ثابت کیا ہے۔ چنانچہ ردالمحتار میں یہ روایتیں موجود ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان سے باہر تشریف لائے جب واپس ہُوئے تو مسجد میں جماعت ہو چکی تھی۔ آپؐ اپنے کسی رشتہ دار کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں جا کر جماعت سے نماز پڑھی۔ اگر مسجد میں جماعتِ ثانیہ مکروہ نہ ہوتی تو آپؐ ایسا نہ کرتے بلکہ مسجد ہی میں جماعت کراتے۔ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب صحابہؓ کی جماعت فوت ہو جاتی تھی تو مسجد میں الگ الگ نماز پڑھا کرتے تھے کیونکہ تکرارِ جماعت سے جماعت کے کم ہونے کا خطرہ ہے۔ ورنہ جب لوگوں کو جماعت کے فوت ہو جانے کا علم ہو جائے گا تو وہ جلدی کریں گے اور جماعت زیادہ ہو گی (یعنی اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ اگر ہم سے یہ جماعت فوت ہو گئی تو پھر فضیلت جماعت سے محروم ہو جائیں گے، تو کوشش سے جماعت میں شامل ہوں گے اور جماعت زیادہ ہو گی ورنہ آہستہ آہستہ آتے رہیں گے اور جماعتیں کراتے رہیں گے۔

پس ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء ثلثہ رحمہم اللہ تعالےٰ سے روایت ظاہر حکم کراہت تکرار ہے اور کراہت جب مطلق ہو تو تحریم مراد ہوتی ہے۔ ردالمحتار میں ہے کہ علماء جب مطلق مکروہ کہیں تو اس سے تحریم مراد ہوتی ہے تاوقتیکہ تنزیہہ کو واضح طور پر ظاہر نہ کریں۔ مصفیٰ میں ہے کہ لفظ کراہتہ جب مطلق ہو تو اس سے تحریم مراد ہوتی ہے امام ابو یوسفؒ نے حضرت امام صاحب سے پوچھا کہ جب آپ کسی مسئلہ میں صرف لفظ "مکروہ" فرمائیں تو اس سے آپ کی کیا مراد ہوتی ہے؟ آپ

نے فرمایا "تحریم" اور جب دلیل پر نظر کی جائے تو کراہتہ تحریمہ ہی ضروری ہے کیونکہ جماعت کا کم یا متفرق ہو جانا مکروہ تحریمی ہے اور جو چیز ان باتوں کا باعث ہو وہ بھی تحریم کے ہی حکم میں ہے۔ اس لئے کہ وسائل کے لئے بھی مقاصد کا حکم ہوتا ہے۔ ہدایہ میں ہے حرام کا سبب بھی حرام ہی ہے۔ البتہ کراہتہ کلی مشکوک ہے۔ کیونکہ اس کی شدت و خفت اس کے نقصان کے مطابق ہوتی ہے جس قدر کراہت تکرار مع الاذان میں ہے بغیر اذان اس قدر نہیں۔

ردالمحتار میں ہے کہ تنزیہہ کے درجات اپنی شدت اور تحریمہ کے قرب کی وجہ سے مختلف ہیں اس لئے کہ استحباب کے درجے مختلف ہوتے ہیں۔ جیسے سنت واجب اور فرض کے درجے۔ پس اسی طرح ان کے اضداد (مکروہ حرام وغیرہ) کے درجے مختلف ہیں۔ اس لئے بعض دفعہ تکرار جماعت تنزیہہ کے قریب ہوتی ہے۔ جیسا کہ ترک اذان و اقامت اور محراب کو چھوڑ کر مسجد کے ایک کونہ میں دوسری جماعت کرانا۔ جن حضرات نے جواز کا فتویٰ دیا ہے اس سے بھی کراہتہ مراد[1] ہے۔ چنانچہ اس کی تحقیق آئندہ آئے گی اور باوجود ظاہر روایت کے اس کے خلاف فتویٰ دینا مناسب نہیں۔ ردالمحتار میں ہے کہ جس ظاہر روایت پر ہمارے اصحاب متفق ہو گئے ہیں۔ اسی پر فتویٰ دینا ضروری ہے اور ظاہر ہے روایت اس کو کہتے ہیں جو امام ابوحنیفہ و ابویوسف و محمد رحمہم اللہ تعالےٰ سے مشہور و معتبر طور پر منقول ہو۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد نبوی میں تکرار جماعت کو چھوڑنا حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھنا مسجد حرام کے سوا کسی دوسری مسجد میں ہزار نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے۔ کراہتہ پر دلیل ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا باوجود افضل کے مفضول کا اختیار کرنا بلاوجہ نہیں ہو سکتا اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کی اہمیت ثابت و ظاہر فرمائی ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے معاملہ میں کس قدر تاکید اور اہتمام فرمایا ہے اور صرف ایک جماعت کے لئے کس قدر ترغیب و ترہیب سے کام لیا کہ فرمایا جو شخص اذان سے قبل مسجد میں حاضر ہو اس کا ثواب یہ ہے اور وقت سے پہلے جو مسجد میں آئے اس کا ثواب یہ ہے۔ اور جماعت سے نماز پڑھنے اور صفوں کی برکتیں بالخصوص صف اول کا ثواب اس قدر ہے اور پھر تارکین جماعت کو کبھی منافق فرمایا، کبھی ان کے گھر جلا دینے کی وعید فرمائی۔ وغیر ذلک۔ تو ان تمام

---

[1] کتب حنفیہ کے دیکھنے والوں پر مخفی نہیں کہ لفظ جواز بعض اوقات جواز مع الکراہتہ پر بھی بولا جاتا ہے اور کراہتہ تنزیہہ کے ساتھ تو بکثرت استعمال ہے۔

۱۲۔ محمد شفیع دیوبندی عفا اللہ عنہ

وعدہ اور وعید سے اصل مقصود صرف مسلمانوں کا مجتمع ہو جانا، جماعت اولیٰ کی طرف مسارعۃ اور جلدی کرنا اور جماعت کو ترک نہ کرنا ہے۔ ورنہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے یہ بات بالکل بعید ہے کہ تارکینِ جماعت کے مکانوں میں آگ لگا دینے کی وعید فرمائیں بلکہ اگر جماعتِ ثانیہ میں کچھ قباحت نہ ہوتی تو تارکین کا عذر قبول فرما کر جماعتِ ثانیہ کا حکم دیتے۔ لیکن چونکہ جماعت اولیٰ ہی کی حاضری کی مراد تھی اس لئے جماعتِ ثانیہ کا قطعاً ذکر نہ فرمایا اور واضح طور پر کراہتہ تکرارِ جماعت کا اشارہ فرما دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر انجام پر اس قدر گہری تھی کہ سوائے شانِ نبوت کے ممکن نہیں۔ لہٰذا ان باتوں کا بھی انسداد فرما دیا جن سے کسی مفسدہ کا احتمال بھی ہو سکتا تھا۔

پس اس صورت میں اگر بذاتِ خود تکرارِ جماعت فرماتے تو یقیناً تکرار کو مشروع کرتے اور خود (معاذ اللہ) باعثِ تکرارِ جماعت ہوتے اور اہتمام اجماع کے برعکس باعث تفریق ہوتے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام افعال کو مشروع و ممنوع جانتے تھے، چنانچہ داخلہ مکہ معظمہ کے بعد آپ غمگین ہوئے کہ چاہ زمزم سے پانی کھینچنے کا حکم دینے سے بسبب ہجوم مردم میں نے اپنی اُمت کو تکلیف کے اندر مبتلا کیا اور آپ نے اُس سے منع فرما دیا۔ علیٰ ہذا القیاس اس قسم کے بہت سے واقعات کُتبِ حدیث سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ اور اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جماعتِ ثانیہ کے ترک کی عادت رکھتے تھے۔ پس جب کہ خود صاحبِ شرع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تکرارِ جماعت کو ترک فرمایا اور صحابہ کرامؓ نے باوجود قابلِ ثواب امور اور نماز باجماعت پر حریص ہونے کے تکرار جماعت سے پرہیز کیا اور علمار حنفیہ کی ظاہر روایت بھی یہی ہے تو اس سے زیادہ اور کیا قوی دلیل ہو سکتی ہے۔ اور جب درایت و روایت کے ساتھ موافق ہو جائے تو یقیناً قابلِ قبول ہے۔

شارح مُنیہ ابن الہمام سے نقل کرتے ہیں کہ جب روایت و درایت سے موافق ہو جائے تو اس کا تبدیل کرنا مناسب نہیں۔ اس صورت میں اگرچہ تکرارِ جماعت ثواب بھی ہو لیکن اس کا ترک زیادہ ضروری اور مقدم ہوگا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک ذرہ بھر نافرمانی کو چھوڑنا دو جہان کی عبادت سے افضل ہے اور یہی وجہ ہے کہ نفع حاصل کرنے سے نقصان کے دُور کرنے کو مقدم سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اشباہ میں ہے کہ جب مفسدہ اور مصلحت میں تعارض ہو جائے تو پہلے مفسدہ کو دور کرنا چاہیئے۔ اور فتح القدیر میں فرمایا ہے کہ فعل سُنت سے مکروہ کا ترک کرنا مقدم ہے اور درحقیقت ترمذی کی اس حدیث سے جس سے جواز تکرار جماعت معلوم ہوتا ہے۔ ایکم یتجر علی ھذا الاخرہ اور جیسا سنن ابوداؤد میں بھی روایت ہے جواز پر استدلال نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس حدیث سے متنفل کی نماز کا جواز مفترض کے

پیچھے معلوم ہوتا ہے اور یہ تکرارِ جماعت نہیں بلکہ جو تکرار جماعت متنازعہ فیہ ہے وہ مفترض کے پیچھے ہے اور جس پر بروے ظاہر روایت کراہت کا حکم ہے اور جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک فرمایا اور صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا جس کے ترک پر عمل رہا وہ یہی فرض ادا کرنے والے کی نماز فرض ادا کرنے والے کے پیچھے ہے نہ صرف تکرار، ورنہ جماعت تراویح کو بھی بعد نمازِ عشاء تکرار جماعت پر قیاس کر سکتے ہیں (یعنی حدیث ترمذی و روایت سنن ابوداؤد سے جو جوازِ تکرارِ جماعت معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ امام نماز فرض ادا کرے اور مقتدی نماز نفل۔ اور چونکہ یہ صورتِ تکرار متنازعہ فیہ نہیں بلکہ فرض ادا کرنے والے کی نماز فرض ادا کرنے والے کے پیچھے ہے اس لئے یہ حدیث موافق مطلب نہیں ہو سکتی۔ مترجم) اور متنفل کا اقتدار مفترض کے پیچھے بالاتفاق جائز ہے۔ بحر میں ہے کہ جب امام فرض ادا کرے اور مقتدی نفل تو اس میں کوئی کراہت نہیں۔ جیساکہ حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ جب تم دو شخصوں نے اپنی سواریوں پر نماز ادا کر لی پھر تم کسی جماعت سے پڑھنے والی قوم کی طرف آئے تو ان کے ساتھ نماز پڑھ لو۔ اور یہ نماز تمہارے لئے نفل ہو جائے گی۔

اور طحطاوی ص ۲ میں ہے کہ متنفل کا خلف مفترض نماز سے مراد ہے کہ امام صاحب فرض ادا کر رہا ہو اور مقتدی نفل تو مکروہ نہیں اور اگر تکرار متنازعہ فیہ کو اس پر قیاس کریں تو جاننا چاہیئے کہ یہ حدیث قضیۂ شخصیہ کے لئے واقع ہوئی ہے اس شخص کے لئے جو مجبوراً جماعت سے رہ گیا ہو۔ ہر مختلف کے لئے نہیں اور اگر شخصیات سے حکم کلی لینا چاہیں تو قیاس کیا کرتے ہیں۔ اور قیاس اس جگہ صحیح ہوتا ہے جبکہ نص صریح اس کی ممانعت میں موجود نہ ہو اور یہاں نصوص کثیرہ مثل احراق بیوت اور تارک جماعت کا نفاق و سبب تفریق و تقلیل جماعت و کسل مسلین قیاس کی مانع موجود ہیں۔ پس سوائے اس قسم کے مختلف کے اور کسی شخص پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ خلاف قیاس حکم اپنے مورد کے لئے محدود ہوتا ہے اس لئے نص کی تمام قیود کا لحاظ رکھا جائے گا۔ یعنی اگر کوئی متخلف مسجد کے گوشہ میں بغیر کسی دوسرے شخص کو بلائے نماز شروع کرے اور کوئی نفل کی نیت سے اس کی اقتدا کرے تو یقیناً یہ تکرار بلا کراہتہ جائز ہوگا ورنہ ناجائز۔ اور بخاری نے اپنی سنن کے ترجمۃ الباب میں جو تعلیقاً روایت کی ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جماعت کے بعد مسجد میں آئے۔ پس آپ نے اذان کہی اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھی، کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا فعل کسی راستہ کی مسجد یا اسی قسم کی مسجد پر محمول کر سکتے ہیں۔ اور چونکہ مسجد محلہ میں جماعتِ ثانیہ اذان و اقامت کے ساتھ بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے اس لئے مجوزین تکرار کے لئے یہ قول نافع نہیں ہو سکتا اور اس صورت میں حضرت

انسؓ کا یہ فعل اقوالِ سابقہ کا معارض نہیں ہو سکتا۔ الحاصل جب روایت غیر مشہورہ آثار واخبار کی موافقت سے مرجح ہو جائے تو ظاہر روایت بطریق اولیٰ راجح ہو جائے گی۔ ابن نجیم صاحب بحر نے بحر الرائق میں سراج وہاج سے روایت کی ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی مسجد میں داخل ہو جس میں جماعت ہو چکی ہو تو نہ اذان دے اور نہ اقامت کہے۔ تو یہ مکروہ ہے کہ اذان کہیں اور جماعت دوبارہ کریں بلکہ الگ الگ پڑھیں اور صاحب بحر کا اس موقعہ استدلال پر اس روایت کو نقل کرنا کراہتہ جماعت ثانیہ اور اختیارِ وحدت کی دلیل ہے اور کنز العباد میں فوائد جامع الصغیر سے نقل کیا ہے کہ جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا کہ اس میں جماعت سے نماز پڑھی گئی اور وہ مسجد کسی قوم کی مسجد ہے (یعنی مسجد راہ وغیرہ نہیں بلکہ محلہ کی مسجد ہے) پس وہ اس میں اکیلا نماز پڑھے بغیر اذان و اقامت کے اور اگر اذان و اقامت سے پڑھی تو مکروہ ہے اور رد المحتار میں ہے طحطاوی سے نقل کیا ہے۔ شافعیہ کی اقتدار افضل ہے لیکن تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ اس لئے کہ ایک مسجد میں جماعت کی تکرار ہمارے نزدیک بقول معتمد مکروہ ہے۔ مگر ہاں جبکہ جماعت اولیٰ اس مسجد والوں کے بغیر ہوئی یا مکروہ طریق پر ادا کی گئی ہو اور طحطاوی اس روایت کو باب اقامت میں نقل کرتے ہیں اور معلوم ہے کہ جس جگہ مذاہب کی تعداد جماعت ہے وہاں ہیئت اولیٰ اور مکان کے تغیر واختلاف کے ساتھ بلا اذان ہے۔ اور یہ معلوم ہو چکا کہ عند الاطلاق کراہتہ کے لئے تحریم کا حکم ہے۔ اور یہاں شرح منیہ کی روایت کا ذکر ضروری ہے کہا کہ اگر مسجد کا امام و مؤذن ہے تو ہمارے نزدیک اذان و اقامت کے ساتھ جماعت ثانیہ مکروہ ہے۔ اور امام صاحبؒ سے روایت ہے کہ اگر جماعتِ ثانیہ تین سے زائد کی ہو تو مکروہ ہے۔ اور امام یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر ہیئت اولیٰ پر نہ ہو تو مکروہ ہے ورنہ نہیں اور یہی صحیح ہے۔ اور محراب سے ہٹ جانا ہیئت کو تبدیل کر دیتا ہے ایسا ہی بزازیہ میں ہے۔

پس پہلے جاننا چاہئے کہ ہیئت جماعت اولیٰ تین چیزوں سے ہے۔ ایک اذان دوم اقامت سوم محراب جو امام کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے۔ اب رہا ہیئت جماعت میں اذان و اقامت کا دخل، تو ہدایہ میں کہا ہے کہ اگر کوئی اکیلا شخص نماز اس ہیئت سے پڑھے کہ اذان کہے اور اقامت کہے تو یہ ہیئت جماعت ہو گی اور محراب یہ شرح منیہ سے معلوم ہوتی ہے جیسا کہ کہا ہے "محراب سے عدولی کرنا ہیئت کو تبدیل کر دیتا ہے"۔ اور یہ تینوں باتیں جماعتِ اولیٰ میں موجود ہیں۔ پس ان تینوں میں سے ایک کے نہ ہونے سے ہیئتِ اولیٰ تبدیل ہو جائے گی۔ اگرچہ نفس ہیئت جماعت باقی رہے۔ چنانچہ لفظ "یختلف" اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور چونکہ اذان و اقامت کو ہیئت میں ظاہری دخل ہے۔ اس لئے شارح منیہ کو اختلاف ثابت کرنے کی ضرورت سوائے محراب کے ان کو ترک کر کے پیش نہ آئی۔ اس وجہ سے کہ محراب کا بظاہر جماعت میں دخل نہ تھا۔ کیونکہ مسجد تمام ایک مکان ہے اس کی کوئی جگہ خاص خصوصیت نہیں رکھتی۔ اور محراب کی ضرورت

کثرتِ جماعت کے وقت ہوتی ہے تاکہ امام وسط صف میں کھڑا ہو۔ اس وجہ سے محراب سنت ہے ورنہ اس کے بعد چھوڑ دینے میں کوئی حرج نہیں، بخلاف اذان واقامت کے۔ اسی وجہ سے شارح منیہ نے بزازیہ سے سند بیان کی۔ یہاں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس بات کے چھپانے سے کہ تغیرِ ہیئت میں مکان ومقام کو دخل ہے یا نہیں شاید کوئی اس بات کا منکر ہُوا ہو۔ اس وجہ سے ردّ المحتار میں تاتارخانیہ سے روایت ہے "وبہ ناخذ" یعنی باختلاف ہیئت محراب کو بدل دینے سے اور قرینہ اس کا یہ ہے کہ ردّ المحتار نے باب اذان میں کہا ہے "ہاں صحیح یہ ہے کہ تکرارِ جماعت مکروہ نہیں جبکہ ہیئت اولیٰ پر نہ ہو" "صحیح" کے ساتھ ناخذ نہ کہا۔ حالانکہ "بہ ناخذ" "ہو الصحیح" سے زیادہ موکد اور ایسے موقعہ پر سند کے لئے زیادہ نہ ہوئی۔ مگر صاف ظاہر ہوتا ہے کہ "بہ ناخذ" کی ضمیر ہیئت کے اختلاف کی طرف نہیں بلکہ عدم کراہتہ کی طرف ہے۔ اس وجہ سے "ہو الصحیح" ہی مناسب ہُوا۔ جیسا آئندہ بیان ہوگا۔

الغرض جب ہر سہ صورتوں کا جماعت اولیٰ کی ہیئت دخل ہے کہ اگر تینوں صورتیں نہ رہیں تو قطعاً ہیئت اولیٰ نہیں اور اگر دو صورتیں مرتفع ہو جائیں خواہ وہ کوئی سی دو ہوں اذان واقامت ہو یا اذان ومحراب یا اقامت ومحراب تاہم ہیئت مرتفع ہو جائے گی۔ اس لئے کہ اکثر پر کل کا حکم ہوتا ہے اور اگر ایک صورت مرتفع ہو جائے پھر بھی ہیئت اولیٰ مرتفع ہو جائے گی۔ کیونکہ ایک جزو کے ارتفاع سے بھی ہیئت کلی مرتفع ہو جاتی ہے۔ اور بزازیہ کی عبارت کا مطلب جو شارح منیہ نے نقل کی ہے یہی ہے کہ صرف محراب کے اختلاف سے ہیئتِ اولیٰ کے اختلاف کا حکم ہو جاتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ حرمین شریفین میں اذان ومکان کے ترک پر اکتفا کیا اور ترک اقامت کی ضرورت نہ سمجھی۔ اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ محراب کا ترک کرنا اذان واقامت کے ترک سے کم ہے۔ اس لئے کہ محراب میں کھڑا ہونا اس غرض سے مسنون ہوتا ہے کہ امام درمیان رہے۔ ردّ المحتار میں ہے: "سنت یہ ہے کہ امام محراب میں کھڑا ہو اور بظاہر یہ صورت جماعت کی کثرت کے وقت ہے تاکہ امام غیر وسط میں کھڑا نہ ہو اور اگر یہ صورت نہ ہو مکروہ نہیں۔ پس معلوم ہُوا کہ ترکِ محراب کثرتِ جماعت کے وقت مکروہ تنزیہی ہے ورنہ جائز ہے۔ اور جب کہ بزازیہ کے قول کے مطابق ادنیٰ اختلاف (عدول محراب) سے اختلاف ہیئت ہو جاتا ہے تو ترکِ اعلیٰ (ترکِ اذان واقامت سے) بطریق اولیٰ ہوگا۔ کیونکہ اذان واقامت خواص جماعت سے ہیں بالخصوص اقامت۔ اور اس وقت میں اگر جماعت ثانیہ اذان واقامت اور بلا عدولِ محراب کریں تو شدید کراہتہ ہو گی اور صرف اذان کے بغیر کم۔ اور بغیر اذان واقامت کے صرف محراب میں کھڑا ہونے سے اس سے کم۔ اور تینوں کے بغیر اس سے بھی کم۔ کیونکہ ظاہر روایت میں اطلاق کراہت کو کسی شق میں مستثنیٰ نہیں کیا۔ اگرچہ افراد کے اختیار میں کراہتہ میں فرق آجائے۔ اور صاحبِ بحر نے اپنے رسالہ میں باوجود تبدیلِ ہیئت اولیٰ کے جیسے کہ جماعتِ ثانیہ کرنے والے عام طور پر اذان واقامت کے ترک سے کر لیتے ہیں تکرارِ جماعت کو مکروہ کہا ہے اور اسی کو معتبر کہا۔ اور بحر الرائق میں بھی سراج وہاج کی روایت سے اکیلا پڑھنے کی تصریح کی۔ پس واضح ہُوا کہ دوسری ہیئتوں کا بدل دینا کراہتہ مطلقہ کو دُور نہیں کرتا۔ البتہ کراہتہ کی تغلیظ دُور ہو جاتی ہے۔ اور پہلے گزر چکا کہ کراہتہ تحریمیہ کے افراد

تغلیظ وتخفیف میں مختلف ہوتے ہیں۔ پس یہ عوام نے گھڑ لیا کہ جماعتِ ثانیہ اگر اقامت سے ہو تو مکروہ ہے اور اگر تینوں باتوں کے ارتفاع سے ہو تو بلا کراہتہ مطلق جائز ہے درست نہیں۔ کیونکہ جب اختلافِ ہیئت دونوں میں موجود ہے تو صرف درجات کا فرق ہوگا، اسی طرح دوسری شقوں میں۔ بلکہ کراہتہ سب میں موجود ہے اگرچہ ایک کی کراہتہ دوسرے سے زیادہ ہو۔ ان تمہیدوں کے بعد شرح مُنیہ کی مذکورہ روایت کے معنی معلوم کرنے چاہئیں کہ جب اوّل شارح منیہ نے کہا کہ یکرہ تکرار الجماعۃ عندنا (ہمارے نزدیک تکرارِ جماعت مکروہ ہے۔ پس لفظ "عندنا" (ہمارے نزدیک) علمائے ثلٰثہ حنفیہ کا صاف اقرار کر کے کراہتہ تحریمی ثابت کی۔ کیونکہ اذان واقامت کے ساتھ جماعتِ ثانیہ کی تحریم متفقہ ہے اور عندالاطلاق وہی تحریم مراد ہوتی ہے جبکہ ظاہر روایت سے کراہتہ تکرار تمام صورتوں میں معلوم ہوئی۔ لہٰذا اذان واقامت کا مفہوم مخالف مضر نہیں۔ کیونکہ جو کچھ شارح مُنیہ نے روایت کی وہی ظاہر روایت علمائے ثلٰثہ سے ہے۔ جیساکہ ظاہر ہے اور شارح مُنیہ کی تقیید سے ظاہر روایت مقید نہیں ہوسکتی۔ اس لئے کہ اول تو مفہوم اکثری ہے نہ کلی۔ اور اس کے ساتھ ہی دوسری روایت کی مخالفت کی صورت میں مفہوم معتبر نہیں ہوتا۔ اور صاحبِ ظہیریہ نے یہ صراحتہً ظاہر روایت سے اکیلے نماز پڑھنے کو بیان کیا ہے اور شارح مُنیہ نے بعض شقوں سے سکوت اختیار کیا ہے۔ پس شارح مُنیہ نے کراہتہ تحریم تکرار ثابت کرنے کے بعد امام یوسفؒ سے دوسری روایت نقل کی جس سے ہیئتِ اولیٰ کے اختلاف کی صورت میں کراہتہ تحریم کی نفی معلوم ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ امام یوسفؒ سے ایک روایت میں منقول ہے کہ ہیئت کے اختلاف سے کراہتہ تحریمہ نہیں رہتی نہ یہ کہ کراہتہ مطلق ہی مرتفع ہوجاتی ہے۔ اگرچہ بعض صورتوں میں کراہتہ ایک دوسرے سے خفیف ہو جیساکہ تینوں باتیں چھوڑنے سے جیساکہ پہلے گزرا۔ اور نہ لازم آتا ہے کہ اگر ہیئتِ اولیٰ کا اختلاف صرف محراب چھوڑ دینے سے ہوجائے اور اذان واقامت اپنی حالت پر رہیں تو کراہتہ پھر بھی نہ ہو۔ کیونکہ ترکِ محراب کی وجہ سے ہیئتِ اولیٰ تو باقی نہ رہی جیساکہ بزازیہ سے معلوم ہُوا یہ بالکل غلط ہے۔ پس شارح مُنیہ نے کہا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ اختلافِ ہیئت سے کراہتہ میں کمی ہوجاتی ہے۔ نہ جیساکہ ظاہر روایت ہے کہ علی الاطلاق کراہتہ تحریم تکرار اس سے مستفاد ہے۔ اس لئے کہ بقول ردالمحتار جب کلام علماء میں ہو تو اس سے تحریم مراد لیتے ہیں۔ تاوقتیکہ تنزیہہ کا لفظ صاف طور پر بیان نہ کیا جائے۔

پس غور کرنا چاہیئے کہ ظاہر روایت اور امام ابو یوسفؒ کی اس روایت کو اصل کراہتہ میں اختلاف نہیں اور اس کی تائید میں یہ ہے کہ صاحبِ بحر نے امام یوسفؒ کی اسی روایت کو لفظ لا بأس سے نقل کی ہے۔ بحر میں ہے اور مجتبیٰ میں کہا ہے مسجد میں اذان واقامت کے ساتھ تکرار جماعت مکروہ ہے اور امام یوسفؒ سے روایت ہے کہ تکرارِ جماعت قومِ کثیر کے ساتھ مکروہ ہے۔ لیکن ایک نے ایک کے ساتھ یا دو کے ساتھ پڑھی اور امام کی جگہ کو بدل دیا تو مطلق کوئی حرج نہیں اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ تکرارِ جماعت اگر دوسرے کو بلا کر علی الاعلان کی جائے تو مکروہ ہے۔ لیکن اگر پوشیدہ گوشۂ مسجد میں ہو تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ "لا بأس"، کراہتہ تنزیہہ کا متقاضی ہے۔ ردالمحتار میں نہایہ سے روایت ہے لفظ "لا بأس" دلیل ہے کہ مستحب اس کے علاوہ ہے اور جس جگہ دلیل کراہتہ موجود ہو ترک مستحب مکروہ تنزیہی ہوتا ہے اور اگر مفہوم اذان و

اقامت کی قید شرح منیہ کی روایت میں معتبر ہو۔ جیسا بعض لوگ کہتے ہیں کہ اذان و اقامت کے ساتھ مکروہ ہے اور بغیر ان کے غیر مکروہ اور وہ جانتے ہیں کہ اذان و اقامت کے ترک سے ہئیت اولیٰ تبدیل ہو جاتی ہے تو اس کے معنی بعینہٖ یہ ہوئے کہ تغیر ہئیت کے ساتھ غیر مکروہ ہے اور بلا تغیر ہئیت مکروہ۔

پس میں کہتا ہوں کہ امام یوسفؒ کی اس روایت کو نقل کرنا محض لغو ہے اور مندرجہ ظاہر روایت لفظ "عندنا" سے اور امام یوسفؒ کی روایت میں مطلق مقابلہ نہیں رہتا اور امام یوسفؒ اپنی روایت میں اپنی اس ظاہر روایت سے ہرگز اختلاف نہیں کرتے۔ پس اس کے نقل کرنے کی کس لئے اور کس وجہ سے ضرورت پیش آئی۔ اگر آپ کے اس قول سے کہ " اگر پہلی شکل و ہئیت پر نہ ہو، ہر سہ امور کا نہ ہونا مراد لیتے ہیں اور روایت بزازیہ میں ان کے قول کے ساتھ " محراب کو چھوڑ دینے" کی قید اذان و اقامت چھوڑ دینے کے ساتھ بڑھاتے ہیں۔ اگرچہ بزازیہ کی عبارت اس کے مخالف ہے مگر پھر بھی بحر لفظ " لا بأس" کراہتہ تنزیہیہ کے لئے قائم رکھتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اس روایت میں امام یوسفؒ کی مراد عدم کراہتہ تحریم ہے نہ کہ کراہتہ تنزیہیہ کی نفی۔ نیز حدیث (لا یصلی بعد صلوٰۃ مثلوھا) " نماز کے بعد اسی طرح نہ پڑھو" کے تحت میں عینی شرح کنز میں اور صاحب مستخلص عینی کی شرح میں اور صاحب کفایہ و عنایہ ہدایہ کے حاشیہ میں روایت کرتے ہیں اور "ہمارے بعض مشائخ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے مساجد میں تکرارِ جماعت سے منع کرنا مراد ہے" اور فتح القدیر میں کہا ہے کہ " یا ہئیت اولیٰ سے مکرر جماعت پر محمول ہے اور ردالمحتار میں اسی حدیث کے تحت میں کہا ہے کہ " فخر الاسلام نے کہا اگر اس حدیث کو مسجد محلہ میں تکرارِ جماعت پر محمول کیا جائے تو صحیح ہے اور اسی کو بحر میں شرح جامع صغیر مؤلفہ قاضی خان سے نقل کیا ہے۔ پھر بحر میں کہا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اگر تکرار صلوٰۃ مسجد میں ہئیت اولیٰ پر ہو تو مکروہ ہے" اور ان روایات سے بھی کراہتہ تحریم تکرارِ جماعت معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ " لا یصلی" کہ نفی بمعنی نہی ہے زجر و تحریم کے معنوں میں ہے۔ پس اکثر علماء نے اس کو علی الاطلاق رکھا ہے مثل تعمیم ظاہر روایت کے اور نفس جماعت میں مماثلت لی ہے اس لئے کہ مماثلت تمام اوصاف میں محال ہے مگر صاحب فتح و بحر نے ہئیت اولیٰ کی قید بڑھا دی جس کا بیان شرح منیہ کی تقریر میں گزر چکا کہ اگر تقیید ہئیت مراد لیں تو عدم کراہتہ سے مراد ہے۔ ورنہ صاحب بحر کا کلام بحر کی ایسی روایت میں اور اپنے اس رسالہ کی روایت میں جس سے طحطاوی نے نقل کیا ہے اور خود بحر کی مسلمہ روایت میں جو سراج سے نقل کی ہے متعارض و مخالف ہوگا اور یہ مستبعد ہے۔

اور حرمین شریفین کی تکرارِ جماعت پر علماء کا انکار بھی باوجود تبدیل ہئیت کے دلیل کراہت ہے کیونکہ اگرچہ تبدیل ہئیت کی وجہ سے ان کا تکرارِ جماعت بروئے روایات مذکورہ بالا تحریم کے درجہ میں نہیں رہا مگر تاہم کراہتہ مخففہ پر بھی ہمیشہ عمل کرتے رہنا مناسب نہیں۔ کیونکہ تفریق (جماعت اولیٰ کی حاضری میں) سُست ہو جانا (یہ دونوں قباحتیں ہئیت اولیٰ تبدیل کر لینے پر بھی) موجود ہیں اور ردالمحتار میں آثارِ بالا نقل کرنے کے بعد منقول ہے" اور اس لئے کہ اس طرح اطلاق میں جماعت کی کمی ہے اس وجہ سے کہ مسلمانوں کو جب معلوم ہو جائے گا کہ (جماعت اولیٰ فوت ہو جانے سے) ان کی جماعت فوت نہ ہو گی (بلکہ دوسری کر لیں گے) لیکن راستہ کی مسجد میں سب لوگ برابر ہیں اس میں کسی جماعت کی تخصیص نہیں، ایسا ہی بدائع وغیرہ میں ہے۔ اس استدلال کا مقتضیٰ مسجد محلہ میں کراہت تکرار ہے اگرچہ بغیر اذان ہو۔ اس قول کی تائید ظہیریہ کی ظاہر روایت کرتی ہے اور ایسا ہی علامہ سندھی تلمیذ محقق ابن الہمام

نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے کہ اگر اہل الحرمین نماز کئی اماموں کے ساتھ متواتر جماعتوں میں پڑھتے ہیں تو بالاتفاق مکروہ ہے، اور ہمارے بعض مشائخ سے اس کا صراحۃً انکار نہیں کیا گیا ہے۔

ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ باوجود تبدیل ہئیت اولیٰ کراہتہ باقی رہتی ہے اگرچہ بعض کے نزدیک تنزیہیہ ہو اور کنز العباد میں بھی ہے کہ " اور کافی میں ہے کہ ہمارے نزدیک تکرارِ جماعت جائز نہیں۔ اور جامع صغیر میں ہے کہ کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا کہ محلہ والوں نے اس میں نماز ادا کرلی۔ پس وہ بغیر اذان و اقامت کے پڑھے۔ کیونکہ تکرارِ جماعت اس کے قلّت کا باعث ہے۔ چونکہ کوئی شخص جماعت فوت ہوجانے سے نہ ڈرے گا تو اس لئے یہ مکروہ ہوگا" اس موقع پر بعض لوگوں کو طحطاوی کی اس روایت سے تشویش ہوتی ہے: فلا کراھتہ مطلقاً (اس میں مطلق کراہتہ نہیں) لہٰذا اس کا بیان ضروری ہے۔ طحطاوی نے باب اذان میں اپنے قول " بن بکرہ اور الاتحرہ کے ساتھ باب امامت میں کہا ہے کہ اذان ثانی میں خلط اور تلبیس ہے۔ کیونکہ اکثر غلطی سے اذان ثانی کو اذان اول خیال کیا جائے گا۔ لیکن جب جماعت بغیر اذان کے دوبارہ پڑھی جائے تو اس میں مطلق کراہتہ نہیں اور اسی پر مسلمان متفق ہیں"۔ پس اوّل سُننا چاہیئے کہ ظاہر عبارت طحطاوی یہ ہے کہ کراہتہ تکرار اور اس کے عدم میں فرق کرنے والی چیز صرف اذان ہے اسی وجہ سے تکبیر اقامت اور عدول محراب کا ذکر نہیں کیا اور جو کچھ کراہتہ اذان کے لئے وہ دلیل لائے ہیں یقیناً درست ہے لیکن ایک دلیل کے بیان کر دینے سے دوسری دلیلوں کی نفی لازم نہیں آتی اور اس دلیل کا اقتضا تحریم ہے اور اس کے ساتھ معصیت کا افشاء تقصیر و کسل کا اظہار اذان کی صورت میں بدرجہ کمال ہے۔ لہٰذا طحطاوی نے کہا کہ صاحب درمختار نے قید محلہ بڑھا دی ہے اور مجتبیٰ سے کہ اس کی عبارت بحر سے پہلے نقل کر دی گئی اطلاق مساجد کا مفہوم حاصل ہوتا ہے اور یہی راجح معلوم ہوتا ہے۔ پس اذان کے ساتھ تکرارِ جماعت جس طرح مسجد محلہ میں مکروہ تحریمی ہے۔ دوسری مسجدوں میں بھی ہونی چاہیئے۔ لیکن جب بغیر اذان کے دوبارہ پڑھی جائے تو کراہتہ نہیں یعنی تحریمی۔ یعنی تمام مساجد میں اسی وجہ سے کہ لفظ مطلقاً" فلا کراہتہ" کے پہلو میں واقع ہوا ہے تو اس لئے خیال پیدا ہوا کہ عدم کراہتہ مطلقاً سے مراد ہے نہ تحریمی کراہتہ ہے نہ تنزیہی حالانکہ بات یہ نہیں بلکہ " مطلقاً" وہی مراد ہے جیسا کہ صدر روایت میں کہا ہے اور مجتبیٰ کی روایت " وعلیہ المسلمون" یعنی قرون ثلٰثہ اور اسلاف کے بعد کے مسلمان اور " علیہ المسلمون" سے بھی کراہتہ تنزیہیہ معلوم ہوتی ہے کیونکہ تمام مسلمان عوام خواص اتفاق رکھتے ہیں کہ جماعتِ ثانیہ افضل نہیں اور افضلیت کا نہ ہونا بھی کراہتہ تنزیہیہ ہے۔ غایۃً کراہتہ جنس مشکوک ہے اور اس کے تحت دو نوع ہیں۔ اوّل کراہتہ تنزیہیہ کہ اس کی جس کراہتہ اور ترک اُس کا مسنون ہے اور اس کے بعض افراد قریب تحریم اور بعضے کم۔ اور اساوۃ (برائی) جو کراہتہ سے بھی زیادہ بُری چیز ہے یہ بھی اسی کراہتہ میں ہے۔ دوم کراہتہ تحریم جس کا ترک کرنا واجب ہے اور اس کے بھی قلت و کثرت مفاسد کے لحاظ سے کئی درجے ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تین قسمیں قرار دی جائیں یعنی تنزیہیہ اور تحریم کے درمیان تیسری قسم اساءۃ قرار دی جائے۔ اس صورت میں اساءۃ (برائی) کو ترک کرنا مسنون اور تنزیہیہ کا ترک مستحب کہا جاسکتا ہے۔ پس طحطاوی نے جس کراہتہ کی نفی کی ہے یہی کراہتہ تحریم کی قسم ہے جس کا باب اذان میں اقرار کیا ہے نہ مطلق کراہتہ اور اس صورت میں کوئی اختلاف نہیں اور کیونکر ہوسکتا ہے جبکہ خود طحطاوی نے باب امامت میں ابن نجیم سے نقل کیا ہے" بلکہ دیر کرنا مکروہ ہے اس وجہ سے کہ تکرارِ جماعت ایک ہی مسجد میں بقول معتمد ہمارے نزدیک مکروہ ہے" اور اس روایت کو معتبر سمجھ کر سند بیان

کی ہے اور ظاہر ہے کہ حنفیہ کی جماعت شوافع کے بعد بلا اذان ہوتی ہے اور اگر یہ بات ہمارے کہنے کے مطابق نہیں تو طحطاوی کا اپنے قول میں تعارض ہوگا اور یہ درست نہیں بلکہ ناظرین قلتِ تدبر کی وجہ سے تعارض میں پڑ گئے۔ نیز ردالمحتار میں ہے جبکہ حلوانی نے زمانہ سلف میں جماعت کا ایک ہی دفع ہونا بیان کیا ہے اور جیسا رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مقدس میں اور آپ کے بعد خلفائے کرام کے زمانہ میں ہوتا رہا۔ اور یہ بات معلوم ہوگئی کہ تکرارِ جماعت مکروہ ہے بروایت ظاہر۔ مگر ایک روایت میں امام صاحبؒ اور ایک روایت میں امام یوسفؒ سے (کراہتہ ثابت نہیں) جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کر دیا اور عنقریب اس کا بیان آئے گا۔ اہلِ مذہب کے نزدیک جماعت کے واجب ہونے کی وجہ سے کہ اگر اتفاقاً فوت ہو جائے تو گنہگار ہوتا ہے اور ایسے موقع پر جماعت کے لئے جلدی آنا ضروری ہے نہ اول وقت ادا کرنے کی وجہ سے یا مسجد میں ادا کرنے کی وجہ سے بلکہ جماعت کے قائم کرنے کی غرض سے ورنہ جماعت کرانا پڑے گی اور یہ دونوں باتیں مکروہ ہیں"۔ اس روایت میں بنظر ظاہر عیاں ہے کہ تکرار جس پر کراہتہ کا حکم ہے وہ تکرار بلا اذان ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ صحابۂ کرامؓ اور سلف عظام کے زمانہ میں تکرارِ جماعت نہ تھا جیسا کہ خود ردّمحتار میں شرح جامع صغیر میں نقل کیا ہے "کہ تکرارِ جماعت بدعت" ہے اور علماء ثلثہ حنیفہ کراہتہ کے قائل ہیں سوائے امام صاحبؒ کی ایک روایت اور ایک روایت امام یوسفؒ کے کہ جس کا مطلب تحریم نہیں بلکہ تنزیہی ہے۔ اور ایسی ہی روایت امام محمدؒ جس کی نقل بحوالہ بحر پہلے کر دی گئی۔ اور ایسی شاذ روایتیں مذہب کے لئے باعثِ عیب نہیں ہوتیں۔ اسی وجہ سے طحطاوی نے قول "وعلیہ المسلمون" پر "بعد القرون ثلثۃ والسلف" کی قید زیادہ کر دی اور جو ردمحتار میں خزائن سے نقل کیا ہے "مسجد محلہ میں اذان و اقامت کے ساتھ تکرارِ جماعت مکروہ ہے، جب پہلی دفعہ دوسرے لوگوں نے اذان و اقامت سے نماز پڑھی ہو یا اہلِ محلہ ہی نے پڑھی ہو لیکن اذان آہستہ دی ہو۔ اگر اس محلہ والے بغیر اذان و اقامت کے دوبارہ جماعت کریں یا راستے کی مسجد ہو تو بالاجماع جائز ہے اور اسی طرح درمختار میں ہے۔ اور منبع میں کہا ہے اور تقیید مخصوص مسجد سے احتراز ہے شارع سے اور احتراز ہے اس بات سے کہ جب مسجد محلہ میں جماعت بغیر اذان کی گئی تو بالاتفاق جائز ہے"۔ نیز شرح مجمع کی عبارت جو کہ عالمگیریہ میں بھی منقول ہے" اور اذان ثانی کی قید اس لئے کہ اگر انہوں نے بلا اذان نماز پڑھی تو بالاتفاق جائز ہے" بھی کوئی خدشہ کا مقام نہیں اس لئے کہ اس کہنے سے کہ" اقامت و اذان کے ساتھ تکرار جماعت مکروہ ہے" ظاہر ہے کہ کراہتہ تحریم مراد ہے۔ چنانچہ اوپر یہی بات ردمحتار نے کہی ہے کہ مکروہ ہے یعنی تحریمی اور بقول کافی "جائز نہیں" اور مجمع میں "جائز نہیں" اور شرح جامع الصغیر میں ہے کہ "یہ بدعت ہے"۔ پس جو کچھ اس کے بعد کہا اگر "ان کے بغیر تکرار جماعت ہو بالاتفاق جائز ہے"۔ تو اذان و اقامت کے وصف کے دُور کرنے سے اسی تحریم کی نفی ہے نہ کہ تنزیہیہ کی اور لفظ جواز کراہتہ کے منافی نہیں۔ کیونکہ اکثر جواز سے کراہتہ بغیر تحریمیہ مراد لیتے ہیں۔ ردالمحتار میں ہے کہ" اور مطلق جائز کہا جاتا ہے اور اس سے مکروہ مراد لیا جاتا ہے۔ اور حلیہ میں اصول ابن الحاجب سے مروی ہے کہ وہ مطلق کہتا ہے اور اس سے وہ فعل مراد لیتا ہے جو شرعاً ممنوع نہ ہو۔ اور وہ مباح، مکروہ، مندوب اور واجب پر شامل ہے لیکن بظاہر مکروہ سے مراد تنزیہی ہے۔ کیونکہ مکروہ تحریمی شرعاً مکروہ ہے۔

غرض مکروہ تحریمی سے کم پر کبھی لفظ "جائز" کا اطلاق کرتے ہیں۔ پس خزائن کے "جاز اجماعاً" سے بھی کراہت تنزیہی

مُراد ہے اور پہلے اشارہ ہو چکا کہ کراہت کی قسموں میں فرق ہوتا ہے اور ہیئت کے تغیّر سے کراہت میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ پس کوئی فرق (ہمارے بیان اور خزائن کی تقریر میں باقی) نہ رہا ورنہ ظاہر ہے کہ لفظ "اجماعًا" کے معنی صحیح نہ ہوں گے اور مباح وہ ہے کہ اس کا کرنا چھوڑنا یکساں ہو اور کرنے اور چھوڑنے میں ثواب و عذاب نہ ہو اور کبھی مباح سے مکروہ تنزیہیہ بھی مُراد لیتے ہیں۔ ردّالمحتار میں اوقات مکروہہ کے باب میں کہا بظاہر مباح سے مراد غیر ممنوع ہے۔ پس کراہۃ تنزیہیہ کے منافی نہیں۔ پس شرح مجمع وغیرہ میں جو کہا ہے "بالاتفاق مباح ہے" تو یہ کراہۃ تنزیہیہ کے منافی نہیں ورنہ لفظ "اتفاقات" کے کچھ معنی نہ ہوں گے۔ کیونکہ کراہۃ پر جملہ ائمہ کا اتفاق معلوم کیا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جس روایت میں بھی اس قسم کے الفاظ ہوں موجب حیرت نہیں۔ جیسا کہ "لا باس" اور "لم یر بسا" وغیرہا کیونکہ یہ الفاظ کراہۃ تنزیہیہ کے منافی نہیں چنانچہ پہلے تحقیق گزر چکی اور بعض کتابوں میں جو "بلا کراہۃ بالاتفاق جائز ہے" کہا ہے۔ پس اس کے معنی بلا کراہۃ تحریمیہ ہے۔ چنانچہ حلبی، طحطاوی اور ردالمحتار نے درمختار قول کی شرح میں ہے "جائز ہے۔ بلا کراہۃ یعنی بلا کراہۃ تحریمیہ" اور خود معلوم ہے لفظ "جواز" تحریم کے علاوہ اور حکم کے لئے بولا جاتا ہے۔ لہٰذا جائز بلا کراہۃ سے کراہۃ تنزیہیہ سوائے تحریم کے مُراد ہے اور باوجود اس کے میں کہتا ہوں کہ منبع کی اس عبارت کے معنی کہ جماعتِ اولیٰ اگر مسجد محلّہ میں بغیر اذان پڑھی گئی ہو تو اذان ثانی بالاجماع جائز ہے۔ کیونکہ تکرار اذانِ ثانی نہیں ہوا۔ کیونکہ یہ تو حقیقت میں اذانِ اولیٰ ہے۔ اور شرح مجمع کی روایت میں "اذا کان المسجد لہ امام معلوم وجماعۃ معلومۃ فصلوا فیہ باذان واقامۃ الخ" ظاہر ہے کہ صلوا کی ضمیر امام معلوم اور جماعت معلومہ کی طرف راجع ہے اور اس کے بعد جو اس کی عبارت ہے "لانھم لو صلوا بلا اذان مباح" اس میں بھی ان صلوا کی ضمیر کا مرجع امام معلوم اور جماعت معلومہ ہے۔

پس معنی یوں ہوئے کہ "انہوں نے یعنی جماعت معلومہ نے اگر نماز پڑھی یعنی پہلی دفعہ بغیر اذان تو بالاتفاق مباح ہے۔ کیونکہ یہ اذان اذانِ اوّل ہے نہ کہ ثانی اور ایسے ہی عالمگیریہ کی عبارت کے معنی ہیں اور ان عبارتوں کا یہ ترجمہ زیادہ بہتر اور واضح ہے اُن ترجموں سے جو جماعت ثانیہ کے مجوزین کرتے ہیں اور بلاضرورت ضمائر کو منتشر کرتے ہیں اور روایات میں پڑتے ہیں اور یہ مسئلہ وہی ہے جو خزائن میں کہا ہے ولو صلی اھلہ الخ اور ردّالمحتار کی عبارت کہ "صحیح یہ ہے کہ اگر ہیئتِ اولیٰ پر نہ ہو تو تکرار جماعت رجوع مکروہ نہیں کراہۃ تکرار کی مخالف نہیں اس وجہ سے کہ صاحب ردّالمحتار اس عبارت سے اپنی منقولہ عبارت شرح مُنیہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور شرح مُنیہ کی عبارت کے معنی معلوم ہو گئے اور پھر بھی صاحب ردالمحتار نے اسی مسئلہ کو اختیار کیا ہے جو ظاہر روایت میں ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ وہ خزائن کی عبارت نقل کرنے اور کراہۃ تکرار کے دلائل بیان کرنے کے بعد خزائن کی ظاہر عبارتوں پر بطور نقض کہتے ہیں الخ" اور یہ عبارت جیسا کہ ظاہر ہے خود ردالمحتار کی ہے۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ جس روایت کو معلل بیان کریں قائل کے نزدیک راجح وہی ہوتی ہے۔ پس معلوم ہُوا کہ صاحبِ ردّمحتار نے اسی روایت کراہۃ کو اختیار کیا ہے اور سنن ترمذی سے بھی اظہار کراہۃ ہوتا ہے۔ جب اُس نے کہا ہے کہ دوسرے اہلِ علم نے کہا ہے کہ "الگ الگ پڑھیں" اور اسی سے کہتا ہے کہ سفیان وابن المبارک والشافعیؒ نے الگ الگ نماز پڑھنے کو اختیار کیا ہے۔ البتہ پہلی عبارت جو بعض صحابہؓ اور تابعینؒ کا قول ۔

جس مسجد میں نماز ہوچکی ہو وہاں دوبارہ نماز باجماعت پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں اور اسی پر احمدؒ اور اسحٰقؒ نے فتویٰ دیا ہے"۔ حضرت انسؓ کی روایت سے (کہ جب صحابہؓ کی جماعت فوت ہوجاتی تو الگ الگ پڑھا کرتے تھے) بظاہر متعارض ہے مگر فی الواقع متعارض نہیں۔ کیونکہ ترمذی نے لفظ "لا بأس" سے روایت کی ہے اور یہ لفظ کراہۃ تنزیہہ کے خلاف نہیں۔

پس ممکن ہے کہ کراہۃ تنزیہہ ان کے نزدیک بھی مسلّم ہو۔ اور وہ نماز الگ الگ پڑھنے کو اختیار کرتے تھے" میں اختیار تاکید کے منافی نہیں۔ لہٰذا ترمذی میں لفظ "لا بأس" اور "اختیار" متقابل واقع ہوئے ہیں اور عمل کرنا اور چیز ہے اور "لاباس" اور چیز۔ پس اگرچہ بعض حضراتؒ کے نزدیک تکرار مکروہ تحریمی نہ ہو لیکن یہ ضرور ہے کہ تکرار کو اختیار نہ کرتے تھے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذرہ بھر نافرمانی کو ترک کرنا ثقلین کی عبادت سے بہتر ہے"۔ اور یہ حضرات رضوان اللہ بالطبع مائل تجربہ تھے۔ پس کوئی فرق نہ رہا۔ اس میں جو ترمذیؒ نے کہا ہے کہ احمدؒ و اسحاقؒ اور بعض صحابہؓ اور تابعین تکرار کو درجہ کراہۃ تنزیہہ پر رکھتے تھے، ان حضرات کے خلاف نہیں جو تحریم کے درجے پر رکھتے ہیں اور میزان شعرانی میں ہے" اور اسی طرح سے حضرت امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا اور امام نماز سے فارغ ہوچکا ہو تو اس کے لئے دوبارہ جماعت کرنا مکروہ ہے مگر یہ کہ یہ مسجد گذرگاہ عوام پر ہو" اور اہلِ علم و فہم اگر تامل و انصاف کریں تو صلوٰۃ خوف کی صورت خود کراہۃ تکرار کے اوپر ایک روشن دلیل ہے۔

الحاصل یہ تمام منقولہ روایتیں مسجد محلہ میں تکرارِ جماعت کو ظاہر کرتی ہیں۔ بعض سے مطلق کراہۃ تحریمی مستفاد ہوتی ہے اور بعض سے تغیر ہئیت کی صورت میں کراہۃ تنزیہہ۔ مگر اصل کراہۃ میں سب متفق ہیں۔ پس اس کے بعد اصل کراہۃ میں تردد مناسب نہیں۔ البتہ کراہۃ اپنی شدت و خفت کی صورت میں ایک امرِ مطلق ہے جو بحسب مفاسد و مقتضائے وقت و حال مختلف ہوجاتی ہے جیسا کہ آغازِ رسالہ میں بیان کیا گیا۔ اب اس کے بعد جاننا چاہیئے کہ جب ایک چیز کسی اعتبار اور جہت سے ایک شرعی حکم کے محکوم ہوگئی تو بغیر دوسری وجہ کے دوسرا کوئی حکم ہرگز اس حکم کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ مثلاً زردی کے وقت نماز عصر خطاب و امر واجب کی وجہ سے ادا کرنا جائز ہے اور اسی وجہ سے اس پر کراہۃ کا حکم ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مامور مکروہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ حکم خوبی چاہتا ہے نہ کہ برائی۔ اور وہ جو اس میں کراہۃ ہے وہ کفار کی مشابہ[illegible]کی وجہ سے ہے جیسا علماء پر ظاہر ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جس جگہ ایک فعل پر دو مختلف اثر ہوں تو غور کرنا چاہیئے کہ یقیناً دو [illegible] دو اعتبار کی وجہ سے ہیں [illegible] اس مسئلہ زیر بحث میں جب کراہت ثابت ہوگی اور حکم کراہۃ صرف تکرارِ جماعت پر ہے جو جماعتِ مطلقہ کی ایک قسم ہے اور جماعتِ مطلقہ جنس ہے۔ یہ حکم کراہۃ اس قسم پر ہے نہ کہ جماعتِ مطلقہ پر۔ پس اس تکرار پر سوائے کراہۃ اور کون سا حکم کراہۃ کے خلاف بیان کیا جاسکتا ہے اور وجوبؔ و سنیتؔ و استحباب و فضیلت جو کراہۃ کی ضد ہیں اس پر ہرگز ثابت نہیں ہوسکتیں۔ اور یہ جو وجوب جماعت کا حکم ہے وہ جماعتِ اولیٰ کے ساتھ مخصوص ہے جو ایک دوسری قسم ہے نہ کہ صرف مطلق جماعت کے لئے۔ چنانچہ اسی طرح حقیقت و غرض کے تبائن و تخالف سے ہر قسم کی جنس کا حکم علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے۔ کیونکہ نوع جنس سے خالی نہیں۔ اگرچہ یہ نفع مفاسد تکرار کی وجہ سے معلوم ہوجائے۔ پس مسجد محلہ میں جماعت کا حکم جو ایک نوع ہے واجب ہے اور اجرِ نماز کے تضعیف کا وعدہ اور ترک پر وعید اور دوسری نوع جماعت مکررہ کا حکم کرنے میں مکروہ اور ترک میں ثواب۔ اگرچہ بعض صورتوں

میں کراہتہ کم ہو۔ اور جماعتِ مطلقہ کا نفع اس جماعت مکروہ میں بھی موجود ہے۔ مگر کراہتہ کی قباحت اختیار کرنے کی وجہ سے اس کا اثر ظاہر نہیں ہوتا بلکہ گناہ کا پہلو غالب رہتا ہے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ جماعت ثانیہ میں ثواب اور اجر مضاعف کا امیدوار ہونا اور اس کو انفرادی نماز سے افضل جاننا بہت ناممکن ہے۔ مثلاً آدھ پاؤ خالص میٹھا پانی اگر تولہ شکر میں ملاویں تو اگرچہ حسب منشاء لذیذ شربت تیار نہ ہوگا۔ مگر ایک قسم کا مزہ ضرور پیدا ہوجائے گا اور اگر ایک تولہ ایلوا بھی اس میں ملادیں تو اگرچہ شکر کا مٹھاس اس کے اندر ہی موجود ہے لیکن کوئی سمجھدار اس کو میٹھا نہ کہے گا۔ باوجودیکہ شکر کی آمیزش اس میں یقینی ہے لیکن اس کڑواہٹ کی وجہ سے اس مٹھاس کو معدوم محض سمجھا جائے گا اور خالص پانی سے افضل نہ کہا جائے گا۔ اسی طرح یہاں سمجھنا چاہیئے اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ اجرِ مضاعف سُنت و مشروع امور میں ہوتا ہے نہ کہ مکروہ اور ممنوعہ امور میں، اور ردّ محتار میں جماعتِ نفل بتداعی اور جماعت وتر خارج رمضان کے مسئلہ کے تحت کراہتہ تنزیہہ ثابت کرنے کے بعد لکھا ہے" اور اس اقتدار سے فضیلتِ جماعت حاصل نہیں ہوتی۔ جیسا ہم نے پہلے بیان کیا کہ جماعتِ نفل مسنون نہیں"۔ اور اسی کتاب کے باب ادراک الفریضہ میں ہے کہ "مراد اس سے یہ ہے جماعتِ اولیٰ کو حاصل کر لینے سے ستائیس درجے زیادہ ثواب ملتا ہے جیسا کہ اگر شروع سے امام کے ساتھ نماز پڑھتا کیونکہ جماعت مشروعہ ہے"۔

پس ان دونوں روایتوں سے صاف معلوم ہُوا کہ اجر مضاعف کا حاصل ہوجانا سنت و مشروعیت پر موقوف ہے۔ البتہ اگر اصل جماعت مشروع ہو لیکن کسی خارجی وجہ سے کراہتہ پیدا ہوجائے تو مشروعیت کی وجہ سے اجر ملے گا۔ اور امر خارجی کی وجہ سے مکروہ ہوگی جیسا کہ فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا جو کتابوں میں مصرح بیان ہے اور بیان سابق سے معلوم ہو چکا کہ ظاہر روایت اختیار انفرادی ہے اور عبدالوہاب شعرانی ؒ نے ائمہ ثلثہ سے اختیار انفرادی روایت کیا ہے اور ترمذی نے بھی بعض اماموں سے انفراد ہی اختیار کرنے کو بیان کیا ہے اور صحابہؓ انفراد ہی پر عمل فرماتے تھے۔ تو اگر یہ جماعت انفراد سے افضل ہوتی تو یہ دین کے پیشوا ہرگز اس کو ترک نہ فرماتے بلکہ ایسے کثیر الوقوع فعل کے جواز کے لئے جو ضروریاتِ دین سے ہے۔ رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ضرور کوئی چیز منقول ہوتی جیسا اس قسم کے دوسرے ضروری امور میں ثابت ہے۔ لیکن یہاں برعکس ممانعتیں اور سخت سخت وعیدیں منقول ہیں۔ اور جن لوگوں نے اس کو جائز قرار دیا ہے وہ اس بحث سے بالکل خارج ہے۔ کیونکہ سابقہ بیانات سے تامل وانصاف کے ساتھ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ وہ دلائل کراہتہ میں یا استحباب و فضیلت کی۔ پس معلوم ہُوا کہ جماعتِ اولیٰ کے بعد انفرادی طور پر نماز پڑھنا افضل و فاضل ہے اور جماعتِ ثانیہ مکروہ ہے، تحریمی یا تنزیہی جیسا کہ بیان ہوا۔ اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے۔ اور اس کا علم یہ ہے جو ان مختلف روایات کی توجیہ اور جمع کرنے میں جو اس عاجز کی نظر سے گذریں تحریر ہوا۔

اس کے بعد عرض یہ ہے کہ تھوڑا عرصہ ہُوا ایک فاضل کی ایک تحریر جماعتِ ثانیہ کی انفرادی نماز سے فضیلت اور اس کے مطلق مکروہ نہ ہونے کے بارے میں احقر کی نظر سے کامل و غالب ہے گزری، اس کا جواب اگرچہ اس ... نہ

سے سمجھ سکتے ہیں مگر چونکہ آنجناب نے ترجیح روایات کا طرز اختیار کیا ہے تو اس کے ساتھ یہ بھی جو اس ہیچمدان کی سمجھ میں آتا ہے پیش کرتا ہے اور علام الغیوب شاہد ہے کہ میرا مقصد اس سے آں عالی مرتبہ کا مقابلہ نہیں۔ چونکہ بظاہر یہ تحریر باعثِ فتنہ عوام ہے اس لئے اس کا انسداد ضروری ہے۔ مَیں علماء سے اور آنجناب فاضل سے توقع رکھتا ہوں کہ یہ تحریر ان کی خاطر پاک کے لئے باعثِ ملال نہ ہوگی۔ اگر مَیں نے کوئی غلطی کی ہو تو اصلاح کر کے اس عاجز کو ہدایت دیں بسرو چشم قبول کروں گا۔ اور اگر درست ہو تو قبول فرمائیں۔ اے اللہ! تعصب کی رو سے جو حرف قلم سے نکلا ہو اس کو اس رسالہ سے محو کر دے۔ اور مَیں صرف اللہ تعالےٰ ہی سے توفیق و یاری چاہتا ہوں اسی پر میرا بھروسہ ہے اور وہ صاحب عرشِ عظیم ہے۔

وہ کہتے ہیں مسجد محلہ میں تکرارِ جماعت کے متعلق علماء کا اختلاف ہے اور کتابوں میں اس کے متعلق مختلف روایتیں موجود ہیں اور بظاہر مجمع البحر کے متن کی روایت کی رُو سے مسجد محلّہ میں کراہتہ جماعتِ ثانی اس وقت ہے جبکہ اذان واقامت ثانی کے ساتھ ہو ورنہ مکروہ نہیں۔ جیسا کہا ہے کہ مسجد محلہ میں اذان ثانی کے ساتھ تکرار جماعت نہیں۔ یعنی جب مسجد کا امام معلوم اور جماعتِ معلومہ ہو اور اس میں جماعت اور اذان کے ساتھ نماز پڑھ لی گئی تو ہمارے نزدیک پھر اس میں تکرارِ جماعت اذان و اقامت کے ساتھ مباح نہیں اور اذان ثانی کی شرط اس لئے لگائی کہ اگر ان لوگوں نے جماعتِ اولیٰ بلا اذان پڑھی تو پھر بالاتفاق مباح ہے اور اذان کے ساتھ اقامت کا انکار نہیں کیا جا سکتا اس لئے صرف اذان کے ذکر پر اکتفا کیا اور متنوں کی روایتیں حواشی وغیرہ پر مقدم ہوتی ہیں (انتہی بلفظہ) مَیں کہتا ہوں پہلے اس رسالہ سے واضح ہُوا کہ اختلاف کراہتہ میں نہیں بلکہ تحریم اور تنزیہ میں ہے اور شرح مجمع البحرین کی روایت کے معنی بھی بیان کئے گئے اور یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ اختلاف صرف کراہتہ میں ہے اور شرحِ مجمع کی روایت کے معنی اذان واقامت نہ ہونے کی صُورت میں کراہتہ مطلقہ کے نہ ہونے کو ظاہر کرتے ہیں تو مَیں کہتا ہوں کہ اوّلاً یہ قاعدہ کلیہ غیر مسلّم ہے کہ میں کی .... ہر ایک روایت اپنے سوائے تمام مضامین سے افضل ہوتی ہے بلکہ یہ تقدم وفضیلت اس وقت ہے جبکہ مثلاً متن اور شرح کی روایتیں دونوں غیر مطلق مذیل بہ تصحیح ہو اور متن کی روایت مطلق ہو تو اس صورت میں متن کی روایت مقدم نہیں بلکہ شرح کی روایت کو ترجیح ہوگی۔ اس کی تصریح ردالمحتار نے کی ہے کہ ”اگر متن میں کوئی مسئلہ بیان کیا جائے اور اس کی تصریح صحت کی نہ ہو بلکہ اس کے مقابل کی صحت کی تصریح کی جائے تو علامہ قاسم نے دوسرے (مقابل) کی صحت کی تصریح کو مانا ہے اس لئے کہ تصحیح صریح ہے اور متن کی تصحیح التزامی ہے اور صریح تصحیح التزامی پر مقدم ہے“۔ پس جس صورت میں ابن نجیم نے بروئے اعتماد ہمارے نزدیک مکروہ ہے“ کہہ کر تصریح کر دی ہو جیسا کہ اُوپر نقل کیا گیا التزامی تصحیح اس کے مقابلہ میں نہیں ہو سکتی ہے اور ترجیح کراہتہ کو ہی رہے گی۔ اور اسی کے ساتھ یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ جو رسالہ کسی خاص مسئلہ کے اثبات میں لکھا جائے وہ متن ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ متن کی ترجیح محض اس سبب سے ہے کہ ماتن نے روایت راجح کا التزام کیا ہے اور یہ بات رسالہ میں بھی موجود ہے۔ پس کوئی فرق باقی نہ رہا۔ مَیں کہتا ہوں کہ رسالہ کے متن کی روایت خود شرح مجمع اور مجمع کے متن پر راجح پر ہوگی اور دوسرے جو کچھ مجمع سے

ظاہر ہوتا ہے وہ منطوق عبارت نہیں بلکہ وصف اور قید کے دُور کر دینے کے بعد بجائے رفع حکم کے مفہوم مخالف ہے اور مفہوم اس وقت ہوتا ہے جبکہ منطوق اس کے خلاف نہ ہو۔ ورنہ مفہوم ہرگز معتبر نہ ہوگا اور قیود و اوصاف کو محاملِ مقررہ میں سے کسی محمل پر محمول کریں گے اور اس موقع پر ظاہر روایت اور دوسری کتابوں کا منطوق معلوم ہو گیا کہ کراہتہ ہے۔ پس یہاں شرح مجمع کی روایت باقی رہے گی نہ متن کی روایت، البتہ اگر شارح خود متن لکھنے والا ہو تو مضائقہ نہیں۔ مگر اس صُورت میں ابن نجیم کے رسالہ کا متن مسلّم رہے گا۔ وہ کہتے ہیں اور وہ دُرِ مختار میں ہے "مکروہ ہے تکرارِ جماعت محلہ کی مسجد میں اذان و اقامت کے ساتھ" اور در مختار میں اس قول کے تحت کہا "اور مکروہ تحریمی ہے کیونکہ صاحب کافی نے ناجائز کہا ہے اور صاحب مجمع نے غیر مباح اور شرح جامع صغیر میں بدعت کہا گیا۔ پس یہ تمام روایتیں جماعتِ ثانیہ کے عدم جواز اور بقید اذان و اقامت ثانیہ مکروہ تحریمی پر دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ درمختار کے محشی ردمحتار نے اسی کراہتہ تحریمی کو قرار دیا ہے اور کافی و مجمع وغیرہ کے اقوال بطور دلیل نقل کئے۔ اور کافی وغیرہ کا قول اگرچہ مطلق ہے لیکن چونکہ روایات میں مطلق کو مقید پر محمول کرنا جائز ہے اس لئے اس مطلق سے بھی مقید مراد ہے (انتہی بلفظہ) میں کہتا ہوں اذان و اقامت کی صُورت میں کراہتہ تحریم کو ہر دو فریق تسلیم کرتے ہیں اور ردمحتار اور درمختار کی عبارتوں کے یہاں لانے کی غرض یہ ہے کہ چونکہ اس روایت درمختار اور اس کے حاشیہ میں کراہتہ تحریم اذان و اقامت کے ساتھ مقید واقع ہوئی ہے اس لئے اس کے مفہوم کے خلاف اذان و اقامت نہ ہونے کے وقت عدم کراہتہ معلوم ہوتی ہے ورنہ مسئلہ متنازعہ ان روایات میں ہرگز مذکور نہیں۔ مگر سُننا چاہیئے کہ مفہوم کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ حکم جو مقید میں ہے قید کے دُور کر دینے پر وہی حکم مرتفع ہوتا ہے جیسا کہ ماہرین پر مخفی نہیں۔ پس جب اذان و اقامت کی قید دُور کی گئی تو وہی عدم کراہتہ تحریمی مرتفع ہو گی نہ کہ کراہتہ کی دوسری قسمیں تنزیہہ اور اساءۃ یہ کونسا مفہوم ہے کہ اس حکم کو جو ابھی عبارت میں بھی نہیں آیا اُٹھا دیا جائے۔ اور اگر یہ کہیں کہ شارح درمختار نے اپنے قول میں "یکرہ" سے کراہتہ مطلقہ مراد لی ہے۔ پس اُس کی قید اُٹھ جانے سے کراہتہ کی تمام قسمیں مرتفع ہو جائیں گی کیونکہ رفع مطلق اس کی تمام افراد کے رفع کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ پس میں کہتا ہوں کہ محشی ردمحتار کی قید "تحریمیا" سے بالکل لغو ہوئی۔ کیونکہ اس نے نوع خاص کو مشخص کیا ہے اور وہ ایک نوع دوسری نوع سے مغائر رکھتی ہے۔ پس ایک نوع کے ارتفاع سے دوسری نوع کا ارتفاع لازم نہیں آتا۔ اور اگر فرمائیں کہ ہمارا مطلب صرف کراہتہ تحریم کا ارتفاع ہے نہ کہ تنزیہیہ کا۔

پس چشم ما روشن دلِ ماشاد ہمارا مدعا بھی یہی ہے کہ اس کا چھوڑنا افضل ہے اور تکرارِ جماعت سے انفرادی نماز افضل ہے، اور یہی کراہتہ تنزیہیہ کا مرجع ہے۔ اور یہ محقق خود اپنی اسی تحریر کے آخر میں جماعتِ ثانیہ کی افضلیت کے مقر ہوئے ہیں۔ جیسا آگے بیان آتا ہے اور اسی واسطے ہم نے پہلے شارح خزائن کے قول "جاز اجماعًا" کی توجیہ کراہتہ تنزیہیہ کے ساتھ جواز کی کی ہے اور یہ جو اس محقق نے کافی وغیرہ کے مطلق کو مقید پر اس وجہ سے محمول فرمایا ہے کہ مطلق کو مقید پر محمول کرنا قاعدہ کلیہ ہے، تو پہلے تو مقید پر محمول وہاں کیا جاتا ہے کہ وہاں کوئی دلیل مطلق کی داعی نہ ہو ورنہ مقولہ "المطلق یجری علی اطلاقہ" محقق و مسلّم ہے اور یہاں ظاہر روایت اطلاق کی دلیل موجود ہے تو ان روایات کی دلالت کو تسلیم کر لینے کے بعد بغیر اذان و اقامت کے کراہتہ تنزیہیہ کے رفع کو ماننا غیر مسلّم ہے۔ بہر حال ان روایات سے ایک طرف کو ترجیح دے کہ بھی کراہتہ مطلقہ کا عدم ثابت نہیں ہوتا۔ وہ کہتے

ہیں اور صاحب طحطاوی نے درمختار کے اس قول کے تحت میں کہا ہے اور بغیر اذان کے عدم کراہتہ کی تصریح کی ہے کہ "جب بغیر اذان جماعت ثانیہ ہو تو مطلق کراہتہ نہیں اور اسی پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اور لفظ "علیہ المسلمون" (اسی پر مسلمانوں کا اتفاق ہے) اس پر دلالت کرتا ہے کہ بغیر اذان کے تکرارِ جماعت متوارث ہے اور متوارث مکروہ نہیں ہوتا اور درمختار کے باب اذان میں ہے "متوارث مکروہ نہیں ہوتا"، جب مسلمانوں نے اپسند کیا تو اللہ تعالٰے نے بھی پسند کر لیا (انتہیٰ بلفظہٖ) میں کہتا ہوں طحطاوی کے کلام کی تقریر ہم پہلے کر چکے کہ مطلقاً سے مراد اطلاقِ مساجد ہے نہ کہ اطلاق کراہت اور اس کی غرض کراہت تحریم کا رفع ہے نہ کہ تنزیہیہ کا۔ پھر میں آپ کی ہی بات کو مان کر کہتا ہوں کہ طحطاوی کے قول کو ظاہر روایت اور ابن نجیم وغیرہ کے قول کے مقابلہ میں کوئی وقعت اور اعتبار نہیں کیونکہ یہ تو شرح ہے اور رسالہ ابن نجیم متن ہے۔ پس اپنے ہی قاعدۂ مسلّم کی رُو سے انصاف کرنا چاہیئے اور رہا توارث مسلمین۔ پس جاننا چاہیئے توارث دو قسم پر ہے۔ اوّل یہ کہ قرون ثلٰثہ کے بعد کسی قرن میں بغیر کسی حجت شرعیہ قائم کئے کسی مصلحت کی وجہ سے کوئی بات پیدا ہو گئی اور اخلاف نے اسلاف کے اتباع کی وجہ سے اس پر عمل شروع کر دیا اور ہوتے ہوتے وہ مسلمات اور ضروریات کے درجے تک پہنچ گیا کہ چھوڑنا ضروریاتِ دین کو چھوڑنے کے برابر خیال کیا جانے لگا تو اس صورت عمل کو رواج کہتے ہیں۔ یہ کوئی دلیل نہیں ہوتی اور ہرگز قابلِ التفات نہیں ہوتا اگرچہ علماء نے بھی بلا تردّد اس پر عمل کیا ہو۔ دوسرے یہ کہ قرون ثلٰثہ کے بعد کسی قرن میں کوئی بات پیش آئی ہو۔ اور علماء کو بعد تحقیق کوئی حجتہ شرعیہ معلوم ہو گئی ہو اور یہی مراد ہے اس حدیث سے کہ "جس چیز کو مسلمانوں نے پسند کیا اللہ تعالٰی کے نزدیک بھی وہ پسند ہے" کیونکہ رویت فعل قلب ہے اور اس کی نسبت مسلمانوں کی طرف ہے اور مشتق علیہ کی طرف نسبت کے لئے مشتق منہ ضروری ہے اس لئے رویت بوجہ اسلام مراد ہو گی اور لفظ اسلام سے بسبب اطلاق فردِ کامل مُراد لیں گے اور کمالِ اسلام صرف علمائے ربانیین میں منحصر ہے۔

پس حاصلِ حدیث یہ ہوا کہ جس چیز کو علمائے کرام امورِ دین سے تامل اور رویتِ قلبی کے ساتھ شرعی دلیل سے حسن جانیں۔ وہ اللہ تعالٰے کے نزدیک بھی حسن ولپسندیدہ ہے۔ کیونکہ تمام اہلِ سُنت کے نزدیک حسن و قبح کا آلۂ ادراک شریعت ہے۔ اگرچہ بعض کے نزدیک عقل ہے لہٰذا "راٰہ المسلمین" فرمایا "راٰہ الناس" (لوگوں نے اچھا دیکھا) یا "تعامل الناس" (لوگوں نے عمل کیا) یا "تعامل المسلمون" نہ فرمایا اور توارث اجماعی بھی اس وقت معتبر ہوتا ہے جبکہ تعامل صحابہؓ اور قرون ثلٰثہ کے خلاف نہ ہو اور "مارآہ المسلمین" اسی وقت ہوتا ہے جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے، قولی، فعلی، تقریری اور صحابۂ کرام و تابعین ابرار و مجتہدین عظام علیہم الرضوان سے اس میں کوئی تصریح نہ ہو۔ اور اگر ہو تو پھر مسلمانوں کی پسندیدگی یا ناپسندگی کو اس میں دخل نہ ہوگا حتیٰ کہ مجتہدین کا اجتہاد بھی معتبر نہ ہوگا۔ چنانچہ شارح مُنیہ نے کہا ہے کہ روایت کے خلاف درایت لینا مناسب نہیں۔ اور ردمحتار نے جو کہا ہے کہ "متوارث مکروہ نہیں ہوتا تو اس سے یہی متوارث مراد ہے نہ کہ مطلق توارث المسلمین اور خود سلف صالحین میں توارث جماعت ثانیہ کا حال ردمحتار کی عبارتِ بالا سے دیکھ لیا اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اور شرح جامع صغیر میں صراحتہً بدعت ہونے کے حکم کو بار کہا ہے اور ہر ایک زمانہ میں علماء کو اُس پر انکار رہا ہے۔ پس خوب ظاہر ہو گیا کہ یہ تعامل رواج سے زیادہ درجہ نہیں رکھتا۔ اور جو روایات شاذّہ حضرت امام ابو یوسفؒ وغیرہ سے ظاہر مذہب کے خلاف ہیں اوّلاً ان کا مطلب عدم کراہتِ تحریم ہے نہ کہ عدم کراہتہ تنزیہیہ، جیسا بیان ہو چکا اور نہ ظاہر مذہب کے مقابلہ میں ان روایات کا ہرگز کوئی اعتبار نہ ہوگا اور مورث اجماع نہیں

ہوسکتیں اور ممکن ہے کہ انھوں نے اپنے زمانہ میں فساد نہ ہونے کی وجہ سے "لاباس" فرما دیا ہو۔ لیکن اب اہلِ زمانہ کے فساد کی وجہ سے وہ حکم قابلِ عمل نہیں رہا۔ چنانچہ اسی کتاب کے شروع میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا۔ حاصل کلام اس روایت ترجیح کی رُو سے اثبات جواز میں ابھی کلام ہے اور اس جگہ یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے، تعامل قرونِ ثلٰثہ وہی ہے کہ ان زمانوں میں بلانکیر و بغیر انکار اُس پر عمل ہُوا ہو۔ ورنہ اگر ایک دو آدمیوں نے عمل کیا ہو یا جماعت نے ہی کیا ہو۔ مگر دوسروں کا انکار اس پر وارد ہُوا ہو، اس کو تعامل نہ کہا جائے گا۔ اور یہ قاعدہ یاد کر لینا چاہیئے بہت مفید ہے اور اس کی نظیریں بے شمار ہیں۔

وہ کہتے ہیں اور فتاویٰ عالمگیریہ میں جس کو بہت سے علماء نے جمع کیا ہے لکھا ہے "جس مسجد کا امام معلوم اور جماعت معلوم ہو اور اس میں اہلِ محلہ نماز پڑھ لیں تو اذان ثانی کے ساتھ پھر تکرارِ جماعت جائز نہیں۔ لیکن جب بغیر اذان کے پڑھی گئی ہو تو بالاجماع جائز ہے"۔ اور ردالمحتار میں ہے "اگر مسجد والے یعنی اہلِ محلہ اُن (اذان و اقامت) کے بغیر تکرارِ جماعت کریں یا مسجد طریق ہو تو بالاتفاق جائز ہے"۔ اور قول ظہیریہ اور ظاہر الروایۃ کے نقل کے بعد ردالمحتار نے یہ عبارت نقل کی ہے۔ حضرت امام یوسفؒ سے روایت ہے کہ "اگر جماعتِ ثانی ہیئتِ اولیٰ پر نہ ہو تو مکروہ نہیں ورنہ ہے اور یہی صحیح ہے" اور عدولِ محراب سے ہیئت تبدیل ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی بزازیہ میں ہے اور تاتارخانیہ میں ہے کہ "اسی سے ہم لیتے ہیں (یعنی اسی پر عمل کرتے ہیں) اور مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ میں ہے "تکرارِ جماعت بغیر اذانِ ثانی و اقامت ثانیہ کے بالاتفاق جائز ہے اور اُس کے بعض نسخوں میں ہے کہ "بلاکراہتہ بالاجماع جائز ہے" شرح الدرر میں ہے کہ "یہی صحیح ہے" اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی گئی کہ یکے بعد دیگرے نماز میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ امام پہلے امام کی جگہ کھڑا نہ ہو۔ اور یہی وہ ہے جس پر عمل ہے۔ پس چاہیئے کہ اسی پر عمل ہو اور درمختار ہی میں باب اذان میں ہے "ہاں یہ بات معلوم ہوگئی کہ صحیح یہی ہے کہ تکرارِ جماعت جبکہ ہیئتِ اولیٰ پر نہ ہو تو مکروہ نہیں۔ (انتہی بلفظہ)

مَیں کہتا ہوں کہ ان تمام روایتوں کی توجیہ و تقریر پہلے ہو چکی اور فاضل مقرر کی تقریر کو تسلیم کرنے کے بعد مَیں کہتا ہوں کہ عالمگیریہ کی روایت (دراصل) شرح مجمع کی روایت ہے اور ردالمحتار کی روایت بھی جو اُس نے خزائن سے نقل کی ہے شرح تنویر کی روایت ہے۔ پس حسبِ قاعدۂ مسلمہ یہ فاضل ابن نجیم کی متن کے متعارض کیونکر ہوسکتے ہیں۔ اور ظاہر روایت ان روایات کے خلاف ہے اور معلوم ہے کہ جب تک روایت کے خلاف تصریح صریح موجود نہ ہو فتوے کے قابل نہیں۔ چنانچہ اوپر درمختار اور ردمحتار سے نقل ہُوا اور جو کچھ مُلّا علی قاریؒ نے نقل کیا ہے اور بعض کتابوں سے تذئیل تصحیح کے بغیر نقل کرتے ہیں اور اس کی تمام عبارت اس طرح ہے۔ "اور ہمارے نزدیک تکرارِ جماعت مکروہ ہے اور اسی پر بروایت صحیح امام احمدؒ کے خلاف امام مالکؒ و امام شافعیؒ نے فتویٰ دیا۔ پھر ہمارے علماء میں اختلاف ہوگیا۔ پس بعض نے مکروہ تحریمی کہا۔ چنانچہ کافی میں ہے کہ تکرارِ جماعت جائز نہیں اور شرح المنظومہ اور مجمع میں ہے کہ مباح ہے اور شرح جامع الصغیر میں بدعت کہا گیا۔ اور بعض کتابوں میں ہے کہ تکرارِ جماعت بلا اذان و اقامتِ ثانی اتفاقاً جائز ہے اور بعض کتابوں میں ہے کہ بالاجماع بلاکراہتہ جائز ہے۔" پس یہ نقلیں ظاہر روایت اور رسالہ ابن نجیم کے مقابلہ میں کیونکر قابلِ قبول ہوسکتی ہیں۔ اور سوچنا چاہیئے کہ اہلِ فہم کے نزدیک مُلّا علی قاریؒ کی عبارت کی جو توجیہ ہم نے کی ہے کس قدر معاون ہے اس میں اوّل

"تکرارِ جماعت ہمارے نزدیک مکروہ ہے" کہہ کر اپنے قول کی" پھر ہمارے علماء نے اختلاف کیا" سے کس طرح تشریح کرتے ہیں اور ان کے قول" کہ یہ وہی ہے جس پر عمل ہے"۔ کا جواب وہی ہے جو توارث کی تحقیق میں گزرا۔ بعد ازیں سُننا چاہیئے کہ بندہ کی تقریر پر جو ان روایات کی توجیہ میں پہلے گزر چکی "اجماعاً جائز ہے" بالاتفاق مباح ہے"۔ جیسے الفاظ اور عالمگیریہ اور خزائن وغیرہ کی روایتوں سے کوئی خدشہ نہیں۔ مگر مجوزین جماعت ثانیہ کی رائے کے مطابق اشکالِ عظیم پیش آتا ہے کیونکہ جبکہ علمائے ثلثہ حنفیہ کی ظاہر روایت کراہتہ تکرار ہے۔ پھر اجماعاً کیا معنی رکھتا ہے اور اگر کوئی شاذہ روایت ان سے مروی ہو تو ظاہر روایت اور اجماع کراہتہ میں خلل انداز نہیں ہو سکتی۔ اور صاحب مذہب کے خلاف اختلاف کا اجماع کیا معنی رکھتا ہے اور باوجود اس کے جمہور علماء کو ہمیشہ سُنتے رہتے ہیں کہ تکرارِ جماعت پر نکیر شدید رکھتے رہے۔ اور ردمحتار کا قول بھی معنی رکھتا ہے کہ "یہ حکایت اجماع   مخالف ہے" کیا دیکھتے نہیں کہ ردمحتار میں انکار کے بارے میں کس قدر اقوال منقول ہیں۔ اور علامہ سے سند پیش کی ہے" بالاتفاق مکروہ ہے" جیسا پہلے گزر چکا۔ پس ہم نہیں سمجھتے کہ کہ اجماع کے کیا معنی ہوئے۔ اگر اجماع سے اجماع عامۃ المسلمین مراد ہے تو اُس کا جواب بحث توراث سے معلوم ہو سکتا ہے۔

بہرحال جس طرح سے مجوزین تقریر کرتے ہیں اس طرح اتفاق و اجماع کے لفظ کو ثابت کرنا ان کے اوپر واجب ہے باقی رہا شرح کا قول کہ" یہ صحیح ہے"۔ اور شرح مُنیہ کی روایت اور مجوزین کا یہ سب سے اچھا استدلال ہے تو اس کا بیان مفصل ہو چکا۔ لیکن چونکہ یہ صاحب اس روایت سے جواز کو ترجیح دیتے ہیں' اس سلسلہ میں اس کا بیان ضروری ہوا۔ اس روایت کا مطلب جیسا وہ فرماتے ہیں تسلیم کر لیا گیا۔ چنانچہ جس طرح یہ بات معلوم ہو گئی کہ متنوں کی تصحیح التزامی و ضمنی ہے اسی طرح ظاہر روایت ضمنی ہے اور ظاہر روایت سے عدول جائز نہیں جب تک تصحیح صریح روایت میں اس کے مقابل نہ ہو جیسا کہ درمختار نے اس کی تحقیق کی لیکن تصحیح جب دونوں طرف موجود ہو تو پھر ترجیح ظاہر روایت کو ہو گی۔ پس اس صورت میں معلوم ہے کہ جس طرح شارح مُنیہ اور دُرر نے "ہو الصحیح" کو اس کے ساتھ ملایا ہے۔ صاحب بحرؔ "علی المعتمد" کو ظاہر روایت کے ساتھ ملاتے ہیں۔ اور طحطاوی و ردمحتار کا بحر کی اس تصحیح کو تسلیم کرنا ان سے اس روایت کراہتہ کی تصحیح کے حکم میں ہے اور تاتارخانیہ کا لفظ" و بہ ناخذ" اول تو ابھی مبہم ہے اور اگر فرض کر لیا جائے کہ عدم کراہتہ پر ہے اور بعض مالکیہ نے مذاہب اربعہ پر فتویٰ دیا اور ردمحتار میں کراہتہ کی طرف اشارہ ہے اور فتویٰ جس لفظ سے بھی دیا جائے تصحیح واضح وغیرہا الفاظ سے موکد ہوتا ہے جیسا کہ درمختار میں ذکر کیا گیا۔ باقی رہی یہ بات کہ اس کو کہیں کہ یہ فتویٰ مالکی ہے حنفی نہیں۔ پس جاننا چاہیئے کہ" بعض مالکیوں نے فتویٰ دیا" کے معنی یہ ہیں کہ بعض مالکیوں نے یہ ثابت کیا کہ مذاہب اربعہ میں کراہتہ پر فتویٰ ہے۔ کیونکہ مفتی مجتہد ہوتا ہے اور غیر مجتہد فتویٰ نقل کرنے والا ہوتا ہے نہ کہ مفتی۔ صاحب البحر نے رسالہ (رفع الغشاء عن وقتی العصر والعشاء) میں کہا ہے" مجتہد ابن الہمام نے کہا کہ سوائے مجتہد کے کوئی فتوے نہیں دے سکتا اور ایک اصول قرار دیا کہ مفتی مجتہد ہوتا ہے اور جو غیر مجتہدین کے اقوال یاد کر لے وہ مفتی نہیں۔

پس معلوم ہُوا کہ موجودہ زمانہ میں جو فتوے دیئے جاتے ہیں یہ فتوے نہیں بلکہ مفتی کے کلام کی نقل ہیں پس معلوم ہُوا کہ مفتی فی الحقیقت اہلِ مذہب ہیں اور بعض مالکیہ فتویٰ نقل کرنے والے ہیں اور صاحب ردمحتار نے جو مذہب حنفیہ

کے ماہر ہیں ان کی اس نقل پر تعاقب و نکیر کر کے قبول نہیں کیا۔ لہٰذا ظاہر ہُوا کہ مذہب حنفیہ میں فتویٰ کراہتہ پر ہے۔ اگرچہ ہم کو وہ کتاب اور عبارت معلوم نہ ہو لیکن آخر ہم جو دوسری روایتوں کے صحیح اور مفتی بہ ہونے پر یقین واثق رکھتے ہیں تو ان ہی کتابوں کی نقل کی وجہ سے رکھتے ہیں (یعنی یہ ضروری نہیں کہ ہم جس بات کو مانیں اس کی کتاب اور عبارت کو پہلے دیکھیں۔ بلکہ ہم ردمحتار وغیرہ جیسی مسلمۂ فریقین کی عبارتوں پر یقین کر لیتے ہیں، توجب دیگر روایتوں میں یہ یقین ہے تو اس مسئلہ متنازعہ میں یہ یقین کیوں نہ ہو) یا یہ بات ہو کہ بعض مالکیہ نے اپنے مذہب پر فتویٰ دیا ہو اور اہلِ مذاہب ثلاثہ نے اپنے اپنے مذہب پر فتویٰ دیا ہو۔ اور مالکیوں کی طرف اس فتویٰ کی نسبت اس وجہ سے ہو کہ وہ اس فتویٰ کے باعث ہوئے ہیں۔ اور جس طرح کہ یہ مفتی مجتہدین کے طبقہ کے بعد ہیں اسی طرح "ہو الصحیح" اور "بہ ناخذ" کہنے والے شارح مُنیہ اور والوالجی طبقہ مجتہدین کے بعد ہیں اور جبکہ طحطاوی اور ردمحتار کی تصحیح ہم تسلیم کرتے ہیں، توجو خود انہوں نے تسلیم کیا ہو تو اس کو بطریق اولیٰ ہمیں سر پر رکھنا پڑے گا۔

الغرض اس مسئلہ میں کراہتہ کا پہلو معتمد اور مفتی بہ نکل آیا اور عدم کراہتہ کا پہلو بزعم مجوزین صحیح اور ماخوذ ہے۔ پس اوّل فتویٰ کو ترجیح ہے اور اس کے بعد ظاہر روایت کو۔ اور یہ جو اس فاضل نے بعد میں نقل کیا ہے کہ "جب کوئی روایت کتاب میں مذیل بہ تصحیح ہو جائے تو اس کے خلاف فتویٰ نہ دیا جائے" توچونکہ ظاہر روایت غیر صحیح اور مذیل بلفظِ فتویٰ ہے اور روایت شرح مُنیہ مذیل بہ تصحیح اس لئے کہ اُن کی یہ بات مناسب نہ ہوئی کیونکہ یہاں تصحیح دونوں طرف موجود ہے بلکہ ظاہر روایت کی تصحیح اپنے مقابل سے زیادہ قوی ہے۔ اور یہ بھی بیان آگے آتا ہے کہ یہ تذئیلات و تصحیحات امام کی روایت کے خلاف قابلِ التفات نہیں ہوتیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں جس کی ابوداؤد و ترمذی نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے تخریج کی ہے کہ "ایک آدمی آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تھے۔ پس آپؐ نے فرمایا کہ ہے کوئی آدمی جو صدقہ کرے؟ اور اس کے ساتھ نماز پڑھے۔ پس ایک آدمی کھڑا ہُوا اور اس کے ساتھ نماز پڑھی۔ اس بات پر دلیل ہے کہ افضلیت ہمراہی میں ہے تنہائی میں نہیں اور شرح مُنیہ میں ہے کہ "جب روایت درایت کے موافق ہو جائے تو اس سے عدول نہیں چاہیئے" اس کو واجباتِ نماز میں رکوع و سجود میں رفع کی روایت کو ترجیح کے موقع پر بیان کی ہے اس دلالت کی وجہ سے کہ اگرچہ یہ امام کی مشہور روایت کے خلاف ہے لیکن سُنّت ہے۔" (انتہی بلفظہ)

مَیں کہتا ہوں کہ یہ حدیث پہلے بیان ہو چکی کہ اس حدیث میں مسئلہ متنازعہ کا ہرگز بیان نہیں۔ اور نہ ہی اس موقع پر اس حدیث کو نقل کر سکتے ہیں۔ البتہ لا یصلی بعد صلوٰۃ مثلھا (ایک نماز کے بعد اس جیسی نماز نہ پڑھو) اپنے بعض مضامین اور "ردمحتار" کے بدائع سے نقل کردہ آثار اور تاکیدِ جماعت کے بارے میں احادیث کی وجہ سے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ افضلیت بلکہ ضرورت تنہا میں ہے نہ کہ ہمراہی میں۔ اور حسب تحقیق شرح مُنیہ بالضرورت تنہائی کو اختیار کرنا چاہیئے کیونکہ یہ درایت روایت کے موافق ہے اگرچہ عوام اور بعض علماء اور بعض کتابوں میں جواز تکرار مشہور ہے۔ وہ کہتے ہیں جب امام یوسفؒ نے ظاہر روایت کو چھوڑ کر اذان و اقامت کے بغیر تکرار جماعت کو جائز کہا ہے اور زمانہ سابق کے تمام اکابر علماء نے اس کو تسلیم کیا ہے اور

حجت کے قابل ہوئے ہیں تو پھر کسی شخص کو ظاہر روایت پر فتویٰ دینے کا کیا اختیار باقی رہ سکتا ہے اور وقف البحر وغیرہ میں ہے "جب ایک مسئلہ میں دو قول صحیح موجود ہوں تو ان دونوں میں سے ایک کا حکم اور فتوے دے سکتے ہیں اور جب کہ کتاب میں کوئی روایت مذیل بہ تصحیح ہو اور ماخوذ ہو یا اُن سے فتویٰ دیا جاتا ہو۔ اُس پر فتویٰ ہو تو اس کے خلاف فتویٰ نہ دیا جائے۔ ہاں اگر اس کا مقابل بھی صحیح ہو تو اپنے نزدیک زیادہ قوی لائق اور صحیح پر فتویٰ دے اور اکثر ایسا ہوا ہے کہ باوجود ظاہر روایت کے صاحبینؒ بلکہ امام زفر کے قول پر فتوے دیا ہے (انتہی بلفظہٖ) میں کہتا ہوں کہ اس روایت کے فتویٰ کی نسبت امام یوسفؒ کی طرف کرنا بہت مستبعد ہے۔ کیونکہ اول تو یہ معلوم ہے کہ امام یوسفؒ کا مذہب ظاہر روایت ہے اور مصنفین کی عادت ہے کہ مجتہدین کا مذہب بیان کرنے کے بعد اگر کوئی روایت شاذہ کسی مجتہد سے پاتے ہیں تو اس کو بھی نقل کر دیتے ہیں۔ ہدایہ کو دیکھنا چاہیئے کہ اس قسم کی مثالوں سے پُر ہے۔ پس اس نقل کو امام ابو یوسفؒ کا فتویٰ خیال کرنا بہت تعجب ہے اور ظاہر روایت کے ہوتے ہوئے جس کا حکم متواتر ہے روایت شاذہ کو ان کا مفتی بہ کہنا مناسب نہیں۔ البتہ اگر "ہو الصحیح" امام ابو یوسفؒ سے منقول ہوتا تو مضائقہ نہ تھا کہ ابو یوسفؒ نے اپنے مذہب مشہور کو ترک کر کے دوسری روایت کو صحیح مان لیا مگر یہ بات بالکل غیر مسلم ہے کیونکہ بحر میں اس روایت کو لفظ "لا بأس" سے لائے ہیں اور "ہو الصحیح" اس کے ساتھ چسپاں نہیں ہوتا۔ اور مضمرات میں بھی لفظ "لم یربسا" کہا ہے اور "ہو الصحیح" کہیں نہیں۔ اور دوسری کتابوں میں بھی یہ لفظ ابو یوسفؒ سے منقول ہے لیکن اس کی تصحیح کہیں منقول نہیں۔ اور ملا علی قاریؒ کے رسالہ سے خود آپ نے یہ روایت "دری انہ لم یربسا" کے لفظ سے نقل کی ہے اور کوئی فتوے کا لفظ اس کے ساتھ نہیں۔ اور "ھذا ھوا لذی علیہ العمل" مصنف کا مقولہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ کا اسی طرح شارح منیہ نے روایت نقل کرنے کے بعد "ہو الصحیح" اپنی طرف سے ملا دیا۔ تو اس کی نسبت امام ابو یوسفؒ کی طرف کرنا کیونکر درست ہے۔ اور اگر کسی کتاب میں ابو یوسفؒ کا فتویٰ یا تصحیح موجود ہو تو ظاہر کی جائے اور بتایا جائے۔ ورنہ روایت مذہب بیان کرنے کے بعد "وعن فلان" پر ہرگز فتویٰ نہیں ہو سکتا اور اگر ہم مان لیں کہ ابو یوسف نے جواز تکرار کا فتویٰ دیا ہے تو تب بھی سنو کہ صاحب درمختار کیا کہتے ہیں: "اور ایسے قابل اختیار نہیں ہوتا اگر ان دونوں قولوں میں سے ایک امام کا قول ہو اور دوسرا کسی دوسرے کا قول ہو اس وجہ سے کہ جب دو قول صحیح متعارض ہوں تو ساقط ہو جاتے ہیں اور ہم اس اصل کی طرف رجوع کرتے ہیں جو ابتدائی قول امام ہے۔

شہادۃ الفتویٰ میں ہے کہ ہمارے نزدیک یہ مقرر ہے کہ سوائے قول امام اعظمؒ کے اور کسی کے قول پر عمل نہ کیا جائے اور نہ فتویٰ دیا جائے اور صاحبینؒ یا ان دونوں میں سے ایک کے قول کی طرف بلا ضرورت عدول نہ کیا جائے اگرچہ مشائخ نے فتویٰ دے کر صاحبینؒ کے قول کی تصریح کی ہو۔ کیونکہ امام اعظمؒ صاحبِ مذہب اور امام مقدم ہیں اور ایسا ہی بحر میں اوقات الصلوۃ کو موقع پر کتاب القضاء سے نقل کیا ہے۔ امامؒ کے قول پر فتویٰ دینا جائز ہے۔ اگرچہ یہ معلوم نہ ہو کہ امام صاحبؒ نے یہ بات کہاں سے کہی ہے۔ اور نیز صاحب البحر نے رسالہ کشف الغطا میں کہا ہے" اور اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ سوائے قول ابو حنیفہؒ کے نہ عمل کیا جائے اور نہ فتویٰ دیا جائے اور صاحبین کے قول کی طرف عدول نہ کیا جائے۔

سوائے ضعفِ دلیل کے یا ضرورت تعامل کے سبب کے۔ نیز یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر بعض مشائخ نے کہا ہو کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے اور امام اعظم کی دلیل واضح اور مذہب ثابت ہو تو اس فتویٰ کی طرف التفات نہ کی جائے نہ اس پر عمل کیا جائے۔ اگرچہ مشہور و معروف کتاب ہی ہو۔ پس صاف روشن ہوگیا کہ اگر یہ روایت ابو یوسف ؒ کے مذہب مشہور کی بھی ہو تاہم فتویٰ امام اعظم ؒ کے مذہب پر دینا چاہیئے اور ہر چند شرح منیہ جیسی مشہور کتابوں میں "ہو الصحیح" اور "بہ ناخذ" جیسے الفاظ کہتے ہوں۔ لیکن اس کی طرف التفات نہیں کرنا چاہیئے۔ اور امامؒ کی روایت کو یا تو ضعفِ دلیل کی وجہ سے ترک کر سکتے ہیں تو یہاں امام صاحب کی دلیل کی قوت عقلاً و نقلاً معلوم ہوگئی کہ صحابہؓ کا تعامل اور توافقِ حدیث اُس کا موئد ہے صاحبِ بحر کا موئد جو مسلّم الثبوت نقاد ہیں کافی ہے یا ضرورت کی وجہ سے ترک کر سکتے ہیں اور ضرورت سے وہ مراد ہے کہ جس میں مسلمانوں کا حرج ہوتا ہو اور یہاں سوائے اس ضرورت کے کہ جماعتِ اولیٰ میں حاضری کی تکلیف اور تاکید عوام سے اُٹھالی جائے اور کیا ہو سکتی ہے؟ یا بسبب تعامل ترک قولِ امامؒ ہو سکتا ہے۔ تعامل سے مراد تعاملِ سلف ہے نہ طریقۂ عوام اور یہاں تعامل بھی ترکِ جماعتِ ثانیہ ہے۔ پس اس صورت میں ظاہر روایت کو چھوڑنا کیونکر جائز ہوگا اور اس کے علاوہ دوسری روایتوں پر فتویٰ دینا کیونکر درست ہوگا اور موجودہ عالم مفتی نہیں بلکہ فتوؤں کے ناقل ہیں۔ لہٰذا ان کو وہی نقل کرنا چاہیئے جس کو اہلِ مذہب اور مشائخ نے معتمد اور معتبر کہا ہو اور اگر اس کے خلاف تصحیح پائیں تو اس کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہیئے۔

اور یہ بالکل واضح ہوگیا کہ ظاہر روایت کو چھوڑ کر صاحبینؒ اور زفرؒ کے قول پر فتویٰ اسی جگہ ہے جہاں ظاہر روایت کی دلیل ضعیف ہو یا قرونِ ثلثہ کا تعامل اور سلف کا اجماع اس کے خلاف ہو یا ہرج ہو۔ اور یہاں تینوں امر مرفوع ہیں اور علمائے سلف کے تسلیم کرنے کا حال مذکورۂ بالا بیانات سے معلوم ہو چکا کہ ہر ایک زمانہ میں علمائے کرام کا جمِ غفیر اس سے انکار کرتا رہا۔ وہ کہتے ہیں "غرضیکہ وہ روایتیں جو بالفاظ فتویٰ "ہو الصحیح" و "بہ ناخذ" و "علیہ الفتویٰ" و "علیہ المعمول" و "علیہ المسلمون" وغیرہ الفاظ سے مذیل ہوں وہ دوسری روایتوں پر ترجیح رکھتی ہیں۔ فقہائے زمانہ میں کسی کو اُس کے خلاف فتویٰ دینے کی گنجائش نہیں اور ہمارا یہ حق نہیں کہ علمائے سابقین کے فتوے پر جو مرجع انام ہیں جدید فتوے کو غالب کر دیں اور کہہ دیں کہ ان کا فتویٰ اب عمل کے قابل نہ رہا۔ اور موجودہ زمانہ کے لوگوں کا حال یہ ہے کہ ہر شخص کو جماعتِ اولیٰ میں شمولیت کی توفیق نہیں ہوتی۔ اگر کسی کی سو جماعتیں فوت ہو جائیں تو وہ کبھی بھی جماعتِ اولیٰ میں شمولیت کی کوشش نہ کرے گا اور جس کو (فضیلت و ثواب) غرض ہے اس لئے یہی کافی ہے کہ جماعتِ ثانیہ ثواب میں اولیٰ کے برابر نہیں۔ یہاں تک کہ بعض علماء نے اس کو مکروہ کہا ہے اور شہر کی بہت سی مسجدوں میں جمعہ جائز کر دینا بھی میرے اس قول کا موئد ہے۔ واللہ اعلم احکم واقوم (انتہی بلفظہ)

میں کہتا ہوں وجہ تائید جو احقر کی سمجھ میں آئی ہے کہ جمعہ جامع جماعات ہے اور جمعہ میں دراصل عدم تعدد کا حکم ہے اور باوجود اس کے ایک ہی شہر میں تعدد کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ پس جامع مسجد مسجد محلہ کے مشابہ ہوئی اور تمام شہر مشابہ محلہ اور جس طرح جمعہ کے دن فقط جامع مسجد میں جمعہ پڑھنا افضل ہے۔ اگرچہ دیگر مساجدِ شہر میں بھی جائز ہو،

اسی طرح اہلِ محلہ کو چاہئیے کہ جماعتِ اولیٰ میں حاضر ہوں اور اگر حاضر نہ ہُوئے اور خلافِ ہئیتِ اولیٰ تکرار جماعت کر لی تو جائز ہوگی۔

تو میں کہتا ہوں کہ جامع مسجد جس پر مسجد محلہ کو قیاس کیا گیا ہے حکماً ایک مکان ہے۔ چنانچہ اُس کے ایک ہونے کا اثر احکام سجدۂ تلاوت واتصال صفوف میں ظاہر ہے اور جامع مسجد جس پر قیاس کیا گیا ہے اور دوسری مسجدیں حکماً متعدد مکانات ہیں۔ پس تکرار کا قیاس تعدد پر کیونکر درست ہوسکتا ہے۔ البتہ یہ تائید اُس وقت درست ہوتی کہ تمام مساجد جمعہ کے بارے میں ایک مکان کا حکم رکھتیں تاکہ اگر جامع مسجد میں جو محراب کے مشابہ ہے نماز نہ پڑھیں، اور دوسری جگہ جس سے دوسری مسجدیں مراد ہیں پڑھ لیں تو جمعہ درست ہو جائے اور اس صُورت میں کہ اگر محراب چھوڑ کر نماز پڑھیں تو تکرار جائز ہو جائے۔ مگر حقیقت یوں نہیں بلکہ دوسری مسجدیں مسئلہ جمعہ کی صُورت میں مختلف مکانات کے حکم میں ہیں نہ کہ مسجد جامع کے قطعات اور اجزاء کے حکم میں۔ پس یہ قیاس مع الفارق ہوا۔ ہاں البتہ جامع مسجد حکماً ایک مکان ہے۔ اگر تعدد جمعہ ایک مسجد میں جائز ہوتا تو یقیناً تائید درست تھی، ورنہ دوسری مسجد میں جا کر جمعہ پڑھنا ایسا ہے جیسا کوئی شخص جس سے جماعتِ اولیٰ ترک ہوگئی ہو وہ اپنے گھر میں اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ جماعت سے نماز ادا کرے۔ اور یہ بات کُتب فقہ میں مصرح ہے کہ یہ جماعت گھر میں مکروہ نہیں۔

ایسا ہی فتح القدیر وغیرہ میں ہے کہ مسجد محلہ میں تکرار جماعت نہ کرے۔ جیسا کہ جس شخص سے جامع مسجد میں جمعہ کی جماعت چھُوٹ جائے تو وہ جامع مسجد میں تکرار جمعہ نہ کرے البتہ دوسری مسجد میں جا کر دوسری مسجد والوں کے ساتھ جماعت میں شریک ہو جائے۔ اور فتح القدیر میں ہے کہ "جب یہ فوت ہو جائے بالاتفاق مسجد میں طلب کرنا واجب نہیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ دوسری مسجد میں چلا جائے اور اگر اکیلا پڑھے تو یہ بھی بہتر ہے اور قدوری نے لکھا ہے "کہ اپنے گھر والوں کو جمع کر کے اُن کے ساتھ نماز پڑھے یعنی اس سے جماعت کی فضیلت حاصل ہو جائے گی"۔ ایسا ہی فتاویٰ قاضی خان اور شرح مُنیہ میں ہے۔

اور ظاہر روایت کے جواز تعدد جمعہ کے خلاف ہوتے ہُوئے اس کا جواز دلیل کے قوی ہونے اور عدم تعدد سے مسلمانوں کا حرج ہونے کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ فتح القدیر وغیرہ میں بالتصریح مذکور ہے اور حرج وضرورت کے وقت روایت مقابلہ کے دلیل کی قوت کی وجہ سے ظاہر روایت کو ترک کرنا مسلّم الثبوت ہے، بخلاف مسئلہ تکرارِ جماعت کے کہ اس کی قوتِ دلیل ظاہر ہے اور ضرورت وحرج کا نہ ہونا بھی روشن ہے۔ پس اس کی تائید اس مسئلہ جمعہ سے کیونکر ہوسکتی ہے۔ البتہ صلوٰۃ خوف کی مشروعیت میں تکرارِ جماعت کے مکروہ ہونے کی تائید ظاہر و بیّن ہے۔

الغرض جب کراہت معتمد اور ثابت ہوگئی اگرچہ تنزیہہ ہی ہو تو یقیناً ترکِ تکرار افضل ہوگا اور تنہا نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہوگا؟ اور کس طرح افضل نہ ہو جبکہ صحابۂ کرامؓ کا عمل علیحدہ علیحدہ نماز پڑھنا تھا اور اگر جماعتِ ثانیہ افضل ہوتی تو وہ بالکل متروک کیوں کر دیتے۔ اور ظاہر روایت سے بھی انفراد کی فضیلت ثابت

ہوئی اور ائمہ ثلثہ سے انفراد منقول ہوا۔ بلکہ ترمذی نے لفظ "لاباس" کی وجہ سے امام محمدؒ کے نزدیک بھی انفراد کی افضلیت ثابت ہوئی اور تمام کراہت تکرار کی روایتیں افضلیت انفراد کی متقاضی ہیں۔ کیونکہ کوئی ایسا مکروہ نہیں کہ جس کا ترک کرنا افضل نہ ہو۔ اور یہ مکروہ کا ادنیٰ حال ہے اور اگر باوجود کراہت بھی اس کا کرنا افضل ہے تو یہ شرع شریف کا قلب موضوع ہوا اور مکروہ سے مستحب میں تبدیل ہوگیا اور جو خرابیاں اس میں پیدا ہوسکتی ہیں وہ ظاہر ہیں۔ اب بفضلہ تعالےٰ اس مسلک سے ترجیح بھی ثابت ہوگئی کہ راجح تکرار ہے اور اہلِ مذہب اور جمہور علماء و مشائخ کرام نے کراہت کو صحیح اور معتمد قرار دیا ہے۔

پس موجودہ فقہاء کو مناسب ہے کہ وہ ظاہر روایت مفتیٰ بہا کو ترک نہ کریں اور روایت غیر مشہورہ پر فتویٰ نہ دیں۔ اور بنی نوع انسان کا حال ہمیشہ سے یہی ہے کہ سعادت مند کے لئے ایک اشارہ کافی ہو جاتا ہے اور غیر سعید کو ہزار بار کہنا بھی مفید نہیں۔ چنانچہ ابوجہل کو ہادئ اعظم صلی اللہ علیہ وسلّم سے ہدایت نہ ہوسکی۔ مگر علماء کو زیب نہیں دیتا کہ عوام کو کاہل دیکھ کر اور زیادہ سُست کرنے والی روایتیں بیان کریں اور توفیق ازلی کا حوالہ دے کر خود امر و نہی سے بے فکر ہو بیٹھیں۔ اور ہم نے یہ بات تجربہ سے معلوم کی ہے کہ بات کا بہت اثر ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے انسان کی فطرت میں قابلیت رکھی ہے کہ جس بات کی طرف لگائیں ان کی طبیعت قبول کرلیتی ہے۔ پس علماء کو لازم ہے کہ عوام کی ہمّت کو چُست بنائیں نہ کہ پست ہمتی کے ارشادات سُنائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین وصلّی اللہ تعالیٰ علی سیّدنا سیّد الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین وعلیٰ من یتبعھم اجمعین وعلی من یتبعھم الی یوم الدین ۝

ادخلوها بسلام آمنین

تذکرۃ الرشید

سوانح قدوۃ العلماء زبدۃ الفقہاء فخر المحدثین قطب العالم
حضرت مولانا الحاج الحافظ رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہٗ

تالیف

حضرۃ الحاج مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نور اللہ مرقدہٗ

ادارہ اسلامیات
انارکلی ○ لاہور

المُهنّد علی المُفنّد

یعنی

عقائد علماءِ اہل سُنّت دیوبند رحمہم اللہ

تالیف

فخر المحدّثین حضرۃ مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس اللہ سرہ العزیز
المتوفی ۱۳۴۶ھ

باضافہ

عقائد اہل السُّنّۃ والجماعۃ

از

حضرۃ مولانا مُفتی سیّد عبد الشکور ترمذی مدظلہم

مع

تصدیقاتِ قدیمہ وجدیدہ

اِدارۂ اسلامیّات ○ ۱۹۰- انارکلی لاہور